وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔
www.KitaboSunnat.com
اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ یہی لوگ (اللہ کے) مقرب ہوں گے۔
نعمتوں کے باغات میں (رہیں گے)۔ پہلوں میں سے بہت ہوں گے۔ اور کچھ آخر دور کے ہوں گے
حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۶۰ھ ـــــ ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
1941 ـــــ 26 فروری 2012ء
علم وعمل، دعوت وفکر
مرتب
محمد طیب محمدی

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ • اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ • فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ • ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ • وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ •
اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ یہی لوگ (اللہ کے) مقرب ہوں گے۔
نعمتوں کے باغات میں (رہیں گے)۔ پہلوں میں سے بہت ہوں گے۔ اور کچھ آخر دور کے ہوں گے
حافظ عبد المنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ
علم و عمل، دعوت و فکر
مرتب
محمد طیب محمدی

نام کتاب	حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ
مرتب	محمد طیب محمدی
اشاعت	۲۰۱۳
تعداد	1000
کمپوزنگ	یاسر کمپوزنگ سنٹر Abuyasir432@gmail.com

ناشر

ادارہ تحقیقات سلفیہ

گوجرانوالہ
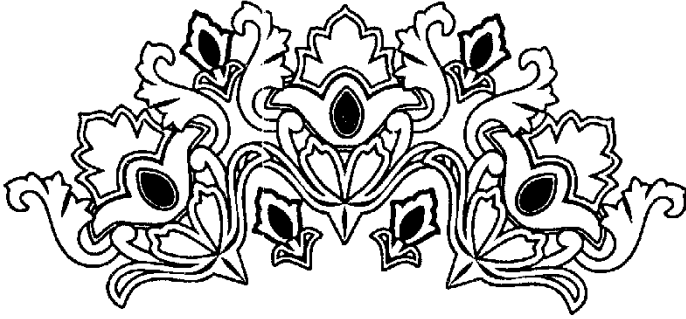
حافظ صاحب نے اس دور میں قرون اولیٰ
کی یاد تازہ کردی ہے
ایسی نابغہ شخصیات روز روز جنم نہیں لیتیں
سادہ مزاج، حلیم الطبع،
علم دوست، خودنمائی،
خودثنائی، تکبر
اور خود پسندی
سے کوسوں
دور تھے

آپ کے طرزِ حیات

اور رہن سہن سے گمان ہوتا تھا کہ

قرونِ اولیٰ کے قافلے سے بچھڑا کوئی راہی ہے،

جو اپنا سفر ایک نامانوس ماحول میں

طے کر رہا ہے۔

آپ کے بعد ایسی روشن مثال دیکھنے کو

آنکھیں ترستی رہیں گی۔

اب ڈھونڈ اسے چراغ رخ زیبا لے کر
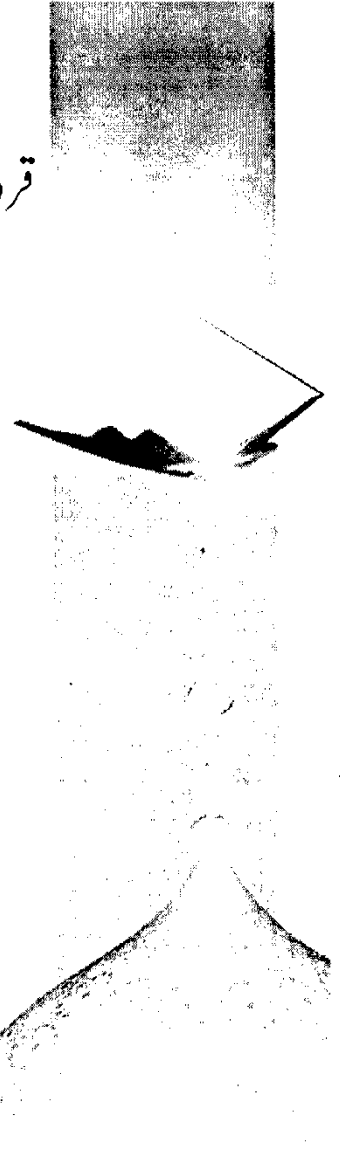
پیش لفظ

(از: حافظ رضاء اللہ رؤف)

اسلاف کی زندگیوں کے درخشاں لمحات وساعات کو قلمبند کرنا قابل رشک عمل ہے۔ بعد میں آنے والی نسلیں بہترین زندگی گزارنے کے سنہرے اصول پڑھ کر کامیابی کے مراحل طے کرتی ہیں۔ یہ اہل اسلام کا خاصہ ہے کہ وہ اسلاف کی زندگیوں کو قلم بند کرتے ہیں، جو بعد میں آنے والوں کے لیے مواعظ، نصائح اور صبر وثبات کا علَم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امام ذہبی رحمہ اللہ (م، ۷۴۸) نے سیر اعلام النبلا لکھ کر داعیان کتاب وسنت اور پیکران علم وعمل کے حالات و واقعات محفوظ کر دیے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کا کبھی نہ بھولنے والا ماضی کتابی صورت میں محفوظ ہو گیا اور بعد کے لوگوں کے لیے راہنمائی کا ذریعہ بن گیا ہے۔ مولانا محمد طیب محمدی صاحب نے حافظ صاحب کی سیرت کو احاطہ تحریر میں لا کر بعد والوں کے لیے تعلیم وتزکیہ کا سامان مہیا کر دیا ہے، اور حافظ صاحب کی سیرت کو بھی محفوظ کر دیا ہے۔ یقیناً کسی بڑی شخصیت کی زندگی تجربات کا نچوڑ ہوتی ہے، اور پھر حافظ صاحب جیسی شخصیت جس نے خود کو کتاب وسنت کے ڈھانچے میں ڈھالا ہو، بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثالی شخصیت ہوتی ہے۔

حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی زندگی میں دو چیزیں بڑی نمایاں تھیں، عجز وانکسار اور اللہ کے حضور پیشی کا ڈر۔ حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی شخصیت کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی سیرت مطہرہ کے اوراق علما، فقہا، داعیان، حکما وطلبا اور دانشوران عالم میں معروف ومتداول ہوں اور ان سے مستفید ہو کر اپنی سیرت وکردار کو مضبوط بنائیں اور دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

اس کتاب میں حافظ نور پوری رحمہ اللہ کا فہم دین اور عمل، معاشرے کے معمولات زندگی پر آپ کا گہرا اثر، نیز آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، جس کے لیے اس کتاب میں مولانا محمد طیب محمدی صاحب نے ۴۲ ابواب قائم کیے ہیں۔ اس کا مطالعہ قارئین کرام پر یہ حقیقت روشن کر دے گا کہ اگر انسان ذرا سی محنت کرے تو وہ اپنے آپ کو افضل المخلوقات ثابت کر سکتا ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت محکم تعلق اور رسول اللہ ﷺ کی بے انتہا محبت واتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے اپنی تقویٰ وطہارت کی سفید چادر پر کبھی صفت سیہ کا داغ ودھبہ نہیں لگنے دیا۔ اسی لیے جنازہ پر ہر کوئی بول رہا تھا: زندگی ہو تو اس طرح کی۔ یہ باتیں سن کر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا: أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ مولانا محمد طیب محمدی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر گواہی قائم کر دی ہے، ان شاء اللہ یہ کتاب دنیا وآخرت میں حافظ صاحب کے لیے گواہ بن کر قائم رہے گی۔

مولانا محمد طیب محمدی صاحب شکر وسپاس کے مستحق ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے تادیر دین کی سربلندی کا کام لے اور آخرت میں ان کی بلندی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

حافظ رضاء اللہ رؤف، مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

عبداللہ بن عمرو بن عاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ علم کو اس طرح نہیں
اٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ
علما کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب
کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو جاہلوں کو سردار بنالیں گے
اور ان سے دینی مسائل پوچھے جائیں گے، اور وہ
بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے
اور دوسرں کو بھی گمراہ
کریں گے۔''

فہرست

باب نمبر ٤ حافظ صاحب کے اساتذہ کے حالات زندگی 124

باب نمبر ۵ اساتذہ کا احترام 210

باب نمبر۷ معاصرین کی نظر میں 246

باب نمبر ۸ علما کا احترام 258

باب نمبر ۹ تدریس 276

باب نمبر ۱۰ حوصلہ افزائی کرنا 290

باب نمبر ۱۱ نورپوری رحمہ اللہ کا علمی مقام 307

باب نمبر ۱۲ قوت حافظہ 338

باب نمبر ١٦ مجالس نورپوری 391

باب نمبر ۲۱ کامیاب مناظر 477

باب نمبر ۲۳ سند اجازہ 529

باب نمبر ۲۶ اسفار 640

باب نمبر ۳۲ مهمان نوازي 781

باب نمبر ۳۳ طرز زندگی 801

باب نمبر ۳۷ اخلاق حسنہ 889

باب نمبر ۳۸ حکمت عملی 915

باب نمبر ۴۲ سفر آخرت 952

❀......❀......❀......❀......❀

حافظ صاحب سے محبت

عن سهيل بن أبي صالح قال كنا بعرفة فمر عمر بن عبدالعزيز وهو على الموسم فقام الناس ينظرون إليه فقلت لأبي يا أبت إني أرى الله يحب عمر بن عبدالعزيز قال وما ذاك ؟ قلت لما له من الحب في قلوب الناس فقال بأبيك أنت سمعت أبا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم ذكر بمثل حديث جرير عن سهيل .

سہیل بن ابی صالح سے روایت ہے: ہم عرفہ میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز گزرے اور وہ امیر حج تھے، تو لوگ انہیں دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے میں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان میرا خیال ہے کہ اللہ تعالی عمر بن عبدالعزیز سے محبت کرتا ہے انہوں نے کہا کس وجہ سے؟ میں نے کہا لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہونے کی وجہ سے، تو انہوں نے کہا تجھے تیرے باپ کی قسم تم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سنی ہوگی پھر جریر عن سہیل کی طرح حدیث بیان کی۔

[صحيح مسلم، ٢٦٣٧]

حدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم إن الله إذا أحب عبدا دعا جبريل فقال إني أحب فلانا فأحبه قال فيحبه جبريل ثم ينادي في السماء فيقول إن الله يحب فلانا فأحبوه فيحبه أهل السماء قال ثم يوضع له القبول في الأرض وإذا أبغض عبدا دعا جبريل فيقول إني أبغض فلانا فأبغضه قال فيبغضه جبريل ثم ينادي في أهل السماء إن الله يبغض فلانا فأبغضوه قال فيبغضونه ثم توضع له البغضاء في الأرض .

''زہیر بن حرب، جریر سے اور وہ سہیل سے بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس جبرائیل بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالی فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب کسی بندے کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (تو وہ دنیا والوں کے لیے مقبول ہو جاتا ہے) اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں تو جبرائیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اسے مبغوض رکھ پس جبرائیل بھی اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے عداوت رکھ دی جاتی ہے"۔

[صحیح مسلم، ٢٦٣٧]

فذلك قول الله: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ [جامع ترمذی، ٣١٦١]

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی تھی، ہر کوئی حافظ صاحب رحمہ اللہ سے اپنی محبت اور عقیدت کا ہی اظہار کرتا نظر آتا ہے۔ جامع مسجد قدس المعروف حافظ عبدالمنان صاحب والی کے نمازیوں نے بتایا ہر نماز کے بعد حافظ صاحب کی زندگی میں ادھر رونق ہوتی تھی۔ کبھی باہر سے کوئی مولوی صاحب آئے ہوتے تھے، کبھی محلے کے آدمی آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے اور کبھی شہر سے کوئی صاحب آتے اور اپنے مسائل حافظ صاحب سے حل کرواتے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے یہاں رونق لگی رہتی تھی۔ اب ہماری یہ مسجد بے رونق سی لگتی ہے، حالانکہ اس مسجد میں نمازی دوسری مساجد سے زائد ہیں۔ لیکن جو رونق حافظ صاحب سے ہوتی تھی وہ اب نہیں ہے۔

محترم جناب خالد حسین (سیکٹر مسئول سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب ان گلیوں سے گزرتے تھے کبھی نماز کے لیے آرہے ہیں، کبھی سبزی خریدنے کے لیے آرہے ہیں، ان گلیوں میں حافظ صاحب کو گزرتے دیکھتے تو آپ سے مسائل پوچھتے۔ آپ ہر ایک کو سلام کہتے۔

حافظ فہد اللہ صاحب نے بتایا: محلے کے ہر آدمی کے دل میں (خواہ وہ نمازی ہے یا بے نمازی) حافظ صاحب کی محبت تھی، ہر کوئی آپ کا احترام کرتا، آپ سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا۔ آپ کے عقیدت

مند صرف اہلحدیث ہی میں نہیں بلکہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ سے محبت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ اٹھا تو سرفراز کالونی کی ہر گلی سے لوگ جناح پارک کی طرف جا رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا شاید ہر کسی کا اپنا باپ فوت ہو گیا ہے۔ جنازے کا منظر دیکھ کر کئی بے نمازی کہہ رہے تھے: کاش اس ولی کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی ہوتی۔

محلے کا ہر آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے حافظ صاحب زیادہ پیار کرتے تھے، حافظ صاحب کے مجھ سے زیادہ تعلقات تھے۔ حافظ صاحب میرے گھر آئے، حافظ صاحب نے میرے لیے دعا کی۔

کسی جگہ پر کوئی جھگڑا ہو گیا، یا کوئی کاروباری معاملہ میں بحث ہو گئی کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ یا کوئی جماعتی لڑائی ہو گئی، تو دونوں فریق جس شخصیت پر متفق ہوتے اس شخصیت کا نام حافظ عبدالمنان نورپوری تھا، حافظ صاحب سے فیصلہ کرانے پر سب راضی ہو جاتے تھے۔

محترم جناب خالد حسین سیکٹر مسئول سرفراز کالونی والے حافظ صاحب کے محلے میں رہتے ہیں۔ یہ حافظ صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ قاری سفیان صاحب نے ان سے میری ملاقات کرائی، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ یہ حافظ صاحب کا تذکرہ کرتے رہے اس دوران تین مرتبہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

یہ سینٹری کا کام کرتے ہیں، ان کا سامان جنوبی پنجاب میں جاتا ہے، یہ گرائی کے لیے چشتیاں، بہاولنگر، کبیر والا علاقوں کی طرف جاتے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا ادھر لوگوں کو جب پتا چلا کہ میں حافظ صاحب کے محلے کا رہنے والا ہوں تو وہ لوگ میری بڑی عزت کرنے لگے ہیں اور مجھے کہتے ہیں ہمیں ان کے واقعات سناؤ ہم نے سنا ہے وہ اللہ کے ولی ہیں۔ خالد صاحب نے بتایا جس علاقہ میں بھی چلے جاؤ وہاں حافظ صاحب کا ذکر خیر ہوتا ہے، کسی نہ کسی گاؤں میں حافظ صاحب کا کوئی نہ کوئی خیر و برکت والا واقعہ ہے۔

محترم جناب خالد حسین صاحب بتانے لگے: ہم نے جنازے کے انتظامات کیے، اور اس لگن اور کیفیت سے کیے کہ ہم حافظ صاحب کا آخری حق کما حقہ ادا کریں، اس میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ دوران انتظام بار بار ہمیں حافظ صاحب یاد آتے رہے کہ جب ہم اسی جگہ نماز عید کا اہتمام کیا کرتے تھے تو حافظ صاحب ہم سے پوچھا کرتے تھے: انتظام ٹھیک ہو رہا ہے؟ ہم سوچ رہے تھے اب کون پوچھے گا؟

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

مشہور محدث ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی جب فوت ہوئے تو اطلاع ملنے پر امام بخاری نے یہ شعر پڑھا:

إن عشت تفجع بالأحبة كلهم — وفناء نفسك لا أبا لك أفجع

''اگر آپ زندہ رہتے تو اپنے تمام دوستوں کا غم کھاتے۔ اور تیرے نفس کا فنا ہونا زیادہ گھبراہٹ کن ہے۔''

آج ہم حافظ صاحب کی وفات پر یہی شعر پڑھتے ہیں:

إن عشت تفجع بالأحبة كلهم — وفناء نفسك لا أبا لك أفجع

جس کا دھڑکا تھا بالآخر وہ گھڑی بھی آ گئی
خبر وہ آئی کہ بزم زندگی تھرا گئی

اس امر میں کسی کو نہ اختلاف ہے نہ انکار اور نہ ہی کبھی اس بارہ میں دو آراء ہوئی ہیں کہ جو بھی دارالفناء میں آتا ہے اس نے بالآخر ایک روز دارلبقاء کی طرف کوچ کرنا ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾[آل عمران : ۱۸۵]

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو بھی مقررہ وقت پر داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

اس بزم میں سب کے سب اٹھے جاتے ہیں
تسکین کے جو تھے سبب اٹھے جاتے ہیں

بڑے بڑے اصحاب جمال، ارباب کمال، بادشاہان پرجلال، کثیر الاموال اور شناوران اوج و اقبال اسپ دہر پر سوار دنیا فانی کی رعنائیوں اور دلربائیوں میں محو و مگن یکا یک صحرائے موت میں پہنچے تو ایسے گم ہوئے کہ پھر کبھی ان کا سراغ تک نہ مل سکا۔

نہ ہے قبر دار نہ گور سمندر
زمین کھا گئی جوان کیسے کیسے؟

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے؟
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے؟

بڑے بڑے ہیرے اور ہیرو عبقریان ملت، دانشوران وقت، فلسفیان عالم، حکیمانہ زمانہ، متحوران زمانہ آئے اور "اجل مسمیٰ" گزار کر تہہ خاک چلے گئے۔

آج جس «مرد صالح» کی کتاب حیات کے چند اوراق پلٹنے کی جسارت کر رہا ہوں وہ خود تو «وادی ممات» میں «نم کنومة العروس» کے مزے لوٹ رہا ہے (اللّٰھم اجعل ھکذا) اور ان کے فراق و مفارقت میں ہر اہل علم اور ان کی تمام روحانی اولاد حال وقال پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

ہوا صبر وسکوں رخصت میرے غم خانہ دل سے
میں کھو بیٹھا ہوں ہوش اپنے جنوں کا جوش طاری ہے

لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا بننے کے لیے بڑی گاڑی، بڑا محل اور خاص پروٹوکول ہونا لازمی ہوتا ہے اور تاریخ میں نامور کہلانے کے لیے صاحب زر ہونا چاہیے، مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ شہرت اور عزت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، شہرت تو ظالم کی بھی ہو سکتی ہے، اور صاحب زر کی بھی، مگر عزت صرف عادل اور عالم و فاضل کی ہوتی ہے، شہرت تو کسی قاتل کی بھی ہو سکتی ہے اور صاحب اقتدار کی بھی، مگر عزت صرف صاحب کردار کی ہوتی ہے، شہرت تو ہر دور کے قارون، فرعون، چنگیز اور ہلاکو خان کو حاصل رہی ہے، لیکن کام اور کردار ہی کسی انسان کو نیک نام بناتا ہے۔ خلفائے راشدین کی عزت محلات میں رہنے سے نہیں رات کو پہرہ دینے سے بڑھی۔

درحقیقت ایسے لوگ ہی بڑے ہوتے ہیں اور تاریخ ہمیشہ ان کو داد دیتی ہے۔ ایسی شخصیات کو زندہ باد کے نعرے لگوانا، حفاظتی دستوں کے جلوس میں چلنا، زرنگار کرسیوں پر بیٹھنا، زرق برق لباس پہننا، لینڈ کروزر کے ہلکورے لینا، قصیدہ گوئی کی محفلیں سجانا ان کے شوق میں شامل نہیں ہوتا، بلکہ ان کی سوچ تو صرف رضائے الٰہی اور اخروی کامیابی کی ہوتی ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

اسی دنیا میں حقیقی عزت انھوں نے ہی پائی ہے جنھوں نے نبوت کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «نرفع درجات من نشاء» کا مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعے

ہم جس کے درجات بلند کرنا چاہتے ہیں، کر دیتے ہیں، عبید بن أبی قرۃ کہتے ہیں: میں نے پوچھا کہ یہ مطلب آپ سے کس نے بیان کیا؟ فرمایا زید بن اسلم نے۔[مسند احمد]

ان لوگوں نے علم وعمل سے عزت پائی اور پھر اس عزت کی خاطر ہر چیز داؤ پر لگا دی، یہی وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں زندگی بڑی پیاری سہی، جاہ وتمکنت بڑی عزیز سہی، اپنے مفادات بڑے اہم سہی، مگر آبرو کی بھی کوئی میزان حیات میں قیمت ہے کہ نہیں۔

زندگی اتنی بے قیمت تو نہیں جس کے لیے
عہد کم ظرف کی ہر بات گوارہ کر لیں

دنیا سے جانے والوں کی عموماً چار قسمیں ہوتی ہیں:

۱......جس سے صرف اس کے گھر والے اور لواحقین متاثر ہوتے ہیں۔

۲......اس کی موت اپنے شہر اور علاقہ کے لیے صدمہ بنتی ہے۔

۳......جس کی موت کے اثرات ملک کے جمیع اطراف واکناف میں محسوس کیے جاتے ہیں۔

۴......جس کی موت سے نا صرف باشندگانِ ملک بلکہ عالم اسلام میں لاتعداد لوگ متاثر ہوتے ہیں، ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے خلا کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ وہ جامع کمالات اور مجموعہ اوصاف شخصیت تھے جنہیں مذکورہ بالا چاروں اقسام میں یکساں طور پر محسوس کیا گیا اور ان کے صدمے کو اپنا صدمہ گردانا گیا۔

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ کی موت کا حادثہ ایک عظیم حادثہ ہے، جس سے صرف ان کے اہل خانہ اور خاندان ہی غم اور صدمہ سے دوچار نہیں ہوا، بلکہ تمام سلفی حضرات کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ اور ناقابل برداشت صدمہ ہے۔

فـمـا كـان قيـس هـلـكـه هـلك واحـد
ولـكـنـه بـنـيـان قـوم تهـدمـا

بلا شبہ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال نہ سہی مشکل ضرور ہے، کیونکہ ایسی شخصیات جو ہمہ اوصاف سے متصف ہوں روز روز پیدا نہیں ہوتی۔

محترم جناب محمد شفیع احق متعلم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: یہ بات قطعی ہے کہ علم وعمل کا بہت

گہرا تعلق ہے۔ بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتے ہوں۔ ان صالح افراد کو دنیا بھلا نہیں پاتی۔ آج بھی ایسی متعدد ہستیوں کو ہم اپنے مابین مختلف نوعیتوں سے محسوس کرتے ہیں، حالانکہ ان ستاروں کی آرامگاہوں کے نشاں تک ہمیں معلوم نہیں۔ ان کی گمنامی، شہرت سے فرار، خشیت و تقویٰ اور اپنے اخروی مشن سے اخلاص وسنجیدگی ہی ایسے اسباب وعلل ہیں جن کی بدولت ان کی قدر کما حقہ اس آن ہوتی ہے جبکہ وہ ان اسباب واعمال کے انعام وصول کررہے ہوتے ہیں اور حقیقت دریافت کریں تو میں مشاہدہ سے یہ جملہ کہوں گا کہ ''جس قدر Loyhlty اور Dignity کے حامل یہ لوگ ہوا کرتے ہیں، ان کی حقیقی اور مکمل قدر خالق کائنات ہی کرسکتا ہے۔''

اس محفل انجم کی رونق بننے والوں میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا شمار بھی کیا جائے گا۔ وائے افسوس! یہ ستارہ ہم سے اجازت جدائی لے گیا۔ جانا تو سب کو ہے مگر سب مساوی سیرت کے حامل نہیں ہوا کرتے۔ کچھ تو خود کو بنانے میں لگ جاتے ہیں حتیٰ کے فنا کے طریقے کو پالیتے ہیں۔ جبکہ کچھ خودی کی تلاش میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ بس یہی لوگ حیات باوقار گزار کر سب کے دل وجان کی دھڑکن اور روح کا سکون واطمینان بن جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) فرماتے ہیں: آج علم وعمل کا سورج غروب ہوگیا، وہ سورج کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے علمی وعملی کمالات اور ایسی متنوع صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جن کی نظیر غالباً اب ہمارے ملک میں مشکل نظر آتی ہے، لَا تَدرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحدِثُ بَعدَ ذَالِكَ أمراً۔ وہ ایک ایسی صفات حمیدہ کی حامل شخصیت تھے کہ انھوں نے ایک جامع کمالات شخصیت یعنی ہمارے اور اپنے اور سب کے شیخ، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی مسند پُر کی ہوئی تھی اور ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ اور اب جبکہ یہ عظیم محدث وفقیہ شخصیت بھی اس دنیا سے چل بسی تو علمی حلقوں میں ہر فن کے اعتبار سے نہایت کمی محسوس کی جارہی ہے، بہت سے مستفتین، مدرسین اور دارسین استفسارات وحل اشکالات، شدت سے تشنگی محسوس کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

قابل سعادت

میرے ایک انتہائی قریبی دوست حافظ شاہد محمود صاحب نے مولانا غلام مصطفیٰ فاروق صاحب کے گھر بیٹھے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے آپ کے لیے زندگی میں سب سے زیادہ قابل

سعادت چیز کون سی ہے؟ تو میں کہوں گا میرے لیے سب سے زیادہ سعادت کی بات یہ ہے کہ میں نے حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا ہے، ان کی صحبت میں رہا ہوں، ان سے پڑھا اور سیکھا ہے۔ حافظ شاہد صاحب کی یہ بات سن کر میں نے دل میں سوچا اگر یہ بہت بڑی سعادت ہے تو پھر اس سعادت میں، مَیں بہت آگے ہوں۔ حافظ صاحب نے جب سے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس شروع کیا ہے تا وفات آپ کے درس سنتا رہا ہوں، آپ کی مجلس میں بیٹھتا رہا ہوں۔ البتہ کبھی کبھار طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے چھٹی کر لیتا تھا۔ اور کبھی ہفتہ ہفتہ نہیں بھی جاتا تھا لیکن ایسا کم ہوا ہے، بس آپ سے دل کو عقیدت ہو گئی تھی۔ آپ کے درس سنے تو دل نے کہا یہ لکھو، آپ کے مقالات سنے تو بھی دل نے کہا لکھو، آپ کے خطبات کیسٹ سے سنے تو بھی دل نے کہا لکھو، (کیونکہ میں خود جمعہ پڑھاتا ہوں اس لیے آپ کے خطبات سامنے بیٹھ کر نہ سن سکا، بعد میں کیسٹ سے سنے) آپ سے علم کی باتیں سنیں تو دل نے کہا یہ لکھو، آپ کی کتاب ارشاد القاری آپ سے پڑھی تو دل نے کہا یہ بھی لکھو۔ اسے اردو میں لکھا تو تفہیم القاری وجود میں آئی، جب آپ نے وفات پائی تو دل نے کہا اب ان کی زندگی لکھو، مجھے دل کی یہ باتیں صحیح معلوم ہوتیں تھیں تو میں لکھتا گیا، میرے لکھے ہوئے نورپوری رحمہ اللہ کے کلمات کبھی خطبات نورپوری بنے اور اس کی دو جلدیں بنیں، کبھی مقالات نورپوری بنے، کبھی تفہیم القاری بنی، دروس سورۃ فاتحہ بنے، اور آپ کی لکھی ہوئی تحریروں کو اکھٹا کیا تو مراۃ البخاری بنی، اصول حدیث میں زبدۃ المقترح طبع کی، اصول تفسیر میں زبدہ التفسیر طبع کی (جسے کئی لوگ زبدۃ التفسیر پڑھتے ہیں اور غلطی میری نکالتے ہیں) تحریری مناظرے اکھٹے کیے تو مکالمات نورپوری بنے۔ حج وعمرہ پر مقالہ سنا تو دل نے کہا لکھواسے لکھا تو وہ پاکٹ سائز حج وعمرہ کی کتاب بن گئی۔ توحید پر آپ کا ایک درس سن کر اسے لکھا مزید اس میں اضافہ کیا تو وہ ''تردید شرک'' کتاب بن گئی۔ جب آپ کی باتیں سنتا آپ کے دروس سنتا تو وہ فوائد اور نکات نوٹ کرتا اور آپ کی یہ بات کئی مرتبہ سنتا: دین اسلام صرف وحی الٰہی کا نام ہے۔ تو اسی عنوان سے ''دین اسلام وحی الٰہی کا نام'' کتاب لکھ دی۔ یہ ساری چیزیں، ساری کتابیں ان شاء اللہ نورپوری رحمہ اللہ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ اور یہ جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ بھی اس محبت کا ثبوت ہے، محبت نہ ہوتی تو کبھی نہ لکھتا، یہ تو محبت نے مجبور کیا ہے۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقني صلاحاً

مجھے یہاں مولانا صفدر عثمانی صاحب کی بات یاد آئی جو انہوں نے اپنے مضمون کے شروع میں تحریر فرمائی:

ادیب ہوں نہ سیرت نگار
فقط استاد کا ہوں وفادار

اسی سرور و کیف کی حالت میں مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ میری بات ٹھنڈے دل سے سنیں: شہر گوجرانوالہ کو ہمیشہ یہ شرف حاصل رہا ہے کہ اس نے بڑے جید علما پیدا کیے ہیں اور اپنی پشت پر بڑے علما، محققین، محدثین اور مفسرین کو سوار کیا ہے۔ اس زمین پر حافظ محمد گوندلوی، مولانا اسماعیل سلفی، شیخ ابوالبرکات اور مولانا محمد عبداللہ جیسے نابغہ روزگار اپنی ضیا پاشیوں اور تابنا کیوں سے علمی کرنیں بکھیرتے رہے اور اپنی میعاد پوری کر کے چلے گئے۔ ان کے وارثوں میں سے کسی کو چاہیے تھا کہ وہ ان کی زندگیوں کو محفوظ کر کے بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بناتے۔ ہائے کاش کہ ایسا ہوتا! کچھ ہوا بھی ہے لیکن وہ بہت کم ہے۔ ابھی ان بزرگوں کے فیض یافتہ شیوخ الحدیث، استاذ حدیث، مدارس کے مہتممین زندہ ہیں جنھوں نے ان بزرگوں کو ایمان اور اسلام کی حالت میں دیکھا ہے اور ان سے پڑھا ہے اور اپنے اپنے مدرسوں کا تعارف ان الفاظ سے کرواتے ہیں: مولانا اسماعیل سلفی، حافظ محمد گوندلوی، شیخ ابوالبرکات کی علمی و عملی درسگاہ۔ میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ ان بزرگوں کی زندگیوں کو محفوظ کر دو، یہ واقعتا بزرگ تھے، سرمایہ اہلحدیث، فخر اہلحدیث، سرخیل اہلحدیث، قائد اہلحدیث الفاظ کے حقیقی مصداق یہ بزرگ تھے۔ آنے والی نسلیں ان بزرگوں کا حوالہ دے کر اپنا سر فخر سے بلند کریں گی اور یہ کام کرنے والے کو دعائیں دیں گی۔

میرے یہ الفاظ تنقید نہ سمجھنا بلکہ تحریض سمجھنا، میرے یہ الفاظ اگر کسی کو بھلے محسوس نہ ہوں تو میں کاٹ دیتا ہوں لیکن پھر سوچتا ہوں کہ کاٹنے کی بجائے معافی مانگ لیتا ہوں، مجھے معاف کر دینا اور اپنے مانے ہوئے بزرگوں کی زندگیوں کی کتاب زندگی ضرور بنا دینا۔

بڑے بڑے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جنھوں نے اپنی ساری زندگی جماعتی کاموں میں بسر کی ہے لیکن ان کی سیرت و سوانح نہیں لکھی گئی اور اگر لکھی بھی گئی ہے تو وہ بھی برائے جماعت ہی لکھی گئی

ہے۔ اس عظیم سکالر کی علمی خدمات اور عملی زندگی کو اجاگر نہیں کیا گیا۔ میں اس بات سے کسی جماعت کو تنقید نہیں کر رہا کیوں کہ میں کسی ایک جماعت کا نام نہیں لے رہا بلکہ یہ غصہ دلا رہا ہوں کہ لکھو اور لکھو، بہر حال ہمیں لکھنا ہی چاہیے۔

میں حافظ شاہد محمود صاحب کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنھوں نے مولانا اسماعیل سلفی اور حافظ محمد گوندلوی کے علمی شہ پاروں کو اکٹھا کیا ہے، اور علمی ذخیرہ کو ضائع ہونے سے بچا لیا ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب اور مولانا اسماعیل سلفی کے متعلق تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ بیک وقت سیاسی، سماجی مذہبی لیڈر بھی تھے اور خطیب مدرس مہتمم شیخ الحدیث والتفسیر بھی اور مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو معاف کرے اور ہمیں بھی نیک لوگوں کا ساتھ نصیب کرے، کسی نیک بزرگ کی زندگی کو دیکھ کر اس کی سیرت کو پڑھ کر نیک بننے کی کوشش کرنی چاہیے، جس طرح انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہم بھی اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں۔

شخصیت پرستی کے لیے نہیں شخصیت شناسی کے لیے لکھ رہا ہوں

کسی شخص کی سیرت وسوانح لکھنے سے اگر یہ غرض ہو کہ اس کی پوجا کی جائے، اس کی قبر کو دربار بنایا جائے، وہاں لوگوں کا مجمع لگے، اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں، یا اس کے نام کا لیا دیا جائے یا اس کا واسطہ دیا جائے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور اگر سیرت سے مقصود شخصیت شناسی ہو، یعنی یہ جانا جائے کہ اس مردِ صالح نے کس طرح اللہ کی عبادت کی، کس طرح اپنا تعلق اللہ سے قائم کیا، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کیا، اس شخص کی رات کی عبادت اور دن کے معمولات کیا تھے، لوگوں کو کس طرح ایک اللہ کی طرف بلاتے تھے، حرام سے کیسے بچتے تھے، اس شخص کا تقویٰ اور طہارت کیسا تھا؟ ایک انسان ہو کر اگر یہ مرد صالح برائیوں سے بچ کر پاکیزہ زندگی بسر کر گیا ہے تو پھر یقیناً ہمارے لیے بھی اس طرح کی زندگی بسر کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ہم بھی اسی طرح اللہ کی اطاعت کریں جس طرح اس مرد صالح نے کی، ہم بھی سنت کی اتباع کریں جس طرح اس مرد صالح نے کی اور اگر اس کی زندگی میں ہمیں کوئی عمل یا کوئی قول اور فتویٰ ایسا نظر آئے جو فرمان رسول یا عمل رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہے تو ہم ترک کر دیں اور ہم یہ حسن ظن رکھیں گے کہ مرد مومن سے قصداً ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ البتہ فہم کے

اختلاف سے ہمیں جو چیز سنت رسول سے معلوم ہو اسے اختیار کریں اور دوسرے عمل کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ یہی بات ہمیں حافظ نورپوری رحمہ اللہ ساری زندگی سمجھاتے رہے ہیں۔

ایک باقاعدہ مستقل کتاب ہونی چاہیے

حافظ صاحب کو جاننے اور محبت کرنے والوں نے مجھے کہا حافظ صاحب کے متعلق ایک بقاعدہ مستقل کتاب ہونی چاہیے، تو میں بھی انہیں کہتا: ہاں ہونی چاہیے۔ اور پھر جس کسی نے بھی حافظ صاحب کے متعلق مضمون لکھا ہے اس نے بھی آخر میں یہی لکھا ہے:

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی پاکدامن پارسائی سے بھری اور سراپائے زہد و ورع سے مرکب زندگی کے بکھرے ہوئے موتی سمیٹ کر قارئین کی جھولیوں میں ڈال دیے جائیں۔ تاکہ ان کی سیرت کی تابنا کیوں کے توسط سے یہ پیغام تعلیمی حلقوں میں چہار جانب پھلایا جا سکے۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) فرماتے ہیں: آپؒ کی خصالِ حمیدہ تو میں اس مختصر سے مضمون میں بیان نہیں کرسکتا، اس کے لئے تو ایک مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

﴿لَا تَدۡرِي لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذَٰلِكَ أَمۡرٗا﴾۔

مولانا ضیا صاحب اپنے مضمون کے آخر میں فرماتے ہیں: آپؒ کی زندگی کے اس طرح کے واقعات تو بہت زیادہ ہیں، ان کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

حافظ شاہد محمود صاحب نے لکھا ہے: درحقیقت حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ان تمام صفات جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا مجموعہ تھی، جو مشکاۃِ نبوت سے تربیت پانے والوں کا خاصا ہیں، اور ایسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ مذکورہ بالا سطور میں آپ کی شخصیت کے چند نمایاں خدوخال پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو آپ کے عادات و خصائل کا محض ایک دھندلا سا عکس ہے، ایسی مجمع الصفات شخصیت کے جمیع محاسن کی تصویر کشی کرنا ہمارے بس میں نہیں۔

وَلَيۡسَ عَلَى اللهِ بِمُسۡتَنۡكِرٍ ۔۔۔ أَنۡ يَّجۡمَعَ الۡعَالَمَ فِيۡ وَاحِدِ

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات کے ساتھ

ساتھ آپ کے عادات و اخلاق اور شمائل و خصائل کی روشنی میں ایک مفصل کتاب تیار کی جائے جو موجودہ اور آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے نصیحت و موعظت کا مرقع اور اصلاح و ہدایت کا حسین گلدستہ ہو۔[مجلّہ مکرم خصوصی اشاعت صفحہ نمبر ۸۵]

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: ایک شاگرد ہونے کے ناطے جو صفات اور خوبیاں خصوصی طور پر میں نے محسوس کیں ان کا بالاختصار ایک اجمالی سا تذکرہ کیا جاتا ہے، شاید اس انداز سے کوئی صاحب قلم اس کی تفصیل بیان کر دیں۔ وماذالك على الله بعزيز . [ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲]

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

حافظ محمد ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: علم و عمل کے اس آفتاب و ماہتاب نے جو خدمات حدیث کے حوالہ سے کام کیا ہے وہ رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ آپ کی علمی و تحقیقی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہے "سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے" [ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۴۸]

ایک بھائی نے لکھا ہے: تاریخ رقم کرنے والے اس حوالہ سے جب بھی قلم رواں کریں گے تو شیخ کا نام بطور محدث، محقق اور مدرس نمایاں کرتے رہیں گے اور علمی حلقوں میں شیخ محترم "مسند حدیث کے ایک درخشندہ ستارہ" کے طور پر ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔ ان شاء الله العزيز . اللهم اغفرله وارحمه وادخله جنت الفردوس آمین یا رب العالمين

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) لکھتے ہیں: ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری "ایک نہایت ذہین و فطین، محدث و فقیہ، متکلم (اہلِ بدعت و بطلان کے دعاوی اور دلائل کو اصولِ مناظرہ کے مطابق توڑنے والے) زمانہ کے عجائبات و ایات اللہ میں سے ایک تھے۔ آپ کثیر خصائل و اخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے، ان کے بیان کے لیے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، اور اہلِ علم ان کے معاصرین و تلامذہ میں سے کئی ایک ان کی وفات کے بعد ان کی نیک سیرت و کردار، حسنِ اخلاق، ذہانت و فطانت، امانت و دیانت اور علمی مقام کے متعلق ابھی تک لکھ رہے ہیں، اور ان کی سیرت و علمی مقام و

مرتبہ پر رسائل ومجلّات میں مسلسل ان کے متعلق مضامین آ رہے ہیں، اور کئی خاص نمبر بھی شائع ہو رہے ہیں، اللہ کرے یہ تمام مضامین مرتب ومہذب ہو کر ایک بڑی کتاب کی صورت میں سامنے آ جائیں، اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخلص ونیک بندے کو اس کام کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اس عظیم شخصیت کے مناقب وفضائل اور محاسن اور علمی مقام کا تذکرہ رہتی دنیا تک محفوظ رہے اور عام لوگوں کو ان سے مستفید ہونے کی طرف رغبت پیدا ہو۔ [المکرم نمبر ۱۶ صفحہ ۴۹]

مکرم رسالہ کی اشاعت پر ایک بھائی شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتا ہے: یہ رسالہ شیخ کے حالات پر ایک دھندلہ سا عکس ہے جس طرح شخصیت واضح ہونی چاہیے وہ حق ادا نہیں ہو سکا، علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ شیخ کے حالات میں دلچسپی لیں تاریخ اہل حدیث کے ایک سنہری باب نورپوری رحمہ اللہ پر قلم کو حرکت دیں۔

حافظ صاحب کے متعلق مضامین

کسی شخصیت کے متعلق خاص کتاب لکھی جائے یا کسی رسالے کا خاص نمبر نکالا جائے تو سمجھ لینا چاہیے یہ شخصیت معمولی نہیں بلکہ اپنے اخلاق وکردار اور اوصاف عالیہ کی وجہ سے عام انسانوں سے عظیم ہے، جس کی زندگی بعد والوں کے لیے بھی نمونہ ہے۔ جس کی سیرت وکردار کے تذکرے ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے، یہ لوگ ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ کے مصداق ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ کی طرف سے سلام ہوتی رہتی ہیں۔

حافظ صاحب کی وفات کے بعد سب سے پہلے مولانا عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ نے مجلّہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳۔ شائع کیا۔ مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی نے ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد جون جولائی کا اکٹھا ''خصوصی اشاعت'' شائع کیا، جس میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ اور مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمہ اللہ کے متعلق مضامین تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ۹۸ صفحات پر مشتمل تھا جس میں صفحہ ۹ تا ۵۶ حافظ نورپوری رحمہ اللہ کے متعلق تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے رسائل اور جرائد میں حافظ صاحب کے متعلق مضامین شائع ہوئے، جس کسی نے بھی حافظ صاحب کے متعلق اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس کا پورا پورا صلہ اور جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

شکریہ

جن لوگوں نے حافظ صاحب کے متعلق لکھے ہوئے مضامین مجھے دیئے ہیں میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ اُن میں مولانا عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ ہیں جنہوں نے مکرم رسالہ کی فائل مجھے دے دی، اس معاملہ میں میں اکیلا ہی ان کا شکر گزار نہیں بلکہ تمام حضرات جو بھی حافظ صاحب سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں انکا شکریہ ادا کریں کہ ہم تک حافظ صاحب کی سیرت کو پہنچانے میں اُنہوں نے بہت زیادہ تعاون کیا ہے، واقعی یہ عظیم آدمی ہیں۔ مولانا عبدالرحمان ضیا صاحب نے مجھے ''نداء الجامعہ'' میں چھپے ہوئے اپنے مضمون کی فائل بھیج دی، مولانا ضیا صاحب کے متعلق تو ویسے ہی مشہور ہے کہ وہ حافظ صاحب کے صحیح شاگرد ہیں جن کو علوم نقلیہ عقلیہ میں دسترس حاصل ہے، اخلاق وکردار میں حافظ صاحب کا نمونہ ہیں، جن کا تذکرہ حافظ صاحب نے ارشادالقاری میں کیا ہے اور اس کو حافظ شاہد صاحب نے اپنے مضمون میں نقل بھی کیا ہے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ کی کاپی مجھے بھیجی۔ ان علما کرام نے اس بارے ذرہ برابر بھی تامل نہیں کیا، بخل نہیں کیا بلکہ فراخ دلی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے۔

بہاول نگر سے محترم جناب اعجاز حسن صاحب نے مجھے مختلف رسائل میں چھپے ہوئے حافظ صاحب کے مضامین ارسال کیے، اس پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مضامین کی بجائے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں

سوانح حیات پر جتنی ضخیم کتابیں ہیں ان میں تکرار بہت زیادہ ہے۔ ایک ہی شخصیت پر مختلف علماء کرام کے مضامین میں ایک ہی بات ہوتی ہے، اپنے اسلوب والفاظ میں ہر ایک نے دہرائی ہوتی ہے، ایک ہی واقعہ سب نے اپنے الفاظ میں لکھا ہوتا ہے، جس سے کتاب بے مقصد طوالت اختیار کر جاتی ہے۔

اس لیے میں نے مختلف علما کے مضامین جمع کرنے کی بجائے مختلف عنوانات کے تحت حافظ صاحب کے واقعات جمع کیے ہیں، یہ بہت مشکل مرحلہ تھا، جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پورا ہوا۔ اس سے قاری کو

ایک ہی عنوان کے متعلق واقعات اکٹھے مل جائیں گیں۔علماے کرام اور حافظ صاحب کے شاگردوں کیلیے اب حافظ صاحب کے متعلقہ واقعات بیان کرنا بہت آسان ہوگیا ہے،وہ کسی عنوان پر بھی تقریر،درس،لیکچر،خطبہ دینا چاہتے ہیں تو بڑی آسانی سے متعلقہ مضمون فہرست سے نکال کر واقعات پڑھ کر ودرس دیں،اور حافظ صاحب کو اپنی تقریر،درس،وعظ میں یاد رکھیں۔یقیناً نیک لوگوں کی سیرت پڑھ کر سن کر عمل صالح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

یوں یہ کتاب آپ کو دروس اور خطبات کے لیے بہت فائدہ دے گی،اور آپ کی زندگی سنوارنے کے لیے بھی انتہائی مفید ہوگی۔کیونکہ اس میں حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح کو مختلف عناوین اور سرخیوں کے ذیل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

کسی جگہ سے اقتباس لینا پڑے تو پہلے اسے پڑھنا پڑتا ہے، پھر سوچنا پڑتا ہے، پھر اسے اپنے مطلوبہ مقام میں لگانا ہوتا ہے اس کام کے لیے بھی وقت اور دماغ چاہیے،اور اس کے ساتھ شوق اور محبت بھی ہو تبھی یہ کام ہوسکتا ہے،میں نے حافظ صاحب کی زندگی کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے عنوانات قائم کیے،پھر اس کے مطابق واقعات تلاش کیے،پھر اسی کے نام اور حوالے سے جس نے لکھا تھا وہ واقعہ موزوں جگہ پر چسپاں کیا۔اگرچہ وہ واقعہ میں خود بھی لکھ سکتا تھا،اور یہ میرے لیے آسان تھا بنسبت کسی کے لکھے ہوے واقعہ کو تلاش کرنے کے،لیکن میں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی کو ہی ترجیح دی ہے۔اور اس کے مضمون سے واقعہ اور پیرہ چن کر متعلقہ عنوان کے تحت درج کیا ہے۔

حافظ صاحب کے متعلق ہر ایک نے اپنی اپنی محبت کا اظہار کیا ہے،جس کسی کو جہاں کہیں سے بھی معلومات حاصل ہوئی اس نے اکٹھی کیں۔ایک صاحب مضمون کی حافظ صاحب سے ملاقات اور مجلسیں تو متعدد بار ہوئی ہیں لیکن کئی واقعات انھوں نے مجھ سے سنے ہیں، انھوں نے وہ لکھے ہیں مجھے خوشی ہوئی،لیکن انھوں نے میرا نام تک ذکر نہیں کیا،اور میں نے وہ واقعہ جب لکھا ہے تو انہیں کے نام سے لکھا۔جس نے بھی حافظ صاحب کے متعلق مضمون لکھا ہے ان میں اکثر وبیشتر واقعات کا مجھے تقریباً علم ہی تھا اور میں نے وہ واقعات حافظ صاحب کی زبان سے سنے ہیں۔حافظ صاحب فجر کے درس کے بعد دوران گفتگو موقع ومحل کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی واقعہ سنایا کرتے تھے۔۱۴سال درس سننے اور مجلس میں بیٹھنے سے وہ واقعات میں نے سنے ہیں،اس میں مجھے اپنی بڑائی بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ قاری کو یقین

دہانی کرانا مقصود ہے کہ ان واقعات کے صحیح ہونے میں مجھے یقین ہے۔ اس کے باوجود کہ میں نے وہ واقعات خود حافظ صاحب کی زبان سے سنے ہیں پھر بھی جس عقیدت مند نے وہ واقعہ کسی رسالہ میں لکھا ہے میں نے اسی کے نام سے اسی کے الفاظ میں مضمون کا وہ پیرا سرخی کی مطابقت سے لگایا ہے، اور اس کا حوالہ بھی دیا ہے تاکہ اس کی عقیدت میں کوئی فرق نہ آئے اور حافظ صاحب کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی زندہ رہے اور دنیا وآخرت میں حافظ صاحب کا ساتھ اسے بھی نصیب ہو۔

جس شخص نے جس طرح عبارت لکھی ہے اس کی عبارت اسی طرح لگائی ہے، وہی الفاظ رہنے دیے ہیں ہاں اگر کمپوزنگ کی غلطی جہاں محسوس کی ہے اس کی اصلاح ضرور کی ہے۔

کسی نے حافظ صاحب کے متعلق کسی سے کوئی واقعہ اور بات سن کر لکھ دیا جبکہ اس کی اپنی ملاقات حافظ صاحب سے ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ نہیں ہے۔ دوسروں سے سن کر لکھنے کی وجہ سے حقیقت کچھ نہ کچھ ضرور بدل گئی ہے۔ تو میں نے اس واقعہ کو صحیح کر کے بیان کیا ہے۔

کچھ ساتھی ایسے بھی ہیں جن کو میں نے کہا کہ آپ حافظ صاحب کے متعلق کچھ لکھ دیں یا بتا دیں انھوں نے وعدہ کیا کہ لکھ دیں گے یا بتا دیں گے، لیکن نہ لکھا نہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ آمین۔ میں نے انہیں اس لیے کہا تھا کہ یہ حافظ صاحب کے پاس بیٹھتے تھے، پڑھتے تھے شاید یہ کچھ لکھ ہی دیں گے۔ انہیں شوق تھا لیکن ٹائم نہیں تھا۔ میرے متعلق اب آپ اتنا تو خیال رکھیں کہ میرے پاس شوق اور ٹائم تھا۔

بات حافظ صاحب کے متعلق ہی رہے:

سیرت وسوانح پر بڑی بڑی کتابیں میں نے دیکھی ہیں ان میں متعلقہ شخصیت بہت کم نظر آتی ہے ادھر ادھر کی غیر متعلقہ باتیں یا اس کے متعلق ایسی ایسی بے سروپا باتیں منسوب کی گئی ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں۔ خاص طور پر کرامات کے بارے میں حد سے آگے ہی گزر گئے ہیں، سچ اور جھوٹ کا خیال ہی نہیں رکھا گیا۔ میں نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت لکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کوئی غلط بات یا جھوٹا واقعہ ان کی طرف منسوب نہ ہو، کیوں کہ یہ کتاب ایک سچے انسان کے متعلق ہے جس نے سچائی کے اصولوں پر زندگی بسر کی ہے۔ اور اس کتاب میں حافظ صاحب کے متعلقہ ہی

واقعات درج کیے ہیں۔ادھر ادھر اور بے مقصد باتوں سے اجتناب کیا ہے، جیسا کہ بڑے فنکار لکھاری ایسا کر جاتے ہیں، قلم کی جولانیوں میں بہت دور تک نکل جاتے ہیں، لیکن مجھ سے ایسا نہیں ہوسکا۔

الفاظ کا چناؤ

عموماً ہوتا یہ ہے کہ عمدہ اور بہترین الفاظ ہر کسی شخص کے لیے آسانی سے بول دیے جاتے ہیں، مضمون نگار جس شخصیت کے متعلق لکھ رہا ہوتا ہے اس کی طرف کم دیکھتا ہے بلکہ کئی تو بالکل ہی نہیں دیکھتے وہ صرف اپنے مضمون کی طرف دیکھتے ہیں۔ یعنی ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مضمون اچھا بنے، اسلوب بہتر ہو، اچھے الفاظ کا انتخاب ہو۔ اس طرف ان کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ جو الفاظ میں چن رہا ہوں یہ صاحب سیرت پر چسپاں بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ وہ ان کا مصداق بنتا ہے یا نہیں، وہ اس کا حقدار ہے کہ نہیں؟ ان باتوں کے پیش نظر میں نے حافظ صاحب کے لیے جن الفاظ کا انتخاب کیا ہے وہ حافظ صاحب پر اپنے حقیقی معنوں میں صادق آتے ہیں، یقیناً حافظ صاحب نے حقیقتاً سچی زندگی بسر کی ہے۔

وہ قائل تھا صرف اسلام ہی کی بادشاہت کا
دیا اس نے ہم کو بھی درس احکام الٰہی کا
نظر ڈالی نہ تھی اس نے کبھی اسباب زینت پر
خدا رحمت کرے اس پاک باطن نیک طینت پر

کتاب کی تیاری میں ایک واقعہ رونما ہوا:

اس کتاب کی تیاری کے دوران میں نے حافظ صاحب کی سیرت وسوانح پر ایک دستاویز تیار کی، وہ مسودہ لے کر میں کمپوزر کے پاس جا رہا تھا کہ راستے میں سائیکل کے پیچھے رکھا ہوا وہ مسودہ گر گیا، میں بڑا پریشان ہوا۔ جس راستے سے میں آیا تھا اسی راستے پر واپس گیا اور ہر دوکاندار سے پوچھا بھائی میرا شاپر گر گیا ہے، اس میں ڈائری ہے، کاپی ہے کہیں دیکھا تو نہیں، جس سے پوچھتا وہ کہتا نہیں دیکھا۔ میں یوں ایک گھنٹہ اس راستے پر گھومتا رہا، لیکن مجھے شاپر نہ ملا۔ میں بہت پریشان ہوا، آپ لوگ تو صرف اس کتاب کو پڑھ رہے ہیں، لیکن شاید آپ کو یہ علم نہ ہو کہ اس کتاب کی تیاری میں مجھے کتنی محنت کرنا پڑی ہے اور جو مسودہ گم ہوا تھا اس میں کہاں کہاں سے واقعات سن کر لکھے تھے اور کتنی راتیں آنکھوں میں اتاری

تھیں۔ جب وہ کاغذات مجھے نہ ملے میں تو ایک دفعہ دل چھوڑ بیٹھا، پھر میں نے دل پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ یہ مسودہ تیرے بندے حافظ عبدالمنان نورپوری کی پاکیزہ زندگی کے متعلق تھا، یا اللہ یہ مسودہ لوٹا دے، ہر نماز کے سجدوں میں نے ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ چنانچہ عشا کی نماز کے بعد مجھے فون آیا کہ آپ کا نام محمد طیب محمدی ہے؟ میں نے کہا ہاں تو وہ کہنے لگا آپ کا شاپر گم ہوا ہے جس میں کاپی کتاب ہے۔ میں نے کہا آپ کدھر سے بول رہے ہیں مجھے پتا بتاؤ، وہ کہنے لگا آپ ابھی آنا چاہتے ہیں میں نے کہا ہاں میں ابھی آنا چاہتا ہوں، میں نے حیران ہوکر ان سے پوچھا آپ کو میرا نمبر کیسے ملا ہے؟ وہ کہنے لگا: شاپر کھول کر ہم نے دیکھا اس میں کیا ہے تو اس میں جو کاپی تھی اس میں ایک نمبر لکھا ہوا تھا اس نمبر پر ہم نے کال کی ہے۔ جبکہ مجھے اس سے پہلے یہ خیال تک نہیں آ رہا تھا کہ اس کاپی پر کہیں میرا نمبر لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے ایڈریس بتا دیا میں وہاں گیا انھوں نے مجھے شاپر دیا میں نے شاپر پکڑتے ہی اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس وقت حافظ صاحب کی عقیدت ومحبت کے جذبات پھر تازہ ہو گئے، اور یہ یقین بھی ہو گیا اس کتاب کا کام مکمل ہو کر ہی رہے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور زیادہ ہو گیا کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔

کتاب کو تیار کرنا آسان نہیں

واقفان حال جانتے ہیں کہ ایک کتاب کی اشاعت کی تیاری اور ترتیب وتدوین کی مشکلات کیا ہوتی ہیں۔ مولانا ابرار ظہیر صاحب فرماتے ہیں: ادیب اور لکھاری حضرات جانتے ہیں کہ ایک عام سی کتاب لکھنے کے لیے کتنی راتیں آنکھوں میں کٹتی ہیں، کتنے رسائل وجرائد دماغ میں اتارنے پڑتے ہیں، کتنے الفاظ وحروف نئے سرے سے تخلیق کرنا پڑتے ہیں، اور رائے کو متوازن رکھنے کے لیے کتنے پل صراط عبور کرنا پڑتے ہیں، حقیقت بات یہ ہے کہ ایک چھٹانک حاصل کرنے کے لیے کتنے ہزار پھولوں کا طواف کرنا پڑتا ہے، اس کا اندازہ وہ ہی لگا سکتے ہیں جو کتب نویسی کرتے ہیں۔ ظہیر صاحب کی بات ختم ہوئی۔ [تنویر الھدیٰ، محمد یحییٰ گوندلوی نمبر صفحہ ۲۳]

میں نے جب ظہیر صاحب کی یہ باتیں پڑھیں تو میں نے کہا یہ تو بالکل سچ فرما رہے ہیں، یہ تو سب کچھ مجھ پر گزرا ہے۔

میرے ایک بھائی اور دوست ایک دفعہ مجھ سے کہنے لگے ذہن میں بہت کچھ ہوتا ہے اور جذبہ بھی

بڑا ہوتا ہے کہ یہ بھی لکھوں اور یہ بھی لکھوں لیکن جب لکھنے کیلئے بیٹھتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں لکھا جاتا ہے، سمجھ ہی نہیں آتی کیسے لکھوں اور کہاں سے شروع کروں...... یہ لکھنا پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ ایک بہت اچھے عالم دین ہیں ان کا کام بھی لکھنا پڑھنا ہے وہ لکھنے پڑھنے کے بعد کہا کرتے ہیں دماغ چٹ ہو گیا ہے۔۔۔ قارئین کرام! دماغ صرف ایک محقق کا نہیں بلکہ سب انسان ہیں سب کا چٹ ہوتا ہے۔

میں اس کتاب کی تیاری کیلئے بڑے لوگوں سے ملا ہوں۔ ایسے لوگوں سے بھی ملا ہوں جو یہ کہتے ہیں مجھ سے زیادہ حافظ صاحب کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ حافظ صاحب کا مجھ سے بہت پیار تھا۔ لیکن جب میں نے ان سے حافظ صاحب کے متعلق کوئی بات بیان کرنے کو کہا تو وہ ادھرادھر کی ہی سنانے لگ گئے، ایک صاحب کو میں نے کہا آپ مجھے حافظ صاحب کے متعلق کچھ بیان فرمائیں تو وہ کہنے لگے: حافظ صاحب بڑے نیک آدمی تھے۔ حافظ صاحب جیسا آدمی بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ جنت دے، میں نے یہ باتیں سن کر ان سے کہا آپ کوئی بات بھی مجھے ان کے متعلق سنائیں، تو وہ پھر دعائیں ہی دینے لگ گئے اور کہنے لگے آپ کو کیا سناؤں بس وہ بڑے ہی نیک تھے ان کی کیا ہی بات تھی۔ تو ایسا ہوتا ہے آدمی کو کسی سے محبت اور عقیدت تو ہوتی ہے لیکن ہر وقت اس کے متعلق باتیں ذہن میں حاضر نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب کے ایک عقیدت مند سے ان کے گھر جا کر ملا، ان سے کہا حافظ صاحب کے متعلق کوئی بات بتاؤ، پہلے تو وہ کہنے لگے آپ کو کیا بتاؤ، حافظ صاحب ایک مثالی آدمی تھے، میں نے کہا آپ کوئی بات سنائیں، یا کوئی واقعہ ہی بتائیں جس کا آپ کو علم ہو، میری یہ بات سن کر تو وہ ذرا کیا کافی غصہ میں آ گئے، اور کہنے لگے: طیب صاحب تسی کی حافظ صاحب دے متعلق لکھنا اے؟ اسی طرح ایک جگہ کافی علماء کرام تشریف لائے تھے، اور یہ مجلس صرف حافظ صاحب کے ہی متعلق تھی، میں نے ایک مولانا صاحب سے کہا آپ حافظ صاحب کے متعلق کچھ معلومات بیان کریں،، ہمیں حافظ صاحب کے کچھ واقعات سنائیں، ابھی ان بزرگوں نے کوئی بات نہیں کہیں تھی کہ حافظ صاحب کے ایک محبوب کو غصہ ہی آ گیا اور کہنے لگے: ایناں نوتے گلاں ہی چائیں دیاں نے بس، یہ سب باتیں میں نے سنیں ہیں، پھر برداشت کیں ہیں تبھی تو کتاب لکھی ہے، برداشت نہ کرتا تو کتاب کیسے لکھتا۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو کتاب طبع ہونے سے پہلے مجھے سننا پڑیں، ابھی تو طبع ہونے کے بعد بڑی باتیں میں نے سننی ہیں، بڑے آدمیوں نے اس میں حصہ ڈالنا ہے۔ کاش! نورپوری رحمہ اللہ زندہ ہوتے اور مجھے کہتے: آپ

باتوں کی طرف کان نہ دھریں، کام کریں، ماشاء اللہ آپ اچھا کام کر لیتے ہیں۔نور پوری صاحب کے یہ اخلاص بھرے الفاظ سب زخموں پر مرہم لگا دیتے تھے اور سکون مل جاتا تھا۔

مولانا جانباز صاحب رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر ان کے بیٹے عبدالحنان صاحب نے ہزار صفحات کے قریب کتاب مرتب فرمائی ہے، میری ان سے ملاقات ہوئی تو میرا حوصلہ بڑھاتے ہوئے انھوں نے کہا آپ حافظ صاحب کی سیرت وسوانح ضرور لکھیں، آپ کی یہ کتاب بعد والوں کے لیے مثال بنے گی، میں نے والد گرامی کے متعلق کتاب لکھی ہے کئی لوگوں نے مجھے اس کی مبارک باد دی ہے، اور کہا ہے اہلحدیثوں میں اس طرح کا کام کر کے آپ نے مثال قائم کر دی ہے۔

واقعی مولانا عبدالحنان صاحب کی بات سچ ثابت ہوئی، ابھی یہ کتاب زیور طبع سے مزین ہو کر دلہن نہیں بنی کہ بہت سارے علما نے اسے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا، کئی مقالہ نگار اور پی ایچ ڈی کرنے والوں نے بڑی شدت سے امانتداری کا یقین دلا کر مجھ سے یہ کمپوز شدہ مسودہ بھی حاصل کیا اور اپنے تھیسیز تیار کیے۔ مجھے امید ہے یہ کتاب زیور طبع سے مزین ہونے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ کے محبین کے لیے فرحت ومسرت کا باعث ہوگی، ان شاء اللہ

مولانا خاور رشید بٹ صاحب کا ارادہ

مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے حافظ نور پوری صاحب کی زندگی میں دو خواب دیکھے تھے جن کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ آپ حافظ صاحب کے متعلق کچھ کام کریں گے۔ اس پر بٹ صاحب نے حافظ صاحب کی سیرت پر کام کرنے کا ارادہ بنایا، پھر انھوں نے حافظ صاحب کی زندگی میں ہی اس پر عمل شروع کر دیا۔ اب جب کہ میرا ارادہ بنا کہ میں حافظ صاحب کی سیرت وسوانح مرتب انداز سے تحریر کروں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کام تو مولانا خاور رشید بٹ صاحب کر رہے ہیں پہلے ان سے پوچھنا چاہیے، اگر وہ یہ کام کر رہے ہیں تو پھر مجھے کرنا ہی نہیں چاہیے۔ جب میں نے ان سے پوچھا تو وہ مجھے کہنے لگے آپ یہ کام شروع کریں میری اب کچھ اور بھی مصروفیت ہوگئی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے جو کام کیا ہے وہ مجھے دے دیں، انھوں نے بڑی جلدی اور بڑی خوشی سے مجھے اپنی محنت عطا کر دی۔ سو اسی وقت میرے دل کو ان میں سخاوت نور پوری نظر آئی کہ ان سے بھی جب کوئی چیز طلب کی جاتی تو فوراً عطا کر دیتے تھے۔ مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے مجھے حافظ صاحب کے چار اساتذہ

مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولانا عبداللہ بڈھیمالوی صاحب، مولانا عبداللہ روپڑی صاحب اور مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کے حالات زندگی جو انھوں نے تحریر کیے تھے دے دیے، جو میں نے کمپوز کروانے کے بعد من وعن اس کتاب میں لگا دیے ہیں۔ بٹ صاحب نے بس یہی کچھ مجھے دیا تھا۔

میں حافظ صاحب کی زندگی میں ہی ان کے واقعات کاپی پر لکھا کرتا تھا۔ حافظ صاحب صبح کے درس کے بعد مجلس میں کبھی کبھی اپنا کوئی واقعہ بھی بیان کرتے تھے جو کسی سائل کے سوال کا جواب ہوتا یا اس میں ہماری اصلاح کا سامان ہوتا۔ تو وہ میں کاپی پر نوٹ کر لیتا تھا۔ چالیس واقعات میں نے اپنی کاپی میں لکھے تھے۔ اس وقت تو کتابی صورت میں تحریر کرنے کا کوئی خاص ارادہ نہ تھا، کاش کے پختہ ارادہ ہوتا تو زائد واقعات لکھ لیتا اور اس معاملے میں آپ سے پوچھ پوچھ کر لکھتا اور یہ کام آسان ہوتا۔ لیکن «قدر الله ما شاء فعل»

جب مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے حافظ صاحب کی زندگی کے متعلق لکھنے کا ذکر مجھ سے کیا تو میں نے وہ چالیس واقعات والا رجسٹر انہیں دے دیا، لیکن یہ کام بھی تقدیر میں میرے نام ہی لکھا تھا تو پھر جب میں نے سیرت نوروپوری لکھنا شروع کی تو انھوں نے وہ رجسٹر مجھے واپس کر دیا۔ بہر حال یہ میں نے مرتب کی ہے یا وہ کرتے مقصود اس کام کا ہونا تھا جو اللہ کی توفیق سے ہو گیا۔ مولانا خاور رشید بٹ صاحب، حافظ صاحب کے مخلص شاگردوں میں سے ہیں۔ میں نے مولانا خاور رشید بٹ صاحب سے کہا آپ نے پہلے حافظ صاحب کے متعلق جو پروگرام بنایا تھا اس کی حقیقت بیان فرما دیں تاکہ اسے میں حافظ صاحب کی کتاب میں مقدمہ کے طور پر شروع میں لگا دوں، کیونکہ آپ نے بھی جو محنت کی تھی اس کا بھی تذکرہ ہو جائے۔ بٹ صاحب نے جو تحریر مجھے بھیجی وہ حاضر خدمت ہے۔

خاور رشید بٹ صاحب کی خوابیں اور ان کی تعبیر

بسم الله الرحمن الرحيم

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ واسعہ ایک ہمہ جہت شخصیت اور گوناگو خصلتوں کے مالک، تقوی وسلمیت، زہد وورع اور علم وفضل کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ رب تعالی نے انہیں اخلاق وکردار اور عمل کی رفعتوں سے نوازا تھا، جس کی گواہی ہر وہ انسان دے سکتا ہے جس کا ان سے کچھ بھی تعلق رہا۔ زمانہ طالب علمی میں بھی الگ شان رکھتے تھے، اور جب تدریسی

میدان میں اترے تو پھر مطالعہ کی وسعت گہرائی علمی رسوخ، محدثانہ فقاہت اور استدلال واستنباط کی قوت آہستہ آہستہ اتنی نکھری کہ ذات الہ نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا۔ فقط عوام الناس ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء مدرسین، منبر ومحراب کے وارث اور مفتیان عظام بھی اپنی علمی مشکلات کا حل تلاش کرنے کیلئے انکی طرف رجوع کرتے اور حصہ بقدر جثہ لے کر جاتے۔ الشیخ الیاس اثری حفظہ اللہ کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے کہ عوام کے مسائل حل کرنے والے تو بہتیرے ہیں لیکن حضرت الحافظ کی وفات کے بعد علماء کے مسائل حل کرنے والا نظر نہیں آتا۔ ان تمام خوبیوں کے باوصف چہرے کی وجاہت بھی ودیعت کی گئی تھی، پہلی مرتبہ دیکھنے والا مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا اور دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کرنے میں ذرا دیر نہ لگاتا کہ واقعی اگر کسی نے رجل الٰہی سے ملنا ہو تو ان سے ملاقات کر لے، آپ کا قد میانہ، سرخی مائل گورا رنگ، ستواں چہرہ جس پر سنجیدگی کا غلبہ تیکھی ناک، خاموش طبع اور ہر وقت سر پر رومال باندھے نظر آتے۔ اپنے کام سے کام رکھنے والے ہر وقت کسی نہ کسی علمی مشغلے میں مصروف۔ یہاں تک کہ زمانہ طالب علمی میں بھی جب چھٹیاں ہوتیں تب بھی وقت ضائع نہ کرتے تھے، کبھی دورہ تفسیر کیلئے لاہور کراچی اور کبھی دورہ تجوید وقرأت کے لئے میاں چنوں کا رخت سفر باندھا، بلکہ ایک مرتبہ تو اپنے گاؤں کے درزی غلام محمد صاحب سے خیاطت بھی سیکھی، یہ عقدہ اس وقت وا ہوا جب میں ایک مرتبہ ان کے گھر گیا اور حضرت الحافظ سلائی مشین سے اپنی نئی قمیض کی کالر والی جگہ درست کر رہے تھے، کیونکہ کالر وبین کے آپ قائل نہ تھے۔ حضرت فضیلۃ الاستاذ ایک وقت میں مدرس، مفتی، خطیب، مناظر اور مصنف ومترجم بھی تھے بلکہ عربی کے بہت عمدہ شاعر بھی تھے، ان کے ہر پہلو پہ بات ہو سکتی ہے جو الحمدللہ قارئین کو اس کتاب میں ملے گی۔

سر دست یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے دو خوابیں آئی تھیں ایک میں حضرت الحافظ کو بصورت میت دیکھا میرے ساتھ مولانا یحییٰ عارفی بھی ہیں یہ ان کے سر کی طرف جبکہ میں انکے قدموں کی جانب کھڑا ہوں، ہم نے انہیں غسل دینا ہے لیکن پریشان ہیں کہ آپکے جسم سے کپڑے کیسے اتاریں۔ اسی ادھیڑ بن میں ہیں کہ اچانک حضرت الحافظ خود میرے پاس کھڑے مجھے نظر آتے ہیں اور انہیں جیسے ہماری پریشانی کا علم ہے سو انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: واہ مولانا یہ بھی کوئی مشکل ہے اس میت کو ایسے کرو پھر ایسے کرو اور کپڑے اتار لو۔

دوسری خواب اس طرح ہے کہ حضرت الحافظ ہمارے گھر گوجرانوالہ واقع مختار کالونی میں تشریف لائے اور ہماری بیٹھک میں نماز پڑھانے لگے ہیں لیکن انہیں وضو کرنا تھا سو میں انہیں لے کر گھر کے اندر گیا واش روم دیکھایا اور وضو کر کے آ گئے۔

ان خوابوں کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ تم حضرت الحافظ کے حوالے سے کوئی کام کرو گے، سواسی وقت میرا ذہن ان کے حالات زندگی اکٹھا کرنے کی طرف چلا گیا اور آہستہ آہستہ اس پر کام شروع کر دیا۔ آپ کے اساتذہ وتلامذہ کی فہرست تو ان کے پاس سے ہی مل گئی جو میں نے فوٹو کاپی کروا کر رکھ لی۔ بقیہ زندگی کے دیگر حالات ......سرفراز کالونی کنگنی والا میں آنے کے بعد..... اہل محلّہ کا رویہ اور ان میں تبدیلی کیسے آ گئی...... وغیرہ کے حوالے سے کچھ معلومات اکٹھی کیں، اسی دوران معلوم ہوا کہ مولانا طیب محمدی حفظہ اللہ بھی یہ کام کر رہے ہیں، سو میں نے استاد محترم جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ کو سفارش ڈلوائی تو مولانا طیب محمدی حفظہ اللہ نے اپنی معلومات مجھے مہیا کر دیں۔ میں اسے ترتیب دینے لگ گیا اسی طرح حضرت الحافظ کے بعض اساتذہ کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھ رہا تھا کہ ان کے بیمار ہونے کی خبر آ گئی اور یہ خبر بھی مولانا طیب محمدی حفظہ اللہ نے ہی دی جبکہ ابھی حضرت الحافظ کو لاہور لایا جا رہا تھا۔ حالت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی تو محمدی صاحب مجھے کہنے لگے بٹ صاحب کام مجھے سونپ دیں میں جلد از جلد مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ سو میں نے تمام رجسٹر ان کے حوالے کر دیئے۔ حضرت الحافظ جب دنیا سے رخصت ہو گئے تو محمدی صاحب نے لواحقین سے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست والا رجسٹر مانگا جو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا (وجہ نامعلوم) محمدی صاحب نے پریشانی کے عالم میں مجھے فون کیا اور کافی کبیدہ خاطر ہوئے تو میں نے کہا پریشان کیوں ہو رہے ہیں وہ رجسٹر میں نے حضرت الحافظ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی فوٹو کاپی کروالیا تھا، میں آپکو اسکی فوٹو کاپی بھیجتا ہوں، محمدی صاحب بہت خوش ہوئے۔ میں نے حضرت الحافظ رحمہ اللہ سے عرض کی آپ کے بچپن کے متعلق کوئی معلومات نہیں مل رہی تو ازراہ شفقت فرمانے لگے کبھی میرے ساتھ نورپور چلنا شاید وہاں سے کچھ مل جائے لیکن یہ آرزو ہی تھی کہ ان کا وقت موعود آ پہنچا۔ ان خوابوں کا تذکرہ حضرت الحافظ سے بھی کیا تھا، لیکن انہوں نے تعبیر بتانے سے انکار کر دیا اور فرمانے لگے کسی اور سے پوچھو، میں نے عرض کی آپ نے ہمیں کسی دوسرے عالم کی عادت نہیں ڈالی۔ فرمایا کیا مطلب، عرض کی ہماری ضرورت کا ہر مسئلہ آپ حل کر دیتے ہیں تو ہمیں کسی

کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ بہر حال انہوں نے تعبیر نہیں بتائی۔ شیخ الحدیث حافظ مولانا عبداللہ رفیق حفظہ اللہ دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور کو جب یہ خوابیں سنائی گئیں تو انہوں نے کچھ اور ہی تعبیر بتائی۔ بہر حال حضرت الحافظ ہسپتال میں ہی تھے کہ مجھے پھر خواب آئی جس کی تعبیر آپکی وفات بتائی گئی۔ اور دو دنوں کے بعد ہوا وہی جس کا ڈر تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت الحافظ رحمہ اللہ مجھ پر بہت شفقت کرتے تھے انہی کے حوصلہ دینے سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ شعر کی صورت میں خراج محبت کا اظہار کرتا ہوں......

تجھ سے لفظوں کا نہیں روح کا رشتہ ہے میرا
تو میری سانسوں میں تحلیل ہے خوشبو کی طرح

مولانا محمد طیب محمدی حفظہ اللہ بڑے لائق، فائق اور حاضر جواب انسان ہیں۔ ان کے صاف گو اور کھرے دل کی وجہ سے لوجہ اللہ ان سے محبت ہے، اللہ تعالی انہیں حضرت الحافظ کی باقیات جمع کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔۔۔ خاور رشید بٹ۔۔۔ دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ مغل پورہ لاہور۔16.01.2013

کئی بھائی مجھ سے بار بار پوچھتے: کتاب کہاں تک پہنچی ہے؟ تو میں کہتا: کوشش کر رہا ہوں، آپ دعا کریں، بہر حال دعا اور کوشش مل کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہنچ ہی گئی ہے، كل امر مرهون بأوقاته.

اب آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ذخیرہ آخرت بنادے۔ آمین

تسامحات پر درگزر کا متمنی ہوں

محمد طیب محمدی

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ

موت العالِم موت العالَم

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ہی ولی، عالم نہ جاہل، نیک نہ بد، مومن نہ کافر، شاہ نہ گدا اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سبھی کو جانا ہے۔

لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہے۔قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں۔شرافت ان پر ناز کرتی ہے۔

ایوان علم ان کے بہار آفریں وجود سے گل لالہ بن جاتا ہے۔مجروح قلب ان کے نفوس سے مرہم شفا پاتے ہیں۔ بے کس و دردمند افراد ان کے سایہ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں۔ وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق خدا پرضوفشانی کرتے ہیں۔ خود جلتے مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں۔ خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت وسکون عطا کرتے ہیں۔ ان کے آئینہ رخ زیبا میں یاد خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے۔

ان کی دید دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے۔ ان کی محفل سکینت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ بات کریں تو موتی رولتے ہیں، مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں۔ دنیا سے جاتے ہیں تو اس شان سے جاتے ہیں کہ چہار سو افسردگی چھا جاتی ہے۔ آسمان و زمیں روتے ہیں انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے۔ زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا اور قصر ملت پر زلزلہ آ جاتا ہے۔ وہ اکیلے ایک امت ہوتے ہیں۔ ان کے علم سے عمل اور عمل سے علم آشکار ہوتا ہے۔ آج علم وعمل کا مجسم ہم سے جدا ہو چکا ہے۔ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ علم وعمل کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ اب ان کے نام کے ساتھ حفظہ اللہ کے لاحقہ کی بجائے رحمہ اللہ کا لاحقہ لگ جائے گا ہم ان سے بچھڑ گئے ہیں لیکن آہ ہمارا سکون واطمینان بھی ساتھ لے گئے آج کون اشکبار نہیں؟ کون دل فگار نہیں۔ آج شہر میں کہرام برپا ہے۔ جامعہ محمدیہ کے اساتذہ ہی نہیں بلکہ تمام مدارس کے اساتذہ پر قیامت برپا ہو چکی ہے۔ جامعہ محمدیہ (جی ٹی

روڈ)، جامعہ محمدیہ (چوک نیائیں)، مسجد قدس کے در و دیوار ہی نہیں شہر کی تمام مساجد اور مدارس نورپوری کے لحن میں قال اللہ و قال الرسول کی صدا سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور پاکستان کے مدارس اب سالانہ تقریب کیلئے اس جیسی شخصیت کے کھو جانے سے مغموم ومہموم ہو چکے ہیں۔

اہل نظر تصویر حیرت ہیں کہ متاع دین ودانش لٹ گئی علما مبہوت ہیں کہ علم وفقاہت کی بساط الٹ گئی۔ دانش وروں کو غم ہے کہ فضیلت وسیادت کی مسند خالی ہوگئی۔ اہل حق سراسیمہ ہیں کہ ان کی ڈھال چھن گئی۔ یتیموں اور بے کسوں کو صدمہ ہے کہ ان کا مشفق ومربی اٹھ گیا۔ اہل محلّہ پریشان ہیں کہ ان کا سکون چلا گیا۔

اہل علم ان کے فضل وکمال، ان کے تدین وتقویٰ، ان کی حمیت وغیرت، ان کی جرأت واستقامت اور ان کی حق گوئی وبے باکی سے خائف تھے۔ طلبا ان کی حدیثی، تفسیری، فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے۔ احباب ان کے حسن صورت حسن سیرت حسن مصاحبت حسن معاشرت، حسن تکلم، حسن تبسم پر گرویدہ تھے۔

علم کا خزانہ تھے۔ عمل کا نمونہ تھے۔ عاقل وفہیم تھے۔ ذکی ولبیب تھے۔ عابد وزاہد تھے۔ متقی وپرہیز گار تھے۔ جری وبہادر تھے۔ نڈر حق گو تھے۔ فیاض اور سخی تھے۔ ان کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادات اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کر دیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کر دیئے جائیں تو محاسن سے مالا مال ہو جائے۔

وہ ہر محفل میں چراغ محفل ہوتے تھے۔ خواہ یہ محفل امراء کی ہوتی یا درویشوں کی، طلبا کی ہوتی یا دانشوروں کی، احباب کی ہوتی یا اغیار کی وہ سب پر بھاری نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار مغز اور وسعت فکر عطا کی تھی۔

علم وفضل، فہم وفراست، عقل وتدبیر اور سیادت ووجاہت میں آپ کی برتری عرب وعجم میں مسلّم تھی۔ اللہ تعالیٰ سے رشتہ قلبی ایسا قوی اور مضبوط استوار تھا کہ آسمان سے رحمت الٰہی کو کھینچ لاتا تھا۔ ان کی ایمانی حس اتنی تیز تھی کہ نہ صرف دور سے فتنہ کو محسوس کر لیتی بلکہ اس کی باریک سے باریک رگوں کو بھی ٹٹول لیتی۔ شجاعت وجرأت ایسی تھی کہ بڑے سے بڑے دنیا دار مالدار بھی اپنی بات منوانے بلکہ کرنے سے لرزاں تھے۔

وہ علم وعمل ،تقویٰ وطہارت تصنیف وتالیف،تعلیم وتدریس،اصلاح وتربیت ہر میدان میں امام نظر آتے تھے۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم و فن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم و فن

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نہ کسی جماعت کے قائد تھے نہ کسی سیاسی جماعت کے لیڈر تھے۔اور نہ ہی کبھی زندگی میں سیاسی داؤ پیچ لڑائے اور نہ ہی ان کی سوچ تھی۔نہ کسی تنظیم، جماعت،یوتھ،تحریک وغیرہ کا حصہ بنے۔اور نہ ہی خواہش تھی۔نہ امیر تھے نہ ہی رکن تھے۔نہ کسی ادارے کے مہتمم ومنتظم تھے۔نہ کسی مسجد کے مالک نہ صدر اور نہ ہی خزانچی تھے۔اور نہ دنیا کا مال ومتاع عزیز تھا۔اور نہ اس کی خواہش تھی۔

ان سارے عہدے اور مناصب کے نہ ہونے کے باوجود وہ عالم افق میں کیوں اور کس طرح جگمگائے۔ہر کوئی ان سے محبت کیوں کرتا تھا۔ جماعتوں کے لیڈران کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کیوں بیٹھتے تھے۔ ہر اختلافی مسئلہ میں ان کی طرف رجوع کیوں کیا جاتا تھا۔ جماعتی اختلاف ہوتا یا دینی، کسی کا گھریلو اختلاف ہوتا یا کاروباری یا جائیداد کا اختلاف ہوتا۔ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ ہوتے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب سے اس کا حل نکلوالیتے ہیں۔ وہ مرجع خلائق تھے۔عدل وانصاف کا ایسا علمبردار میں نے نہیں دیکھا۔

سید نذیر حسین دہلویؒ کے نامور شاگرد استاذ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیر آبادی جیسے درخشندہ ستاروں پر پنجاب کو ہمیشہ فخر رہا ہے۔انہی علمی مسانید کے وارث محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ بنے اور پھر یہ وراثت حافظ عبدلمنان نور پوری رحمہ اللہ کے حصہ آئی۔ان کے جنازے پر ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ پاکستان بننے سے پہلے جو مقام مرتبہ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کو حاصل تھا وہ ہی مقام و مرتبہ اس عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔استاد اپنے شاگرد کے چھپے ہوئے کمالات کو پہچان لیتا ہے۔مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اپنے اس لائق شاگرد کے کمالات، ملکہ اجتہاد، ذکاوت وفقاہت کو بھانپ کر ان کا نام اپنے استاد عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام پر رکھ دیا۔پھر یہ خوشی محمد سے عبدالمنان کے نام سے پکارے جانے لگے۔اس نام کی انہوں نے لاج رکھی اور علم میں عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ

بن کر دکھایا۔

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ ۱۳۳۴ھ کو فوت ہوئے۔ اور حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ ۱۴۳۴ھ کو فوت ہوئے۔ ایک صدی کا فرق ہے۔ قدرت کے اس اتفاق سے مجھے یہی محسوس ہو رہا ہے کہ اس مجدد کے بعد یہ مجدد ہیں، جنہوں نے دین اسلام پر پڑنے والی گرد کو دور کر دیا اور اسلام کے صاف چہرے کو نمایاں کیا۔

یہ اپنے نام کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی سابقہ یا لاحقہ پسند نہیں کرتے تھے۔ کوئی تعریفی لقب پسند نہیں کرتے تھے۔

صرف ناپسند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ سخت ناراض بھی ہوتے اور لقب لکھنے والے لوگوں کے پاس جاتے ہی نہیں تھے۔ اگر جا کر پتہ چلتا تو درس نہیں دیتے تھے۔ اور اس پر ایسے پابند تھے کہ کوئی چیز ان کو اس پابندی سے ہٹا نہیں سکی۔ حافظ صاحب کو جس کسی نے بھی دیکھا ہے وہ اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ جیسا علم وعمل میں اور کوئی نہیں دیکھا۔ (مرتب)

باب نمبر ۱

تاثرات

إن عشت تفجع بالأحبة كلهم
وبقاء نفسك لا أبا لك أفجع

ہرم بن حیان نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی تمام اہل ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔[قرطبی]

فسق و فجور، رعونت اور کبر، جھوٹ اور ریا کاری کے بل پر جو سیادت قیادت چلتی ہو وہ گردنوں کو چاہے جھکا لے، دلوں کو مسخر نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس جو لوگ صداقت، دیانت، اخلاص اور حسن اخلاق کے ساتھ راہ راست کی طرف دعوت دیں، ان سے اول چاہے دنیا کتنی ہی اپرائے، آخر کار وہ دلوں کو موہ لیتے ہیں اور بد دیانت لوگوں کا جھوٹ زیادہ دیر تک ان کا راستہ روکے نہیں رہ سکتا۔

جس قدر پاکیزہ اور آلائشوں سے مبرا زندگی مولانا حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے گزاری ہے اس پر آشوب دور میں وہ قابل رشک ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ سیرت وصورت کے لحاظ سے حسین، علم و عمل کے مجسم، اخلاق وادب کا نمونہ، روایت و درایت کے ماہر، حفظ و ضبط کے پہاڑ، مجلس میں گفتگو کے دھنی، شجاعت و حکمت کے پیکر، تدریس و تبلیغ کے استاذ، رموز قیادت و سیادت سے آگاہ، قناعت و خودداری کا مظہر اور محبت و شفقت کا مجموعہ تھے۔ الغرض آپ «بسطة في العلم والجسم» تھے یعنی کسی بھی انسان میں اگر شعبہ ہائے علم جمع ہو سکتے ہیں، وہ جسمانی صلاحیتوں کا مجمع ہو سکتا ہے یا یوں کہیے کہ روحانی و جسمانی خوبیوں کی تصویر اگر ممکن ہے تو حافظ صاحب کی ذات اس کا بہترین مصداق تھی۔

جس نے آپ کا نام سنا آپ کو دیکھا، آپ کے قریب آیا، آپ کے گھر سے مہمانی کا شرف حاصل کیا، آپ کا درس سنا، آپ کا عمل دیکھا، آپ کا علم سنا، آپ کی پاکیزگی و اخلاق دیکھا پھر اس نے کسی اور

کا نام نہیں لیا۔ جواب دیتے وقت کبھی حافظ صاحب کا لہجہ سخت ہوتا تو وقتی طور پر محسوس کرتا اور بعد میں کہتا اس نے ہی تو بات صاف سیدھی بتائی ہے، دوسرے تو پیار پوچھ میں ہی مسئلہ گول کر دیتے ہیں۔ مولانا عارف اثری صاحب کو بھی ایک دفعہ وقتی غصہ آیا لیکن بعد میں اس واقعہ کو آپ کی صداقت کی دلیل میں پیش کرتے رہے۔ (اثری صاحب کا واقعہ صفحہ نمبر...ملاحظہ فرمائیں)

عام لوگوں کے خیالات

مولانا یاسر عرفات مدرس علوم اثریہ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ نے مجھے بتایا ایک دن حافظ فہداللہ صاحب آف منڈی بہاؤالدین خریج جامعہ محمدیہ بازار گئے۔ وہ خود یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں دو آدمی جھگڑ رہے تھے ان کا جھگڑا بحث وتکرار کی نوعیت کا تھا۔ ان میں ایک دوسرے کو کہتا ہے: چپ کر اڈا تو نورپوری آیا۔ حافظ فہداللہ کہتے ہیں جب میرے کانوں میں یہ آواز پڑی تو میں نے کہا: واہ اللہ! حافظ نورپوری صاحب کے تقویٰ وطہارت اور ان کی بزرگی وشرف کے تذکرے کس طرح زبان زد عام ہیں۔ واقعتاً حافظ صاحب کی زندگی میں ہی لوگ انہیں اللہ کا ولی کہتے تھے۔

ایک شیعہ کا تبصرہ

مولانا ابن بشیر احمد الحسینوی نے مجھے بتایا: انڈیا کے ایک صاحب علم ''مخلص'' نامی آدمی کا واقعہ ہے، وہ فرماتے ہیں: جب میں پڑھتا تھا تو مجھے ایک استاد محترم نے مجھے بینک میں کسی کام کے لئے بھیجا۔ بینک کے باہر لوگوں کی لائن لگی ہوئی تھی، اور ہر طبقہ کے لوگ یقیناً موجود تھے،۔ وہ لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، اور علما کے خلاف باتیں بھی کر رہے تھے، کہ ایک آدمی بول پڑا، وہ کہتا ہے: میں ہوں شیعہ، لیکن علما کو برا کہتے ہوئے سوچا کریں وہابیوں کا عبدالمنان بھی عالم ہے...... اور بے داغ ہے...... واللہ۔ اس دن اس شیعہ کی زبان سے جب میں نے حضرت حافظ صاحب کی تعریف سنی تو مجھے انتہائی خوشی ہوئی۔ اور مجھے اپنے آپ پر فخر ہونے لگا کہ میں اس عظیم ہستی کا شاگرد ہوں جس کی اپنے تو اپنے بیگانے بھی تعریف کرتے ہیں۔ اللہ اس عظیم ہستی کو جس طرح کا عظیم مقام دنیا میں عطا کیا تھا۔ اس سے کہیں بڑھ کر دوسرے جہاں میں مقام عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

ایک بریلوی کا تبصرہ

میں سیالکوٹ جمعہ پڑھانے جاتا ہوں، ایک دفعہ واپسی پر ٹریفک بند تھی، پہیہ جام ہڑتال تھی کیونکہ جمعرات کے دن بینظیر کو گولی لگی تھی اور جمعہ کو پہیہ جام ہڑتال ہوئی۔ مجھے سواری نہیں مل رہی تھی، میں پل ایک والے چوک میں کھڑا تھا، ایک گاڑی آئی اس نے مجھے تنہا کھڑے دیکھا تو بریک لگادی اور ڈرائیور مجھے کہنے لگا آپ نے کدھر جانا ہے؟ میں نے کہا گوجرانوالہ، اس نے مجھے گاڑی میں بٹھا لیا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر بات کچھ آگے بڑھی تو مجھے کہنے لگا آپ کون ہیں؟ آپ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو مانتا ہوں۔ کہنے لگا: آپ کے مرشد کون ہیں؟ میں نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہنے لگا اس وقت کون ہیں؟ میں نے اس سے کہا آپ کے کون ہیں؟ اس نے فوراً کہہ دیا: حاجی صادق صاحب۔ اس کا یہ جواب سن کر میں نے فوراً کہہ دیا: موجودہ دور میں میرے مرشد حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب ہیں۔ وہ میری بات سن کر کہنے لگا سنا ہے وہ بڑے مہمان نواز ہیں، بڑے نیک اور متقی انسان ہیں، مجھے ایک دوست نے کہا ہے میں نے تجھے ان کے پاس لے کر جانا ہے لیکن میں اپنے حاجی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ان کو ملنے جاؤں تو وہ کہتے ہیں نہیں جانا، اس لیے میں نہیں جاتا۔ میں نے اسے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے عقل عطا کی ہے کیوں کسی کے کہنے سے تو خود کو نیکی سے محروم رکھ رہا ہے؟ آپ اور بھی کئی جگہوں پر جاتے ہوں گے اور حاجی صاحب سے نہیں پوچھتے ہوں گے، یہاں بھی ان سے پوچھے بغیر چلے جاؤ۔

(یہاں یہ بات یاد رکھنا ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ کی رسالت قیامت تک چلے گی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو شخص آپ کی تعلیم کی تبلیغ کرے، آپ ﷺ کی سنت و حدیث ہی بتائے وہی صحیح مرشد (رہنمائی کرنے والا) ہے۔ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کو میں مرشد اس معنی میں مانتا ہوں کہ حافظ صاحب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے علاوہ کوئی بات نہیں بتاتے تھے۔ جس مسئلے میں آیت یا حدیث کا علم نہ ہوتا صاف کہہ دیتے تھے مجھے علم نہیں۔ اپنی طرف سے نہیں بتاتے تھے اور جہاں حدیث مصطفیٰ ﷺ آ جاتی پھر کوئی دوسری بات چلنے نہیں دیتے تھے۔ بس اسی وجہ سے میں حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہوں اور انہیں اپنا مرشد مانتا ہوں۔ آپ مرشد الی اللہ والی الرسول تھے۔)

یہ بریلوی مسلک کا آدمی تھا لیکن حافظ صاحب کے متعلق اس نے بھی سن رکھا تھا اور آپ کی محبت کو دل میں محسوس کر رہا تھا، ملنے کا شوق بھی رکھتا تھا لیکن تقلید نے جکڑا ہوا تھا۔ خیر بتانا تو میں یہ چاہتا ہوں حافظ صاحب کے متعلق خیر کی باتیں ہی لوگوں میں گردش کرتیں تھیں اور کرتیں رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دی تھی، کوئی آپ کے مسلک اور منہج کو مانتا تھا یا نہیں مانتا تھا محبت ضرور کرتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع یہود نصاریٰ کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے لیکن آپ سے محبت کے دعویدار ضرور تھے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی صداقت کی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دی تھی۔

پولیس ملازم کی معذرت:

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: مولانا عبدالوحید ساجد صاحب بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ صاحب کو چیک اپ کرانے لاہور لے جا رہے تھے۔ ناگی صاحب ساتھ تھے۔ کسی چوک میں ڈرائیور سے اشارہ وغیرہ کی خلاف ورزی ہوگئی تو پولیس والے نے ڈرائیور کو اتار لیا۔ کاغذات قبضہ میں لے لیے، گاڑی بند کرنے ہی والا تھا کہ ناگی صاحب پہنچ گئے اور کہا تمہیں معلوم نہیں کہ گاڑی میں کون ہے؟ کہا کون ہے؟ کہا حافظ عبدالمنان نورپوری۔ تھانیدار نے کاغذات پکڑے دوڑتا ہوا حافظ صاحب کے پاس آیا، سلام کیا، معذرت کی اور کاغذات حافظ صاحب کو تھما دیے، دعا کی اپیل کر کے چلا گیا۔ یہ تھے ہمارے ممدوح حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ۔

خدا رحمت کند ایں صادقان پاک طینت را

[الحرمین، مئی ۲۰۱۲]

محمد زمان بٹ صاحب (عمران سویٹ والے) فرما رہے تھے، میں نے بڑے بڑے علماء کرام دیکھے ہیں جو بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں لیکن جب ان پر کوئی آزمائش آتی ہے تو ڈگمگا جاتے ہیں، مگر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ بڑے پکے آدمی تھے، بڑی بڑی آزمائش میں بھی ان میں لغزش نہیں آئی۔

مختلف علمائے کرام کے تاثرات

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ نے رجب ۱۴۳۳ھ کو حافظ صاحب کی وفات کے بعد مرید کے ننگل ساہدہ میں صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس دیتے ہوئے کہا: ایک وقت آئے گا کہ ہم کہا کریں گیں: ہم نے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کو دیکھا ہوا ہے اور ہم اس بات پر بہت خوش ہوں گے، جس طرح آج ہم کہتے ہیں کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو کس نے دیکھا ہے؟ تو وہ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں جنھوں نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ اتنا بڑا عالم، دین نیک آدمی، اللہ کا ولی ہم نے دیکھا ہے۔

مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب حفظہ اللہ

مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب حفظہ اللہ نے بتایا ہم جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں سالانہ امتحان لینے جایا کرتے تھے۔ حافظ نورپوری صاحب کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہم کھانا ان کے گھر کھائیں۔ وہ ہماری دعوت کرتے تھے۔ ہم ان کے گھر جاتے وہ بڑی پر تکلف اور پر خلوص دعوت ہوتی تھی۔ پھر چھتوی صاحب فرمانے لگے حافظ نورپوری صاحب ایک متدین متقی عالم دین تھے۔

مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ

مرکز التربیۃ الاسلامیہ کی طرف سے وفد کی شکل میں ہم مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کے پاس گئے، قاری عنایت اللہ صاحب نے مجاہد آبادی حفظہ اللہ سے پوچھا حافظ صاحب نوپوری رحمہ اللہ کے متعلق کچھ اظہار فرمائیں۔ توانھوں نے فرمایا: میں تو یہی سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے انہیں ضرور کہا ہوگا نورپوری تیرے جنازے کی کوئی ضرورت نہیں میں نے تجھے ویسے ہی معاف کر دیا ہے، اب جو لوگ تیرا جنازہ پڑھنے

آئے ہیں میں انہیں بھی معاف کرتا ہوں۔ مجاہد آبادی صاحب نے یہ الفاظ اتنے درد بھرے اور رقت آمیز لہجے میں کہے کہ الفاظ سنتے ہی قاری عنایت اللہ صاحب کی آنکھوں سے زاروقطار آنسو بہنے لگے، شیخ محمد امین السّنّی صاحب بھی آنسو بہانے لگے اور باقی لوگوں پر سکتہ ہی طاری ہوگیا، اس مجلس میں ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ۲۔ فروری، ۲۰۱۲ء کو انکے فراق سے ایسے محسوس ہورہا ہے کہ جیسا کہ آج علم وعمل کا سورج غروب ہوگیا، وہ سورج کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے علمی وعملی کمالات اور ایسی متنوع صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جن کی نظیر غالباً اب ہمارے ملک میں مشکل نظر آتی ہے، لَا تَدرِی لَعَلَّ اللّٰهَ یُحدِثُ بَعدَ ذَالِكَ أمراً۔ وہ ایک ایسی صفات حمیدہ کی حامل شخصیت تھے کہ انھوں نے ایک جامع کمالات شخصیت یعنی ہمارے اور اپنے اور سب کے شیخ، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی مسند پُر کی ہوئی تھی اوران کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ اوراب جبکہ یہ عظیم محدث وفقیہ شخصیت بھی اس دنیا سے چل بسی تو علمی حلقوں میں ہرفن کے اعتبار سے نہایت کمی محسوس کی جارہی ہے، بہت سے مستفتین، مدرسین اور دارسین استفسارات وحلِ اشکالات سے شدت سے تشنگی محسوس کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بہرحال یہ اللہ کی تقدیر وقضاء ہے۔

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ

بزرگوارم جناب حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری وحید دھرہ مرحوم نہایت متواضع، منکسر المزاج انسان تھے، تکبر وتعلّی سے بہت دور تھے یاد رہے کہ ان کی مقبولیت عامہ کا یہی سبب تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا؛

«ما تواضع احد لله الا رفعه الله».

[«صحیح مسلم» کتاب البر والصلة باب استحباب العفو والتواضع]

”کوئی آدمی بھی اللہ کے لیے عاجزی کرے گا تو اللہ پاک اسکو بلند کریں گے۔

یہ اللہ پاک کا وعدہ ہے اوران کا وعدہ سب سے زیادہ سچا ہے (سورہ نساء نمبر ۸۷) جناب نبی کریم ﷺ کی بات بھی تو اللہ پاک کی بات ہے، اسی وصف کی بنا پر وہ لوگوں کے دلوں میں بستے تھے، جس

طرف بھی وہ جاتے تو لوگ بھاگ بھاگ کر حتی کہ اپنی دوکانوں سے اٹھ اٹھ کر ان سے مصافحہ کرتے تھے' ان کی اپنی بھی یہی حالت وکیفیت تھی کہ وہ بھی بڑی محبت و پیار سے ملتے تھے اور دوست واحباب سے بڑے اچھے الفاظ میں ان کی خیریت دریافت کرتے تھے۔[(ترجمان الحدیث ،خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ صفحہ ۹)]

پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا:

بہت لوگ ایسے ہیں جن کے نقش قدم منزل کا رستہ متعین کر دیتے ہیں ،ان کی زندگی مشعل راہ ہوتی ہے،وہ دلوں کو روشنی دینے والے ہوتے ہیں ،حافظ نور پوری رحمہ اللہ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

حضرت سلفی رحمہ اللہ بہت دیر پہلے وفات پا گئے لیکن اس شخص نے حق ادا کر دیا۔

میں نے ایک روایت پڑھی ہے غالبا یہ اکابر شیوخ کی رائے ہے کہ کون عالم بہترین ہے؟ تو جواب میں کہا گیا جو لوگوں کی رہنمائی ریا سے اخلاص کی طرف کرتا ہے،شک سے یقین کی طرف کرتا ہے،لالچ سے بے نیازی کی طرف کرتا ہے،اور غیظ وغضب سے صلح کی طرف کرتا ہے،یہ سب چیزیں اس بندہ خدا میں موجود تھیں ، یہ اوصاف حضرت حافظ صاحب میں اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔

ایک قدیم عربی مرثیہ ہے ،ایک شخص تھا مالک ،اس کی بہن کو بھائی سے بڑی محبت تھی ، بھائی فوت ہو گیا ،بہن شاعرہ تھی اس نے ایک قصیدہ لکھا ،اس کا آخری شعر یہ تھا: ع

ما كنت ادرى قبل دفنك فى الارض
أن الكواكب فى التراب رميم

”تجھے دفن کرنے سے پہلے مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ لوگ ستاروں کو بھی زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔“

ایسی ہی کیفیت اللہ کے اس بندے کی تھی۔

مفتی عبدالرحمان عابد صاحب حفظہ اللہ

میں نے ایک ملاقات میں مفتی صاحب سے سوال کیا: آپ حافظ صاحب کے متعلق وہ بات بیان

کریں جو آپ نے حافظ صاحب میں دوسروں سے ممتاز دیکھی ہو، مفتی صاحب فرمانے لگے: میں نے عرب وعجم میں حافظ صاحب جیسا عالم باعمل کوئی نہیں دیکھا، نہ سعودیہ میں ایسا کوئی عالم دیکھا ہے نہ پاکستان میں، یہاں آپ یہ بات یاد رکھیں مفتی صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی ہیں ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء کا عرصہ جامعہ اسلامیہ میں مقیم رہے ہیں۔ وہاں انھوں نے سعودی شیوخ سے پڑھا ہے، کئی شیوخ کی زیارت وملاقات کی ہے، کئی علما کے متعلق سنا بھی ہے ایسے جہاں دیدہ عالم دین کا جو ایک بڑی جماعت کے منصب افتاء پر فائز بھی ہو، حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بیان معمولی نہیں۔

حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی حفظہ اللہ

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: آپ کے طرزِ حیات اور رہن سہن سے گمان ہوتا تھا کہ قرونِ اولیٰ کے قافلے سے بچھڑا کوئی راہی ہے، جو اپنا سفر ایک نامانوس ماحول میں طے کر رہا ہے۔ آپ کے بعد ایسی روشن مثال دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔

اب ڈھونڈ اسے چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی ہر ادا سنت نبویہ کی عملی تصویر تھی۔ آپ کو دیکھنے والوں کے دل میں خوفِ خدا اور للّٰہیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ».

[سنن ابن ماجه: ٤١١٩]

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔''

اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ فِي السُّوْقِ، فَمَا رَآهُ أَحَدٌ إِلَّا ذَكَرَ اللّٰهَ».

''میں نے محمد بن سیرین کو بازار میں جاتے دیکھا تو ہر ایک انھیں دیکھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔''

[المعرفة والتاريخ: ٢/ ٦٣]

حافظ صاحب رحمہ اللہ کا رہن سہن اور عادات وشمائل ایسے تھے کہ گویا آپ ہر دم آخرت کی فکر اور روزِ حشر کے لیے تیاری میں مگن ہیں۔ امام ہشیم بن بشیر الواسطی رحمہ اللہ نے منصور بن زاذان رحمہ اللہ (م ۱۳۰ھ) کے بارے میں کی ہے:

«کَانَ مَنْصُوْرٌ، لَوْ قِیْلَ لَهُ: إِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَلَی الْبَابِ، مَا کَانَ عِنْدَهُ زِیَادَةٌ فِي الْعَمَلِ». [(سیر أعلام النبلاء: ٥/ ٤٤٣)]

''منصور کو اگر کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر آپ کی روح قبض کرنے کے لیے پہنچ گئے ہیں تو وہ مزید کوئی نیک عمل کرنے کی کوشش نہ کرتے۔''

[(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۵۷)]

مولانا غلام مصطفیٰ فاروق صاحب حفظہ اللہ

ہمارے ایک دوست کی بارات تھی ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ نکاح فلاں مولوی صاحب نے پڑھانا ہے تو دوسرا بھائی کہنے لگا کیا وہ مولوی صاحب بارات پر جاتے ہیں تو پہلا آدمی کہنے لگا ہاں وہ تو آگے ہو کر جاتے ہیں یہ بات سن کر دوسرا آدمی کہنے لگا یار نورپوری صاحب تو نہیں جاتے تھے۔ میں نے یہ بات سن کر کہا نورپوری صاحب تو میرج ہال بھی نہیں جاتے تھے۔ میری یہ بات سن کر مولانا غلام مصطفیٰ فاروق صاحب نے بے ساختہ یہ جملے کہہ دیے نورپوری صاحب کی بات ان جیسوں کے ضمن میں نہ کیا کرو وہ تو اسلاف کی آخری نشانی تھے، ان کے بعد اب کوئی بھی نہیں ہے وہ اسلاف میں آخری آدمی تھے۔

حافظ محمد عمران عریف حفظہ اللہ

حافظ عمران عریف حفظہ اللہ (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: جامعہ محمدیہ کے اساتذہ کو یہ ایک بڑی سہولت حاصل تھی کہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت رہنمائی کے لیے موجود تھی۔ اسباق پڑھانے کے دوران اگر کوئی مشکل پیش آجاتی تو شیخ سے بلا جھجک رہنمائی لے لی جاتی تھی۔ شیخ انتہائی مخلص تھے انھوں نے کبھی کسی استاذ کو Degrade کرنے کی کوشش نہیں کی جو کہ عام لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اساتذہ کرام نے اگر کوئی بات پوچھنی ہوتی تو بلا جھجک آپ کے پاس تشریف لے آتے۔ [(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۱۵۷)]

حافظ عبدالرحمن شیخوپوری حفظہ اللہ

میں نے حافظ عبدالرحمن شیخوپوری حفظہ اللہ سے کہا آپ حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ کے متعلق

ہمیں کچھ بتائیں،ان سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار فرمائیں، وہ ہمیں بتانے لگے حافظ صاحب نے اس دور میں قرون اولیٰ کی یادتازہ کردی ہے۔

ابا جان انہیں اسپیشل ملنے جایا کرتے تھے،ان کا احترام واکرام کرتے تھے۔ ان سے دعائیں کرواتے تھے اور حافظ صاحب بھی ہمارے والدمحترم سے بہت محبت کرتے تھے۔

مولانا بلال تبسم حفظہ اللہ

مولانا بلال تبسم فرماتے ہیں: حافظ صاحب کے جنازے میں کئی علما فرما رہے تھے: عوام الناس کے علما تو بہت ہوتے ہیں لیکن علما کا عالم (استاد) کوئی کوئی ہوتا ہے،حافظ صاحب کے بعد تو ایسا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب حفظہ اللہ

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب حفظہ اللہ (یہ حافظ صاحب کے برادر نسبتی ہیں،گھر بار،صحت و بیماری میں اکثر وبیشتر حافظ صاحب کے ساتھ رہے ہیں) فرماتے ہیں: حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی وفات سے ہر شخص غم کا شکار ہے، جوآپ کی علمی دینی خدمات، خطوط ورسائل، مکالمات، مناظرہ جات اوردروس وخطبات کے ذریعے نصف صدی سے زیادہ کی زندگی سے ذرہ سا بھی واقف ہے۔آپ نے جوزندگی گزاری وہ قابل رشک ہے۔بچپن نہایت صاف ستھرااورآلائشوں سے پاک، دوران تعلیم تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی، زہدوتقویٰ اورشب بیداری کواپنا شعار بنایا، اساتذہ کا غایت درجہ احترام کیا، نفاست وطہارت اورمستقل مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پوری زندگی پڑھنے پڑھانے، لکھنے اوردعوت وتبلیغ میں صرف کی۔ [(مجلہ المکرم'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۲۲)]

مولانا محمد رفیق طاہر صاحب حفظہ اللہ

مولانا محمد رفیق طاہر صاحب فرماتے ہیں: صبح صادق ہوتے ہی یہ خبر ملتان تک آن پہنچی کہ آج وہ ہستی ہم سے بچھڑ گئی کہ جس کی موجودگی میں ہمیں کسی باطل پرست کے دجل ومکر کا خوف نہ تھا۔ انکی وفات کی خبر سنتے ہی زباں سے بے اختیار نکلا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن
إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبُ يَحْزَن
وَ لَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا
وَ إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا عَبْدَ الْمَنَّان ! لَمَحْزُوْنُوْن

انتہائی مختصر اور جامع ومانع الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنے کے ماہر، انداز بیاں ایسا پراثر کہ ہزاروں سوالوں کا جواب انکے اک مختصر سے جملہ میں پنہاں، رعب وجلال ایسا کہ بڑے بڑے علما، مناظر، اور قادرالکلام افراد کی زبانیں بھی گویا قوت گویائی سے عاری:

زبانیں کاٹ کے بیٹھیں کہیں ایسا نہیں ہوتا
یہ تیری بزم ہے حافظ جہاں ایسا بھی ہوتا ہے

جو کہہ دیا بس وہی حرف آخر، اگر کسی نے اعتراض کی جسارت کر بھی لی تو اس جرأت سے ایسا محروم ہوا کہ اس مسئلہ کے بارہ کبھی اعتراض نے جنم ہی نہ لیا۔ [(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۴۳)]

آج وہ چراغ علم وعرفاں گل ہو چکا تھا جسکی ضوء میں ہم پروانوں کیطرح جلتے تھے۔ وہ مہتاب ماند پڑ چکا تھا جسکی تابشوں سے آسمان فکرودانش پر کئی سورج ابھرتے تھے اور کئی صبحیں بکھرتی تھیں۔ وہ پھول مرجھا چکا تھا کہ جس کے تعطر سے ذہنوں، امنگوں اور خیالوں میں چمن کھلا کرتے تھے۔

[(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۴۴)]

مولانا محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ

مولانا محمد عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: ہاشمی کالونی گوجرانوالہ کے قبرستان کو اس استعارہ حب رحماں کی آخری آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے، سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔

استاد محترم محبت والفت، شفقت ورافت، نرمی عفوودرگزر، نہایت سادہ وقناعت پسند فرشتہ صفت انسان تھے ہمیشہ روحوں کو معطر کردینے والی گفتگو کے قائل تھے اخلاق وکردار میں بے داغ آپ میں خودنمائی وخودستائش قطعاً نہ تھی آپ قرآن مجید کی اس آیت ﴿سِيمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ کی عملی تصویر تھے۔ [(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۴۶)]

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف حفظہ اللہ

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف فرماتے ہیں: آپ رحمہ اللہ کی زندگی پاکیزہ تھی، معصیت سے کوسوں دور، شکوک وشبہات سے ہمیشہ دامن بچائے رکھتے اگر یوں کہہ دیا جائے کہ آپ فرشتہ صفت انسان تھے تو یہ بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ فقید المثال، وحید العصر اور علما عصر میں سے ممتاز تھے پارسائی والی زندگی گزار کے جب راہی عدم ہوئے تو ہر آنکھ اشکبار، ہر دل غمزدہ، ہر چہرہ مرجھایا ہوا تھا کہ آج ہمارا محبوب، ہمارا رونق محفل ہمیں داغ مفارقت دے کر چل بسا ہے۔ مجیب الرحمٰن سیاف، رحمت اللہ شاکر طرف آہ و بکا، سسکیاں بھرتے ہوئے پیر وجوان تھے ہر آنکھ اشک بار تھی ہر ایک اپنے آپ کو یتیم سمجھ رہا تھا، ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کے سامنے اگر ان کے جوان بیٹے یکے بعد دیگرے فوت ہوتے جاتے تو ان کو اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا دکھ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کی وفات کا ہوا۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۸۷)]

مولانا رحمت اللہ شاکر حفظہ اللہ

مولانا رحمت اللہ شاکر فرماتے ہیں: اور ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آئے جنھوں نے بیماری کے ایام میں یہاں تک کہہ دیا کہ علاج میں کمی نہیں ہونی چاہیے خواہ ہمارا مکان بیچنا پڑے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۴۴)]

قاری احسان اللہ اولکھ صاحب حفظہ اللہ

قاری احسان اللہ اولکھ صاحب فرماتے ہیں: آپ کا چہرہ نکھرا ہوا تھا اور میں دیکھ کر بے اختیار کہنے لگا کہ ''آپ تو جنتی حوروں کے دلہے بن گئے'' اور یہ یقین ہوگیا کہ آپ کو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری دینے کے لیے ملائکہ کہہ رہے ہوں گے: ﴿ يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ * ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً * فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ * وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴾ [البلد:۲۷۔۳۰]

[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۴۵)]

قاری محمد طیب بھٹوی حفظہ اللہ

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: بندہ اپنے آپ کو عملی طور پر تہی دست سمجھتا ہے مگر حافظ عبدالمنان صاحب کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے خود کو علم کے قلعہ میں سمجھتا تھا۔ جوں ہی کوئی مسئلہ درپیش ہوا

حضرت حافظ صاحب سے پوچھا اور پورے وثوق کے ساتھ بیان کر دیا اور پوچھنے والے کو بتا دیا۔
[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۳)]

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی حفظہ اللہ تلمیذ محدث نور پوری رحمہ اللہ

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی حفظہ اللہ تلمیذ محدث نور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین کی اشاعت اور سربلندی کے لیے اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے وگوں میں حافظ نوپوری رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے بیک وقت بے مثال محدث، محقق، مفسر، شیخ الحدیث، شیخ الادب، مفتی، مجتہد اور کامیاب مناظر بلکہ مناظر گر بھی تھے۔ عرب وعجم کے اہل علم شیخ صاحب سے سند روایت لینے میں شرف سمجھتے تھے۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۶)]

مولانا محمد یحییٰ شاہین حفظہ اللہ

مولانا محمد یحییٰ شاہین حفظہ اللہ (مدرس جامعہ الحرمین گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: حضرت الاستاد محدث نور پوری علم وعمل کی ایک چٹان تھے اپنے پورے علم پر پورا عمل کرنے کو حرز جان سمجھتے تھے۔ اپنا ایک ٹھوس اور بادلائل موقف رکھتے تھے اپنی رائے پر مکمل دلائل فراہم کرتے۔ چاہے وہ موقف ہم عصر علما سے متضاد ہی کیوں نہ ہوتا۔ وہ امام ابن حزم کی طرح ایک مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی رائے اکثر اہل حدیث عوام اور خواص کے درمیان حجت کی حیثیت رکھتی تھی۔ جس حدیث کے بارے میں حضرت الاستاد یہ کہہ دیتے یہ حدیث میرے علم میں نہیں کسی اور عالم سے پوچھ لو، لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جس حدیث کا حضرت حافظ صاحب کو علم نہیں وہ حدیث صحیح ہی نہیں بلکہ ضعیف یا موضوع ہے۔ خودغرضی، لالچ وطمع، حرص وہوس، نمود ونمائش، شان وشوکت اور خود ساختہ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ دنیا سے زیادہ اخروی زندگی کے لیے فکرمند تھے ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ کی سچی اور عملی تصویر تھے۔ فرمان الٰہی اور فرمان نبوی کے سامنے اپنی ذات کی اپنی شخصیت کی نفی کر چکے تھے۔ انھوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ میں یوں کہتا ہوں لہذا اس پر عمل کرو بلکہ یوں فرماتے کہ کتاب وسنت میں لکھا ہے لہذا اس پر عمل کرو گے نجات پاؤ گے ورنہ نہیں۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۴)]

غلام فریدا دنیا اتے رکھ انج دا بہن کھلون
آویں تے لوگ ہسن جاویں تے لوگ رون

جامعۃ الحرمین اہل حدیث شہر گوجرانوالہ کو یہ اعزاز حاصل ہے جب بھی جامعہ حرمین کا تذکرہ ہوتا حضرت حافظ صاحب داد وتحسین کے کلمات ارشاد فرماتے اور ہمارا دامن پھولے نہ سماتا، بارہا جامعہ کی توسیع اور ترقی کے لیے دعاء فرمائی۔ وہ فی الحقیقت مستجاب الدعوات تھے اکثر اہل حدیث ان کو اپنے گھر لے جاتے دعوت کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ اپنے بیٹوں، بیٹیوں کے نکاح کے لیے حضرت نور پوری رحمہ اللہ کو محبت وعقیدت سے دعوت دیتے۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۲۰۷)]

مولانا محمد داؤد حفظہ اللہ (ڈسکہ)

مولانا محمد داؤد حفظہ اللہ (ڈسکہ کے ایک گاؤں گوجرہ کے رہنے والے ہیں، حافظ صاحب کے ہم زلف ہیں) فرماتے ہیں: اس دنیا میں آنا، جانے کی تمہید ہے۔ جو یہاں آیا وہ ایک دن ضرور جائے گا۔ لیکن بعض موتیں اپنی عظمت کے اعتبار سے ایسی ہوتی ہیں جن کا صدمہ ایک عرصہ تک دلوں کو تڑپاتا ہے۔ قحط علما کے اس پرآشوب دور میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کی اچانک موت سانحہ اور جماعتی حادثہ ہے۔ مرحوم کی وفات سے دینی اور مذہبی محاذ پر ایسا خلل پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۲۰۸)]

مولانا عبدالرشید شاہد حفظہ اللہ

مولانا عبدالرشید شاہد حفظہ اللہ (داماد مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: شیخ الاسلام حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ جیسے عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ زندگی سالہا سال کا دیر وحرم کا طواف کرتی ہے تب جا کر کوئی حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ جیسا کوئی انسان پیدا ہوتا ہے جو اپنی قوم اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے مینارہ نور بنتا ہے۔

کون جانتا تھا کہ 1940ء کو گوجرانوالہ کے ایک پسماندہ گاؤں نور پور چہل کے ایک آدمی عبدالحق کے گھر میں پیدا ہونے والا یہ بچہ مستقبل میں حافظ عبدالمنان نور پوری کے نام سے دینی دنیا کا ایک جگمگاتا ہوا ستارہ بن کر اپنی قوم ونسل کے لئے مشعل راہ ہوگا۔ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کو جس لباس میں دیکھا جائے وہ اسی میں مجسم رعنائی نظر آتے ہیں۔ ایک عالم دین کی حیثیت سے نامور عالم دین، استاد کی حیثیت میں بے مثال استاد، علم قرآن کے حوالے سے بلند پایہ شیخ القرآن اور علم حدیث کے اعتبار

سے ایک عظیم شیخ الحدیث۔ میں اگر یہ کہہ دوں کہ آپ رحمہ اللہ کی حیثیت ایک بحرالعلوم کی سی تھی تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ آپ رحمہ اللہ عالی دماغ، حکمت عملی کے ماہر موقع محل کو بخوبی جاننے اور پہچاننے والے تھے۔ میرے شیخ کی خوبی کا ایک روشن پہلو یہ بھی تھا کہ جس بات کو حق سمجھا اسے کہنے میں کبھی دنیاوی خوف اور طمع کو آڑے نہ آنے دیا۔ آپ رحمہ اللہ بات کے پکے، قول کے سچے، طبیعت کے غنی، سرشت میں وفا، نفاست شعار، علم وفضل کے کوہسار، جدیدیت سے بیزار دینی روایات کے علمبردار تھے۔
مجھے اگر کوئی کہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا شخصی خاکہ چند الفاظ میں بیان کرو تو میں بلا جھجک یہ کہوں گا "علم وعمل اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاعدے میں ڈھلی ہوئی ایک متوازن شخصیت۔

قدم قدم پہ وہ راہ سنت اختیار کرتے تھے
شباب میں بھی رات ذکر اذکار میں بسر کرتے تھے

محترم جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی اصولوں اور ضابطوں کی پاسدار رہی۔ پاسے کے سونے کی طرح کھرے اس شخص نے زندگی بھر جھوٹ، منافقت، فریب اور خوشامد سے شدید نفرت کی۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۲۰۰)]

مولانا عبدالرشید شاہد، داماد مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قحط الرجال کے اس دور میں آپ رحمہ اللہ جب تک زندہ رہے مہر وماہ کی طرح جگمگاتے رہے اور آج اپنے پیچھے اپنی تالیفات، تعلیمات اور ہزاروں شاگردوں کی ایک کہکشاں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک انکے لئے صدقہ جاریہ کی صورت میں جگمگاتی رہے گی ان شاء اللہ۔ آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی ہر لغزش کو نیکی میں بدل کر ان کو علّیین میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان جیسی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۲۰۱)]

حافظ ریاض عاقب صاحب حفظہ اللہ

حافظ ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: آج جامعہ محمدیہ کے درودیوار زبان حال سے پکار رہے ہوں گے کہ شیخ الحدیث نورپوری رحمہ اللہ کی دل آفریں آواز سے قال اللہ وقال رسول کی صدا ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی۔ اہل بیت اس صدمہ سے دوچار ہوں گے کہ ان کا سایہ عاطفت اٹھ گیا۔ اصحاب علم وفضل

اس غم میں مبتلا ہوں گے کہ فضیلت و سیادت کی مسند علمی خالی ہو گئی تلامذہ و شاگردان اپنی یتیمی پر نوحہ کناں ہوں گے کہ آج ان کا مرجع نہ رہا۔ ارباب عقل و دانش ورطہ حیرت میں ہوں گے کہ متاع دین و دانش لٹ گئی، علما و فضلاء پریشان ہوں گے کہ علم وفقاہت کی بساط الٹ گئی۔ آہ! آج علم وعمل، فہم و فراست، عقل و تدبر، زہد وورع اور سادگی کا سورج غروب ہو گیا ہے۔

ہم میں نہ رہا وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے
ہے آیا نہیں پلٹ کے وہاں سے کوئی بھی گیا ہوا

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۴۰)]

مولانا عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ

مولانا عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ صاحب بڑے قناعت پسند انسان تھے، ایک بار اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کی بات چلی تو سب سے رائے لی گئی، حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جتنی تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔[(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۱۸۴)]

مولانا رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ

مولانا رمضان یوسف سلفی صاحب فرماتے ہیں: شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمتہ اللہ علیہ اس دور میں اپنے تبحر علمی تحقیق، تقویٰ وصالحیت اور علم وعمل کے باعث مرجع خلائق تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو علم وعمل کا حظ وافر عطا کیا تھا۔ آپ درس و تدریس، وعظ وتبلیغ اور تصنیف و تالیف کی خوبیوں سے بہرہ ور تھے۔ ان کی زندگی کے لیل ونہار اللہ کی بندگی اور دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں بسر ہوئے۔ وہ سادی وضع کے اونچے مقام ومرتبے کے حامل عالم دین تھے۔ ان کا علم وحلم، بردباری، سادگی، انکسار، تواضع، مہمان نوازی اور اخلاق وکردار کی بلندی وہ اوصاف جمیلہ تھے کہ لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ آپ جب زبان کو حرکت دیتے تو علم کے موتی بکھیرتے۔ ان کے وعظ کی اثر آفرینی ایک خاص تاثر قائم کرتی اور سننے والا اپنے قلب و ذہن میں روحانیت محسوس کرتا۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۵۲)]

مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی صاحب حفظہ اللہ

مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی صاحب نے فرمایا کہ میں نے مرحوم کو ان کی تالیفات کے ذریعہ جانا ہے کیونکہ انسان کی تحریر بھی اس کی شخصیت کی عکاس ہوتی ہے، آپ نے مزید فرمایا کہ مولانا کے فتوے بڑے علمی ہوتے تھے، بیع التقسیط کے متعلق ان کے فتوے نے میری ساری الجھن دور کردی، ان کی وفات سے علم کا جو نقصان ہوا ہے، اللہ پاک اس کی تلافی فرمائے۔[(مجلہ المکرم'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۸۴)]

مرکز ابن عباس میں مولانا عبداللہ نثار صاحب حفظہ اللہ کی تقریر

۲۶ فروری ۲۰۱۲ء کو حافظ صاحب کی تدفین سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کے بعد مولانا عبداللہ نثار صاحب نے مرکز ابن عباس میں کھڑے ہو کر گفتگو کی۔ حافظ صاحب کے متعلق خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا: ۲ فروری ۲۰۱۲ء کو اسی جگہ جہاں آج حافظ صاحب کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہے میری اہلیہ کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی تھی۔ کیا پتا تھا کہ ۲۴ دن کے بعد اسی جگہ حافظ صاحب کی میت ہوگی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ حافظ صاحب میری اہلیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے تھے اور میرے بیٹوں کو صبر کی تلقین فرما رہے تھے لیکن کیا پتا تھا کہ آج ہمیں آپ پر صبر کرنا ہوگا۔

آج ہم یہاں سب کیوں اکٹھے ہوئے ہیں اتنی بڑی تعداد میں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں! ہمیں کون سی چیز یہاں کھینچ کر لائی ہے؟ حافظ صاحب سے ہمیں محبت کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں حافظ صاحب کی محبت پیدا کر دی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ سے مخلص تھے۔ نوافل کا اہتمام کرتے تھے، تہجد کا اہتمام کرتے تھے، کبھی تہجد کی نماز ترک نہیں کی۔ نفلی روزہ نہیں چھوڑا، ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ یہ اللہ کے لیے مخلص تھے تو اللہ نے مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دی۔

مولانا عبداللہ نثار صاحب، حافظ صاحب کی خودداری بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ حافظ صاحب ایک دن اسی مسجد میں نماز پڑھنے آئے اس دوران میں ایک آدمی مسجد میں آیا، اس نے حافظ صاحب کے متعلق پوچھا اسے بتایا گیا کہ یہ حافظ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ حافظ صاحب سے کہنے لگا

مجھے واپڈا ٹاؤن سے فلاں شخص نے بھیجا ہے آپ کے گھر کی پیمائش کرنے کے لیے۔ میں آپ کے گھر کی پیمائش کرنا چاہتا ہوں، حافظ صاحب کہنے لگے گھر کی پیمائش آپ نے کیوں کرنی ہے تو وہ کہنے لگا انھوں نے مجھے کہا ہے۔ حافظ صاحب کا گھر گلی سے نیچے ہو گیا ہے اسے نیا بنانا ہے۔ حافظ صاحب نے اس آدمی کو کہا: آپ کو غلطی لگ گئی ہے، انھوں نے کسی اور کی طرف آپ کو بھیجا ہوگا، ہمارا گھر ٹھیک ہے۔ وہ اصرار کرنے لگا کہ آپ مجھے گھر کی پیمائش کرنے دیں انھوں نے آپ ہی کی طرف بھیجا ہے۔ لیکن حافظ صاحب انکار کرتے رہے اور فرماتے رہے انھوں نے کسی اور کی طرف بھیجا ہوگا بالآخر وہ آدمی واپس چلا گیا۔ مولانا عبداللہ نثار صاحب واقعہ سنانے کے بعد فرمانے لگے ایسا خوددار آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

باب نمبر ۲

شخصی تعارف

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

حلیہ

مولانا صفدر عثمانی صاحب ﷾ فرماتے ہیں: استاد محترم نہایت سادہ مگر صاف ستھرا لباس' درمیانہ قد' بارعب چہرہ' سفید داڑھی سنت کے مطابق مکمل بغیر قینچی لگائے سر پر زلفیں اور سفید وسرخ یا خالص سفید رومال شملہ گدی کی طرف' پنڈلی تک ٹخنوں سے اونچی شلوار اکثر کرتے یا قمیص معمول تھا۔ کبھی سیدھے کھڑے ہوکر جوتا پہنتے نہ کھانا کھاتے، کسی بھی عقیدت مند کو جوتا پکڑنے نہ دیتے' ہر کسی کو چاہے اجنبی ہو' پہلی ملاقات ہو تو بھی انتہائی خندہ پیشانی' خوش دلی سے ملتے اور حال احوال معلوم کرتے' گھر جانے والے کی مہمان نوازی کرنا انتہاء درجہ کا معمول تھا استاد محترم کی آنکھ کا آپریشن تھا ڈاکٹر نے دھوپ میں جانے سے منع کیا اس کے باوجود بیمار آدمی کی بیمار پرسی کرتے اور نماز جنازہ میں شرکت کرتے۔

بلڈ پریشر' انجیو پلاسٹی' ہارٹ' وغیرہ جیسی تکالیف کے باوجود' سوموار' جمعرات اور جب سے جامعہ محمدیہ میں خطبہ دینا شروع کیا تب سے جمعہ کا بھی نیز ہر ماہ کے روزے یعنی ایام بیض 13-14 اور 15 کے بلا امتیاز سردی اور گرمی کے ان کے علاوہ جن روزوں کا ذکر اور فضیلت حدیث میں آئی ہے مثلاً محرم الحرام کے تقریباً مکمل شعبان کے نصف سے زائد، ذوالحجہ کے 9 روزے اور شوال کے 6 روزے رکھا کرتے۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۳۷)]

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب ﷾ فرماتے ہیں: حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑی عاجزی وانکساری کرنے والے تھے لباس ہمیشہ سادہ مگر باوقار اور صاف ستھرا رکھتے عموماً سفید لباس استعمال فرماتے تھے قمیض کے اوپر کبھی جرسی' سویٹر وغیرہ نہیں پہنتے تھے بلکہ سخت سردیوں کے موسم میں

قمیض کے نیچے پہن لیتے۔ ہمیشہ نگاہیں جھکا کر سڑک کنارے پہ چلتے صبح گھر سے آتے ہوئے اور چھٹی کے بعد جامعہ سے گھر جاتے ہوئے ان کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ منظر آج بھی نگاہوں کے سامنے ہے۔ عام مجلس میں بھی جب تشریف رکھتے تو عموماً خاموش رہتے الا یہ کہ جب کوئی غلط بات ہوتی تو فوراً ٹوک دیتے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نمود ونمائش سے بھی ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتے ان کے عقیدت مند انہیں دروس اور جمعہ کے خطبات کے لیے دعوت دیتے حسب وعدہ وہ تشریف لے جاتے مگر ان کی سختی کے ساتھ یہ شرط ہوتی تھی کہ اس کے لیے نہ تو اشتہار وغیرہ پر نام کے ساتھ کوئی القاب لکھنے ہیں اور نہ ہی پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے کوئی سابقے لاحقے لگانے ہیں۔ ان کے دیگر معمولات کی طرح یہ بھی ان کی زندگی کا حصہ رہا۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۹)]

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی ذات بظاہر سادہ لباس، سادہ جوتا، سر پر سادہ رومال باندھے ایک عام درویش معلوم ہوتے مگر دیکھنے والا ان کی شخصیت کو دیکھ کر پہچان جاتا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جانثار ہے۔ [(مجلّہ المکرّم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۹)]

مولانا عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: ہم جامعہ محمدیہ میں چھٹے سال میں تھے کہ ڈی، جی، خان سے ایک آدمی آپ کی ملاقات کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے حافظ صاحب کے پاس لے چلو ہم دوساتھی انہیں لے کر حافظ صاحب کی مسجد میں گئے کہ نماز کے بعد ملاقات ہو جائے گی، مہمان کہنے لگا کہ میں نے حافظ صاحب کو دیکھا نہیں ہے لیکن میں وضو کر کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تم دیکھنا میں حافظ صاحب کو پہچان لوں گا کہ یہی حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب ہیں، پھر ایسا ہی ہوا کہ حافظ صاحب تشریف لائے تو مہمان اشارہ کر کے کہنے لگا کہ کیا یہی ہیں حافظ صاحب جو سر پر رومال باندھے آرہے ہیں ہم نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ [(مجلّہ المکرّم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۴۷)]

حافظ محمد ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: گوجرانوالہ رہ کر آپ کے معمولات سے جہاں آگاہی ہوئی وہاں یہ بھی عقدہ کھلا کہ حضرت حافظ صاحب عالم باعمل ہیں۔ آپ کا اٹھنا' بیٹھنا' چلنا پھرنا' مسجد تشریف لانا' مدرسہ وقت پہ آنا' امانت ودیانت سے پڑھانا' رہ چلتے وقت ایک طرف نگاہ نیچی رکھ کر چلنا' راستے میں ہر ایک کو سلام کی پہل کرنا' نمود ونمائش اور ریاکاری سے دور ہونا' بڑے بڑے القابات سے

نفرت کرنا، طلبہ سے محبت کرنا اور سنجیدہ طبع ہونا غرض آپ کا ہر ہر عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ مصطفی ﷺ کے مطابق تھا۔ حافظ صاحب صفات حمیدہ اور خصائل حسنہ سے متصف تھے اور اخلاق رزیلہ اور عادات سیبہ سے نفیر تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے واقعی محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی علمی مسند کے صحیح وارث اور حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۴۴)]

حافظ صاحب رحمہ اللہ کھلے آستین والے بغیر بٹن کے سوٹ پہنا کرتے تھے۔

ولادت:

مولانا طیب بھٹوی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا ہے: حافظ صاحب کے شناختی کارڈ پر آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۶ء لکھی ہے۔ تاہم حافظ صاحب کے اہل خانہ کی تصدیق ۱۹۴۱ء کے ساتھ ہے جس کے مطابق آپ کی عمر (۷۱) اکہتر سال بنتی ہے۔ جبکہ قمری حساب سے تہتر (۷۳) سال بنتی ہے۔ انتھی

حافظ صاحب نے خود اپنی ولادت کا ذکر اس طرح کیا ہے: قلعہ دیدار سنگھ سے مشرق کی جانب واقع گاؤں نور پور چھل میں ۱۳۶۰ھ کو پیدا ہوا۔ حافظ صاحب نے ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶ فروری ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب پونے تین بجے سحری کے وقت حافظ صاحب نے وفات پائی۔ اس حساب سے حافظ صاحب کی عمر تہتر (۷۳) سال بنتی ہے

مولانا طارق جاوید عارفی صاحب فرماتے ہیں: کچھ عرصہ قبل حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی خودنوشت تحریر کی تھی۔ اس خودنوشت کے مطابق حافظ صاحب ۱۳۶۰ھ میں قلعہ دیدار سنگھ کے مغرب میں واقع گاؤں نورپور چھل میں پیدا ہوئے۔ عیسوی لحاظ سے یہ سن ۱۹۴۱ بنتا ہے۔ آج سے دو سال قبل چک نمبر ۱۴۹/EB عارف والا میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کی حافظ محمد منشاء سے ملاقات ہوئی۔ ایک بات کے جواب میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے فرمایا: جب پاکستان بنا، اس وقت میں سات سال کا تھا۔ اس طرح عیسوی لحاظ سے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا سن ولادت ۱۹۴۱ء بنتا ہے۔ [(ضیائے حدیث، اپریل ۲۰۱۲)]

اس سفر اور مجلس میں مَیں بھی حافظ صاحب کے ساتھ تھا۔

نام ونسب:

عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم دین بن خدابخش۔ مولانا بشیر الرحمان سلفی صاحب رحمہ اللہ خطیب جامع مسجد عثمانیہ چاندنی چوک ماڈل ٹاؤن، کا نسب خدابخش پر حافظ صاحب سے مل جاتا ہے۔ ان کا نام ونسب یہ ہے بشیر الرحمان بن محمد حسین بن حاجی بن دائم بن خدابخش۔ یہ دونوں نسب نامے مجھے حافظ صاحب نے زبانی بتائے تھے۔

اصل نام:

مولانا طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا۔ مگر جب جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں آپ کو داخل کرایا گیا تو شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس ہونہار بچے کا نام تبدیل کر کے محدث پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ کے نام پر رکھ دیا اور خصوصی شفقت فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے آپ کا نام اپنے شیخ کے نام پر رکھ دیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہ الفاظ الہامی تھے اور ان کا وجدان اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ سادہ اور خاموش طبع بچہ آئندہ بحر بے کراں محدث بنے گا اور پھر ان کے دل کی سوچ سچ ثابت ہوئی اور اس کی گواہی ان کے جنازہ میں حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دے رہا تھا کہ واقعی جو شخص آج اس دنیا سے اٹھا ہے، اس پائے کا عالم باعمل شاید اس وقت یہاں کوئی نہ ہو۔ [(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۳)]

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: مولانا سلفی رحمہ اللہ کی مردم شناس نظر اور مومنانہ فراست نے اس نووارد بچے کے چہرے سے بلند بختی کے آثار اور روشن مستقبل کے خطوط پڑھ کر نیک فال کے طور پر اس بچے کا نام ''خوشی محمد'' سے بدل کر اپنے شیخ استاد پنجاب مسند ولی اللہی کے وارث اور مسند شیخ الکل فی الکل کے جانشین حافظ القرآن والحدیث العلام حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام پر ''عبدالمنان'' رکھا، اسے استاد پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی کی کرامت کہیے کہ تفاؤلاً جس بچے کا نام ان کے نام پر رکھا گیا وہ مستقبل میں نعم الخلف بنا اور اس نام کی لاج رکھتے ہوئے نقش ثانی قرار پایا۔ [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا محمد یحییٰ شاہین فرماتے ہیں: حضرت سلفی رحمہ اللہ نے اپنے استاد محدث وزیرآبادی کے نام نامی اسم گرامی عبدالمنان کے نامہ مبارکہ کی نسبت اس ہونہار طالب علم کا نام خوشی محمد سے تبدیل کر کے عبدالمنان رکھ دیا۔ اور پھر ایک وقت آیا جب دنیا نے دیکھا کہ حضرت سلفی رحمہ اللہ کا فیصلہ بروقت برمحل تھا۔ خوشی محمد نے فی الحقیقت اپنے شیخ اور استاد کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر کے دکھایا کہ جہاں علم کی دنیا میں حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کا نام لیا جاتا تھا وہاں پر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا نام لیا جانے لگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد بخدائے بخشندہ ''ایسے مراتب بزور بازو حاصل نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے''۔

والدین کا نام:

عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین ہے، والدہ کا اسم گرامی جواہر بی بی ہے، حافظ صاحب کی عمر تقریباً سات برس تھی کہ والدہ صاحبہ فوت ہوگئیں، رحمهما الله تبارك وتعالى

بہن بھائی:

حافظ صاحب اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں: ہم چار بھائی تھے دو مجھ سے بڑے محمد شریف اور محمد صدیق ایک مجھ سے چھوٹا بشیر احمد۔ محمد صدیق تو جوانی کی عمر میں تقریباً ۱۳۷۰ھ میں فوت ہوگئے ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ بڑے بھائی محمد شریف کی شادی ہوئی چودہ پندرہ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی پھر ان کی دوسری شادی ہوئی تو ان کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹی تو بچپن میں ہی فوت ہوگئی۔ بیٹے محمد شفیق، عبداللطیف اور محمد رفیق حیات ہیں اور صاحب عیال ہیں۔ چھوٹے بھائی بشیر احمد کی شادی ہوئی پہلا بیٹا عبدالستار تولد ہوا دوسرا بیٹا عبدالغفار پیدا ہوا تو بشیر احمد کی بیگم فوت ہوگئی۔ بعدازاں عبدالغفار بھی فوت ہوگیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ہمارے بڑے بھائی محمد شریف بھی فوت ہوگئے تو والد صاحب نے بڑے بھائی کی بیگم کا چھوٹے بھائی سے نکاح کروا دیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بھائی کو اس بیگم سے چار بیٹے دیئے، عبدالجبار، عبدالغفار، زکریا اور عبدالرشید۔ اب کہ عبدالجبار اور اس کی والدہ تو فوت ہو چکے ہیں باقی حیات وزندہ ہیں۔ حفظهم الله تعالىٰ

جائے ولادت:

گوجرانوالہ عالم چوک سے ۱۸ کلو میٹر کے فاصلہ پر قلعہ دیدار سنگھ ہے، قلعہ دیدار سنگھ سے ایک کلو میٹر فاصلے پر نور پور چہل گاؤں ہے۔ حافظ نور پوری صاحب اس گاؤں نور پور چہل میں پیدا ہوئے۔

نور پوری:

حافظ صاحب اپنے نام کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی سابقہ یا لاحقہ پسند نہیں کرتے تھے۔ کوئی تعریفی لقب پسند نہیں کرتے تھے۔ صرف ناپسند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ سخت ناراض بھی ہوتے اور لقب لکھنے والے لوگوں کے پاس جاتے ہی نہیں تھے۔ اگر جا کر پتہ چلتا تو درس نہیں دیتے تھے۔ اور اس پر ایسے پابند تھے کہ کوئی چیز ان کو اس پابندی سے ہٹا نہیں سکی۔

خود تو انھوں نے کوئی لقب پسند نہیں کیا لیکن قدرت نے انہیں ایسا لاحقہ عطا کر دیا تھا جو ان کے لیے نور کا باعث ہی بنا اور وہ تھا ''نور پوری''۔ جب ان کا تذکرہ ہوتا تو شیخ مبشر احمد ربانی ﷾ کہا کرتے تھے: یہ اندر سے بھی نور پوری ہیں یعنی واقعتاً ان میں نور بھرا ہوا ہے۔ نور سے پُر ہیں علم و حکمت کے نور سے منور ہیں۔ کتاب وسنت کے نور سے مزین ہیں۔

نور پور کی وجہ تسمیہ:

یہاں ایک نور شاہ نام کا آدمی تھا جس کو لوگ پیر کہتے تھے۔ اس کے نام پر اس گاؤں کو نور پور کہا جانے لگا۔ اس گاؤں کے قریبی مضافات میں اور بھی کئی گاؤں نور پور کے نام سے پکارے جاتے ہیں ان میں امتیاز کرنے کے لیے اس کو نور پور چہل کہا جاتا ہے۔ نور شاہ کا کوئی پتا نہیں کہاں سے آیا تھا نہ اس کے عزیز و اقارب کو کوئی جانتا ہے۔ یہ اکیلا یہاں آیا اور ڈیرہ لگا کر بیٹھ گیا جاہل قسم کے لوگ اس سے دم وغیرہ کروانے آتے جس سے اس کے عقیدت مند بننے شروع ہو گئے۔ نور شاہ کے فوت ہونے کے بعد اس کے عقیدت مندوں نے اس کی قبر اسی گاؤں کے وسط میں بنا دی جس پر سالانہ میلہ لگتا تھا، لیکن اب وہاں قبر کا کوئی نشان نہیں۔ اس وقت لوگ بہت زیادہ جاہل تھے، اسلام کا شعور نہیں تھا جو کوئی بھی مجذوب و مجنون دیکھا اسے کرنی والا سمجھ لیا اور اس سے اپنی حاجات پوری کرانے کے لیے دم درود کروانے شروع کر دیے، جوں جوں عوام میں شعور پیدا ہوا تو اس گاؤں کے لوگوں نے اس سے نفرت کرنا شروع کر

دیا اور اس کی قبر کو ختم کر دیا۔

نور پور کے متعلق یہ باتیں مجھے حافظ صاحب نے خود سنائی ہیں۔ حافظ صاحب کی وفات کے بعد میں نے قاری سیف اللہ صاحب مدرس جامعہ نصر العلوم عالم چوک سے پوچھا آپ کے گاؤں کو نور پور کیوں کہتے ہیں تو وہ کہنے لگے مجھے علم نہیں۔ پھر میں نے انہیں بتایا کہ مجھے حافظ صاحب نے بتایا تھا وہاں نور شاہ کی قبر ہوتی تھی۔ قاری صاحب کہنے لگے مجھے تو علم نہیں میں گاؤں کے کسی بزرگ سے پوچھ کر آپ کو بتاؤں گا۔ پھر دو تین دن کے بعد قاری صاحب نے مجھے بتایا کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ صحیح اور درست ہے۔ ہمیں بھی ان باتوں کا ابھی پتا چلا ہے۔

باب نمبر ۳

تعلیم وتربیت

زمانہ طالب علمی میں حافظ صاحب نے کبھی بھی وقت ضائع نہیں کیا۔ کبھی بھی آوارہ یا بدمحنت لڑکوں سے میل جول نہیں رکھا۔ متقی، پرہیزگار، تہجد گزار، صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ طبعی طور پر شریف النفس اور انتہائی نیک سیرت، نبی علیہ السلام کی ہرادا پر مرمٹنے والے تھے۔ شریعت کے پابند تھے۔ (ہزاروی صاحب)

ابتدائی تعلیم

حافظ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں نور پور سے حاصل کی۔ حافظ صاحب اپنی خودنوشت میں فرماتے ہیں: مولانا غلام رسول صاحب پھلوکی والے رحمہ اللہ ان سے پرائمری سکول نور پور میں اس وقت رائج پرائمری نصاب پڑھا، کتاب ''ہمارا حساب'' پر انہوں نے ہمیں خوب محنت کروائی۔ ماسٹر نذیر احمد پھلوکی والے حفظہ اللہ یہ بھی پرائمری سکول نور پور میں ہمارے استاد تھے۔

مولانا چراغ دین صاحب رحمہ اللہ

مولانا چراغ دین صاحب رحمہ اللہ نور پور کے رہنے والے تھے، دینی کاموں میں انتہا کا جذبہ تھا۔ حافظ صاحب نے مولانا چراغ دین صاحب کے متعلق لکھا ہے: مولانا چراغ دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ کثیرۃ واسعۃ کو مساجد، دینی مدارس، مراکز کی تعمیر، بچوں کو دینی تعلیم وتربیت، دین کی ترویج وتبلیغ، صحیح اسلامی عقائد واعمال کی تطبیق وتنفیذ، سنت پر عمل کرنے کروانے اور بچوں کو ترغیب دلا کر ان کے والدین سے اجازت لے کر دینی مدارس بالخصوص جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل کروانے، بعدازاں ان کی نگرانی، دیکھ بھال کرنے کا بہت شوق تھا۔

ترجمۃ القرآن کی تعلیم

حافظ صاحب اپنی خودنوشت میں فرماتے ہیں: مولانا چراغ دین صاحب نور پوری رحمہ اللہ قاری عصمت

اللہ صاحب ظہیر قلعہ دیدار سنگھ والوں کے والد گرامی ان سے نورپور کی جامع مسجد اہل حدیث میں قرآن مجید باترجمہ پڑھتا رہا اور انہوں نے اس فقیر الی اللہ الغنی کی تعلیم وتربیت پر اتنی توجہ دی کہ اتنی توجہ میرے والد صاحب بھی نہیں دے سکے۔ کبھی کبھار ہم ساتھیوں نے چھٹی پر نور پور جانا تو رات عشاء کے بعد انہوں نے ہمیں مسجد میں بٹھالینا پھر پند ونصائح کا سلسلہ شروع فرمادینا اور رات گئے تک ہمیں وعظ ونصیحت فرماتے رہنا۔

اللهم ارحم عبدك جراغدين فانه وجهنا و اهل القرية الى الدين۔ ادخله الجنة الفردوس ، يارب العالمين۔

مولانا چراغ دین صاحب اور ایک جھوٹا پیر

مولوی چراغ دین صاحب کا ایک چچا سائیں عبداللہ تھا۔ گاؤں میں اس کو سائیں پیر وغیرہ سے شاید ہی کوئی جانتا ہو، لیکن گاؤں سے باہر اس نے اپنے کافی مرید بنا لیے تھے۔ بالوں کو مہندی لگاتا، پگڑی پہنتا، وضع قطع اس نے پیروں فقیروں والی بنائی تھی جس کی وجہ سے عام سادہ لوگ جن کو قرآن و حدیث کا بالکل علم نہیں ہوتا عمل کی دنیا سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس کو پیر سائیں ماننے لگ گئے۔

جب یہ فوت ہوا تو اس کے مریدوں نے اس کی قبر قبرستان سے باہر الگ بنانے کا پروگرام بنایا، ارد گرد سے کافی لوگ اکٹھے ہو گئے، مولوی چراغ دین صاحب نے ارادہ کر لیا کہ ان کو الگ قبر نہیں بنانے دینی، چنانچہ انھوں نے باہر سے آنے والے لوگوں کو کہا یہ میرے چچا ہیں، میں ان کا بھتیجا ہوں ان کی قبر قبرستان میں ہی بنے گی، الگ قبر نہیں بنائی جا سکتی۔ مولوی چراغ دین صاحب نے پوری جرأت اور بہادری سے للکارا تو بزدل مرید پیچھے ہٹ گئے اور قبر قبرستان میں بنانے پر ہی مجبور ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس کے مریدوں کے جذبات نے انگڑائی لی تو بڑے غصے اور جوش سے گاؤں آئے اور قبرستان سے قبر اکھاڑ کر باہر الگ پیر صاحب کو دفنانا چاہا، اس کام کے لیے وہ تیار ہو گئے اور عمل شروع کر دیا گاؤں کے لوگ اکٹھے تو ہوئے لیکن روکنے کی جرأت کوئی نہیں کر رہا تھا بلکہ اس تماشہ کو دیکھنے کی غرض سے اکٹھے ہوئے تھے کہ قبر اکھاڑنے سے کیا ہوتا ہے یا کیا ہوگا؟ مریدوں نے قبر کی مٹی جب ساری نکال لی تو اب انھوں نے قبر کے پھٹے اکھاڑنے تھے لیکن اس کام کے لیے کوئی جرأت ہی نہیں کر رہا تھا بالآخر ایک آدمی نے جسارت کر کے قبر کی ایک اینٹ یا پھٹہ اکھاڑا ہی تھا کہ اتنی زیادہ بدبو پھیلی لوگ وہاں سے

دور بھاگ گئے اور مریدوں کا یہ حال ہوا کہ وہ قبر چھوڑ کر نکل دوڑے بدبو بڑی دور تک پھیلی، کئی گھنٹوں بعد مرید واپس آئے دوبارہ پھر کام شروع کیا اور اس کے جسم کو باہر نکالا۔ چنانچہ قبر کی جب ساری مٹی نکال لی پھر جسم کو نکالا تو وہ گل سڑھ چکا تھا، بالآخر انھوں نے اس گلے ہوئے جسم کو نکالا اور جہاں اسے دفنانا چاہتے تھے وہاں دفنا دیا۔

مولوی چراغ دین صاحب اس وقت نورپور سے قلعہ دیدار سنگھ آ چکے تھے۔ انہیں اس واقعہ کی خبر نہ ہوسکی، جب خبر ہوئی تو کہنے لگے اگر مجھے پہلے پتا چل جاتا تو میں نے انہیں قبر اکھاڑنے ہی نہیں دینا تھا۔ میں کہتا ہوں: اللہ تعالی کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے، مولانا چراغ صاحب وہاں موجود نہیں تھے انھوں نے قبر اکھاڑ لی اور اسکی حالت دیکھ لی جس سے عبرت حاصل کرنے والوں نے اس کے انجام کو دیکھ کر توبہ کر لی۔

ذرا بات آمنے سامنے ہو جائے

مولوی چراغ دین صاحب کی جرأت اور بہادری کا ایک اور واقعہ سنیں۔ حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ (۴۵ نے مجھے یہ واقعہ سنایا تھا: مولوی صاحب دینی کاموں میں بڑا جذبہ رکھتے تھے اور اس کے لیے بڑی تدبیر بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نورپور میں بریلویوں نے جلسہ کیا، جلسہ میں جس مولوی صاحب کو بلایا تھا انھوں نے اہلحدیثوں کے خلاف بڑی باتیں کیں، جونہی اس مولوی صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو مولوی چراغ دین صاحب نے اپنی مسجد میں ایک مولوی صاحب کی تقریر شروع کرا دی، جنہیں مولوی صاحب نے پہلے ہی تیار کیا ہوا تھا۔ انھوں نے اس کی تقریر کا جواب دیا، ان کی تقریر ختم ہوتے ہی مولوی چراغ دین صاحب نے گاؤں کے چوہدری سے ملاقات کی اور اس سے کہا ان کے مولوی نے صبح اس مسجد کی محراب والی جانب سے گزرنا ہے۔ آپ نے اس سے کہنا ہے کہ رات کو آپ نے بھی تقریر کی ہے اور انھوں نے بھی تقریر کی ہے ساری رات شور برپا رہا ہے ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آئی لہٰذا آپ ہمارے ساتھ ان کی مسجد میں چلیں وہاں ان کے مولوی صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں آمنے سامنے گفتگو ہو جائے گی تو ہمیں بھی کچھ پتا چل جائے گا چنانچہ صبح جب بریلوی حضرات کے مولوی صاحب اس گلی سے گزرے تو چوہدری صاحب نے انہیں ٹھہرا لیا اور انہیں مسجد میں چلنے کو کہا کہ وہاں اہلحدیثوں کے مولوی

صاحب کے سامنے بیٹھ کر گفتگو کرو۔ بریلوی حضرات کے مولوی صاحب یہ بات سن کر پریشان ہو گئے اور دائیں بائیں ہونے کی کوشش کرنے لگے، چوہدری صاحب نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیا کہ مسجد چلو۔ یہ چال بھی مولوی چراغ دین صاحب نے چوہدری کو بتائی تھی، خیر جب چوہدری صاحب نے مولوی صاحب کے بازوؤں کا جھٹکا دے کر مسجد کی طرف کھینچا تو مولوی صاحب کے میزبان دوست جنھوں نے مولوی صاحب کو بلایا تھا چوہدری صاحب کی منت کرنے لگے۔ چوہدری صاحب چھوڑیں آپ نے ہمارے مولوی صاحب کی توہین کی ہے۔ چوہدری صاحب کہنے لگے بھلا اس میں توہین والی کونسی بات ہے بالمشافہ گفتگو ہو جائے گی ہمیں بھی پتا چل جائے گا، خیر کافی شور وغوغا کے بعد مولوی صاحب کی خلاصی ہوئی پھر دوبارہ نور پور آنے کا نام نہیں لیا۔

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو دین کے لیے چن لیا تھا

قال حمید بن عبد الرحمن سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

"حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا: وہ فرما رہے تھے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ اسلام جس زندگی کا تقاضا کرتا ہے اور انسان کو عبودیت کی معراج پر دیکھنا چاہتا ہے وہ علم دین ہی پر موقوف ہے، علم دین کی بنا پر انسان، انسان بنتا ہے اور بندہ اپنی حقیقت کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے، نیز عقیدہ وعمل کی تمام راہیں اسی سے نکلتی ہیں جس پر چل کر بندہ اپنے پروردگار کا حقیقی اطاعت گزار، رسول کا فرماں بردار اور دین وشریعت کا پابند بنتا ہے۔

جامعہ محمدیہ میں داخلہ

جامعہ محمدیہ میں داخلہ کے متعلق حافظ صاحب نے خود لکھا ہے: بھائی محمد صدیق کی وفات کے بعد ۱۳۷۲ھ میں والد صاحب نے مجھے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا۔ سکول میں ہمارے بڑے استاذ مولوی غلام رسول صاحب پھلو کی والے تھے انہوں نے ہمیں کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔

۱۳۷۶ھ میں سکول سے فارغ ہوگیا تو میرے استاذ مولانا چراغدین صاحب نورپوری خطیب وبانی جامع مسجد نورپور نے جن سے ہم قرآن مجیداور ترجمہ پڑھا کرتے تھے..نے میرے والد صاحب سے پوچھا: بھائی عبدالحق اس بچے کو پرائمری کے بعد قلعہ دیدار ہائی سکول میں داخل کروانا اور پڑھانا ہے؟ والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے بس میں تو اتنا پڑھانا ہی تھا آگے پڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں۔تو مولانا چراغدین صاحب جنہیں ہم تمام (ان کے پاس پڑھنے والے بچے) چچاجی کہا کرتے تھے۔فرمانے لگے یہ بچہ پھر مجھے دے دیں میں اس کو پڑھالیتا ہوں۔والد صاحب نے فرمایا مولوی جی اسے لے جاؤ پڑھالو۔

مولانا چراغ دین صاحب رحمہ اللہ اپنے اسی وافر جذبہ کے تحت مجھے ۱۳۷۶ھ میں جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث مغربی پاکستان کے امیر، مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ العلیم الحکیم الخبیر کے پاس چھوڑ آئے، اس وقت جامعہ محمدیہ میں مولانا موصوف امیر ومہتمم کے علاوہ تین اساتذہ کرام طلبہ کی تعلیم وتربیت پر معمور تھے۔شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث وخطیب گجراتی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی اور مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی جامعہ میں اس وقت چھ سال کا نصاب تھا۔جو بحمداللہ وفضلہ مکمل پڑھا اسباق کے علاوہ پورے چھ سال استاذی المکرم محدث سلفی کا فجر کے بعد درس قرآن باقاعدگی کے ساتھ سنتا رہا۔

حافظ صاحب پرائمری کے بعد مدرسہ داخل ہوگئے تھے،اس کے بعد آپ نے دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کی،اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کے لیے چن لیا تھا۔یہاں میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ دینی تعلیم کے جو فوائد ہیں وہ دنیاوی تعلیم کے نہیں۔شیطان نے لوگوں کے دماغوں میں یہ وسوسہ چھوڑا ہے کہ دنیاوی تعلیم، انگریزی تعلیم ضرور حاصل کرو،جس نے سکول میں انگریزی تعلیم حاصل نہ کی اس نے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔کئی لوگ علما سے پوچھتے ہیں آپ کی تعلیم کتنی ہے تو انہیں جب جواب ملتا ہے پرائمری،تو وہ انگریز کا دلدادہ کہتا ہے یہ تو کوئی تعلیم نہیں۔وہ درس نظامی اور وفاق المدارس اور فاضل عربی کو کچھ نہیں سمجھتا۔جبکہ حقیقت یہ ہے سات سالہ مدرسہ کے پڑھے ہوئے عالم سے ڈبل ایم اے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا،عربی، اردو، فارسی کی جو تعلیم مدرسہ میں دی جاتی ہے وہ انگریز کے بنائے ہوئے نصاب میں ملتی ہی نہیں۔کئی ایم اے کے سٹوڈنٹ جب اسلامیات کی تیاری کرنے کے لیے ہمارے علما کے پاس آتے ہیں تو یہ علما حیران ہوتے ہیں کہ یہ جو ایم اے کی اسلامیات اٹھائے پھر رہا ہے یہ تو ہم پہلی

کلاس کے طلبا کو پڑھاتے ہیں۔ اس کا یہ نصاب تو ہماری پہلی کلاس کے طلبا پڑھا سکتے ہیں۔ بس صرف اتنا فرق ہے کہ انگریز کی تعلیم سے ڈگری ملتی ہے اور نوکری ملتی ہے۔ دنیا کے لالچی اور حریص اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ دینی تعلیم ہی اصل تعلیم ہے۔ یاد رکھو! دنیا کی تعلیم، انگریزوں کی کتابیں اور نصاب سے واقفیت ہو یا نہ ہو دین کی تعلیم، اللہ کے قانون اور اس کے رسول ﷺ کی احادیث سے آشنائی ضروری ہے اور یہی اصل تعلیم ہے۔ اسی علم کے پڑھنے والے کو عالم کہتے ہیں جبکہ انگریز کے نصاب کے پڑھنے والے کو عالم نہیں کہتے۔ اسے ایم اے، بی اے، میٹرک پاس تو کہہ سکتے ہیں عالم نہیں کہہ سکتے۔ حافظ صاحب پرائمری پڑھے ہوئے تھے، لیکن بڑے بڑے پروفیسر حافظ صاحب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے تھے۔ ماسٹر خالد صاحب نے جو دین سیکھا ہے حافظ صاحب سے سیکھا ہے۔ دو دو گھنٹے حافظ صاحب کے پاس بیٹھے رہتے۔ پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب حافظ صاحب کا انتہائی زیادہ ادب و احترام کرتے اور آپ کے سامنے ایک طالب علم کی حیثیت سے بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ محمد زمان صاحب عمران سویٹ والے نے اپنے گھر دعوت کی، اس دعوت میں انھوں نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ اور حافظ محمد ارشد صاحب کو مدعو کیا، وہاں حافظ محمد ارشد صاحب فرما رہے تھے: میں نے کھانا تو کچھ نہیں ہوتا (بیماری کی وجہ سے) صرف حافظ صاحب کی وجہ سے اس دعوت میں شریک ہوا ہوں۔

علم دین، شریعت کی نظر میں بنیادی اور ضروری حیثیت رکھتا ہے۔ دینی علم دوسرے علوم کے مقابلے میں اسلام کی نظر میں سے سب مقدم اور ضروری ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ افسوس ہے! لوگ دین کا علم حاصل نہیں کرتے اور دین داروں کو بھی معاف نہیں کرتے، ایسے حالات میں علما پر فرض ہے کہ وہ علم دین کے طلب گاروں کی حوصلہ افزائی کریں۔

علم دین وہ علم ہے جو انسان کو نہ صرف یہ کہ شرافت وتہذیب کا سرمایہ بخشتا ہے عزت وعظمت کی دولت سے نوازتا ہے، اخلاق و عادات میں جلا پیدا کرتا ہے اور انسانیت کو انتہائی بلندیوں پر پہنچاتا ہے، بلکہ قلب انسانی کو عرفان الٰہی کی مقدس روشنی سے منور کرتا ہے، ذہن وفکر کو صحیح عقیدے کی معراج بخشتا ہے اور دل ودماغ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت گزاری کی راہ مستقیم پر لگاتا ہے۔ اسلام، جو انسان کے لیے ترقی وعظمت کی راہ میں سب سے عظیم مینار نور ہے، وہ اس عظیم وصف کو انسانی برادری کے لیے ضروری قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو دینی ودنیوی ترقی وکامیابی کا زینہ بناتا ہے۔

مولانا چراغ دین رحمہ اللہ کا نگرانی کرنا

مولانا چراغ دین صاحب جن بچوں کو مدرسہ داخل کراتے ان کی نگرانی کرنے کیلئے جامعہ بھی آیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے مجھے بتایا: ایک دفعہ مولانا چراغ دین صاحب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ آئے۔ اس وقت جامعہ زیرتعمیر تھا، مولانا محمد عبداللہ صاحب نے مجھے ایک کاپی دی تھی اور کہا تھا تو نے اس پر مزدوروں اور مستریوں کی حاضری لگانی کرنی ہے اور ٹائم بھی لکھنا ہے کہ کب آئے اور کب گئے ہیں۔ حافظ صاحب نے بتایا مولانا چراغ صاحب آئے تو میرے ہاتھ میں وہ کاپی تھی، دیکھ کر کہنے لگے یہ کاپی کون سی ہے؟ میں نے بتایا یہ کاپی مجھے مولانا عبداللہ صاحب نے دی ہے، اس پر میں مزدوروں کی حاضری لگاتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا چراغ صاحب غصے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے تجھے گاؤں سے پڑھنے کیلئے بھیجا ہے۔ حاضری لگانے کیلئے نہیں بھیجا۔ یہ حاضری تو اور بھی بہت لگا سکتے ہیں۔ تم یہ کاپی مولانا صاحب کو واپس کر دو۔ یہ واقعہ سنانے کے بعد حافظ صاحب کہنے لگے مولانا چراغ صاحب ہمارا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہمارے والدین سے بڑھ کر انہوں نے ہماری پڑھائی کا خیال رکھا ہے۔ حافظ صاحب اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ ایمانی حمیت وغیرت کے حوالے سے اکثر کیا کرتے تھے۔

زمانہ طالب علمی

عن عبد الله بن مسعود قال :كن عالما و متعلما و مستمعا ولا تكن الرابع فتهلك . (سنن دارمی)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: عالم بنو یا طالب علم بنو یا بات کو غور سے سننے والے بنو، چوتھے شخص نہ بننا ورنہ تم ہلاکت کا شکار ہو جاؤ گے''۔

حافظ صاحب کے زمانہ طالب علمی کے ایک ساتھی (حافظ منصور، حافظ مسعود صاحب کے والد گرامی) جو مسلم ٹاؤن جناح روڈ میں رہتے ہیں، نے بتایا: حافظ صاحب زمانہ طالب علمی میں بھی بہت محنتی اور لائق تھے۔ تقویٰ وطہارت اس وقت بھی ایسا ہی اعلیٰ تھا۔

حافظ صاحب جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں پڑھتے تھے تب وہاں مدرسہ میں روٹی نہیں پکتی تھی، طلبا گھروں سے روٹی لاتے تھے۔ کھانا لانے کے لیے طلبا کی باری تقسیم تھی اس دوران میں حافظ صاحب بھی

چھابہ اٹھا کر کسی کے گھر سے روٹی لایا کرتے تھے۔ یقیناً دین کا علم پڑھنے والے اسی طرح کے ہوتے ہیں، یہاں مجھے ایک روایت یاد آئی ہیں: ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کا حال پوچھتا ہوں جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اگر مجھ سے جھوٹ بیان کرے، تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دینا، ہرقل نے کہا کہ امیر لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور؟ ابوسفیان کہتا ہے: میں نے کہا نہیں، بلکہ کمزور۔ پھر ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے، تو تم نے کہا کہ کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے، دراصل تمام پیغمبروں کے پیرو یہی لوگ ہوتے رہیں۔

عام طور پر غریب و نادار مسلمان کا دل بہت صاف ہوتا ہے اور اس کے سبب وہ حق کو بہت جلد قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی و مالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی و بے نیازی اور تکبر کا وہ مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو انہیں قبول حق اور احکام الٰہی کی پیروی سے باز رکھتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ﴾

[الاعراف:١٤٦]

اور اس حقیقت کا اندازہ علما کے شاگردوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے جو لوگ غریب و نادار ہوتے ہیں وہ حق بات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ صاحب ثروت و مالدار ہوتے ہیں وہ ہر بات میں حیل و حجت کرتے ہیں۔

الفواتح عنوان الخواتم

بابائے اہل حدیث عبداللہ نے ''تاریخ اہلحدیث شہر گوجرانوالہ'' کے صفحہ ٨٦ پر مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے بارہ شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔ اور بعد میں لکھا ہے: مندرجہ بالا مختصر فہرست ان شاگردوں کی ہے جنھوں نے کسی نہ کسی رنگ میں شہرت حاصل کی ہے۔ ورنہ آپ کے شاگردوں کی تعداد

ہزاروں تک ہے۔تو اس مختصر بارہ کی تعداد والی فہرست میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا نام بھی لکھا ہے۔ظاہر بات ہے ۱۹۶۷ء کی چھپی اس کتاب میں حافظ صاحب کے مقام شہرت کا تذکرہ ہوتا ہوا ابتدا ہی سے ان کی عظمت ورفعت کو اجاگر کر رہا ہے۔

۱۹۶۷ء کی اس کتاب میں یہ اقتباس پڑھ کر آپ کو حافظ صاحب کی عظمت کا مزید اتقان ہو جائے گا۔ بابائے اہلحدیث صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں: مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین مدرس کی تمام خوبیاں عطا کر رکھیں ہیں۔علمی حیثیت سے عجوبہ روزگار ہیں۔کئی کئی صفحات زبانی پڑھتے جائیں گے۔اس نوعمری میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اکثر علوم میں مجتہدانہ دسترس عطا فرمائی ہے۔اگر خداوند تعالیٰ نے ان کو عمر دراز عطا فرمائی تو انشآء اللہ العزیز وہ دن ضرور آئے گا کہ آپ کے پایہ کا کوئی مدرس کم ہی نظر آئے گا۔اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔جب نوعمری میں یہ کمال تھا تو پختہ عمری میں کیا جمال ہوگا۔ میں نے نوعمری تو نہیں دیکھی آخری عمر کے دوعشرے دیکھے ہیں۔اس میں بابائے اہلحدیث کی دعا کی قبولیت دیکھی جوانہوں نے انشاء اللہ العزیز کے الفاظ سے کی تھی تو اللہ عزیز نے پوری فرمادی ﴿فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ کا وافر حصہ پاتے دیکھا ہے۔

حافظ صاحب نے اصول اورفن میں جو کتابیں پڑھیں تھیں وہ انہیں صرف یاد ہی نہیں بلکہ پورا عبور بھی تھا۔آج کل وہ کتابیں مدارس میں پڑھائی نہیں جاتیں۔موجودہ محققین ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔ میں نے حافظ صاحب سے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ نے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟ توانہوں نے بتایا: شمس بازغہ،صدرا،ملاحسن،حمد اللہ،شرح تہذیب حاشیہ پیرزادہ خیالی بشرح چغمینی،شرح مواقف،محیط الدائرہ،توضیح تلویح،سبعہ معلقہ،نورالانوار،حسامی،ان کتابوں کے نام بتائے اور کبھی کبھار ان سے کوئی علمی نکتہ بھی بتاتے۔اور تعلیمی دور کا کوئی واقعہ بھی سناتے۔

جامعہ محمدیہ نیائیں چوک کے اساتذہ

حافظ صاحب اپنی خودنوشت میں فرماتے ہیں: اس وقت جامعہ محمدیہ میں مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ العلیم الحکیم الخبیر امیر ومہتمم کے علاوہ تین اساتذہ کرام طلبہ کی تعلیم وتربیت پر معمور تھے۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث وخطیب گجراتی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی اور مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی۔ جامعہ میں اس وقت چھ سال کا نصاب تھا۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب کے حلقہ درس میں:

حافظ صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا ہے: مولانا اسماعیل سلفی جماعت کے امیر تھے۔ جماعتی ذمہ داری کی وجہ سے باقاعدہ اسباق نہیں پڑھاتے تھے، البتہ فجر کا درس باقاعدگی سے دیتے تھے، درس قرآن کے بعد حاجی غلام نبی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ مولانا سلفی صاحب سے حدیث کی ایک کتاب پڑھتے وہ ختم ہوجاتی تو دوسری شروع کردیتے یہ فقیرالیٰ اللہ الغنی بھی ان کے ساتھ حدیث کے سبق میں شامل ہوجاتا چنانچہ اس طرح حاجی صاحب موصوف کے ساتھ میں نے صحیح مسلم، جامع ترمذی، موطا امام مالک اور صحیح بخاری مولانا سلفی صاحب سے پڑھی۔ صحیح بخاری پڑھنے میں مولانا محمد منشاء صاحب حامد (خطیب جامع مسجد اہل حدیث فردوس الرحمٰن نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ) بھی ہمارے ساتھ شامل تھے۔ چنانچہ صرف ہم دونوں نے مولانا سلفی صاحب سے سندروایت اوراجازت لی۔ مولانا نے فرمایا کہ آج تک مجھ سے کسی نے سندروایت نہیں لی اور نہ ہی میری سندروایت چھپی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قدیم محدثین امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری وغیرہم کی اسانید بھی تو طبع شدہ نہیں تھیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے لکھ دیں ہم خوش خط کرکے خودلکھ لیں گے۔ آپ دستخط کردینا اوراپنی مہر لگادینا۔ چنانچہ مولانا نے ہمیں اپنی سندلکھ دی اس فقیرالی اللہ الغنی نے بازار سے سند کے لیے مخصوص بیل والا کاغذ خریدا اوراپنی اورمولانا محمد منشا صاحب حامد کی دونوں سندیں اپنے ہاتھ سے لکھیں اورمولانا سلفی صاحب سے دستخط

کروائے اور مہر بھی لگوائی وہ سند آج تک میرے پاس موجود محفوظ ہے۔

یہ نسخہ مولانا اسماعیل سلفی صاحب والا ہے

حافظ صاحب نے بتایا کہ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا کرتے تھے آپ کے سامنے جامع البیان ہوتی تھی۔ مولانا اسماعیل سلفی صاحب کے بعد یہ کتاب جامع البیان میرے پاس ہے۔ حافظ صاحب جامعہ محمدیہ گنگنی والا میں جب تفسیر القرآن کا سبق پڑھاتے تو آپ کے سامنے بھی یہ کتاب اور وہی نسخہ ہوتا۔ سبق پڑھانے کے بعد حافظ صاحب اسے اپنے ساتھ گھر لے جاتے خود ہی وہ کتاب پکڑتے، ایک دن میں نے کہا حافظ صاحب یہ کتاب میں پکڑ لیتا ہوں۔ حافظ صاحب نے وہ کتاب مجھے نہ پکڑائی اور کہنے لگے یہ کتاب مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ والی ہے میں نے کہا اس کا کاغذ اب کافی بوسیدہ ہو چکا ہے، دوسرا نیا نسخہ آپ لے لیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے جونسا بھی نسخہ لے لیں وہ نسخہ مولانا اسماعیل صاحب والا نہیں ہوگا۔ یہ نسخہ مولانا اسماعیل سلفی صاحب والا ہے۔ جامع البیان کا یہ نسخہ اب بھی حافظ صاحب کی لائبریری میں موجود ہے، حافظ صاحب نے اس نسخے کو بڑی حفاظت سے رکھا تھا خود ہی اسے پکڑ کر جامعہ لے جاتے اور خود ہی پکڑ کر واپس لاتے اور یہ حافظ صاحب کی خودداری بھی تھی کہ اپنا کام خود ہی کیا کرتے تھے کسی کو نہ کرنے دیتے، کہنا تو دور کی بات ہے۔

حافظ صاحب نے ایک دفعہ ذکر کیا مولانا اسماعیل سلفی صاحب اسی نسخہ سے درس دیا کرتے تھے، جب کبھی باہر سے کوئی عالم دین آتا تو سلفی صاحب اسے درس کی دعوت دیتے، کئی علما آتے اور درس دیتے ہر عالم خود ہی درس کا عنوان منتخب کر کے درس دیتا، ان تمام اہل علم سے صرف دو بزرگ جامع البیان سے عربی سے درس دیتے اور آپ سے پوچھ کر درس دیتے کہ کس آیت سے شروع کرنا ہے؟ پھر اسی آیت سے درس شروع کرتے۔ وہ دو بزرگ مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی امیر اہل حدیث مغربی پاکستان اور دوسرے مولانا عبداللہ صاحب ثانی جڑانوالوی رحمہما اللہ تھے۔

یہ بزرگ وہی سے درس دیتے جہاں سے مولانا سلفی صاحب نے درس دینا ہوتا یعنی تسلسل کے ساتھ روزانہ سلفی صاحب قرآن کا درس دیتے تھے تو یہ بزرگ اس تسلسل کو قائم رکھتے، اور جامع البیان کے اسی نسخے سے درس دیتے۔ یہ ان کی فن تفسیر میں مہارت تھی کامل دسترس تھی، فی البدیہ درس دینے کا

ملکہ رکھتے تھے اور پھر درس بھی ان کا کمال کا ہوتا تھا کوئی عام سادہ درس نہیں ہوتا تھا، بڑے علمی نکات پر مشتمل ان کا درس ہوتا تھا۔ اے اللہ علما حق کی قبروں پر اپنی رحمت کی برکھا برسا۔ آمین

مولانا سلفی رحمہ اللہ کی سند حدیث:

حافظ صاحب نے مولانا سلفی صاحب سے کتب احادیث پڑھنے کے بعد سند حدیث طلب کی تو مولانا اسماعیل سلفی صاحب کہنے لگے کہ میں نے کوئی بھی سند نہیں چھپوائی آپ کو کیسے لکھ دوں؟ حافظ صاحب کہنے لگے آپ مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ دیں میں کاتب سے خود ہی لکھوا لوں گا۔ مولانا سلفی صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر سند حافظ صاحب کو دیں، حافظ صاحب کہتے ہیں: میں کاتب کے پاس گیا اور اسے کہا کہ یہ سند خوش خط کر کے لکھ دو۔ مگر کاتب نے اس کے بہت زیادہ پیسے مانگ لیے، چنانچہ پھر وہ سند میں نے اپنے ہاتھ سے ہی لکھ لی اور مولانا اسماعیل سے دستخط کروا لیے، حافظ صاحب نے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے سند خود لکھ لی، کسی سے سند لکھوانے کیلیے پیسے نہیں مانگے، خودداری اور استغنا والا وصف حافظ صاحب میں شروع ہی سے تھا۔ حافظ صاحب نے مجھے بتایا اس سند کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں محمد بن عبدالوہاب کا واسطہ ہے۔ ۱۴۰۶ھ میں سعودی عرب کے الشیخ عبدالوہاب زید نے حافظ صاحب سے اجازت کے طور پر یہ سند حاصل کی پھر انھوں نے یہ سند دلائل النبوۃ کے شروع میں لگائی ہے۔

پھر یہی سند تفسیر ابن کثیر طبع دار طیبۃ کے شروع میں اس کے محقق الشیخ سامی بن محمد السلامۃ نے عبدالوھاب الزید کے واسطے سے بیان کی ہے۔ کیونکہ الشیخ عبدالوہاب الزید نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ سے یہ سند حاصل کی تھی۔ آپ وہ سند ملاحظہ فرمائے: عن عبدالوھاب الزید، عن الشیخ عبدالمنان بن عبدالحق ال نور فوری، عن أبی الخیر محمد اسماعیل السلفی، عن الشیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمان بن حسن آل الشیخ، عن السید نذیر حسین، عن محمد عابد السندی، عن عبدالله ابن شیخ الإسلام محمد بن عبدالوھاب، عن أبیه شیخ الاسلام، عن محمد حیاۃ السندی، عن حسن العجیمی، عن أحمد بن محمد بن العجل الیمنی، عن یحییٰ بن مکرم الطبری، عن الحافظ السیوطی، عن الشمس محمد بن محمد العقبی والنجم أبی القاسم ابن عمر بن محمد بن محمد بن محمد بن فهد المکی کلاهما عن

ابن الجزری عن ابن کثیر رحمہ اللہ.

مولانا صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: حضرت محدث نورپوری صاحب سے عرب' انڈیا' کویت ودیگر ممالک کے لوگ سند اجازہ لیکر فخر محسوس کرتے تھے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ء)]

مولانا محمد عبداللہ صاحب کے تلمذ میں:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن محدث گجراتی رحمہ اللہ۔ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکوٰۃ اور جامع البیان اور دال بازار میں بدایۃ المجتہد اور سراجی پڑھی۔

مولانا عبدالحمید صاحب محدث ہزاروی حفظہ اللہ کے تلمذ میں:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب محدث ہزاروی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔ گلستان، بوستان سعدی، فصول اکبری، شافیہ، مراح الارواح، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، الفیہ ابن مالک، شرح ابن عقیل، شرح نخبہ، مقدمہ ابن صلاح، مجموعہ منطق، مرقات منطق، شرح تہذیب، قطبی، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، موطا امام مالک، صحیح مسلم، صحیح بخاری، نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنزالدقائق، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، القراءۃ الرشیدہ اول دوم چہارم، نفحۃ الیمن، سبع معلقہ، دیوان الحماسہ، کلیلہ دمنہ، مقامات حریری، دیوان المتنبی، اصول شاشی، نورالانوار اور حسامی وغیرہ۔

حافظ محمد قاسم صاحب خواجہ رحمہ اللہ کے تلمذ میں:

حافظ محمد قاسم صاحب خواجہ رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں القراءۃ الرشیدۃ سوم پڑھی۔

مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی حفظہ اللہ کے تلمذ میں:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔ سنن ابن ماجہ، چھٹی جماعت کی کتاب فارسی، عربی کا معلم، نحو میر، صرف میر، میزان الصرف، صرف بہائی، نخبۃ الاحادیث اور درجات الادب وغیرہ۔

دارالحدیث مدینۃ العلم

حافظ صاحب خود بیان فرماتے ہیں: مولانا عبداللہ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں پڑھاتے تھے اور خطبہ جمعہ دال بازار والی مسجد میں ارشاد فرماتے تھے۔ دال بازار والی مسجد ایوب خان کے دور میں محکمہ اوقاف نے اپنے کنٹرول میں لے لی تھی۔ محکمہ اوقاف نے خطباء حضرات کا تین ماہ کا کورس مقرر کیا جو اوقاف کے ہر خطیب کے لیے ضروری تھا۔ بصورت دیگر خطیب کو محکمہ اوقاف سے الگ ہونا پڑتا۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ مولانا اسماعیل سلفی صاحب سے تدریس کی چھٹی لے کر تین ماہ کا کورس کرنے بہاولپور چلے گئے۔ کورس کی تکمیل کے بعد آپ نے واپسی پر دوبارہ اپنے اسباق پڑھانا شروع کر دیے۔ کچھ عرصہ کے بعد اوقاف والوں نے دوبارہ کورس کا اعلان کیا تو پھر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے اجازت طلب کی لیکن اس مرتبہ مولانا اسماعیل صاحب نے اجازت دینے سے انکار کر دیا، کہنے لگے: تین ماہ پہلے آپ چھٹی گزار کر آئے ہیں پھر دوبارہ جائیں گے تو طالب علموں کا نقصان ہوگا ایک سال میں چھ ماہ چھٹیاں ہوں گی تو اسباق کس طرح مکمل ہوں گے؟ لیکن مولانا عبداللہ صاحب نہ مانے بغیر اجازت کورس کرنے چلے گئے۔ مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے ان کے جانے کے بعد ایک اور استاذ کو ان کی جگہ پر مقرر کر دیا۔

مولانا صاحب نے دال بازار والی جماعت سے بات کی پہلے تو میں جامعہ محمدیہ میں پڑھایا کرتا تھا اب سارا دن فارغ بیٹھا رہوں گا۔ اس طرح علم بھی آہستہ آہستہ بھولنے لگے گا جماعت نے کہا آپ ادھر دال بازار کی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کرلیں۔ مولانا خود بھی پائے کے بڑے استادوں میں تھے ادھر آپ نے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بھی دال بازار میں تدریس کرنے کی بات کرلی اور حافظ صاحب مان گئے مولانا بشیر الرحمٰن نورپوری ان کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں آخری ایک سال لگا کر آئے تھے ان کو بھی آپ نے دال بازار والے مدرسہ میں استاد رکھ لیا اس طرح قاضی مقبول احمد صاحب کو بھی دال بازار والے مدرسہ میں استاد بنالیا۔ بعد میں علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی تھوڑی مدت کے لیے دال بازار والے مدرسہ میں اعزازی استاد بن گئے۔ ضلع گجرات کے دو استاذ بھی وقتاً بعد وقت رکھے گئے۔

ایک جمعہ کے خطبہ میں مولانا صاحب نے اعلان کیا کہ دال بازاروالی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کردیا گیا ہے شوال میں پڑھائی شروع کردی جائے گی اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی بخاری شریف اسی مدرسہ میں پڑھائیں گے ان شاء اللہ۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے کئی طلباء استادصاحب کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے کی غرض سے دال بازاروالی مسجد میں جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے تو ان ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے واپس جاکر خبردی کہ آج خطبہ جمعہ میں استادصاحب نے یعنی مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اعلان فرمایا ہے کہ دال بازاروالی مسجد میں مدرسہ قائم کردیا گیا ہے شوال کو اس مدرسہ میں پڑھائی کا آغاز ہوگا اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی اسی مدرسہ میں بخاری شریف ادھر ہی پڑھائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ساتھی نے جس وقت آکر یہ خبر سنائی اس وقت میں اپنی اور اپنے ساتھی مولانا محمد منشاء صاحب حامد کی سندیں کتابت کررہا تھا۔ فوراً مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ استاد جی مجھے بھی اپنے مدرسہ میں داخل فرمالیجیے، مولانا نے فرمایا تو داخل ہی داخل ہے بڑی کتابیں پڑھ لیا کر اور چھوٹی کتابیں پڑھادیا کر کیونکہ ہمارے پاس استادوں کی کمی ہے۔ کام بھی نیا نیا ہے میں نے کہا جی درست ہے دراصل میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہوچکا تھا اور حافظ صاحب محدث گوندلوی کے پاس بخاری پڑھنے کی غرض سے جانا چاہتا تھا۔ محدث گوندلوی دال بازاروالے نئے مدرسہ میں تشریف لے آئے تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس نئے مدرسہ کی طرف رجوع کیا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب گجراتی پہلے ہی جامعہ محمدیہ میں میرے استاد تھے خندہ پیشانی سے انہوں نے مجھے داخل فرمالیا۔

اس نئے مدرسہ کا نام پہلے پہل ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' رکھا گیا آٹھ سال کا نصاب بنایا گیا۔ آلی علوم وفنون کی کافی کتب کو اس نصاب میں سمودیا گیا حافظ صاحب محدث گوندلوی کے مشوروں کو خصوصی اہمیت دی گئی بلکہ کافی حدتک اس نصاب میں ان ہی کی تجویز کردہ کتب کو شامل کیا گیا۔ افتتاحی درس میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی کو بھی مدعو کیا گیا وہ تشریف لائے اس مدرسہ کی انتظامیہ کا نام ''اخوان اہل حدیث'' رکھا گیا۔ کا امیر حافظ نصیرالدین صاحب اور خازن حاجی عبدالحق صاحب ناگی کو بنایا گیا۔ طلبہ کی رہائش کے لیے جامع مسجد دال بازار کے ساتھ ملحقہ عمارت کرائے پر حاصل کی گئی اور مسجد کی جنوبی جانب مسجد اور عمارت کی درمیانی دیوار سے چھت کے اوپر سے مسجد آنے جانے کا راستہ بنایا گیا۔ ابتداء ہی مدرسہ کو مشہور ومعروف، تجربہ کار حدیث وتفسیر اور دیگر علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام کی خدمات

میسر آ گئیں۔

اس لیے پہلے سال ہی اول سے لے کر آٹھویں جماعت تک طلبہ آ گئے۔ حافظ ذکاء اللہ، حاجی عطاء اللہ، حاجی حبیب اللہ اور مولانا ثناء اللہ سالک بلتستانی وغیرھم پہلے سال ہی حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بخاری شریف پڑھنے کی غرض سے اس مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔ صوفی اکبر صاحب بھی حافظ صاحب کی وجہ سے ہی تشریف لائے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ صاحب جب جامعہ اسلامیہ محلّہ گلشن آباد سے فارغ ہوئے تو صحیح بخاری دوبارہ پڑھنے کے لیے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا رخ کیا، وہاں حافظ محمد گوندلوی صاحب رحمہ اللہ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر اپنے کاغذات مکمل کر کے جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ بھیج دیے۔ اس دوران میں انھوں نے مولانا عبداللہ صاحب سے رابطہ کیا کہ جب تک میں سعودی عرب روانہ نہیں ہوتا مجھے مدینۃ العلم دال بازار میں تدریس کی اجازت دے دی جائے۔ مولانا عبداللہ صاحب نے ان کو خوش آمدید کہا چنانچہ علامہ صاحب نے یہاں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے، اس دوران حافظ صاحب (عبدالمنان رحمہ اللہ) نے علامہ صاحب سے مختلف کتابیں پڑھیں حافظ صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے علامہ صاحب سے رشیدیہ پڑھی ہے۔ مزید تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

حافظ صاحب نے بتایا ہم ان سے پڑھتے تھے۔ پڑھائی کے دوران طلبا سے علامہ صاحب کا کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا جس وجہ سے سبق آگے نہ پڑھ سکے۔

مدینۃ العلم دال بازار کے اساتذہ

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے تلمذ میں

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث کے امیر حافظ ابوعبداللہ محمد بن فضل دین بن بہاء الدین محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں تحفۃ الاخوان اور جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں قرآن مجید کی تفسیر اور صحیح بخاری دو دفعہ پڑھی۔

حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کا فیض

مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں:

''حضرت الاستاذ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے ایک دن ہم طلبہ نے سوال کیا کہ آپ کے شاگردوں میں اس وقت سب سے زیادہ لائق، ذہین اور فطین کون ہے جس پر آپ کو اعتماد ہو؟ انھوں نے کہا: ''عبدالمنان نور پوری ہے۔ اس نے میری کتاب ''تحفۃ الاخوان'' خود حل کر کے مجھے سنائی ہے، حالانکہ یہ کتاب ایسی دقیق ترین ہے کہ میں نے لکھ کر مولوی عبدالرشید نعمانی حنفی کو بھیجی تھی تاکہ وہ اسے پڑھے اور استفادہ کرے لیکن اسے اس کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی، اس نے اسی طرح واپس کر دی۔''

''میں کہتا ہوں کہ حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی مصنفہ کتب میں بعض دقیق ترین عبارتیں بھی پائی جاتی ہیں، جنھیں ہر معمولی عالم سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے کہ انھوں نے غامض مسائل پر بھی بحث کی ہے، اور بحث بھی وہ تقلیدی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ مجتہدانہ بصیرت سے گفتگو کرتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ یا حافظ ابن القیم یا علامہ ابن حزم یا علامہ ابن الوزیر یمنی وغیرہم محققانہ بحث کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا راسخ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ عام فنی درسی وغیر درسی کتب میں دقیق ترین عبارات کو جلد ہی سمجھ جاتے ہیں

اور عام آسان الفاظ ہی میں ان کا مطلب سمجھا دیتے ہیں، اور بات کی تہہ اور مصنفین کی اصلی غرض تک ان کی رسائی جلد ہی ہو جاتی ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ میں حضرت الحافظ استاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کا مطلب بھی واضح کر دیتے ہیں، ورنہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کو سمجھ جائے۔ ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی تنقیدی تعلیقات وفوائد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی تعلیقات سے کہیں زیادہ ہیں، جنھوں نے "ارشاد القاری" کو ایک خاص رونق وجلا بخشی ہے۔" [(مقالات محدث گوندلوی، ص: ۲۵)]

علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر شہید کے تلمذ میں:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر شہید بن حاجی ظہور الٰہی صاحب رحمہما اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں رشیدیہ، دیوان الحماسہ اور شرح العقائد النسفیہ پڑھیں۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی حفظہ اللہ کے تلمذ میں:

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی حفظہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں سلم العلوم اور جی ٹی روڈ ہدایۃ الحکمۃ اور میبذی پڑھی۔

مولانا عبدالحمید صاحب گجراتی رحمہ اللہ کے تلمذ میں:

مولانا عبدالحمید صاحب گجراتی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں شرح جامی، قطبی، میر قطبی، سعدیہ، رشیدیہ اور ہدیہ سعیدیہ پڑھیں۔

ماسٹر عبدالمنان راز:

ماسٹر عبدالمنان راز حاجی پورے والے رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں چھٹی جماعت کی انگریزی کی کتاب پڑھی۔

جامعہ شرعیہ سے جامعہ محمدیہ

حافظ صاحب فرماتے ہیں: دارالحدیث مدینۃ العلم دال بازار میں مدرسہ کے لیے جگہ تنگ تھی اس لیے مولانا موصوف اس کوشش میں تھے کہ کھلی جگہ شہر سے باہر کہیں مل جائے تو مدرسہ وہاں لے

جایا جائے۔حاجی غلام محمد صاحب امرتسری رنگ والوں نے لاہور کی جانب برلب جی ٹی روڈ پر ایک ایکڑ زمین فیکٹری کے لیے خرید رکھی تھی انہوں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے زمین مدرسہ کو دے دی۔فوری طور پر جی ٹی روڈ کے بالکل سامنے چھ کمرے نیچے اور چار کمرے اوپر کل دس کمرے تیار کیے گئے حاجی صاحب موصوف امرتسری رنگ والے بذات خود معماروں اور مزدوروں کی نگرانی فرماتے۔صبح آجاتے اور شام کو واپس جاتے ان کے بیٹے دوپہر کا کھانا انہیں ادھر ہی پہنچاتے۔لینٹر کا موقع آتا مولانا دال بازار میں اعلان فرمادیتے حاجی پورے والوں کی بس آجاتی طلبا، مسافر خانہ اور حاجی پورہ سے نمازی بس میں بیٹھ جاتے جی ٹی روڈ جائے عمارت پہنچ کر مولانا خود، طلبا اور شہر سے آئے ہوئے لوگ سب حسب ہمت وشان لینٹر ڈالنے میں کام کرتے۔دس کمرے تیار ہوگئے تو حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی اور سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی وہ تشریف لائے تو اس طرح جی ٹی روڈ والے مدرسہ کا افتتاح عمل میں آیا۔یہ ۱۳۸۴ھ کی بات ہے اس دن سے جی ٹی روڈ والی عمارت میں پڑھائی شروع کردی گئی۔بعدازاں اس عمارت کی شمالی جانب مسجد کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب ناگی نے مسجد بنوانے میں نگرانی کی۔اب کہ وہ مسجد اور دس کمرے نئی مسجد میں آگئے ہیں۔

مدرسہ کے نام ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' میں جامعہ کا لفظ نہیں تھا، جامعہ والے کئی نام سامنے آئے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کی تجویز سے مدرسہ کا نام ''جامعہ شرعیہ'' رکھ دیا گیا۔۱۳۸۸ھ میں استاذی المکرم مولانا سلفی صاحب وفات پاگئے تو جماعت نے ان کی جگہ پر استاذی المکرم مولانا محمد عبداللہ صاحب کو خطیب ومہتمم مقرر فرمایا۔بعدازاں جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ میں مدغم کردیا گیا۔اور جامعہ شرعیہ نام ختم کردیا گیا۔فیصلہ ہوا کہ حفظ، تجوید اور ناظرہ کا شعبہ بدستور جامعہ محمدیہ چوک نیائیں ہی میں رہے اور درس نظامی کا شعبہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں اکٹھا کردیا جائے۔جی ٹی روڈ میں اساتذہ تھے خود مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب، مہتمم، مولانا ابوالحسن جمعہ خاں صاحب ہزاروی، مولانا بشیر الرحمٰن صاحب نورپوری اور راقم السطور۔جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے اساتذہ تھے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی جامعہ محمدیہ میں ان کی تدریس کا پہلا سال وہی ہے جو میرا پڑھنے کا پہلا سال تھا۔یعنی ۱۳۷۶ھ۔مولانا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی اور مولانا حافظ محمد رفیق صاحب جھجھوی حفظہ اللہ تو یہ سب اساتذہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں بڑی تندہی سے تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے صرف حافظ

عبدالسلام صاحب بھٹوی بعد میں استعفیٰ دے کر الگ ہو گئے اور مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی فوت ہو گئے۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ

یہ ان اساتذہ کا تذکرہ ہے جو درس نظامی پڑھانے والے جامعہ شرعیہ کے جامعہ محمدیہ میں مدغم ہونے کے وقت تھے۔ بعد میں جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کے اور اساتذہ بھی متعین کیے گئے۔ نیز حفظ، تجوید اور ناظرہ کے اساتذہ ان کے علاوہ تھے اور ہیں۔

جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے اساتذہ

حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں درجہ ذیل اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے تلمذ میں:

مولانا عبدالرحمٰن بن عطاء اللہ بن محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں قاضی مبارک اور خلاصۃ الحساب پڑھیں۔

مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ کے تلمذ میں:

مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں تفسیر بیضاوی، الفوزالکبیر، شمس بازغہ، صدراء، ملاحسن، حمداللہ، مسلم الثبوت، تلویح التوضیح، تاریخ الادب العربی، محیط الدائرہ، تحریر اوقلیدس، شرح تھذیب از ملاجلال، حاشیہ میر زاھد، خیالی، شرح مواقف، مطول، تصریح، شرح چغمینی وغیرھا پڑھیں۔

مولانا جمعہ خاں صاحب علوم وفنون کے بڑے ماہر استاذ تھے، مشہور یہ ہے کہ مولانا عبداللہ صاحب نے انہیں حافظ صاحب کے لیے یہاں مقرر کیا تھا۔ یہ بات مجھے ماسٹر خالد صاحب نے بتائی ہے۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: اس وقت جامعہ محمدیہ میں نصاب تعلیم کو کلاسوں کے اعتبار سے نہیں پڑھایا جاتا تھا بلکہ نصاب تعلیم کے مطابق کلاسیں بنائی جاتی تھیں یعنی طلبہ (خصوصاً منتہی طلبہ) کو اختیار ہوتا تھا کہ وہ جس جس علم وفن کی جو جو کتاب پڑھنا چاہیں وہ لکھ کر دیں پھر اس حساب سے طلبہ کے گروپ بنا کر کلاسوں میں بٹھا دیا جاتا۔ [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا محمد عبداللہ صاحب امجد چھتوی ﷫ کے تلمذ میں

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب امجد چھتوی ﷫ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں دورہ مناظرہ پڑھا۔

۱۸ مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں میری ملاقات مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب سے ہوئی۔ (میں وہاں مولانا عبد الرشید اظہر صاحب کا نماز جنازہ پڑھنے گیا تھا۔) میں نے ان سے پوچھا حافظ نور پوری رحمہ اللہ نے آپ سے کون کون سے اسباق پڑھے ہیں، تو انھوں نے بتایا: جماعت کی طرف سے ایک تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا۔ یہ تربیتی کورس کروانے کے لیے میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ گیا تھا وہاں گیارہ دن اہل تشیع کے متعلق لیکچر دیا اور دو دن سورۃ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر۔ ان تیرہ دنوں میں میرا یہ تربیتی کورس سننے کے لیے حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ اور عبدالسلام بھٹوی صاحب ﷾ بیٹھا کرتے تھے۔ اس وقت حافظ نور پوری صاحب شیخ الحدیث تھے۔ میں انہیں کہتا آپ میری دائیں جانب بیٹھا کریں لیکن حافظ صاحب دوسرے طلبا کے ساتھ ہی بیٹھا کرتے تھے۔ یہ ان کی تواضع، عاجزی وانکساری تھی۔

حصول علم کے لیے متون حفظ کرنا

۲۳ دسمبر ۲۰۰۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ بروز منگل صبح درس قرآن کے بعد حافظ صاحب نے بتایا کہ پہلے علما فنون کو یاد کرنے کے لیے اس فن میں کسی متن کو یاد کیا کرتے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ نے بھی کوئی متن یاد کیا ہے؟ حافظ صاحب نے بتایا میں نے طالب علمی زمانہ میں فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا متن بہت تلاش کیا لیکن کوشش کرنے کے باوجود وہ مجھے دستیاب نہ ہو سکا، تو میں نے رشیدیہ سے دیکھ کر الگ متن خود اپنے ہاتھ سے لکھا اور وہ مکمل متن حفظ کر لیا تاکہ مناظرہ کی اصطلاحات اچھی طرح ضبط کرلوں، پھر حافظ صاحب نے وہ متن مکمل حفظ کیا۔ طالب علموں کے لیے اس میں بہت زیادہ نصیحتیں ہیں۔ جو طلبا کسی بھی فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس فن کا کوئی متن ضرور حفظ کریں، لیکن بڑا دکھ ہوتا ہے جب ہم ان مناظر اسلام حضرات کو دیکھتے ہیں جو بڑے بڑے مناظرے کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن انہیں مناظرہ کے فن کی کسی بھی کتاب

کو پڑھنا نہیں آتا، متن حفظ کرنا بعد کی بات ہے۔ حافظ صاحب ایک بہترین اور کامیاب مناظر تھے، مدمقابل ان سے بات کر کے پچھتاتا تھا کہ میں پھنس کہاں گیا ہوں، اب میری خلاصی نہیں ہو رہی۔

اسی طرح حافظ صاحب نے بتایا کہ سراجی کو ہندوستان کے ایک عالم نے منظوم شکل میں لکھا اس کا نام «أطیب المرام في میراث الإسلام» رکھا وہ مکمل اشعار میں نے زبانی یاد کر لیے، مولانا نذیر احمد صاحب جو جامعہ اسلامیہ میں استاذ تھے، مولانا عبداللہ صاحب نے انہیں جامعہ محمدیہ کے طلبا کا امتحان لینے کے لیے ممتحن مقرر کیا۔ مولانا نذیر صاحب مجھ سے سراجی کا کوئی مسئلہ پوچھتے تو میں اشعار میں اس کا جواب دیتا جس سے مولانا نذیر احمد بہت خوش ہوئے اور انھوں نے مجھے پورے سو (۱۰۰) نمبر دیے۔

حفظ قرآن:

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب تمام علوم میں اہم اہم کتب یاد کر لیں تو ایک دن میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں نے اور تو سب کچھ یاد کر لیا ہے لیکن قرآن جو کہ سب سے اعلیٰ کتاب ہے اس کو حفظ کرنے سے ابھی تک محروم ہوں۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حفظ قرآن شروع کر دیا رمضان میں چھ ماہ رہتے تھے، حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کا چاند طلوع ہو گیا، لیکن میں انیسواں اور بیسواں پارہ حفظ نہ کر سکا، پھر بھی میں اپنے گاؤں نور پور نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنانے چلا گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ دنوں میں اٹھارہ پارے نمازِ تراویح میں سنا دیے، اور جب انیسویں اور بیسویں پارے کی باری آئی تو صبح سے لے کر شام تک یاد کر کے میں نے باری باری یہ دونوں پارے بھی سنا دیے، پھر بقیہ دنوں میں مکمل قرآن مجید بھی نمازِ تراویح میں سنا دیا۔ والحمد لله علی ذلك

تعطیل کو تفریح نہیں بنایا

دورہ تجوید:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: اس فقیر الی اللہ الغنی نے ان چھ سالوں سے پانچ سالہ تعطیلات رمضان المبارک میں کوئی نہ کوئی شغل وکام اختیار کیے رکھا۔ ۱۳۸۰ھ میں سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں مولانا داؤد صاحب ارشد نے میاں چنوں اپنی مسجد میں دورہ تجوید کا اعلان فرمایا تو یہ فقیر الی اللہ الغنی تجوید پڑھنے کی خاطر وہاں چلا گیا تو قاری ولی محمد صاحب سے تجوید کی کتاب جمال القرآن پڑھی، کچھ قواعد زبانی سنے، قرآن مجید کی تلاوت کی مشق کی اور حروف تہجی کی صفات پر ایک جدول نقشہ تیار کیا اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک توضیحی نوٹ بھی لکھا۔ قاری تاج محمد صاحب عبدالحکیم والے امتحان کے لیے تشریف لائے تو ہمارے استاد محترم قاری ولی محمد صاحب نے وہ نقشہ قاری تاج محمد صاحب کو سنایا قاری صاحب بڑے خوش ہوئے اور نقشے کے نیچے انہوں نے ایک تقریظی نوٹ لکھوایا اور اپنی مہر لگوائی۔

دورہ تفسیر:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: ۔۱۳۸۲ھ کی سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر چوک دالگراں لاہور میں حاضری دی، دورہ تفسیر کا امتحان پاس کیا اور دورہ تفسیر کی سند محدث روپڑی سے حاصل کی۔

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ابوالحسن عبداللہ بن عبدالکریم محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث کورٹ روڈ کراچی میں دورہ تفسیر پڑھا اور سند اجازت حاصل کی۔

خیاطت:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے: ۱۳۷۸ھ کی تعطیلات میں تھوڑا سا خیاطت

(سلائی) کا کام اپنے گاؤں کے خیاط (درزی) غلام محمد سے سیکھا۔

خطاطی:

حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے :۱۳۷۹ھ کی سالانہ تعطیلات میں کتابت (خطاطی) مولانا عبدالواحد صاحب بمبانوالوی سے سیکھنا شروع، کی ایک دن تختی لکھ رہا تھا مولانا سلفی صاحب نے دیکھ لیا تو پوچھا یہ کتابت کن صاحب سے سیکھتا ہے۔

میں نے کہا استاد محترم! مولانا عبدالواحد صاحب سے،فرمانے لگے مولانا عبدالمجید صاحب نظام آبادی کا خط ان سے اچھا ہے، میں ان کو کہہ دوں گا چنانچہ انہوں نے ان سے کہہ دیا تو میں کتابت سیکھنے کے لیے ان کے پاس جانے لگا۔(مولانا عبدالمجید صاحب مولانا سلفی صاحب کے بیٹوں کے ماموں جان ہیں۔)

باب نمبر ٤

حافظ صاحب کے اساتذہ کے حالات زندگی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان کا اجمالی تعارف:

حضرت مولانا محمد اسماعیل السلفی رحمہ اللہ کا خانوادہ برصغیر پاک و ہند کے قدیم باشندگان سے تعلق رکھتا ہے۔ دس بارہ پشت قبل یہ خاندان دولتِ اسلام سے مالا مال ہوا اور ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ﴾ کے مصداق اس خاندان کا تعلق راجپوتوں کی جنجوعہ شاخ سے ہے۔

مرورِایام کے ساتھ یہ خاندان حوادثاتِ زمانہ کا شکار رہا۔ حکومتوں کے ردوبدل سے متاثر ہوا۔ آخر کار مولانا کے جدامجد مولانا محکم دین موضع ڈھونیکے تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اس خاندان کی خاص علمی وجاہت تھی۔ فن کتابت وحکمت کی بدولت انھیں خاصی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

حکیم عبداللہ (حضرت سلفی رحمہ اللہ کے دادا جان)

حضرت مولانا محکم دین کے اکلوتے صاحبزادے حکیم عبداللہ تھے۔ یہ بڑے پائے کے طبیب اور اپنے زمانے کے بہت بڑے نباض تھے۔ رب العزت نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ مخلوق خدا کو ان کی حکمت سے بہت فائدہ پہنچا۔ ان کی شہرت اور ہر دلعزیزی سے جل کر کسی حاسد نے حکیم عبداللہ صاحب کو کوئی زہریلی چیز کھلا دی، جس سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

حکیم عبداللہ صاحب کے چار صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

① مولانا محمد ابراہیم صاحب، ② مولانا احمد دین صاحب، ③ مولانا عبدالعزیز صاحب، ④ مولانا محمد عالم صاحب۔ مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد عالم لا ولد فوت ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب (حضرت سلفی رحمہ اللہ کے والد گرامی)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ اپنے خاندانی ورثہ یعنی فن کتاب وحکمت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ فن نسخ اور نستعلیق دونوں میں ماہر تھے۔ آپ نے خاندانی روایات کے پیش نظر کتابت اور حکمت ہی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا، چونکہ آپ نے صغر سنی ہی میں کتابت میں مہارت حاصل کر لی تھی، اس وجہ سے آپ نے حکمت پر کتابت کو ترجیح دی اور آغاز جوانی میں فن کتابت سے منسلک ہو گئے۔

اسی زمانے میں شیخ محی الدین صاحب دلی دروازہ لاہور میں اشاعتِ کتب کا کاروبار کرتے تھے۔ جناب محی الدین نومسلم تھے اور انھوں نے سکھ مت ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھے۔ مولانا محمد ابراہیم فرمایا کرتے تھے کہ اذان کے بعد شیخ موصوف اپنا کاروبار بند کر دیتے تھے اور نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ ان شیخ محی الدین صاحب کے پاس مولانا محمد ابراہیم خوش نویسی کا کام کرتے تھے۔

استاذِ پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ صاحب سے رابطہ:

جناب صاحبزادہ فیض الحسن صاحب مرحوم کے اجداد میں سے کوئی صاحب اس علاقے کے پیر تھے۔ یہ پیر صاحب اکثر حکیم عبداللہ صاحب مرحوم کے گھر قیام فرماتے۔ جب حکیم عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد یہ خاندان معاشی تنگ دستی کا شکار ہوا، تو حکیم صاحب کے صاحبزادے پیر صاحب کی کفالت سے دست کش ہو گئے۔ اس وجہ سے حضرت پیر صاحب سخت ناراض ہو گئے۔ انھوں نے اپنی ناراضی کا اظہار اس انداز سے کیا کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب دل برداشتہ ہوئے اور وزیر آباد تشریف لے آئے۔

اسی زمانے میں استاذِ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ، وزیر آباد ہی میں متمکن تھے۔ سارا علاقہ ان کی علمی ضیا پاشیوں کی وجہ سے بقعہ نور بن رہا تھا۔ خوش نصیبی سے مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ بھی ان کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگے، پھر باقاعدہ زانوئے تلمذ طے کیا اور استاذِ پنجاب سے علم حدیث

میں دسترس حاصل کی، پھر اس تلمذ نے اتنی قربت حاصل کی کہ گھریلو معاملات بھی استاد اور شاگرد کے درمیان زیرِ بحث آنے لگے۔

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی ولادت با سعادت:

اس وقت تک مولانا محمد ابراہیم کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنے استاد گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ صاحب سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ رب العزت انھیں اولاد عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحب کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور حافظ صاحب کو مولانا محمد ابراہیم کے ہاں ایک فرزند ارجمند کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ اس بشارت کا ذکر حضرت حافظ صاحب نے اس سند میں بھی کیا ہے جو تحصیل علم کے بعد انھوں نے مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی۔ اس سند میں حافظ صاحب نے مولانا سلفی رحمہ اللہ کو ''الولد الصالح'' کے نام سے یاد کیا ہے۔

مولانا سلفی رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۵ء تحصیل وزیر آباد کے قریب ایک گاؤں ڈھونیکے میں ہوئی۔

مولانا محمد ابراہیم اور مسلک اہل حدیث:

استاذِ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی سے تلمذ اور مجالست کا اثر یہ ہوا کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے حنفیت کے بجائے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ ان کے سلفی العقیدہ ہونے کی بنا پر ان کو گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ وہ کئی برس اپنے گھر میں نماز ادا فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزیمت سے نوازا تھا اور متوکل تھے۔ توحید کی برکات کی وجہ سے انھوں نے اس ناروا مقاطعے کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ صاحب حیثیت زمیندار اور صاحبِ فن کاتب تھے اور اعلیٰ پائے کے طبیب بھی تھے۔ طبیب حاذق ہونے کی وجہ سے گاؤں والے آپ کے محتاج تھے۔ آخر کار یہ مقاطعہ اپنی موت آپ ہی مر گیا اور آپ گاؤں کی مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے لگے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب پر تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ انھوں نے اپنی کتابت کو صرف قرآن و حدیث تک محدود کر دیا۔ ان کی کتابت کے شاہ کاروں میں ایک مولانا وحید الزمان کے ترجمے والا قرآن مجید ہے۔ دوسرا متداول شاہکار تحفۃ الاحوذی ہے۔ یہ ترمذی شریف کی شرح ہے۔ یہ شرح جناب مولانا عبدالرحمن

مبارکپوری رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ مسودات ان کے پاس مبارکپور سے آتے تھے، پھر وہ کتابت شدہ کاپیاں بذریعہ ڈاک واپس بھیجتے تھے۔ مبارک پور (یو۔ پی۔ انڈیا) سے مسودات کی ڈھونیکے آمد کی صرف ایک وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب عالم بھی تھے اور کاتب بھی، اس وجہ سے کتابت کی غلطیاں نہیں ہوتی تھیں، بلکہ بعض دفعہ تو مولف کی فروگزاشت کو درست کر دیتے تھے۔

حضرت سلفی رحمہ اللہ کا آغازِ تعلیم:

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا محمد ابراہیم سے حاصل کی۔ اسی گھریلو ماحول میں ایک عالم باعمل حضرت مولانا عمر الدین وزیر آبادی سے استفادہ کا موقع بھی آیا۔ آپ نے چھوٹی عمر میں صَرف ونحو کی ابتدائی کتب پر عبور حاصل کر لیا، صرف ونحو کی ان ابتدائی کتب کے ساتھ آپ نے گلستان، بوستان اور دیگر فارسی کتب بھی پڑھیں۔

باقاعدہ تعلیم کا آغاز:

اس ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے بعد آپ نے حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں باقاعدہ زانوئے تلمذ طے کیا۔ حضرت حافظ صاحب نے بڑی محبت اور شفقت سے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ استاد موصوف نے تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ نے استاذ پنجاب سے صحاح ستہ مکمل اور اصولِ حدیث میں ''شرح نخبۃ الفکر'' اور ''تفسیر جلالین'' پڑھی۔ حضرت حافظ رحمہ اللہ صاحب نے بکمال مہربانی وتلطف مولانا سلفی رحمہ اللہ کو روایت کی اجازت دی اور سند بھی عطا فرمائی۔ یہ سند آپ کو ۱۳۲۳ھ میں دی گئی۔

دلّی روانگی:

وزیر آباد سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ دلّی تشریف لے گئے۔ دلّی ان دنوں علوم و فنون کا مرکز تھا۔ یہاں پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کی تحریک علمی کے گہرے نقوش تھے۔ آپ نے پھاٹک حبش خان میں مدرسہ نذیریہ میں قیام کیا۔ یہ مدرسہ شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی یادگار تھا۔ اس مدرسے میں آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ اور بعض دوسرے شیوخ سے علمی

جواہر اکٹھے کیے۔

امرتسر میں آمد:

ان دنوں امرتسر میں علوم وفنون کا چرچا تھا۔ اکابرین خاندان غزنویہ علوم وفنون کا منبع بن چکے تھے۔ مدرسہ غزنویہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالغفور غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ قیام امرتسر کے دوران میں آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ (جو قیام پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہوئے) سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ آپ مفتی صاحب موصوف سے بہت متاثر تھے۔ فنون میں ان کے ذوق اور طریق تدریس کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فنون میں میری دلچسپی اور درک حضرت مفتی صاحب کے طریقِ تدریس کا فیض ہے۔

سیالکوٹ میں آمد:

سیالکوٹ زمانہ قدیم سے علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین میں علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ سیالکوٹی اور نابغہ روزگار علامہ اقبال جیسی ہستیاں ہوئی ہیں، چنانچہ امرتسر سے فراغت کے بعد حضرت سلفی رحمہ اللہ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ ان دنوں وہاں حضرت علامہ محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی کی علمیت کا چرچا تھا۔ مولانا سلفی نے ان سے بھی کسب فیض کیا۔

جس طرح زمانہ قدیم کے علماء علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے دور دراز کا سفر کرتے تھے، اسی طرح حضرت سلفی رحمہ اللہ نے کئی قدیم دینی مراکز کے سفر کیے اور ان سب مدارس سے علمی جواہر اکٹھے کیے۔

حضرت سلفی کا سلسلۂ علم سند کے لحاظ سے چوبیس واسطوں سے جناب شارع علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

حضرت علامہ ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ مولانا سلفی رحمہ اللہ کے والد کے ہم نام تھے۔ انھوں نے حضرت سلفی رحمہ اللہ کی ذہانت وفطانت کو آن واحد میں پہچان لیا اور انھیں اپنا روحانی بیٹا قرار دیا۔ علامہ سیالکوٹی مرحوم نے اپنی عظیم الشان لائبریری مولانا سلفی کی تحویل میں دیدی اور اس طرح مولانا مرحوم کو قدیم تفاسیر اور نادر علمی کتابوں سے استفادے کا موقع حاصل ہوا۔

گوجرانوالہ میں تقرر:

آپ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی معیت میں گوجرانوالہ

آئے۔ ان ایام میں گوجرانوالہ کی جماعت اہل حدیث چند نفوس پر مشتمل تھی، حضرت سیالکوٹی نے جماعت کے اراکین سے کہا کہ میں ایک درشہوار تمہارے سپرد کرنے آیا ہوں، اس کو حفاظت سے رکھنا۔ اس کے بعد آپ نے شہر گوجرانوالہ کو اپنا وطن بنا لیا کہ اس شہر میں منبر ومحراب کو الحمدللہ چار چاند لگا دیے۔ گزشتہ نصف صدی میں کئی انقلاب آئے، مگر آپ اپنے جادہ مستقیم پر رواں دواں رہے۔ آپ کے پائے عزیمت میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ مقام ومرتبہ کی چاہت اور دولت کی طلب آپ کو اپنے مقام سے نہ ہلا سکی۔

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد کی معرفت آپ کو مدینہ منورہ بلوا بھیجا، مگر آپ نے گوجرانوالہ میں قیام کو ترجیح دی اور اپنی جگہ حضرت العلام جناب مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کو بھجوا دیا۔

گوجرانوالہ کی جامع اہل حدیث میں آپ نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ نصف صدی تک نہ صرف گوجرانوالہ اور اس کے مضافات بلکہ متحدہ پنجاب کے دور دراز کے طلبہ کو علوم اسلامیہ اور ادب عربی سے لبریز کرتا رہا۔ اس مدرسے میں موصوف نہ صرف خود پڑھاتے تھے، بلکہ وقت کے بہترین اساتذہ متعین فرماتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے فاضل یگانہ لوگ اس مدرسہ محمدیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

قومی وجماعتی خدمات:

اس سلسلے میں مناسب ہوگا کہ جریدہ ''الاعتصام'' لاہور کے اداریہ کا ایک ٹکڑا نقل کر دیا جائے، جو یکم مارچ ۱۹۶۸ء کو شائع ہوا۔

> ''گزشتہ نصف صدی میں جماعت اہل حدیث کی کسی بھی قسم کی مذہبی وسیاسی سرگرمی میں مولانا محمد اسماعیل صاحب بدستور ایک اہم عنصر کی حیثیت سے شامل رہے۔ نوجوانی میں سعی وہمت کا یہ حال تھا کہ ۱۹۲۴ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا سالانہ اجلاس کرا ڈالا، جس کے صدر استقبالیہ ہمارے بزرگ مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تھے۔ ہمارے مولانا کو جماعت منظم کرنے کی بڑی دھن تھی۔ انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا، تو اس میں مولانا مرحوم کا بہت دخل تھا۔ ۱۹۳۱ء میں شاہ محمد شریف گھڑیالوی کی سربراہی میں جمعیت تنظیم اہل حدیث پنجاب وجود

میں آئی، تو اس کے روح رواں آپ ہی تھے، چنانچہ اس کا دفتر بھی مولانا کی سرپرستی میں گوجرانوالہ میں تھا۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم تھے۔ ۱۹۴۶ء میں اہل حدیث کانفرنس دہلی میں بلائی گئی، تو آپ اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جہاں تک مغربی پاکستان کی جمعیت اہل حدیث کا تعلق ہے، یہ مولانا سلفی رحمہ اللہ کی مساعی و شبانہ روز محنت و ہمت کی رہین منت ہے۔ مولانا سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ کو ملکی سیاست کی دلدل سے نکال کر جماعت کی سربراہی کے لیے مولانا نے ہی آمادہ کیا تھا، پھر آخر تک حضرت موصوف کا ساتھ نبھایا۔

''پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مطالبے میں ہر قدم پر مولانا غزنوی کے ساتھ جماعت کی نمائندگی کی، چنانچہ اس کمیٹی کے آپ رکن تھے جو ۱۹۵۲ء میں اسلامی آئین کی تشکیل کے لیے بنائی گئی تھی۔ ۱۹۵۳ء کی تاریخی تحریک ختم نبوت کے دوران مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں جمعیت کے تین نمائندے تھے: ① مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، ② مولانا سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ ③ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ۔ تاہم اس سلسلے میں قید و بند کا شرف حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے حصے میں آیا۔

''۱۹۲۴ء میں ہندوستان میں شدھی تحریک شروع ہوئی اور مسلمانوں کو ہندو بنانے پر زور دیا جانے لگا، تو پنجاب سے ایک تبلیغی وفد ملکانوں کے علاقے میں تبلیغ کے لیے گیا۔ اس وفد میں حضرت مولانا سرفہرست تھے۔

عام معمولات زندگی:

حضرت مولانا اتنی مصروف زندگی گزارتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے کہ آپ ان فرائض سے کیسے عہدہ برآ ہوتے تھے۔ مسجد کے خطیب اور پانچوں نمازوں کے امام بھی تھے۔ آپ نے مدت العمر قرآن کا درس اس اہتمام سے دیا کہ ناغہ شاذ و نادر ہی ہوا ہو۔ تبلیغی اور تنظیمی سفر پر تشریف لے جاتے، تو کوشش یہی فرماتے کہ سفر جلد ختم ہو، تاکہ درس قرآن حکیم کے تسلسل میں فرق نہ پڑے۔ گوجرانوالہ میں آتے ہی مولانا نے فجر کے بعد درس قرآن شروع کر دیا تھا، جو سنتالیس برس تک تواتر کے ساتھ جاری رہا۔ درس کے یومیہ سامعین دو اڑھائی سو سے کم نہ ہوتے تھے۔ رمضان المبارک میں یہ تعداد پانچ سو کے قریب ہو

جایا کرتی تھی۔ درس قرآن مجید اور خطبہ میں بھی ترتیب کے ساتھ دوسرے دور کا اٹھارواں پارہ قریب الختم تھا۔ اس درس کے بعد تجار اور کاروباری لوگوں کی ایک جماعت آپ سے باترجمہ قرآن مجید پڑھتی تھی، بعدازاں مدرسہ محمدیہ کے اسباق شروع ہو جاتے تھے اور آپ اہم کتابیں خود پڑھاتے تھے۔

اثنائے مصروفیت ہی میں مضمون نویسی، مقالہ نگاری، خطوط کے جواب اور فتویٰ تحریر فرماتے تھے۔ شہر کی سیاسی و معاشرتی تحریکوں میں حصہ بھی لیا جاتا تھا، ملک کی تحریکوں میں پورے انہماک کے ساتھ حصہ لیتے تھے اور حوادث میں باحسن وجوہ خدمات سرانجام دیتے تھے۔

خطابت:

میدان خطابت کے آپ ایسے شاہسوار تھے، جن کی نظیر ہماری دینی جماعتوں میں شائد کوئی پیش نہ کر سکے۔ آپ کی تقریر کا اسلوب ابتدا ہی سے یگانہ اور منفرد تھا۔ ۱۹۲۱ء کے بعض سامعین اس بات کے شاہد ہیں کہ اس وقت بھی آپ کا اندازِ بیان نرالا تھا۔ آخری دور میں تو خصوصاً پوری کی پوری تقریر حشو و زوائد سے پاک، نیز بے ربط جملوں، غلط تلفظ اور وضعی حکایتوں سے پاک ہوتی تھی۔ دوران تقریر آواز کا زیر و بم، موزوں الفاظ کا انتخاب اور پھر عربی و فارسی اشعار کی ایسی آمد کہ عوام وخواص جھوم جھوم جاتے تھے۔

تصنیف وتالیف:

تفسیر قرآن حکیم کے بعد حضرت کا پسندیدہ موضوع حدیث، حجیت حدیث، تدوین حدیث اور محدثین کرام کے کارنامے تھا، اسی بنا پر مولانا کو محدثین کرام رحمہم اللہ اور مسلک اہل حدیث سے محبت اور شیفتگی تھی، جس کا بین ثبوت حضرت کی مؤلفات اور زیر تصنیف تالیفات ہیں۔ اردو انشا پردازی میں صاحب طرز تھے، جس میں روانی، سلاست بیانی، الفاظ کا چناؤ، ان کا جڑاؤ، طنز کی پھوار اور پھر محل کے مطابق اشعار کی آمد اور شگفتگی بدرجہ اتم موجود ہوتی تھی۔ باوجودیکہ حضرت کثیر الاشغال تھے اور ایک ہی نشست میں شاید ہی کوئی مضمون رقم فرمایا ہو، لیکن پھر بھی موضوع سے ربط اور تسلسل بدستور قائم رہتا تھا۔ شاید بہت کم حضرات کو علم ہو کہ اردو انشا پردازی کے ساتھ ساتھ آپ کو عربی زبان اور اس کے لب ولہجہ پر بھی پورا عبور حاصل تھا۔ اس کی لطافتوں، نزاکتوں اور شیرینی کو برقرار رکھتے ہوئے اہل زبان سے ہمیشہ خط وکتابت رکھتے تھے۔ مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

① اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ
② مسئلہ حیات النبی ﷺ
③ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث
④ تحریک آزادی فکر
⑤ حدیث کی تشریعی اہمیت
⑥ مقام حدیث قرآن کی روشنی میں
⑦ مسئلہ زیارت قبور
⑧ سبعہ معلقہ کا مکمل ترجمہ مع حل لغات اوراس کا پر مغز مقدمہ
⑨ رسول اکرم کی نماز
⑩ مشکوۃ المصابیح کے تقریباً نصف اول کا ترجمہ وتحشیہ

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی کتابوں کے عربی تراجم:

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی اکثر تالیفات چونکہ عالمانہ، محققانہ اور مدلل ہوتی ہیں، اسی وجہ سے بعض عرب شیوخ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی نابغہ روزگار شخصیت کی کتب کا عربی میں ترجمہ ہونا چاہیے، تاکہ عرب دنیا بھی آپ کے علوم سے استفادہ کر سکے۔ ویسے بھی کویت، سعودی عرب اور یمن کے علاقوں میں سلفیت کا غلبہ ہے۔ اس وجہ سے بھی وہ چاہتے ہیں کہ ایک صحیح العقیدہ سلفی عالم کا ورثہ عالم عرب کی طرف بھی منتقل ہونا چاہیے۔

چنانچہ ہندوستان کے دو معروف عربی زبان وادب کے ادیبوں نے مولانا کی حسب ذیل کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

① جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، ایک تنقیدی جائزہ۔ اس کتاب کی تعریب وتقدیم وتعلیق صلاح الدین مقبول احمد نے کی ہے اور عربی میں اس کا نام «موقف الجماعة الإسلاميه من الحديث النبوي» دراسة نقدية مسلك الاعتدال للشيخ المودودي، رکھا ہے۔

② تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی۔ اس کتاب کی تعریب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن الازہری نے کی ہے اور عربی نام «حركة الانطلاق الفكري و جهود الشاه ولي الله

في التجديد» رکھا ہے۔

⑥ رسالہ حیاۃ النبی کی تعریب ہو چکی ہے اور مترجم دکتور مقتدیٰ حسن ازہری ہیں۔ اس کتاب کا نام "رسالة في مسألة حياة النبي ﷺ" ہے۔

⑦ مولانا کی کتاب زیارت قبور کتاب وسنت کی روشنی میں۔

اس کا عربی میں ترجمہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے کیا ہے اور یہ کویت میں چھپی ہے۔ اس کتاب کا عربی نام "مسألة زيارة القبور في ضوء الكتاب والسنة" ہے۔

مولانا کی دیگر کتابیں حسب ذیل عنوانوں سے عربی میں منتقل کی جا رہی ہیں:

① السنة في ضوء القرآن

② مكانة السنة في التشريع الإسلامي

③ صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم

④ تخطيط وجيز للحكومة الإسلامية

⑤ مذهب الإمام البخاري

مولانا کی ان عربی کتب کو ہندوستان کا ایک ادارہ جس کا نام "إدارة البحوث الإسلامية والدعوة والإفتاء" (جامعہ سلفیہ ہند) بھی شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے، نیز حکومت سعودی عرب کی طرف سے بھی مولانا کی بعض کتابوں کے عربی تراجم مفت تقسیم کیے جاتے ہیں، اس طرح عرب دنیا بھی حضرت سلفی رحمہ اللہ کے ملفوظات سے سیراب ہو رہی ہے۔

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی عادات وخصائل:

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد گوجرانوالہ کے موقر جریدہ "قومی دلیر" کی ایک خصوصی اشاعت مورخہ یکم مارچ ۶۸ء میں مولانا کے صاحبزادے جناب محمود بن اسماعیل نے "آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند" کے عنوان سے آپ کی عادات وخصائل اور محاسن اخلاق پر روشنی ڈالی تھی۔ حضرت کی قناعت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت کی تنخواہ صرف پچیس روپے تھی، مگر کبھی تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ بارہا زیادہ تنخواہ پر ملک وبیرون ملک سے پیشکش ہوئی، تو فرماتے کہ منڈی یا مارکیٹ

میں نہیں آیا ہوں کہ میری قیمت مقرر کی جائے۔

علم کے ساتھ حلم کا جوہر بھی حضرت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک دفعہ مولانا حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوگیا، سٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے، تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔ آپ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا: بابا جی آپ جماعت کرائیں، میری نماز آپ کے پیچھے ہوجاتی ہے۔ وہ بوڑھا شرمندہ ہوگیا اور معافی مانگی اور پھر اصرار کر کے حضرت کی اقتدا میں جماعت ادا کی۔ ہم عصر علماء سے آپ کا برتاؤ مثالی تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھے اور اثر قبول نہ کرے۔ دوران جیل آپ کی معیت مولانا ابو الحسنات کو نصیب ہوئی، جو مسجد وزیر خان کے امام اور پکے بریلوی تھے اور اہل حدیث کو کافر تک کہنے سے گریز نہیں کرتے تھے، مگر جب آپ سے ملاقات ہوئی، تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ کئی دفعہ گوجرانوالہ میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

حضرت میں بعض جواہر ایسے تھے۔ جو ہم عصر علماء میں نہ تھے۔ مردم شناس ایسے تھے کہ دیکھتے ہی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ خود پسندی اور نخوت سے نفرت تھی۔

اخلاص اور بے مثال مستقل مزاجی:

گوجرانوالہ تشریف لانے پر اہل حدیث ہونے کی پاداش میں ہر طرح کی مخالفت کا سابقہ پیش آیا اور بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے استقلال، قناعت، جرأت اور اخلاص سے پوری نصف صدی گزار کر علماء کے سامنے ایک درخشاں مثال قائم کی۔ آپ کی برکات اور فیض کا اندازہ اس سے فرمائیے کہ جب حضرت گوجرانوالہ تشریف لائے تھے، تو شہر میں صرف ایک مسجد تھی اور سات آدمیوں کے وجود کا نام جماعت اہل حدیث تھا، لیکن اپنی وفات سے چند دن پیشتر ۵۴ ویں مسجد کا سنگ بنیاد بدست خود رکھا اور آبادی کے تناسب سے تو جماعت شاید پورے پاکستان میں بے مثال ہو۔

بہر حال اگر اختصار کے ساتھ آپ کے محاسن پر نظر ڈالی جائے، تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مولانا کو اپنے زمانے کے اکثر معاصرین پر برتری حاصل تھی، مگر اس کے باوجود وہ درویشی، سادگی، فروتنی اور تواضع کا مرقع تھے۔ قدرت نے انھیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور وہ انسانیت کی اعلیٰ ترین اقدار کے حامل تھے۔ ان کا آئینہ قلب صاف تھا۔ مومنانہ زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

گمنامی کی صفوں سے اٹھے اور اپنی سعی وجستجو، عمل پیہم، خلوص، مسلسل محنت، لیاقت وقابلیت اور علمی لگن سے شہرت کے آسمان تک گئے۔

بیماری اور وفات

حضرت مولانا کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد صاحب رقمطراز ہیں کہ والد گرامی چند سالوں سے اعصابی مریض چلے آرہے تھے، تاہم حالت کچھ ایسی تشویشناک نہ تھی۔ ۲۵ر ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۰ر فروری ۱۹۶۸ء منگل کے دن نماز عصر کے بعد یکایک طبیعت بگڑی اور راہ گزر عالم جاوداں ہوئے۔

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۲۵ ذیقعدہ ہی کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت سلفی رحمہ اللہ کا ایک سوانحی مکتوب

مرکز اسلامی لائبریری نور پور متصل بہاولپور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والے پانچ سو مستند اکابر علماء کے سوانح حیات بنام "تذکرہ علمائے ربانیین" مرتب کر رہی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا محمد رشید احمد صاحب نے جو اس لائبریری کے ناظم تھے، انھوں نے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے بھی رابطہ کیا، چنانچہ حضرت سلفی رحمہ اللہ نے ۶۷۔۹۔۸ کو رشید صاحب کے نام ایک سوانحی مکتوب ارسال کیا۔ ذیل میں وہ مکتوب گرامی پیش کیا جا رہا ہے:

"جناب علماء کا تعارف کرانا چاہتے ہیں اور میں شائد ان میں سے نہیں ہوں۔ یہاں تو "چار پائے وکتابے چند" کی صورت پر عبداللہ بن سہل کا ارشاد ہے:

«من لم يعمل فليس بعالم».

البتہ ان لوگوں سے محبت ہے، جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے عمل کی توفیق مرحمت فرمائی۔

أحب الصالحين ولست منهم

لعل الله يرزقني صلاحاً

تعمیل ارشاد میں چند حروف لکھ رہا ہوں۔ مسقط راس ڈھونیکی از مضافات وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ ہے۔ ابتدائی تعلیم وزیر آباد میں پائی۔ وزیر آباد میں حضرت الامام حافظ عبدالمنان صاحب محدث نے

نصرت العلوم کے نام سے مدرسہ جاری فرمایا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولوی عمرالدین صاحب مرحوم سے پڑھیں، جو اسی مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ نحو کی اوپر کی کتابیں ابن عقیل، شرح جامی، الفیہ، آجرومیہ حضرت حافظ صاحب سے پڑھیں۔ حدیث اول تا صحیحین حضرت حافظ صاحب سے پڑھی۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے اکابر تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ حسین بن محسن انصاری رحمہ اللہ سے بھی آپ کو اجازت حدیث تھی۔ مولانا عبدالحق بناری رحمہ اللہ شاگرد امام شوکانی رحمہ اللہ سے بھی شرف تلمذ تھا، تفسیر بیضاوی حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے پڑھی۔ ادب اور معقولات کی کتابیں مولانا محمد حسن (امرتسری) کے مدرسہ میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ شرح وقایہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے پڑھی۔ مطول، مختصر المعانی، ہدایہ اولین وآخرین علامہ محمد حسین ہزاروی سے پڑھی، جو مدرسہ غزنویہ امرتسر میں پڑھاتے تھے۔

۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۰ء تک حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے حسب حکم مناظرات کی طرف توجہ رہی۔ قادیانی، عیسائی اور چکڑالوی حضرات سے کئی جگہ گفتگو ہوئی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے نجات دے دی۔ رسمی مناظرات بالکل ترک کر دیے، اب طبیعت کی ان مناظرات کے ساتھ قطعاً موزونیت نہیں اور اس راہ کو باعث تسکین سمجھتا ہوں۔

۱۹۲۱ء سے گوجرانوالہ جامع مسجد میں مقیم ہوں۔ درس وتدریس کا مشغلہ مسلسل چل رہا ہے۔ مدرسہ محمدیہ کے نام سے جاری ہے۔ اس کے ساتھ شعبہ حفظ وتجوید بھی ہے۔ اس وقت مدرسین کی تعداد تقریباً ۹ ہے، حجیت حدیث کے متعلق چند رسائل لکھے ہیں:

1. حدیث کی تشریعی اہمیت۔
2. جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث۔
3. مقام حدیث قرآن کی روشنی میں۔
4. نیز تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی وغیرہ۔

ایڈیٹری بالکل نہیں کی۔ خطابت کا سلسلہ گوجرانوالہ جامع اہل حدیث میں مسلسل جاری ہے۔ جمعیت کی تاسیس ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ اس وقت سے اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اب بھی ”کبر ني موت الكبراء“ کے مصداق تعلق قائم ہے۔ دعا ہے کہ اسی راہ سے اللہ دین کی خدمت اور کتاب وسنت کی

اشاعت کا موقع بہم پہنچا دے اور انجام بخیر ہو۔ والسلام

فقط

محمد اسماعیل کان اللہ لہ

سوانح سلفی از مولانا محمد خالد گرجاکھی رحمہ اللہ

حضرت سلفی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے تلمیذ مکرم مولانا محمد خالد گرجاکھی رحمہ اللہ نے حضرت سلفی رحمہ اللہ کے سوانح حیات کے بارے میں ایک کتابچہ شائع کیا تھا، جسے بعض اضافی معلومات کی بنا پر ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

حضرت استاذی المکرّم مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ دوسرے اکثر علماء کی طرح قدیم ہندوستان کے باشندوں میں سے تھے۔ مولانا حکیم عبدالمجید صاحب فرماتے تھے کہ قریباً دس بارہ پشت پہلے ہمارے آباء واجداد مسلمان ہوئے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ میری پھوپھی صاحبہ بتایا کرتی تھیں کہ ہم راجپوت گھوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اغلباً جنجوعہ راجپوت تھے۔ ہمارے والد مرحوم کی اچانک موت سے انتظام درہم برہم ہوگیا اور ایک سال میں ہمارے گھر میں تین دفعہ چوری ہوئی۔ اس میں خصوصاً کتابوں اور کاغذات کی چوری سے بہت نقصان ہوا۔

ہمارے نواح میں ایک پیر صاحب تھے، چونکہ پریس کا زمانہ نہیں تھا، کتابیں قلمی ہوتی تھیں، پیر صاحب نے کوئی کتاب مانگی، نہ دینے پر انھوں نے چوری کرائی، جس میں خصوصاً کتابیں اور کاغذات ہی چوری ہوئے، یہاں تک کہ پرانے مسودے خچروں پر لاد کر لے جائے گئے۔

حکیم عبدالمجید صاحب کی روایت ہی سے خاندان کا جو پتا چلتا ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے پردادا محکم دین صاحب تھے۔ قریباً دس پشت سے علمی خاندان چلا آ رہا تھا، جن میں سے یہ بزرگ بھی تھے۔ کتابت اور حکمت ورثہ میں آ رہی تھی۔ سابقہ مقام سوہدرہ میں تھا، وہاں پر مغل حکومت کی طرف سے مدار المہام کے عہدہ پر فائز تھے۔ حوادثات زمانہ اور حکومتوں کے انقلابات نے ہمیں کولوتارڑ پہنچا دیا، وہاں پر بھی ایک حادثہ کی وجہ سے نکل کر حضرت کیلیانوالہ آ گئے، پھر رتہ سخی میں رہے، وہاں سے ڈھونیکے آ گئے، ان لوگوں نے ان کی بہت قدر کی اور دو کنویں مع اراضی ان کو تاحین حیات دے دیے۔

محکم دین کے لڑکے عبداللہ تھے، یعنی مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے دادا۔ عبداللہ جوانی میں ہی فوت ہوگئے، جس کا محکم دین صاحب کو بہت صدمہ ہوا اور قریباً گھر سے نکل کر فقیرانہ زندگی اختیار کر لی اور زیادہ عرصہ بھروکی میں رہے۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ اپنے باپ کے اکلوتے لڑکے تھے، جبکہ ان کے چچیرے بھائی حکیم عبدالمجید صاحب آٹھ بھائی بہن تھے۔ مولانا اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ کے والد مولانا ابراہیم صاحب بہت صالح اور عابد وزاہد تھے۔ کتابت میں ماہر تھے۔ مولانا وحید الزمان صاحب کا مترجم قرآن مجید اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کی تصنیف ''تحفۃ الاحوذی'' انھیں کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہے اور آج تک اسی کتاب کی فوٹو سے کتاب ہمارے ہاتھوں میں چل رہی ہے، جو اب متعدد مرتبہ ہندوستان، بیروت اور پاکستان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ راقم الحروف (خالد گرجاکھی) کے استاد بھی ہیں۔ میں نے ان سے فارسی کتب: کریما، نام حق، شیخ عطار، گلستان اور غالباً بوستان کے کچھ سبق بھی پڑھے تھے۔ غالباً یہ ۳۴-۱۹۳۳ء کے واقعات ہیں۔

حکیم عبدالمجید صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا ابراہیم صاحب کے ہاں اولاد نہیں تھی، اسی وجہ سے اکثر وہ گھر سے باہر وزیر آباد مدرسہ میں حافظ عبدالمنان صاحب استاذ پنجاب کے پاس ہی رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنی خواہش اولاد کے لیے حضرت حافظ صاحب سے دعا کروائی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں لڑکا عنایت فرمایا۔ مولانا اسماعیل صاحب کا نام بھی حضرت حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ ہی نے رکھا اور وعدہ لیا کہ اس کو دین کے لیے وقف رکھیں۔ یہ اپنے باپ کے اکلوتے لڑکے ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔

مولانا کا پہلا مکتب ان کے باپ تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انھیں وزیر آباد حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخل کرایا گیا اور ۱۹۱۶ء میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی رحلت تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے پاس امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔ پھر اس کے بعد سیالکوٹ حضرت مولانا ابراہیم صاحب میر رحمہ اللہ کے پاس تعلیم کے لیے چلے گئے۔

گوجرانوالہ کی جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں کی بنیاد قریباً ۱۸۷۶ء میں رکھی گئی، جس کے پہلے

خطیب مولانا علاؤالدین صاحب مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۸ء تک گوجرانوالہ میں صرف تین اہلحدیث کی مساجد تھیں، لیکن جمعہ صرف چوک نیائیں والی مسجد میں ہی ہوتا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں باقاعدہ انجمن اہلحدیث بنائی گئی، جس کے محرک حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب تھے، چنانچہ اسی انجمن کے تحت پہلا جلسہ بابو عطا محمد صاحب کی کوٹھی پر ۱۹۱۵ء میں ہوا، جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب، حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد علی صاحب بوپڑوی، مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی، مولانا عبدالعزیز بن مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ قلعہ میاں سنگھ والے بھی تشریف لائے۔

۱۹۲۰ء میں انجمن نے پاس کیا کہ وہاں پر ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ مولانا ابراہیم صاحب میر رحمہ اللہ سیالکوٹی سے مدرس طلب کیا، تو انھوں نے مولانا اسماعیل سلفی کو خود لا کر مقرر کیا۔

حضرت مولانا اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ ۱۹۲۱ء میں مسجد اہلحدیث میں تدریس پر مقرر ہوئے اور قریباً چھ ماہ بعد مولانا علاؤالدین صاحب وفات فرما گئے، تو انجمن نے خطابت وامامت بھی ان کے سپرد کر دی۔

مولانا نے جس خوبی سے اس خدمت کو سرانجام دیا، اسے لوگ جانتے ہیں۔ مولانا کی طبیعت نہایت سادہ اور خدمت گزار تھی، اکثر صبح کی نماز سے پہلے خود اپنے ہاتھ سے ویل پمپ سے وضو کے لیے پانی بھرتے۔ مسجد کا کام ایک جذبے سے کیا اور طبیعت ایسی رسا تھی کہ جو طالب علم صرف ایک سال تعلیم حاصل کرتا، وہ ضرور اہلحدیث ہو جاتا، حالانکہ آپ نے کبھی کسی کو ترغیب نہیں دی، لیکن آپ کی طبیعت سے متاثر ہو کر مسلک اہلحدیث اختیار کر لیتے۔

طبیعت میں لالچ نہیں تھا، بلکہ کام کرنے کا جذبہ تھا اور اپنے طلبا کو کہا کرتے تھے کہ بیٹا روٹی کے پیچھے نہ جانا، بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ کام کرنے پر لگا دے، وہاں سے اٹھنا نہیں۔ دوسری جگہ خواہ کتنے زیادہ پیسے ملیں، جگہ چھوڑنی نہیں، کیونکہ جو کھیتی لگائی جاتی ہے، اس کی رکھوالی نہ کی جائے، تو پھل نہیں دیتی۔

جب مدینہ یونیورسٹی بنی تو سعودی حکومت نے پیش کش کی کہ آپ وہاں تعلیم پر مقرر ہو جائیں اور تین ہزار روپیہ تنخواہ دینے کو تیار تھے۔ مولانا نے فرمایا: میں اپنے بڑھاپے میں بکاؤ مال نہیں بننا چاہتا۔ حالانکہ اس وقت مولانا کی کی تنخواہ صرف ۱۷۵ روپے تھی۔

غالباً ۱۹۶۰ء کی بات ہے، آپ نے مجھے کہا: مولوی خالد چلو بھائی سیالکوٹ چلیں۔ میں ساتھ چل

پڑا۔ بس کا ٹکٹ لینے لگے، تو میں نے کہا: حضرت میں لیتا ہوں، انھوں نے کہا نہیں میں لیتا ہوں۔ میں نے کہا اگر جمعیت کے خرچ پر جانا ہے، تو آپ لے لیں، ورنہ میں لیتا ہوں۔ فرمانے لگے: مولوی خالد تم نے کیا کہا؟ آج کل میری تنخواہ سوا دوصد روپیہ ہے۔ قریباً ستر پچھتر روپے میرے سفر خرچ میں ماہوار صرف ہو جاتے ہیں اور قریباً اتنے ہی روپے ڈاک پر خرچ ہو جاتے ہیں اور تنخواہ کی باقی رقم مہمانوں پر خرچ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو معقول کاروبار دیا ہوا ہے، گھر میں مجھے خرچ نہیں دینا ہوتا اور تنخواہ دہ ساری انہی کاموں پر لگ جاتی ہے۔

مولانا نے تحریک خلافت سے لے کر تحریک آزادی تک تمام تحریکوں میں کام کیا اور متعدد بار جیل گئے۔ تحریک ختم نبوت کے مرکزی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔

مولانا نے پہلا حج ۱۹۲۶ء میں کیا۔ سعودی حکمران شاہ عبدالعزیز ۱۹۲۵ء میں حجاز پر قابض ہوئے اور ۱۹۲۶ء میں علماء اہلحدیث انھیں مبارک باد وغیرہ کے لیے گئے، خصوصاً مولانا اسماعیل صاحب غزنوی کی تحریک پر بہت سے اہلحدیث حج کو گئے۔ ہمارے والد صاحب مولانا نور حسین صاحب رحمہ اللہ گھرجاکھی نے بھی پہلا حج ۱۹۲۶ء ہی میں کیا۔

مولانا صاحب تعلیم میں اتنے مشغول رہتے کہ میں نے ایک مرتبہ کہا: مولانا اب دوبارہ حج کو جانے کا ارادہ نہیں؟ فرمایا حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔ اب اس کے علاوہ اور دینی فرائض بہت ہیں۔ بہر حال دوسرا حج پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں کیا۔

پاکستان بننے سے پہلے اہلحدیث اجتماعی طور پر ''اہلحدیث کانفرنس'' کے نام سے کام کرتے رہے، جس میں اکثر طور پر سالانہ کانفرنس اور باہمی مشاورت وغیرہ سے آئندہ سال تک کے لیے کچھ پروگرام طے کیے جاتے۔

پاکستان بن جانے کے بعد خود حضرت صاحب کو جماعتی نظم کا خیال پیدا ہوا، تو حضرت مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ کو ملے۔ دونوں نے مل کر جمعیت اہلحدیث کو منظم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ ۱۹۴۹ء میں ہی ایک باقاعدہ باڈی بنادی، جس کے پہلے صدر (بعد میں امیر کے لفظ سے تبدیل کر دیا گیا) حضرت مولانا داود صاحب غزنوی رحمہ اللہ اور ناظم اعلیٰ مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سلفی مقرر ہوئے۔

مولانا ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۲ء تک ناظم اعلیٰ رہے اور مولانا داود صاحب کے فوت ہونے پر ۱۹۶۲ء سے

تاحیات ۱۹۶۸ء تک امیر کے عہدہ پر فائز رہے۔آپ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کے تیسرے پہر فوت ہوئے۔

علمی مشاغل:

مولانا صاحب جب سے گوجرانوالہ تشریف لائے، اس وقت سے ہی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے اور پاکستان بن جانے کے بعد تک قریباً ۱۹۶۲ء تک چالیس سال متواتر تعلیم دیتے رہے۔ مولانا کے دستِ راست حضرت حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ گوندلوی بھی گوندلانوالہ سے آکر روزانہ تدریس کرتے رہے۔ دراصل یہ دو ہی مدرس تھے، ان کے علاوہ بعض اوقات کوئی نہ کوئی اور مدرس بھی رکھ لیتے تھے۔ میرے دوران تعلیم ۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۱ء حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب کھدووالوی جو پاکستان میں بہاول نگر آکر فوت ہوئے، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا ابراہیم صاحب گوندلوی، مولانا محمد عبداللہ صاحب حال مہتمم جامعہ محمدیہ، مولانا عبدالحمید صاحب حال صدر مدرس جامعہ محمدیہ بھی تعلیم پر مقرر رہے، جو جامع مسجد نیائیں میں ہی زیرِ اہتمام حضرت سلفی صاحب رحمہ اللہ کے کام کرتے رہے۔

اس کے علاوہ آپ قلمی کام بھی کرتے رہے۔ تحریر میں غضب کا زور اور نہایت شیریں طنز فرماتے۔ آپ کی کتاب ''تحریکِ آزادیٔ فکر'' دراصل آپ کے مضامین کا ہی مجموعہ ہے۔ زبان میں اللہ تعالیٰ نے قوتِ بیان کا وافر حصہ نصیب فرمایا تھا۔ خطبہ میں جو حالات پر تبصرہ فرماتے، دوسرے دن اس کی اصلاح ہو چکی ہوتی، حکومت پر تنقید فرماتے، لیکن نہایت جچے تلے الفاظ میں، جن پر سخت تنقید کے باوجود گرفت نہ ہو سکتی تھی۔

ساری زندگی ہر کسی کی خیر خواہی کو مقصدِ زندگی بنا رکھا تھا، بلکہ خیر خواہی والی بات منہ پر کرنے سے بھی ہچکچاتے نہ تھے۔ ایک دفعہ گکھڑ کے نارمل سکول سے کچھ علماء آئے، تعارف کروانے والے نے ان کا تعارف کروایا کہ بہت پرہیز گار نمازی آدمی ہیں، آپ نے کہا یہ کوئی ان کی تعریف نہیں ہے، نماز تو ہمارا علماء کا پیشہ ہے، اگر ہم لوگ نماز نہ پڑھیں، تو دنیا والے ہی ہمیں جینے نہ دیں۔ علماء کی اچھائی کا معیار یہ ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں کھرا ہو اور دنیا دار جو لوگ دکانیں کرتے ہیں، وہ اکثر لین دین کے معاملات میں کھرے ہوتے ہیں، ان کی اچھائی کا معیار نماز ہوتی ہے۔

ایک دفعہ میں نے کچھ تبلیغی اشتہار چھپوائے، اگرچہ ان میں کوئی خاص بات نہ تھی، لیکن چونکہ مرکز اور صوبہ پنجاب دونوں میں شیعہ منسٹر تھے، انھوں نے کھینچا تانی شروع کی۔ مولانا صاحب رحمہ اللہ نے مجھے

بلایا اور فرمایا اگر کوئی پوچھے تو یہ کاروائی میرے ذمہ لگا دینا۔ میں نے کہا: حضرت یہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ آپ میری ثابت قدمی کے لیے دعا فرمائیں، پھر انھوں نے مجھے کچھ دفاعی تدابیر ارشاد فرمائیں۔

استاذی المکرّم حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ پر قتل کا مقدمہ بن گیا، تو مولانا صاحب شہر کے چیدہ چیدہ حضرات سے روپے اکٹھے کر کے کیس کی خود پیروی کرتے رہے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا۔

۱۹۴۷ء کی پارٹیشن پر مقامی لوگوں پر اچھا خاصہ پریشانی کا دور آیا، مولانا صاحب رحمہ اللہ ایسے افراد کے پاس خود جا کر تسلی دیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حوادثات سے گھبرانا نہیں چاہیے، یہ بھی زندگی کے تجربات میں سے ہیں۔

عام حالات میں بھی اگر کبھی دو چار دن گزر جائیں، تو مجھ جیسے تہی دامن کے پاس بھی خود چل کر آجاتے اور فرماتے برخوردار ملتے رہا کرو، نہ ملنے سے طبیعت اُداس ہو جاتی ہے۔

خودستائی سے شدید متنفر تھے۔ ایک دفعہ کانفرنس میں فوٹو گرافر آ گئے، تو انھوں نے کیمرہ والوں کی طرف چہرہ پر ہاتھ رکھ لیے اور فرمایا میں اسے ناجائز سمجھتا ہوں، لیکن کیمرہ والے بھی لوگ ایسے ہیں کہ ان کی زندگی کی متعدد تصاویر لے ہی لیں۔

دین و دانش کا مرقع آدمی کے روپ میں
اس طرح بن کر اٹھا تھا پاسبانی کے لیے
جس طرح سے گلستان میں طائرانِ خوشنما
چہچہاتے ہیں صبا کی ہمزبانی کے لیے

پاکستان بن جانے کے بعد اخبار ''الاعتصام'' جو مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف نے جاری فرمایا تھا، ۱۹۴۹ء میں اسے جماعتی تحویل میں دے دیا گیا، جس میں وقتاً فوقتاً مضامین جاری فرماتے رہے۔ باوجود عالم دین ہونے کے طبیعت میں زہد وتقویٰ تھا اور شب بیداری عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اکثر دن کو بھی ذکر واذکار میں مشغول رہتے، یا پھر اپنے دفتر مسجد چوک نیائیں میں اپنا وقت تحریر پر صَرف فرماتے تھے۔

آخری وقت غالباً ۱۹۶۷ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا، جس کی وجہ سے طبیعت پر کمزوری کا اثر تھا، لیکن چند دنوں میں ہی افاقہ ہوا اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے، بالآخر دوسرا حملہ فالج کا ہی ہوا۔ ۲۰

فروری ۱۹۶۸ء کو چائے نوش فرمانے لگے تھے کہ حملہ ہوا، ہاتھ سے چائے کی پیالی گر گئی اور چند لمحوں میں ہی عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

رات بھر بارش کی وجہ سے جنازہ خانہ کی گراؤنڈ میں پانی ہونے کی وجہ سے جنازہ سٹیڈیم میں لے جایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بھی یہی تھی، کیونکہ جنازہ میں موسم کی خرابی کے باوجود اتنے کثیر افراد نے شمولیت کی کہ دیکھنے والے حیران تھے کہ اتنے آدمی کہاں سے آ گئے۔ سٹیڈیم میں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی، بلکہ جی ٹی روڈ اور سیالکوٹ روڈ دونوں بند ہو چکی تھیں۔ جنازہ گھر سے روانہ ہوا اور ابھی تک لوگ گھر سے چل رہے تھے، جبکہ جنازہ سٹیڈیم میں پہنچ چکا تھا، قریباً میل لمبا جنازہ تھا۔ ایک آدمی بازار دیگاں والا میں اپنی دکان کے سامنے کھڑا جنازہ دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا: ''جینا بھی ان لوگوں کا اور مرنا بھی ان لوگوں کا، ہم تو نکمی موت ہی مرتے ہیں!''

ایک نصیحت آمیز مکتوب:

حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ کو ان کے ایک تلمیذ نے خط ارسال کیا، جس کا حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل جواب لکھا۔ مکتوب الیہ نے حضرت سلفی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ خط ''الاعتصام'' ۲۳ اگست ۱۹۶۸ء میں افادۂ عام کے نقطہ نظر سے شائع کرایا، جسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

گوجرانوالہ۔ ۶۶۔۸۔۱۱

محترم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی دن ہوئے خط ملا تھا، مصروفیت اور علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ تبلیغ میں الفاظ کی شدت اور فتویٰ بازی سے پرہیز کریں، اس سے نفرت بڑھتی ہے۔ ﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ پر عمل کریں۔ لوگوں سے ذاتی تعلقات بڑھائیں۔ غم وخوشی میں ان سے مناسب رابط قائم رکھیں، یہ بے حد موثر چیز ہے۔

اخراجات محدود رکھیں اور قناعت سے کام لیں۔ قرض اور سوال دونوں میں آبرو کو خطرہ ہے۔ اکثر علماء اسی وجہ سے بدنام ہوتے ہیں۔ اپنے اخراجات کا کنٹرول کرنے سے ان دونوں چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

منتظمین سے تعاون فرمائیں۔ جماعت میں پارٹی بازی نہ ہونے پائے، اس کا پورا پورا خیال

رکھیں۔ بعض لوگ اختلاف برائے اختلاف کے عادی ہیں، ان سے اغماض کرنا چاہیے۔ نماز باجماعت اور رات کو بیداری کی عادت ڈالیں، اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

والسلام
محمد اسماعیل گوجرانولہ

حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم: حافظ نعیم الحق نعیم رحمۃ اللہ

ولادت اور نام ونسب:

آپ غالباً ۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ مطابق ۸ر فروری ۱۸۹۷ء کو گوجرانوالہ کے قصبہ مرالیوالہ میں پیدا ہوئے، آپ کا نام والد نے اعظم اور والدہ نے محمد رکھا، والدہ کے رکھے ہوئے نام ہی سے معروف ہوئے، اپنے بڑے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی۔

آپ کے والد ماجد کا نام میاں فضل الدین تھا، جو مولانا علاؤالدین (گوجرانوالہ) اور حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی کے شاگرد اور اچھے خاصے عالم تھے، آپ خاندانی طور پر راجپوت منہاس تھے۔

تعلیم وتربیت:

پانچ سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کے لیے ایک حافظ صاحب کے پاس بٹھا دیا گیا، تھوڑے ہی عرصے میں حفظ کی صلاحیت خاصی بڑھ گئی، ایک دن والد محترم کہنے لگے کہ ایک ربع پارہ روزانہ یاد کر کے سنایا کرو، ورنہ تمھیں کھانا نہیں ملے گا، اس دن سے آپ نے روزانہ ربع پارہ یاد کر کے سنانا شروع کر دیا۔

حفظ قرآن کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اب آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آپڑا، چنانچہ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن کا کام مکمل ہوا تو والدہ ماجدہ نے مزید تعلیم کے لیے آپ کو جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں (چوک اہل حدیث) شہر گوجرانوالہ میں مولانا علاؤالدین کے پاس بھیجا، جہاں آپ نے عربی ادب اور صرف ونحو کی چند ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر آپ کو گوندلانوالہ کے ایک نیک سرشت بزرگ عبداللہ ٹھیکیدار کشمیری کی معیت میں مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر میں داخلے کے لیے بھیج دیا، ٹھیکیدار موصوف بہت صالح انسان اور

علمائے غزنویہ کے پرانے عقیدت مند تھے۔

یہ مدرسہ اس وقت حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے زیر نگرانی وسرپرستی چل رہا تھا، یہاں آپ نے چار سال کی قلیل مدت میں حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام:

1. مولانا علاؤالدین رحمہ اللہ (گوجرانوالہ)
2. حضرت الامام سیّد عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ
3. مولانا سیّد عبدالاول غزنوی رحمہ اللہ
4. مولانا سیّد عبدالغفور غزنوی رحمہ اللہ
5. جامع المعقول والمنقول مولانا محمد حسین ہزاروی رحمہ اللہ (داماد حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ)
6. مولانا عبدالرزاق رحمہ اللہ
7. مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ۔

حضرت الامام کی مجلس کا اثر:

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کی روحانی شخصیت نے آپ کو بہت متاثر کیا، فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بھی حضرت الامام کی مجلس میں بیٹھ گیا اس پر روحانیت اور توجہ الی اللہ کا خاص رنگ چڑھ گیا، دنیا کی محبت سرد ہوگئی، دل کی دنیا بدل گئی اور عملی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔

بعض اوقات دورانِ درس حضرت الامام کی مجلس کے متعلق اپنا ابتدائی ذاتی تاثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند ہی دنوں میں ان کی روحانیت مجھ پر اس شدت سے اثر انداز ہوئی کہ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ جو لوگ مدت دراز سے یہاں موجود ہیں وہ اب تک زندہ کس طرح ہیں کہ وہ شدت تاثر سے تڑپ تڑپ کر ختم کیوں نہیں ہوگئے؟

الغرض دورانِ درس جب بھی حضرت الامام کا ذکر کرتے تو بڑے والہانہ انداز میں کرتے، یوں لگتا کہ کوئی شاگرد اپنے استاذ کا ذکر نہیں کر رہا بلکہ کوئی محبّ صادق اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت الامام کی ہر ہر ادا کو اپنا لیا تھا، اخلاق حسنہ، خموشی وسنجیدگی، ذوق

عبادت، ذکر اللہ کی کثرت، نماز سے خصوصی تعلق، خشوع وخضوع، اول وقت اور با جماعت اس کی ادائیگی کا اہتمام، یہ سب چیزیں آپ نے حضرت الامام سے سیکھیں۔

علوم طبیہ کی تحصیل:

آپ کا شروع سے ہی خیال تھا کہ علوم دینیہ کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے، چنانچہ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے اسی نیت سے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا، یہاں طب کا چار سالہ کورس مکمل کر کے آپ نے ''فاضل الطب والجراحت'' درجہ اول کی سند اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ طبیہ کالج کے اساتذہ میں سب سے زیادہ قابل، مشہور بلکہ بین الاقوامی شخصیت حکیم اجمل خان مرحوم تھے۔ وہ حضرت گوندلوی مرحوم کی ذہانت و فطانت اور قابلیت سے اتنے متاثر تھے کہ فرمایا کرتے: جب مجھے اس شخص (حضرت گوندلوی رحمہ اللہ) کے سامنے لیکچر دینا ہوتا ہے تو مجھے بہت تیاری کرنی پڑتی ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے طب کی تعلیم محض اس غرض سے حاصل کی کہ علوم دینیہ کی بجائے طب کو ذریعہ معاش بنائیں گے اور کچھ عرصے تک آپ نے اس کا تجربہ بھی کیا، چنانچہ ۱۹۴۸ء میں جب مولانا ابو البرکات احمد مدراسی مرحوم آپ سے صحیح بخاری وغیرہ پڑھنے کے لیے گوجرانوالہ آئے تو اس وقت آپ جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے قبرستان روڈ پر واقع ٹاہلی والی مسجد میں ''درس اعظم'' کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کر رکھا تھا، جس میں دوسرے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ صحیح بخاری اور دیگر علوم کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا، لیکن جلد ہی آپ کو احساس ہو گیا کہ یہ دونوں کام خاصا وقت مانگتے ہیں اور بیک وقت احسن طریق سے نہیں چل سکتے، چنانچہ طب یونانی کا کاروبار آپ نے یکسر موقوف کر دیا اور حکمت ایمانی (علوم دینیہ) کی خدمت کے لیے کلیۃً وقف ہو گئے۔

شادی خانہ آبادی:

دینی اور طبی تعلیم کی تکمیل کے بعد جلد ہی آپ کی شادی مولانا فقیر اللہ مدراسی کی بیٹی سے ہو گئی، جن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹے کا نام عبداللہ ہے، جو حافظ قرآن ہے۔

۱۹۳۲ء میں آپ کو بعض وجوہ سے دوسری شادی کرنا پڑی۔ اس دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے (ڈاکٹر محمود اعظم اور مسعود اعظم) اور چار بیٹیاں عطا کیں۔

تدریسی خدمات:

حصول تعلیم کے دوران ہی آپ کی ذہانت وقابلیت اور علوم وفنون کی صلاحیت کی بہت شہرت ہوگئی تھی، اس لیے تکمیل وفراغت کے بعد گھر آتے ہی مختلف درس گاہوں کی طرف سے آپ کو تدریس کے لیے دعوت نامے آنے لگ گئے۔

کچھ عرصہ تو آپ نے اپنے گاؤں گوندلانوالہ میں قیام فرمایا اور پڑھتے پڑھاتے رہے، اسی دوران ۱۹۲۴ء میں آپ کو ادائیگی حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

مدرسہ رحمانیہ، دہلی:

لیکن ۱۹۲۷ء میں مدرسہ رحمانیہ دہلی کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن کے پرزور اصرار پر ان کے ہاں تشریف لے گئے، ۱۹۲۸ء تک وہیں تدریسی خدمات سرانجام دیں، یہاں سے فارغ ہوکر آپ پھر واپس گوندلانوالہ آگئے۔

گوندلانوالہ میں تدریس:

گوندلانوالہ واپس آکر آپ نے پھر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا، بہت سے طلبہ نے آپ سے کسب فیض حاصل کیا، غالباً اسی دور (۱۹۳۰ء کے لگ بھگ) میں مولانا عطاء اللہ حنیف اور حافظ عبداللہ بڈھیمالوی جیسے آپ کے کبار تلامذہ آپ سے علوم وفنون کی مختلف کتابیں پڑھتے رہے ہیں، شائد اسی وجہ سے دونوں بزرگوں کو ۱۹۳۲ء میں اپنے استاذ محترم کی دوسری شادی میں شرکت کا موقع بھی مل گیا تھا۔

جامعہ عربیہ دارالسلام، عمرآباد:

۱۹۳۳ء میں اہل مدراس کی دعوت پر "جامعہ عربیہ دارالسلام" عمرآباد تشریف لے گئے، آپ کے وہاں تشریف لے جانے سے اس درس گاہ کی خوب شہرت اور ترقی ہوئی، یہاں چند سال تدریس کرنے کے بعد پھر گوندلانوالہ واپس آگئے۔

جامع مسجد اہل حدیث، گوجرانوالہ:

ان دنوں جامع مسجد اہل حدیث، چوک اہل حدیث (چوک نیائیں) میں ایک دینی درس گاہ قائم تھی، جس کی انتظامیہ نے آپ کو تدریس کی دعوت دی، جو آپ نے قبول کرلی، چنانچہ ان کی طرف سے آپ کو ایک بائیسیکل مہیا کی گئی، جس پر آپ روزانہ گوندلانوالہ سے آتے اور پڑھا کر واپس چلے جاتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ وہاں خطیب تھے، انہوں نے بھی حضرت گوندلوی سے بعض کتب ''شرح عقائد نسفی'' اور ''مسلم الثبوت'' وغیرہ پڑھیں۔

۱۹۴۲ء میں گوندلانوالہ میں ایک قتل ہوگیا، جس کی وجہ سے آپ کو وہاں سے نقل مکانی کرنی پڑی۔ چنانچہ آپ شہر گوجرانوالہ، آبادی حاکم رائے (محلّہ گلشن آباد) میں منتقل ہو گئے، پھر تادم واپسیں آپ یہیں سکونت پذیر رہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام، اوڈانوالہ:

۴۷۔۱۹۴۶ء کے لگ بھگ کا عرصہ آپ نے ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' اوڈانوالہ میں گزارا۔ مدرسہ ہذا کے بانی امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ کی پرخلوص دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔

صوفی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت گوندلوی کی وجہ سے ہمارا مدرسہ بھی جامعہ بن گیا تھا اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے بڑی رونق ہوگئی تھی، یہاں آپ نے دو سال تک شیخ الحدیث کے فرائض سر انجام دیے۔

درس اعظم، ٹاہلی والی مسجد، گوجرانوالہ:

۴۸۔۱۹۴۷ء کے لگ بھگ آپ نے ''ٹاہلی والی مسجد'' قبرستان روڈ گوجرانوالہ میں ''درس اعظم'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، جس میں فارغ التحصیل طلبہ کو آپ صحیح بخاری، موطا امام مالک، الاتقان للسیوطی، حجۃ اللہ البالغہ اور مسلم الثبوت وغیرہ پڑھاتے تھے۔

ان دنوں طب کو آپ نے ذریعہ معاش بنایا ہوا تھا، جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کرتے تھے، مولانا ابوالبرکات اور دیگر کئی علماء اسی دور میں آپ سے دینی علوم کے ساتھ ساتھ طبی علوم بھی پڑھا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر دواسازی کا کام بھی کیا کرتے تھے۔

یہ درس اعظم ۱۹۴۹ء تک بخیر وخوبی چلتا رہا۔ حضرت گوندلوی خود ہی اس کے بانی اور اکیلے ہی اس کے مدرس تھے اور بلا تنخواہ ومعاوضہ پڑھاتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالہ:

۱۹۵۰ء میں حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم اور ان کے رفقاء نے آبادی حاکم رائے (گلشن آباد) گوجرانوالہ میں ''جامعہ اسلامیہ'' کے قیام کا پروگرام بنایا تو حضرت گوندلوی سے اس کی علمی سرپرستی کی درخواست کی، آپ نے قبول فرمالی اور یوں ''درس اعظم'' کا گویا ''جامعہ اسلامیہ'' میں ادغام خوش انجام ہوگیا۔

اب ''جامعہ اسلامیہ'' میں دیگر مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو حضرت حافظ صاحب وہی ''درس اعظم'' والا نصاب پڑھاتے تھے اور مولانا ابوالبرکات احمد ان کو فاضل عربی کی تیاری کراتے تھے، تقریباً پانچ سال تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ پھر ''جامعہ اسلامیہ'' میں آٹھ سال کا مکمل نصاب درس نظامی جاری کردیا گیا۔

جامعہ سلفیہ، فیصل آباد:

۱۹۵۶ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا قیام عمل میں آیا تو اس کی مسند شیخ الحدیث کے لیے حضرت حافظ صاحب ہی کو سب سے زیادہ موزوں سمجھا گیا، چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا سید محمد داود غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم سے حضرت حافظ صاحب کو باقاعدہ مانگ کر لے گئے۔ ۱۹۶۳ء تک آپ جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث کے طور پر کام کرتے رہے، پھر جامعہ کی انتظامیہ میں کچھ ناخوشگوار تبدیلی کی وجہ سے آپ واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔

گوجرانوالہ واپس آتے ہی ''جامعہ اسلامیہ'' کی انتظامیہ نے آپ سے پھر جامعہ کی علمی سرپرستی کی درخواست کی، جسے آپ نے صرف اسباق پڑھانے کی حد تک قبول کرلیا۔ چنانچہ آپ صحیح بخاری اور خلاصۃ التفاسیر پڑھانے لگے، یعنی مختلف کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا خلاصہ طلبہ کے سامنے پیش کردیتے تھے۔ یہ سبق انتہائی معلوماتی اور تحقیقی ہوتا تھا۔

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ:

۶۵-۱۹۶۴ء کے لگ بھگ آپ کو مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے تدریس کے لیے مدعو کیا گیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے، ایک سال تک آپ نے وہاں پڑھایا، یونیورسٹی کے طلبہ کی نسبت آپ سے وہاں کے اساتذہ وشیوخ زیادہ متاثر اور مستفید ہوئے۔

جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ:

مدینہ یونیورسٹی سے واپس آکر پھر جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ کی درخواست پر جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر تا دم واپسیں اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔

اخلاق واوصاف:

آپ انتہائی نرم مزاج، خاموش طبع، خوش لباس، خوش گفتار، فضولیات سے محترز، عابد وزاہد اور ہمہ وقت ذاکر وشاغل انسان تھے، نماز تہجد، تحیۃ المسجد اور نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ کے پانے کا آپ کے ہاں بے مثل اہتمام ہوتا تھا، انتہائی چھوٹے اور معمولی کاموں میں بھی اتباع سنت کا خیال پیش نظر رہتا تھا، غیبت، حسد، بغض، کینہ اور دیگر اخلاقی رذائل سے کوسوں دور تھے، چہرہ ہمیشہ علم وعبادت کے نور سے منور اور متبسم نظر آتا تھا، اونچی آواز میں کھل کھلا کر ہنسنے کی عادت نہیں تھی۔

ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵، قمری تاریخ) کے روزوں کی ہمیشہ سے عادت تھی، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے میں نے یہ روزے چھوڑ دیے، تو بواسیر کی شکایت ہوگئی، پھر فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی وجہ سے بیماری رکی ہوئی تھی، اس کے چھوڑنے کی وجہ سے وہ عود کر آئی۔

قوت حفظ اور وسعت علم:

خداداد قوت حفظ اور وسعت علم میں اپنی نظیر آپ تھے، مطالعہ کتب کے بہت شائق تھے، جو کچھ پڑھتے تھے، ہمیشہ کے لیے ازبر ہو جاتا تھا۔

آپ کی تصنیف "إثبات التوحید بإبطال التثلیث" کا مسودہ کاتب گم کر بیٹھا تو آپ نے محض حافظے کی مدد سے اسے پھر لکھ دیا، چند دنوں کے بعد گم شدہ مسودہ بھی مل گیا، ان کا آپس میں مقابلہ

کیا گیا تو دونوں میں کوئی فرق نہ نکلا۔

مدینہ یونیورسٹی کی تدریس کے زمانہ میں شیخ محمد امین شنقیطی صاحب ''أضواء البیان'' نے کسی مجلس میں آپ سے چند روایات دریافت کیں تو آپ نے فرمایا: جامع ترمذی میں یہ سب روایات موجود ہیں، سب اہل مجلس کا خیال تھا کہ وہ اس میں نہیں ہیں، آپ نے سب روایات ایک ایک کر کے ترمذی شریف میں دکھا دیں، شیخ شنقیطی فرمانے لگے:

«ما رأيت أعلم علىٰ وجه الأرض من هذا الشيخ».

''میں نے روئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔''

تصانیف:

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف کا کام بھی کیا، چنانچہ درج ذیل کتب آپ کی یادگار رہیں:

۱۔ صلوٰۃ مسنونہ

۲۔ إثبات التوحيد بإبطال التثليث

۳۔ ردمولود

۴۔ الإصلاح (۳ حصے)

۵۔ اهداء ثواب

۶۔ تنقید المسائل

۸۔ ختم نبوت

۹۔ معیار نبوت

۱۰۔ ایک اسلام بجواب دو اسلام

۱۱۔ دوام حدیث بجواب مقام حدیث

۱۲۔ اسلام کی پہلی کتاب

۱۳۔ اسلام کی دوسری کتاب

۱۴۔ کتاب الإیمان

۱۵۔ تحفه الإخوان

۱۶۔ خير الكلام في وجوب الفاتحة خلف الإمام

۱۷۔ زبدة البيان في تنقيح حقيقة الإيمان و تحقيق زيادته والنقصان

۱۸۔ بغية الفحول

۱۹۔ سنت خیر الانام ﷺ درسہ وتر بہ یک سلام

۲۰۔ شرح مشکوٰۃ (کتاب العلم تک)

۲۱۔ البدور البازغۃ (ترجمہ)

۲۲۔ حدیث کی دینی حجیت (''الاعتصام'' میں شائع شدہ مقالہ)

۲۳۔ ارشاد القاري إلى نقد فيض الباري

۲۴۔ التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ۔

تلامذہ و مستفیدین:

عرصہ دراز تک تدریس کی وجہ سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے تلامذہ و مستفیدین کی تعداد کہاں تک پہنچ گئی ہوگی۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب ممالک وغیرہ کے ہزاروں طلبہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا، جو اپنے اپنے ملک میں مختلف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کچھ ان سے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

آپ کے چند نمایاں قسم کے تلامذہ و مستفیدین کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا ابوالبرکات احمد، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالہ

۲۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی

۳۔ مولانا محمد عبداللہ، سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان

۴۔ مولانا حافظ محمد اسحٰق حسین خانوالہ

۵۔ مولانا حافظ محمد بھٹوی

۶۔ مولانا عبیداللہ خان عفیف

۷۔مولانا حافظ فتح محمد فتحی، مکہ معظمہ

۸۔مولانا محمد صادق خلیل، فیصل آباد

۹۔مولانا نذیر احمد رحمانی

۱۰۔مولانا عبیداللہ رحمانی (صاحب المرعاۃ)

۱۱۔مولانا حافظ عبدالغفار حسن

۱۲۔مولانا محمد اسماعیل سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

۱۳۔مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر

۱۴۔مولانا حافظ عبدالمنان، مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

۱۵۔مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی

۱۶۔مولانا ارشاد الحق اثری

۱۷۔مولانا محمد اسحاق چیمہ

۱۸۔مولانا عبدالرشید ہزاروی

۱۹۔مولانا محمد صدیق اعظمی، بدھوآنہ، جھنگ

۲۰۔مولانا محمد علی جانباز، سیالکوٹ

۲۱۔مولانا حافظ سیف الرحمٰن الفلاح

۲۲۔مولانا پروفیسر غلام احمد حریری

۲۳۔مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی

۲۴۔مولانا محمد عبدہ الفلاح، فیصل آباد

۲۵۔پروفیسر مولانا قاضی مقبول احمد

۲۶۔شیخ ڈاکٹر عاصم عبداللہ قریوتی، استاذ مدینہ یونیورسٹی

۲۷۔شیخ محمد مجذوب، استاذ مدینہ یونیورسٹی

۲۸۔شیخ محمد ابراھیم شقرہ الأردنی، مدینہ یونیورسٹی

۲۹۔شیخ عطیہ سالم وغیرھم

وفات حسرت آیات:

۲رفروری ۱۹۸۵ء کو حسب معمول نماز تہجد کے لیے اٹھے، وضو کے لیے غسل خانے میں گئے، ضعف و پیری کا عالم تھا، پاؤں پھسل گیا، گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی، ۵رفروری کو ٹانگ کا آپریشن کر دیا گیا، مگر ضعف ونقاہت بڑھتی گئی، تقریباً چار ماہ تک شدید بیمار رہے۔

پھر ۱۴ر رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۴ر جون ۱۹۸۵ء کو تقریباً پون صدی تک منبر ومحراب اور مساجد و مدارس کو رونق بخشنے والا علوم وفنون، علم وعمل اور ایمان ویقین کا یہ مہر درخشاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ بے شمار علماء وطلباء کو سوگوار چھوڑ گیا۔ إنا لله وإنا اليه راجعون، اللهم اغفرله وارفع درجته في المهديين

نوٹ: حافظ محمد گوندلوی (رح کے متعلق حافظ نورپوری (رح نے ۱۵۰ اشعار لکھے ہیں، مطالعہ کے لیے اسی کتاب کا صفحہ نمبر.... ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ

فاضل درس نظامی، منشی فاضل، مولوی فاضل، فاضل کوئٹہ اکیڈمی (محکمہ اوقاف)

مرتب: مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ

ہندوستان میں جب سے اسلام کی بہار شروع ہوئی آہستہ آہستہ یہاں کے غلط نظریات اور رسم و رواج ختم ہوتے چلے گئے اور برادری، خاندانی تعصب کے بت پاش پاش ہوتے گئے۔

چونکہ انسانیت کا ازلی دشمن شیطان، ابلیس، ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتا ہے اور راہ حق کو پرا گندہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اسی طرح یہاں بھی اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔

وہ صحابہ جو یہاں تشریف لائے تھا، بالکل کھرا اور صاف ستھرا دین اسلام ساتھ لائے تھے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ابلیس کو اپنے کارندے ملتے گئے اور انہوں نے اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی جدو جہد شروع کردی اور کافی حد تک اس میں کامیاب ہوئے کیونکہ ہزار سالہ مسلمانوں کے دور حکومت میں ایک مرتبہ بھی اسلام کی صحیح صورت کو یہاں رائج نہیں کیا گیا یا ہونے نہیں دیا گیا۔ جس سے سادہ لوح عوام نے سمجھا اسلام کی صحیح تصویر محافل سرود وسماع اور موسیقی میں، پیروں، گدی نشینوں اور عجوبے دکھانے والے حضرات کے سامنے ماتھا ٹیکنے انکی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنے نذر و نیاز دینے اور چادریں چڑھانے میں ہے۔

اسی طرح حال گولڑہ والوں کے ایک مرید حافظ میاں علم الدین کی بھی تھی جو خود ایک پیر کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

انہوں نے ملتان شہر میں ایک مدرسہ بھی جاری کیا ہوا تھا جہاں حفظ قرآن اور ترجمۃ القرآن کی کلاسیں ہوتی تھیں۔ بوجوہ ملتان کی رہائش ترک کر کے سرگودھا آنے لگے تو وہاں کے مریدین جو کئی سرداریوں پر مشتمل تھے انہوں نے اور خاص کر بھٹہ برادری کے سرکردہ افراد نے عرض کی حضرت جو چاہتے ہیں، جتنی زمین چاہیئے ہم دینے کو تیار ہیں لیکن ملتان نہ چھوڑیں لیکن انہوں نے سرگودھا کو ترجیح

دی اور یہاں سکونت اختیار کر لی۔

آدمی کی سوچ وو چار کچھ ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالی کی تدبیر کچھ اور۔

میاں علم الدین کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح ہوا۔ایک رات سوئے ہوئے ہیں کہ خواب آیا۔ دنیا چٹیل میدان بن گئی ہے، ہر طرف انسانوں کا ہجوم ہے گویا حشر کا میدان برپا ہے۔ اس ہجوم میں ایک طرف یہ خود اور انکے بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب آف گولڑہ کھڑے ہیں، یکا یک آسمان سے کوئی چیز اترنا شروع ہوئی۔ تمام لوگ اسی طرف متوجہ ہوئے جوں جوں وہ چیز قریب آتی گئی تو لوگوں کا اشتیاق بڑھتا چلا گیا ہر کوئی چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر اسے پکڑے جب وہ چیز اتری، یہ اور ان کے بزرگ پیر مہر علی صاحب بھی اسے پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن یہ چیز پیر صاحب کی بجائے میاں علم الدین کے ہاتھ لگ گئی اور آنکھ کھل گئی۔ اسکی تعبیر کئی علما سے پوچھی لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ آخر ایک بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے نام دریافت کیا جواب دیا علم الدین۔ انہوں نے پھر سوال کیا، آیا دین کا علم بھی کچھ حاصل کیا ہے؟ جی ہاں قرآن مجید حفظ کیا ہے اور قدوری تک پڑھا ہے، میاں علم الدین نے جواب دیا۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا: قرآن وحدیث پڑھو، جو چیز آسمان سے اتری تھی وہ اللہ کا نور قرآن اور حدیث ہے لہذا حافظ میاں علم الدین نے قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ بدعات و خرافات اور رسم ورواج کے بادل چھٹتے چلے گئے اور دین خالص نکھر کے سامنے آتا گیا۔

اب ظاہر ہے ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کی آوازیں آنے لگیں تو لوگوں نے انہیں وہابی کا لقب دے کر اچھوت بنا دیا اور بائیکاٹ کر دیا۔

چونکہ میاں صاحب ایک پیر تھے اور کچھ نہ کچھ علم بھی رکھتے تھے اس لئے اپنے گاؤں کے نمبردار بنا دیئے گئے تھے لیکن حق قبول کرنا کوئی آسان نہیں نیز ابلیس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا لہذا لوگوں نے وہابی کا ٹھپہ لگانے کے بعد نمبرداری بھی چھین لی اور بدنام کرنے کی بھی کوشش کی، کیونکہ قانوناً وہابی نمبردار نہیں بن سکتا تھا۔ مشہور کر دیا کہ ان وہابیوں کے ڈیرے پر قاتل اور مفرور آ کر رہتے ہیں۔

حکومت وقت کی طرف سے ایک تحقیقاتی ٹیم مقرر ہوئی اور اسی گاؤں چک نمبر ۱۶ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے پرائمری سکول میں عارضی تھانہ قائم کیا گیا۔ ٹیم کے سربراہ نے نمبردار سے کہا اس شخص کو پیش کیا جائے جس پر قاتلوں اور مفروروں کو پناہ دینے کا الزام ہے چنانچہ حافظ میاں علم الدین کو سامنے لایا

گیا۔ وہ سربراہ کچھ دیر دیکھتا رہا اور پھر اچانک کرسی سے اٹھا اور جھک کر سلام کیا، اپنی کرسی پیش کی اور کہا محترم حافظ صاحب آپ کیسے تشریف لائے مجھے یاد کرلیا ہوتا۔ میاں صاحب نے جواب دیا میں ہی وہ شخص ہوں جس پر قاتلوں اور مفروروں کو پناہ دینے کا الزام ہے۔

یہ انسپکٹر ملتان میں میاں صاحب کا شاگرد رہ چکا تھا چنانچہ اس نے انکوائری بند کی اور گاؤں والوں کی خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔

میاں علم الدین پر بڑی کڑی آزمائشیں بھی آتی رہیں لیکن قرآن وحدیث والی راہ نہ چھوڑی یہ بات بالکل سچ ثابت ہوئی کہ ایمان جب دل میں جگہ بنا لیتا ہے تو پھر نکلتا نہیں۔

میاں صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ ان کی اولاد میں سے کوئی دینی علوم سیکھے اور لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے لیکن ایسا نہ ہو سکا البتہ ان کے صاحبزادے میاں عبدالرحمٰن کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام محمد عبداللہ رکھا اور اپنی امیدوں کا محور اسے بنا لیا۔

محمد عبداللہ ایک ذہین اور تیز لڑکا تھا، چنانچہ مڈل پاس کرنے کے بعد دادا میاں علم الدین نے ساتھ لیا اور وقت کے نامور عالم دین اور محدث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے جاری کردہ مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ چھوڑ آئے۔ یہ محمد عبداللہ وہی ہے جو بعد میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ کے نام سے دنیا میں معروف ہوئے۔

انکی پیدائش ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۱۹۲۰ء بروز جمعرات چک نمبر ۱۶ جنوبی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں میاں عبدالرحمان بن میاں علم الدین کے گھر ہوئی۔

مدرسہ محمدیہ میں ۱۹۳۴ء میں داخل ہوئے لیکن وہاں کا ماحول پسند نہ آیا کیونکہ بڑے لوگوں کی اولاد نازونعمت میں پلتی اور بڑی نازک مزاج ہوتی ہے۔ یہاں تو کھانا لوگوں کے گھروں سے مانگ کر اکٹھا کیا جاتا تھا نیز گھر والی سہولتیں بھی میسر نہ تھیں، چپکے سے راستہ ناپا اور گھر پہنچ گئے۔ دادا میاں علم الدین جو ناراض ہوئے اور خوب ڈانٹا لیکن یہ اپنی ضد پر قائم رہے کہ میں لوگوں کے گھروں سے کھانا مانگ کر نہیں کھا سکتا۔

دادا نے ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی اور پیسوں کا لالچ دیا کہ خرچہ جتنا چاہو گے ملے گا پر پڑھ ضرور، بہلا پھسلا کر دوبارہ گوجرانوالہ لے آئے اور مدرسہ میں چھوڑ گئے۔ ان کا ایک ہم سبق لڑکا سلیم اللہ

تھا اس نے ہمت بڑھائی اور کہا یا ر تیرے حصے کا کھانا میں لے آیا کروں گا تو اس وجہ سے مدرسہ نہ چھوڑ۔اس طریقے سے محمد عبداللہ کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے میں اس سلیم اللہ کا بڑا احسان مند ہوں جس کی مدد سے دینی تعلیم میرے مقدر میں ہوئی۔

محترم سلیم اللہ صاحب تو نامعلوم دنیا کے کس گوشے میں مدفون ہوں ان کے خاندان اور آل اولاد کے علاوہ شائد ہی کوئی جانتا ہو لیکن ان کے تعاون سے بڑھنے والا یہ درخت دنیا کی معروف شخصیات میں شامل ہوا اور ہزاروں فیض یافتگان کے ثواب میں مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے برابر کھڑا ہے۔ (اللھم اغفرلھم وارحمھم)

مدرسہ محمدیہ میں اس وقت تین استاد طلبہ میں علم وتقسیم کر رہے تھے (اول) فضیلۃ الاستاذ محترم محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ، ان سے بلوغ المرام، مشکوۃ، مؤطا امام مالک، ہدایہ، شرح وقایہ، مسلم الثبوت، شرح جامی، اشارات، کافیہ اور صحیح بخاری شریف وغیرہ پڑھی۔

(دوم) شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، ان سے ترمذی، نسائی، ابوداؤد، مسلم، مختصر المعانی اور مطول وغیرہ پڑھیں۔

(سوم)......کسی کو علم ہو تو بتادے۔

اسی دوران 1938ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا۔

1940ء میں مدرسہ محمدیہ سے فراغت پائی اور اپنے محسن ومربی استاذ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی وساطت سے لکھنو ندوۃ العلما لکھنو کا رخ کیا اور وہاں اس طالب دولت دارین کو ہندوستان کے نامور ادیب اور معروف سیرت نگار مولانا سلمان ندوی ؒ ایسے اساتذہ سے کسب فیض کرنے کا موقع میسر آیا، وہاں ایک سال یا اس سے کچھ کم عرصہ قیام کیا۔واپس آکر مولوی فاضل کا امتحان بھی فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔

تدریس اور خطابت

حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحب فراغت کے بعد جب گاؤں واپس پلٹے تو گھر والوں نے شدید خواہش کا اظہار کیا کہ ہماری زمین جو گاؤں کے قریب اور برلب سڑک ہے وہاں ایک مدرسہ کی

بنیاد رکھی جائے تاکہ ان کے علم وفضل کا فیضان اس علاقے کے لوگوں کو بھی پہنچے، لیکن اپنے شفیق استاذ کے کہنے پر گوجرانوالہ میں مدرسہ محمدیہ میں ہی تدریس شروع کر دی۔ یہ 1942ء کی بات ہے۔ اس کے ساتھ گوجرانوالہ میں ہی دال بازار کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے۔

حضرت الاستاذ کہنہ مشق مدرس تو تھے ہی لیکن بلند پایہ خطیب بھی تھے اور اپنے محسن استاذ حضرت سلفی رحمہ اللہ کی طرح تفسیر القرآن میں ید طولی رکھتے تھے۔

یہی سبب تھا کہ نماز فجر کے درس قرآن میں آہستہ آہستہ دور دور سے بھی لوگ آنا شروع ہو گئے اور جمعہ کے دن مسجد اپنی تنگی داماں کی شکایت کرتی، چنانچہ ملحقہ بازار بند کروا کر باہر صفوں کا انتظام کیا جاتا۔

حضرت الاستاذ کا یہ سلسلہ درس دال بازار کی مسجد سے 1942ء میں شروع ہوا اور جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں 1997ء کو صاحب فراش ہونے تک ساٹھ سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ وللہ الحمد

پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد صاحب حضرت الاستاذ کی زندگی میں ہی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ درس قرآن انتہائی جامع اور انتہائی پُر از معلومات ہوتا ہے۔ جس سے طلبا، اساتذہ اور عام لوگ یکساں مفید ہوتے ہیں۔ بیان کرنے کا انداز عام فہم، پُر مغز، مدلل اور نہایت مؤثر اور دلنشیں ہوتا ہے۔ مولانا کو اللہ تعالی نے تفسیر کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے وہ بہت کم علما کے حصہ میں آیا ہے۔ ہر سامع یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خود ان واقعات سے گزر رہا ہے، مولانا کے بیان میں جو سب سے بڑی خوبی ہے وہ یہ کہ درس کے موضوع کی مناسبت سے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے، جو اعتراضات یا اشکال کسی موقع ومحل پر جنم لیتے ہیں وہ خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا سے کسی اعتراض کو جواب لینے کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔ اشکالات کی تمام گرہیں ایک ایک کر کے کھلتی چلی جاتی ہیں اور پھر انکی عالمانہ شان ان کے ہر درس میں نمایاں رہتی ہے۔ بعض ایسے مسائل جن میں عام علما کی اکثریت کچھ بیان کرنے سے قاصر ہوتی ہے مولانا ان مسائل پر جب اپنے جوہر کی جولانی دکھاتے ہیں اور ان کے بیان کی ندرت جواہرات کو لٹا رہی ہوتی ہے تو حلقہ درس میں ہر شخص ہمہ تن گوش محو استعجاب ہوتا ہے۔ جب احکام شرع کی تفصیل اور قیامت کے احوال کا ذکر ہوتا ہے تو دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں ہیں اور ہر آنکھ اشکبار نظر آتی ہے۔ کسی بھی واقعہ کا منظر، پس منظر، پیش نظر، تہہ منظر وہ اس طریقہ اور انداز سے پیش کرتے ہیں گویا اس واقعہ کا مکمل نقشہ آنکھوں میں گھوم جاتا ہے اور بیان کئے ہوئے واقعہ کے اثرات قلب انسانی پر دیر

تک محسوس ہوتے رہتے ہیں۔

دوران خطبہ اور دوران درس ہر سامع کوشش بسیار کے باوجود اور دل پر قابو پالینے کی کوشش کے باوجود اپنے دل کی کیفیت کو چھپا نہیں سکتا آنکھیں دل کی کیفیت کے آگے اس طرح بے بس نظر آتی ہیں کہ چھپائے نہ چھپے، درس جب ختم ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جھولی خزانہ، علم سے بھری ہوئی ہے اور میں ایک عظیم دولت لے کر جا رہا ہوں۔[تذکرہ علما اہلحدیث ۳۰۷۔۳۰۸]

پروفیسر محترم نے جو باتیں کہیں ہیں یہ غلو پر مبنی ہرگز نہیں ابھی بھی بے شمار لوگ زندہ ہیں جنھوں نے یہ چاشنی محسوس کی، راقم اثیم بھی ان کے فیض یافتگان کے محل میں کسی کونے کھدرے میں پڑا ہوا ناکارہ پتھر ہے۔

ان الفاظ کی سچائی حضرت الاستاذ کی اس آخری وصیت اور پندہ نصائح میں محسوس کی جو ۱۹۹۷ء میں صاحب فراش ہونے سے قبل ہماری کلاس کی فراغت کے وقت فرمائیں۔ بڑے بڑے سخت دل طلبہ میں نے روتے دیکھے ان میں میں خود بھی شامل تھا اور آج جب یہ الفاظ صفحہ قرطاس پر لکھ رہا ہوں تو وہی نقشہ سامنے گھوم گیا اور حضرت الاستاذ کے بیان کی کسک آج اسی طرح محسوس کر رہا ہوں۔ جبکہ آنکھوں میں آنسو جھگڑ رہے ہیں کہ بارش کا پہلا قطرہ کون بنے؟

تحریک پاکستان

1942ء میں حضرت الاستاذ عملی زندگی میں قدم رکھ چکے تھے یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک آزادی اپنے عروج پر تھی۔

اس سے لاتعلق نہیں رہا جا سکتا تھا۔ لہذا شروع سے ہی مسلم لیگ کے حامی تھے اپنے خطبات جمعہ میں برملا اظہار کرتے اور کانگرس کی ریشہ دوانیوں کی خوب خبر لیتے پروفیسر میاں یوسف سجاد صاحب لکھتے ہیں:

اس وقت بھی جبکہ تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور آپ کانگرس کے سخت مخالف اور مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے، مسلم لیگ کی حمایت اور کانگرس کے خلاف آپ کے معرکۃ الآراء خطبات قیام پاکستان کی تاریخ میں گراں قدر حیثیت رکھتے ہیں۔

پاکستان کی حمایت اور کانگرس کے نظریہ پر شدید ضربیں لگانے والے مجاہد خطبہ جمعۃ المبارک میں اس انداز میں ان مسائل کو حل کرتے کہ مخالف سے مخالف کو بھی ان سے آنکھیں چار کرنے کی جرأت نہ ہوتی، مذہب اور سیاست کے متعلق مولانا کا یہ نظریہ ہے کہ سیاست اور مذہب ایک ہی جسم کے دو اعضاء یا ایک ہی جسم کو دو حصوں میں بانٹنے والے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی اہم مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن وسنت نے نہ پیش کیا ہو۔ افسوس یہ خطبات محفوظ نہ رہ سکے۔ آج اگر وہ خطبات ٹیپ شدہ ہوتے تو نئی نسل کیلئے یہ ایک بہترین سرمایہ ہوتے، جس میں پاکستان کے قیام سے پہلے پاکستان کی اہمیت اور کانگرس کی مکارانہ چالوں کے تار پود بکھیر کر دکھائے گئے تھے اور یہ خطبات ان لوگوں کے بھی غایت درجہ مفید ہوتے جن کے قلوب و اذہان آج بھی پاکستان کے وجود کے متعلق صاف نہیں ہیں۔ ان کیلئے یہ خطبات تازیانہ عبرت ہوتے مگر اس زمانہ میں خطبات اور تقریروں کو محفوظ کرنے کا کوئی سائنسی فارمولا شاید ابھی ایجاد نہ ہوا تھا جیسی آسانی اس دور میں ہے۔ [تذکرہ علما اہلحدیث ۱۳۹۰ء]

کوئٹہ آمد

حضرت الاستاذ دور طالب علمی میں ہی ایک ذہین وفطین اور لائق اور ایسا طالب علم جب تدریس کے منصب پر فائز ہو جائے اور وہ بھی وقت کے عظیم اساتذہ اور محدثین کے زیر سایہ تو کیوں نہ علم میں رسوخ اور پختگی پیدا ہوگی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ محکمہ اوقاف کی طرف سے پاکستان بھر سے پچیس علما کا انتخاب کیا گیا جنہیں ایک کورس میں شریک ہونا تھا۔

چنانچہ آپ اس میں اول پوزیشن لے کر سب سے نمایاں رہے حالانکہ دیگر مسالک کے بڑے بڑے پائے کے علما بھی شریک کورس تھے۔

حضرت الاستاذ کے صاحبزادے جناب میاں مجیب الرحمان لکھتے ہیں: غالبا 1962ء میں جب حکومت پاکستان کی طرف سے کوئٹہ میں ریفریشر کورس کیلئے اکیڈمی قائم کی گئی تو والد صاحب بھی اس کورس میں شریک تھے، تین ماہ کے اس کورس میں پچیس جید علما شامل تھے۔ ان میں بارہ علما دیوبندی بارہ علما بریلوی اور اہلحدیث صرف ایک تھا۔ ان علما میں مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی اور مفتی محمد حسین نعیمی (لاہور) بھی شامل تھے، ان تمام علما میں سے اللہ تعالی نے اہلحدیث عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ کو یہ عزت بخشی کہ وہ سب علما سے اول نمبر پر آئے اور اہلحدیث کا سر فخر سے بلند ہوا۔ کوئٹہ میں ایک اور

مقابلہ تقریری ہوا جس میں بڑے بڑے دانشور اور علما نے حصہ لیا، والد صاحب اس مقابلہ میں بھی اول آئے۔

اتنی قابلیت دیکھ کر اکیڈمی کے ڈائریکٹر نے والد صاحب سے درخواست کی کہ آپ ہمیں تین ماہ اور دے دیں ہم نے آپ سے کتاب لکھوانی ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے تین ماہ دے دیئے اور کتاب لکھ دی۔ وہ کتاب پتا نہیں کس نام سے شائع ہوئی اور اس میں کس قدر معلومات تھیں۔ جماعت کو چاہئے کہ وہ پتا کر کے اس کتاب کا کھوج لگائے۔ [ہفت روزہ اہلحدیث خاص نمبر شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ ص: ۲۵]

راقم نے اس تقریری مقابلہ کا قصہ خود حضرت الاستاذ سے بھی سنا ہے اور اس میں کامیابی کی بنیادی وجہ انہوں نے اپنے موضوع کے مطابق گفتگو کرنے کو قرار دیا تھا جو واقعی بہت اہم ہے۔ بڑے بڑے بلند پایہ خطیب اس کا خیال نہیں رکھتے۔ اور کافی باتوں کے بعد عوام سے سوال ہوتا ہے۔

جی میں کہاں پہنچا تھا۔۔۔؟؟

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ پر گوجرانوالہ کی جماعت کا اعتماد اور احباب کا ان کے ساتھ پیار و محبت بھی عیاں ہوتا ہے، گوجرانوالہ چونکہ پہلوانوں کا شہر تھا اور مولانا خود بھی اس کا شوق رکھتے تھے۔ تقویٰ، علم اور ہیئت کے ساتھ ساتھ اس شوق نے بھی مولانا کی محبت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کرنے میں کردار ادا کیا۔ خاص کر حاجی پورے والے پہلوان اور افراد تو آپ پر جان چھڑکتے تھے۔

اہلِ گوجرانوالہ دین اور دین والوں کے ساتھ کس قدر محبت رکھتے تھے یہ بھی ابھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس کا منہ بولتا ثبوت جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے علاوہ شہر بھر میں اہلحدیث مساجد کا بکثرت پایا جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور جو وفات پا چکے ان کی قبروں کو جنت کا باغیچہ بنائے اور جو زندہ ہیں انہیں اہل اللہ کی محبت میں مزید بڑھائے اور زیادہ سے زیادہ دین کا کام کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

فضیلۃ الاستاذ الشیخ نور پوری رحمہ اللہ کے اس تاریخی بیان سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوتی ہے کہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اپنے مدرسے کا نام ''مدرسہ محمدیہ'' رکھا ہوا تھا اور شیخ الحدیث و التفسیر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ شرعیہ اور ان کے ادغام کے وقت ایک نام سے لفظ ''جامعہ''

اور دوسرے نام سے لفظ ''محمدیہ'' لے کر ''جامعہ محمدیہ'' نام رکھا تھا۔

مولانا عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ کا اپنے مشفق اور مہربان استاذ شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے ساتھ محبت اور دلی لگاؤ تھا کہ اتنے بڑے ادارے کو اپنا نام دینے کی بجائے اپنے استاذ کا رکھا ہوا نام دیا۔ ''وللہ الحمد''

سیاست اور مولانا:

حضرت استاذ چونکہ تحریک آزادی میں حصہ دار تھے لہذا وہ سیاست سے جدا کیسے رہ سکتے تھے۔

تمام زندگی جہاں درس وتدریس کے ذریعے عوام اور خواص کے سامنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان کردہ اصول وقواعد بتا کر اخروی کامیابی کا راستہ دکھاتے رہے وہاں دنیوی فلاح و بہبود کے لیے ملکی سیاست میں بھرپور شامل رہ کر لوگوں کی راہنمائی کی۔

ان کے نزدیک سیاست کا مقام بقول اقبال یہ تھا:

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

مولانا برق توحیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مولانا مرحوم علم وعمل میں اپنے قابل فخر اسلاف کے خلف الرشید تھے۔ خصوصاً قاضی کوٹ جیسے قصبہ سے تعلق تھا جو کبھی مجاہدین کا مرکز تھا۔ تو یہ کیونکہ ممکن تھا کہ آپ سیاست سے لاتعلق رہ سکتے تھے۔

چنانچہ آپ نے صرف نظری سیاست پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان سے لے کر تحریک نجات تک (بے نظیر حکومت گرانے کے لیے نواز شریف نے چلائی تھی) جس قدر بھی مذہبی وسیاسی اور اصلاحی تحریکیں بپا ہوئیں مولانا مرحوم نے ان میں ہمیشہ ''کونوا فی هذا الامر رؤوسا ولا تكونوا فيه اذنابا'' کا قائدانہ کردار ادا کیا اور آپ اگرچہ ایک دور میں مسلم لیگ اور پھر جماعت اسلامی سے بھرپور تعاون کرتے رہے مگر جب سے آپ جمعیت اہلحدیث سے وابستہ ہوئے تب سے اسی پلیٹ فارم سے اپنا سیاسی کردار ادا کیا۔ آپ نے ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا، آپ نے امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان اور بعد ازاں سرپرست کی حیثیت سے آخر دم تک بھرپور سیاسی کردار ادا کیا، مگر یہ سیاسی مصروفیات آپ کے علمی ذوق، مطالعہ اور

شوق دعوت وتبلیغ نیز جذبہ تنظیم میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکیں۔ بلکہ ان کا اندازِ سیاست بھی ان کی علم دوستی اورادب پروری کا مظہر ہوتا تھا۔[(ہفت روزہ، اہلحدیث خاص نمبر 78)]

اللہ تعالیٰ نے آپکو دینی بصیرت کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت بھی دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت میں اگر کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا یا سوچتے سوچتے سب عاجز آجاتے تو حضرت الاستاذ کی طرف نگاہیں اٹھتیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ فہم وشعور استعمال میں لاکر کوئی ایسا حل سامنے لاتے جو سب کے لیے موزوں ہوتا اور بعد کے حالات اس کی شہادت بھی دیتے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ کا نام تاریخ اہلحدیث میں تو سنہرے حروف سے لکھا جائے گا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی منظرنامے پر بھی منجھے ہوئے سیاست دان کی حیثیت سے اپنا مقام رقم کرواچکے۔

اس میدان میں ان کی پشت پناہی کرنے والے ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد عبد اللہ رحمہ اللہ ہی تھے چنانچہ رانا شفیق خاں پسروری حفظہ اللہ فرماتے ہیں: آج لوگ کچھ بھی کہیں میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علامہ شہید کی ذات گرامی کو بلندیوں تک پہنچانے میں حضرت مولانا محمد عبداللہ کا کردار ناقابل فراموش ہے،کوئی بڑے سے بڑا قدم ہوتا علامہ شہید مولانا سے ہی مشورہ کرتے اور انہیں اعتماد میں لینے کی کوشش بھی کرتے۔ حضرت علامہ شہید کی تمام جماعتی تگ وتاز کے پیچھے مولانا کا پہاڑ جیسا غیرمتزلزل ساتھ بےلوث مدد اور عظیم اعتماد کارفرما نظر آتا ہے۔[ہفت روزہ اہلحدیث، خاص نمبر 68)]

سیاست میں ہونے کے باوجود کبھی کسی غیرشرعی بات پر اتحاد نہیں کیا اور نہ ہی ذاتی فائدہ اٹھایا۔ یہی وجہ تھی کہ کبھی پیپلز پارٹی کے ساتھ نہیں بیٹھے اور خاص کر جب انہوں نے ایک خاتون (بےنظیر) کو اپنا لیڈر اور سربراہ بنالیا پھرتو یہ بالکل ہی ناممکن ہوگیا کیونکہ سچا اہلحدیث کٹ مرنا تو قبول کرلیتا ہے لیکن حدیث رسول کے مخالف نہیں چل سکتا۔

چنانچہ 20 ستمبر 1994ء کہ جس روز پوری قوم نے نسوانی حکومت کی بدعنوانیوں کے خلاف ہڑتال کررکھی تھی تو فضیلۃ الاستاذ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بنفس نفیس تو شامل نہ ہو سکے لیکن اپنا قائم کردہ ادارہ جامعہ محمدیہ کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ ساتھ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کو اس میں شامل کیا۔

گوجرانوالہ کئی جگہ پر پولیس کے ساتھ ہاتھاپائی ہوئی لیکن جو ظالمانہ رویہ جامعہ محمدیہ اور اس کے طلبہ واساتذہ کے ساتھ اپنایا گیا، اس پوری تحریک میں ایسا کسی کے ساتھ نہ ہوا۔اس دینی ادارے پر پولیس والوں نے ہلہ بولدیا تو تقریبا گوجرانوالہ کی ساری پولیس اور افسران نے پھرادھر کا ہی رخ کیا آنسو گیس کا بے دریغ استعمال کیا گیا، نئے بلاک کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں، کئی طلبا اور اساتذہ پر ایسا وحشیانہ تشدد کیا گیا کہ وہ کئی روز تک سیدھے لیٹ نہ سکے اور کئی ماہ تک تاریخیں بھگتے رہے۔

حضرت الاستاذ اس وقت جامعہ میں ہی تھے اور پولیس آفیسر سے واشگاف الفاظ میں کہا: ظالمو میرے طلبہ کو کیوں مارتے ہو، آؤ مجھے گرفتار کرو، یہ بوڑھا شخص تمھارے ظلم سہنے کے لئے کافی ہے۔ راقم بھی اس وقت جامعہ محمدیہ کے پانچویں سال میں پڑھ رہا تھا لیکن میں شروع سے ہی نور پوری المشرب ہوں، اس لئے چھٹی کا اعلان ہوتے ہی مدرسے کے قریب واقع اپنی خالہ کے گھر آکر سو گیا۔گھر والوں نے اٹھایا اور بتایا تمھارے مدرسے پر پولیس ہی پولیس نظر آرہی ہے، کیا ماجرا ہے۔ چنانچہ میں دوڑتا ہوا گیا تو راستے میں بھاگتے ہوئے کئی طلبہ ملے تو ان سے حقیقت حال کا علم ہو جانے کے بعد واپس آگیا۔

چند دنوں کے بعد اس تحریک نجات کے سربراہ میاں نواز شریف صاحب بذات خود جامعہ آئے تو ظاہر اس طرح کے موقع پر متاثرین کی ہر بات مانی جاتی ہے اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اور کئی احباب بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔لیکن حضرت الاستاذ نے نہ اپنی اولاد کے لئے کچھ مانگا اور نہ ہی جماعت کے لئے ٹکٹوں کا سوال رکھا بلکہ نواز شریف صاحب سے یہی وعدہ لیا کہ حکومت میں آنے کے بعد آپ لوگ قرآن وحدیث کا نفاذ کریں گے۔

لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوا

حضرت الاستاذ نے سقوط ڈھاکہ کے وقت بھی اپنے خطبات میں مشرقی پاکستان میں بہاریوں پر ٹوٹنے والی قیامت پر بھرپور تنقید کی اور پیپلز پارٹی کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک میں انہوں نے ایک بے باک سیاستدان، ایک راست باز معاملہ فہم اور دور اندیش قائد کا کردار ادا کیا۔

1974ء میں قادیانیوں کے خلاف اٹھنے والی تحریک ختمِ نبوت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کی ریشہ دوانیاں نمایاں کرنے کے لئے ملک پاکستان کے مختلف گوشوں میں اپنے احباب و جماعت کے

ساتھ دورے کیے اور لوگوں کو ان کے خلاف صف آرا کیا۔

1977ء میں پیپلز پارٹی نے عام انتخابات میں جو دھندلی کی، اس کے خلاف قومی اتحاد کے سٹیج سے ایک مثالی تحریک نمودار ہوئی جو تحریک نظامِ مصطفیٰ کی شکل اختیار کر گئی۔

اس گوجرانوالہ سے فضیلۃ الاستاذ کی ہی زیرِ قیادت جامع محمدیہ نیائیں چوک سے ہی زیادہ جلوس نکلے اور بہت سے اہلحدیث علما وکارکنان بس دیوار زنداں چلے گئے۔ مولانا بھی نعمانیہ روڈ گوجرانوالہ کے احتجاجی جلسہ میں اپنے رفقاء اور احباب سمیت گرفتاری دینا چاہتے تھے لیکن تمام مکاتب فکر کے علما جو اس جلسہ میں موجود تھے، انھوں نے درخواست کی کہ آپ گرفتاری نہ دیں مبادا تحریک کو شہر گوجرانوالہ میں نقصان پہنچے گا۔

رسالت مآب ﷺ کے خلاف جب سلمان رشدی لعین نے کتاب لکھی تو تحریک تحفظ ناموس رسالت کے تحت اس کتاب کے خلاف رائے عامہ کو منظم کرنے اور اپنے مطالبات پر زور دینے کے لئے ملک بھر میں عام جلسے منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔

جمعیت اہلحدیث نے نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ حضرت الاستاذ کی صدارت میں شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ملک کی قابل ذکر جماعتوں کے قائدین تشریف لائے استاذ مکرم کا خطاب حاصل جلسہ تھا، کشمیر کے مؤقف پر پکے پاکستانی کی طرح واضح تھا کہ یہ پاکستان کی شہ رگ ہے، اسے بچانا مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

بے نظیر حکومت نے آتے ہی مجاہدین کشمیر کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تو اس کے جواب میں الحمرا ہال لاہور میں ان کی زیر قیادت جلسہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اسی طرح جب صدام نے کویت پر حملہ کیا اور سعودی عرب کو بھی دھمکیاں دینی شروع کیں تو مولانا کے ہی کہنے پر ملک بھر میں تحفظ حرمین کانفرنس منعقد کی گئیں اور بیت اللہ و مسجد نبوی کے ساتھ اپنا والہانہ پیار کا اظہار کیا۔

فضیلۃ الاستاذ اور جمہوریت

بعض علما جمہوریت کو کفر کہتے ہیں اور اس میں شامل ہونے والے کو اسلام سے ہٹا ہوا مانتے ہیں

لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت الاستاذ یا دیگر علما اہلحدیث جو سیاست میں قدم رکھتے ہیں ان کے نزدیک جمہوریت کی تعبیر میں فرق ہے۔ جو کسی صورت بھی کفر نہیں بنتی۔ چنانچہ شیخ مکرم اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں: آؤ میں بتاؤ جمہوریت کیا ہے؟ اسلام دنیا کا واحد جمہوری دین ہے اس میں آمریت کی کوئی گنجائش نہیں، جمہوریت کو مادر پدر آزاد قرار دے کر کفر کے فتوے لگا دیے جاتے ہیں حالانکہ جمہوریت کا مطلب آزادی اظہار اور بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی ہے۔ اگر مغرب میں جمہوریت مادر پدر آزاد ہے تو یہ ان کا قصور ہے ہمارے ہاں کی جمہوریت شریعت کی پابند ہے۔ قرارداد مقاصد کے تحت ملک میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون پاس نہیں کیا جا سکتا۔ اب بتائیں جب اکثریت کا کوئی فیصلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بن سکتا تو یہ حرام کیوں ہے؟

قرآن مجید میں آیا ہے کہ مسلمان مشورے سے کام کرتے ہیں «أمرهم شورى بينهم» بتائیں کیا باہم مشورے سے پانچ کی جگہ چھ نمازیں کی جاسکتی ہیں؟ اصل میں مشورے کا حکم نصوص کے علاوہ جو معاملات آتے ہیں ان کے لئے دیا گیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ بھی جمہوریت کے حق میں فیصلہ دیا کرتے تھے غزوہ احد سے قبل رسول اللہ ﷺ نے مشورے کے لئے تمام صحابہ کو جمع کیا، فیصلہ یہ کرنا تھا کہ مدینے میں رہ کر جنگ کی جائے یا باہر جا کر؟ جب کہ عبداللہ بن ابی منافق جو شوریٰ میں شامل تھا اسکی رائے بھی یہی تھی کہ مدینہ میں رہ کر ہی لڑنا چاہیے لیکن اکثریت کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے اپنی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کی رائے چھوڑ کر اکثریت کی بات مانی۔ یہ جمہوریت نہیں تھی تو اور کیا تھا؟ [(ہفت روزہ اہلحدیث خاص نمبر 186)]

استاذ المکرم 1980ء اور 1986ء میں دو مرتبہ تبلیغی دورے پر انگلینڈ گئے اور دونوں مرتبہ دورے کے اختتام پر بیت اللہ کی زیارت کے لئے سعودیہ بھی تشریف لے گئے۔ پہلی مرتبہ حج وعمرہ سے سرفرازہ ہوئے جبکہ دوسری مرتبہ ایام حج نہ ہونے کی وجہ سے عمرہ ہی کر سکے۔

اصول پسند

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ نے تمام زندگی اصول وضوابط سے گزاری۔ نہ خود

انہیں توڑا اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کی اجازت دی، خواہ ان کی اولاد اور اعزہ ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۔ مثلاً ان کے بڑے صاجزادے مولانا عبدالرحمان مرحوم جامعہ محمدیہ میں زیرِ تعلیم تھے کہ جامعہ کی زمین کا ایک ٹکڑا جو خالی تھا کو ہموار کرنے کے لئے طلبہ نے محنت کی جبکہ مولانا عبدالرحمان نے حصہ لینے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں طلبہ کے امیر مولانا محمد صدیق صاحب نے انہیں زدو کوب کیا۔ دوسرے دن استاذ مکرم کو علم ہوا تو حقائق سامنے آنے پر اپنے ہی بیٹے پر برس پڑے اور کہا یہ مدرسہ تمھارے باپ کا نہیں کہ جہاں دوسرے طلبہ کام کریں اور تم شیخ الحدیث کے بیٹے ہونے کی وجہ سے احتراز کرو۔

سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان میاں محمد جمیل صاحب ﷾ بتاتے ہیں کہ جماعتی معاملات میں اکثر و بیشتر مولانا کے پاس نیائیں چوک جایا کرتا تھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوران گفتگو میری نظر کمرے میں موجود اشتہاروں پر پڑی جو کافی تعداد میں تھے ان پر شیخ الحدیث کا نام تین چوتھائی کے قریب تھا جبکہ دائیں بائیں دوسرے علما کے ساتھ حضرت حافظ عبدالمنان صاحب کا نام بھی نمایاں تھا۔ میں نے عرض کی، اشتہار کے مطابق تو اس درس بخاری کی تاریخ گزر چکی ہے کیا یہ تاریخ ملتوی ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے یہ اشتہار جوں کے توں دکھائی دیتے ہیں مولانا نے یہ بات سنی ان سنی کر دی اور دوسری باتوں میں مگن رہے موقع دیکھ کر تھوڑی دیر بعد پھر یہی عرض کی تو فرمانے لگے، دیکھتے ہو، اس اشتہار میں درس بخاری تو حافظ عبدالمنان صاحب نے دینا تھا مگر ان کا نام میرے نام سے چھوٹا لکھا گیا ہے۔ میری طبیعت نے یہ بات گوارہ نہیں کی اس لیے میں نے نیا اشتہار چھپوا کر تقریب بخاری کا اہتمام کروایا ہے۔

۳۔ 1968ء میں شیخ الحدیث امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ نے وفات پائی تو جامعہ محمدیہ نیائیں چوک کی انتظامیہ نے مولانا سلفی کا خلا پر کرنے کے لئے کئی علما کو وقتاً فوقتاً دعوت دی لیکن قرعہ فال استاذ مکرم مولانا محمد عبداللہ کے نام نکلا جو اس وقت دال بازار والی مسجد میں خطیب تھے اور مدرسہ شہر سے باہر جی ٹی روڈ پر منتقل کر چکے تھے۔ مولانا کو جمعہ محمدیہ کی نگرانی اور خطابت سنبھالنے کی دعوت دی گئی تو دنیا دار لوگوں کی طرح لالچ میں آ کر اور بڑی کرسی دیکھ کر فوراً ہاں نہیں کی بلکہ کہا میری مسجد دال بازار والی کی انتظامیہ سے بات کر لیں اگر

وہ مجھے اجازت دیں گے تو آؤں گا ورنہ نہیں کیونکہ انہوں نے عسر ویسر میں میرا ساتھ دیا، میں ایسے ہی انہیں نہیں چھوڑ سکتا چنانچہ دونوں کئی ہفتوں تک مذاکرات کرتے رہے آخر کاران کی انتظامیہ کی رضا مندی سے استاذ مکرم جامعہ محمدیہ نیائیں چوک کے خطیب مقرر ہوئے اور دونوں مدارس کو یکجا کر دیا۔

۴۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب جو جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے موجودہ شیخ الحدیث ہیں، استاذ مکرم کی زندگی میں صدر مدرس تھے، کسی استاد نے (جو مولانا ہزاروی کا شاگرد بھی تھا) ذاتی رنجش کی بنا پر کوئی بات کر دی اور اس جھگڑے نے کافی طول کھینچا، حالات کے پیش نظر مولانا ہزاروی نے اس استاد کو فارغ کر دیا حالانکہ وہ بڑے قابل اور ذہین وفطین تھے۔ اسی لیے مولانا محمد عبداللہ صاحب نے خصوصی طور پر انہیں جامعہ میں تعینات کیا تھا۔

انہوں نے شیخ الحدیث سے بات کی تو انہوں نے کہا میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تمھیں فارغ کیا جائے لیکن صدر مدرس نے یہ حکم نامہ جاری کیا ہے۔ اس لئے تم انہیں راضی کرنے کی کوشش کرو۔

چنانچہ کوشش کی گئی جو بار آور نہ ہوئی آخر کار انہیں مدرسہ چھوڑ کر جانا پڑا لیکن استاذ مکرم مولانا محمد عبداللہ صاحب نے نہ اپنے دل کو آڑے آنے دیا اور نہ ہی اپنے عہدے کو بلکہ ''صدر مدرس'' کے فیصلے کو خاموشی سے تسلیم کیا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جب سے مدرسہ جاری کیا اس کی تاریخ میں یہ پہلا واقع تھا کہ کسی استاد کو فارغ کیا گیا ورنہ جو بھی گئے اپنی خوشی اور مرضی سے مستعفی ہوئے۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ ناخوش گوار واقعہ ہمارے زمانہ طالب علمی 1993ء کا ہے۔

۵۔ استاذ مکرم کے داماد اور بھانجے جناب قاضی سجاد اصغر خلیل صاحب ایم اے بتاتے ہیں کہ مولانا میرے ساتھ بڑا پیار ومحبت کرتے تھے چنانچہ ذرا ہوش سنبھالا تو تو میری تعلیم وتربیت کے لئے اپنے پاس لے آئے، مولانا کے گھر شادی کے چھ سال بعد بیٹی کی صورت میں رحمت الٰہی کا نزول ہوا مڈل کے بعد گھر میں ہی اس کی تعلیم وتربیت کی اور عالمہ فاضلہ بنایا۔

میرے ساتھ آپ نے اپنی اس بیٹی کی منگنی کر دی، اب مشرقی روایات کے مطابق میرا ان کے گھر رہنا مناسب نہ تھا، میرا گاؤں کوٹ قاضی بھی گوجرانوالہ سے کافی فاصلے پر تھا۔ اور گوجرانوالہ میں بحیثیت

ٹیچر ملازم تھا۔

رہائش کا مسئلہ درپیش ہوا تو فرمایا، تمھیں جامعہ محمدیہ رہنے کی اجازت ہے، مگر اس شرط پر کہ کھانے وغیرہ کی قیمت تمھیں ادا کرنی پڑے گی کیونکہ تم زکوۃ وصدقات کے مستحق نہیں۔ چنانچہ جب تک وہاں قیام کیا باقاعدگی سے خرچ ادا کیا۔

بعض احباب جماعت نے اسے مناسب نہ سمجھا تو انہیں جواب دیا کہ میں اس کا امین ہوں، کل خدا کو کیا جواب دوں گا؟

٦۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ میں کسی نے اعتراض کر دیا آپ کے مدرسہ جامعہ محمدیہ میں دو اساتذہ ایسے ہیں جو جماعتی پالیسیوں کے ساتھ نہیں چلتے لہذا انہیں فارغ کر دینا چاہیے۔

اشارہ استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ اور الشیخ حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کی طرف تھا۔

حضرت الاستاذ نے بڑا مسکت جواب دیا۔ بھائی میں نے انہیں تدریس کے لئے رکھا ہے اس میں کوئی کمی وکوتاہی ہو تو مجھے بتاؤ میں آج ہی انہیں فارغ کر دیتا ہوں۔ باقی ان کا ذاتی معاملہ ہے میں کون ہوتا ہوں اس میں دخل دینے والا۔

اس کے بعد پھر کسی نے دوبارہ یہ اعتراض نہ اٹھایا

٧۔ استاذ مکرم جس جمہوریت کے قائل اور علمبردار تھے ساری زندگی اس کے پابند رہے۔ یہاں تک کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ کبھی اپنے بعد اپنی نیابت کا سوچا ہے؟ پہلے تو اس سوال کی طرف التفات نہ فرماتے اور جب اصرار بڑھتا تو جواب دیتے، مجھے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی میں نے کبھی اس منہج پر کام کیا ہے۔ میری ذمہ داری میری زندگی تک ہے۔ بعد میں یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور جماعت کا ہے میرا نہیں۔

حضرت الاستاذ اگر چاہتے تو اپنے کسی صاحبزادے کو نامزد کر جاتے یا جماعت میں سے کسی اپنے قریبی دوست اور ساتھی کا نام لے لیتے لیکن چونکہ یہ اصول وضوابط سے انحراف تھا اس لئے کبھی ایسا سوچا تک نہیں۔ وللہ الحمد

٨۔ استاذ مکرم جامعہ محمدیہ کے شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مہتمم بھی تھے شائد اسی لیے کئی سال تک تدریس سے عملی طور پر الگ رہے یا پھر قابل ترین ٹیم کی موجودگی میں ضرورت محسوس نہیں کی۔

بہر حال آپ روزانہ جامعہ آتے اور گیٹ کے قریب چارپائی پر اجمان ہوتے، ہر آنے جانے والے پر کڑی نظر رکھتے۔ چنانچہ اگر کوئی باہر سے آدمی آتا تو اسے آمد کا مقصد پوچھ کر مطلوبہ جگہ کی طرف راہنمائی کر دیتے۔ اسباق کے دوران اگر کوئی طالب علم چلتا پھرتا نظر آ جاتا تو اسے بلا لیتے اور معقول عذر پیش نہ کرنے کی صورت میں جھڑکیوں سے نوازتے۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا کے ہوتے خال خال ہی کوئی ان کے قریب سے گزرتا۔

میں نے اپنے آٹھ سالہ دور طالب علمی میں ان کی یہی روٹین دیکھی۔ یہاں تک کہ بڑھاپے کی وجہ سے جب روزانہ آنا جانا مشکل نظر آیا تو جامعہ میں ہی ایک کمرہ اپنے لئے مخصوص کر لیا اور زیادہ وقت پھر یہاں ہی گزارنے لگے۔

میں نے یہ مشاہدہ بھی کیا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے جب چلنے پھرنے میں تکلیف محسوس کی تو ٹائروں والی کرسی پر بیٹھ کر بسا اوقات کلاس رومز کا دورہ کرتے اور ہر استاد کے کمرے کے سامنے کچھ دیر ٹھہرتے اور جائزہ لے کر آگے نکل جاتے۔

استاد محترم تمام زندگی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے رہے اور احسن انداز سے نبھاتے بھی رہے۔

انداز تدریس:

جامعہ کی دیگر ضروریات اہتمام اور اچھے اساتذہ کی وجہ سے بذات خود تدریس سے کئی سال علیحدہ رہے، لیکن جب حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے استعفیٰ دیا تو ان کی جگہ پر ایسا قابل مدرس کھڑا کرنا فی الفور ممکن نہ تھا اس لئے کچھ اسباق خود بھی پڑھانا شروع کر دیے۔

حسن اتفاق ہے کہ ہم نے کچھ دن بلوغ المرام کا درس محترم حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ سے لیا اور بقیہ کتاب شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ سے پڑھی۔ یہ 1991ء کی بات ہے اسی طرح اگلے سال مشکوۃ کا حصہ اول بھی انھی سے پڑھا۔ وللہ الحمد

سب جانتے ہیں کہ ابتدائی سالوں میں طالب علم پر زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے اور بغیر اعراب والی کتاب سے عربی عبارت پڑھنے پر زور دیا جاتا ہے چنانچہ ہم گیٹ کے قریب برآمدے میں یا گراؤنڈ میں صفیں بچھا کر بیٹھ جاتے اور مولانا بڑھاپے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اپنی چارپائی سے اتر کر مسند پر جلوہ افروز ہوتے لیکن نگاہ آپ کی طالب علموں کے چہروں پر ہوتی۔

اس کا راز بعد میں کھلا کہ مولانا اس لڑکے کو تلاش کرتے جو چھپنے کی کوشش کرتا چنانچہ آپ کی عقابی نظریں اسے تلاش کر لیتیں اور مسند پر بیٹھنے کے کچھ دیر بعد اشارہ کر کے اسے بلا لیتے اور اگر کوئی آگے سے کہتا ''میں جی'' تو مولانا کا جواب اور لہجہ آپ کے خوش مزاج ہونے کی نشاندہی کرتا اور کلاس کشت زعفران بن جاتی، بہر حال کسی کو بلانے تک ہر طالب علم کی جان حلق میں اٹکی رہتی کہ اگر مجھے دعوت دی گئی تو خیر نہیں۔

اچھے اچھے طلبہ بھی آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے عجلت میں کوئی نہ کوئی غلطی کر جاتے تھے جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑتا۔

بلائے گئے طالب علم سے حدیث کی عبارت پڑھواتے اور جہاں غلط اعراب پڑھتا تو فوراً سوال ہوتا ایسا کیوں پڑھا ہے؟ اگر درستگی کر لیتا اور جواب دے دیتا تو ٹھیک ورنہ کنپٹی پر تھپڑ، اور پھر یہی سوال بقیہ طلبا سے کرتے بہر حال انہیں تھپڑ سے نہ نوازتے، تھپڑ صرف اسی کے نصیب میں ہوتے تھے جو دعوت پر آگے تشریف لے آیا۔

مشکوۃ اول بھی اسی انداز سے پڑھائی تھی۔

ہم سے صرف ایک طالب علم نے مولانا سے بچنے کا راز پا لیا اور اس نے بھی کافی وقت گزرنے کے بعد اسے افشاں کیا۔

چندا قلعہ گوجرانوالہ سے تعلق رکھنے والے عبدالواحد ربانی جواب بتوفیق باری تعالیٰ مولانا بن چکے ہیں۔ اپنے علاقے میں ہی ایک مسجد کی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ مدرسۃ البنات میں تدریس بھی کرتے ہیں، نیز اپنا ذاتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ وللہ الحمد۔ اپنے سر پر کافی تیل لگا کر آتے تھے چنانچہ (طالب علمی کے زمانے کے مطابق) جب ان کی کمبختی آتی تو ایک تھپڑ کے بعد ان کی جان چھوٹ جاتی اور مولانا ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اپنا ہاتھ صاف کر کے انہیں اٹھا دیتے تھے۔

ہمارے ممدوح حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ ان سے ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکوۃ اور جامع البیان پڑھیں۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مذکورہ کتب، دال بازار والے مدرسہ میں بدایۃ المجتہد اور سراجی پڑھی۔

حق گوئی:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

حضرت الاستاذ فرمایا کرتے تھے کسی آدمی کے سچا ہونے کیلئے یہی کافی نہیں کہ وہ سچا ہے بلکہ سچائی ثابت کرنے کیلئے مناسب وقت، مناسب انداز اور مناسب الفاظ کا انتخاب ضروری ہے۔

بذات خود اسی پر عمل پیرا رہے اور ہمیشہ جس طرح کی مجلس ہوئی اسی طرح کی گفتگو کر کے تمام افراد کو یا تو اپنے حق میں کر لیا یا پھر ان کے دلائل کا تار پور بکھیر کر انہیں خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔

حافظ عبدالستار حامد حفظہ اللہ (وزیر آباد) لکھتے ہیں:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت، گہری عقیدت اور بے انتہاء الفت تھی۔

آپ حدیث پاک کی موجودگی میں کسی فقیہہ و مجتہد کی رائے قیاس اور اجتہاد کو قبول کرنے کیلئے قطعاً تیار نہ تھے آپ تقاریر، خطابات اور دروس میں محدثین کے مسلک کی خوب ترجمانی فرماتے اور حدیث کی اہمیت وضرورت اور حجیت کے بارے میں کسی مداہنت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قرآن وحدیث کو ہی ملت اسلامیہ کے اتحاد کی بنیاد اور اساس قرار دیا کرتے تھے۔ منکرین حدیث کی خوب خبر لیتے اور حدیث رسول پر ان کے اعتراضات کے مسکت جواب دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ ماہانہ علمی اجلاس میں طلاق ثلاثہ کے موضوع پر سامعین کے سوالات کے جوابات ارشاد فرما رہے تھے کہ شہر کے ایک خطیب صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت آپ طلاق ثلاثہ کے حوالے سے جس حدیث کا ذکر فرما رہے ہیں امام ابن حزم کی اس بارے میں رائے آپ کے استدلال سے مختلف ہے۔ جب خطیب صاحب نے حدیث مصطفیٰ ﷺ کے مقابلے میں امام ابن حزم کی رائے پیش کی تو حضرت کو جلال آ گیا۔ انتہائی جذباتی انداز میں فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ اس کے مقابلے میں امام ابن حزم کی بات کر رہے ہیں ایک ابن حزم کیا ہم حدیث رسول کے مقابلے میں ساری دنیا کے اماموں کی بات کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب حفظہ اللہ

مرتب: مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ

نام ونسب: عبدالحمید بن میاں عبدالحق بن میاں امام دین بن میاں حیات۔

تاریخ ولادت:

تقریباً ۱۹۳۴ء

حصول علم:

سکول کی تعلیم بالکل نہیں، کیوں کہ اس زمانے میں ان علاقے میں ایسا کوئی انتظام نہ تھا۔ البتہ والد صاحب گاؤں کی مسجد کے امام وخطیب تھے۔ نماز کا پورا سبق انھی سے پڑھا، نیز چند پارے ناظرہ قرآن بھی پڑھا۔

آٹھ نو سال کی عمر تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو ان کے بڑے بھائی کو جن کی عمر اتنی زیادہ نہ تھی گھر کا انتظام وانصرام سنبھالنا پڑا۔ مولانا صاحب کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ سے بڑا بھائی اور ان سے بڑی ہمشیرہ تھی، بقیہ آپ سے چھوٹے تھے۔ مولانا صاحب کے والد محترم کی طرح دادا جان بھی عالم دین، مسجد کے امام وخطیب تھے، بلکہ پورے علاقے پر ان کا کنٹرول تھا، ہر قسم کے فیصلے انھی سے کروائے جاتے تھے۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے زمانے کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے، کیوں کہ لائبریری میں کافیہ وجیز جیسی پیچیدہ کتب بھی موجود تھیں۔ والد محترم کی وفات کے بعد میں سوچا کرتا تھا کہ ان کتب کو کون پڑھے گا اور اس علمی ورثہ کا مالک کون بنے گا؟ گھر کی عیال داری بڑے بھائی نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ لہٰذا میں ٹیکسلا کے علاقے کیمبل پور میں حنفی مدرسہ میں داخل ہوا۔ وہاں ناظرہ قرآن کے مزید چند پارے پڑھے اور واپس گاؤں آ گیا۔ میرے والد محترم کی وفات کے بعد مولانا عبدالعزیز راشد آف فیصل آباد کے والد محترم مولانا امام دین مرحوم ان کی جگہ خطیب مقرر ہوئے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا پڑھنے کا شوق رکھتا ہے تو وہ مجھے ساتھ لے آئے اور صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ

اوڈانوالہ میں چھوڑ آئے۔ یہ تقریباً ۱۹۴۵ء کی بات ہے۔ وہاں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا بخاری پڑھانے کا دوسرا سال تھا۔ بالکل ان پڑھ ہونے کے باوجود بھی میں ہمیشہ تمام اسباق یاد کرتا اور ہمیشہ کلاس میں اچھی پوزیشن حاصل کرتا۔ اسی طرح اللہ کی توفیق سے چھ سالہ کورس مکمل کیا۔ مولانا یہاں پہنچ کر فرمانے لگے: موجودہ زمانے میں ایسا بچہ اگر مدرسہ میں آجائے تو ہم اسے داخلہ دینے پر تیار نہیں ہوتے، یہ بڑی عجیب بات ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

چھ سالہ نصاب مکمل کرنے کے بعد وہاں ہی مدرس متعین کر دیا گیا۔ یہ تقریباً ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔

اساتذہ کرام:

مولانا عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ سے بخاری پڑھی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے نسائی پڑھی، حافظ محمد اسحٰق حسینوی، مولانا اسحٰق چیمہ، مولانا یعقوب جہلمی، المعروف پیر یعقوب، مولانا یعقوب ملہوی، مولانا صادق خلیل رحمہم اللہ سرحد کے علاقے حویلیاں میں گاؤں جھنگڑا میں مدرسہ شروع کیا گیا اور وہاں لوگ اوڈانوالہ آئے، مجھے لے جانے پر اصرار کیا تو میں نے صوفی عبداللہ صاحب کی طرف بھیج دیا۔ وہ تین دن تک مصر رہے، لیکن وہ نہ مانے، آخر مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ جیسے آپ کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا علاقہ کی صورتِ حال کے پیش نظر آپ کو وہاں جانا چاہیے۔ لہذا ایک سال دینی تدریس ہوئی تھی کہ میں حویلیاں چلا آیا۔ چند ماہ ہی میں سمجھ گیا کہ ان لوگوں میں دیانت داری کی کمی ہے، للہذا میں الگ ہو گیا۔

حویلیاں سے اوپر ریالہ میں مدرسہ شروع کیا گیا تو وہاں مدرس مقرر ہوا، پانچ سال تک پڑھایا، دو طالب علم تھے، مسلم تک پڑھایا تھا کہ انتظامیہ سے مدرسہ مزید چلانا مشکل ہو گیا۔ اسی دوران ۱۹۵۶ء میں مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کو کالا باغ جلسے پر دعوت دی گئی، مولانا عبداللہ مظفر گڑھی کو میرے متعلق علم تھا تو انھوں نے کہا: مولانا صاحب کو مدرس کی ضرورت ہے آپ ان کے پاس چلے جائیں، پھر انھوں نے مولانا صاحب سے بات کی اور میرے متعلق بتایا۔ مولانا سلفی مجھے ملے تو کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم سب کتابیں پڑھا لو گے، اس لیے میرے ساتھ تشریف لے چلو، اور تنخواہ مقرر کر لو، چنانچہ مجھے گوجرانوالہ آنے کا کہہ گئے۔ میں ریالہ کے ان دو طالب علموں کو ساتھ لے کر گوجرانوالہ چلا آیا، جس میں سے ایک

عبدالصمد ریالوی تھے، یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ نیائیں چوک پہنچا تو مولانا سلفی رحمہ اللہ جامع البیان پڑھا رہے تھے۔ سلام دعا کے بعد ناشتے کا پوچھا تو میں نے کہا میں ناشتہ کر چکا ہوں۔ پھر دریافت کیا کہ ادھر ہی رہیں گے یا واپس گاؤں جا کر پھر آؤ گے؟ تو میں نے کہا اب میں حاضر ہوں اور ادھر ہی رہوں گا۔ چنانچہ اسی وقت کلاس سے اٹھے اور کہا ادھر بیٹھ جاؤ، میں نے چند آیات پڑھائی ہیں آگے آپ پڑھائیں۔

چنانچہ ان کی مسند پر بیٹھا اور «بسم اللہ» پڑھ کر تدریس شروع کر دی اور آج تک جاری ہے۔ **فللہ الحمد** اپنی مسند پر بٹھانے کے بعد مولانا سلفی رحمہ اللہ نے مدرسہ کا سارا نظام میرے سپرد کر دیا، یہاں تک کہ فتویٰ نویسی بھی میرے ذمے لگا دی۔ میرے فتاویٰ جات مختلف اخبار و رسائل میں چھپنے لگے، جنھیں جمع کرنے کا خیال نہ کسی کو آیا اور نہ ہی میں خود کر سکا۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ فجر کے بعد صحیح بخاری کی ایک جلد طلبا کو پڑھاتے، جب کہ دوسری جلد میرے سپرد کر دی۔ ان کی وفات تک سلسلہ یوں ہی چلتا رہا، اس کے بعد جب مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کو نگران بنایا گیا تو انھوں نے اپنا مدرسہ جامعہ شرعیہ دال بازار کو اس مدرسہ میں ضم کر دیا۔ چنانچہ درسِ نظامی کا مکمل نظام شہر سے باہر سرفراز کالونی جی ٹی روڈ لے گئے۔ اور فیصلہ ہوا کہ تین استاد مولانا سلفی رحمہ اللہ کے مدرسہ سے اور تین استاد جامعہ شرعیہ سے لیے جائیں گے اور پڑھائی شروع کی جائے گی۔

چنانچہ یہاں سے مجھے، مولانا رفیق سلفی اور حافظ عبدالسلام بھٹوی کو منتخب کیا گیا اور جامعہ شرعیہ سے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ، مولانا بشیر الرحمٰن رحمہ اللہ اور مولانا جمعہ خان (دیوبندی) کو لیا گیا۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ بھی مولانا سلفی رحمہ اللہ کی طرح بڑے نیک انسان تھے وہ بھی عملی طور پر تدریس سے تقریباً کنارہ کش ہو گئے، جیسا کہ مولانا سلفی رحمہ اللہ میرے آنے کے بعد ہوئے۔ لہٰذا ان کی طرح مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے بھی مدرسہ کا اندرونی نظام مکمل طور پر میرے سپرد کر دیا اور صدر مدرس بنا دیا، حضرات بخوبی سمجھتے تھے کہ طلبا تو اسی کے کہے میں آتے ہیں جو انھیں پڑھاتا ہو اسی وجہ سے نظام اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔

مولانا ہزاروی بات جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں جب طلبا بخاری تک پہنچے تو حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی جو انھوں نے قبول فرمائی، ان کی وفات تک سلسلہ اسی

طرح جاری رہا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے بخاری ایک جلد میرے ذمے لگا دی اور دوسری حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے سپرد کر دی، آج تک یہی سلسلہ چلتا آ رہا ہے۔ البتہ ہر سال جلد بدل لی جاتی ہے۔ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے دور میں بھی فتویٰ میں ہی لکھتا تھا وہ بس تصدیق کر دیا کرتے تھے۔

راقم کہتا ہے: ان مشاہیر اور بزرگوں کا اعتماد واضح کرتا ہے کہ مولانا ہزاروی جہاں تدریس کے بادشاہ تھے وہاں انتظامی امور کی انجام دہی کی ایک اضافی خوبی انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

مولانا ہزاروی جامعہ محمدیہ کے علاوہ طالبات کے کئی مدارس میں بھی پڑھاتے ہیں۔ جامعہ محمدیہ کے ساتھ ہی جامعہ محمدیہ للبنات ہے، وہاں تقریباً بیس پچیس سال سے تدریس کر رہے ہیں، جہاں پر صحیح البخاری اور دیگر بڑے اسباق پڑھاتے ہیں۔ جامعہ عائشہ رضی اللہ عنہا کھیالی گوجرانوالہ میں بھی کئی سال پڑھایا۔ اب بوجوہ ان سے الگ ہو گئے ہیں۔ جامعہ احسان للبنات جو کہ شہر میں جامعہ اسلامیہ کے قریب ہے، وہاں پر بھی کئی سال تدریس جاری رہی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ہزاروی نے تدریس کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، اسی لیے جب ان سے بچوں کے حوالے سے پوچھا گیا تو کہا میرے دو بیٹے اور آٹھ بچیاں ہیں، اسی مصروفیات کی بنا پر لڑکوں پر توجہ نہ دے سکا وہ دینی علوم نہ پڑھ سکے، جب کہ بچیاں سکول وغیرہ کا پڑھ گئی ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ علما کی یہ کمزوری عموماً سامنے آتی رہتی ہے، جس سے اخذ ہوتا ہے کہ دینی علم قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، وراثت کا کوئی چکر نہیں۔

خاندانی پسِ منظر:

اس سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا: آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں ایک اعلیٰ عہدے دار میاں حیات تھا وہ میرا پردادا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انگریزوں نے اسے اپنے ساتھ ملانے کیلیے دس مربعہ زمین اور دیگر مراعات دینے کا لالچ دیا، انھوں نے سوچنے کا وقت طلب کیا تو رات و رات اپنے اہل وعیال کو لیا اور دہلی سے راہ فرار اختیار کی اور آزاد علاقوں کا رخ کیا۔ ٹیکسلا میں ان کی ملاقات ترک لوگوں سے ہوئی جو اپنی حکومت کے باغی اور چھپ چھپا کر آئے تھے ان سے ترکی زبان میں بات چیت کی جس سے معلوم پڑتا ہے کہ میرے پردادا بہادر شاہ کی طرف سے سفیر کے عہدے

پر فائز تھے۔ واللہ أعلم بالصواب

چنانچہ ترک میں ساتھ ہو لیے یہ لوگ ایبٹ آباد سے نتھیا گلی کی سمت ایک علاقہ ''نملی میرا'' میں سکونت پذیر ہوئے اور آج تک ان کی نسلیں یہیں آباد ہیں۔ تاہم میرے پردادا اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے تھے اور اپنے لیے زیادہ محفوظ جگہ کے متلاشی رہے، بالآخر نتھیا گلی سے انتہائی پستی میں ایک گاؤں باگن کو منتخب کیا اور وہاں بقیہ زندگی گزار دی اور وہاں وفات پائی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔

ان کے چار بیٹے تھے بڑے کا نام میاں امام دین تھا جو میرے دادا تھے۔ چھوٹے کا نام میاں عبدالرحیم تھا یہ دونوں اسی جگہ رہے جب کہ دوسرے دونوں چھوٹے بیٹے ''رمس چمرقند'' کے مجاہدین میں شامل ہوئے، ان کی ساری زندگی انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہی گزری۔ پاکستان بننے سے قبل ہی چمرقند میں دونوں وفات پا گئے۔

باگن گاؤں میں اہلِ حدیث آباد تھے، ہمارا خاندان پہلے سے ہی اہلِ حدیث تھا یا یہاں آ کر ہوا اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ دادا مرحوم اور والد محترم دونوں عالمِ دین اور خطیب تھے۔ والد مرحوم کی اولاد میں سے صرف میں ہی علمِ دین حاصل کر سکا۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾

تلامذہ:

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے قابل فخر شاگرد کون ہیں؟ تو انھوں نے مسکراتے ہوئے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا نام لیا۔ معروف شاگردوں میں سے چند ایک ذیل میں ہیں۔

ڈاکٹر فضل الٰہی، حافظ محمد شریف فیصل آباد، حافظ عبدالکریم ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، علامہ عبدالعزیز حنیف سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ (انھوں نے اوڈانوالہ میں ہزاروی صاحب کی شاگردی اختیار کی تھی۔

شیخ الحدیث حافظ عبداللہ رفیق حفظہ اللہ لاہور

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ لاہور

شیخ الحدیث ذوالفقار صاحب حفظہ اللہ لاہور

لشکر طیبہ کے امیر اور لکھوی خاندان کے عظیم فرزند ذکی الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ

استاذ المجاہدین محترم نصر جاوید حفظہ اللہ

مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب حفظہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالغفار صاحب ظفروال اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالستار فاضل مدینہ یونیورسٹی

مولانا خالد بشیر مرجالوی صاحب حفظہ اللہ

شیخ الحدیث حافظ امین صاحب حفظہ اللہ اوڈانوالہ

مولانا جاوید انور صدیقی حفظہ اللہ لاہور

مفتی عبدالرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ مرکز طیبہ مرید کے

طریقہ تدریس:

مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کا طریقہ تدریس لاجواب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بات سمجھانے کا ڈھنگ ودیعت کیا ہوا ہے۔ ذہین طلبا کو تو ہر کوئی سمجھا لیتا ہے مگر درمیانے اور ان سے کم لیول والے کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ان پر یہ طریقہ باری تعالیٰ کی خاص عنایت ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم جیسے نکمے بھی ان کا سبق شوق سے پڑھتے تھے اور اسی وجہ سے سال اول کی اہم کتاب ابواب الصرف کو آج تک خود پڑھاتے آرہے ہیں۔

اس سے جہاں ان کی اعلیٰ ظرفی ظاہر ہوتی ہے کہ اجل شیخ ہونے کے باوجود سال اول کو پڑھاتے ہیں، وہاں معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی تعلیمی فکر کس قدر ہے۔ جن حضرات نے ابواب الصرف ان سے یاد کی ہے وہ انھیں بھی یاد کرتے ہیں۔

خطابت کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ اپنے ماضی الضمیر کو عمدہ لہجے مناسب الفاظ میں بات کرنا کوئی ان سے سیکھے۔ اپنی اردو تقریر میں بڑے بے ساختہ اور برمحل پنجابی کے الفاظ ایسے بولتے ہیں کہ سامعین محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حتیٰ کہ اگر کسی پر تنقید بھی کرنا مقصود ہوتی تو مخصوص لہجے میں ایسے الفاظ میں کرتے کہ سامعین جھوم جاتے۔

لاہور کینٹ جامع مسجد بلال اہلِ حدیث میں نماز تراویح میں قرآن مکمل کرنے کے موقعہ پر انھیں

خطاب کی دعوت دی گئی۔ یہاں کے نمازی پڑھے لکھے اوراعلیٰ افسران میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں حالاتِ حاضرہ پر ایسی شاندار تقریر کی کہ سب دم بخود رہ گئے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب طالبان حکومت نے افغانستان میں بت شکنی کی تھی۔ اس واقعہ کا تذکرہ جب حافظ عبدلمنان نور پوری رحمہ اللہ کے سامنے کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ باری تعالیٰ نے انھیں بولنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہے واقعتاً وہ بہت شاندار گفتگو کرتے ہیں۔

۲۰۰۸ء میں دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ میں تقسیم اسناد کے موقع پر شیوخ الحدیث کو دعوت دی گئی، باوجود پیرانہ سالی کے امام بخاری کے طرزِ استدلال کے موضوع پر ایسی تقریر کی کہ پہلے سننے میں نہ آئی۔ ایسے محسوس ہورہا تھا کہ کوئی علمی موتی بکھیر رہا ہے۔

مخصوص لہجہ:

ان کی پلائی ڈانٹ وہ بھی مخصوص لہجے میں جب بھی یاد آتی ہے تو عجیب سا لطف بھی انگڑائی لیتا ہے جو کہ بیان سے باہر ہے۔ ان کا ہر شاگرد جانتا ہے کہ ان کی مخصوص لہجے میں پلائی ہوئی ڈانٹ نے بڑے بڑوں کو سیدھا کر دیا۔ اسے ہم طلبا مولانا کی گردان کہا کرتے ہیں کہ یعنی سبق یاد کرلو ورنہ مولانا پوری گردان کر دیں گے۔ ان کے مزاج کی آشنائی سے قبل ہم مولانا کو خشک مزاج سمجھتے تھے، مگر جوں جوں قریب ہوتے گئے تو نہ صرف پہلے خیال کی منسوخیت ہوئی بلکہ انھیں بڑا شاندار اور پرمزاج پایا۔ مزاح کی حد کر دیتے تھے کہ جب کسی طالب علم کو سبق یاد نہ ہوتا تو ان کی دی ہوئی تشبیہ کلاس کو کشت زعفران بنا دیتی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ میں تدریس کی ذمہ داری دی، جو آج بھی الحمدللہ قائم ہے۔

جامعہ ھذا میں جمعرات کو بھی مکمل پڑھائی ہے ایک مہینے کے بعد اکٹھی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ جب کبھی راقم اور حافظ عطاء الرحمٰن علوی حفظہ اللہ فاضل جامعہ محمدیہ اساتذہ کی زیارت کی غرض سے جامعہ محمدیہ جاتے ہیں تو مولانا کا مسکراتا چہرہ نظر آتا ہے، ان کا پہلا جملہ یہ ہوتا ہے کہ آ گئے ہو ماہواری گزارنے۔

طلبہ کے حق میں محترم نہایت مشفق ہیں، طلبہ کی عزتِ نفس کا بہت خیال کرتے ہیں، غلطی پر الگ تھلگ ہو کر سمجھانا پسند کرتے ہیں، بعض اوقات غلطی کی اصلاح معمولی الفاظ سے کر دیتے۔

ہمارا جامعہ میں ساتواں سال تھا کہ مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے دورہ تدریبیہ اسلام آباد جامعہ سلفیہ

میں منعقد ہونا قرار پایا، میں چونکہ کم عمر طالب علم تھا جبکہ مطلوبہ تعداد بڑی عمر کے لڑکوں سے پوری ہو گئی تھی اور چونکہ میری خواہش تھی، سو کسی نے اس مشورے سے نوازا کہ گندم کی کٹائی کا بہانہ تراشو، انھوں نے جب میری چھٹی کی درخواست پڑھی غلطی پکڑ لی اور ڈانٹ کر تنبیہ کی کہ کام کیا ہے اور بہانہ کیا کیا ہے؟ یہ گندم لگانے کا موسم ہے، نہ کہ کاٹنے کا۔ ادھر میری شرمندگی بڑھی تو ادھر ان کی شفقت دوڑی سو میری درخواست منظور ہوئی اور یہ جملہ انھوں نے کاٹ دیا۔

مرتب: خاور رشید بٹ

فاضل جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مدرس دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ مغل پورہ لاہور

حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ

ایام پڑھائی میں تو سب ہی کچھ نہ کچھ پڑھتے ہیں لیکن ایام تعطیلات میں بھی پڑھنا کسی کسی کا کام ہے۔

چنانچہ ہمارے ممدوح الشیخ نور پوری رحمہ اللہ زمانہ طالب علمی سے ہی کتابوں میں مگن رہنے کے عادی اور اپنے آپکو مصروف رکھتے تھے۔

سب جانتے ہیں کہ دینی مدارس میں پڑھائی شوال تا شعبان رہتی ہے۔ رمضان مکمل اور چند یوم شعبان وشوال کے فارغ ہوتے ہیں۔ محترم الاستاذ ان چھٹیوں کو بھی ضائع نہ کرتے کہیں نہ کہیں ضرور مصروف عمل رہتے۔

۱۳۸۲ھ کی تعطیلات ماہ رمضان میں دورہ تفسیر القرآن کیلئے جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور حاضر ہوئے اور اپنے وقت کے عظیم محدث وفقیہ حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے اور قرآنی سمندر میں غوطہ زن ہوئے۔

حافظ محدث روپڑی رحمہ اللہ ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۷ء کیمپور تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔

ان کے والد کا نام میاں روشن دین تھا جو کہ علم کے بے حد شائق تھے اور اپنی اولاد کو بھی دینی علوم سے بہرور کرنے کی شدید تڑپ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے مختلف علاقوں میں سکونت پذیر رہے۔

حافظ محدث روپڑی رحمہ اللہ آٹھ بھائی بہن تھے۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں: رکن الدین، رحیم

بخش، حافظ عبداللہ، عبدالواحد، عبدالقادر، فاطمہ، حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمٰن۔

محدث روپڑی رحمہ اللہ نے تعلیم کا آغاز موضع ڈوبہ میں کیا جو چھانگا مانگا کے قریب ہے۔ وہاں مولوی عبداللہ صاحب تھے جو اس نواح کے مشہور عالم دین تھے ان سے ناظرہ قرآن پڑھا اور سورۃ بقرہ حفظ کی۔

ان کے بڑے بھائی مولوی رکن الدین لکھو کے میں زیر تعلیم تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد انہیں بھی ساتھ لے گئے اور وہاں مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

ان کے بڑے بھائی لکھو کے سے فارغ ہوئے تو مزید تعلیم کے لئے سہارن پور چلے گئے۔ ایک سال وہاں قیام کیا، اس کے بعد میرٹھ روانہ ہوگئے۔ حافظ محدث روپڑی بھی ساتھ ہی تھے۔ میرٹھ کے مدرسہ نعمانیہ میں انہوں نے ایک سال گزارا اور صرف میر وپنج گنج وغیرہ کتب پڑھیں۔ بڑے بھائی دہلی چلے گئے تو حافظ صاحب وطن لوٹ آئے۔

ان کے والد میاں روشن دین نے کمیر پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور بیٹے عبداللہ کو امرتسر غزنویہ میں داخل کروا دیا۔

اس مدرسہ میں محدث روپڑی رحمہ اللہ نے قرآن مجید مکمل حفظ کیا اور مولانا معصوم علی سے شرح جامی تک نحو اور قطبی تک منطق کی کتب پڑھیں۔

مدرسہ غزنویہ میں ایک حنفی عالم مولانا محی الدین بھی مدرس تعینات تھے۔ ان سے بھی استفادہ کیا، اور مراح الارواح، زنجانی فصول اکبری اور شافعیہ وغیرہ کتابیں ان سے پڑھیں۔

علم فقہ کی مروجہ کتابوں کی تکمیل اسی مدرسہ میں کی اور اصول فقہ مولانا عبدالصمد سے پڑھی۔

تفاسیر کی مروجہ کتب حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور کتب حدیث کی اکثر کتابیں بھی انہی سے پڑھیں لیکن بعض کتب حدیث کے لئے حضرت مولانا عبدالاول غزنوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ البتہ سند فراغ امام صاحب سے حاصل کی، یہ ۱۹۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت انکی عمر بائیس، تئیس برس تھی۔

امرتسر میں ایک مدرسہ نعمانیہ بھی بڑی شہرت کا حاصل تھا چنانچہ یہاں کے اساتذہ سے علم فلسفہ کی چند کتابیں پڑھیں، میبذی بھی اسی مدرسے میں مکمل کی۔

حضرت الامام کی خواہش تھی کہ آپ مدرسہ غزنویہ میں رہیں اور تدریس کے فرائض سرانجام دیں لیکن چونکہ وہ مزید تعلیم کے متمنی تھے اس لئے معذرت کر کے عازم دہلی ہوئے۔لہذا دہلی میں منطق و فلسفہ کی تکمیل مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد اسحاق منطقی سے کی جو علمی حلقوں میں اسحاق منطقی کے نام سے معروف تھے۔

اقلیدس اور بعض غیر درسی کتابیں بھی ان سے پڑھیں اور اقلیدس کے چھ مقالے حفظ کیے۔اسی دوران انہیں خبر ملی کہ حضرت الامام عبدالجبار غزنوی وفات پا گئے ہیں۔یہ ۲۵ رمضان ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء کا المیہ ہے۔

حافظ صاحب چونکہ اپنے عالی قدر استاد سے بہت محبت کرتے تھے اور طویل عرصے تک ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کرتے رہے اس لئے انکی وفات کا شدید صدمہ پہنچا اور امرتسر آ گئے۔چونکہ فنون کی بعض کتب پایہ تکمیل تک نہ پہنچی تھیں اس لئے واپس دہلی چلے گئے۔لیکن انکی تکمیل کی جلد کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ان حالات کے پیش نظر محدث روپڑی نے رام پور کا قصد کیا،وہاں ریاستی حکام کی طرف سے مدرسہ عالیہ کے نام سے ایک درسگاہ قائم تھی وہ اس میں داخلہ لینا چاہتے تھے لیکن مہتمم نے انکار کر دیا۔

وہ پریشانی کی حالت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں استاد کسی کام سے مدرسہ سے باہر گئے۔وہاں ایک مسودہ پڑا تھا جو عربی میں لکھا ہوا تھا۔حافظ صاحب کی اس پر نظر پڑی تو دیکھا کہ اس میں صرف ونحو کی بعض غلطیاں پائی جاتی تھیں۔حافظ صاحب نے انکی نشاندہی کر دی۔استاد واپس آئے تو انہوں نے نشان زدہ مقامات دیکھے اور فرمایا: مسودے میں یہ نشان کس نے لگائے ہیں؟

حافظ صاحب نے جواب دیا: ان غلطیوں کی نشان دہی اس عاجز نے کی ہے،ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ مقامات غلط کیوں ہیں۔استاد نہایت متاثر ہوئے اور فرمایا: آپکو اس مدرسے کا استاد بھی مقرر کرتا ہوں اور طالب علم کی حیثیت سے بھی آپکو داخلہ دیتا ہوں۔

رام پور کے مدرسہ میں ایک سال قیام رہا،اس اثنا میں مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا اور درس نظامیہ کی سند بھی حاصل کی۔

اس وقت مدرسہ عالیہ میں مولانا محمد امین پشاوری اور مولانا فضل حق رام پوری فرائض تدریس انجام

دیتے تھے اور یہ دونوں استاد منطق و فلسفہ اور علم کلام میں بڑی شہرت کے حامل تھے ۱۹۱۴ء میں سند فراغت حاصل کی۔

حافظ عبد اللہ صاحب جماعت اہلحدیث روپڑ کی دعوت پر روپڑ چلے گئے اور ۱۹۳۸ء تک وہاں رہے۔

دہلی میں مدرسہ رحمانیہ کے اجراء پر انہیں بطور مدرس آنے کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے روپڑ اور اردگرد کے اہل علاقہ کی محبت اور اصرار دیکھ کر شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا یہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۷ء تک متواتر تیس سال امتحان لینے کیلئے دہلی کا قصد کرتے رہے۔

۱۹۱۶ء میں روپڑ آ کر حافظ صاحب نے دارالحدیث کی بنیاد رکھی جو مختلف ادوار دیکھتا ہوا آج جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور میں جاری وساری ہے اور آج تک ہزاروں کی تعداد میں تشنگان علم اس چشمہ صافی سے سیراب ہو چکے ہیں اور نا معلوم کب تک ہوتے رہیں گے۔

اس صدقہ جاریہ کا ثواب محدث روپڑی کو مل رہا ہے اور ملتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ)

۱۹۳۸ء تک روپڑ میں رہے اور جب انہوں نے دیکھا کہ نظام چلانے کے لئے ان کے بھتیجے حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبد القادر روپڑی رحمہ اللہ میدان عمل میں آ چکے ہیں تو امرتسر کے رئیس مولانا احمد اللہ کی دیرینہ خواہش پوری کرنے کے لئے امرتسر تشریف لے گئے اور وہاں کی مسجد مبارک میں ڈیرے ڈال لئے۔

یہاں مدرسہ بھی قائم کیا اور درس وخطابت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک چلتا رہا۔

تقسیم ملک کے نتیجے میں محدث روپڑی رحمہ اللہ نے بڑی تکالیف کا سامنا کیا اور روپڑ اور امرتسر کا کتب خانہ ضائع ہو گیا اور خاندان کے کئی بچے فسادیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ان حالات میں پاکستان تو آ گئے لیکن کسی جگہ مستقل ٹھکانہ بنانا مشکل ہو گیا۔

پہلے بھوئے آصل ضلع قصور آئے پھر تحصیل جڑانوالہ میں قیام پذیر ہوئے بعد ازاں ماڈل لاہور میں کوٹھیاں الاٹ کرائیں۔

برانڈرتھ روڈ پر چوک دالگراں میں ایک وسیع قطعہ زمین حاصل کیا گیا اور وہاں مسجد تعمیر کی جس کا نام قدس رکھا اور مدرسہ بھی جاری کیا۔ فضیلۃ الاستاد حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے اسی مدرسہ میں ان

سے کسب فیض کیا۔

محدث روپڑی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔اللہ تعالیٰ نے خاص کرفتوی نویسی میں انہیں ید طولیٰ عطا کیا تھا۔

ان کا شاہکار فتاوی اہلحدیث کے نام سے دوجلدوں میں چھپ چکا ہے۔

اس عالم اجل نے ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء بروز جمعرات دن بارہ بجے بعمر ۸۰ سال وفات پائی۔

ان کا جنازہ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کی گراونڈ میں حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔پھر گارڈن ٹاون کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے انکی پہلی زیارت ۱۹۳۴ء میں کی تھی چنانچہ انکی شکل وصورت کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

میانہ قد، لاغر اندام، تیز آنکھیں، کھلی پیشانی، گھنی اور بڑی داڑھی جس کے سیاہ بالوں کی آمیزش بھی ہوگئی تھی (جو ظاہر ہے مرور زمانہ کے ساتھ مکمل سفید ہوچکی ہوگی)، سرخی مائل گندمی رنگ، خاموش طبع اور نیچی نگاہ۔[تمام حالات کی تلخیص مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی کتاب ''بزم ارجنداں'' سے اخذ کی گئی ہے]

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ابوالحسن عبداللہ بن عبدالکریم محدث بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: مولانا خاور رشید بٹ

فضیلۃ الاستاذ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ میں جامع مسجد اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی میں دورہ تفسیر میں حصہ لیا اور تدریس کے فرائض استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ نے سرانجام دیئے۔

محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ ۱۹۰۹ء یکم مارچ بروز اتوار موضع بڈھیمال تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔

ان کا خاندان کم وبیش سو سال بڈھیمال کی چھوٹی سی بستی میں آباد رہا اور ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں یہاں کے لوگ نقل مکانی کر کے چک نمبر ۳۶ گ ب میں آگئے جو ضلع فیصل آباد تحصیل جڑانوالہ کا ایک گاؤں ہے اور ستیانہ بنگلہ کے قریب ہے۔ ان کے والد مولانا عبدالکریم بھی ایک عالم دین اور مدرس تھے۔ آٹھ سال کے تھے کہ والدہ نے وفات پائی۔

محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ کی تین بہنیں تھیں اور اکیلے بھائی تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ چنانچہ قرآن مجید کی آخری منزل حفظ کی اور حضرت حافظ محمد لکھویؒ کی پنجابی نظم کی کتابیں احوال الآخرت اور زینت الاسلام وغیرہ بھی جو اس زمانے کے پنجاب میں گھروں میں پڑھائی جاتی تھیں، اپنے والد سے پڑھیں۔ انکی عمر بارہ سال ہو چکی تھی، ان کے والد اپنی زمین خود کاشت کرتے تھے لہذا یہ بھی ان کے ساتھ چلے جاتے اور ہاتھ بٹاتے۔

ان کے والد محترم مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کو ریاست فریدکوٹ کے ایک گاؤں آرائیاں والا میں ایک بزرگ مولوی عبدالغنی رحمہ اللہ نے اپنے جاری کردہ مدرسہ میں تدریس کے لئے مقرر کیا اور اٹھارہ روپے

ماہانہ تنخواہ مقرر کی جو اس زمانے میں ایک معقول تنخواہ تھی۔

چنانچہ مولانا اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں تین سال رہے تو محدث بڈھیمالوی نے اپنے والد سے خوب استفادہ کیا۔

گھریلو حالات کی وجہ سے مولانا عبدالکریم کو واپس آنا پڑا تو انکی جگہ ایک عالم دین مولانا محمد سلیمؒ کو یہ مسند سونپی گئی۔

انہوں نے عبداللہ کو واپس نہ جانے دیا۔ دو سال وہاں رہے اور ان سے بھی مزید کئی کتابیں پڑھیں۔ اپنے استاد مولانا محمد سلیم رحمہ اللہ کے کہنے پر محدث بڈھیمالوی نے لکھوکے میں علم کی جستجو میں سفر کیا وہاں استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کئے۔

پہلی مرتبہ گئے تو استاذ پنجاب کے والد گرامی قدر مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ حیات تھے اور ان کے چند ارشادات سننے کے بعد واپس آ گئے لیکن کچھ عرصہ واپس لکھوکے گئے تو یہ وفات پا چکے تھے۔

محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ تین سال تک استاذ پنجاب کے حلقہء درس میں شامل رہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ان کے قریبی دوست تھے۔

ان کے مشورے سے حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے پاس گوندنوالہ (گوجرانوالہ) تشریف لے گئے اور ایک سال میں مختلف علوم وفنون اور احادیث پر مشتمل پینتیس کتابیں پڑھیں جس کی وجہ سے محدث گوندلوی رحمہ اللہ ان پر بڑے خوش تھے۔

استاذ پنجاب کے والد محترم مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے محدث بڈھیمالوی نے قرآن مجید کی بقیہ چھ منزلیں بھی یاد کر لی تھیں چنانچہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے رخصت ہوئے تو سوچا کیوں نہ تجوید وقرأت بھی سیکھ لی جائے چنانچہ میر محمد ضلع قصور چلے گئے جہاں ولی کامل حافظ محمد لکھی میر محمدی رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت حافظ قاری محمد رحمہ اللہ طلبا کو قرأت وتجوید کی تعلیم دیتے تھے۔ وہاں دو یا تین مہینوں یہ کورس مکمل کیا اور سند فراغ حاصل کی، اس وقت انکی عمر اکیس سال تھی۔

اپنے استاد حضرت العلام محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے ترغیب دلانے پر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے پہلے کوٹ کپورہ والے حاجی نورالدین کی مسجد میں انہیں لے گئے چنانچہ وہاں سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اسی سال وہاں ہی انکی شادی بھی ہوگئی یہ ۱۹۳۳ء کے پس وپیش کی بات ہے۔

محدث بڈھیمالوی دو سال وہاں رہے پھر موضع ارائیاں والا کے مدرسے میں جہاں کبھی ان کے والد مدرس تھے۔اور یہ طالب علم، استاذ مقرر کر لیا گیا۔

کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ محدث بڈھیمالوی وہاں دو سال تک ہی قیام رکھ سکے۔ اور وہیں خواب دیکھا جس میں حضرت مولانا عبدالرحمان بڈھیمالوی رحمہ اللہ انہیں سختی سے فرمارہے ہیں کہ بڈھیمال میں میرا مدرسہ اجڑ گیا ہے اور تم دوسرے مدرسے آباد کر رہے ہو، جاؤ اس مدرسے کو آباد کرو۔ اس کے بعد مولانا کے مدرسے کا پورا منظر انکی آنکھوں کے سامنے آ گیا جو بچپن میں دیکھا تھا۔ بلاشبہ وہ مدرسہ اجڑ چکا تھا اور رونقیں ختم ہو چکی تھیں۔

چنانچہ محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ اپنے گاؤں بڈھیمال میں واپس آئے اور اللہ کا نام لے کر تدریس کا آغاز کر دیا۔ یہاں چار سال تک تدریس کی لیکن اپنا گاؤں اور برادری کی وجہ سے لوگوں نے رقابت اور معاصرانہ چشمک شروع کر دی اور اندر ہی اندر حالات بے حد پیچیدہ ہو گئے۔اس وقت انکی عمر تیس سال تھی

ضلع فیصل آباد تاندلیانوالہ کے قریب چک نمبر ۲۷ گ ب جھوک دادو میں میاں محمد باقر رحمہ اللہ نے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا لیکن معقول مدرس نہ ہونے کی وجہ سے اسکی علمی رونق ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ کو مدرس مقرر کرنے کا کہا لہذا وہ یہاں تشریف لے آئے۔

جھوک دادو کے عہد قیام میں لکھوی خاندان میں دوسری شادی کی۔ اس وقت انکی عمر تینتیس برس تھی۔ یہاں پانچ سال مقیم رہے اور پھر بڈھیمال کے لوگوں کے مجبور کرنے پر واپس اپنے آبائی گاؤں چلے گئے۔

جب برصغیر میں پاکستان نے جنم لیا تو ان کی عمر ساڑھے اڑتیں برس تھی اور ہندوستان میں ہی مقیم تھے۔لیکن حالات کے پیش نظر اہل بڈھیمال ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور پھرتے پھراتے فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ کے ایک گاؤں چک نمبر ۳۶ گ ب پہنچ گئے۔

زمانہ طالب علمی میں محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ سیالکوٹ شہر میں مناظر اسلام مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر القرآن میں بھی شریک ہوئے تھے۔

پاکستان آنے کے بعد کچھ مدت صاحب فراش رہے اور پھر صوفی عبداللہ رحمہ اللہ نے اوڈاں والا کے مدرسہ کے لئے انکی خدمات تدریس حاصل کی، وہاں دو سال رہے۔

حالات نے انہیں وہاں بھی ٹھہرنے نہ دیا تو پھر لکھوی خاندان کے قدیم مدرسہ جو فیروز پور میں تھا اور اب اوکاڑہ جامعہ محمدیہ کے نام سے جاری تھا میں مدرس مقرر ہوئے یہاں ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۲ء تک رہے۔ یہاں انہیں اپنے قابل قدر شیخ استاذ پنجاب مولانا عطاء لکھوی رحمہ اللہ کی معیت بھی نصیب ہوئی۔

مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ کہنے پر جامعہ سلفیہ فیصل آباد علم کے موتی بکھیرنے کیلئے چلے گئے۔ یہاں گیارہ سال تک صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔

بعد ازاں صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی دعوت پر دارالعلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن فیصل آباد چلے گئے اور ایک سال ہی گزرا تھا تو ان کے شیخ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے خط کی وجہ سے واپس جامعہ سلفیہ فیصل آباد جانا پڑا۔ یہاں پھر تین سال رہے۔اس کے بعد تاندلیانوالہ منڈی تشریف لے گئے، وہاں چار سال مقیم رہے۔

اسی دوران انہوں نے حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل کیا۔ یہ 1975ء تا 1976 کی بات ہے۔

تاندلیانوالہ سے تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں چک نمبر ۴۰۵ گ ب کمیانہ شریف والا کے نام سے موسوم ہے۔

وہاں ایک بزرگ حاجی عبدالحق کمیانہ اقامت گزیں تھے۔انہوں نے محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ کے مواعظ حسنہ سنے اور قریب ہو کر ان کا طریق تعلیم دیکھا اور ان کے اسلوب کلام سے مانوس ہوئے تو انہوں نے مستقل طور پر اپنے گاؤں آنے کی دعوت دی۔ یہ ۱۹۷۸ء یا ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔

اسی دوران جھوک دادو میں میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسۃ البنات میں بھی دو سال بخاری ومسلم وغیرہ پڑھاتے رہے۔ یہ ۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے۔

۱۴۰۷ء رمضان المبارک بمطابق مئی ۱۹۸۷ء کا مہینا تھا کہ دورہ تفسیر القرآن کراتے ہوئے اچانک سینے میں درد اٹھا۔ اسی وقت گاؤں چک نمبر ۴۰۵ گ ب کمیانہ لایا گیا۔رات وہیں رہے صبح تاندلیانوالا ہسپتال پہنچایا گیا۔ڈاکٹروں نے لاہور لے جانے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ لاہور روانہ ہوئے تو اوکاڑہ کے قریب ست گرہ موڑ پر گاڑی روکنے پر گاڑی روکنے کا حکم

صادر فرمایا۔ تینوں سعادت مند صاحب زادے عظیم القدر باپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ گاڑی رکی تو بیٹوں سے چند باتیں کیں پھر پوچھا: آج کیا دن ہے؟ عرض کیا گیا: جمعۃ المبارک

اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور ابدی نیند سو گئے۔

یوں فضل وکمال کا یہ نیر تاباں جو نصف صدی سے زائد عرصے تک درس وتدریس کے حلقوں میں علم کی روشنی بانٹتا رہا تھا، ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ بمطابق ۷ مئی ۱۹۸۷ء صبح سات بجے اوکاڑا کے نواح میں ست گرہ موڑ پر ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ اور یہ موڑ انکی حیات مستعار کا آخری موڑ ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نماز عصر کے بعد مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ

اس علاقے کے لوگ ان سے انتہائی تعلق عقیدت رکھتے اور انہیں ولی کامل سمجھتے تھے اندیشہ تھا کہ وہ ان کی قبر پر مشرکانہ رسوم کا ارتکاب شروع کردیں گے کیونکہ اس نواح کے اکثر باشندے اس قسم کے افکار کے حامل ہیں، لہٰذا انہیں مدرسے کے قریب ہی دفن کردیا گیا۔

انہوں نے پچپن برس تدریس کی اور ہر طرح کے فن میں دسترس رکھتے تھے۔ نیز اسلامی تاریخ، حدیث وفقہ اور فرق باطلہ کے متعلق کامل معلومات رکھتے تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی جو رشتے میں محدث بڈھیمالوی کے بھانجے لگتے تھے ان کے حلیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

گورا رنگ، پورا قد، تیکھی ناک، خوب صورت آنکھیں، باریک ہونٹ، صاف چمکتے ہوئے دانت، متناسب صحت مند جسم، سفید لباس، ہاتھ میں چھڑی، چال میں وقار، میٹھی اور نرم آواز، لبوں پر مسکراہٹیں۔

یہ اس وقت کا حلیہ تھا جب یہ تئیس چوبیس برس کے جوان رعنا تھے۔

انہوں نے سوگواران میں تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں۔

[ماخوذہ قافلہ حدیث از مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ]

معروف تلامذہ: مولانا محمد عبدہ الفلاح رحمہ اللہ، مولانا ہدایت اللہ نروتج، مولانا محمد یحییٰ شرق پوری، مولانا محمد صدیق فیصل آباد، مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، انہوں نے قیام اوڈاں والا کے دوران ان سے صحیح بخاری پڑھی تھی۔

شیخ مکرم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، مولانا ابوالبرکات مدراسی رحمہ اللہ گوجرانوالہ، حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ، مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ، ڈاکٹر مجیب الرحمان بنگالی بنگلہ دیش، مولانا محمود احمد غضنفر لاہور۔ یہ چند شاگردوں کے نام ہیں ورنہ صحیح تعداد تو اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے، انکا شمار ناممکن ہے۔

لیکن اس چھوٹی سی فہرست سے ہی محدث بڈھیمالوی رحمۃ اللہ کی علمی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالی ان سب کی حسنات قبول فرمائے۔ (بشکریہ، مولانا خاور رشید بٹ صاحب)

خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

از خواجہ ظہیر الاسلام بن خواجہ محمد قاسم

ابتدائی حالات:

خواجہ صاحب 1933 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق کشمیری خاندان سے ہے۔آپ کے دادا، ولی داد کشمیر سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ پہنچے تو یہیں قیام پذیر ہوگئے۔ بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔آپ کے دادا اللہ دتہ ریلوے میں ملازم تھے۔مختلف جگہوں پر بطور اسٹیشن ماسٹر نوکری کرتے رہے۔ ایک ولی اللہ شخصیت تھے اور صاحب کرامت تھے۔ دین میں کسی قسم کی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔گھر میں کسی فرد کی طرف سے ذرا بھی دین کی خلاف ورزی ہوتی تو سخت ناراض ہوتے۔بعض اوقات بائیکاٹ کر دیتے تھے۔

ایک اہم واقعہ:

اوائل عمر میں جب آپ کے دادا کو ابھی کوئی خاص دینی معلومات نہ تھی۔ان کے دفتر میں ایک قادیانی ملازم تھا۔ وہ روزانہ ان کو مرزائیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا،حتیٰ کہ اللہ دتہ نے آمادگی کا بھی اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ کل آنا پھر تمہارا دین قبول کر لیں گے۔ دوسرے دن جب دفتر پہنچے ابھی وہ ملازم نہیں آیا تھا کہ ایک خوفناک زلزلہ آیا جس نے ہلا کر رکھ دیا، آپ کے دادا نے جان لیا کہ یہ صرف میرے لئے آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے بچانا تھا۔ جب وہ ملازم آیا تو آپ نے صاف انکار کر دیا، پھر بات ختم ہوگئی۔ بعد میں آپ زبردست موحد ہوگئے،اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے قادیانی بننے سے بچا لیا کہ ان کے خاندان سے اللہ تعالیٰ نے دین کے عالم پیدا کرنے تھے۔ حافظ قرآن پیدا کرنے تھے۔اس خاندان سے اپنے دین کا کام لینا تھا۔آپ کے والد خواجہ عبدالعزیز بھی بہت نیک متقی پرہیزگار اور پروقار شخصیت تھے۔آپ کے والد بھی گورنمنٹ کے ملازم تھے۔لاہور h.G آف میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ

اپنے پاس دو قلم رکھتے اگر سرکاری کام ہوتا تو سرکاری قلم اور استعمال کرتے۔ اگر ذاتی کام ہوتا تو اپنا قلم اور سیاہی استعمال کرتے تھے۔ جماعت اہلحدیث کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے، اکثر علما کرام کی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ آپ کا امیر المجاہدین حضرت مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی اور انکی جماعت کے ساتھ بھی خصوصی تعلق رہا اور بہت تعاون کرتے رہے۔ کئی اہم اجلاس خواجہ عبدالعزیز صاحب کے گھر ہوتے۔ اس لئے شروع ہی سے خواجہ محمد قاسم صاحب کو ایک بہتر اور علمی ماحول ملا اور اچھی تربیت میسر آئی۔ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ خواجہ صاحب کی کتاب قبر پرستی کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں: حافظ قاسم ان نوجوانوں میں سے ہیں جن کے خمیر میں توحید سمودی گئی ہے۔ وہ ان معنی میں نجیب الطرفین ہیں کہ ان کے ننھیال اور دادھیال دونوں پختہ قسم کے موحد تھے۔

تعلیم:

شروع میں آپ کو مشنری سکول میں داخل کروایا گیا جہاں انگریز اساتذہ پڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے والد لاہور کی تاریخی مسجد چینیاں والی میں گئے۔ قاری فضل کریم مرحوم جو اس وقت وہاں مدرس تھے، ان کا قرآن پاک سنا تو بہت متاثر ہوئے، بیٹھے بیٹھے فیصلہ کرلیا کہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کا حافظ بنائیں گے اور اسی قاری صاحب سے حفظ کروانا ہے۔ لہذا آپ کو اور آپکے بھائی محمد یوسف خواجہ کو مدرسہ میں داخل کروادیا گیا۔ خواجہ عبدالعزیز صاحب نے چھ مہینے گرمیوں کے مقبوضہ کشمیر میں گزارنے تھے۔ اس لئے ایک دفعہ چھ مہینے کیلئے قاری فضل کریم صاحب کو بھی ساتھ لے گئے تاکہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ ہو، اور دوسری دفعہ حافظ محمد شفیع امرتسری کو لے گئے۔ تو اس طرح خواجہ محمد قاسمؒ نے پنجاب مسلم ہوٹل سری نگر میں قرآن پاک ختم کیا۔ خواجہ صاحب نے دو سال شوپیاں کشمیر میں نماز تراویح پڑھائی، خواجہ صاحب بہت اچھے لہجے میں قرآن پڑھنے والے تھے۔ تعلیم کے دوران ہی خواجہ صاحب کی فیملی لاہور سے گوجرانوالہ منتقل ہوگئی۔ چنانچہ پاکستان بننے کے بعد جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث گوجرانوالہ میں دونوں بھائیوں خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد قاسم نے نماز تراویح پڑھانا شروع کی، لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ذوق وشوق سے قرآن پاک سننے کیلئے آتی تھی، تراویح کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ خواجہ صاحب جامع مسجد بلال (نعمانیہ روڈ) میں کئی سال نماز تراویح پڑھاتے رہے۔ پرانے لوگ اب تک ان کا قرآن پڑھنا یاد کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے حفظ القرآن کی تکمیل کے بعد درس نظامی کی تعلیم

حاصل کرنی شروع کی۔ اس سلسلہ میں آپ دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہے۔ جامعہ محمدیہ میں حدیث شریف کی، اس کی کتاب کے پہلے سبق کیلئے حضرت مفتی عبداللہ صاحب محدث روپڑی کو مدعو کیا گیا تو طلبہ میں سے آپ نے پہلی حدیث کی قرأت کی۔

آپ کے مشہور اساتذہ:

مولانا سید محمود غزنوی، شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ بھوجیانی، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، محدث زمان حضرت حافظ محدث گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا ابو البرکات احمد علیہم الرحمۃ تھے۔ خواجہ صاحب کا تعلیمی ریکارڈ بہت اچھا تھا، جس مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی ہمیشہ پورے مدرسہ میں اول آتے رہے۔ ممتحن اپنے تاثرات میں ان کیلئے تعریفی کلمات لکھ کے جاتے اور کہتے کہ یہ طالب علم انعام کا مستحق ہے۔ تمام اساتذہ اپنے اس ہونہار شاگرد سے بہت خوش تھے۔

اعزاز:

محدث زماں حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی اپنے شاگرد سے اتنے خوش اور مطمئن تھے کہ فرمایا اب میں اس دنیا سے چلا بھی جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میرے بعد میرا شاگرد خواجہ قاسم تیار ہو گیا ہے یعنی اس قابل ہو گیا ہے۔ درس نظامی مکمل کرنے کے بعد عربی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور اس کے ساتھ عصری تعلیم بھی B.h تک حاصل کی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے مصر الازہر یونیورسٹی جانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو ذمہ داری پڑ جانے کی وجہ سے الازہر نہ جا سکے اور اپنے بھائی خواجہ محمد یوسف کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو گئے۔

تدریس اور خطابت:

شادی سے چند ماہ پہلے آپ جہلم میں پھر تقریباً ایک سال کوئٹہ میں اور دو سال اسلام آباد میں خطیب رہے اور جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے کہ آپ کی زندگی کا سفر پورا ہو گیا۔ آپ نے تدریس بہت کم کی اصل میں آپ کے والد مرحوم کی یہ خواہش تھی کہ آپ تدریس وخطابت ضرور کریں لیکن ذریعہ معاش کوئی اور اختیار کریں اور اس بات کا اشارہ مولانا محمد اسماعیل سلفی نے فرمایا کہ ان کے والد مرحوم کی دلی آرزو تھی کہ یہ کسی

معاوضہ کے بغیر دین کی خدمت کریں۔ حافظ صاحب کے والد کی یہ دعا یہ آرزو اللہ تعالی نے منظور فرمائی۔ انبیاء اور اکابرامت کی طرح ان کے معاشی ذرائع دینی خدمات سے بالکل الگ رہے (بحوالہ پیش لفظ کتاب قبر پرستی اور سماع موتی) ایک عرصہ کے بعد اس بات کا جواب آپ نے قبر پرستی اور سماع موتی کے دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ کے ایک مقام پر بین القوسین اس طرح تحریر فرمایا کہ کاش یہ روز افزوں مہنگائی خاکسار کے ارادوں کو متزلزل نہ کر دیتی۔

ابتداً آپ نے گرجاکھی دروازہ گوجرانوالہ میں اپنے بھائی خواجہ محمد یوسف کے ساتھ مل کر ایک عمارتی میٹریل سٹور چلایا، اور بعد میں ایک عرصہ تک لوہے کی سکریپ کا کام کرتے رہے۔ خواجہ صاحب مرحوم کی پہلی کتاب ''تین طلاقیں'' کے پیش لفظ میں شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے کہ دین کی خدمت کرسکیں۔ سیمنٹ اور بجری تو اور لوگ بھی فروخت کر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب بھی یہ حقیقت جان چکے تھے اور اپنی اس طرح کی مصروفیت سے مطمئن نہ تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے اور جو کچھ میں نے پڑھا وہ ضائع ہو رہا ہے (دراصل کام ایک ہی ہوتا ہے کاروبار یا دین کی خدمت اگر دونوں کو ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کی جائے تو کسی میں بھی پوری کامیابی نہیں ہوتی۔ آخر 1988ء کو تمام کاروبار چھوڑ دیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور زیادہ تر کتابیں آپ نے اسی عرصہ میں لکھیں۔

خواجہ صاحب کا مزاج:

خواجہ صاحب بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے، بڑے ہنس مکھ، ملنسار اور خوش مزاج انسان تھے، حلم ونرمی کا پیکر تھے۔ چھوٹا بڑا ہر کوئی خواجہ صاحب سے ملکر خوش ہوتا تھا، وہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ انہیں کوئی علامہ فہامہ سمجھے۔ بڑی سادہ گفتگو فرماتے خواہ مخواہ اپنا علمی رعب نہیں جھارتے تھے۔ عام آدمی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کوئی علمی شخصیت ہیں، لیکن جب منبر پر کھڑے ہو کر علمی نقاط (یہاں لفظ ''نکات'' ہونا چاہیے) بیان فرمارہے ہوتے تو انسان حیران رہ جاتا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے ہم یہی سمجھ رہے تھے جیسے کہ اس کو کسی بات کا علم ہی نہیں، بلکہ خواجہ صاحب کے ہمسایہ تک کو پتا نہیں تھا کہ یہ کوئی علمی شخصیت ہیں، جنازہ کے موقع پر پتا چلا تو حیران رہ گئے۔

خواجہ صاحب کی میل ملاقات تو بڑی بڑی شخصیات سے رہی لیکن آپکے بے تکلف دوست محمد حنیف

بٹ صاحب، عبدالمجید صاحب، حاجی محمد منور صاحب، چوہدری عیش محمد صاحب اور ماسٹر جمیل صاحب تھے۔ حنیف بٹ صاحب خواجہ صاحب کے پرانے دوست تھے اور معمولی درجہ کا ٹی سٹال چلاتے تھے۔ حنیف صاحب خواجہ صاحب سے بہت متاثر تھے۔ کہا کرتے تھے کہ خواجہ صاحب نے میری زندگی بدل دی ہے۔ اگر خواجہ صاحب کے ساتھ میری دوستی نہ ہوتی تو میں عام محلّہ دار کی طرح ہی بے دین بے عمل ہوتا اسلام کے بارے میں کوئی معلومات کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔ انہیں خواجہ صاحب کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں، کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اکثر ان کی یادوں میں کھو جاتا ہوں اور بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ماسٹر محمد جمیل صاحب کے ساتھ بھی گہری دوستی تھی، ماسٹر صاحب خواجہ صاحب سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ اکثر خواجہ صاحب اور ماسٹر صاحب جامع مسجد صدیقیہ اہلحدیث میں عصر کی نماز کے بعد کافی دیر تک بیٹھے رہتے تھے اور مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی تھی۔ ماسٹر جمیل صاحب راقم الحروف کے استاد بھی ہیں، جب بھی ان کے سامنے خواجہ صاحب کا تذکرہ ہوتا ہے ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں۔ ماسٹر صاحب بتارہے تھے کہ خواجہ صاحب کی کتابیں میں نے اپنے سرہانے رکھی ہوتی ہیں، کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کر کے نہ سویا ہوں۔ جب بھی اپنے دوست سے اداس ہوجاتا ہوں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیتا ہوں تو مجھے اپنا دوست ہنستا مسکراتا، باتیں کرتا اور علمی دلائل دیتا نظر آجاتا ہے تو میرا دل پرسکون ہو جاتا ہے۔

خواجہ صاحب اچھے کام کی دل کھول کر تعریف فرماتے۔ بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے علمی اور تحریری کام کرنے والے نوجوانوں کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے پہلا مقالہ لکھا تو خواجہ صاحب کو تحریر دکھائی خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ جب مرغی پہلا انڈا دیتی ہے تو گھر والوں کو جتنی خوشی ہوتی ہے بالکل ایسے ہی ہمیں خوشی ہوئی آپ کا یہ پہلا مضمون دیکھ کر۔

گھر میں کھانا اچھا پکا ہوتا تو بہت تعریف کرتے کہ پکانے والوں کا سیروں خون بڑھ جاتا۔

بے تکلفی:

ایک دفعہ گھر میں ایک مہمان مٹھائی کا ڈبہ لیکر آیا تو آپ نے مہمان سے کہا کہ آپ نے بہت اچھا

کیا ہے کہ مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئے ہیں کیونکہ ہمارا پہلا ڈبہ ختم ہو گیا ہے وہ صاحب یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے، انہوں نے کئی موقعوں پر خواجہ صاحب کی اس بات کو دہرایا۔

خودداری:

خوداری خواجہ صاحب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مشقت برداشت کر لیتے تھے لیکن خوداری کو قائم رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب اکثر سائیکل پر بعد میں موٹر سائیکل پر مسجد جاتے تو کبھی سائیکل نہ ہوتی یا خراب ہو جاتی تو کسی کو نہ بتاتے نہ کہتے کہ مجھے گھر یا فلاں جگہ چھوڑ آؤ، پیدل ہی چلے جاتے۔ حالانکہ آپ کے معمولی اشارہ پر دس گاڑیاں آ جاتیں اور آپ کے مقتدی آپ کا کام کر کے بہت خوش ہوتے لیکن آپ کی طبیعت اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی، اور نہ ہی امیر لوگوں کی فیکٹریوں اور دکانوں پر جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نے بے شمار لوگوں کے نکاح پڑھائے لیکن ساری عمر ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ ایک دفعہ آپ نے نکاح پڑھایا تو کوئی آپ کو نوٹ نکال کر دینے لگا تو آپ نے انکار کر دیا، اس نے سمجھا شاید تھوڑے ہیں، وہ اور دینا چاہتا تھا تو کسی نے کہا جو خواجہ صاحب کو جانتا تھا کہ خواجہ صاحب لیتے ہی نہیں تو وہ حیران رہ گیا۔

خطابت:

آپ ماشاء اللہ ایک کامیاب خطیب تھے۔ بڑی معیاری اردو گفتگو فرماتے تھے۔ آپکی خطابت میں فصاحت، بلاغت، شیرینی کلام، قول وفعل میں مطابقت، حق گوئی جیسی خصوصیات نمایاں تھیں۔ آپکا انداز بیاں انتہائی مسحور کن، کلام بالکل سلیس، دل و دماغ میں گھر کر جانے والے کلمات، تمسخر، لطیفہ بازی اور یاوہ گوئی سے بالکل مبرا پر مغز اور بامقصد ہوتا۔ آپکی خطابت وعظ کا وعظ اور مناظرہ کا مناظرہ مستند، محقق، مدلل، مکمل گفتگو، تشنگان علم وعمل کیلئے بیش قیمت ذخیرہ ہوتی۔ عوام آپ کے خطبہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں سے بہت کچھ لیکر اٹھتے۔ بعض دوست ان کے خطبے شائع بھی کرتے تھے۔ کوئی لالچ یا ڈر خوف ان کو حق بات کہنے سے نہیں روکتا تھا۔ حق گوئی کے نتیجہ میں خواجہ صاحب کو قتل کی دھمکیاں بھی ملتی تھیں۔ لیکن آپکی حق گوئی اور بے باکی میں کوئی فرق نہ آتا۔

محمد یوسف بٹ صاحب کے اہلحدیث ہونے کا واقعہ:

بٹ صاحب فرماتے ہیں کہ میں بریلویوں کی مسجد کی انتظامیہ کا صدر تھا۔ اہلحدیثوں کے ساتھ بڑا تعصب رکھتا تھا۔ خواجہ صاحب کا بیان تو قرآن وحدیث ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہم سمجھتے تھے کہ خواجہ صاحب بریلویوں کے خلاف چوٹیں کہہ رہے ہیں، ہمارے مولوی صاحب جواب دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن ان سے بات نہیں بنتی تھی۔ پھر ہم نے اپنے مولوی صاحب کو روک دیا اور کہا کہ آپ اپنی تقریر کیا کریں، خواجہ صاحب کی تقریر کا جواب دینا آپکے بس میں نہیں۔ ہماری مسجد خالی ہورہی تھی لوگ خواجہ صاحب کا علمی اور تحقیقی بیان سننا پسند کرتے تھے، مجھے بڑا طیش آتا تھا، کچھ جوشیلی طبیعت کا مالک تھا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا کہ میں نے خواجہ صاحب کو نعوذ باللہ قتل کرا دینا ہے، لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہماری مسجد میں بڑی گیارہویں شریف منانے کی تیاری ہورہی تھی، خواجہ صاحب نے خطبہ جمعہ میں بریلویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قرآن وحدیث سے گیارہویں ثابت کردو، تو ہم بھی آپکے ساتھ گیارہوں منائیں گے۔ میں نے کہا کہ اب میں اس وہابی کو قابو کرونگا، یہ میرے لئے چیلنج تھا۔ میں بھاگا گیا اپنے مولوی صاجب کے پاس اور گیارہویں کا ثبوت مانگا۔ مولوی صاحب پہلے تو ٹال مٹول کرنے لگے، میں ذرا سنجیدہ ہوا تو ہمارے مولوی صاحب نے صاف کہہ دیا کہ ثبوت تو کوئی نہیں ہے۔ اب مجھے سمجھ آگئی میں سیدھا خواجہ صاحب کے پاس گیا اور اہلحدیث مسلک قبول کرلیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اب مسلمان ہوا ہوں۔ خواجہ صاحب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے روز اگر رب نے مجھے پوچھا کہ کیا نیکی لے کر آئے ہو تو میں یہی جواب دونگا کہ میں نے یوسف بٹ کو مسلمان کیا ہے اور یہی میری نجات کیلئے انشاء اللہ کافی ہوگا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی نیابت کا شرف بھی آپ کو بارہا حاصل ہوا۔ کئی دفعہ آپ مسلسل ایک یا دو ماہ تک مرکزی جامع مسجد محمدیہ اہلحدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں خطبہ جمعہ اور درس قرآن دیتے رہے اور سامعین کی رونق میں ذرہ بھر فرق نہ آیا بلکہ لوگ نوجوان خطیب کی گفتگو سن کر عش عش کر اٹھتے۔ مولانا سلفیؒ نے ہی آپ کو جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کی ذمہ داری سونپی۔ آپ تا دم آخر تقریباً چالیس سال تک اسی مسجد میں خطیب رہے۔ آپ کو ریڈیو پاکستان اسلام آباد اور لاہور میں بھی تقاریر پیش کرنے کا موقع ملتا رہا۔

تالیفات:

آپ نے عموماً باطل فرقوں اور انکے نظریات کو موضوع بنایا۔ موضوع اگرچہ بڑے تلخ اور کڑوے ہوتے تھے لیکن آپ کا قلم اعتدال سے نہیں ہٹا۔ آپ کی تحریر میں تلوار کی سی کاٹ تھی اور قاری کیلئے دلچسپی بھی ہوتی تھی۔ جو ایک دفعہ کتاب پڑھنی شروع کرتا ہے تو اسکا جی چاہتا ہے کہ میں اسے ختم کر کے اٹھوں۔ آپ کی کتابیں عوام اور علما دونوں کیلئے مفید ہیں بلکہ اہلحدیث مناظر تیاری کیلئے خصوصاً آپ کی کتابوں سے مدد لیتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کے دیرینہ دوست اور علمی ساتھی حضرت مولانا محمد خالد گرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تعاون فرمایا۔ تقریباً تمام کتابیں طبع سوم یا چہارم تک ادارہ احیاء السنہ گرجاکھی کتب خانہ لاہور، گوجرانوالہ سے شائع کی گئیں۔

۱۔ تین طلاقیں

اس کا پہلا ایڈیشن 1964 میں آیا، اس کے بعد کے ایڈیشن بھی چھپ چکے ہیں۔ اردو میں پہلی مرتبہ اس موضوع پر کتاب منظر عام پر آئی۔ علما نے اس کتاب کو بہت پسند کیا اور وکلاء کے لئے بھی یہ کتاب اہم ضرورت بنی تھی، اس کا پیش لفظ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کے مشہور سکالر مولانا محمد حنیف ندویؒ نے بتایا کہ طلاقوں کے مسئلہ میں ججوں کی میٹنگ ہو رہی تھی جس میں بڑے بڑے علما کو بھی دعوت دی گئی تھی اور مجھے بھی بلایا گیا کہ تمام ججز کے ہاتھ میں آپکی کتاب تھی۔ جسٹس ایس۔ اے رحمان نے کہا اس کتاب نے ہمارا مسئلہ حل کر دیا ہے، چنانچہ اس کے مطابق پاکستان کا قانون ترتیب دیا گیا کہ اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی جا سکتیں۔ اس وقت حلالہ کا فتوٰی دینے والوں نے بہت شور مچایا لیکن کچھ نہ بنا۔ خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے جہاں میری کتاب پہنچنی چاہئے تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی ہے۔

۲۔ قبر پرستی اور سماع موتی

اس کتاب کا پیش لفظ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کا تحریر کردہ ہے۔ یہ دراصل ایک طویل مضمون تھا جو ہفت روزہ ، الاعتصام، لاہور میں کئی اقساط میں شائع ہو چکا تھا۔ کافی پسند کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا سلفی مرحوم کے حکم پر اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم تحریر

فرماتے ہیں بڑی خوش قسمتی ہے کہ انہیں (حافظ خواجہ محمد قاسم) کو لکھنے کی عادت ہے۔ پہلے بھی وہ مختلف موضوعات پر رسائل لکھ چکے ہیں۔ زیر تقریظ رسالہ میں نے اکثر مقامات پر پڑھا ہے، اس تلخ موضوع پر جہاں ایک موحدان خرافی حضرات کے خرافات سن کر جوش میں آجاتا ہے کہ حافظ صاحب کا قلم اعتدال سے نہیں ہٹا۔ معلوم ہے یہ خرافی ذہنی مریض ہے۔ مریض سے ناراض ہونا کوئی خوبی نہیں۔ حافظ صاحب نے یہ رسالہ اسی انداز سے لکھا ہے کہ بیماروں کا علاج ہو سکے، انہوں نے ان مریض حضرات کے قریب ہو کر ان کے مرض کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اللہ تعالی ہمارے ان خرافات پسند دوستوں کو توفیق دے کہ وہ اس چٹکانہ علاج سے استفادہ فرمائیں۔ وہ اپنی عبادات کو بزرگوں کی قبروں اور بزرگوں کی بے حس و حرکت لاشوں کی بجائے خدائے لم یذل کے لئے بجالائیں۔ اللہ تعالی سے محبت کریں اور اللہ تعالی کے سامنے عجز وانکساری کا اعتراف کریں تاکہ ان کی عبادت قبولیت کی مستحق ہو سکے۔

وعبادة الرحمن غاية حبه
مع ذل عابده هما قطبان
و عليهما فلك العباده دائر
ما دار حتى دامت القطبان

اللہ تعالی حافظ صاحب کے قلم میں برکت فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین۔

۳۔ وسیلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں: 1977 میں لکھی گئی اس کتاب کا پیش لفظ آپ کے برادر حافظ محمد یوسف خواجہ نے تحریر کیا۔ اور نہایت ہی مناسب الفاظ میں تاریخی حوالوں سے وسیلہ کے مصنوعی ٹھیکیداروں کی خوب خبر لی ہے۔ یہ کتاب اب تک کئی زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ سندھ میں بہت تقسیم ہوئی ہے اور بہت سے اسلامی ممالک میں بھیجی گئی۔ جماعت کے ایک بڑے بزرگ خواجہ صاحب مرحوم سے اس کتاب کا یوں تبصرہ کیا کہ تقویۃ الایمان کے بعد اگر کوئی کتاب پڑھنے کا مزہ آیا ہے تو وہ ''وسیلہ'' ہے۔

۴۔ تبلیغی جماعت (اپنے نصاب کے آئینے میں)

1990ء میں لکھی گئی اس کتاب میں تبلیغی نصاب کے حوالے سے ثابت کیا گیا کہ یہ سراسر حنفیوں کی

جماعت ہے اور یہ اس لئے وجود میں لائی گئی کہ سیدھے اور سادھے مسلمانوں کو حنفیت کے جال میں پھنسایا جا سکے۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال بریلویوں بلکہ عیسائی راہبوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔اس کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر ناروے کے ایک دوست خواجہ صاحب کے پاس آتے ہیں وہ مسلکاً اہلحدیث تھے لیکن تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک تھے، ان کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔خواجہ صاحب سے کہنے لگے جن باتوں کی نشاندہی آپ نے فرمائی ہے بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ہم نے آج سے پہلے توجہ نہیں کی اور ہم اس جماعت کو بالکل معصوم سمجھتے تھے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اہلحدیث بھائیوں کو حقیقت سے آگاہ کریں اور اس جماعت سے نکالیں تو اس نے کافی تعداد میں کتابیں خریدیں اور اس کتاب کے خاص خاص چیپٹر چھاپنے کی اجازت لی۔

۵۔کراچی کا عثمانی مذہب اور اسکی حقیقت

یہ کتاب 1971 میں لکھی گئی۔ اپنی اس کتاب کے حوالے سے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بانی کراچی کے ایک حنفی المذہب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی تھے۔توحید کے نام سے مسلمانوں میں فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ میرے نزدیک یہ گروہ خوارج کا ظہور ثانی ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو حنیفہ اور اپنے سوا انہیں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا (یعنی ان کے نزدیک جو ان کی پارٹی میں نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں نعوذ باللہ)ان کا لفظ توحید کا استعمال کرنا کلمة حق أريد بها الباطل کے مصداق ہے۔ اس کتاب میں ان کے لٹریچر کا پول کھولا گیا ہے۔اس کتاب کے آنے کے بعد کافی حد تک یہ فتنہ رک گیا ہے۔گوجرانوالہ میں ان کا کام ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہاں جو ان کے گروہ کا لیڈر تھا وہ خود خواجہ صاحب کی وفات سے پہلے آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی کتاب پڑھ کر میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب آپ کے تعاون کی ضرورت ہے کہ جن لوگوں کو میں نے بے دین کیا ہے انہیں اب مسلمان کرنا ہے اور اب وہ سب میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔عثمانی مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے یہ کتاب بہت مفید ہے۔

٦۔حی علی الصلوۃ

1990 میں کتاب شائع ہوئی یہ کتاب 221 صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے بارے میں خواجہ

صاحب خود رقم طراز ہیں کہ خاکسار نے اس کتاب میں فرضی اور نفلی نمازوں سے متعلقہ وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جن کو نمازوں میں بہت جستجو رہتی ہے اور وہ آئے دن اپنے علما کرام سے کرید کرید کر دریافت کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اردو کتابوں میں ایسے مسائل کم ہی زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اگر کہیں ان کا ذکر ملتا بھی ہے تو اس سے ان کی پوری طرح تشفی نہیں ہوتی اور وہ مزید تحقیق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ بندہ نے حتی الامکان اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز اس کتاب کے مطالعہ سے آپ محسوس فرمائیں گے کہ حنفیہ سے ہمارا اختلاف رفع الیدین، آمین، فاتحہ خلف الامام وغیرہ چند مسائل پر ہی نہیں بلکہ آپ قدم قدم پر انہیں مسنون نماز سے اختلاف کرتا ہوا پائیں گے۔ ان کی نماز کو محمدی نماز کہنا بہت مشکل ہے اسکی بجائے کوفی نماز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حنفیوں نے اس کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس غرض و غایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مقتدی کہیں ان سے اور ان کی کتابوں سے بدظن نہ ہو جائیں اور کوئی خاص بات نہیں ،صرف پردہ ڈالنے کی ایک سعی لا حاصل ہے۔

۷۔ قد قامت الصلواۃ: (نماز کے ضروری مسائل حصہ دوم)

اس کتاب کو حی علی الصلوۃ کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہئے، اس کتاب کے 544 صفحات ہیں۔ اس میں نماز کے مسائل بالترتیب اور تحقیقی انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ جو بھائی صلوا کما رأیتمونی اصلی کے مطابق نبی ﷺ کی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہوں یہ کتاب ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ قارئین محسوس فرمائیں گے کہ اس کتاب کا ہر نمازی کے گھر ہونا لازمی ہے۔

۸۔ ہدایہ عوام کی عدالت میں

خواجہ صاحب کی یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو احناف چیخ اُٹھے۔ حالانکہ خود اکابر علما حنفیہ نے تسلیم کیا ہے کہ ہدایہ دیگر کتب فقہ حنفیہ کی روایتیں ناقابل اعتماد ہیں۔ اس کتاب میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے اور چند نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں جس سے احناف کو مروڑ اٹھنے لگے اور جوابی کاروائی شروع کر دی مگر افسوس کی جواب میں جواب نہ ہونے کے برابر ہے البتہ گالیاں بہت زیادہ ہیں۔

۹۔ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

خواجہ صاحب اسی کتاب کے تعارف میں فرماتے ہیں کہ حنفیہ کو فتاوی عالمگیری پر بہت ناز ہے۔

بقول ان کے اسے پانچ سو علما نے ترتیب دیا ہے جب بھی اسلامی نفاذ کی بات ہوتی ہے تب اس سب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ نافذ العمل ہو جائے۔عام مسلمانوں کو چونکہ صحیح واقفیت نہیں ہوتی اس لئے وہ ان کی باتوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ خاکسار نے اپنی کتاب میں فتاوی عالمگیری کے متعدد اقتباسات دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ فتوے قرآن وسنت کے مطابق نہیں بلکہ یہ غلط کار جرائم پیشہ افراد کیلئے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں جو شخص ایک دفعہ یہ کتاب پڑے گا انشاء اللہ پھر وہ ساری عمر فتاوی عالمگیری کا نام نہیں لے گا۔

۱۰۔معرکہ حق وباطل بجواب جاء الحق

یہ کتاب 790 صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب خواجہ صاحب کی وفات کے بعد چھپی تھی۔مسودہ تیار ہو چکا تھا لیکن اپنی زندگی میں اس کو چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔اس کتاب میں مفتی احمد یار کی دھوکہ بازیاں اور چالبازیوں کا بھر پور جواب دیا گیا ہے۔ پہلا ایڈیشن تو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔کتابت میں کچھ غلطیاں ہیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں دور کر دی جائیں گی۔

۱۱۔تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں

نبی ﷺ سے دم ثابت ہے۔تعویذ ثابت نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں تعویز فروش جادوگروں نے جو اندھیر نگری فراڈ بازی اور لوٹ مار مچا رکھی ہے اور جن کے دلائل کا سہارا لے رکھا ہے اس کتابچہ میں ان کا کامیاب رد کیا گیا ہے۔

۱۲۔مقالات خواجہ محمد قاسم

یہ کتاب دراصل خواجہ صاحب کی چھوٹی بڑی علمی وتحقیقی تحریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف موقعوں پر مختلف موضوعات پر لکھیں تھیں۔احباب جماعت کی خواہش تھی کہ ان تحریروں کو یک جا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے لہذا اللہ تعالی کا یہ احسان کہ خواجہ صاحب کا علمی سرمایہ کتابی صورت میں محفوظ ہو چکا ہے۔

وفات:

دوران نماز جمعۃ المبارک 19 دسمبر 1997ء) خواجہ صاحب کو دل کی تکلیف تھی لیکن یہ نہیں محسوس

ہوتا تھا کہ وہ کوئی بیمار ہیں۔ حسب معمول انہوں نے آخری خطبہ الجمعہ ارشاد فرمایا، آپ وقت کی بہت پابندی فرماتے تھے۔ اس دن دو چار منٹ اوپر لگائے راقم الحروف کو خوشی ہوئی کہ آج خواجہ صاحب کی طبیعت ماشاء اللہ بہت ٹھیک ہے۔ خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی التحیات میں بیٹھے ہوئے تھے ہم درود شریف پڑھنے کے بعد دعائیں پڑھ رہے تھے کہ آپ کے مائیک سے ایک لمبے سانس کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سجدے میں گر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے بالکل پیچھے بیٹھے ہوئے حافظ عبدالوحید صاحب نے سمجھا شاید خواجہ صاحب سجدہ سہو کرنے لگے ہیں لیکن فوراً ذہن میں آیا کہ ہم نماز میں بھولے تو نہیں خواجہ صاحب نے پھر ذرا سا سر اٹھایا پھر نیچے جھک گئے۔ حافظ عبدالوحید صاحب صورت حال کو سمجھ چکے تھے اور فوراً سلام پھروادیا۔ لوگ فوراً محراب کی طرف دوڑے تو دیکھا خواجہ صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور خواتین اوپر گیلری میں تھیں جب ان کو پتا چلا تو وہ نیچے کی طرف دوڑیں، تیزی کی وجہ سے کئی عورتیں سیڑھیوں سے پھسل گئیں، ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ خواجہ صاحب جب دعا ربنا اغفرلی ولوالدی کہتے تھے تو بے اختیار ان کے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے، اکثر ان الفاظ پہ رویا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہی انہی الفاظ کو دہراتے ہوئے وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے ان کے صاحبزادے خواجہ عاکف نے جمعہ کے دن خواب دیکھا کہ ابا جی مجھے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے مجھے جنت میں گھر دے دیا ہے۔ اب میرا یہاں دل نہیں لگتا۔ خواجہ صاحب اللہ تعالی کے پاس پہنچ چکے ہیں، مگر آج بھی ہر دل میں خواجہ صاحب کی محبت پہلے سے بڑھ کر موجود ہے۔۔ آپ نہ کوئی صاحب ثروت نہ امیر وزیر اور نہ سفیر تھے ایک بالکل سادہ آدمی تھے، لیکن سخت ترین سردرات میں بھی آپ کا جنازہ بہت بڑا تھا۔ آپ کے دوست مولانا محمد خالد گرجاکھی نے نماز جنازہ پڑھائی اور شیوخ الحدیث اور علما کرام کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اور ہر کوئی رو رو کر ان کے حق میں دعائیں مانگ رہا تھا۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

خواجہ صاحب کو جتنی اچھی موت آئی ہر کوئی یہی آرزو کرتا تھا کاش ہمیں بھی ایسی موت آئے۔ اکثر لوگوں نے یہ سوال کیا کہ خواجہ صاحب کا کوئی خاص نیک عمل تھا جس کی وجہ سے اتنی اچھی موت نصیب ہوئی ہے۔ میں دو باتیں کہتا تھا: ایک تو یہ کہ خواجہ صاحب کسی سے ناراض نہیں ہوتے تھے اگر کوئی ناراض

ہوتا تھا تو منا لیا کرتے تھے۔ دوسری بات خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ علما کا سارا وقت عبادت میں گزرتا ہے یا وہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں یا وہ لکھتے رہتے ہیں۔ اگر وہ آرام بھی کرتے ہیں بیٹھے ہوئے ہوں تب بھی وہ سوروچ رہے ہوتے ہیں کہ آگے کیا لکھنا چاہیے۔ کس طرح جواب دینے چاہئیں اگر وہ چہل قدمی کررہے ہوں تب بھی یہی سوچ ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالی ہماری اس محنت کو نیکیوں میں لکھ لے تو نجات کی امید ہوسکتی ہے۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

خواجہ ظہیر الاسلام بن خواجہ محمد قاسم

حکیم نذیر صاحب

حافظ صاحب کے اساتذہ میں دو بزرگ نذیر نام کے ہیں،ایک ماسٹر نذیر صاحب ،اور دوسرے حکیم نذیر صاحب، یہ حکیم نذیر صاحب کے حالات زندگی ہیں۔

حکیم نذیر صاحب کی دکان تھانے والے بازار میں تھی ان کی دوکان پر حافظ صاحب جایا کرتے تھے وہاں ان سے طب کی کتاب شرح اسباب پڑھتے تھے۔ یہ حکیم صاحب مولانا اسماعیل سلفیؒ صاحب کے شاگرد تھے۔حکیم نذیر صاحب کے بیٹے حکیم عطاء اللہ صاحب بھی بڑے حکیم ہیں ان کا مطب اب تھانے والے بازار میں ہے۔ میں ان کے والد گرامی کے تعارف کے لیے ان کی دوکان پر گیا۔ میں نے ان سے کہا: میں حافظ نور پوریؒ کے متعلق کتاب لکھ رہا ہوں اس کتاب میں آپ کے والد گرامی کا بھی تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، وہ حافظ صاحب کے استاذ ہیں، آپ مجھے کچھ معلومات فراہم کریں۔ میرا یہ سوال سن کر وہ کہنے لگے میں آپ کو حافظ صاحب کے برادران لا کا بتاتا ہوں آپ ان سے مل لیں۔ میں نے کہا ان سے میں مل چکا ہوں، میں حافظ صاحب کے متعلق آپ سے معلومات نہیں چاہتا، میں تو آپ کے والد گرامی کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔ یہاں ذرا آپ یہ بات بھی سن لیں میں اس کتاب کی تیاری کیلئے بڑے لوگوں سے ملا ہوں۔ ایسے لوگوں سے بھی ملا ہوں جو یہ کہتے ہیں مجھ سے زیادہ حافظ صاحب کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ حافظ صاحب کا مجھ سے بہت پیار تھا۔لیکن جب میں نے ان سے حافظ صاحب کے متعلق کوئی بات بیان کرنے کو کہا تو وہ ادھر ادھر کی ہی سنانے لگ گئے، ایک صاحب کو میں نے کہا آپ مجھے حافظ صاحب کے متعلق کچھ بیان فرمائیں تو وہ کہنے لگے: حافظ صاحب بڑے نیک آدمی تھے۔ حافظ صاحب جیسا آدمی بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ جنت دے، میں نے یہ باتیں سن کر ان سے کہا آپ کوئی بات بھی مجھے ان کے متعلق سنائیں، تو وہ پھر دعائیں ہی دینے لگ گئے اور کہنے لگے آپ کو کیا سناؤں بس وہ بڑے ہی نیک تھے ان کی کیا ہی بات تھی۔ تو ایسا ہوتا ہے

آدمی کو کسی سے محبت اور عقیدت تو ہوتی ہے لیکن ہر وقت اس کے متعلق باتیں ذہن میں حاضر نہیں ہوتی۔حکیم عطاء اللہ صاحب کو پھر میں نے کہا آپ اپنے والد گرامی صاحب کا پورا نام مجھے بتائیں تو انہوں نے بتایا حکیم نذیر احمد ولد عبدالغنی۔اس طرح بات آگے چلی۔میں سوال کرتا جاتا اور وہ جواب دیتے جاتے۔انہوں نے بتایا میرے والد گرامی مولانا اسماعیل سلفی سے پڑھنے کے بعد دہلی چلے گئے وہاں انہوں نے طبیہ کالج میں داخلہ لیا۔میرے والد گرامی حکیم اجمل خان صاحب کے شاگرد ہیں۔طبیہ کالج دھلی سے فاضل طب والجراحت ہیں۔ہماری رہائش آبادی حاکمرائے گلی بورڈنگ والی میں تھی۔ والد گرامی جامع مسجد نور رحمانیہ میں عشاء اور فجر کی جماعت کراتے تھے۔یہ وہ مسجد ہے جہاں مولانا یوسف گکھڑوی صاحب خطیب تھے۔ان سے پہلے میرے والد گرامی یہاں درس دیا کرتے تھے۔ان کی یہ بات سن کر میں نے ان سے کہا پھر مولانا یوسف گکھڑوی صاحب کے بعد میرے والد گرامی اس مسجد میں خطیب مقرر ہوئے تھے اور سترہ سال اس مسجد میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔اس طرح جب میرا اور حکیم عطاء اللہ صاحب کا تعارف قریب ہوا تو انہوں نے پھر اپنا بھی ساتھ تعارف بتانا شروع کر دیا۔انہوں نے بتایا مولانا یوسف گکھڑوی صاحب میرے سسر ہیں۔یہ بات سن کر میں نے کہا ان کے گھر میری والدہ صاحبہ پڑھاتی رہیں ہیں۔مولانا یوسف گکھڑویؒ کی وفات کے بعد میرے والد گرامی ان کی جگہ جامع مسجد نو ررحمانیہ میں خطیب مقرر ہوئے اور والدہ محترمہ ان کے مدرسہ میں مدرسہ مقرر ہوئیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔۔۔حکیم نذیر صاحب نے 1978ء میں وفات پائی۔

باب نمبر ۵

اساتذہ کا احترام

(اساتذہ کا احترام تو حافظ نورپوری رحمہ اللہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا)

﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾

موسیٰ علیہ السلام نے باوجود نبی ورسول اور اولوالعزم پیغمبر ہونے کے خضر علیہ السلام سے تعظیم وتکریم کیساتھ درخواست کی کہ میں آپ سے آپ کا علم سیکھنے کے لئے ساتھ چلنا چاہتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی تعظیم وتکریم اور اتباع کرے اگرچہ شاگرد اپنے استاذ سے افضل واعلیٰ بھی ہو۔ (قرطبی، مظہری)

عن ابن عباس يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين وتوا العلم درجات قال يرفع الله الذين وتوا العلم علىٰ الذين آمنوا بدرجات.

ارشاد باری تعالی ہے "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم عطا کیا گیا اللہ ان کے درجات بلند کرے گا" ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ ایمان لائے ان کے مقابلے میں اللہ ان لوگوں کے درجات زیادہ بلند کرے گا جنہیں علم عطا کیا گیا۔

[سنن دارمی]

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: اپنے اساتذہ کا احترام تو (حافظ صاحب) میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کسی استاذ کے بارے میں کوئی تبصرہ سننا گوارہ نہ کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ پر خوش تھے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے کبھی سرزنش کی نوبت پیش نہ آتی۔

[(مجلہ المکرم اشاعت خاص، نمبر ۱۳ صفحہ ۲۵)]

جب کسی استاد کا نام لیتے تو بڑے ادب سے لیتے مثلاً شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد محدث گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ استاذی المکرم محدث محمد اسماعیل سلفی رحمتہ اللہ علیہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث وخطیب گجراتی، حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات حافظ صاحب رحمہ شیخ، استاذ محدث کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے۔

اور یہ بھی حافظ نور پوری رحمہ اللہ کے کمالات میں سے ہے کہ آپؒ نے جس سے بھی کچھ پڑھا اور سیکھا ہے اس کو اپنے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: بتاریخ 10 اپریل 2011ء کو میر پور' شاہکوٹ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں راقم نے اپنے اور اپنے بیٹے حافظ عزیز الرحمٰن کے اساتذہ کرام کو دعوت دی استاذ العلما مولانا محمد عبداللہ چھتوی صاحب ﷾ اور فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم ﷾' حافظ محمد شریف صاحب ﷾' حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾ سمیت دوسرے تمام اساتذہ کرام بھی شفقت ومحبت کرتے ہوئے تشریف لائے جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو تمام مشائخ عظام کی نگاہ حضرت حافظ محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ پر تھی کہ وہ جماعت کروائیں لیکن حضرت حافظ صاحب نے جلدی سے اقامت کہنا شروع کر دی۔ جو اس بات کا اظہار تھا کہ میں اپنے اساتذہ اور دوسرے ساتھیوں کی موجودگی میں بحیثیت مقتدی ہی نماز ادا کرنا پسند کروں گا۔ سبحان اللہ کیسے عظیم لوگ تھے کہ ﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے بعد والوں کی راہنمائی کرتے ہیں، عزت وشرف صرف منصب وعمدہ ہی میں نہیں بلکہ یہ بھی ایک عظمت ہے۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ ۲۱)]

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا احترام

حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے استاذ اور شیخ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کو ابن تیمیہ اور ابن قیم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ احکام مسائل جلد اول ص ۳۳۹ پر حافظ صاحب فرماتے ہیں: صورت مسئولہ میں خاوند جب اپنی بیوی سے کہا ''میں تمہیں تین طلاق دیتا ہوں'' تو اسی وقت ایک طلاق واقع ہوگئی، اس کے بعد اس نے لکھ دیا کہ میں تمھیں تین طلاق دیتا ہوں تو اگر اس نے پہلی زبانی دی ہوئی طلاقوں کو ہی لکھا ہے تو طلاق ایک ہی ہوگی ورنہ دو، مگر ان دونوں کے درمیان چونکہ رجوع نہیں کیا گیا اس لیے علما کی ایک جماعت ایسی دو طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتی ہے مثلا حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور حافظ گوندلوی رحمھم اللہ تعالی۔

حافظ صاحب نے حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کو ارشاد القاری صفحہ ۴۱ پر «شیخنا المدقق» کہا ہے:

و هذا مما أفادنا شيخنا المدقق

محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی شان وعظمت میں ۱۵۰ اشعار

حافظ صاحب نے اپنے استاذ کی عقیدت واحترام میں ایک سو پچاس (۱۵۰) اشعار لکھ دیے۔ان اشعار کا پس منظر یہ ہے کہ دکتور عاصم قریوتی ﷾ نے اپنے چھ اساتذہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی «کوکبة من ائمة الهدیٰ ومصابیح الدجیٰ» اس میں انھوں نے شیخ ابن باز، محمد بن صالح العثیمین، حماد الانصاری، عمر الفلاتہ، حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا۔اس میں انھوں نے پہلے چار اساتذہ کرام کے متعلق اشعار بھی لکھے، لیکن دو مؤخرین اساتذہ کے متعلق اشعار نہ لکھے، یہ کتاب جب حافظ نور پوری نے جب دیکھی تو اپنے استاذ اور اپنے بزرگ کے متعلق اشعار نہ دیکھ کر.....دونوں بزرگوں (حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ) کے متعلق اشعار لکھ دیے، یہ حافظ صاحب کی اپنے استاذ کے ساتھ سچی محبت تھی۔تبھی تو اتنی محنت سے اشعار لکھے جس کی قیمت محبت گوندلوی ہے۔

مولانا عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: کافی عرصہ کی بات ہے کہ حافظ صاحب کے ہاتھ عرب کے کسی عالم کی کتاب لگی جس میں عرب عالم دین نے اپنے چند اساتذہ کی سوانح عمری عربی اشعار کی صورت میں لکھی تھی۔اسے دیکھ کر حافظ صاحب نے بھی اپنے دو اُستادوں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث والتفسیر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی مکمل سوانح عمری اشعار میں لکھ کر (مسجد مکرم کے مسؤل مکتب محمد یحییٰ طاہر جو اُن دنوں عمرے پر جارہے تھے کے ہاتھ عبدالستار ابوتراب صاحب کے ذریعے) ان تک سعودی عرب پہنچائیں کہ آئندہ جب آپ اس کتاب کو پرنٹ کریں تو ہمارے دو استادوں کو بھی اس کتاب میں شامل فرمائیں۔

[(مجلہ المکرم «اشاعت خاص» نمبر ۱۳ صفحہ ۵۱)]

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے متعلق اشعار حاضر خدمت ہیں:

ان اشعار کا ترجمہ میں نے حافظ صاحب سے پڑھ کر کیا ہے۔

الإمام المحدث گوندلوی

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الشَّان ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى الرَّسُوْلِ الْبَانِيْ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی شان پھر صلوٰۃ اس کے رسول (محمد ﷺ) پر جو بنیاد

بہت بلند ہے — رکھنے والے ہیں

۲۔ لِلْمُسْلِمِيْنَ طَرَائِقَ الْبُرْهَانِ — مَنْ سَارَهَا بَعُدُوْا لَظَى النِّيْرَانِ

مسلمانوں کے لیے دلائل وبراہین کے رستوں کی — جو ان رستوں پر چلیں گے وہ آگ کے شعلوں سے دور ہو جائیں گے

۳۔ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى أُوَيْلِ الْمُصْطَفَى — ثُمَّ الصَّحَابَةِ خَيْرِنَا الْخُلَّانُ

پھر (محمد) مصطفیٰ ﷺ کی آل پر صلوٰۃ ہو — پھر صحابہ پر جو ہمارے بہترین (محبوب) دوست ہیں

٤۔ فَالتَّابِعِيْنَ الصَّالِحِيْنَ أُولِي التُّقَى — وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ ذَوِي الْإِحْسَانِ

پس [رحمتیں ہوں] تابعین صالحین پر جو تقویٰ والے ہیں — اور پیروی کرنے والے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احسان کے ساتھ

محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور پیدائش

۵۔ فَلَقَدْ تَوَلَّدَ شَيْخُنَا عَلَمُ الزَّمَنْ — اِبْنُ لِفَضْلِ الدِّيْنِ فِيْ رَمَضَانَ

پس تحقیق پیدا ہوئے ہمارے شیخ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم — فضل الدین کے بیٹے رمضان میں

٦۔ يَوْمَ الْخَمِيْسِ بِعَامِ خَمْسٍ بَعْدَ عَشْـ — ـرِ فَالثَّلَاثِ مِئِى لَأَلْفِ ثَانِيْ

(ہمارے شیخ) جمعرات کے دن — ۱۳۱۵ ہجری کو پیدا ہوئے

۷۔ وَاسْمُ الْأَبِ الْأَعْلَى لَهُ فَبَهَاءُ دِيْـ — ـنٍ مُحْكَمٍ مُتَنَزِّلٍ رَبَّانِيْ

آپ کے دادا کا نام بہاؤ الدین ہے — ایسے دین (کی روشنی) جو ربانی، محکم اور نازل شدہ ہے

۸۔ وَاسْمُ لِشَيْخِيْ أَعْظَمُ حَقًّا أَتَى — قَدْ كَانَ أَعْظَمَ وَالْبَهَاءَ الدَّانِيْ

اور میرے شیخ کا نام اعظم ہے جو حق کو بیان کرتے تھے — یقیناً وہ اعظم تھے اور ہماری قریبی (مجلسوں) کی رونق تھے

۹۔ فَضْلَ الْعَظِيمِ اللّٰهِ ذَا مِنَنٍ عَلىٰ طُلَّابِ عِلْمِ الدِّيْنِ يَا إِخْوَانِي
اللہ عظیم کا فضل تھے اور احسانات والے تھے علم دین کے طلاب پر اے میرے بھائیو!

۱۰۔ لَمْ يَشْتَهِرْ إِلَّا اسْمُهُ الثَّانِي الْعَظِيـ ـمُ مُحَمَّدٌ فَمُحَدِّثٌ رَبَّانِي
نہیں مشہور ہوا مگر ان کا دوسرا بڑا نام محمد، پس وہ محدث ربانی تھے

۱۱۔ وَالْمَسْقَطُ الْحَسَنُ الْجَمِيلُ لِرَأْسِهِ بِالْكُوْدَلَا وَالَا بَدِيْعِ الشَّانِ
اور ان کی حسین وجمیل جائے پیدائش گوندلاں والہ ہے جو بڑی انوکھی شان والا ہے

۱۲۔ بِالْقُرْبِ مِنْ كُوْجَرْوَلَا الْبَنْجَابِ جَا ءَ عَلَى الْكَبِيْرِ الشَّارِعِ السُّلْطَانِي
پنجاب کے (ضلع) گوجرانوالہ کے قریب ہے جو جی ٹی روڈ کے قریب (تقریباً تین میل کے فاصلے پر) واقع ہے

يتمه ونشأته وتحصيله

۱۳ قَدْ مَاتَ وَالِدُهُ مَتىٰ بَلَغَ الْعُمُرْ تِسْعًا شَهِيْدًا بِالْوَبَا طَاعَانِ
تحقیق آپ کے والد گرامی فوت ہوئے جب آپ کی عمر پہنچی نو سال کو، (آپ کے والد) طاعون کی وبا میں شہید ہوئے

۱٤۔ حَفِظَ الْكِتَابَ لَدىٰ صِبَاهُ مَعَ التُّقىٰ فَتَرَعْرَعَ الْأُسْتَاذُ فِي الْأَحْيَانِ
آپ نے بچپن میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا تقویٰ شعار ہو کر پس استاذ صاحب (ایسے) وقتوں میں نوجوان ہوئے

۱۵۔ قَدْ سَافَرَ الْأُسْتَاذُ يُتْمًا نَحْوَمَرْ تَسَرِ لِتَحْصِيْلِ هُدَى الْقُرْآنِ
تحقیق استاذ صاحب نے یتیمی کی حالت میں سفر کیا امرتسر کی طرف ہدایت قرآن کی تحصیل کے لیے

۱٦۔ وَالشَّيْخُ قَدْ بَلَغَ الثَّلَاثَ مِنَ الْعُمُرْ فَالْعَشْرَ يَا بَرًّا مِنَ الْأَقْرَانِ
اور یقیناً شیخ صاحب (اس وقت) تیرہ سال کی عمر کو پہنچے اے نیک بخت ساتھی!

شيوخه الكرام وعلو اسناده

۱۷۔ قَدْ تَلْمَذَ الشَّيْخُ الْعَظِيمُ عَلىٰ عَدِيْـ ـدِ رِجَالِ عَلَمِ السُّنَّةِ خُلَّانِي

تحقیق (اس) عظیم شیخ نے شاگردی اختیار کی — چند (ایسے) آدمیوں کی جو سنت کے بہت بڑے عالم تھے اے میرے ساتھیو!

۱۸۔ اِبْنٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ مِنْ غَزْنِيْ اَتٰى — عَبْدٌ لِجَبَّارٍ وَشَيْخٌ ثَانِيْ

(ان میں سے ایک امام) عبدالجبار بن عبداللہ — غزنوی ہیں (جن کے پاس امرتسر میں گئے) اور دوسرے شیخ

۱۹۔ عَبْدٌ لِاَوَّلَ غَزْنَوِيٌّ مِنْ سُلَا — لِ مُحَمَّدٍ نَجْمِ الْهُدَى الْحَقَّانِيْ

(الشیخ) عبدالاول غزنوی ہیں جو بیٹے ہیں — محمد کے جو ہدایت کے ستارے، حق والے ہیں

۲۰۔ اِبْنٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ ذِيْ مِقَةٍ لِرَحْـ — ـمَانَ وَلِيٍ عَارِف رَبَّانِيْ

(محمد (بیٹے ہیں عبداللہ (غزنوی) کے جو انتہائی زیادہ محبت کرنے والے ہیں — رحمان سے، ولی ہیں، عارف باللہ ہیں، رب والے ہیں

۲۱۔ عَبْدُ الْغَفُوْرِ مُعَلِّمٌ لِمُحَدِّثٍ — مِنْ آلِ مِنْهَاسٍ عَظِيْمِ الشَّانِ.

عبدالغفور (عبدالاول غزنوی کے بھائی) معلم ہیں — آل منھاس کے (اس) عظیم الشان محدث کے

۲۲۔ وَحُسَيْنُ نِ الْعَلَّامُ مِنْ اَهْلِ الْهَزَا — رَهْ شَيْخُ شَيْخٍ لِيْ بِبَاكِسْتَانَ

اور محمد حسین جو اہل ہزارہ سے بہت بڑے عالم ہیں — یہ پاکستان میں میرے شیخ کے شیخ ہیں

۲۳۔ وَالشَّيْخُ لِلْبَنْجَابِ فِيْ تَعْلِيْمِ سُنَّـ — ـةَ اَفْضَلِ فِي الْوَرَى عَدْنَانِيْ

اور شیخ پنجاب (جنھوں نے) سنت کی تعلیم دی — مخلوق میں سے سب سے افضل ترین، عدنانی ﷺ کی (سنت کی)

۲۴۔ عَبْدٌ لِمَنَّانَ رِضًى فَمُحَدِّثٌ — فَمُفَسِّرٌ فَمُتَكَلِّمٌ ذُوْ شَانِ

عبدالمنان جو پسندیدہ ہیں، پس محدث ہیں — مفسر ہیں، متکلم ہیں، شان والے ہیں

۲۵۔ فَلَقَدْ اَجَازَ لِشَيْخِنَا بِرِوَايَةٍ — لِصَحَائِفٍ عَنْ اَحْمَدَ الرَّبَّانِيْ

پس البتہ تحقیق انھوں نے ہمارے شیخ کو اجازت دی — روایت کرنے کی احمد ربانی رحمہ اللہ سے مروی صحیفوں کی

٢٦۔ وَمُحَدِّثٍ مَا زَلَ يُفْتِي فِي الْيَمَنْ — يَهْدِي الْأَنَامَ مُوَاطِنَ الشَّوْكَانْ

اور ایسے محدث سے جو ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے یمن میں — مخلوق کی رہنمائی کرتے رہے شوکان کے علاقوں میں

٢٧۔ وَلِمَنْ أَتَى بَيْنَ الشَّيْخِ وَالشَّوْكَانِي — نَفَرَانِ مِنْ هَادِيْنَ لِلْإِنْسَانِ

اور شیخ (گوندلوی رحمہ اللہ) اور (امام) شوکانی رحمہ اللہ کے درمیان — انسانوں کی رہنمائی کرنے والوں میں سے دو شیخ ہیں

٢٨۔ فَالشَّيْخُ لِلْبَنْجَابِ عَبْدُ الْحَقِّ شَيْـ — ـخٌ لِلْبَنَارِسِ مُرْشِدُ الْأَعْيَانِ

شیخ پنجاب اور عبدالحق — شیخ بنارس لوگوں کے مرشد

٢٩۔ هٰذَا عُلُوٌّ نَادِرٌ مُتَعَازِزٌ — فَأَعَزَّهُ دُكْتُورُنَا الرَّبَّانِي

یہ عالی سند نادر اور کمیاب ہے — اس کو ہمارے دکتور (عاصم قریوتی) جو رب والے ہیں، نے علوعزیز قرار دیا ہے

٣٠۔ قَرْيُوْتُ مَوْلِدُهُ فَخَدَمٌ لِلسُّنَنْ — عَمَلٌ لَهُ فِي طَيْبَةِ الْعَدْنَانِي

ان کی جائے پیدائش قریوت ہے، پس سنتوں کی خدمت کرنے والے ہیں — کام کرنے والے ہیں ان (سنتوں) کے لیے عدنانی ﷺ کے (مدینہ) طیبہ میں

٣١۔ ذَا مُلْحِقٌ لِأَصَاغِرٍ بِأَكَابِرِ — فَالشَّيْخُ لِي هٰذَا لَهُ فَضْلَانِ

(اس عالی سند کے ساتھ) شیخ ملانے والے ہیں اصاغر کو اکابر کے ساتھ — پس میرے شیخ کے لیے یہ دو فضیلتیں ہیں (علو سند اور ملحق الأصاغر بالأکابر)

٣٢۔ وَمِنَ الشُّيُوْخِ لِشَيْخِنَا فَمُحَدِّثُو — نَا أَحْمَدُ لِلّٰهِ لِلرَّحْمَانِ

اور ہمارے شیخ کے شیوخ میں سے ہمارے محدث — شیخ احمد اللہ ہیں جو رحمان کے

٣٣۔ عَبْدٌ بِبَنْجَابِ بِلَا رَيْبٍ وَلَا — مَيْنٍ وَبَنْجَابٌ لَهُ قِسْمَانِ

بندے ہیں پنجاب میں (رہائش پذیر تھے) بلاشک — اور بغیر کسی جھگڑے کے اور پنجاب کی دو قسمیں ہیں

٣٤۔ قِسْمٌ بِهِنْدٍ ذَاتِ جَوْرٍ وَاعْتِدَا — ءٍ يَا أَخِي ثَانٍ بِبَاكِسْتَانِ

ایک قسم، پنجاب ہند ہے (وہ ہند) جو ظلم — کرنے والا ہے اے میرے بھائی! اور دوسرا

وزیادتی | پاکستان میں ہے

۳۵۔ وَالشَّیْخُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مُعَلِّمًا | مِمَّنْ ثَوٰی سَرْحَدَّ ذِي الْبُلْدَان

اور شیخ عبدالرزاق (پشاوری) استاذ ہیں | سرحد کے رہائشیوں میں سے ہیں اور سرحد کئی شہروں والا ہے

۳۶۔ فَالْکُوْدَلَاوِيُّ الثَّوَا وَصُلَتْ اَسَا | نِیْدٌ لَهٗ نَحْوَ الرَّسُوْلِ الْحَانِيْ

پس گوندلوی رحمہ اللہ کی اسانید | ملی ہوئی ہیں مہربان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

شیخ کے مشہور شاگرد

۳۷۔ وَلَمَنْ تَتَلْمَذَ عِنْدَهٗ جَمْعٌ غَفِیْـ | ـرٌ لَمْ یُحَطْ بِصَحَائِفِ الْحُسْبَان

ایک جم غفیر نے شیخ کے پاس زانوئے تلمذ طے کیے | حساب کے صحیفوں میں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا

۳۸۔ مِنْهُمْ فَاُسْتَاذٌ لَهٗ عَبْدٌ لِرَزْ | زَاقٍ ثَوٰی بِفَشَاوَرٍ ذُوْ شَان

ان (شاگردوں) میں شیخ کے استاذ عبدالرزاق ہیں | جو پشاور میں رہائش پذیر ہیں بڑی شان والے (انھوں نے شیخ سے دھلی میں طب پڑھی ہے)

۳۹۔ مُتَخَصِّصٌ فِيْ عِلْمِ هَیْئَات هَدٰی | لِاَنَاسِ دُنْیَا فِيْ دُمَی الْاَکْوَان

متخصص ہیں علم ہیئہ میں، انھوں نے رہنمائی کی | دنیا کے لوگوں کی کائنات کے علاقوں میں

۴۰۔ مِنْهُمْ نَذِیْرٌ اَحْمَدُ مُتَزَامِلٌ | لِلشَّیْخِ لِيْ لَقَبٌ لَهُ الرَّحْمَانِيْ

ان میں سے نذیر احمد بھی ہیں جو ساتھی ہیں | میرے شیخ کے، لقب ان کا رحمانی ہے

۴۱۔ مِنْهُمْ عُبَیْدُ اللّٰهِ شَارِحُ مَا هُوَالْـ | ـمِشْکَاةُ مَنْسُوْبٌ لَهُ الرَّحْمَانِيْ

ان میں سے عبیداللہ ہیں جو شارح ہیں | مشکوۃ کے نسبت جن کی رحمانی ہے

۴۲۔ فَمُبَارَكٌ فُوْرٌ لَهٗ مُتَوَاطَنٌ | قَدْ کَانَ شَارِحَ سُنَّةِ الْعَدْنَانِيْ

پس مبارکپور ان کا وطن ہے | تحقیق وہ عدنانی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے شارح ہیں

۴۳۔ مِنْهُمْ عَطَاءُ اللّٰهِ صَاحِبُ هَامِشٍ | لِلْمُجْتَبٰي سِفْرٍ عَظِیْمِ الشَّان

ان میں سے عطاء اللہ ہیں جو حاشیہ نگار ہیں | مجتبیٰ (نسائی) کے جو ایک عظیم الشان کتاب ہے

۴۴۔ تَأْلِیفٍ مَنْسُوبٍ إِلَى بَلَدِ النِّسَا | سِمُه فَأَحْمَدُ رُحْلَةُ الْبُلْدَانِ

ایسی تالیف ہے جو نساء شہر کی طرف منسوب ہے | (امام نسائی) کا نام احمد ہے، شہروں کی طرف (تحصیل علم کے لیے) کوچ کرنے والے ہیں

۴۵۔ قَدْ صَنَّفَ السُّنَنَ الْكَبِيرَ بِلَا امْتِرَا | ءَ قَدْ ثَوَى بُحْبُوحَةَ الْغُفْرَانِ

تحقیق انھوں نے سنن کبیر تصنیف کی ہے بغیر کسی شک کے | یقیناً انھوں نے جگہ بنائی ہے بخشش کے وسط میں

۴۶۔ لَقَبُ الْعَطَاءِ حَنِيفُنَا فَأَقَامَ لَا | هُوْرًا مُهَاجِرَ عَذْنِ فُوجَيَّانِ

عطاء اللہ کا لقب حنیف ہے پس وہ اقامت پذیر ہوئے | لاہور میں وہ مہاجر تھے بھوجیان کی اقامت سے

۴۷۔ فَلِذَا غَدَا مَنْسُوبُهُ الْفُوجَانِي | رَحِمَ الْإِلٰهُ شُيُوخَنَا إِخْوَانِي

پس اسی لیے ان کی نسبت تھی بھوجیانی | اللہ تعالیٰ رحمت کرے ہمارے شیوخ پر اے میرے بھائیو!

۴۸۔ مِنْهُمْ ظَهِيرٌ مِصْقَعٌ فَشَهِيدٌ قُنْـ | ـبُلَةَ الْعِدٰى عَلَّامَةُ الْإِحْسَانِ

ان میں سے علامہ احسان (الٰہی) ظہیر ہیں | جو زور دار خطیب تھے پس یہ شہید ہوئے دشمنوں کے بم سے

۴۹۔ مِنْهُمْ أَخُوهُ لَهُ تَدَابِيرٌ تَقِي | نَاسًا مِنَ الْحِرِ وَالرِّبَا الْفِسْقَانِ

ان میں سے (احسان الٰہی) کے بھائی بھی ہیں ان کی (کتابیں ہیں) تدابیر | جو لوگوں کو بچاتی ہیں دو فسقوں زنا اور سود سے (التدابیر الواقیۃ من الزنا، التدابیر الواقیۃ من الربا)

۵۰۔ ذَاكُمْ فَفَضْلُ إِلٰهِنَا فَظُهُورُ لَا | هِيٍّ أَبٌ وَهُمَا لَهُ فَابْنَانِ

یہ ہیں فضل الٰہی پس ظہور الٰہی | باپ ہیں اور یہ دونوں ان کے بیٹے ہیں

۵۱۔ مِنْهُمْ شَهِيدٌ قَدْ غَدَا قُدُّوسِيَا | فَالْعَبْدُ لِلّٰهِ ابْنُ عَبْدٍ ثَانِ

ان (شاگردوں) میں سے ایک شہید ہیں جو قدوسی تھے | پس عبداللہ بن عبد (الرحمٰن) جو اللہ کا دوسرا نام ہے بھی ہیں

۵۲۔ فَیُضَافُ لِلرَّحْمَانِ مِنْ کُجْرَاتَ جَا ءَ إِلٰی مَدِیْنَةِ أُمَّةٍ کُجْرَانِ

(عبدالرحمٰن) یہ رحمان کی طرف مضاف ہے، گجرات سے ان کا تعلق تھا جو گجر قوم کے شہر (گوجرانوالہ) کی طرف آ گئے تھے

۵۳۔ تِلْمِیْذُ اسْمَاعِیْلِنَا بَحْرِ الْعُلٰی وَهُمَا لِشَخْصٍ مُخَاطِبٍ شَیْخَانِ

ہمارے (شیخ) اسماعیل رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں جو بلندیوں کے سمندر تھے اور یہ دونوں مخاطب شخص (نورپوری) کے شیخ ہیں

۵۴۔ قَدْ سَادَ کُلٌّ مِنْهُمَا اَهْلَ السُّنَنِ وَمُحَمَّدِیَّةَ تَابِعِی الْعَدْنَانِيِّ

ان دونوں میں سے ہر ایک اہل السنن (اہل حدیث) کے امیر تھے اور جامعہ محمدیہ کے رئیس تھے، عدنانی ﷺ کے پیروکار تھے

۵۵۔ فَالْجَامِعَةُ وَجَمَاعَةٌ کِلْتَاهُمَا اَضْحَتْ ذُرَی الْعَلْیَا بِلَا نُکْرَانِ

پس جامعہ اور جماعت دونوں بلندیوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے بغیر کسی انکار کے

۵۶۔ مِنْهُمْ فَیُوْسُفُ کَوْکَنِيٌّ قَدْ ثَوٰی مِدْرَاسَ هِنْدٍ هَائِرِ الْاَرْکَانِ

ان میں سے یوسف کوکنی بھی ہیں جو اقامت گزیں ہیں ہند کے (شہر) مدراس کے، (وہ ہند) جس کے ارکان کمزور اور کھوکھلے ہیں

۵۷۔ مِنْهُمْ فَعَبْدُ اللّٰهِ شَیْخٌ لِلْحَدِیْـ ـثِ أَبُو الْحَسَنِ مُسْتَحْسَنُ التِّبْیَانِ

ان میں سے عبداللہ (بھی) ہیں جو شیخ الحدیث ہیں (جامعہ سلفیہ میں) (ان کی کنیت) ابوالحسن ہے، جو بڑا خوبصورت بیان کرنے والے ہیں

۵۸۔ فَمُؤَرِّخٌ مُتَکَلِّمٌ سَلَفِیُّنَا بُڈِیْمِلِيٌّ هُوَ حَافِظُ الْقُرْآنِ

مؤرخ ہیں، متکلم ہیں، سلفی ہیں بڈھیمالوی، اور قرآن کے حافظ ہیں

۵۹۔ لَأَجَازَنِيْ بِرِوَایَةٍ لِدَفَاتِرٍ سُنِّیَّةٍ اَضْحَتْ رَدَی الشَّیْطَانِ

انھوں نے مجھے روایت کی اجازت دی ہے ان کتابوں کی جو سنت والی ہیں، شیطان کو دھتکار دینے والی ہیں

۶۰۔ فَمُحَمَّدٌ اِسْحَاقُ شَیْخٌ لِلْحَدِیْـ ـثِ حُسَیْنَوِيٌّ عَالِمٌ رَبَّانِيٌّ

پس محمد اسحاق (بھی ہیں) جو شیخ الحدیث ہیں — حسینوی ہیں، عالم ربانی ہیں

٦١۔ بِالْغَزْنَوِيَّةِ كَانَ يَنْشُرُ عِلْمَهُ — قَدْ تَرْجَمَ الدِّيْوَانَ لِلشُّجْعَانِ

مدرسہ غزنویہ میں (شیخ الحدیث ہیں) انھوں نے اپنے علم کو عام کیا — تحقیق انھوں نے دیوان حماسہ کا ترجمہ کیا ہے

٦٢۔ وَلَقَدْ اَتٰى بِالتَّرْجَمَةِ لِلتَّذْكِرَةِ — هِيَ مِنْ تَصَانِيفِ لِذِی الْمِيْزَانِ

اور البتہ تحقیق انھوں نے ''تذکرہ'' (الحفاظ) کا ترجمہ (بھی) کیا ہے — جو صاحب میزان [ذہبی] کی تصانیف میں سے ہے

٦٣۔ فَمُحَمَّدُ الْبُتْوِيْ دَرَّسَ بِالْمَعَا — هِدِ كَثْرَةً سِمُهَا فَلَا النِّسْيَانِ

پس محمد بھٹوی جنھوں نے کافی مدرسوں میں — پڑھایا، ان (مدارس) کے نام نسیان کے میدانوں میں ہیں

٦٤۔ يَتْلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ اٰنَاءَ النَّهَا — رِ لَيَالِيَا هُوَ حَافِظُ الْقُرْآنِ

کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں دن اور — رات کی گھڑیوں میں اور حافظ قرآن ہیں

٦٥۔ مِنْهُمْ فَاَحْمَدُنَا فَلِلْبَرَكَاتِ صَا — حِ اَبْ فَشَيْخٌ لِلْهُدٰى وَاَسَانِيْ

ان میں سے ہمارے ابوالبرکات احمد (بھی) ہیں — اے میرے ساتھی! پس وہ ہدایت کے شیخ ہیں میرے ہمدرد ہیں

٦٦۔ مِدْرَاسُهُ مَاْوَى لَهُ فَلَعَافَهَا — شَوْقًا إِلٰى عِلْمٍ بِذَا الْفُرْقَانِ

مدراس ان کی رہائش گاہ تھی پس انھوں نے اسے چھوڑ دیا — کتاب اللہ کے علم کے شوق کی وجہ سے

٦٧۔ قَدْ صَارَ هَاجِرَهَا رِضًى لِلّٰهِ يَا — مُتَخَاطِبِيْ هُوَ ضَائِفُ الْحَنَّانِ

تحقیق وہ اس کو چھوڑنے والے ہو گئے، اللہ کی رضا کے لیے — اے میرے مخاطب! (اب) وہ حنّان کے مہمان ہیں

٦٨۔ فَمُحَمَّدٌ اِسْحَاقُ لَاهُوْرٌ لَهُ — وَطَنٌ يُسَمّٰى اسْمَا هُوَ الرَّحْمَانِيْ

پس محمد اسحاق، لاہوران کا وطن (رہائش گاہ) ہے — ان کا ایک نام رکھا گیا ہے وہ ہے رحمانی

۶۹۔ فَمُعَیْنُ دِیْنٍ مِنْ اَکَارَا قَدْ غَدَا شَیْخًا اَمِیْرَ الْجَمْعِ ذِيْ شَان

پس معین الدین [لکھوی] ان کا تعلق اوکاڑہ سے ہے تحقیق وہ بوڑھے ہو گئے ہیں بڑی شان والے ہیں [متحدہ] جمعیت کے امیر تھے

۷۰۔ اَهْلِ الْحَدِیْثِ بِغَابِرِ الْاَزْمَان مِنْ غَیْرِ ظُلْمٍ دُوْنَ مَا عُدْوَان

(متحدہ جمعیت) اہل حدیث کے امیر تھے گزشتہ زمانہ میں بغیر کسی ظلم کے، بغیر کسی زیادتی کے

۷۱۔ عَبْدٌ لِرَحْمَانَ فَشَیْخٌ لِيْ شَذَا لَکْوِيٌّ نِسْبَةً رَابِعِ الْاِخْوَان

عبدالرحمٰن پس یہ میرے شیخ ہیں جو مہکے ہیں لکھوی ان کی نسبت ہے، بھائیوں میں سے چوتھے ہیں

۷۲۔ وَالشَّیْخُ شَمْسُ الْحَقِّ لَا غَرْوًا لَدَی اَحَدٍ بِأَن قَدْ شَادَ بِالْمُلْتَان

وضاحت: عبدالرحمٰن لکھوی یہ چار بھائی تھے: ۱۔شفیق الرحمٰن لکھوی، ۲۔عزیز الرحمٰن لکھوی، ۳۔حبیب الرحمٰن لکھوی، ۴۔عبدالرحمٰن لکھوی، عبدالرحمٰن یہ چوتھے نمبر پر ہیں، نور پوری صاحب نے ان سے سلم العلوم قاضی مبارک خلاصۃ الحساب وغیرہ کتب پڑھی ہیں۔

اور شیخ شمس الحق کسی کو ان سے بغض نہیں، تحقیق وہ پروان چڑھے ملتان میں

۷۳۔ مِنْهُمْ مُحَمَّدُ عَبْدُهٗ فَیْرُوْزَبَا دِيٌّ مُتَرْجِمُ مُفْرَدِ الْقُرْآن

ان میں سے محمد عبدہٗ فیروز آبادی (بھی) ہیں، مفردات القرآن کے مترجم ہیں

۷۴۔ لِلرَّاغِبِ اللُّغَوِيِّ مِمَّنْ قَدْ اَبَا نَ لُغَاتِ قُرْآنٍ بِلَا طُغْیَان

یہ امام راغب کی کتاب ہے جو لغت دان ہیں قرآن کی لغت کو انھوں نے بیان کیا ہے بغیر کسی زیادتی کے

۷۵۔ مِنْهُمْ ثَنَاءُ اللّٰهِ شَیْخٌ لِلْحَدِیْـ ـثِ مُفَسِّرٌ وَمُحَدِّثٌ رَبَّانِي

ان میں سے ثناء اللہ ہیں، شیخ الحدیث مفسر (قرآن) اور محدث ربانی

۷۶۔ وَلَهٗ فَتَاوٰی ذَاتُ عِلْمٍ کَامِلٍ تَهْدِيْ اُنَاسًا عَادِمِي الْعِرْفَان

ان کا فتاویٰ (مدنیہ ہے) کامل علم والا — لوگوں کو ہدایت دیتا ہے، جو علم وعرفان کے پیاسے ہیں

۷۷۔ وَلَهُ نَشَاطٌ فِيْ مَيَادِيْنِ التُّقٰى — هُوَ مِنْ اَهَمّ تَلَامِذِ الْاَلْبَانِي

تقویٰ کے میدانوں میں تیز رفتار ہیں — (شیخ) البانی کے اہم تلامذہ میں سے ہیں

۷۸۔ وَثَنَاءُ نَا تِلْمِيْذُ شَنْقِيْطِيِّنَا — فَاَمِيْنِنَا وَمُحَدِّثِ رَبَّانِي

ہمارے ثناء اللہ، امین شنقیطی — کے شاگرد ہیں اور محدث ربانی (گوندلوی کے بھی شاگرد ہیں)

۷۹۔ مِنْهُمْ فَعَبْدُ لِلسَّلَامِ ابْنٌ لِحَا — فِظِ الْبُتَاوِيْ عَاشَ بِالْاِيْمَان

ان میں سے عبدالسلام ہیں جو بیٹے ہیں — حافظ محمد بھٹوی کے، جنھوں نے ایمان کے ساتھ زندگی بسر کی ہے

۸۰۔ فَمُدِيْرُ جَامِعَةِ الدُّعَا بِمُرِيْدَكِيْ — اَجَمِ الزُّبٰى لِاُسُوْدِنَا الزِّئْرَان

پس یہ جامعۃ الدعوۃ مریدکے کے مدیر ہیں — جو بلند وبالا چھاؤنی ہے ہمارے للکارنے والے شیروں کی

۸۱۔ مِنْهُمْ بَشِيْرٌ نُوْر فُوْرِيْ هُوَالْـ — ـأَخُ لِيْ يُضَافُ إِلٰى سمِ الرَّحْمَان

ان میں سے بشیر نور پوری ہیں، وہ بھائی — ہیں میرے، اسم رحمان کی طرف مضاف ہیں

وضاحت: یعنی اُن کا نام بشیر الرحمٰن ہے، ان کا نام ونسب اس طرح ہے، بشیر الرحمٰن بن محمد حسین بن حاجی بن دائم دین بن خدا بخش، اور حافظ نور پوری صاحب کا نسب اس طرح ہے عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم دین بن خدا بخش، خدا بخش میں ان کا نسب کا نسب کے نسبی بھائی ہیں۔

۸۲۔ فَبَشِيْرُنَا لُغَوِيْ بَاكِسْتَان — وَسِيَالْكُوْتِيْ بِلَا نُكْرَان

پس (ان شاگردوں میں سے) ہمارے (ساتھی) بشیر لغوی پاکستانی — اور سیالکوٹی ہیں بغیر کسی انکار کے

۸۳۔ فَرَئِيْسُ تَحْرِيْرِ الْمُجَلَّةِ فَالنِّدَا — ءِ لِدِيْنِنَا الْاِسْلَامِ بِالْاِتْقَان

تو یہ رئیس تحریر ہیں، مجلّہ — نداء الاسلام کے، یقیناً

۸۴۔ مِنْهُمْ مُحَدِّثُ اَهْلِ سُنَّةِ دِيْنِنَا — سمه عَلِيٌّ جَانْبَازٌ دُوْنَ مَاكَسْلَان

ان میں سے اہل سنت کے محدث (بھی) ہیں
ان کا نام [محمد] علی جانباز ہے، جو ست نہیں

۸۵۔ شَرَحَ السُّنَنَ لابْنِ لِمَاجَةَ دُوْنَ وَا
نِ عَائِقٍ نَشْطًا سِوی تَعْبَان

ابن ماجہ کی احادیث کی شرح لکھی، سستی
اور کسی رکاوٹ کے بغیر، وہ بغیر تھکاوٹ کے ہشاش بشاش ہیں

۸۶۔ مِنْهُمْ فَإِرْشَادُ لِحَقٍّ قَدْ بَدَا
بَطَلا جَلِيْلًا دُوْنَ مَا زَعْلَان

ان میں سے ارشاد الحق ہے، یقیناً جو
بطل جلیل بن کر ظاہر ہوئے، بغیر کسی ناراضگی کے

۸۷۔ اَثَرِيُّنَا قَدْ صَنَّفَ الْأَسفَارَ صَا
حِ وَحَقَّق الْأُخرى بِلا نُكرَان

یہ ہمارے (دوست ہیں) اثری، تحقیق
اے میرے ساتھی اور کئی کتابوں کی تحقیق کی ہے

انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں
جس کا انکار نہیں

۸۸۔ مِنْهُمْ فَإِبْرَاهِيْمُ اَضْحى دَاعِيًا
فَخَلِيْلُنَا وَنَبِيْلُ بَلْتَسْتَان

ان میں سے ابراہیم خلیل ہیں جو داعی ہیں
ہمارے دوست ہیں، اور بلتستان کے عالم نبیل ہیں

۸۹۔ مِنْهُمْ فَإِبْرَاهِيْمُ اَمْسی ذَا اجْتِهَا
دِ خِدْمَةٌ لِلدِّيْنِ نُوْرَ سْتَانِيْ

ان میں سے ابراہیم [بھی] ہیں جو مجتہد ہیں
دین کی خدمت کرنے والے ہیں، نورستانی ہیں

۹۰۔ مِنْهُمْ فَفَارُوْقٌ مُحَدِّثُنَا شَذَا
هُوَ رَاشِدِيٌّ مُرْشِدُ الرُّهْبَان

ان میں ہمارے فاروق راشدی [بھی] ہیں
جو محدث ہیں، عبادت گزاروں کے مرشد ہیں

۹۱۔ فَيُدَرِّسُ السُّنَنَا بِجَامِعَةِ فَاسْـ
ـلَامِيَّةِ بِالْبِئْرِ لِلشَّاهَان

پس وہ پڑھاتے ہیں کتب سنن ۔
جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں میں

۹۲۔ فِيْ بَلْدَةِ الْكُوْجَرْوَلَا وَلَقَدْ اَتَتْ
بِفُحُوْلِ اَعْلامٍ قُدَى الْاَعْيَان

گوجرانوالہ شہر میں، یقیناً اس نے تیار کیے ہیں
بڑے بڑے چوٹی کے علماء جو لوگوں کے قائد ہیں

۹۳۔ قَدْ اَسَّسَ الْمَبْنَانَ شَيْخٌ لِيْ اِمَا
مُ كُوْدَلَاوِيٌّ لَهَا فَالْبَانِيْ

تحقیق اس کی بنیاد رکھی میرے شیخ
امام گوندلوی رحمہ اللہ نے، پس یہ اس کے بانی ہیں

۹۴۔ مِنْهُمْ فَاَعْظَمُ قَدَ اَهْلِ هُدًى وَقَا
هُ اللّٰهُ شَرَّ الْحَاسِدِ الشَّنْئَانِيْ

ان میں سے [مولانا] اعظم بھی ہیں جو [مرکزی جمعیت] اہل حدیث
کے رہنما ہیں......اللہ انھیں دشمنوں، حاسدوں کے شر سے محفوظ فرمائے

۹۵۔ وَاَمِیْنُ نِ الْعَلَّامُ شَیْخٌ لِلْحَدِیْـ ـــثِ بِنَصْرِ عِلْمِ الدِّیْنِ یَا اِخْوَانِيْ
اور علامہ امین جو شیخ الحدیث ہیں نصر العلوم میں اے میرے بھائیو!

۹۶۔ اَثَرِيُّ الْیَاسِیْنَ شَیْخٌ لِلْحَدِیْـ ـــثِ بِمَرْکَزِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اَعْوَانِ
[حافظ] محمد الیاس اثری، شیخ الحدیث ہیں مرکز الاصلاح [علوم اثریہ] اعوان چوک میں

۹۷۔ وَتَلَامِذٌ لِاِمَامِنَا مَا عَدُّهُمْ اَقْلَامُنَا بِبَنَانِيِ التِّبْیَانِ
ہمارے امام گوندلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ [بہت زیادہ ہیں] بیان کے پوروں پر ہماری قلموں نے انھیں شمار نہیں کیا

شیخ کی تدریس وتصنیف

۹۸۔ لَمْ یُعْنَ شَیْخٌ لِيْ کَثِیْرًا فِيْ تَصَا نِیْفِ الْهُدٰی فَصَحَائِفُ الْاِیْقَانِ
میرے شیخ نے ہدایت اور یقین کے صحیفوں میں سے بہت زیادہ تصانیف کا اہتمام نہیں کیا

۹۹۔ اِذْ کَانَ مُهْتَمًّا بِتَعْلِیْمِ الرِّجَا لِ عُلُوْمَ دِیْنٍ کُلُّهَا اَقْرَانِيْ
کیونکہ انھوں نے مَردوں کو علوم دین کی تعلیم دینے کا اہتمام کر رکھا تھا جو سب کے سب میرے ہم عصر ہیں

۱۰۰۔ قَدْ دَرَّسَ الْمَجْمُوْعَ لِلسُّنَنِ الصَّحِیْـ ـــحَةِ لِلْاِمَامِ بُخَارِيِ الْاَوْطَانِ
تحقیق انھوں نے پڑھایا ہے امام بخاری کی صحیح کو جو سنن کا مجموعہ ہے، مختلف علاقوں میں

۱۰۱۔ سِمُهٗ ((صَحِیْحٌ مُسْنَدٌ)) سَارَ الدُّنٰی تَدْرِیْسُهٗ قَدْ زَادَ فِی النِّیْرَانِ
اس کا نام (صحیح مسند) ہے، مشہور ہوئی دنیا میں آپ کی تدریس وہ زیادہ ہے کئی مرتبہ سے

۱۰۲۔ خَمْسِیْنَ تَدْرِیْسًا مُجِیْدًا فِيْ مَوَا طِنَ عِدَّةٍ فَمُسَافِرَ الْبُلْدَانِ
بڑی عمدگی سے پچاس مرتبہ انھوں نے پڑھایا ہے کئی علاقوں میں، پس وہ شہروں کے مسافر تھے

۱۰۳۔ مَعَ ذٰلِكَ الشُّغْلِ الْعَظِیْمِ وَغَیْرِهٖ فَاَجَادَ مَا لَا عَدُّهُ الْعَشْرَانِ

اس عظیم مشغولیت اور اس کے علاوہ (مصروفیات) کے باوجود بہت عمدہ [تصانیف] کی ہیں [جو بیس سے زائد نہیں] جسے دو عشرے شمار نہیں کرتے

۱۰۴۔ كُتُبَ الْهُدٰى مُتَفَوِّحًا مِنْهَا رَوَا ئِحُ لِلتُّقٰى إِذْ تُحْفَةُ الْإِخْوَانِ

ہدایت کی کتابیں [تصنیف کی ہیں] مہک رہی ہیں ان سے تقویٰ کی خوشبوئیں [ایک] تحفۃ الاخوان ہے

۱۰۵۔ مِنْهَا فَعُمْدَةُ عِلْمِنَا خَيْرُ الْكَلَا مِ فَبُغْيَةٌ وَلَزُبْدَةُ التِّبْيَانِ

ان میں سے ہمارے علم کی معتمد کتابیں خیر الکلام بُغیۃ الفحول، اور زبدۃ البیان ہیں

۱۰۶۔ فَرِسَالَةٌ تَحْقِيقُ إِهْدَاءِ الثَّوَا بِ إِلَى الَّذِيْنَ مَضَوْا إِلَى الْأَحْيَانِ

تو ایک رسالہ [بھی] ہے، ایصال ثواب کی تحقیق میں (یعنی) ان لوگوں کو (ثواب پہنچانے کی تحقیق میں) جو اموات کی طرف پہنچ چکے ہیں

۱۰۷۔ خَتْمُ النُّبُوَّةِ وَالْكِتَابُ لِعِلْمِنَا بِالرَّفْعِ لِلْأَيْدِي لَدَى الْأَرْكَانِ

وضاحت: حِيْنٌ کی جمع بھی احیانٌ ہے، اس کا معنی ہے وقت، اور حَيْنٌ کی جمع بھی احیانٌ ہے، اس کا معنی ہے موت، یہاں احیان، حَينٌ کی جمع ہے۔ (یہ فائدہ مجھے نورپوری صاحب نے دیا ہے)۔

ایک رسالہ ہے ختم نبوت، اور ہمارے علم کے لیے ایک کتاب ہے (نماز کے) ارکان (رکوع اور دوسرے تشہد سے اٹھتے) وقت ہاتھوں کو اٹھانے کے متعلق

۱۰۸۔ لَمْ يَنْتَسِخْ وَمَسَائِلٌ تَنْقِيدُهَا إِصْلَاحُنَا تَوْحِيدُهُ الْحَقَّانِي

کہ رفع الیدین منسوخ نہیں (اس کا نام التحقیق الراسخ فی ان احادیث الرفع لیس لھا ناسخ ہے) اور تنقید المسائل الاصلاح اور (اثبات التوحید جس میں) اللہ کی حق سچ والی توحید ہے

۱۰۹۔ نِبْرَاسُ ظُلْمَةِ لَيْلِ شُبْهَةِ بِدْعَةٍ بَيْنَ الْقِيَاسِ وَبَيْنَهَا ضَا آنِي

نبراس [فی الفرق بین البدعۃ والقیاس] ہے، جو شبہ بدعۃ کی تاریک رات کی قندیل ہے قیاس اور بدعت کے درمیان فرق کرنے والی (قندیل) ہے جس نے مجھے روشن کیا ہے

۱۱۰۔ نَقْدٌ لِفَيْضِ الْكَاشْمِيْرِيِّ الدِّيْوْ — بَنْدِيْ إِرْشَادُ لِذِي الْقُرْآن

[ارشاد القاری ہے،] (انور شاہ) کشمیری دیوبندی کی — فیض الباری پر تنقید ہے یہ قرآن والوں کی رہنمائی کرتی ہے

۱۱۱۔ طُبِعَتْ أُولٰى خُطَّ الْعَدِيْدَةُ مِنْ تَصَا — نِيْفٍ لَهٗ خُطَّتْ لِذِي الْأَزْمَان

یہ کتابیں مطبوع ہیں، اور ان کی تصانیف سے — متعدد مخطوطے ہیں، جو اس زمانے والوں کے لیے (ابھی تک) مخطوطے ہیں

۱۱۲۔ مِنْهَا الرِّسَالَةُ رَدٌّ فِيْهَا الْحَسَنَ لِلْـ — ـمَقْصُوْدِ فِيْ مُتَوَالِدِ الْعَدْنَانِيْ

ان (مخطوطوں) میں سے ایک رسالہ ہے جو — (سیوطی کی) ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کا رد ہے

۱۱۳۔ مِنْهَا فَتَرْجَمَةُ الْبُدُوْرِ الْبَازِغَهْ — مِنْهَا دَوَامٌ لِلْحَدِيْثِ الثَّانِيْ

ان میں سے (شاہ ولی اللہ) کی ''البدور البازغۃ'' کا ترجمہ (بھی) ہے — اور ان میں سے (ایک) دوام حدیث ہے

۱۱۴۔ مِمَّا أَتَانَا مِنْ هُدًى رَبَّانِيْ — وَالْأَوَّلُ الْعَالِيْ هُدَى الْقُرْآن

حدیث، ہدایت ربانی جو ہمارے پاس آئی ہے ان میں سے دوسری ہے — اور پہلی بلند وبالا ہدایت قرآن ہے

۱۱۵۔ مِنْهَا فَوَاحِدُ دِيْنِنَا إِسْلَامِنَا — وَكِتَابُهٗ رَدًّا عَلَى النَّصْرَانِيْ

ان میں ''ایک اسلام'' ہے — اور ایک کتاب ہے، نصرانیوں کے رد پر

۱۱۶۔ مِنْهَا أَمَالٍ فِيْ صَحِيْحِ لِلْبُخَا — رِيِّ الْإِمَامِ سَمَا عَلَى الْأَقْرَان

ان میں سے (ایک) صحیح بخاری پر امالی ہے — جو امام بخاری کی ہے، جو اپنے دوستوں پر عظمت پا گئے

۱۱۷۔ مِنْهَا فَشَرْحٌ نَادِرٌ مِشْكَاتُنَا — شُرِحَتْ بِهٖ دُرَرٌ غُلَى الْأَثْمَان

ان (مخطوطوں) میں سے مشکوۃ کی ایک نادر شرح ہے — جس کے ساتھ قیمتی، گراں قدر موتیوں (احادیث) کی شرح کی گئی ہے

۱۱۸۔ لَا يَنْتَهِي إِلَّا إِلَى أبواب عِلْــ ـمِ إِنْ أَتَنْتَتِي تَمًّا مَعَ الْإِمْعَان
یہ کتاب العلم تک پہنچی ہے اگر (اسی طرح) گہری نگاہ سے پوری ہو جاتی

۱۱۹۔ أغنى تَمَامًا عَنْ شُرُوحِ أعَاظِمِ الْــ ـأعْلَامِ عِنْدَ أَفَاحِلِ الْأَعْيَان
تو غنی کر دیتی بڑے بڑے علماء کی تمام شروحات سے (اور) بڑے چوٹی کے علماء کے ہاں (فائدہ مند ہوتی)

عقيدته وصفاته

۱۲۰۔ قَدْ كَانَ شَيْخٌ لِي بِمَنْهَجِهِ عَلَى سُبُلٍ عَلَيْهَا الْقُدْوَةُ الْعَدْنَانِي
یقیناً میرے شیخ اپنے منہج کے ساتھ ان رستوں پر تھے جن پر عدنانی رہنما ﷺ تھے

۱۲۱۔ ثُمَّ الصَّحَابَةُ وَالَّذِينَ عَلَى طَرِيـ ـقَتِهِمْ مَضَوْا وَقَفَاهُمُ الْقَرْنَان
پھر صحابہ اور وہ لوگ جو ان کے طریقے پر چلے، اوران کے بعد جو دو زمانے آئے

۱۲۲۔ سَلَفٌ لَنَا فَبِهِمْ غدَا شَيْخٌ لَنَا يَقْفُو عَلَى ثِقَة مَعَ الْإِذْعَان
یہ ہمارے سلف ہیں، پس ان کی ہی ہمارے شیخ نے اقتدا کی اعتماد کے ساتھ اور یقین کے ساتھ

۱۲۳۔ كُتُبٌ لِحَافِظِنَا هُوَ ابْنُ الْقَيِّم وَلِشَيْخِهِ الْمُتَكَلِّمِ الْحَرَّانِي
ہمارے حافظ ابن قیم کی کتابیں اوران کے شیخ، متکلم حرانی (ابن تیمیہ کی) کتابیں

۱۲٤۔ كَانَتْ صَبَاحَ مَسَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَا حِبِّي يُطَالِعُهَا مَعَ الْإِتْقَان
صبح وشام میرے شیخ کے سامنے ہوتیں، اے میرے پیارے، وہ ان کا مطالعہ کرتے پختگی کے ساتھ

۱۲۵۔ يَأتِي بِأَلْفَاظٍ لَهَا إِذْ مَا يُدَرِّ رِسُنَا عُلُوْمًا كَاثِرَ الْأَزْمَان
ان کتابوں کی عبارتیں پیش کرتے اکثر اوقات جب وہ پڑھاتے ہم کو علوم

۱۲٦۔ عَلَّامَةُ الْإِحْسَانِ كَانَ يَقُوْلُ فِي وَعْظٍ لَهُ عَنْ شَيْخِنَا الرَّبَّانِي
علامہ احسان الٰہی کہا کرتے تھے اپنے وعظ میں، ہمارے شیخ ربانی کی بات

۱۲۷۔ سَأَلْتُهُ إِذْ كَانَ الْإِمَامُ لَنَا مُدَرِّ رِسَ سُنَّةٍ بِمَدِيْنَةِ الْعَدْنَانِي
سوال کیا ان سے، جب ہمارے امام مدرس تھے احادیث کے، عدنانی ﷺ کے مدینہ میں

۱۲۸۔ بَعْضُ الْفُحُوْلِ حَدِيْثُ وَيْحَ ابْنِ لِيَا — سِرِنَا أَتَى بِصَحِيْحِنَا الْحَقَّانِيْ

بعض علماء نے (سوال کیا) حدیث ویحك یا بن یاسر کے متعلق — کیا وہ آتی ہے ہماری حق والی صحیح (بخاری) میں

۱۲۹۔ سِفْرِ الْبُخَارِيْ؟ فَقَالَ الشَّيْخُ لِيْ — أَنْ لَا! فَجَاءُوْا عِنْدَهٗ فِي الْآنَ

بخاری کی کتاب میں؟ تو میرے شیخ نے کہا: — کہ نہیں آتی، پس وہ اسی وقت شیخ کے پاس لے آئے

۱۳۰۔ بِكِتَابِهٖ أَرَوْا الْحَدِيْثَ بِسَطْحِ صَفْـ — ـحَتِهٖ فَقَالَ إِمَامُنَا الرَّبَّانِيْ

بخاری کی کتاب، انھوں نے دکھائی اس کے — صفحہ کے اوپر، تو ہمارے امام ربانی نے کہا

۱۳۱۔ إِنَّ الصَّحِيْحَ الَّذْ بَنَانُ مُؤَلِّفٍ — رَسَمَتْهُ لَا يُلْقٰى بِهٖ إِخْوَانِيْ

بے شک وہ صحیح جو مؤلف (بخاری) کے پوروں نے — لکھی ہے اُس (مسودے) میں موجود نہیں اے میرے بھائیو!

۱۳۲۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَإِنَّمَا قَدْ أُلْحِقَا — فَتَعَجَّبَ الْحُضَّارُ فِي الْأَزْمَانِ

یہ حدیث صرف اور صرف ملا دی گئی ہے — پس تعجب کیا اس وقت حاضرین نے

۱۳۳۔ مِنْ ذَا فَقَالَ ائْتُوْا بِفَتْحِ الْعَسْقَلَا — نِ وَعُمْدَةِ الْعَيْنِيْ ذِي النُّعْمَانِ

اس بات سے، تو شیخ نے کہا عسقلانی کی فتح الباری — اور عمدۃ القاری، عینی نعمان کی (تقلید کرنے) والے کی لاؤ

۱۳۴۔ فَبِقُوَّةِ الْإِتْقَانِ وَالْحِفْظِ لَهٗ — شَهِدَ الشُّهُوْدُ هُنَا مِنَ الْأَعْيَانِ

پس شیخ کے قوۃ اتقان وحفظ کی — وہاں موجود لوگوں نے گواہی دی

۱۳۵۔ وَلَقَدْ ذَهَبْتُ وَصَاحِبِيْ لِنَعُوْدَهٗ — فَسَأَلْتُهٗ دَاوٗدُ يَا رَبَّانِيْ

اور البتہ تحقیق میں اور میرے ساتھی (بھٹوی صاحب) شیخ کی عیادت کرنے گئے — تو میں نے شیخ سے سوال کیا اے ربانی! داؤد [ظاہری]

۱۳۶۔ اَلظَّاهِرِيُّ فَهَلْ غَدَا يُعْزَى لَهُ ... اَنْ قَالَ: لَفْظُ الْقَارِئِ الْقُرْآن

ظاہری، کیا اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ... کہ اس نے کہا ہے لفظی بالقرآن

۱۳۷۔ مَخْلُوْقٌ رَبِّ لِلْاَنَامِ؟ اَجَابَنَا ... اَنْ كَاشْمِيْرِيُّ فِدَى النُّعْمَان

مخلوق ہے رب الأنام کا؟ شیخ نے جواب دیا ... کہ (انور شاہ) کاشمیری جو نعمان پر فدا ہے

۱۳۸۔ اَنْمى لَه ذا فِيْ اَمَالِيْ فَيْضه ... فَاعْجَبْ لِذَا اسْتِحْضَارِهِ الْاَذْهَانِي

اس نے اس قول کو اس کی طرف منسوب کیا ہے اپنی امالی فیض (الباری) میں ... پس تو تعجب کر شیخ کے اس ذہنی استحضار پر [کہ فوراً اس قول کا حوالہ بتا دیا]

۱۳۹۔ فَلَمَّا مَضى اَضْحَتْ جَرَائِدُ عِدَّةٌ ... لَمْ يَدْنُهَا شَيْخٌ لَنَا صَمْدَانِي

پس اسی لیے متعدد اخبارات ... کے قریب نہیں ہوتے تھے ہمارے شیخ صمدانی

۱۴۰۔ خَوْفًا لِاَنْ يُوعى بِحَافِظَةٍ لَهُ ... مَا لَا يُرِيْدُ الْقَلْبُ مِنْ عِرْفَان

اس ڈر سے کہ آپ کے حافظہ میں پختہ ہو جائیں گی ... وہ معلومات جن کا ارادہ دل نے نہیں کیا

۱۴۱۔ صِهْرٌ لِشَيْخِ لِيْ يَقُوْلُ لَنَا ذِهِ ... وَظَهِيْرُنَا عَلَّامَةُ الْاِحْسَان

یہ بات ہمیں میرے شیخ کے داماد نے بتائی ہے ... جو ہمارے علامہ احسان الٰہی ظہیر ہیں

۱۴۲۔ وَحَنِيْفُنَا وَعَطَاءُنَا يَتَحَدَّثُ ... مَا فَاتَ شَيْخَنَا لِيْ مُدَى الْاَزْمَان

اور ہمارے عطاء اللہ حنیف بیان کرتے ہیں ... نہیں فوت ہوئی میرے شیخ سے بڑا لمبا زمانہ

۱۴۳۔ خَمْسِين عَامًا فِيْ صَلَاةٍ فِيْ جَمَا ... عَاتٍ لِتَحْرِيْمٍ لَهَا خُلَّانِي

پچاس سال میں ایک نماز کی (بھی) ... جماعت کے ساتھ (تکبیر) تحریمہ، اے میرے دوست!

۱۴۴۔ تَكْبِيْرَةٌ اُوْلىٰ وَهٰذَا دَاْبُه ... فَلَقَالَهُ تِلْمِيْذُهُ الْفَوْجَانِي

تکبیر اُولیٰ (نہیں فوت ہوئی) اور یہ آپ کی عادت تھی ... پس بیان کیا ہے اس کو آپ کے شاگرد بھوجیانی نے

وفات

١٤٥۔ فَوَفَاةُ شَيْخٍ لِي أَتَتْه وَلَا عَجَب — فَالْمَوْتُ مَقْضِيٌّ لَدَى الْحَنَّان

پس میرے شیخ کی وفات ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں — کیونکہ موت حنان کے ہاں فیصلہ کن ہے

١٤٦۔ خَمْسًا مِنَ السَّنَوَاتِ بَعْدَ الْعَشْرِ وَالْـ — ـأَرْبَعْمِ مِئٍ فِي النِّصْفِ مِنْ رَمَضَان

آپ کی وفات ۱۴۰۵ ہجری کو ہوئی — نصف رمضان میں (۱۴ رمضان ۱۴۰۵ ہجری)

١٤٧۔ وَلَقَدْ أَتَى الدُّنْيَا بِشَهْرِ ذِي صِيَا — م وَانْقَضَى بِصِيَامِهِ إِخْوَانِي

اور البتہ تحقیق آپ دنیا میں آئے رمضان کے مہینے میں — اور آپ کی وفات بھی رمضان میں ہوئی، اے میرے بھائیو!

١٤٨۔ فَلَرَحْمَةٌ مِنْ رَبِّنَا تَتْرَى عَلَى — شَيْخٍ لَنَا فَإِمَامَنَا الرَّبَّانِي

پس ہمارے رب کی رحمت مسلسل ہو — ہمارے شیخ پر، جو ہمارے امام ربانی تھے

١٤٩۔ وَصَلَاةُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ بِلَا حِسَا — ب أُنْزِلَتْ بِنَبِيِّنَا الْحَقَّانِي

اور رب العالمین کی صلاۃ نازل — ہوں بغیر حساب کے ہمارے نبی حقانی پر

١٥٠۔ وَبِآلِهِ وَبِصَحْبِهِ وَبِتَبْعِهِمْ — فَأُولِي التُّقَى وَالْهَدِي ذِي الْإِيْمَان

اور آپ کی آل پر، اور آپ کے صحابہ پر اور ان کے تابعین پر — پس یہ تقویٰ والے، ہدایت والے، ایمان والے ہیں

ابن عبدالحق

۱٤۲۱/۳/۲٤ھ

سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

شیخ الحدیث والتفسیر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی حالات زندگی پر چونسٹھ (۶۴) اشعار لکھے، یہ اشعار الاعتصام، اشاعت خاص، محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ میں موجود ہیں۔ بطور نمونہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

شَيْخِي أَبُو الطَّيِّبِ عَطَاءُ رَبٍّ لَنَا — فَذَا حَنِيْفٌ جَلَا أَسْدٰى لَهُ مِنَّنَا

رَبٌّ لَنَا ذُو الْعُلٰى وَشَيْخُنَا ابْنُ لِصَدْ — رِ الدِّيْنِ حِبِّي حُسَيْنٌ فَالْمِيَانِ حَنَا

تَوَلَّدَ الشَّيْخُ لِيْ بِقَرْيَةٍ قَدْ دَعَوْ ... هَا فُوْجِيَانَ الاَمْرُ تَسُرُّ بِهِنْدِعَنَا

فِيْ عَامِ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ الَّذِيْ قَدْ يَكُوْ ... نُ بَعْدَ اَلْفٍ اَخِيْ فَابْعُدْ لَنَا شَجَنَا

تُوُفِّيَ الشَّيْخُ لِيْ عَامَ الثَّمَانِ الْحَزَنْ ... فَارْبَعٍ بَعْدَ اَلْفٍ صَاحِ فَارَقَنَا

صَلّٰى عَلَيْهِ الرِّجَالُ خَلْفَ شَيْخٍ لَنَا ... يَحْيٰى لَهُ اسْمٌ اَخِيْ مَازَالَ يُبَلِّغُنَا

الاعتصام، اشاعت خاص، محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (ص/١١٨٨-١١٩١)

مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب کا احترام:

دوران درس جب کبھی کوئی بات مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی بتانا چاہتے تو کہا کرتے تھے: ہمارے شیخ اور استاذ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اسی طرح حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا جب نام لیتے یا ان کی کوئی بات بتاتے تو کہا کرتے تھے ہمارے استاذ اور شیخ محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔

حافظ صاحب اپنے اساتذہ کرام کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتے تھے۔ دروس میں بھی اور خطوط میں بھی اوران کے علمی خزانے کی طرف سائل کی توجہ بھی کراتے تھے۔ اپنے شیخ اور استاد کو یاد رکھنے کا یہ بہترین طریقہ ہے چنانچہ آپ ایک سوال میں ''کیا نبی اکرم ﷺ قبر میں زندہ ہیں'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اس موضوع پر ہمارے شیخ واستاذ مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین رسالہ لکھا ہے، کہیں سے مل جائے تو اس کا مطالعہ فرمالینا اس سلسہ میں تمام اشکال دور وکافور ہوجائیں گے، ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ [احکام ومسائل ص ٦٣]

سلفی صاحب کی خطابت کی ایک جھلک، بزبان نورپوری

مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ آپؒ نے ہمیں دورانِ سبق ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک بار گوجرانوالہ شہر میں سیرۃ النبی کے موضوع پر ایک مشترکہ جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں اہلحدیث، حنفی دیوبندی اور بریلوی سب ہی شریک تھے، گوجرانوالہ شہر کے ڈی ایس پی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی، اہلحدیث کی طرف سے مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ آف گوجرانوالہ مدعو تھے اور بریلوی مولوی کی تقریر سے قبل سلفی صاحب کو خطاب کے لئے دعوت دی گئی تھی، اب یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ بریلوی مولوی حضرات سیرۃ النبی کانفرنسز یا جلسوں میں عام طور پر صورت النبی کے موضوع پر تقریر کرتے ہیں (کیونکہ وہ سیرۃ النبی کے موضوع سے خاص دلچسپی نہیں رکھتے، ان کے پاس سیرت النبی کے

موضوع پر اتنا مواد ہی نہیں ہوتا جو وہ بیان کرسکیں، یا پھر وہ صورت النبی کو ہی سیرت النبی سمجھ بیٹھتے ہیں، ان لوگوں نے کبھی بھی زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از علامہ حافظ ابن قیمؒ کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا جوکہ حقیقی سیرت النبی یعنی آپ ﷺ کی عملی زندگی پر مشتمل ہے)اب مولانا اسماعیل سلفیؒ کو بھی اس بات کا علم ہی تھا کہ یہ بریلوی مولوی صاحب سیرت النبی کے اس جلسے میں صورت النبی ہی بیان کریں گے، چنانچہ انہوں نے اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مختصر وقت میں نبی ﷺ کی سیرت بیان فرمائی اور اس میں اس بات کی بھی صراحت کردی کہ آج کل جلسہ سیرت النبی کا ہوتا ہے لیکن کئی ایک مقرر سیرت کے جلسہ میں اصل موضوع سے ہٹ کر صورت النبی بیان کرنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ اس امت کو سیرۃ النبی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی عملی زندگی آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق کرلیں اور آپ ﷺ کی صورت تو اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی بنائی ہوئی تھی، آپ ﷺ کا چہرہ، رخسار، پیشانی، ہونٹ، ہاتھ، پاؤں، رنگت وغیرہ کو تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنایا ہوا تھا اس طرح ہم اپنے اعضاء نہیں بنا سکتے اور نہ ہی اللہ تعالی نے ہمیں اس کا مکلّف وپابند کیا ہے، لہذا ہم اپنے بدنی اعضاء کو آپ ﷺ کی طرح نہیں بنا سکتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور عطا ہے، یہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، ہمیں اس وقت سیرت النبی کی ضرورت ہے، اور جلسہ کا موضوع بھی سیرت النبی ہی ہوتا ہے، سیرت کے جلسہ میں صورت کو بیان کرنا یہ جلسہ کے موضوع سے نکلنا ہے، مولانا سلفی صاحب مختصر مگر جامع خطاب سے فارغ ہوکر بیٹھ گئے، ان کے بعد اس بریلوی صاحب کو ٹائم دیا گیا، اب وہ مولوی صاحب چونکہ صورت النبی ہی کی تیاری کرکے آئے ہوئے تھے، جب اسٹیج پر براجمان ہوئے تو مختصر عربی خطبہ پڑھ کر اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل ان کی طبیعت پر ایسی بوکھلاہٹ پیدا ہوئی کہ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب وہ کیا بیان کریں حتی کہ انہوں نے حاضرینِ جلسہ میں سے جو مہمانانِ خصوصی کے لئے کلمہِ شکر کہنا تھا انہیں اس کے متعلق بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کہیں؟ حتی کہ انہوں نے جب ڈی ایس پی کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ ہمارے شہر گوجرانوالہ کے ڈی ایس پی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں الخ حالانکہ وہ ڈی ایس پی ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، یہ سن کر سب حاضرینِ جلسہ ہنس دیئے۔ آپؒ یہ واقعہ بیان فرما کر خود بھی ہنسے۔

مولانا محمد شریف صاحب پکی پمپ والی نے مجھے بتایا میں اس جلسہ میں موجود تھا، انھوں مجھے اس

بریلوی مولوی کا نام بھی بتایا تھا، لیکن میں جان بوجھ کر اس کا نام نہیں لکھ رہا، اور مولانا محمد شریف صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اس نے تین مرتبہ ڈی ایس پی کو رحمۃ اللہ علیہ کہا تھا۔

مولانا عبداللہ صاحب کا احترام

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: ان کے دل میں کسی کے خلاف بھی حسد، بغض یا عناد نہیں ہوتا تھا۔ آپ میں کسی قسم کا کوئی تکبر نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ اپنے اساتذہ کا انتہا سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ خاصا میرے والد محترم ''شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ'' کا اکثر مجالس میں تذکرہ کرتے اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ'' کی بنیادوں سے لے کر اب تک تمام تر انکی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے اور میں ان کے حکم کی وجہ سے ہی یہاں درس و تدریس اور چوک اہلحدیث میں خطبہ جمعہ کے فرائض سرانجام دیتا رہا ہوں۔ [(مجلۃ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ 164)]

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: شیخ نے اپنی زندگی کے دوران ۴۰ سے زیادہ کتب تحریر فرمائیں جن میں سے اہم ترین کتاب «ارشاد القاری إلیٰ نقد فیض الباری» ہے۔

جب ۱۹۹۵ء میں اس کتاب کی پہلی جلد چھپی تو شیخ نورپوری صاحب نے کتاب کا ایک نسخہ میرے والد محترم کو پیش فرمایا جس نسخے پر تحریر تھا۔ إهداء إلى الشيخ المعظم المفخم شيخ الحديث والتفسير رئيس الجامعة المحمدية ﷾ تبارك وتعالىٰ و عافاه معافاة كاملة عاجلة۔ من تلميذ الصغير عبدالمنان النورفوری۔ ابن عبدالحق بقلمه ۲۰/ ۷/ ۱٤۱۷ھ۔ [(مجلۃ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۶۶)]

ایک دفعہ ایک شخص نے حافظ صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھا حافظ صاحب نے اسے مسئلہ بتایا وہ شخص حافظ صاحب کا جواب سن کر کہنے لگا مولوی عبداللہ صاحب نے تو یہ کہا تھا، اس کی بات سن کر حافظ صاحب غصہ میں آگئے اور اس کو کہنے لگے اگر تجھے مسئلہ کا علم تھا تو تو نے مجھ سے کیوں پوچھا ہے؟ حافظ صاحب نے بڑی سختی کے ساتھ اسے یہ جواب دیا کہ اسے دوبارہ بولنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔

یوں حافظ صاحب اپنے اساتذہ کرام کا احترام کرتے تھے اور ان کی عزت کا دفاع کرتے تھے۔

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: استاد کے احترام کی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ برداشت نہ کر پاتے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہے۔ دال بازار کی جامع مسجد میں آپ کچھ دیر خطابت کے فرائض

سرانجام دیتے رہے، یہ مسجد اس وقت محکمہ اوقاف کے انڈر تھی خطیب کی تنخواہ محکمہ اوقاف کی طرف سے آتی تھی۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے خطابت چھوڑ دی آپ کی جگہ کوئی اور خطابت کرنے لگے محکمہ والوں کو پتا چلا تو انھوں نے تنخواہ روک لی دوسرے خطیب کو نہ دی حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو انھوں نے صاف بتادیا کہ میں وہاں خطابت نہیں کرتا۔

ایک روز صبح شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سرفراز کالونی میں تشریف لائے حافظ صاحب رحمہ اللہ اس وقت سیالکوٹیوں کے مکان میں کرایہ پر رہتے تھے، مولانا عبداللہ صاحب کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا دونوں سکوٹر (ویسپا) پر تھے دروازے پر دستک دی دیکھا تو استاد محترم تھے حسب عادت اندر تشریف لانے کا کہا، شیخ عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہیں بات کرتے ہیں پھر اوقاف کی طرف سے تنخواہ کے حوالے سے بات کی شیخ اور استاد رحمہ اللہ نے ذرا غصے میں فرمایا تم نے یہ کیوں کہا کہ میں نے خطابت چھوڑ دی ہے؟ بس پھر کیا تھا حافظ صاحب رحمہ اللہ دھڑام سے نیچے گرے اور بے ہوش ہو گئے مولانا اور وہ ساتھ فوراً واپس چلے آئے۔ استاد محترم کی اتنی سی بھی جھڑک برداشت نہیں کر سکے۔[مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۲۵)]

حافظ صاحب نے جامعہ ریاض الجنۃ فیروز والا روڈ میں ۱۴۱۵ھ ۷شعبان تا ۲۵ رمضان دورہ تفسیر القرآن کرایا تھا۔ دورہ تفسیر مکمل ہونے پر حافظ صاحب نے مولانا محمد عبداللہ صاحب کے دست مبارک سے طلبا کو اسناد تقسیم کی تھیں۔

مولانا صاحب کے حکم سے پیدل چلنا:

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے ایک دن کہا: میں مسجد دال بازار سے جامعہ محمدیہ گنگنی والا تک پیدل چل کر جاتا ہوں آپ بھی پیدل چل کر وہاں پہنچا کریں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں کچھ دن پیدل چل کر آیا تو وقت بہت ضائع ہوتا تھا پھر میں نے پیدل چلنے کی مولانا صاحب سے معذرت پیش کی، انھوں نے قبول فرمالی۔

مولانا صاحب کے لیے منبر خود صاف کیا:

ایک دفعہ رمضان المبارک میں نماز فجر کے بعد جامع مسجد القدس (المعروف حافظ صاحب والی) میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب کا درس تھا۔ خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: اس دن سحری کے وقت حافظ صاحب نے جب قیام کیا تب میں بھی حافظ صاحب کے پیچھے کھڑا تھا، آپ

نے دو سپارے پڑھے اور جلدی ہی گھر واپس چلے گئے۔ پھر فجر کی اذان کے وقت ہی حافظ صاحب مسجد میں آ گئے اس وقت مسجد میں کوئی نہیں تھا، میں صحن میں کھڑا تھا۔ حافظ صاحب مسجد کے اندر حال میں گئے اور منبر کو صاف کرنا شروع کر دیا، منبر کے کپڑے کو جھاڑا، پھر حافظ صاحب نے رومال سے جو پگڑی پہنی ہوئی تھی وہ رومال حافظ صاحب نے اتارا اور اس سے منبر صاف کرنا شروع کر دیا۔ منبر کو بڑی اچھی طرح صاف کیا پھر اسے باہر نکال کر وہاں رکھا جہاں مولانا عبداللہ صاحب نے درس دینا تھا۔ میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے کہ استاد کا یہ احترام میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

حافظ صاحب نے تنہائی میں منبر صاف کیا ہے، حافظ صاحب نے کسی خادم کو نہیں کہا تو نے منبر صاف کرنا ہے میرے استاد صاحب آ رہے ہیں۔ خود ہی منبر صاف کرنا اور تنہائی میں کام کرنا خلوص پر دلالت کرتا۔ حافظ صاحب دل و جان سے استاد کا احترام کرتے تھے۔ جب میں نے خالد صاحب سے یہ واقعہ سنا تو میری آنکھوں میں بھی آنسو جاری ہو گئے کس طرح ایک شاگرد اپنے استاد کے مقام کو پہچانتا ہے اور اس کا کتنا ادب واحترام کرتا ہے اور پھر شاگرد بھی ایسا ہے جسے دنیا علما کا عالم کہتی اور مانتی ہے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: اپنے اساتذہ کا ہمیشہ احترام کرتے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ان کی چارپائی پہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ احترام سے کھڑے ہو کر ان سے بات چیت کرتے۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ء)]

کمال حکمت عملی اور احترام اساتذہ:

حافظ صاحب جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں پڑھانے لگے تو وہاں ایک آدمی نے حافظ صاحب کو آ کر بتایا کہ مولانا اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنان جامعہ شرعیہ کنگنی والا میں پڑھاتا ہے وہاں نہ کوئی لائبریری ہے نہ علمی ماحول ہے اسے چاہیے کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلا جائے وہاں جا کر پڑھائے وہاں لائبریری بھی موجود ہے۔ اس وقت جامعہ شرعیہ میں لائبریری نہیں ہوتی تھی اور مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے بھی سلفی صاحب کی کچھ ناراضگی تھی۔

حافظ نورپوری صاحب نے قاصد کو کہا مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ کو جا کر کہو کہ آپ بھی میرے استاذ ہیں اور مولانا عبداللہ صاحب بھی میرے استاذ ہیں دونوں باہم مشورہ کر لیں پھر آپ دونوں جو میرے متعلق فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ اس آدمی نے مولانا اسماعیل سلفی صاحب کو بتایا یا

نہیں اس کے بعد کی کوئی خبر نہیں۔

حافظ صاحب کی حکمت و دانائی اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح دونوں استادوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھا اور اپنے آپ کو محترم استاذ کی ناراضگی سے بھی بچالیا۔

مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کا احترام:

فروری 2007ء بروز بدھ اس گنہگار عاجز نے غریب خانہ پر اپنے اساتذہ کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا دیگر علما کرام کے علاوہ گوجرانوالہ سے حافظ عبدالمنان نور پوری' مولانا عبدالحمید ہزاروی' مولانا محمد رفیق سلفی' فیصل آباد سے حافظ عبدالعزیز علوی' مولانا محمد یونس بٹ' مفتی عبدالحنان زاہد' چودھری محمد یٰسین ظفر اور لاہور سے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب خصوصی تور پر تشریف لائے۔ جس جگہ معزز اساتذہ کرام و مشائخ عظام کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا وہ جگہ کم پڑ گئی تو دو بھائی پیچھے دوسری لائن میں بیٹھ گئے اور کھانا شروع ہو گیا۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کھانے سے جلدی فارغ ہو گئے تو پیچھے ہٹ گئے اور ان دونوں ساتھیوں کو آگے مجلس میں شامل کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب اپنے مخصوص لہجے اور انداز میں کہنے لگے ''یہاں عبدالمنان تھا وہ کہاں گیا ہے'' حافظ صاحب نے یہ الفاظ سنے تو اپنا ہاتھ معمولی بلند کر کے فرمانے لگے۔ ''جی استاد جی'' میں یہاں ہی ہوں میں نے جب یہ منظر دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا کہ اس قدر اپنے استاد کا احترام ہے باوجود اس مقام و مرتبے کے حامل ہونے کے کہ ان اپنے لاکھوں شاگرد ہیں اور مختلف مقامات پر خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں استاد کا احترام تو کیا کیا جانا تھا اس کو اس کے حق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ کہ کم از کم اس کا حق ہی ادا کر دیا جاتا۔ مگر یہ وہ واقعہ ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔ اللھم اغفر لھما وارحمھما [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۴۱)]

حافظ ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب بخاری والے کمرہ سے سیدھا مکتبہ کی طرف بڑھے اور وہاں پر اپنے استاد گرامی شیخ الشیوخ مولانا عبدالحمید ہزاروی ﷾ سے سلام عرض کیا ان کی صحت پوچھی اور گیٹ پر آ کر مدرسہ کے رجسٹر پر روانگی کی حاضری لگائی اور گھر چل دیئے۔

میں یہ سارا منظر دیکھ کر حضرت حافظ صاحب کے بارے دل سے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ ہمارے شیخ کی صحت میں برکت عطا کر اور ان کی زندگی دراز فرما۔

حافظ صاحب کے بارے سوچ رہا تھا کہ علم وعمل کے پہاڑ ہیں اس کے باوجود اپنے استاد کا احترام واکرام کا کتنا اہتمام کرتے ہیں یہ ان کی عظمت وتواضع کی نشانی ہے کہ شاگرد چاہے مقام علیا پر فائز ہو جائے اسے اپنے استاد کی عزت کرنی چاہیے یہ مثال عصر حاضر کے طلبہ کے لیے قابل توجہ ہے جو اپنے شیوخ کی عزت واکرام کی پرواہ نہیں کرتے۔

مجھے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کا اپنے شیخ ہزاروی سے سلام کرنا صرف ایک دن کے لیے نہ تھا بلکہ حضرت جی کے معمول میں شامل تھا کہ آپ اپنے استادگرامی سے روزانہ مل کر گھر جاتے تھے۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۴۸)]

دادا استاذ:

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: قاری عمر حیات صاحب آف جڑانوالہ نے بیان کیا کہ جب شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی صاحب رحمہ اللہ علیہ فوت ہوئے تو ان کا پہلا جنازہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں پڑھا گیا۔ (پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس جنازہ میں یہ فقیر بھی حاضر تھا اور اس سے پہلے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں انہیں کئی سال تک امتحان بھی دیتا رہا اور بھی کئی مواقع پر زیارت کا شرف حاصل رہا۔ (الحمد للہ علی ذالک) دوسرا جنازہ جامعہ علوم اثریہ جہلم میں پڑھا گیا اور پھر تیسرا جنازہ جہلم کے قریب ان کے آبائی گاؤں میں ہوا اور وہیں پر ان کی تدفین ہوئی۔ قاری صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہاں ایک چارپائی پر مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب تشریف فرما ہیں تو ان کی پائنتی کی جانب بالکل چارپائی کے کونے پر حضرت حافظ صاحب معمولی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مولانا عبدالحمید صاحب پیر صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے سائیکل چلانی پیر یعقوب صاحب سے سیکھی تھی تو حضرت نور پوری صاحب فوراً کہنے لگے پھر تو یہ میرے دادا استاد ہوئے کیونکہ نور پوری صاحب مولانا ہزاروی صاحب کے شاگرد ہیں' اللہ اللہ کس قدر احترام ہے اساتذہ کرام کا کہ اگر استاد محترم کا سائیکل چلانا سکھانے میں کوئی استاد ہے تو اس کو بھی فخر سے اپنا دادا استاد کہہ رہے ہیں۔ آج اگر کوئی طالب علم بڑا مقام ومرتبہ حاصل کرے تو وہ اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرنا یا ان کی طرف نسبت کرنا بھی شاید توہین سمجھتا ہے۔

مگر یہ بڑے لوگوں کی باتیں اور ان کا کردار ہے۔ تقبل اللہ مسا عیھم

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۲۱)]

جامعہ محمدیہ میں حافظ صاحب ظہر کی نماز ادا کرتے تھے، وہاں ہزاروی صاحب اور مولانا رفیق سلفی صاحب کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھاتے تھے۔ ایسا وہ اپنے اساتذہ اور اپنے ہمدرد دوست کے احترام کی وجہ سے کرتے تھے۔

علامہ صاحب کا احترام

علامہ صاحب حافظ صاحب کے استاذ تھے، آپ ان کا احترام بھی بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ ایک سوال کے جواب میں حافظ صاحب نے علامہ صاحب کی کتاب کی طرف سائل کی توجہ مبذول کروائی ہے، جو کہ علامہ صاحب سے محبت کی عکاسی کرتی ہے۔

سوال: تصوف کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں اس کی ابتداء کب ہوئی اس کا بانی کون ہے اور کیا صوفی کہلانا جائز ہے؟ عبدالحنان ایم اے بی ایڈ خانیوال

جواب: اس کے لیے علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب شہید کی کتاب ''التصوف'' اور عبدالرحمٰن الخالق کی کتاب ''الفکر الصوفی'' نیز مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی کی تصوف کے موضوع پر کتاب پڑھیں۔

حافظ صاحب نے محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں ان میں شاگردوں کے تذکرہ میں علامہ صاحب کا ذکر یوں فرمایا ہے:

مِنْهُمْ ظَهِيْرٌ مِصْقَعٌ فَشَهِيْدٌ قُنْـبُلَةَ الْعِدٰی عَلَّامَةٌ الْاِحْسَان

''ان میں سے علامہ احسان (الٰہی) ظہیر ہیں، جو زور دار خطیب تھے پس یہ شہید ہوئے دشمنوں کے بم سے۔''

مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب کا احترام:

۱۸ مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ الشیخ عبدالرشید اظہر صاحب کی جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں نماز جنازہ تھی۔ ہم آٹھ افراد جامعہ التربیۃ الاسلامیہ گوجرانوالہ سے کیری ڈبہ میں روانہ ہوئے۔ (یہ کیری ڈبہ جامعہ کی طرف سے نہیں بلکہ اساتذہ کرام نے اپنی جیب سے پیسے جمع کر کے کرایا تھا، اللہ تعالیٰ ان اساتذہ کا سفر قبول فرمائے، آمین۔) جامعہ سلفیہ میں میری ملاقات مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب سے ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا حافظ نور پوری رحمہ اللہ نے آپ سے کون کون سے اسباق پڑھے ہیں، تو انھوں نے بتایا جماعت کی طرف

سے ایک تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا۔ یہ تربیتی کورس کروانے کے لیے میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ گیا تھا وہاں گیارہ دن اہل تشیع کے متعلق لیکچر دیا اور دو دن سورۃ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر۔ ان تیرہ دنوں میں میرا یہ تربیتی کورس سننے کے لیے حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ اور عبدالسلام بھٹوی صاحب رحمہ اللہ بیٹھا کرتے تھے۔ اس وقت حافظ نورپوری صاحب شیخ الحدیث تھے۔ میں انہیں کہتا آپ میری دائیں جانب بیٹھا کریں لیکن حافظ صاحب دوسرے طلبا کے ساتھ ہی بیٹھا کرتے تھے۔ یہ ان کی تواضع، عاجزی وانکساری تھی۔

حافظ نورپوری صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے گیارہ دن کے تربیتی کورس میں بیٹھنے سے بھٹوی صاحب کو ہمیشہ اپنا استاذ ہی کہتے اور لکھا کرتے تھے۔ اس کو میں نورپوری صاحب کا کمال اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب دوسرے علما کی طرف دیکھتا ہوں تو وہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی یعنی کوئی کسی کو استاذ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اول تو وہ کسی ایسے تربیتی کورس میں تربیت لینے کو تیار ہی نہیں ہوتے، اور اگر بالفرض کسی جماعتی مجبوری کے پیش نظر انہیں بیٹھنا پڑ ہی جائے تو وہ کسی کو استاذ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے، ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو دوسرے کا درس سننے کے بعد ان الفاظ میں تنقید کرتے ہیں، میں نے سنا تھا بس وہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسے ہی مولوی صاحب لگے ہوئے تھے۔ مجھے فلاں امیر صاحب نے کہا تھا آپ نے سننا ہے آپ نے آنا ہے میں چلا گیا تھا بس وقت ہی ضائع کیا ہے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

ایسے لوگوں کا واقعی وقت ہی ضائع ہوتا ہے۔ حاصل انہیں کچھ نہیں ہوتا۔ یہ دوسروں کو استاذ نہیں مانتے اور پھر دوسرے بھی انہیں شاگرد نہیں مانتے۔ اس طرح یہ استاد شاگردی کے سلسلہ سے محروم رہتے ہیں۔ اور استاذ شاگرد کے درمیان جو علم کی نسبت ہے اس سے بھی محروم ہی رہتے ہیں، لیکن حافظ نورپوری صاحب کا طرز عمل ایسے لوگوں سے بالکل مختلف تھا وہ جس سے کچھ بھی سیکھتے انہیں اپنا استاذ ہی کہتے اور سمجھتے اور اس کی استاذ کی منزلت ومقام پر قدر کرتے۔

مولانا وزیر صاحب رحمہ اللہ کا احترام:

مولانا وزیر صاحب، حافظ صاحب کے استاذ ہیں۔ مولانا عبداللہ سلیم صاحب بیان کرتے ہیں: حافظ صاحب جب کبھی مسجد طیبہ برف والا گلہ حافظ آباد روڈ میں درس دینے آتے تو درس کے بعد حافظ صاحب ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ حافظ صاحب کے بیٹھنے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ ایک گھٹنا کھڑا کرتے اور دوسرا گھٹنا ان کے

سامنے ٹیک دیتے۔ ان کا حال دریافت کرتے۔ اور مولوی وزیر صاحب ان کے پاس اپنی باتیں بیان کرنے لگ جاتے، مولوی صاحب بڑی بڑی لمبی باتیں سنانے کے شوقین ہیں پاس بیٹھے لوگ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے لیکن حافظ صاحب بڑے اطمینان کے ساتھ ان کی باتیں سنتے۔ یہ سب کچھ حافظ صاحب ان کے ادب و احترام میں کرتے۔ جبکہ عام لوگ مولوی وزیر صاحب کی قدر نہیں جانتے۔ لیکن حافظ صاحب ایک استاذ کی حیثیت سے ان کا بے حد احترام کرتے۔ ان کے محلے کا کوئی آدمی حافظ صاحب کے پاس جاتا تو اس سے مولوی وزیر صاحب کا حال پوچھتے اور اس کے ذریعے مولوی صاحب کو سلام بھیجتے۔

ماسٹر نذیر احمد صدیقی صاحب کا احترام:

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایک استاذ محترم ماسٹر حکیم نذیر احمد صدیقی صاحب جو کہ ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول نور پور میں استاذ تھے وہیں پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ان سے پڑھا تھا۔ جواب جی منگولیا ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں کافی ضعیف ہیں۔ حضرت نور پوری رحمہ اللہ کو پرنور الفاظ سے یاد فرماتے ہوئے بہت دعائیں دے رہے تھے۔ اور بتایا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے نماز کے موضوع پر ایک کتاب ''صلاۃ النبی'' شیخ البانی رحمہ اللہ کی دی اور اس کے اوپر اپنے دست مبارک سے اپنا اور میرا نام تحریر فرمایا۔ [(مجلہ الکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۵)]

ڈرائیونگ سکھانے والے استاذ کا احترام:

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، یہ تقریبا اڑھائی سال حافظ صاحب کے ساتھ رہے ہیں، انھوں نے مجھے بتایا: ایک دفعہ ہم عبدالرحمٰن ثانی صاحب کے سسرال گئے، ان کا گاؤں حافظ آباد کی طرف ہے، اس کا نام پھلوکی ہے۔ واپسی پر حافظ صاحب کہنے لگے مجھے بھی گاڑی چلانے کا طریقہ سکھاؤ، میں نے کہا حافظ صاحب آپ اسٹیرنگ پر بیٹھیں حافظ صاحب اسٹیرنگ والی سیٹ پر بیٹھے اور ساتھ میں بیٹھ گیا، پھر حافظ صاحب نے گاڑی چلائی نور پور تک حافظ صاحب نے گاڑی ڈرائیو کی۔ تنویر صاحب فرماتے ہیں میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے اپنے گاؤں آنے کا وعدہ لیا تو حافظ صاحب نے انکار کیا تو میں نے کہا حافظ صاحب میں نے آپ کو ڈرائیونگ سکھائی ہے نا؟ اب آپ میری بات مان لیں میری یہ بات کرنے

کی دیر تھی حافظ صاحب نے فوراً کہا کب ٹائم چاہیے؟ ٹھیک ہے ہم آ جائیں گے۔

اساتذہ کے احترام والا ایک خواب

مولانا محمد یحییٰ شاہین (مدرس جامعۃ الحرمین گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: حضرت کی وفات کے دو دن بعد بندہ عاجز کو خواب میں حافظ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی اسی طرح ہشاش بشاش سفید ریش مبارک سر پر معمول کے مطابق سرخ رومال کی پگڑی پہنے ہوئے ایک ایسے کمرے میں نمایاں جگہ پر بیٹھے ہیں جہاں پر گوجرانوالہ شہر کے تمام محدثین بیٹھے ہیں جن میں حضرت کے تمام اساتذہ کرام بھی موجود ہیں۔ میں نے قریب بیٹھے ایک شیخ سے پوچھا کہ مجھے بتائیں کہ ان میں بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کون سے ہیں میں نے انکو نہیں دیکھا (ایک مدت سے دل میں حسرت تھی جو پوری ہوئی الحمدللہ) اب ایک اور تڑپ ہے کہ مالک دو جہاں کہیں کسی طریقے سے امام المحدثین شیخ العرب والعجم حضرت امام بخاری کی زیارت نصیب فرما دے آمین) وہ کہنے لگے یہ دیکھو مولانا محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ تو مولانا محمد اسماعیل سلفی بیٹھے ہیں اور ان کے بالکل سامنے آیت من آیات اللہ حافظ الحدیث محدث العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے والد نسبتی استادوں کے استاد حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ وہاں پر میں نے دو چیزیں نوٹ کیں ایک تو یہ کہ کمرے میں موجود تمام چارپائیوں پر بیٹھے اساتذہ بڑے حافظ کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہیں بڑے حافظ صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اب کی بار وہ یقیناً حضرت الاستاذ محدث نورپوری رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ جو کہ ابھی ابھی آ کر دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور دوسری بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ تمام چارپائیوں پر دو دو یا تین تین بزرگ بیٹھے ہیں جب کہ سامنے والی چارپائی پر اکیلے بڑے حافظ صاحب بیٹھے ہیں یقیناً یہ بھی ادب واحترام ایک والہانہ جذبہ تھا جو زندگی کے بعد بھی قائم رہا۔

[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۲)]

باب نمبر ٦

آپ کا احترام اساتذہ کی نگاہ میں

حافظ صاحب اپنے اساتذہ کا انتہائی زیادہ ادب واحترام کرتے تھے۔اس کا صلہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔آپ کے تمام اساتذہ بھی آپ کا حددرجہ احترام کرتے تھے، اور آپ کے شاگردوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت اور عظمت پیدا کر دی تھی۔

کہتے ہیں ہیرے کی قدر جوہری ہی کر سکتا ہے تو آپ جوہریوں سے پوچھ لیں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کیسے ہیرے تھے۔آپ کے اساتذہ کرام بھی آپ کی غیر معمولی قابلیت کے ثنا خواں تھے۔

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی نظر میں

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں:

''حضرت الاستاذ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے ایک دن ہم طلبہ نے سوال کیا کہ آپ کے شاگردوں میں اس وقت سب سے زیادہ لائق، ذہین اور فطین کون ہے جس پر آپ کو اعتماد ہو۔؟ انھوں نے کہا: ''عبدالمنان نورپوری ہے۔اس نے میری کتاب ''تحفۃ الاخوان'' خود حل کر کے مجھے سنائی ہے، حالانکہ یہ کتاب ایسی دقیق ترین ہے کہ میں نے لکھ کر مولوی عبدالرشید نعمانی حنفی کو بھیجی تھی تا کہ وہ اسے پڑھے اور استفادہ کرے لیکن اسے اس کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی، اس نے اسی طرح واپس کر دی۔''

''میں کہتا ہوں کہ حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی مصنفہ کتب میں بعض دقیق ترین عبارتیں بھی پائی جاتیں ہیں، جنھیں ہر معمولی عالم سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے کہ انھوں نے غامض مسائل پر بھی بحث کی ہے، اور بحث بھی وہ تقلیدی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ مجتہدانہ بصیرت سے گفتگو کرتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ یا حافظ ابن القیم یا علامہ ابن حزم یا علامہ ابن الوزیر یمنی وغیرہم محققانہ بحث کیا کرتے تھے۔لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا راسخ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ عام فنی درسی وغیر درسی کتب میں دقیق ترین عبارات کو جلد ہی سمجھ جاتے ہیں اور عام آسان الفاظ ہی میں ان کا مطلب سمجھا دیتے ہیں، اور بات کی تہہ اور مصنفین کی اصلی غرض تک ان کی رسائی جلد ہی ہو جاتی ہے۔فیض الباری کے حاشیہ میں حضرت الحافظ استاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی

عباراتِ غامضہ کا مطلب بھی واضح کر دیتے ہیں، ورنہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کو سمجھ جائے۔ ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کی تنقیدی تعلیقات وفوائد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی تعلیقات سے کہیں زیادہ ہیں، جنھوں نے ''ارشاد القاری'' کو ایک خاص رونق وجلا بخشی ہے۔'' [(مقالات محدث گوندلوی، ص: ۲۵)]

پروفیسر اسلم صاحب نے مجھے بتایا: ایک دفعہ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے پاس ایک عالم دین تشریف فرما تھے، انھوں نے محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے پوچھا: حافظ صاحب آپ کے بعد کوئی بخاری پڑھا سکتا ہے؟ تو حافظ گوندلوی رحمہ اللہ فرمانے لگے: عبد المنان۔ پروفیسر اسلم صاحب نے بتایا: محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے عبدالمنان ہی کہا تھا، حافظ عبد المنان نہیں کہا تھا۔ یہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی اپنے شاگرد کے ساتھ انتھائی قربت ومحبت تھی۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی نظر میں

حافظ صاحب ابھی زمانہ طالب علمی میں تھے کہ آپ کی محنت اور ذوق، فہم وفراست اور لیاقت اور ذہانت کو دیکھ کر آپ استاذ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے آپ کا نام اپنے استاذ، شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام پر رکھ دیا۔ ایک استاذ کی نظر شاگرد کو اپنے استاذ کے مقام پر دیکھ رہی ہے۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: مولانا سلفی رحمہ اللہ کی مردم شناس نظر اور مومنانہ فراست نے اس نووارد بچے کے چہرے سے بلند بختی کے آثار اور روشن مستقبل کے خطوط پڑھ کر نیک فال کے طور پر اس بچے کا نام ''خوشی محمد'' سے بدل کر اپنے شیخ استاد پنجاب مسند ولی الٰہی کے وارث اور مسند شیخ الکل فی الکل کے جانشین حافظ القرآن والحدیث العلام حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام پر ''عبدالمنان'' رکھا، اسے استاد پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی کی کرامت کہیے کہ تفاؤلا جس بچے کا نام ان کے نام پر رکھا گیا وہ مستقبل میں نعم الخلف بنا اور اس نام کی لاج رکھتے ہوئے نقش ثانی قرار پایا۔ [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کی نظر میں

حافظ صاحب کی وجہ سے دوبارہ اشتہار چھپوایا

میاں محمد جمیل ایم اے لکھتے ہیں:

عقیدت و احترام اور جماعتی معاملات میں مشاورت کے لیے اکثر ان (مولانا عبداللہ صاحب) کے ہاں حاضری کا شرف پایا کرتا تھا۔ درس و تدریس کی مصروفیات اور جامعہ کی نگرانی کے سلسلے میں کئی سال حضرت نے چوک نیائیں کے دفتر میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ گھٹنوں کی تکلیف کے باعث ہفتہ میں ایک آدھ دفعہ ہی گھر جانا ہوتا۔ اسی دفتر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اچانک کیا دیکھتا ہوں ایک طرف تقریب بخاری کے فل سائز اشتہارات کا بنڈل پڑا ہے۔ جس پر تین چوتھائی کے قریب مولانا محترم (عبداللہ صاحب) کا نام لکھا ہوا تھا۔ دائیں بائیں دوسرے علما کے ساتھ حضرت حافظ عبدالمنان صاحب کا نام نمایاں دکھائی دیا۔ میں نے عرض کیا اس اشتہار کے مطابق درس بخاری کی تاریخ تو گزر چکی ہے۔ کیا یہ تقریب ملتوی ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے یہ اشتہار جوں کے توں پڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کسی اور عنوان پر ارشادات فرمانے شروع کیے۔ میں نے اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے موقع پاتے ہی اپنی اس بات کا اعادہ کیا۔ کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ تقریب تو ہو چکی ہے۔ میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ پھر اتنے اشتہار کیوں اس طرح پڑے ہیں۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرماتے ہیں، دیکھتے ہو! کہ اس اشتہار میں درس بخاری تو حافظ عبدالمنان صاحب نے دینا تھا مگر ان کا نام میرے نام سے باریک لکھا گیا ہے۔ میرے طبیعت نے یہ بات گوارہ نہیں کی، اس لیے میں نے نیا اشتہار چھپوا کر تقریب بخاری کا اہتمام کروایا ہے۔ [(مجلّہ اہلحدیث، شیخ الحدیث نمبر صفحہ ۱۴)]

میں کہتا ہوں اول تو اب کوئی استاذ اپنے شاگرد کا نام خوشی سے لکھتا ہی نہیں، اگر لکھنا مجبوری بن جائے تو خانہ پوری کرتے ہوئے چھوٹا سا لکھ دیتا ہے، لیکن اس شاگرد کا معاملہ کچھ اور ہی تھا۔

ہزاروی صاحب کی نظر میں:

حافظ صاحب کی جب وفات ہوئی تو اس وقت مولانا ارشادالحق اثری صاحب عمرہ کے لیے گئے ہوئے تھے، واپسی پر جامعہ محمدیہ میں مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لائے تو اس وقت ہزاروی صاحب نے مولانا ارشادالحق اثری صاحب کو کہا: حافظ صاحب نے اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی نہیں چھوڑا۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے دن آپ کے استاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ فرما رہے تھے کہ مجھے کراچی تا خیبر ایسا کوئی اور عالم نظر نہیں

آ تا، اور اس (حافظ نورپوری رحمہ اللہ) نے اپنے جیسا کوئی عالم اپنے بعد نہیں چھوڑا۔

[(مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۶۸)]

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب فرماتے ہیں: وفات کے دن صبح کی نماز کے فوراً بعد گھر پہنچے تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے اتنے میں محترم پھوپھا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید ہزاری صاحب حفظہ اللہ پہنچے تو ان کو انتہائی غمناک پایا میں نے زندگی میں کئی انتہائی پریشان کن لمحات میں بھی اتنا پریشان نہیں دیکھا جتنا اس دن حضرت پریشان تھے۔ ایک دن فرمانے لگے اب میں اکیلا رہ گیا ہوں، پھر ایک دفعہ فرمانے لگے بس اب میں بھی جلدی جلدی پیچھے ہی جاؤں گا۔ وفات سے پہلے ایک دن بات ہوئی حضرت ہزاروی صاحب فرمانے لگے کہ زندگی کے کئی سال میرے ساتھ گزارے ہیں میں نے اگر کسی وقت کوئی سخت لفظ بول بھی دیا ہے تو اس شخص نے کبھی ذرا برابر محسوس نہیں کیا۔ اور کبھی بھی میرے احترام میں فرق نہیں ڈالا۔ آج کے طلبا کے لیے یہ ایک سنہری سبق ہے۔ ایک ساتھی نے یہ بھی بتایا کہ اگر کبھی حضرت ہزاروی صاحب نے، حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو بلایا ہے تو کئی دفعہ جلدی میں گئے ہیں تو جوتا پہنے بغیر ہی چلے گئے ہیں۔ اور جا کر خاموشی سے کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ ہے استاذ کی نظر میں تقویٰ کا عالم۔[(مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۳)]

قاری صاحب مزید فرماتے ہیں: وفات کے بعد محترم ہزاروی صاحب سے ملاقات میں کافی باتیں ہوئیں فرمانے لگے کہ زمانہ طالب علمی میں حافظ صاحب نے کبھی بھی وقت ضائع نہیں کیا۔ کبھی بھی آوارہ یا بدمحنت لڑکوں سے میل جول نہیں رکھا۔ متقی، پرہیزگار، تہجد گزار، صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ طبعی طور پر شریف النفس اور انتہائی نیک سیرت، نبی علیہ السلام کی ہر ادا پر مر مٹنے والے تھے۔ شریعت پابند تھے۔

[(مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۴)]

قابل فخر شخصیت

حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی شخصیت ایسی تھی کہ ہر کوئی ان سے اپنے تعلق پر فخر کرتا ہے۔ کوئی ان کی شاگردی پر فخر کرتا ہے کہ وہ میرے استاد ہیں، اور کوئی (مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب) استاد ہونے پر فخر کرتا ہے کہ وہ میرے شاگرد تھے۔ استاد بھی ان پر فخر کرتے ہیں اور شاگرد بھی فخر کرتے ہیں۔

باب نمبر ۷

معاصرین کی نظر میں

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ شیخ عبدالمنان نور پوری مرحوم اور شیخ حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾ آپس میں کئی مسائل پر بحث کیا کرتے تھے اور بڑے اچھے موڈ میں ہوتے تھے کسی کو بھی علم بخار نہ تھا' اس سے قبل میں حضرت الاستاذ ابوالبرکات احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کو کہ وہ شیخ الکل حافظ محمد محدث گوندلوی سے بعض مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے اللہ کرے کہ یہ فضا پیدا ہو جائے تو بہت سارے مسائل اور الجھنیں حل ہو سکتی ہیں۔ المعاصرۃ اصل المنافرۃ' ایک وقت میں چند کبار علما کا وجود بعض دفعہ اختلافات کا باعث بن جاتا ہے پھر وہ کبھی کبھار ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات بھی کر لیتے ہیں کیونکہ ہم زمانہ ہونا ہی منافرت وعداوت کا سبب ہوتا ہے مگر حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری مرحوم بڑے صاف دل و دماغ کے آدمی تھے۔ ان کو انا ولا غیری کا بخار نہیں تھا (حافظ صاحب کی بات سے محسوس ہوتا ہے انھوں نے کسی انا ولا غیری کو دیکھا ہے) ہماری معلومات کے مطابق وہ کسی بڑے یا چھوٹے سے عداوت ونفرت نہ رکھتے تھے' ان کی مجلس میں اگر کوئی آدمی کسی عالم کا نام لیکر بات کرتا تو اس سے ناراض ہوتے اور اس کو فرماتے کہ نام لیے بغیر مسئلہ پوچھیں' نام کیوں لیتے ہو؟ یہ ان کے دل و دماغ کے صاف ہونے کی علامت تھی۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ء صفحہ ۱۹)]

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی نظر میں:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ لکھتے ہیں: ایک دفعہ سعودی عرب میں کسی پاکستانی نے مفتی اعظم سعودی عرب فقیہ الامت شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے پوچھا تھا کہ میں پاکستان کا رہائشی ہوں اگر پاکستان میں مجھے کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پیش آجائے تو میں کون سے عالم سے مسئلہ پوچھا کروں؟ آپ کے نزدیک کونسا ایسا عالم ہے جس کے علم کے رسوخ اور پختگی کی آپ گواہی دیتے ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ پاکستان میں فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب ہیں جو جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پڑھاتے ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لیا کرو۔ مجھے یہ بات مفتی عبدالرحمان عابد صاحب نے بتائی ہے۔

مفتی عبدالرحمان عابد صاحب نے بتایا حافظ صاحب کی ملاقات مکہ میں الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن

باز رحمہ اللہ سے بھی ہوئی۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نمازوں کے اوقات میں جہاں سے گزرتے تھے وہاں ایک دفعہ میں رستہ میں کھڑا ہو گیا اور محافظ دستے سے گزرتا ہوا شیخ صاحب کو ملا اور انہیں بتایا کہ پاکستان سے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے یہ بات سن کر ملاقات کے لیے انہیں بلایا۔ جب حافظ صاحب آئے تو شیخ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، حافظ صاحب کے آنے پر شیخ صاحب کھڑے ہو کر انہیں ملے، وہاں تقریباً پانچ دس منٹ کی مجلس ہوئی کیونکہ محافظ شرطے وہاں زیادہ دیر کسی کو ملنے نہیں دیتے۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کی نظر میں:

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: جب ہم نے حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''الاصلاح'' شائع کرنے کا ارادہ کیا تو اس میں مختلف علوم وفنون اور منطق وکلام کے مفصل مباحث کی وجہ سے استاذِ محترم حافظ نور پوری رحمہ اللہ سے مراجعت کروانے کا فیصلہ کیا، تاکہ اس میں کسی قسم کی علمی واصولی اغلاط نہ رہ جائیں۔ جب میں نے اس سلسلے میں حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ سے بات کی تو آپ نے عدم فرصت کی بنا پر معذرت کی۔ پھر میں نے حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ سے کتاب ''الاصلاح'' کے کمپوز شدہ مسودے پر مراجعت کے لیے رابطہ کیا اور کہا کہ اس کتاب میں مختلف علوم وفنون کے دقیق مباحث کی بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ آپ طباعت سے پہلے ایک دفعہ اس کی مراجعت فرما دیں تو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب فرمانے لگے:

''بھائی! یہ فنون ہم میں سے صرف حافظ عبدالمنان صاحب ہی بہتر طور پر سمجھتے ہیں، اس لیے آپ انہیں سے مراجعت کروائیں۔''

چنانچہ میں دوبارہ حضرت حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کتاب کی مراجعت کے لیے اصرار کیا تو وہ راضی ہو گئے اور انھوں نے کتاب کا مکمل مراجعہ کیا، طباعتی اغلاط کی تصحیح فرمائی اور جا بجا حواشی لکھے، جس میں بعض علمی واصولی اغلاط کی تصحیح فرمائی، پھر یہ کتاب آپ کی مراجعت کے ساتھ طبع کی گئی۔

قاری عبدالرحمٰن مدرس جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ نے مجھے بتایا کہ ہم جامعہ محمدیہ میں پڑھتے تھے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حافظ نور پوری صاحب کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، بھٹوی صاحب حافظ صاحب کے سامنے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب فرمانے لگے حافظ نور پوری صاحب سے مسئلہ پوچھنے کے لیے آپ کی علمی سطح پر آنا پڑھتا تھا، حافظ صاحب علمی سطح سے نیچے نہیں

اترتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھا تو بھٹوی صاحب نے کہا یہ مسئلہ نورپوری صاحب سے پوچھو، میں نے کہا ان سے مجھے سمجھ نہیں آتی، بس میرے یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ بھٹوی صاحب کا رنگ سرخ ہو گیا، چہرہ متغیر ہو گیا اور بڑے غصے میں اپنے آپ کو ضبط کیا۔ میں یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا اور گھبرا گیا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا یا کر دیا ہے۔

ہم بھی ان کے مرید ہیں

۱۷ستمبر ۲۰۱۲ کو مولانا حنیف ربانی صاحب کی والدہ وفات پا گئی ان کی نماز جنازہ کے لیے ہم ''بھٹہ محبت'' گئے۔ اس سفر میں مولانا عبدالغفور طاہر صاحب مجھے ساتھ لے کر گئے تھے، وہاں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب سے ملاقات ہوئی، ان سے مولانا عثمان شاکر صاحب نے مسئلہ پوچھا امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہو تو پیچھے مقتدیوں کو بیٹھ کر پڑھنی چاہیے یا کھڑے ہو کر؟ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب فرمانے لگے پیچھے مقتدیوں کو بیٹھ کر پڑھنی چاہیے، میں نے ان سے کہا رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی تھی صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی تھی، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ بھٹوی صاحب کہنے لگے اگر امام دو ہوں تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھ لیں، میں نے یہ جواب سن کر کہا یہ تو حافظ عبدالمنان صاحب والا جواب ہے، بھٹوی صاحب فرمانے لگے ہم بھی تو ان کے مرید ہیں، تجھے پتا نہیں چلا۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: معروف عالم دین اور حضرت حافظ صاحب کے رفیق سفر مولانا عبدالسلام بھٹوی حضرت حافظ صاحب کو کہہ رہے تھے کہ ارشاد الفحول کی فلاں عبارت سمجھ نہیں آرہی حل فرما دیں۔ اتنے بڑے جلیل القدر بزرگوں کا جن کے سامنے یہ حال تھا ان کی جلالت علمی اور وسعت کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۷)]

مولانا محمد یونس عتیق (وزیرآباد) فرماتے ہیں: دونوں اساتذہ کرام کا آپس میں بہت گہرا تعلق تھا۔ مسائل کی تحقیق میں، وسعت مطالعہ میں، بلند اخلاق میں، طلبہ کی تربیت میں، تقویٰ اور پرہیزگاری میں اور طلبہ پر شفقت کرنے میں دونوں کا مقام بہت بلند تھا۔ طلبہ دونوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ سرفراز کالونی میں دونوں کے گھر قریب قریب تھے۔ جب استاذ محترم حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی جامعہ محمدیہ سے چلے گئے تب بھی ان کے تعلقات میں فرق نہ آیا۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ جب حافظ عبدالمنان صاحب ایک دفعہ بیمار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حافظ عبدالسلام صاحب اپنے رفقاء

سمیت حافظ عبدالمنان صاحب کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ اسی طرح جب حافظ عبدالمنان صاحب کا بیٹا حافظ عبدالرحمن تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔ تو حافظ عبدالسلام صاحب مرید کے میں اس کو اپنے ساتھ مدرس مقرر کر لیتے ہیں۔ اور کئی دفعہ مرید کے میں حافظ عبدالمنان صاحب تشریف لائے ہیں یہی تعلقات تا حیات قائم رہے۔[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۱۱۷)]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی نظر میں

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری حفظہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ زہدو ورعاور علم وفضل کی جامعیت کے اعتبار سے اپنے اقران واماثل میں ممتاز ہی اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم وفضل کے ذروۂ علیا پر فائز کیا ہے، وہاں آپ کو عمل وتقویٰ کی خوبیوں اور اخلاق و کردار کی رفعتوں سے بھی نوازا ہے، علاوہ ازیں اوائل عمر ہی سے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہونے کی وجہ سے آپ کو علوم و فنون میں بھی جامعیت یعنی معقول اور منقول دونوں علوم میں یکساں عبور اور دسترس حاصل ہے۔ زادہ الله علماً و شرفاً وبارك في حياته وجهوده وكثر الله أمثاله فينا۔

تدریسی وتحقیقی ذوق، خلوص وللہیت اور مطالعہ کی وسعت وگہرائی کی وجہ سے آپ کے اندر جو علمی رسوخ، محدثانہ فقاہت اور استدلال واستنباط کی قوت پائی جاتی تھی، اس نے آپ کو مرجع خلائق بنایا ہوا تھا، چنانچہ عوام ہی نہیں خواص بھی، اَن پڑھ ہی نہیں علما وفضلاء بھی، اصحابِ منبر ومحراب ہی نہیں، اہل تحقیق و اہل فتویٰ بھی مسائل کی تحقیق کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ تدریسی و تصنیفی مصروفیات کے باوجود بھی سب کو اپنے علم کے چشمۂ صافی سے سیراب فرماتے۔

الشیخ مولانا عبیداللہ عفیف صاحب کی نظر میں

۲۰۱۲/۴/ ۷روز ہفتہ جامعہ التربیۃ الاسلامیہ نوشہرہ روڈ کے اساتذہ کا وفد لاہور گیا تھا۔ پیر کے دن صبح نماز فجر کے بعد جامع القدس چوک دالگراں میں پہنچے، وہاں حافظ عبدالغفار روپڑی، حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب حفظہ اللہ سے ملاقات کرنے کے بعد مفتی عبیداللہ عفیف صاحب حفظہ اللہ کے پاس بخاری کلاس میں بیٹھے انھوں نے ہمیں اخلاص کے متعلق نصیحتیں کیں۔ پھر قاری عنایت اللہ ربانی صاحب نے مفتی صاحب سے سوال کیا حافظ نورپوری صاحب کے متعلق آپ کچھ اظہار فرمائیں، تو وہ کہنے لگے میری ان

کے ساتھ کوئی زیادہ رفاقت تو نہیں رہی، لیکن میں ان کے متعلق یہ ضرور جانتا ہوں وہ ایک پختہ کار عالم دین تھے۔ ان کے پایہ کا عالم کم ہی نظر آتا ہے۔ میرے کئی فتووں پر انھوں نے تقریظ لکھی ہے اور کئی فتووں پر تنقید بھی۔ اور نقد والے خطوط انھوں نے صرف مجھے ارسال کیے ہیں۔ ایک دو خط ہم نے ان کے ''تنظیم'' میں چھاپے ہیں، باقی کے بھی چھپ جائیں گے۔ ان کی تحریر پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ ان کی نیکی اور تقویٰ میں کوئی شک نہیں تھا۔ مفتی عفیف صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے نور پوری صاحب رحمہ اللہ بڑے پختہ عالم تھے، متدین تھے۔ میں نے اتنا دیندار کم ہی کسی کو دیکھا ہے۔

الاعتصام میں میرا ایک مضمون جمعہ کی پہلی اذان کے متعلق شائع ہوا تھا۔ انھوں نے میرا وہ مضمون پڑھ کر مجھے خط لکھا، میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس مضمون میں مَیں نے «فَثَبَتَ الأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ» کے متعلق «المنهل العذب المورود» کے حوالے سے لکھا کہ امام بخاری اور امام ابوداود کے عہد تک میں اذان عثمان کو قبول عام ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق حافظ نور پوری صاحب نے توجہ دلائی کہ یہ بات صحیح نہیں۔ میں بڑا خوش ہوا اور ان کا یہ مضمون تنظیم اہلحدیث میں شائع کیا، اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

افادہ عام کے لیے حافظ صاحب کا خط یہاں درج کیا جاتا ہے۔

اما بعد خیریت موجود خیریت مطلوب۔ جناب کا مضمون بعنوان ''جمعہ کی پہلی اذان کا شرعی حکم'' جریدۃ الاعتصام میں شائع شدہ نظر سے گزرا اس کی چاروں اقساط کو بغور پڑھا ماشاء اللہ مضمون ہر لحاظ سے بہترین ہے اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ایسے تحقیقی مضامین رقم فرمانے کی توفیق دے نیز ہم سب کو سعادت دارین سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

اس ملاقات میں آپ کی توجہ ایک چیز کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ خدشہ نمبر ۲ فثبت الامر علی ذلک کے جواب میں لکھتے ہیں ''ہمارے نزدیک اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ کے عہد میں اذان عثمانی کو قبول عام ہو گیا تھا چنانچہ صاحب المنهل العذب المورود الخ

آپ کا بیان کردہ یہ مطلب تب صحیح ہو سکتا ہے جب لفظ فثبت الأمر علی ذلك کے قائل امام بخاری، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ ہوں حالانکہ ان الفاظ کے قائل امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کوئی بھی نہیں، حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے قائل حضرت

سائب بن یزید (راوی حدیث) خود ہیں۔ ۵/ ۴/ ۱۴۱۰ھ۔

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ کی نظر میں

۲۴ مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ ہم تین ساتھی غلام مصطفیٰ فاروق، حافظ شاہد صاحب اور میں حافظ محمد الیاس اثری صاحب کے پاس مرکز الاصلاح میں گئے۔ حافظ صاحب سے گفت وشنید ہوئی۔ میں نے حافظ الیاس صاحب سے پوچھا آپ نے نور پوری صاحب کو کیسا پایا ہے تو اثری صاحب فرمانے لگے وہ متقی، پرہیز گار خدا ترس آدمی تھے۔

علوم میں پختہ اور جید عالم دین تھے، علوم شرعیہ میں انہیں رسوخ حاصل تھا۔ اثری صاحب ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد میں نے ان سے تعلق قائم رکھا۔ اور جب کبھی مجھے کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو میں ان ہی سے پوچھتا۔ کئی مرتبہ فون کر کے ان سے مسئلہ پوچھتا تو مجھے تسلی ہو جاتی اور کبھی صاف کہہ دیتے مجھے علم نہیں۔ جب حافظ صاحب یہ کہتے تو میں کہتا حافظ صاحب لوگ ہم سے پوچھتے ہیں اگر ہم انھیں کہہ دیں ہمیں علم نہیں تو وہ کیا کریں گیں۔ آپ اس کا ضرور کوئی حل بیان فرمائیں، تو حافظ صاحب کہتے مجھے تو علم نہیں اس کا حل کسی اور سے نکلوالو۔

اثری صاحب کہتے ہیں: میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ تو کہہ دیتے ہیں مجھے علم نہیں ہم کیا کریں تو حافظ صاحب کہنے لگے آپ بھی کہہ دیں مجھے علم نہیں۔ پھر ہماری اس مجلس میں اس بارے گفتگو ہونے لگی کہ ایسا کون ہے جو اتنے صاف اور واضح الفاظ سے یہ کہتا ہو مجھے اس کا علم نہیں۔ حافظ نور پوری صاحب کی اس بارے میں صاف گوئی ان کے احکام ومسائل سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ جہاں وہ لکھ دیتے ہیں مجھے اس کا علم نہیں۔

حافظ الیاس صاحب نے اپنے مضمون میں بھی اس بات کا اظہار فرمایا ہے: جب تک استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو البرکات احمد مرحوم زندہ تھے' میں بعض مسائل میں ان سے مراجعت کر لیا کرتا تھا ان کی وفات کے بعد پھر میری نگاہ نور پوری مرحوم پر جا ٹکی کہ اب ان سے مشاورت کر لیا کرونگا پھر جس مسئلہ پر ان کو شرح صدر ہوتا تو خوب بحث کرتے مگر بعض دفعہ کہہ دیتے کہ یہ مسئلہ مجھے نہیں آتا' میں کہتا حافظ جی! جب لوگ مسائل کی تحلیل کے لیے دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبتیں جھیل کر ہمارے پاس آئیں اور ہم ان کو صرف یہ کہہ کر فارغ کر دیں کہ میاں صاحب! یہ مسئلہ مجھے نہیں آتا تو وہ جواب

میں کہیں کہ یہ مدارس بند کرو۔ اگر تمہیں مسائل نہیں آتے یا تم نے سائل حضرات کی ضروریات دینیہ پوری نہیں کرنی تو پھر بچوں کو تم کیا تعلیم دو گے؟ حافظ جی! بتایئے ہم عوام کو کیا جواب دیں؟ میں عرض کرتا کہ سوچ و بچار کریں' اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے کوئی اجتہاد ہی کریں۔ بس وہ ایک ہی بات کہہ دیتے کہ مجھے یہ مسئلہ نہیں آتا' یہ اہل علم کی ایک شان ہے۔ یاد رہے کہ ائمہ متقدمین میں بھی ایسی امثلہ موجود ہیں کہ بڑے بڑے اساطین علم بھی لا ادری پکار اٹھتے ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں منقول ہے۔ یہ اہل علم کی ایک شان ہے کیونکہ علمی دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ رجل یدری ویدری انه یدری

ایک آدمی ایک مسئلہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ مسئلہ اس کو آتا ہے' وہ بیان کرسکتا ہے' رہنمائی کرسکتا ہے یہ بھی علم کی نشانی ہے۔

۲۔ رجل لا یدری ویدری انه لایدری

ایک آدمی ایک بات نہیں جانتا اور اس کو علم ہے کہ اس کو یہ بات نہیں آتی' نہ وہ کسی سے بیان کرتا ہے اور نہ کسی سے کچھ کہتا ہے یہ بھی علم کی علامت ہے۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے:

من علم فليقل ومن لم يعلم فليقل الله اعلم فان من العلم ان يقول لمالا يعلم لا اعلم فان الله قال لنبيه صلى الله عليه وسلم قل ما اسئلكم عليه من أجر و ما أنا من المتكلفين . [(صحيح بخاری ، كتاب التفسير ص 703/2)]

جس کو کسی مسئلہ کا علم ہے تو وہ بیان کرے اور جس مسئلہ کا علم نہ ہو تو سائل کو کہہ اللہ اعلم کیونکہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اور وہ (مجیب) کہہ دے کہ میں نہیں جانتا تو یہ بھی علم کی نشانی ہے اللہ پاک نے اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں میں تم سے تبلیغ احکام پر اجر و مزدوری نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

جس کو کسی مسئلہ کا علم ہے تو وہ بیان کرے اور جس مسئلہ کا علم نہ ہو تو سائل کو کہہ اللہ اعلم کیونکہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اور وہ (مجیب) کہہ دے کہ میں نہیں جانتا تو یہ بھی علم کی نشانی ہے اللہ پاک نے اپنے

نبی سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں میں تم سے تبلیغ احکام پر اجر و مزدوری نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

۳۔ رجل لایدری ولا یدری انه لا یدری

ایک آدمی ایک مسئلہ جانتا ہی نہیں ہے اور وہ (اتنا جاہل ہے کہ) اس کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ اس کو یہ مسئلہ نہیں آتا یہ جہل مرکب کی علامت ہے یعنی ایسے آدمی میں کئی جہالتیں جمع ہیں، کسی مسئلہ میں لاادری کہنا اہل علم کے ہاں معیوب نہیں ہے۔[(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ء)]

فاروق راشدی صاحب کی نظر میں

شیخ الحدیث مولانا فاروق راشدی صاحب حافظ صاحب کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے: میں انہیں اپنا رہبر مانتا ہوں، وہ میرے مرشد ہیں۔ مجھے جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں حافظ صاحب سے کہتا ہوں وہ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ میری ضرورت پوری فرما دیتے ہیں۔ حافظ صاحب کی وفات کے بعد راشدی صاحب مجھے کہنے لگے حافظ صاحب کا صدمہ بہت ہوا ہے وہ مجھے نہیں بھولتے۔ میں نے جب اپنے بیٹے عمار کو حکمت کی دوکان ڈال کر دی تھی تو حافظ صاحب کو بلایا تھا ان سے دعا کروائی تھی۔

راشدی صاحب نے مجھے بتایا ایک دو سال پہلے کسی نے میرے متعلق یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ میں یہاں (جامعہ اسلامیہ محلہ گلشن آباد) سے جا رہا ہوں۔ یہ بات کسی نے حافظ صاحب کو بتا دی۔ حافظ صاحب نے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب کو میرے پاس پیغام دے کر بھیجا اگر یہاں سے جانے کا معاملہ ہوا تو آپ یہاں جامعہ محمدیہ میں آ جانا میں آپ کی بات انتظامیہ سے کرواؤں گا۔ راشدی صاحب یہ بات سنا کر کہنے لگے علما کا اتنا خیر خواہ میں نے ان کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: الشیخ فاروق احمد راشدی اپنی مجلس میں علما کا بھی تذکرہ کرتے رہتے ہیں ایک دفعہ حضرت شیخ نور پوری رحمہ اللہ صاحب کا تذکرہ ہوا تو فرمانے لگے شیخ نور پوری کے متعلق تم صحیح طور پر نہیں جانتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں کن کن صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ وہ فرماتے کہ نور پوری رحمہ اللہ وقت کے ''امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' ہیں تمام علوم وفنون پر ان کو مکمل دسترس حاصل ہے۔

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: شیخ راشدی حفظہ اللہ کی یہ بات ۱۰۰٪ صحیح اور درست تھی۔ حضرت نور پوری رحمہ اللہ واقعتاً حقیقتاً تمام علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ آپ

ماہرین علوم کی بھی غلطیاں نوٹ فرماتے تھے کہ فلاں جگہ پر فلاں کو غلطی لگ گئی۔ حضرت نور پوری منطق، فلسفہ، علمِ کلام، علمِ معانی، علمِ عروض، علمِ فقہ، اصولِ فقہ، علمِ تفسیر، اصولِ تفسیر، نحو صرف اور دیگر تمام علوم میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ عربی بولنے، لکھنے میں بھی کسی قسم کی دقت محسوس نہیں کرتے تھے۔[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۶۳)]

میں شیخ راشدی صاحب کو ۱۱ ذوالحجہ ۱۴۳۳ء، عشاء کے وقت جامعہ اسلامیہ میں ملا تو انھوں نے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ فرما کر یہ شعر پڑھا:

«ذهب الذين احبهم و بقيت مثل السيف فرداً»

''وہ لوگ چلے گئے جن سے میں محبت رکھتا تھا اور میں تلوار کی مانند اکیلا رہ گیا ہوں۔''

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نور پوری فرماتے ہیں: ۲۷ فروری بروز سوموار ۲۰۱۲ء جامع مسجد عثمان بن عفان ماسٹر خالد صاحب والی میں ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا فاروق احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ فرمانے لگے کہ میں کئی مسائل حضرت حافظ صاحب سے حل کرواتا تھا اور ان کی موجودگی میں میں بات کرتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا تھا۔[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۹۶)]

حافظ عبدالغفار اعوان صاحب کی نگاہ میں

حافظ عبدالغفار اعوان صاحب ایک جگہ درس ارشاد فرما رہے تھے کہ حافظ صاحب تشریف لے آئے تو انھوں نے اپنے درس کو ان الفاظ سے ختم کر دیا: جب پانی موجود ہو تو پھر تیمم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی جب اصل موجود ہو تو فرع کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کی نظر میں

مرکز التربیۃ الاسلامیہ کی طرف سے وفد کی شکل میں ہم مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کے پاس گئے، قاری عنایت اللہ صاحب نے مجاہد آبادی حفظہ اللہ سے پوچھا حافظ نور پوری رحمہ اللہ صاحب کے متعلق کچھ اظہار فرمائیں۔ تو انھوں نے فرمایا: پتا نہیں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیسا بنا دیا تھا، جب اس کا نام آتا ہے تو دل کی کیفیت عجیب سی ہو جاتی ہے۔ جب ان کی وفات کی خبر ملی تو یہی تڑپ لگی رہی کہ ان کے جنازے میں شرکت کر کے اپنی بخشش کرا لوں۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے جنازے میں شریک ہوا ہوں اگر نور پوری رحمہ اللہ کا جنازہ ان سے بڑا نہیں تھا تو چھوٹا بھی نہیں تھا۔ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے جنازے میں خواص تھے ان کے جنازے پر اللہ کی

رحمت برستی نظر آ رہی تھی۔

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی نظر میں

مولانا عثمان اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: ۲۰۰۴ء میں راقم فیصل آباد میں شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ تو شیخ فرمانے لگے کہ زیارت کا قصد کرنا تھا۔ تو گوجرانوالہ میں آپ کے پاس حضرت حافظ صاحب موجود تھے۔ جن کی زیارت کے لیے ہم بھی جاتے ہیں۔ آپ انہی کی زیارت کرتے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۳۵)]

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: مرکز التربیۃ الاسلامیہ میں شیخ اثری حفظہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ کسی ساتھی نے شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی تازہ طبع ہونے والی کتاب خطبات نورپوری (جو ساری نماز جنازہ کے موضوع پر تھی) شیخ اثری حفظہ اللہ کو دکھائی تو اثری صاحب نے دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ ماشاء اللہ بہت اچھی قیمتی کتاب ہے، حافظ صاحب نے منبر پر اسے زبانی بیان کیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں نے استادگرامی حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ جیسا قوی الحافظہ کوئی نہیں دیکھا ان کے حافظے کی جھلک مجھے شیخ نورپوری میں نظر آتی ہے، سبحان اللہ۔ مجھے شیخ خبیب احمد حفظہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد میں تشریف لائے استاد محترم شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے انہیں اپنی مسند پر بٹھایا اور خود ان کے پاس طالب علموں کی طرح بیٹھ گئے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۸۰)]

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی نظر میں

مولانا عثمان اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: اسی طرح شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ایک مرتبہ ۲۰۰۹ء میں گوجرانوالہ کسی عزیز کی شادی پر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جب حضرت شیخ سے کوئی نصیحت مانگی تو شیخ فرمانے لگے کہ نصیحت کے لیے آپ کے پاس حافظ صاحب موجود ہیں۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۳۵)]

ضلع سیالکوٹ میں پسرور کی طرف قلعہ احمد آباد ہے۔ وہاں ایک شیلٹر ہے، وہ شیلٹر اہلحدیث بھائیوں کا ہے۔ شیلٹر کے ساتھ ایک مسجد بنائی گئی اس مسجد کے افتتاح کے لیے مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب حافظ صاحب رحمہ اللہ کو وہاں لے گئے۔ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں حافظ صاحب کی ملاقات عبداللہ ناصر رحمانی صاحب سے ہوئی تو رحمانی صاحب نے حافظ صاحب کی

پیشانی کو بوسہ دینا چاہا، لیکن حافظ صاحب نے منع کر دیا بوسہ نہیں کرنے دیا۔ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب فرمانے لگے: ہمارے ادھر ایسا کرتے ہیں، حافظ صاحب نے فوراً کہہ دیا ہمارے ادھر ایسا نہیں کرتے۔

حافظ محمد سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ کی نگاہ میں

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسؤل جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب کے گھر ان سے ملنے کے لیے حافظ محمد سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ حافظ محمد سعید صاحب، حافظ صاحب کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

المعہد العالی مرکز طیبہ ننگل ساہداں مرید کے کی سالانہ تقریب میں صحیح بخاری کے اختتام پر درس آپ ہی کا ہوتا تھا۔ رجب ۱۴۳۳ء میں آپ اس دنیا میں نہیں تھے تو درس خود بھٹوی صاحب نے دیا تھا۔ جس کا مطلب تھا اب اور کوئی نہیں، حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے درس کے آغاز میں کہا: مجھے حافظ سعید صاحب نے حکما کہا اب درس آپ نے خود دینا ہے۔ حافظ محمد سعید صاحب حافظ صاحب کی بہت زیادہ عزت و توقیر کرتے تھے۔ حافظ محمد سعید صاحب نمازوں کی امامت خود کراتے لیکن جب حافظ نور پوری صاحب موجود ہوتے تو پھر ان کو ہی امام بناتے۔

نصر جاوید صاحب کی نگاہ میں

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسؤل جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: جامع مسجد قدس المعروف حافظ صاحب والی کے لیے ایک دفعہ ہم نے نصر جاوید صاحب کا درس لیا۔ نصر صاحب کو بس اتنا ہی پتا تھا کہ میرا درس سرفراز کالونی کی کسی مسجد میں ہے، جب وہ تشریف لائے تو انہیں پتا چلا یہ تو یہ حافظ صاحب والی مسجد ہے تو وہ کہنے لگے آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارا درس حافظ صاحب والی مسجد میں ہے، میں نے آنا ہی نہیں تھا یہ میرے استادوں کی جگہ ہے۔ اب چونکہ وہ مسجد میں آ چکے تھے انہیں اب یہاں درس ارشاد فرمانا ہی تھا۔ ہم نے منبر ان کے لیے آگے کیا تو کہنے لگے یہ میرے استاد کا منبر ہے، میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔ نصر صاحب نے درس نیچے بیٹھ کر ہی دیا منبر پر نہیں بیٹھے۔ یہ حافظ صاحب کا احترام تھا، ہر استاد کا اس طرح کوئی احترام نہیں کرتا، یہ شرف حافظ صاحب کے لیے ہی تھا۔

حافظ عبدالرحمٰن شیخوپوری ﷾ کی سعادت

حافظ عبدالرحمٰن شیخوپوری صاحب نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ تبلے عالی میں میرا اور حافظ صاحب کا

پروگرام تھا، جب میں اس پروگرام میں پہنچا تو اشتہار دیکھا کہ حافظ صاحب کے ساتھ میرا نام بھی لکھا ہوا ہے، میں نے کبھی کسی جلسے کا اشتہار نہیں سنبھالا لیکن یہ اشتہار دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس اشتہار کو یادگیری کے طور پر ہی سنبھال لیا جائے، پھر میں نے وہ اشتہار منگوا کر اپنے پاس رکھ لیا۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر است صد سالہ زہد و طاعت است

''نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد واطاعت سے بہتر ہے کیونکہ نیک صحبت کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔''

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

''نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنادیگی اسی طرح بد بخت کی صحبت بد بخت بنا دیتی ہے''

مرجع خلائق

بڑے بڑے جید علما کرام حافظ صاحب سے مسائل پوچھتے تھے۔ آپ سے مسائل پوچھنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ علما یہ سمجھتے تھے حافظ صاحب نے سوال کے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ پختہ اور ٹھوس ہوگی، اس میں سقم نہیں ہوگا۔ علما کرام مشائخ عظام فون کر کے آپ سے مسائل پوچھتے، گھر آ کر بالمشافہ مسائل پوچھتے، مدرسین کتابیں کھول کر آپ سے اسباق پڑھتے، مولانا فاروق اصغر صارم رحمہ اللہ جیسے جید عالم دین حافظ صاحب کے آگے پیچھے نظر آتے، کوئی مسئلہ انہیں پیش آتا (فٹ) فوراً حافظ صاحب کو فون کرتے، یا موٹر سائیکل پر گھر پہنچتے۔ علما کا کثرت سے آپ کے پاس آنے کی ایک اور بڑی وجہ آپ کا اخلاق تھا۔ اور آپ کے اخلاق میں سے یہ تھا کہ آپ نے کبھی بھی کسی عالم دین کی عدم موجودگی میں غیبت نہیں کی تھی، اس کی تنقیص نہیں کی تھی۔ کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ حافظ صاحب نے فلاں مولوی صاحب کے متعلق کہا ہو اسے کچھ نہیں آتا، وہ میرے پاس آیا تھا اور یہ مسئلہ پوچھ رہا تھا، وہ تو جاہل ہے میں نے اسے پھر بتایا کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے، اور وہ خاموش ہو گیا اور کہنے لگا مجھے تو آج تک پتا ہی نہیں تھا۔ اب تو کسی سے مسئلہ پوچھنے سے ہی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ اعلیٰ حضرت شہر میں ڈھنڈورا ہی نہ پیٹ دے کہ فلاں صاحب کو کچھ نہیں آتا مجھ سے مسئلہ پوچھ رہا تھا۔

باب نمبر ۸

علما کا احترام

علما کا احترام کرنا علم کا احترام کرنا ہے، جو علما کا احترام نہیں کرتا وہ علم کا مقام نہیں جانتا۔ حافظ نورپوری صاحب اہل علم کا مقام اچھی طرح جانتے تھے، اور انہیں ان کے مرتبہ و مقام پر بٹھاتے تھے۔ معاصرین اگر آپ کا احترام کرتے تھے تو اس میں بھی کمال حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ کا ہی تھا، کیونکہ آپ ان کا احترام بے حد کرتے تھے، اس لیے وہ آپ کا بھی احترام کرتے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے اتنا احترام کوئی کسی کا نہیں کرتا جتنا حافظ صاحب کا کرتے تھے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ حافظ صاحب معاصرین کا کتنا احترام کیا کرتے تھے۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾ کا احترام

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾ صاحب حافظ صاحب کو ملتے تھے حافظ صاحب کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے وہ آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بالکل ایک طالب علم کے انداز سے اور حافظ صاحب بھی ان کا بہت ادب و احترام کرتے تھے۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دونوں ایک دوسرے سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب ارشاد القاری میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کا تذکرہ فرمایا ہے: نویں وجہ: [شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ کبّر ، اللّٰہ اکبر سے ماخوذ ہے] اردو زبان میں مجرب، مرغن، ملبب کی طرح جملے سے ماخوذ نہیں۔

شاہ صاحب کی یہ بات بھی غلط ہے، کیونکہ ان الفاظ کو مشبہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں خواہ ان کا تعلق نفی [شاہ صاحب کے قول: لَیسَ ماخوذًا من الجملة میں ''لیس'' کے] ساتھ ہو یا اس کا تعلق منفی [ماخوذا] کے ساتھ ہو [کیونکہ مجرب، مرغن، ملبب یہ مقصور اور نحت وغیرہ کی قسموں سے ہے ہی نہیں] میں نے اپنے کسی دوست سے اسی طرح سنا ہے [میں نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ سے پوچھا

آپ کے بعض اقران سے کون مراد ہے؟ تو انھوں نے کہا: حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾، مترجم]۔
[(تفہیم القاری، صفحہ ۲۳۴)]

(اس بحث کو سمجھنے کی لیے تفہیم القاری کا محولہ بالا مقام مکمل پڑھو۔ ان شاء اللہ سمجھ آجائے گی۔)

شیخین کا آپس میں پیار

گوجرانوالہ کا کوئی آدمی حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے پاس مریدکے جاتا اور آپ سے مسئلہ پوچھتا تو آپ اسے کہتے بھائی تم گوجرانوالہ سے آئے ہو ادھر حافظ عبدالمنان صاحب رہتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے تمھیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح جب مریدکے سے کوئی شخص حافظ صاحب کے پاس آتا تو حافظ صاحب اسے کہتے ادھر مریدکے میں آپ کے پاس حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب موجود ہیں ادھر ان سے مسئلہ پوچھنا تھا۔ یہ شیخین کا آپس میں ادب و احترام تھا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو روز قیامت اس آواز سے بلائے: اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِی؟ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ'

صحیح مسلم میں حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إنّ الله تَعَالَى يقول يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلالِي؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَاظِلَّ إلَّا ظِلِّي». [صحيح مسلم (٢٥٦٦)]

مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کا احترام

قاری عبدالرحمٰن صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ آرائیاں سیالکوٹ میں مسجد کی تعمیر نو کے موقع پر حافظ نورپوری صاحب درس کے لیے تشریف لائے اور مولانا جانباز صاحب بھی وہاں موجود تھے، پروگرام کے بعد جب مولانا جانباز صاحب موٹر سائیکل پر واپس جانے لگے حافظ نورپوری صاحب نے کہا کیا آپ موٹر سائیکل پر واپس جائیں گے یہ کہہ کر انتظامیہ کو غصے ہوئے اور کہنے لگے: آپ مولانا صاحب کو کار پر چھوڑ کر آئیں، بزرگوں کو موٹر سائیکل پر بٹھایا ہے، آپ کو کوئی پتہ نہیں چل رہا؟ پھر انتظامیہ والے کار پر مولانا جانباز صاحب کو چھوڑ کر آئے۔

حافظ صاحب نے حافظ محمد رحمہ اللہ کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں ان میں مولانا محمد علی جانباز کا تذکرہ

حافظ صاحب کے شاگرد ہونے کے حوالے سے یوں فرمایا ہے:

مِنْهُمْ مُحَدِّثُ اَهْلِ سُنَّةِ دِيْنِنَا سِمُه
عَلِيٌّ جَانْبَازٌ دُوْنَ مَاكَسْلَانَ

ان میں سے اہل سنت کے محدث (بھی) ہیں،ان کا نام [محمد] علی جانباز ہے، جوست نہیں

شَرَحَ السُّنَنَ لابْنِ لِمَاجَهْ دُوْنَ وَا
نِ عَائِقٍ نَشْطًا سِوی تَعْبَانَ

''ابن ماجہ کی احادیث کی شرح لکھی، سستی اور کسی رکاوٹ کے بغیر، وہ بغیر تھکاوٹ کے ہشاش بشاش ہیں۔''

حافظ صاحب نے مولانا محمد علی جانباز صاحب کے متعلق مضمون لکھا تو اس کی سرخی اس طرح قائم کی: محدث جانباز، شارح ابن ماجہ قد فاز حافظ صاحب کا یہ مضمون جانباز صاحب کی سیرت وسوانح میں مطبوع ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کے مضمون کی طرف سائل کی رہنمائی

حافظ صاحب اپنے ہم عصر علما، دوست احباب کی اوران کے علم کی قدر کرتے تھے،آپ سے اگر ایسا سوال کیا جاتا جس کا جواب آپ کے کسی ہم عصر نے علمی وتحقیقی انداز سے دیا ہوتا تو اس کی طرف ضرور رہنمائی کرتے تھے،جبکہ دوسرے علما ایسا قطعاً نہیں کرتے، چنانچہ حافظ صاحب سے ایک سوال کیا گیا جس کے جواب میں حافظ صاحب نے حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ کے مضمون کی طرف سائل کی رہنمائی فرمائی، اس مضمون کا مکمل حوالہ بتایا کہ وہ الاعتصام کی اتنی جلد اور اتنے نمبر شمارے میں چھپا تھا۔ وہ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:ایک اسٹکر لاہور سے چھپا ہے جس میں پکارو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت فرمائیں اوردلائل تحریر کریں۔ پکارو یا محمد صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ

یا محمد یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہنے والا خوش نصیب ہے۔اورشرک وبدعت کہنے والا منکر قرآن وحدیث ہے۔امام بخاری اور دیگر محدثین لکھتے ہیں جب تکلیف اور پریشانی ہو تو پکارو: یا محمد! یارسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔ فرقہ پرست اہل حدیث نے حدیث سے لفظ ''یا'' کاٹ دیا اور حدیث دشمنی کا ثبوت دیا۔

حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ بزم خیر اندیش ۴۹ عمر دین روڈ وسن پورہ، لاہور ۳۹

شیخ محمد الیاس گوجرانوالہ

جواب: جناب کا مکتوب موصول ہوا۔ گزارش ہے آپ اس سلسلہ میں جماعت کے موقر جریدہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور جلد ۴۳ شمارہ نمبر ۳۷ ص ۱۰ تا ۲۰ میں حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کا مضمون ''ندا لغیر اللہ شرک وبدعت ہے یا نہیں۔'' ضرور پڑھیں اس سے آپ کو کافی معلومات مہیا ہوں گی۔ ان شاء اللہ المنان

۱۴/۳/۱۲ھ [احکام ومسائل ص ۴۹]

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا حوالہ

سوال: بعد الصلوۃ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے اور دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟ ابو عبدالقدوس ضلع شیخوپورہ

جواب: رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، منہ پر ہاتھ پھیرنے والی روایت میں اہل علم کے دو قول ہیں۔ (۱) ضعیف۔ (۲) حسن لغیرہ ہے۔ اس بارہ میں محترم دوست مولانا ارشاد الحق اثری صاحب ﷾ تبارک وتعالیٰ کا ایک مضمون ہفت روزہ جریدہ الاعتصام جلد ۴۸ شمارہ ۶۵ میں شائع ہوا تھا تحقیق کی خاطر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

مولانا عبدالعلیم علوی صاحب کا احترام

حافظ صاحب چار رکعات والی نماز کے پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنے کے قائل تھے۔ آپ اسے فرض قرار دیتے تھے، ایک دفعہ کسی مسجد میں حافظ صاحب کا درس تھا وہاں پر یہ مسئلہ زیر بحث آ گیا، کسی صاحب نے سوال کیا حافظ صاحب پہلے تشہد میں درود پڑھنے کی کیا دلیل ہے؟ حافظ صاحب نے کہا دوسرے تشہد میں درود شریف پڑھنے کی کیا دلیل ہے۔ تو سائل نے کہا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ حافظ صاحب نے فوراً کہہ دیا یہ دلیل تو

پہلے تشہد پر بھی لگتی ہے۔آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ دوسرے تشہد کے لیے خاص ہے پہلے کے لیے نہیں تو وہ خاموش ہو گئے۔

حافظ صاحب کے جانے کے بعد لوگوں میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہوتی رہی۔اس درس میں مولانا عبدالعلیم علوی صاحب مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ بھی تشریف فرما تھے۔انھوں نے بعد میں حافظ صاحب کے رد میں مضمون لکھ دیا جو اہلحدیث رسالہ میں چھپا۔جب یہ مضمون چھپا تو کئی دوستوں نے حافظ صاحب سے کہا آپ اس کا جواب لکھیں۔لیکن حافظ صاحب اتنی بات کہہ کر انکار کر دیتے کہ ان کا یہ مضمون میری بات کا جواب نہیں بنتا۔مولانا فاروق اصغر صارم صاحب رحمہ اللہ ایک دفعہ حافظ صاحب کے گھر گئے اور کہنے لگے حافظ صاحب اگر آپ نے جواب نہیں دینا تو پھر میں اس کا جواب دیتا ہوں۔اس مضمون کا جواب دینا بڑا آسان ہے یہ یہ چیزیں انھوں نے بیان کی ہیں اور اس کا اس طرح جواب بڑی آسانی سے اور بڑا اچھا کر کے دیا جا سکتا ہے۔حافظ صاحب نے ان سے کہا جواب آپ نے بالکل نہیں دینا۔انھوں نے اصرار کر کے پوچھا کیوں نہیں دینا تو حافظ صاحب نے کہا وہ عالم دین ہیں، استاذ ہیں اگر ان کے مضمون کا جواب دیا تو ان کو تکلیف پہنچے گی ان کے دل میں نفرت پیدا ہو گی۔آپ کی مہربانی رہنے دو۔پھر وہ بھی جواب لکھیں گے پھر جواب در جواب کی نوبت آئے گی آپ رہنے دیں۔

پھر ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں علوی صاحب تشریف لائے تو حافظ صاحب ان سے اٹھ کر ملے۔علوی صاحب کو جب موقع ملتا جمعہ حافظ صاحب کے پیچھے ادا کرتے۔ایک دفعہ علوی صاحب، حافظ صاحب کا خطبہ سن رہے تھے کہ دوران خطبہ حافظ صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی، حافظ صاحب نے علوی صاحب کو کہا آپ خطبہ مکمل کر دیں میری طبیعت ناساز ہو گئی ہے چنانچہ بقیہ خطبہ علوی صاحب نے مکمل کیا۔یہ واقعہ صبح درس کے بعد حافظ صاحب نے ہمیں سنایا کہ کل اس طرح ہوا ہے طبیعت زیادہ ہی ناساز ہو گئی تھی جس کی وجہ سے میں خطبہ مکمل نہیں کر سکا۔مضمون کا جواب نہ دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حافظ صاحب کے پیچھے خطبہ ادا کرتے اور حافظ صاحب کا انداز یہ ہوتا کہ آگے ہو کر ملتے، محبت ہو تو مسئلے بھی سیدھے ہو جاتے ہیں اگر نفرت ہو تو مسئلے خراب ہو جاتے ہیں۔

صوفی عیش محمد صاحب کا احترام

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر درس قرآن کے بعد ہم چند لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے باہر سے صوفی عائش محمد صاحب کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا، وہ وضو کرنے کے لیے طہارت خانے کی طرف گئے تاکہ تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد حافظ صاحب کے پاس بیٹھیں، لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد حافظ صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور آگے بڑھ کر صوفی صاحب کو سلام کیا اور ان کو گلے لگایا۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد صوفی صاحب آپ سے پوچھنے لگے کہ مجھے کوئی کتاب بتائیں جو میں پڑھا کروں، تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: ''آپ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھا کریں۔'' صوفی صاحب یہ سن کر بڑے محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ سے بھی یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے بھی مجھے آپ جیسا جواب دیا تھا۔ اس واقعہ کا حافظ شاہد صاحب کے ساتھ میں بھی شاہد ہوں۔

مولانا محمد حسین ظاہری صاحب کا احترام

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ کا صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس تھا۔ گوجرانوالہ سے مولانا عثمان غنی صاحب مدرس جامعہ اکرام العلوم لدھیوالہ ساتھ گئے تھے۔ مولانا عثمان غنی صاحب نے بتایا جب ہم ادھر سے روانہ ہوئے تو مولانا محمد حسین ظاہری صاحب کا فون آیا۔ حافظ صاحب آپ نے اوکاڑہ آنا ہے تو واپس میں نے آپ کے ساتھ گوجرانوالہ آنا ہے۔ اس لیے ایک سیٹ میرے لیے خالی رکھنا۔ حافظ صاحب اوکاڑہ پہنچے وہاں درس دیا۔ درس کے بعد مدرسہ والے حافظ صاحب کو کھانا کھلانے کے لیے لے گئے۔ مولانا عثمان صاحب نے بتایا جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو پھر ادھر ہی سے واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور مولانا ظاہری صاحب اس وقت وہاں نہ پہنچے۔ جلسہ میں شاید کسی ملاقاتی سے مصروف ہو گئے یا جو بھی ہوا وہ پیچھے رہ گئے۔ حافظ صاحب گاڑی میں بیٹھے اور ہم واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم جب اوکاڑہ شہر سے تقریباً دس کلومیٹر باہر نکل آئے تو ظاہری صاحب کا حافظ صاحب کو فون آیا: حافظ صاحب آپ مجھے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ حافظ صاحب کہنے لگے: آپ وہاں آئے ہی نہیں تھے تو اب آپ کدھر ہیں وہ کہنے لگے میں لالہ زار (علاقہ، محلّہ) میں ہوں۔ بس اتنی سی بات سے موبائل کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ انھوں نے پھر فون کیا اور پھر لالہ زار کہنے

کے بعد موبائل بند ہو گیا۔ دو تین دفعہ ایسا ہوا پھر فون آیا اور ظاہری صاحب نے جگہ بتائی میں یہاں ہوں۔ حافظ صاحب فون سننے میں مصروف تھے۔ادھر ڈرائیور نے گاڑی تیز، سپیڈ سے چلانی شروع کردی۔مولانا عثمان فرماتے ہیں: ہم نے تقریباً بارہ کلومیٹر سفر طے کر لیا تھا۔حافظ صاحب نے ڈرائیور کو کہا گاڑی پیچھے موڑو اور مولانا ظاہری صاحب کو بٹھاؤ۔ڈرائیور نے کہا حافظ صاحب ہم دور نکل آئے ہیں آپ ان سے معذرت کر لیں لیکن حافظ صاحب نے ڈرائیور کی بات نہ مانی اور اسے واپس جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم واپس آئے اور ظاہری صاحب کو ساتھ لیا پھر گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ حافظ صاحب کی فراخ دلی اور علما کی عزت افزائی تھی اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر وثواب کی امید تھی، ورنہ کون ہے جو اپنی گاڑی پر ہو اور دوسروں کو بٹھائے اور پھر اتنی دور نکل جانے کے بعد واپس پلٹے اور ساتھ بٹھا کر گوجرانوالہ لائے، یقیناً حافظ صاحب کی ایسی نیکیاں ہی ہیں جو ان کی باقیات صالحات میں شمار ہوں گیں، یہی وجہ تھی کہ علما اور عوام ان سے محبت کرتے ہیں اور کرتے تھے۔

مولانا منظور احمد صاحب کا احترام

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسؤول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: مولانا منظور احمد صاحب شیر پنجاب نے حافظ صاحب کی وفات کے بعد جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں انھوں نے بتایا کہ میں ابھی خطابت کے میدان میں نیا نیا داخل ہوا تھا کسی بھائی نے میرا جمعہ نور پور گاؤں میں رکھا، میں اکیلا ہی نور پور پہنچ گیا وہاں اڈے پر اتر کر کسی سے پوچھ کر مسجد میں پہنچ گیا، میں جب مسجد میں پہنچا تو دیکھا وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے جس کی جوانی ڈھل چکی تھی میں نے اسے کہا بابا جی آپ کو نہیں پتا میں نے ادھر جمعہ پڑھانا ہے؟ میں آ گیا ہوں، میں نے نہانا ہے کوئی صابن تولیہ تیل وغیرہ کا بندوبست کرو۔ بابا جی کہنے لگے آپ غسل خانے میں داخل ہوں میں ابھی تیل تولیہ صابن لے آتا ہوں۔ میں غسل خانے میں داخل ہوا اور وہ گھر گئے تیل تولیہ صابن لے آئے، پھر جب میں نہا کر باہر نکلا تو انھوں نے میرے لیے چائے بسکٹ وغیرہ کھانے پینے کی چیزیں لا رکھیں اور کہنے لگے آپ کھائیں میں ابھی آتا ہوں، وہ چلے گئے پھر مسجد میں دو آدمی آئے تو وہ میرے پاس بیٹھے، میں نے ان سے پوچھا اس گاؤں کے حافظ عبدالمنان صاحب ہیں؟ سنا ہیں وہ بڑے نیک آدمی ہیں اور بڑے عالم ہیں؟ وہ مجھے کہنے لگے

ادھر ہی ہیں ابھی آ جاتے ہیں، اتنی دیر میں وہی بزرگ مسجد میں داخل ہوئے تو ان آدمیوں نے مجھے بتایا یہ حافظ عبدالمنان صاحب ہیں، آ گئے ہیں۔ میں نے جب دیکھا کہ یہ تو وہی ہیں جنھوں نے مجھے تولیہ صابن تیل لا کر دیا تھا، اور میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں پیش کی تھیں تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، میں لڑکھڑانے لگ گیا کہ اتنے بڑے عالم سے میں کام کرواتا رہا ہوں، میں نے انہیں کہا اب میں جمعہ کیسے پڑھاؤں؟ کیا میں آپ کی موجودگی میں جمعہ پڑھاؤں؟ حافظ صاحب نے مجھے کہا ہم آپ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لیے ہی آئے ہیں آپ ہی جمعہ پڑھائیں گے اور ہم سنیں گے آپ پڑھائیں۔ حافظ صاحب کے اصرار کرنے سے میں نے جمعہ پڑھایا۔ خطبہ جمعہ کے بعد پھر حافظ صاحب نے میری مہمانی کی اور پھر مجھے اڈے تک چھوڑنے آئے، اڈے پر آ کر انھوں نے مجھے دو سو روپے دیے، میں نے بہت انکار کیا کہ آپ نے میری بہت عزت و توقیر کی ہے اب یہ پیسے رہنے دیں، لیکن انھوں نے مجھے دے ہی دیے اور ساتھ ساتھ کہتے آپ اتنی دور سے آئے ہیں، کرایہ لگا کر آئے ہیں یہ آپ کا حق ہے اور یہ ہم آپ کو کم دے رہے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب فرمانے لگے میں نے ایسا عاجز اور خطباء کی عزت و توقیر کرنے والا شیخ الحدیث کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ صاحب دین کی خدمت کرنے والے علما، خطبا اور مدرسین کی دل و جان سے قدر کرتے تھے ان کا احترام کرتے تھے، ہر کسی کو اپنے سے زیادہ نیک گمان کرتے تھے، کسی کی تحقیر توہین نہیں کرتے تھے اور نہ کرنے دیتے تھے۔ علما کو ان کے مقام پر پہنچانے والا اب کوئی نظر نہیں آتا۔

مولانا منظور احمد صاحب کے لیے دعا

ایک دفعہ خوشاب کی طرف جاتے ہوئے شیر پنجاب مولانا منظور احمد صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا ،مولانا صاحب کو چوٹیں آئیں، حافظ صاحب کو جب واقعہ کی خبر ہوئی تو حافظ صاحب نے خطبہ جمعہ میں ان کے لیے دعا کرائی، اور دعا سے قبل مولانا صاحب کا ذکر ایسے انداز میں کیا کہ سننے والوں کے دلوں میں مولانا منظور صاحب کی محبت پیدا ہوگئی، اب انھوں نے مولانا صاحب کی محبت دل میں سما کر دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے مولانا صاحب کو بہت جلد شفا عطا فرما دی۔ حافظ صاحب کا اعلان یہ تھا: جماعت کے

مایہ ناز خطیب، شیر پنجاب، حضرت مولانا محمد منظور احمد صاحب ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوئے ہیں، ان کی صحت کے لیے دعا کریں، اللہ تعالیٰ انھیں جلد از جلد صحت یاب کرے۔ جب میں نے یہ بات مولانا منظور احمد صاحب کو بتائی تو کہنے لگے: یہ کیسٹ اگر مل جائے تو مجھے ضرور پہنچانا بزرگوں کی دعائیں سننے سے ہی ہمیں سکون مل جائے گا۔

یہ حافظ صاحب کے دل کی صفائی تھی کہ ایک عالم دین کا نام بڑے ادب واحترام سے لے رہے ہیں، جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ کے دل میں تکبر نہیں تھا، آپ کسی کو حقیر نہیں جانتے تھے۔ اسی لیے تو مولانا منظور صاحب حافظ صاحب کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے، اور کرتے ہیں۔

مولانا عبداللہ نثار صاحب کو اھلاً و سھلاً

مولانا عبداللہ نثار صاحب نے جب سرفراز کالونی میں حافظ صاحب کی ساتھ والی گلی میں رہائش اختیار کی تو حافظ صاحب خود ان کو ملے اور انہیں کہا یہ مسجد (قدس المعروف حافظ عبدالمنان صاحب والی) آپ کی مسجد ہے۔ آپ کا جب دل چاہے درس دیں، آپ کا کوئی مہمان آئے اسے نماز کے لیے آگے کھڑا کریں اس سے درس دلوائیں، آپ کو اجازت ہے۔ حافظ صاحب کی یہ باتیں سن کر مولانا عبداللہ نثار صاحب بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے حافظ صاحب ہم تو خود اپنی تربیت کے لیے آئے ہیں۔ یہ حافظ صاحب کی کمال حکمت عملی تھی کہ نئے آنے والے مہمان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہا اور ان کے لیے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا انہیں اپنے قریب کیا محبت دی، حسد ونفرت، بغض وکینہ جیسی بیماریوں کو پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

قاری حنیف ربانی صاحب کی حوصلہ افزائی

مولانا عمران ربانی صاحب نے مجھے بتایا: حافظ صاحب علماء کرام سے بہت زیادہ محبت کرنے والے انسان تھے۔ عوامی علماء کرام سے بھی بہت پیار اور محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ جامع مسجد ابوبکر چندا قلعہ میں حافظ صاحب کا ترمذی کی آخری حدیث پر درس تھا۔ اس کے بعد قاری حنیف ربانی صاحب کی تقریر تھی۔ حافظ صاحب نے جب درس ارشاد فرمالیا تو ربانی صاحب، حافظ صاحب کو کہنے لگے آپ اندر تشریف لے جائیں۔ عمران ربانی صاحب فرماتے ہیں میں نے حافظ صاحب کو کہا آپ مہمانوں کے

پاس اندر تشریف لے آئیں، حافظ صاحب کہنے لگے میں یہیں بیٹھوں گا اور ربانی صاحب کی تقریر سنوں گا۔ پھر حافظ صاحب نے ربانی صاحب کی ساری تقریر سنی۔ تقریر کے بعد حافظ صاحب نے ربانی صاحب کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ بڑے خوش ہو کر ان سے معانقہ کیا۔ مولانا عمران ربانی صاحب فرمانے لگے کوئی مولوی صاحب کسی دوسرے مولوی صاحب کی تقریر نہیں سنتا، لیکن حافظ صاحب نے ربانی صاحب کی مکمل تقریر سنی، جبکہ ربانی صاحب حافظ صاحب کے ادب و احترام کی وجہ سے انہیں مہمانوں کے پاس چلے جانے کا کہہ رہے تھے۔

قاری حنیف ربانی صاحب اخلاقاً بہت اچھے آدمی ہیں، ایک دفعہ سمبڑیال لودھی کے میں میرے دوست حافظ عابد الٰہی صاحب اور مولانا غلام مصطفیٰ فاروق صاحب نے اپنے سالانہ پروگرام میں مجھے مدعو کیا، اس پروگرام کے بڑے مقررین میں قاری حنیف ربانی صاحب بھی تھے، میں نے ربانی صاحب کو کہا آپ اس پروگرام میں مجھے ساتھ لے جانا، قاری صاحب مجھے ساتھ لے کر بھی گئے اور واپس مجھے گھر کے دروازے پر الوداع کر کے بھی گئے، جبکہ میرے گھر کا رستہ انہیں صرف میرے لیے استعمال کرنا پڑا تھا۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب کا احترام

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: اتنی بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود استاد کے احترام کا یہ حال تھا کہ اپنے ہر چھوٹے بڑے استاد کا نام بڑے ہی احترام سے لیتے تھے شاگردوں پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ میں نے عرض کی جامع مسجد عرفات کے لیے چندے کی ضرورت ہے تو خود ہی جامع مسجد قدس سے چندہ جمع کر کے میرے گھر بھیج دیا۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: دوسری مثال میرا ایک دعاء کے موضوع پر رسالہ ہے اس کی خطبہ جمعہ میں اور احکام ومسائل میں اور دیگر مواقع پر بڑی تعریف فرماتے تھے۔ کوئی پوچھتا کہ اس موضوع پر کون سی کتاب ہے تو اس رسالہ کے متعلق رہنمائی فرماتے۔ میں جب بھی کوئی کتاب لکھ کر نظر ثانی کی گزارش کرتا تو فرماتے تم ٹھیک ہی لکھتے ہو چھپوا دیا کرو۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۸)]

مولانا محمد صفدر عثمانی صاحب کے پیچھے خطبہ

ابو الانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری اپنا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں: قاری محمد طیب

صاحب بھٹوی ﷾ جامع مسجد علی اہل حدیث (پیپلز کالونی، گوجرانوالہ) میں خطیب تھے۔ جب وہ حج پر روانہ ہوئے تو اپنی مسجد میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری مجھے سونپ گئے۔ میں ان کی مسجد میں خطبہ دینے کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ بھی مسجد میں نوافل پڑھنے میں مصروف ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو بھی انتظامیہ مسجد میں سے کسی شخص نے خطبہ جمعہ دینے کا کہہ دیا تھا، اسی لیے حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ علیک سلیک کے بعد جب حقیقت حال منکشف ہوئی تو میں نے کہا: استادِ محترم! آج جمعہ آپ ہی پڑھائیں، لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آپ کو مسجد کے خطیب اور امام نے کہا تھا، اس لیے خطبہ آپ ہی دیں گے۔ میں نے بہت اصرار کیا اور ان کی منت سماجت کی کہ آپ ہی خطبہ ارشاد فرمائیں، لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں یہاں جمعہ پڑھ لیتا ہوں، وگرنہ میں قریب ہی الفتح مسجد میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے پاس جمعہ پڑھنے چلا جاتا ہوں۔ میں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ استادِ محترم! آپ کی موجودگی میں مَیں کیسے جمعہ پڑھاؤں گا؟ حافظ صاحب رحمہ اللہ مسکرا کر فرمانے لگے کہ جیسے آپ اپنی مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔ بالآخران کے انکار پر میں نے وہاں جمعہ پڑھایا اور آپ نے میری اقتدا میں جمعہ پڑھا۔

علامہ البانی اور شیخ ابن باز رحمہما اللہ کی غائبانہ نماز جنازہ

علامہ البانی رحمہ اللہ کی وفات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز سوموار، سوا پانچ بجے نماز مغرب سے چند منٹ قبل ہوئی۔ جب علامہ البانی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر حافظ صاحب کو ملی تو حافظ صاحب نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نماز جمعہ کے بعد جامعہ محمدیہ میں پڑھائی۔ اسی طرح شیخ ابن باز کی وفات کی خبر ملی تب ان کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

حافظ صاحب کو اہل علم سے بہت محبت تھی ان کے قدردان تھے، ان کی نماز جنازہ پڑھنے کو اپنا حق سمجھتے تھے میرے خیال میں ہمارے شہر میں کسی اور نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، جبکہ حافظ صاحب اس سلسلہ میں ذرا برابر بھی کوتاہی اور غفلت نہیں کرتے تھے۔

والد گرامی کا احترام

حافظ صاحب جہاں اپنے اساتذہ کرام کا احترام بجالاتے وہاں اپنے والد گرامی کا بھی احترام بجا

لاتے۔مولانا عبدالوحید ساجد فرماتے ہیں: آپ اپنے والدگرامی قدر جناب عبدالحق مرحوم کا بڑا احترام کرتے اطاعت اورخدمت میں پیش پیش ہوتے۔ایک مرتبہ بیمار ہوگئے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور روتے جارہے تھے ہم نے سمجھا شاید بیماری کی وجہ سے پریشان ہیں اور رو رہے ہیں چنانچہ ہم نے پوچھا تو والد محترم کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ان کی خدمت کرنا تو میرا حق ہے لیکن میں ان سے (بوجہ بیماری)خدمت لے رہا ہوں۔فرماتے ہیں آپ اپنے والدِ گرامی قدر جناب عبدالحق کا بے حد احترام کرتے تھے اوراپنے ہر خط کے اختتام پر ابن عبدالحق بقلمہ رقم فرماتے اوراپنے آساتذہ کا احترام تو اُن کے خمیر میں گندھا ہوا تھا۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۲۶)]

علما کی عزت کا دفاع

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيْهِ لا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَن يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . ثُمَّ تَلا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاِنَّ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ .

"ابودردا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی آبروریزی یعنی اس کی غیبت کرنے سے روکے اور اس کا دفعیہ کرے تو اللہ پر اس کا حق ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بچائے یا اس سے دوزخ کی آگ کو دور کردے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول"کان حقا" کو ثابت کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی: ﴿كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[روم:۴۷] یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مومنین کی مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ [(شرح السنہ)]

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں ایک مولوی صاحب آئے انھوں نے حافظ صاحب کے سامنے یہ کہہ دیا علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے زیادہ کام لیا ہے، ان سے کام کروایا ہے۔یعنی البانی رحمہ اللہ کا زیادہ کام ان کے شاگردوں کا کام ہے۔یہ بات سن کر حافظ صاحب غصہ بھرے انداز سے کہنے لگے: آپ بھی اپنے شاگردوں سے کام لے لیں۔(شاگردوں سے کام لینا کون سا آسان ہے؟) حافظ صاحب رحمہ اللہ کا مطلب تھا شاگردوں سے کام لینا بھی بڑا کام ہے۔ہر کوئی شاگردوں سے کام نہیں لے سکتا اور نہ کوئی لیتا ہے اور نہ ہر کسی کے شاگرد اپنے استاذ کے لیے کام کرتے ہیں۔استاذ میں قابلیت اور اہلیت ہو تو پھر ہی کام ہوتے

ہیں ویسے باتیں کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں ادھر ایک مولوی صاحب ہیں وہ اپنے ساتھ ہر قسم کا لقب پسند کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے کچھ بھی نہیں پسند کرتے۔ ان کی مجلس اڑھائی اڑھائی گھنٹے کی ہوگی ہر کام کرنے والے پر تنقید کریں گے لیکن انھوں نے خود ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ اور نہ انھوں اپنے شاگردوں سے آج تک کچھ کروایا ہے۔ اور نہ ہی ان کے شاگردوں نے ان کیلیے کچھ کیا ہے۔

۹ اگست ۲۰۰۹ء کو جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کی تقریب بخاری تھی۔ خطبہ جمعہ کے لیے مولانا عبدالرزاق ساجد صاحب کی خدمت حاصل کی گئی۔ مولانا عبدالرزاق ساجد صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا تو ایک صاحب جس کو جامعہ کی انتظامیہ نے اسٹیج سیکرٹری مقرر کیا تھا وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور مائیک پکڑ کر ایک قاری صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے زور زور سے پکارنے لگے۔ چنانچہ وہ قاری صاحب آ گئے اور امامت مصلی پر کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھانی شروع کر دی۔ مولانا عبدالرزاق ساجد صاحب نے صف میں کھڑے ہو کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

یہ واقعہ صبح نماز فجر کے درس کے بعد ایک صاحب نے حافظ صاحب کو سنایا، واقعہ سنانے کے بعد انھوں نے کہا کہ اس بات کا تذکرہ انتظامیہ سے ہوا ہے وہ کہتے ہیں ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا کہ اسٹیج سیکرٹری نے یہ کرنا ہے۔

اس واقعہ میں چونکہ ایک طرف مہمان کی بھی توہین تھی اور دوسری طرف مسنون طریقے سے بھی روگردانی تھی۔ (کیونکہ خطبہ جمعہ اور نماز دونوں نبی ﷺ خود ہی پڑھاتے تھے) حافظ صاحب نے یہ بات سن کر غصے کا اظہار کیا اور فرمانے لگے: انتظامیہ والوں کو چاہیے تھا کہ وہ فوراً کھڑے ہو جاتے اور کہتے نماز جمعہ مولانا عبدالرزاق ساجد صاحب ہی پڑھائیں گے۔ اب انتظامیہ سو بار بھی کہے کہ ہمیں علم نہیں تھا یہ انہیں پر پڑتا ہے کیونکہ اسٹیج سیکرٹری انھوں نے بنایا تھا۔ پھر حافظ صاحب نے اپنا واقعہ بیان کیا: جب علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اور لکھوی صاحب کے درمیان اختلاف چل رہا تھا ان دنوں ہمارے محلے کی جامع مسجد قدس میں ایک جلسہ تھا اس کا اسٹیج سیکرٹری میں تھا۔ ان دنوں ایک مولوی صاحب خطابت کے میدان میں نئے نئے ابھر رہے تھے جلسہ میں ان کا بھی خطاب تھا انھوں نے خطاب فرمایا۔ پہلے تو کتاب وسنت کی باتیں کرتے رہے پھر ان کی تقریر کا رخ لکھوی صاحب کی طرف ہونے لگا تو میں نے کھڑے ہو کر کہا: مولوی صاحب آپ ہمیں کتاب وسنت سنا رہے ہیں وہی سناؤ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہم

نہیں سننا چاہتے اور نہ آپ ہمیں سنائیں ہم اپنے بزرگوں کے خلاف کوئی بات نہیں سنے گیں۔ یہ بات سن کر مولوی صاحب کہنے لگے: ایک منٹ یعنی ان کا مقصد تھا کہ میں تھوڑی سی بات لکھوی صاحب پر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر اسٹیج سے نیچے اتار لیا اور دوسرے مقرر کا نام لے کر اسے تقریر کی دعوت دی۔

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب نے یہ واقعہ اپنے الفاظ میں تحریر فرمایا ہے جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں، فرماتے ہیں: علما کے متعلق توہین آمیز کلمہ کسی کی زبان سے بھی برداشت نہ کرتے۔ حتیٰ کہ غیر مسلک کا عالم ہی کیوں نہ ہو۔

جامع مسجد قدس اہل حدیث المعروف حافظ عبدالمنان والی سرفراز کالونی گوجرانوالہ کی انتظامیہ نے ایک جلسہ کا پروگرام تشکیل دیا جس میں مناظر اسلام حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کو بھی مدعو کیا گیا۔ ایک ہونہار طالب علم جو حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کی طرز پر بہت اچھا اور بڑا پر جوش خطاب کرتا تھا، انتظامیہ کے ایک صاحب نے ان کو دعوت دی، وہ بھی آ گئے اور سب سے پہلا خطاب شروع ہوا۔ ضیاء الحق کی حکومت کا دور تھا۔ مرکزی جمعیت کے دو دھڑے ہو چکے تھے۔ ایک میاں فضل حق کا جس کے امیر مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ تھے اور دوسرا دھڑا علامہ احسان الحق ظہیر شہید رحمہ اللہ کا، علامہ صاحب ضیاء الحق کے لائے ہوئے شریعت بل کے مخالف تھے جب کہ دوسرا دھڑا شریعت بل کے حق میں تھا۔ اب یہ خطاب کرنے والا جوشیلا خطیب حضرت علامہ صاحب کے گروہ سے منسلک تھا اور پھر اس نے جوش خطابت میں شریعت بل ماننے والوں کی خبر لینا شروع کی اور للکارا۔ درباری ملاں سن لو۔ حافظ صاحب قریب ہی تشریف فرما تھے۔ فرمایا: مولوی صاحب اپنی تقریر میں کسی کی تحقیر مت کرو خطیب نے آستین چڑھاتے ہوئے پھر للکارا۔ آؤ میں بتاؤں درباری ملاں کون ہے۔ بس پھر لمحہ بھر میں حافظ صاحب جوش سے اٹھے اور پورے غصے کے ساتھ خطیب کو گریبان سے پکڑا، دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ساتھ رکھی ہوئی کرسی پر رکھ کر فرمانے لگے مولوی صاحب! (اچھے بیٹھو) یہاں بیٹھو۔ علما کی توہین کیوں کرتے ہو، یہ برداشت نہیں۔ اب مولوی صاحب کانپ رہے تھے اور اسٹیج سیکرٹری نے دوسرے مقرر کو دعوت خطاب دی۔ [(الحرمین اپریل ۲۰۱۲)]

اس مصلیٰ کے وارث سے پوچھو:

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: آج سے پندرہ سال قبل رمضان ۱۴۱۷ھ میں حضرت حافظ

صاحب کو پہلی بار دیکھنے کا موقع ملا، جب آپ جامع مسجد مکرم اہلحدیث، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ میں نمازِ تراویح میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ (حافظ صاحب ماڈل ٹاؤن میں کسی کی عیادت کے لیے تشریف لائے تھے تو عشاء کا وقت ہوگیا تھا اس لیے آپ یہاں نماز پڑھنے آئے تھے، اور یہ حافظ صاحب کی صالحیت تھی کہ جہاں کہیں بھی جاتے وہاں نماز کا وقت ہو جاتا تو وہاں قریب مسجد میں نماز پڑھتے، اور اگر نمازِ تراویح کا وقت ہوتا تو نمازِ تراویح وہاں امام کے پیچھے مکمل ادا کرتے۔ مرتب) حافظ شاہد صاحب فرماتے ہیں: اس وقت وہاں ہم چند طالب علم جمع تھے تو کسی نے بتایا کہ آج مسجد میں حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب بھی نمازِ تراویح ادا کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا نام تو سنا ہوا تھا لیکن ان سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ نمازِ تراویح سے فارغ ہوئے تو چند لوگ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور ان کی مزاج پرسی کرنے لگے ہم طالب علم بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور ان کی گفتگو سے مستفید ہونے لگے۔ اسی دوران میں نے حضرت حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ جب امام نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی قراءت کرے تو مقتدی اس کے جواب میں ''سبحان ربي الأعلى'' پڑھے گا یا نہیں؟

یہ سن کر حضرت حافظ صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور امام مسجد کی طرف (جو نمازِ تراویح سے فراغت کے بعد ابھی تک جائے نماز ہی پر بیٹھے ہوئے تھے) اشارہ کرنے کے بعد فرمانے لگے:

''یہ مسئلہ ان سے جا کر پوچھو۔''

میں نے پھر ان سے پوچھا اور جواب دینے پر اصرار کیا لیکن میرے اصرار کے باوجود ان کا یہی جواب تھا کہ یہ مسئلہ انھی سے جا کر دریافت کرو۔

اس وقت تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جواب نہیں دیا حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جواب سن کر کم عمری کے باوجود اس وقت بھی دل میں یہی خیال آیا کہ دراصل آپ کسی دوسرے فرد کی امامت و ریاست والے مقام پر خود نمائی سے گریز کر رہے ہیں۔ اور مدت العمر آپ کا یہی وتیرہ رہا کہ جب آپ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو وہاں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی قطعاً کوئی کوشش نہ کرتے، اور اگر نماز کا وقت ہوتا تو از خود آگے بڑھنے کی کوشش نہ فرماتے، بلکہ اگر کوئی امامت کروانے کے لیے کہتا بھی تو آپ امام مسجد کی اجازت کے بغیر نماز نہ پڑھاتے۔

اسی تواضع اور عجز و انکسار کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظمت و رفعت اور قبولیت فی الارض جیسے انعامات سے نوازا تھا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ». [صحیح مسلم: ۲۵۸۸]

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی سے نوازتے ہیں۔[(مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۵۶)]

شیخ نورپوری رحمہ اللہ اپنے ہم عصر یا سابقہ علما و محدثین کا انتہائی زیادہ احترام کرتے تھے۔ اور ان کی علمی باتیں عام مجالس میں بیان کرتے رہتے تھے۔

حافظ محمد عمران عریف صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: آپ اپنی گفتگو میں ہمیشہ اپنے آپ کو ہم عصر علما اور سابقہ محدثین سے کم تر سمجھتے تھے۔[(مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۶۴)]

نماز جنازہ نہیں پڑھائی

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لا یؤم الرجل فی سلطانه ولا یجلس علیٰ تکرمته إلا بإذنه».

''کوئی آدمی کسی کی بادشاہت میں امامت نہ کروائے اور نہ اس کی عزت کی مسند پر بیٹھے الا کہ وہ خود اجازت دے۔''

حافظ صاحب جب کبھی کسی جگہ درس دینے جاتے تو پھر اس علاقہ کے آس پاس دوسری اور جگہ پر نہیں جاتے تھے۔ جس مسجد میں درس ہوتا صرف ان ہی کے پاس جاتے اور وہیں درس دیتے۔ گوجرانوالہ میں ایک جگہ حافظ صاحب کا درس تھا وہاں قریب کہیں فوتگی بھی ہوئی تھی، کچھ لوگوں نے حافظ صاحب سے کہا آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے جہاں فوتگی ہوئی ہے وہاں کے مولوی صاحب ہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ لوگوں نے بڑا زور لگایا لیکن حافظ صاحب نہ مانے، میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ نے نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھائی؟ تو فرمانے لگے: وہاں کے مولوی صاحب کا حق ہے وہی پڑھائیں اور مجھے تو انھوں نے ویسے ہی دیکھ کر کہہ دیا تھا۔ جبکہ وہاں کے معاملات کا مجھے علم نہیں تھا کل کو کوئی مسئلہ بن جاتا تو پھر ان کے لیے پریشانی بنی تھی۔

یہ حافظ صاحب کی احتیاط تھی جس میں وہاں کے مولوی صاحب کی عزت افزائی تھی۔ بصورت دیگر

حق تلفی تھی، جس سے حافظ صاحب نے غیر محسوس طریقہ سے گریز کیا۔ کیونکہ وہاں کے مولوی صاحب حافظ صاحب کو نہیں کہا تھا نہ کسی ذریعہ سے پیغام بھجوایا لوگوں کا کیا اعتبار وہ تو ہر کسی کو ہی کہہ دیتے ہیں اور اپنے مقامی مولوی صاحب کا ویسے ہی گلہ شکوہ کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے مولوی صاحبان عوام الناس کے باتیں سن کر بڑی جلدی خود آگے ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جس وجہ سے وہاں کے مولوی صاحب ان سے ساری عمر ناراض رہتے ہیں یا فی الوقت کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے یہ کام ہوا ہے۔ قاری سیف اللہ عادل صاحب کے جنازہ میں مولانا اعظم صاحب نے فکر آخرت پر کچھ کلمات کہے، پھر نماز جنازہ کے لیے مولانا فاروق احمد راشدی صاحب کو دعوت دی، راشدی صاحب نماز جنازہ کے لیے تشریف لائے مائیک انھوں نے پکڑ لیا اتنے میں ایک صاحب آگے بڑھے اور انھوں نے راشدی صاحب کو کہا یہ مائیک مجھے پکڑاؤ ادھر کرو یہ مائیک، میرا حق بنتا ہے میں نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ راشدی صاحب نے مائیک انہیں پکڑایا اور واپس صف میں آ کھڑے ہوئے۔

ایک مصنف کا دفاع

ایک دفعہ حافظ صاحب صبح درس اور مجلس کے بعد مسجد محمدیہ سے باہر آئے تو وہاں ایک کتاب کا اشتہار لکھا ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ اشتہار پڑھا اس دوران میں ایک صاحب نے کہا اس کتاب کے مصنف نے دوسری کتابیں دیکھ کر یہ کتاب لکھ دی ہے۔ انھوں نے اس سے ساری نقل کی ہے۔ حافظ صاحب نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا: یہ نقل اس مصنف نے کی ہے۔ آپ نے تو نہیں کی، آپ بھی کوئی ایسا ہی کام کر لیں۔ اور یاد رکھو یہ سارا علم ہے ہی نقل، خاص طور پر کتاب وسنت کا علم ہوتا ہی منقول ہے۔ حافظ صاحب نے یہ باتیں کر کے مصنف کا دفاع کیا۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کی ذات پر کوئی حرف نہیں آنے دیا اس کی عزت کا دفاع کیا اور بات کرنے والے کو چپ کروا دیا۔

ایک دفعہ شیخ یوسف بان سوتر والے نے حافظ صاحب کے سامنے کسی مولوی صاحب کا تذکرہ کیا حافظ صاحب نے اس مولوی صاحب کی تعریف کر دی کہ وہ عالم دین ہیں، شیخ صاحب! وہ حافظ ہیں اور عالم ہیں (یعنی آپ ان کے متعلق اس قسم کی باتیں نہ کریں) حافظ صاحب کسی کا دفاع کرتے تھے تو پورے جارحانہ انداز سے کرتے تھے۔ آپ کا یہ انداز دیکھ کر شیخ صاحب کہنے لگے: حافظ جی تسی تے کسے

دی گل کرن ای نئیں دیندے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: یہ علما ہیں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اپنی اپنی جگہوں پر فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کوئی امام مسجد ہے کوئی خطیب ہے کوئی مدرس ہے۔ دین کے کام میں مصروف ہیں میں کیوں ان کے متعلق بات کروں اور آپ بھی نہ کیا کریں۔

دفاع کا عجیب طریقہ

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے سامنے کہا کہ فلاں عالم دین کو کچھ نہیں آتا۔ آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا اسے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ آتی ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ کیوں نہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ اسے کچھ نہیں آتا...![مجلہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۸۰]

باب نمبر ۹

تدریس

۱۳۸۶ھ تا ۱۴۳۳ھ

«وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ». [(دارمی(٣٦٤٣)]

''بے شک علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔ بے شک انبیا وراثت میں دینار یا درہم نہیں چھوڑتے وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں جو اس میں سے جتنا حاصل کرے وہ اپنا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ وہ بڑا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔

حافظ صاحب تقریباً پچپن سال مسند تدریس پر بیٹھ کر یہ وراثت تقسیم کرتے رہے ہیں۔

آغاز تدریس:

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ ۱۳۷۶ھ میں جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں داخل ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ اور ۱۳۸۲ھ میں چھ سال پڑھنے کے بعد جامعہ محمدیہ سے فارغ ہوا۔ اسی سال عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے مسجد دال بازار میں دارالحدیث مدینۃ العلم کے نام سے مدرسہ شروع کیا۔ تو وہاں سے حافظ محمد رحمہ اللہ صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے حافظ محمد رحمہ اللہ سے استفادہ کے لیے وہاں داخلہ لے لیا۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب آپ بھی یہاں پر پڑھائیں لیکن حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے کہ میں نے حافظ محمد رحمہ اللہ سے پڑھنا ہے۔ یہاں پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر آپ ابتدائی کلاسوں کے کچھ اسباق پڑھائیں اور باقی اوقات میں حافظ رحمہ اللہ صاحب سے پڑھ لیا کریں۔ چنانچہ پھر حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ اسی طرح کیا کرتے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں چار سال اسی طرح پڑھتا اور پڑھاتا رہا۔ چار سال بعد ۱۳۸۶ھ میں مولانا عبداللہ صاحب نے مجھے مستقل استاد مقرر کر دیا۔ اور کہا اب تم سارے اسباق

پڑھایا کرو۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: جب آپ نے ۱۳۸۶ھ میں باقاعدہ سند فراغت حاصل کی تو آپ کو باضابطہ اسی جامعہ میں تدریسی خدمات کے لیے مقرر کرلیا گیا۔ اور یہ بھی کسی اعزاز سے کم نہیں کہ ممدوح مرحوم نے جس محنت اور استقامت سے ابتدا سے انتہا تک ایک ہی جگہ بیٹھ کر تقریباً چالیس سال تک تشنگانِ علوم ومعرفت کو سیراب کیا وہ شاذ ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے بالخصوص یہ کہ مرحوم نہ صرف نظم و نسق میں مثالی تھے بلکہ انتظامیہ کو کہیں آپ سے شکایت نہ ہوئی اور آپ کے تعاون کے رہین احسان رہی بلکہ آپ نے جس حسن کارگردگی، محنت اور لگن سے طلبہ کی تعلیم وتربیت کا مظاہرہ کیا اس کے پیش نظر آپ کا وجود جامعہ کی ضرورت بن گیا اور اگر یہ کہا جائے کہ شیخ المشائخ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے بعد ممدوح مرحوم کا وجود جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی طرف طلبہ اور تشنگانِ علوم کے جذب وتوجہ کی بنیاد اور جامعہ کا شعار و شناخت تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح شیخ المشائخ کے بعد جامعہ کو ممدوح کے وجود مسعود سے نوازا اب ان کے بعد بھی کوئی نعم البدل عطا فرمائے۔ **وما ذلك على الله بعزيز** [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا طارق جاوید عارفی فرماتے ہیں: ۱۹۶۳ء میں حافظ صاحب نے تدریس کا آغاز کیا اور ۱۹۸۶ء میں صحیح بخاری پڑھانے کی سعادت بھی حاصل ہوگئی۔ اس طرح آپ نے کوئی چالیس سال کے لگ بھگ تدریس فرمائی جس میں کم وبیش ۲۵ سال صحیح بخاری پڑھانے کا شرف بھی شامل ہے۔ اس طویل عرصے میں تلامذۃ کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔ ان میں بڑے جید اور نامور علمائے کرام شامل ہیں۔ [(ضیائے حدیث، اپریل ۲۰۱۲)]

تدریس صحیح بخاری

مولانا یونس عتیق صاحب فرماتے ہیں: شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء میں حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے بخاری پڑھانے کا آغاز کیا۔ اس وقت تک آپ کے استاذ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ طلبہ کو بخاری پڑھا رہے تھے۔ لیکن اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں پڑھا سکتے تھے۔ لہٰذا استاذ نورپوری صاحب نے طلبہ کو صحیح بخاری پڑھانا شروع کی۔

جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ صحیح بخاری پڑھاتے

ہوئے بیمار ہو گئے تو آپ کے تینوں معزز اساتذہ کرام (شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب، شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی اور صدر مدرس مولانا محمد عبدالحمید ہزاروی صاحب) کی نگاہیں آپ پر جم گئیں کہ وقت کے بہت بڑے محدث شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی کی جگہ ماہ اگست ۱۹۸۱ء سے آپ ہی جامعہ کے طلبہ کو بخاری پڑھائیں گے۔

آپ کے تینوں بزرگ اساتذہ کرام کا آپ کو کتاب بخاری پڑھانے کے لیے منتخب کرنا بہت بڑا اعزاز تھا۔ کیونکہ استاذ ہی کسی لائق شاگرد کی صلاحیت اور محنت کو دیکھ کر اس کے لیے میدان کا انتخاب کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے اپنے اساتذہ کرام کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو تدریس بخاری کے لیے تیار کر لیا۔ تو اگست ۱۹۸۱ء سے اپنے استاذ عبدالحمید ہزاروی کے زیر سایہ جامعہ محمدیہ میں طلبہ کو مکمل کتاب بخاری پڑھائی اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی صاحب کو صحت عطا فرمائی پھر اگلے سال یعنی شوال ۱۴۰۲ھ بمطابق اگست ۱۹۸۲ء پھر حافظ محمد گوندلوی صاحب ہی طلبہ کو بخاری پڑھاتے رہے۔

اب حافظ محمد گوندلوی بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اور طلبہ ان کے گھر پر جا کر ان سے بخاری کا سبق پڑھتے تھے۔ زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب کی صحت اچھی نہیں رہی۔ لہٰذا ۱۹۸۴ء سے مستقل طور پر حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب ہی طلبہ کو بخاری پڑھاتے رہے۔

مولانا محمد یونس عتیق صاحب (وزیرآباد) فرماتے ہیں: جامعہ محمدیہ کے صدر مدرس مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب تھے۔ انھوں نے دوران تدریس یہ محسوس کر لیا تھا کہ آخری جماعت یعنی بخاری پڑھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور امام بخاری نے جس مجتہدانہ انداز میں بخاری لکھی ہے۔ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ بخاری کی ایک جلد ایک استاذ کے پاس ہو اور دوسری جلد دوسرا استاذ پڑھائے۔ اس طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب طلبہ کو ایک سال جلد اول پڑھاتے ہیں اور استاذ حافظ عبدامنان صاحب نورپوری طلبہ کو دوسری جلد پڑھاتے ہیں۔ اس طرح طلبہ دونوں محنتی اور بزرگ اساتذہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں کی محنت کو قبول فرمائے۔ اور دونوں کو بہتر جزا دے، آمین یارب العالمین۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ۱۱۲)]

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری فرماتے ہیں: محترم ہزاروی صاحب فرماتے ہیں اب مجھے باقی

زندگی میں ہمیشہ قلق رہے گا میں ان کی زندگی میں بھی کہتا اور چاہتا تھا کہ دروس وغیرہ کی مصروفیت کم ہو اور حافظ صاحب کا علمی فیض زیادہ بڑھے تاکہ مزید کچھ اہل فن تیار ہو جائیں جو ہمارے بعد ادارے اور مسلک کی کماحقہ خدمت کا بیڑا اٹھا سکیں۔ [مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۹۴]

انداز تدریس

مولانا محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: ریاض الجنۃ فیروز والہ روڈ پر استاد محترم نے دورہ تفسیر پڑھایا۔ استاد صاحبؒ تین سے چار گھنٹے ایک ہی طریق پر بیٹھے پڑھاتے اور جب کبھی پیشاب وغیرہ کیلئے اٹھتے تو وضو کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھتے اور فرماتے یہ آپ ا کا فرمان ہے کہ دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھو ہم نے عرض کیا کہ آپ پہلے تشریف لائے تھے اس وقت دو رکعت پڑھ لی تھیں فرمایا کہ اب مجلس ختم ہوگئی ہے میں دوبارہ آیا ہوں اب دو رکعت بھی دوبارہ ادا کروں گا کسی نے پوچھا کیا تحیۃ المسجد ضروری ہے تو فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور فرمان ہے اور فرمان رسول وجوب کیلئے ہوتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو۔ پھر وجوب نہ ہوگا مستحب ہوگا مگر اس جگہ کوئی قرینہ نہیں کہ آپ امسجد میں بغیر دو رکعت پڑھے بیٹھے ہوں۔ حافظ صاحب نے جامعہ ریاض الجنۃ فیروز والا روڈ میں ۱۴۱۵ھ ۷ شعبان تا ۲۵ رمضان دورہ تفسیر القرآن کرایا تھا۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہمیشہ وقت پر تشریف لاتے ان کی نسبت سے لیٹ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اگر کبھی کسی اشد مجبوری کی وجہ سے کچھ لیٹ آتے تو رجسٹر حاضری پر وہی وقت لکھتے جب ان کی آمد ہوتی اور روانگی کا بھی وقت جامعہ سے جانے کا ہی لکھتے۔ ہماری طرح ہرگز نہ کرتے کہ سارے دن میں اگرچہ آخری پریڈ پڑھانے کے لیے آتے ہیں لیکن حاضری کے لیے سکول ٹائم مکمل تحریر کر دیتے ہیں سبق کے دوران ہمیشہ چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے کبھی کلاس میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ اگر فارغ ہوتے تو پھر بعض اوقات ایک گھٹنا کھڑا کر لیتے طلبہ آ جاتے تو پڑھانے کے لیے پھر اسی حالت میں بیٹھ جاتے۔ کلاس کے آداب اساتذہ و طلبہ کے لیے انتہائی ضروری ہیں جس قدر ادب واحترام سے بیٹھ کر علم حاصل کیا جائے گا اسی قدر علم میں رسوخ پیدا ہوگا اگر بے ادبی' بے توجہی' بدیا بے دلی سے علم حاصل کرنے کی کوشش کی تو انسان کبھی بھی علم نافع حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے اساتذہ کرام کو بھی مسند کے وقار کا خیال رکھنا چاہیے اور طلبہ بھی کلاس

کے آداب اور علم کے حصول کا احترام ملحوظ رکھیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائیں گے اور انسان عالم باعمل بن سکتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب بغیر ضروری حاجت کے سکول ٹائم میں کلاس روم سے باہر نہیں جاتے تھے اگر طلبہ نہ بھی ہوتے تو کلاس میں ہی تشریف رکھتے۔

سبق کے دوران طلبہ بڑے کھلے دل سے سوال کرتے اور حضرت حافظ صاحب ان کے جوابات دیتے کبھی کبھار یہ سوال و جواب بحث کی صورت اختیار کر لیتے تو حافظ صاحب اس وقت تک سبق آگے نہیں پڑھاتے تھے جب تک زیر بحث مسئلہ پر متعلقہ طالب علم کی تسلی اور تشفی نہیں کروا دیتے تھے بلکہ وہ طلبہ یقیناً بخوبی جانتے ہیں جنہیں حضرت حافظ صاحب سے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو اسکو مناظرانہ انداز میں الزامی اور دوٹوک جواب دیتے اگر تو وہ طالب علم خاموش ہو جاتا تو حافظ صاحب بھی سمجھتے کہ اس کو اسی قدر ضرورت تھی لیکن اگر کوئی طالب علم بار بار سوال کرتا تو آپ سمجھتے کہ یہ کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے پھر اسکی طرف خصوصی توجہ دیتے جب کوئی اہم بات آتی تو اس کی توجہ دلاتے اگر وہ کوئی سوال یا اعتراض نہ کرتا تو خود سوال پیدا کرتے اس کو بتاتے، اور ساتھ جواب بھی سمجھاتے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ استاد ہمیشہ طلبہ کا شوق دیکھ کر ان کے سامنے علم وعرفان کے موتی بکھیرتا ہے۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۲۲)]

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: موصوف طلبہ کی ذہنی استطاعت کے مطابق حل کتب فرماتے مثلاً نہ تو نحو میر میں شرح جامی کے نکات بیان فرماتے اور بعض حضرات کی طرح اپنا علمی رعب جماتے اور نہ ہی شرح جامی میں نحو میر کی بات کر کے بعض حضرات کی طرح دامن چھڑاتے، نہایت وقار سے مسند نشین ہوتے بعض حضرات کی طرح نہ قدم ہائے بابرکت دراز کرتے نہ ہی اونگھتے، کام سے کام رکھنے کا اہتمام فرماتے اور جو بھی کتاب چھوٹی یا بڑی تقسیم نصاب میں ملتی پڑھاتے۔ بعض حضرات کی طرح طلبہ سے متعلق انتظامی امور میں مداخلت سے گریز کرتے البتہ ان کی بزمِ ادب میں کبھی کبھار شرکت فرما کر حوصلہ افزائی کرتے۔ ایک مرتبہ تقریری مقابلہ میں راقم الحروف نے کسی نسبت سے اجتہاد عمری کا جملہ استعمال کیا جس پر بعض طلبہ نے تمسخر کا انداز اپنایا کہ ''اجتہاد فاروقی'' تو سنا ہے مگر یہ اصطلاح تو آج سامنے آئی ہے، ممدوح مرحوم نے مسکراتے ہوئے تنبیہ فرمائی کہ آپ نے اگر آج یہ سنا ہے تو یہ آپ کی

کوتاہی ہے ورنہ اصل لفظ تو یہی ہے اور مستعمل بھی ہے مجھے یاد ہے کہ اس وقت ممدوح مرحوم نے گلاب کا ایک پھول بطور انعام عنایت فرمایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیا صاحب فرماتے ہیں: میں نے آپ رحمہ اللہ سے جامع ترمذی، مقدمہ ابن صلاح، البلاغة الواضحة، ارشاد الفحول للشوكانی، التلويح علی التوضيح للتفتازانی الماتريدتی، هداية الحكمت مع شرحه الميبذی، الفوائد الضيائية المعروف به شرح جامی علی مقدمة فی النحو (كافية) لابن الحاجب، العلم الخفاق فی علم الاشتقاق لصديق حسن خان بهوپالی، شرح شذور الذهب فی معرفة كلام العرب لابن هشام النحوی، کچھ ابتدائی حصہ الفروق للعلامة شهاب الدين القرافی، محيط الدائرة، تفسير الجزء الاول من جامع البيان پڑھی ہیں۔

استاذی المکرم رحمہ اللہ کو تدریس میں اس قدر مہارت تھی کہ کسی بھی کتاب کی پیچیدہ سے پیچیدہ عبارت کا مطلب جلد ہی حل کر دیتے تھے، حتی کہ کئی دفعہ آپ کے سامنے کتاب نہیں بھی ہوتی تھی، زبانی ہی لمبی عبارت کا دوٹوک لفظوں میں مقصود سمجھا دیتے تھے۔ مصنف کی اصل غرض تک بھی آپ کی رسائی ہو جاتی تھی، اگر وہ بات غلط ہوتی تو بھی بتا دیتے، بلکہ اگر عربی عبارت میں کاتب یا مصنف سے غلطی ہوئی ہوتی تو اصلاح کر دیتے اگر کسی جگہ کوئی لفظ یا جملہ گرا ہوتا تو بھی بتا دیتے، ارشاد الفحول وغیرہ کتب اس وقت غیر محقق ہی چھپی ہوئی تھیں، ان میں کافی سقطات سامنے آتے تھے، وہ سب حل فرما دیا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک مشہور فقیہ ومحدث شیخ الحدیث صاحب نے کسی شخص کو ارشاد الفحول دے کر شیخ کبیر حضرت الحافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے پاس بھیجا کہ ایک عبارت کی سمجھ نہیں لگ رہی اسے حل فرما دیجیے اس وقت ہم حافظ محدث گوندلوی کے ہاں صحیح بخاری پڑھ رہے تھے، تو حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ چونکہ بخاری شریف پڑھا رہے تھے، انہوں نے فرمایا یہ ارشاد الفحول حافظ عبدالمنان کے پاس لے جاؤ، وہ اس کا مطلب بتا دیں گے، چنانچہ درسِ بخاری کے بعد وہ کتاب حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کو دکھائی گئی اور ان سے اس عبارت کا استفسار ہوا تو انہوں نے جلد ہی اس کا مطلب واضح فرما دیا، پھر حضرت محدث گوندلوی کو بتایا گیا تو انہوں نے آپ رحمہ اللہ کی تصدیق فرمائی، پھر وہ قاصد ارشاد الفحول لے کر اس شیخ الحدیث صاحب کے پاس چلا گیا۔

ابن بشیر الحسینوی الاثری اپنے مضمون میں لکھتے ہیں حافظ محمد شریف حفظہ اللہ فرماتے: میں نے شیخ نور پوری رحمہ اللہ سے پڑھا ہے اور آٹھ سال پڑھا ہے وہ علوم وفنون میں انتہائی پختہ ہیں ان جیسا مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ ان کو ہر فن میں کوئی نہ کوئی کتاب ضرور یاد ہے۔ میں (حافظ شریف حفظہ اللہ) اور میرے کلاس فیلو شیخ رمضان سلفی حفظہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ) دونوں نے ایک سال شیخ نور پوری رحمہ اللہ سے اضافی وقت لیا تو ہم دونوں نے بائیس کتب مختلف فنون پر ایک سال میں پڑھیں۔

[(مجلہ المکرم اشاعت خاص، نمبر ۱۳ صفحہ ۱۸۰)]

مطالعہ پر رغبت دلانا:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: تدریس کے دوران طلبہ کو محنت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ انہیں مفید کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مجھے بھی شرح شذور الذهب للمجتهد فی النحو علامه جمال الدین أبی محمد عبدالله بن یوسف أنصاری نحوی، الفُروق لشهاب الدین القرافی، بغیة الفحول شرح مختصر الاصول للمحدث الجوندلوی" وغیرہ پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔ آپ" اصولِ فقہ میں امام شوکانیؒ کی کتاب ارشاد الفحول کی تعریف کیا کرتے اور اس کے پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

میں ایک دفعہ حافظ صاحب کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، حافظ صاحب نے بتایا ادھر یہاں میری عربی کی لکھی ہوئی کاپیاں موجود ہیں، جو میں شروع شروع میں لکھتا رہا ہوں کبھی کبھی دیکھنے کا موقع ملتا ہے تو اپنی ابتدائی عربی نویسی پر ہنسی آتی ہے، یہ بات کہہ کر حافظ صاحب ہمیں رغبت دلاتے اور فرماتے آپ بھی عربی لکھا کریں ابتدا میں غلط لکھو گے پھر صحیح لکھنے لگ جاؤ گے ہر کوئی پہلے غلط ہی لکھتا ہے پھر صحیح ہو جاتا ہے۔

"فصاعدًا" کا معنی ومفہوم:

احناف حضرات صحیح مسلم کی ایک حدیث میں فصاعدا کے الفاظ سے اپنا مقصد نکالنے کی کوشش کرتے ہیں

أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «لاَ

صَلاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ »۔
وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ فَصَاعِدًا۔

حافظ صاحب نے ایک دفعہ مجھے ''فصاعدًا'' کا بڑے احسن اور سہل انداز سے مطلب سمجھایا آپ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے، جس طرح ربع دینار چوری کا نصاب ہے، جو ربع دینار چوری کرے گا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے ساتھ اب ''فصاعدًا'' لگا دو تو مطلب یہ بنے گا ربع دینار سے زیادہ بھی چوری کرے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ تو جب یہ سب مانتے ہیں چوری کا نصاب ربع دینار ہے تو اسی طرح یہ بھی ماننا پڑے گا سورۃ فاتحہ نماز ہے تو جس طرح صرف ربع دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اسی طرح صرف فاتحہ پر مقتدی کی نماز ہوگی ''فصاعدًا'' کے بغیر چوری کا نصاب مکمل ہے اسی طرح ''فصاعدًا' کے بغیر مقتدی کی نماز قرأت مکمل ہے۔ ''فصاعدًا'' کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ربع دینار سے زائد کی چوری ہوگی تب ہی کاٹا جائے گا اگر صرف ربع دینار کی چوری ہوئی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب اس حدیث میں ''فصاعدًا'' کے بغیر ربع دینار کی چوری کا نصاب مانتے ہو تو پھر ادھر ''فصاعدًا'' کے بغیر مقتدی کے لیے فاتحہ کیوں نہیں مانتے؟ فما جوابکم فهو جوابنا، اللّٰهم اغفر لعبدك النورفوری و ارفع درجته

ایک درس میں حافظ صاحب نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی تھی:

رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا» کے ساتھ خبر دے رہے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ خبر واقع سے حکایت ہوتی ہے۔ مَا يَقْصُدُ بِهِ الْحَكَايَةُ عَنِ الْوَاقِعِ تو رسول اللہ ﷺ واقع یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نماز اس بات سے خالی نہیں ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہوگی یا پھر فاتحہ اور فاتحہ سے کچھ زائد قرآن پر مشتمل ہوگی، واقع کے اندر جتنی نمازیں ہیں وہ اس طرح ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ مقتدی نے سورۃ فاتحہ بھی نہیں پڑھنی اور آگے بھی کچھ نہیں پڑھنا تو پھر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی خبر واقع کے مطابق نہیں بنتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ واقع کے اندر جو بھی نماز ہے اس میں سورۃ الفاتحہ ہے یا پھر سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کچھ زیادہ تلاوت ہے۔ اور یہ واقع تب بنتا ہے کہ کچھ نمازیں ایسی ہوں جن میں سورۃ الفاتحہ پڑھی

جائے، اور وہ مقتدی کی نمازیں ہیں، اور کچھ نمازیں ایسی ہوں جن میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کچھ زائد قرآن پڑھا جائے، وہ امام اور منفرد کی نمازیں ہیں۔

تو اگر واقع اس طرح بناؤ کہ کچھ نمازیں ایسی ہیں جن میں سورۃ الفاتحہ ہے اور کچھ زائد قرآن ہے اور کچھ ایسی نمازیں ہیں جن میں سورۃ الفاتحہ بھی نہیں ہے اور سورۃ الفاتحہ سے زائد بھی نہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی خبر واقع کے خلاف بن جائے گی۔ نعوذباللہ من ذلك، کتنی بڑی خرابی لازم آتی ہے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ کی کوئی خبر واقع کے خلاف نہیں، خواہ ماضی کے متعلق ہو یا مستقبل اور حال کے متعلق ہو۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ پیغمبر ہیں۔ اور صادق اور امین ہیں۔ ہاں کوئی متنبی ہو تو اس کی خبریں اور پیشین گوئیاں واقع کے خلاف ہوتی ہیں کیونکہ وہ تو نبی ہے ہی نہیں، خوامخواہ اس نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ اصل میں غلطی یہاں لگی ہے کہ فصاعدًا سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ مراد ہے خود سورۃ الفاتحہ کو نکال کر آگے دو تین آیتیں اکیلی مراد لی گئی ہیں۔ حالانکہ صاعدًا کا مطلب اکیلا مراد لینا لغت کے ہی خلاف ہے۔ اس کے ماقبل چیز اس میں شامل ہوتی ہے ہاں کچھ زائد ملا کر۔ ماقبل کو نکال کر صرف زائد کو ہی مراد لینا صاعدًا کا مفہوم نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث پر جو باب منعقد فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔ صاعدًا کے مفہوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھوں نے پوری تشریح اور وضاحت کی ہے غور وفکر اور تحقیق کرنے والے کو صحیح ابن خزیمہ کی طرف مراجعت کرنا چاہیے۔ [باب إیجاب القراءة فی الصلاة بفاتحة الکتاب و نفی الصلاة بغیر قراءتها]

ذمہ داری

حافظ صاحب آج کا کام کل پر مؤخر کرنے کے نہ قائل تھے اور نہ ہی فاعل۔

ہم نے شوال ۱۴۱۸ھ تا شعبان ۱۴۱۹ھ میں حافظ صاحب سے بخاری پڑھی ہے، جب ہماری بخاری اور تفسیر مکمل ہوئی تو حافظ صاحب نے ہمیں اسناد دیں۔ تمام طلبا کی اسناد پر حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوش خط کر کے نام لکھے۔ جب حافظ صاحب نے مجھے اسناد دیں تو میں نے دیکھا دونوں سندوں پر میرا نام لکھا ہوا ہے میں بڑا متعجب ہوا کہ حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوش خط کر کے تمام طلبا کے نام لکھے ہیں جبکہ اس سال ۷۲ طلبا فارغ ہوئے تھے۔ تو اتنے طلبا کے نام دو دو اسناد پر لکھنا پھر خوش خط کر کے لکھنا بہت محنت طلب کام ہے، حافظ صاحب کی لکھائی ویسے بھی خوش خطی کے اصولوں پر بہت خوبصورت

تھی۔ اسناد تقسیم کرنے کے بعد میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ نے یہ نام کب لکھے ہیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کل کا لکھ رہا تھا عشاء تک اتنے ہو چکے تھے پھر عشاء کے بعد لکھنے شروع کر دیے ابھی مکمل نہیں ہوئے تھے کہ نیند آنے لگی پھر میں نے سوچا کہ صبح اسناد تقسیم کرنی ہیں ابھی مکمل کر کے ہی سوتا ہوں، صبح لکھنے کا شاید ٹائم نہ ملے، تو رات سارے نام لکھ کر سویا تھا۔

حافظ صاحب نے خود کبھی ایسی باتیں نہیں بتائی تھیں یہ تو پوچھنے پر سادہ انداز میں بتا دیتے تھے اور وہ بھی ایسے بتاتے جیسے کوئی بڑا آسان یا معمولی کام کیا ہے، اس میں کون سا کمال ہے یا کیا مشکل ہے یعنی اس طرح نہیں بتاتے تھے جس سے فخر ظاہر ہو رہا ہو اور اپنے بڑے پن کا اظہار ہو رہا ہو، بلکہ بڑے آرام سے ذکر کرتے اور وہ بھی کسی کے پوچھنے پر بتاتے جیسا کہ مولانا عبدالوحید ساجد فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب پوچھا تو نہیں بتایا جب اصرار کیا تو پھر وعدہ لے کر بتایا کہ کسی کو بیان نہیں کرنا ،ساجد صاحب نے زندگی میں نہیں بتایا وفات کے بعد بتایا ہے، اے اللہ نورپوری اور اہل نورپوری پر رحمتیں نازل فرما۔ آمین

اس واقعہ کے لیے صفحہ نمبر......ملاحظہ فرمائیں۔

پابندی وقت

حافظ فہد اللہ صاحب فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نماز فجر جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں پڑھاتے تھے اگر ڈرائیور لیٹ ہو جاتا تو پیدل گھر سے نکلتے اور سڑک کی طرف چل دیتے اگر سڑک پر پہنچنے تک بھی نہ آتا جی ٹی روڈ فٹ پاتھ پر فجر کی سنتیں ادا کر لیتے تب تک ڈرائیور آ جاتا۔ سبحان اللہ

چھٹی نہیں کی

حافظ صاحب چھٹی کے قائل نہیں تھے۔ حافظ صاحب نے جب سے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس شروع کیا ہے چھٹی نہیں کی۔ جمعہ کے دن درس جامعہ محمدیہ میں نہیں ہوتا تھا۔ اس دن حافظ صاحب درس اپنے محلے کی مسجد قدس میں دیتے تھے۔ جامعہ محمدیہ سے چھٹی ہوتی لیکن آپ کی چھٹی نہیں ہوتی تھی۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر صرف اس دن چھٹی ہوتی جس دن عید ہوتی دوسرے ہی دن حافظ صاحب درس دینے آ جاتے تھے۔ اور عید کے ان دنوں میں دوسرے دنوں کی نسبت رش بھی زیادہ ہوتا

تھا کیونکہ یہ چھٹی کے دن ہوتے اور لوگ زیادہ آتے۔

حافظ صاحب سفر پر جاتے تو رات کو واپس آ جایا کرتے تھے اور صبح درس ضرور دیتے تھے۔ سفر کی وجہ سے ناغہ نہیں کرتے تھے خواہ سفر کتنا ہی بامشقت اور دور کا ہوتا۔ صوفی اکبر صاحب جب فوت ہوئے تو حافظ صاحب نے ان کی نماز جنازہ ریاض الجنۃ فیروز والے روڈ میں پڑھائی، پھر میت ان کے آبائی علاقے ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد میں لے جائی گئی۔ حافظ صاحب نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ادھر سے ہی ڈجکوٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں شام کو پہنچے پھر وہاں بھی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی، پھر تدفین کے وقت بھی قبرستان ساتھ رہے۔ تدفین کے بعد دوست احباب اور صوفی صاحب کے اقرباء کو مل کر واپس آئے، ساری رات سفر میں رہے جب حافظ صاحب واپس آئے تو فجر کا وقت ہونے کے قریب تھا حافظ صاحب سیدھا جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آئے وہاں نماز پڑھی اور درس دیا۔ درس کے بعد اہل مجلس میں صوفی صاحب کا ذکر خیر ہوا سفر کے متعلق گفتگو کی اور پھر حافظ صاحب گھر گئے۔ اس سفر میں حافظ صاحب کے ساتھ قاری گل ولی صاحب بھی تھے

حافظ عبدالمنان صاحب مدرس مسجد الفاروق باغبانپورہ نے بتایا: ایک دفعہ حافظ صاحب کا درس کراچی تھا۔ درس دینے کے بعد واپس آئے واپسی پر گوجرانوالہ میں حافظ صاحب فجر کے وقت پہنچے سیدھا جامعہ محمدیہ نیائیں چوک آئے اور درس دیا پھر گھر گئے۔

ایک تکلیف دہ سفر

قاضی سلیمان صاحب لودھراں کے رہنے والے ہیں، شمس الھدیٰ میں مدرس رہے ہیں۔ پھر قصور کے ایک گاؤں تلونڈی میں خطیب و مدرس رہے، اس وقت انھوں نے مجھے کہا کہ حافظ نورپوری صاحب کا درس چاہیے، آپ حافظ صاحب سے درس کا ٹائم لیں، میں نے حافظ صاحب سے درس کا ٹائم لیا تو پھر وقت مقررہ پر گاڑی رینٹ پر لے کر حافظ صاحب کے گھر پہنچا اور ہم پھر قاضی سلیمان صاحب کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہم نے جس جگہ جانا تھا وہاں گاڑی کے لیے گیس نہیں ملتی تھی، یہ قاضی صاحب نے ہمیں پہلے ہی بتایا تھا، اس لیے ہم نے اس علاقہ کے قریب پٹرول پمپ سے گاڑی میں پٹرول بھی ڈلوا لیا تھا۔ وہاں پہنچے درس ہوا کھانا کھایا۔ درس عشاء کے بعد تھا ہم وہاں سے واپسی کے لیے چلے راستے میں کچھ دور آ کر

گیس ختم ہوگئی۔ ڈرائیور گاڑی کو پٹرول پر چلانے کی کوشش کرنے لگا لیکن گاڑی پٹرول پر چلنے سے انکار کرے۔ ڈرائیور نے بہت کوشش کی لیکن گاڑی پٹرول پر نہ چلی۔ ڈرائیور نے گاڑی کے مالک سے فون پر رابطہ کیا تو مالک نے کہا یہ گاڑی زیرو میٹر ہے کسی قسم کا کوئی فالٹ نہیں اس میں، اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیا معاملہ ہے ویسے ابھی یہ گاڑی پٹرول پر چلی نہیں۔

ڈرائیور نے مجھے کہا قاری صاحب! رات کا وقت ہے پتا نہیں یہاں کوئی مکینک ملتا ہے یا نہیں، راستہ بھی پرخطر ہے، آگے چوک ہے، چوک تک گاڑی کو دھکا لگا کر لے چلتے ہیں۔ یہ بات سن کر حافظ صاحب کہنے لگے ٹھیک ہے ہم دھکا لگاتے ہیں آپ گاڑی چلائیں۔ ڈرائیور خود سٹیرنگ پر بیٹھ گیا میں نے جب پیچھے سے دھکا لگانا شروع کیا تو میرے ساتھ حافظ صاحب بھی دھکا لگانے لگے میں شرمسار ہوگیا میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ میں نے کہا حافظ صاب آپ یہاں بیٹھیں میں خود دھکا لگاتا ہوں لیکن حافظ صاحب حافظ صاحب تھے وہ دھکا لگائیں اور ساتھ ساتھ کہیں کوئی بات نہیں۔ میں نے دھکا لگانا چھوڑ دیا اور حافظ صاحب کی منتیں سماجتیں کرنے لگ گیا حافظ صاحب آپ دھکا نہ لگائیں آپ بیٹھ جائیں۔ لیکن حافظ صاحب بیٹھیں بھی تو کہاں بیٹھیں رات تاریک تھی، رستہ پرخطر تھا، لوکل روڈ تھا، جنگل بیابان کا سماں تھا۔ میں پریشان تھا لیکن حافظ صاحب پر مجھے پریشانی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ میں شرمندگی کی وجہ سے اندر ہی اندر مر رہا تھا۔ آپ کو کیا بتاؤں حافظ صاحب نے دھکا لگایا۔

چوک آ گیا مکینک کو گاڑی دکھائی وہ کہنے لگا اس کا پٹرول والا پائپ بند ہے یہ مجھ سے نہیں کھلے گا۔ اس کا کوئی اور حل نہیں، آپ اسے CNG تک لے جائیں، CNG وہاں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر دور تھی۔ وہاں ایک پک اپ والے سے بات کی کہ تیری گاڑی کے ساتھ ہم اپنی گاڑی باندھ لیتے ہیں اور تو ہمیں قصور تک جہاں CNG آئے چھوڑ دینا، چھ سو روپے میں اس سے بات ہوئی۔ گاڑی کو باندھا اور چلنا شروع ہوئے آہستہ آہستہ ہم چلتے رہے تقریباً پندرہ کلومیٹر ہم نے سفر ایسے ہی کیا CNG بھروائی۔ جب ہم گوجرانوالہ پہنچے تو فجر کی اذانیں ہو چکی تھیں، ساری رات سفر پرخطر میں ہی گزر گئی۔ اس وقت بھی حافظ صاحب سیدھے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک آئے۔ یہ حافظ صاحب کی ہمت تھی ساری رات ہمارے ساتھ بیدار رہے ہیں، حافظ صاحب یہ بھی کہہ سکتے تھے میں یہاں آرام کر لیتا ہوں، آپ گاڑی صحیح کروائیں لیکن حافظ صاحب نے کوئی بات نہیں کہی، نہ ہمیں کچھ کہا کہ آپ کیسی گاڑی لے کر آئے ہیں

آپ نے مجھے تنگ کیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے لوگوں کا وتیرہ ہوتا ہے، ایسی کوئی بات حافظ صاحب نے نہیں کی۔ دوسرے ساتھیوں کے برابر ہوکر چلنا ان کا کمال وصف تھا، ان کی خوبی تھی رات ہمارے ساتھ گاڑی کو دھکا لگاتے رہے ہمارے ساتھ بیدار رہے، ہمیں حوصلہ دیتے رہے، حافظ صاحب باہمت آدمی تھے، جوانمرد تھے۔

حافظ صاحب کی وفات کے بعد مجھے خواب آیا، حافظ صاحب ایک مسجد میں منبر پر بیٹھ کر درس دے رہے ہیں، لوگوں کا کافی بڑا مجمع ہے درس سننے والے تمام لوگ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ حافظ صاحب کی طبیعت خراب ہے، حافظ صاحب درس نہ دیں، آرام فرمالیں، لیکن حافظ صاحب نے اپنی بیماری کا کسی کو نہیں بتایا اور درس دے رہے ہیں۔

آخری اسباق

جس دن حافظ صاحب کو آخری مرتبہ اٹیک ہوا ہے اس دن صبح ہی حافظ صاحب کی طبیعت کافی خراب تھی، اس کے باوجود حافظ صاحب نے اس دن تمام ذمہ داریاں ادا کیں ہیں۔ مولانا یونس عتیق صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب نے بروز منگل ۱۴ فروری ۲۰۱۲ء کو دو سبق پڑھائے۔ ویسے وہ ہر روز تین اسباق پڑھاتے تھے۔ (یہاں مولانا یونس عتیق صاحب کو غلطی لگی ہے، انھوں نے بروز منگل ۱۴ فروری کہہ دیا ہے۔ جبکہ یہ دن ۱۵ فروری بروز بدھ تھا۔ محمدی)

۱۔ صحیح بخاری

جلد دوم صفحہ ۹۰۱ باب من لم یوجه الناس بالعتاب سے سبق شروع کیا۔ اور صفحہ ۹۰۵ باب حق الضیف تک سبق پڑھایا۔

۲۔ تفسیر القرآن

تفسیر القرآن میں طلبہ کو سورۃ مریم کی آیت ۴۰ سبق پڑھایا۔

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن

یہ سبق درجہ سادسہ کا ہے۔ اس کا آخری سبق جو حافظ صاحب نے پڑھایا۔ وہ کتاب کا صفحہ ۱۰۳ یحتاج إلیه القاري کأحتیاج المحدث إلیٰ مثله من علم الحدیث تک ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب شدید بیمار ہو گئے آخر اپنے دار الآخرۃ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللهم اغفرله

وارحمه و عافه واعف عنه و أكرم نزله و وسع مدخله . آمين

مدرس انتھک

حافظ صاحب پڑھانے کے معاملے میں بھی انتھک تھے۔ مدرسہ کے اسباق کے علاوہ اضافی اسباق بھی پڑھاتے ،جب کسی طالب علم کے یا کسی استاد کو موقع ملتا وہ حافظ صاحب کے پاس آ جاتا اور کتاب کھول لے کر بیٹھ جاتا اپنا مطلوبہ مسئلہ حل کرواتا۔ اورکئی استاد حافظ صاحب سے باقاعدہ مستقل کتاب پڑھتے۔ مولانا مالک بھنڈر صاحب استاد مقرر ہونے کے بعد بھی حافظ صاحب سے مختلف کتابیں پڑھتے رہے۔ کبھی مغنی اللبیب پڑھتے میں نے انہیں دیکھا ہے اور کبھی حافظ صاحب کے گھر چھٹیوں میں شرح تہذیب پڑھتے دیکھا ہے۔ اور قاری گل ولی صاحب بھی اسی طرح کوئی نہ کوئی کتاب حافظ صاحب سے پڑھتے رہتے ،انھوں نے ارشاد القاری حافظ صاحب سے صبح کے درس کے بعد پڑھی ہے۔ حافظ صاحب سب کو شوق سے پڑھاتے تھے۔ اب موبائل کا دور ہے موبائل پر لوگوں کے سوالات کا سلسلہ کافی لمبا ہوتا،فون پر فون آ رہے ہوتے۔ گھر مسائل پوچھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ عجیب انسان تھے حافظ صاحب ہر ایک کو ملتے ہر ایک کا مسئلہ سنتے ہر ایک کو گھر بٹھاتے اس کی مہمان نوازی کرتے۔

یہ موبائل پر مسئلہ پوچھنے والے، پاس بیٹھے آدمی سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں، کتنے کتنے منٹ گفتگو کرتے ہیں، حافظ صاحب موبائل پر سوال کرنے والوں کو بھی جوابات دیتے ان کی مکمل تسلی کرواتے۔ جب کہ یہ ٹائم کسی اعداد وشمار میں نہیں آتا۔

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: جامعہ محمدیہ کے اساتذہ کو یہ ایک بڑی سہولت حاصل تھی کہ شیخ نور پوری رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت رہنمائی کے لیے موجود تھی۔ اسباق پڑھانے کے دوران اگر کوئی مشکل پیش آ جاتی تو شیخ سے بلا جھجک رہنمائی لے لی جاتی تھی۔ شیخ انتہائی مخلص تھے۔

[(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت،جون،جولائی،۲۰۱۲،صفحہ ۳۷)]

باب نمبر ۱۰

حوصلہ افزائی کرنا

کسی آدمی کو اس کی محنت کی داد دینا، اور اس کے فن پر اسے رغبت دلانا، اسے مزید شوق دلانا، اس کے اچھے کام پر اس کو انعام دینا، زبان سے اس کے لیے کلمہ تحسین ادا کرنا، حوصلہ افزائی کہلاتا ہے۔حوصلہ افزائی کے ذریعے آپ کسی سے بڑے سے بڑا کام لے سکتے ہیں، بڑے لوگ ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کر کے ان کے دل بھی جیت لیتے ہیں اور اپنی عزت افزائی بھی۔دین کے کام پر کسی کو رغبت دلانا یہ تو مفت میں اپنے اجر وثواب میں اضافے کا سبب ہے، کام دوسرا کرے گا اتنا ہی اجر وثواب آپ کو بھی ہوگا۔حافظ نورپوری صاحب جب کسی کو نیکی کا کام کرتے دیکھتے تو اس کی اس انداز سے حوصلہ افزائی فرماتے کہ اس کا دل چاہتا میں اس کام کو مزید کروں اور بہتر کروں، آپ کی حوصلہ افزائی سے بڑے لوگ دینی علمی اور عملی میدان کے شہسوار بنے ہیں۔تدریس، تصنیف اور خطابت کے میدان کے کتنے ہی شہسوار ہیں جو آپ کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

شاگردوں کی حوصلہ افزائی

حافظ صاحب، شوق و ذوق سے پڑھنے والے محنتی طلبا کو خندہ پیشانی سے ملتے اور انہیں مزید معلومات مہیا کرتے تھے، اور بدمحنت طلبہ پر افسوس کا اظہار کرتے تھے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے لیے بڑے شفیق اور ساتھیوں کے ساتھ بڑی مروت کرنے والے بزرگ تھے۔ بقول استاذی المکرم شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ کے کہ انہیں علم کا بخار نہیں تھا۔ جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی ضرورت پیش آتی تو بحمداللہ تعالیٰ مکمل راہنمائی فرماتے البتہ ان کی زیادہ کوشش ہوتی کہ سائل خود ہی اس بات کو حل کرے۔

راقم الحروف کا ایک مضمون جو قربانی کے احکام و مسائل کے متعلق تھا ان کی نظر سے گزرا تو آپ نے مجھے ایک طویل خط لکھا جس میں کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ان کی اصلاح کا حکم فرمایا اور کچھ مضمون کی تنقیح وتوضیح کے لیے ارشاد فرمایا راقم نے جوابی خط لکھ کر شکریہ ادا کیا اور حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا

پھر اسی سلسلہ میں چند عبارات کو حل کروانے کی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا تو مسکرا کر فرمانے لگے شاید میں نے تجھے پھنسایا ہے۔ پھر وہ تمام عبارتیں انھوں نے کمال شفقت سے مجھ سے ہی حل کروائیں اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے کہ یہ تو آپ کو پہلے سے آتا ہے۔بس ذرا جھجک ہی تھی۔ بار بار یہ الفاظ کہہ کر حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

قارئین ذی وقار! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ایک بہت بڑے علمی سرمائے اور مشفق و مہربان ہستی سے محروم ہو گئے آپ جیسا ولی اللہ شخص...... اللھم اغفرلہ وارحمہ

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ ۲۸)]

میری حوصلہ افزائی کا ایک انداز

میں جامعہ ریاض الجنہ میں پڑھاتا تھا، شرح مائۃ عامل کا سبق تھا کسی عامل کی مثال میں مَیں نے قرآن کی آیت پڑھی تو طلبا میں سے ایک طالب علم نے فوراً مجھ پر اعتراض کیا: استاد جی آپ نے آیت پڑھی ہے لیکن اعوذ باللہ نہیں پڑھی۔ جب کہ قرآن مجید میں آتا ہے ﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ میں نے اس کی یہ بات سن کر فوراً کہا: شاگرد جی میں نے قرآن کی آیت پڑھی لیکن اعوذ باللہ نہیں پڑھی تو آپ نے مجھ پر اعتراض کیا ہے، آپ نے بھی تو قرآن کی آیت پڑھی ہے اعوذ باللہ تو آپ نے بھی نہیں پڑھی۔ میری یہ بات سن کر ساری کلاس ہنس پڑی اور بڑی خوش ہوئی۔ مجھے بھی اس جواب سے بڑا مزہ آیا۔ میں نے یہ واقعہ صبح درس کے بعد حافظ نورپوری رحمہ اللہ کو سنایا، میرا یہ جواب سن کر حافظ صاحب بھی بہت ہنسے اور کہنے لگے''رحم اللہ طیبا''

پھر انھوں نے واقعہ سنایا: عبداللہ ابن مبارک نے ایک دفعہ اسی طرح بر جستہ جواب دیا تھا تو ان کے استاد نے رحم اللہ ابن مبارك سے انہیں داد دی تھی۔ حافظ صاحب کے اس واقعہ سنانے سے میرا حوصلہ بلند ہو گیا۔ آج تک مجھے حافظ صاحب کی یہ حوصلہ افزائی یاد ہے، تبھی تو لکھ رہا ہوں۔

مولانا عبدالرحمان ضیا صاحب کی حوصلہ افزائی

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپؒ نے اپنی اسی کتاب ''ارشاد القاری'' ج:۴، ص:۹۴ پر راقم الحروف (عبدالرحمٰن ضیاء) کا تذکرہ بھی کیا ہے اور دعائیہ جملوں

سے نوازا ہے، جو کہ آپؒ کی طبیعت کی فیاضی اور وسعتِ ظرفی اور اپنے تلامذہ کی حوصلہ افزائی پر دلالت کرتا ہے چنانچہ آپؒ کے الفاظ ہیں: حتی جاء نی یوما اخونا عبد الرحمن الضیاء (استاذ الحدیث بجامعة شیخ الاسلام ابن تیمیة بلاهور)لیلقانی فعرضت علیه المقام وقلت له: إن العبارة لا تتعلق بالمقام الخ فراجع الارواء (ای اِرواء الغلیل للمحدث الفقیه الالبانی رحمه الله)هذه الصفحة و صفحات قبلها وبعدها وراجع السبل (ای سبل السلام للصنعانی)والنیل (ای نیل الاوطار للشوکانی) والتلخیص (ای التلخیص الحبیر للحافظ ابنِ حجر عسقلانی)زهاء ثلاث ساعات ، ثم قال :ان هذه العبارة کانت فی الصفحة ٢١٧ (من الارواء) بعد قول الالبانی فیها فی حدیث رقم :١٩٦:الثانی :قال الحافظ فی التلخیص ص:١٠٨ بعد أن أخرج الحدیث :وأعله الدارقطنی بالوقف وقال : ان وقفه اشبه ، وأعله الحاکم با لارسال وتبعه علی ذالك الصنعانی الخ فانحلّت العبارةوارتبطت ، فجزی الله تبارك وتعالیٰ عبده عبد الرحمن الضیاء جزاء حسنا و أذهب اشجانه واحزانه اذهابا عاجلا کاملاً۔(آمین)

اس کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو مجلّہ نداء الجامعہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ لاہور جلد: ۳، شمارہ: ۱، ص: ۲۷ کا مطالعہ کرلیں۔ (اس پیرے کے بعد یہیں ملاحظہ فرمالیں)

اس واقعہ کو حافظ شاہد محمود صاحب نے اپنے مضمون میں اس طرح بیان فرمایا ہے: استادِ محترم نور پوری رحمہ اللہ اپنی بے نظیر کتاب «إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري» (٤/ ٩٤) میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب «إرواء الغليل» کی ایک عبارت کی سیاق وسباق سے مناسبت سمجھ میں نہیں آرہی تھی، میں کئی دن اس عبارت کو سمجھنے کے لیے غور وفکر کرتا رہا، لیکن کوشش بسیار کے باوجود اس عبارت کی سیاق وسباق سے مناسبت مجھے سمجھ نہ آئی۔ اسی دوران میں مولانا عبدالرحمٰن ضیاء (استاذ الحدیث بجامعۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور) مجھے ملنے آئے تو میں نے عبارت کھول کر ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ یہ عبارت اپنے سیاق وسباق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ حافظ نور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"انھوں نے کتاب لے کر دیکھی، اس کے آگے پیچھے سے متعدد صفحات دیکھے، پھر مختلف کتب: سبل السلام، نيل الأوطار اور تلخيص الحبير کا متواتر تین گھنٹے تک مراجعہ کرتے رہے، تب جا کر انہیں سمجھ آئی کہ یہاں کتاب کی عبارت میں طباعت کے وقت تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ عبارت حل ہوگئی۔"

تفصیل کے لیے شائقین «إرشاد القاري» کا محولہ بالا صفحہ [إرشاد القاري: ٤/ ٩٤] دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اس کے باوجود آپ اپنی کتاب میں صراحتاً ان کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ اس عبارت کو انھوں نے حل کیا تھا۔ پھر مزید دیکھیں کہ حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ یہ ساری روداد لکھنے کے بعد انہیں دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے فرماتے ہیں: «فجزى الله تبارك و تعالىٰ عبده عبد الرحمن الضياء، جزاء حسناً، وأذهب أشجانه وأحزانه، إذهاباً عاجلاً كاملاً».

[إرشاد القاري: ٤/٩٤]

حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ اگر اپنے رفقا میں سے کوئی شخص نظر نہ آتا تو اس کی خیریت دریافت کیا کرتے تھے، اور اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے اُس کے گھر چلے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ یونیورسٹی میں تعطیلات کے دنوں میں مَیں نے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس قرآن کے بعد آپ سے آپ کی کتاب «نخبة الأصول تلخيص إرشاد الفحول» پڑھنی شروع کی تو اس دوران میں مَیں چند دن حاضر نہ ہو سکا، حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ہمارے دوست مولانا عثمان غنی صاحب سے کہا کہ پتا کرو کہیں وہ بیمار تو نہیں ہیں؟

حوصلہ افزائی والا مضمون

ارواء الغلیل میں واقع کمپوزر کی ایک غلطی کی وضاحت

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: اپنے استاد فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے ارشاد کی بناء پر یہ مختصر تحریر قلم بند کر رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس میں ان محققین اہل علم و تصنیف کو فائدہ ہوگا جن کا حدیث، تخریج حدیث اور فقہ الحدیث کے ساتھ دن رات مشغلہ رہتا ہے۔

اہلِ تحقیق مصنفین پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اگر کسی بھی مصدر یا مرجع کی کوئی بھی ایسی پیچیدہ عبارت سامنے آ گئی ہو جو اس لئے حل نہ ہو رہی ہو کہ اس میں کاتب کی غلطی ہو یا کوئی عبارت چھوٹ گئی ہو یا اس میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہو، خصوصاً جب کہ اس مصنف یا مضمون نگار یا مفتی وغیرہ نے وہ عبارت بطور حجت نقل بھی کرنی ہو تو اس وقت اسے کتنا غم لگتا ہے۔ اس کی ہمہ تن یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پیچیدہ عبارت کسی طریقے سے حل ہو جائے اس کے لئے اس مصدر یا مرجع کے مختلف نسخے بھی دیکھنے پڑتے ہیں یا اس فن کی مختلف معاون کتب میں وہی مسئلہ دیکھنا پڑتا ہے تا کہ وہ عبارت حل ہو جائے تو اس وقت اس محقق مصنف کو جو خوشی ہوتی ہے اور لذت آتی ہے وہ وہی علماء جانتے ہیں جو تحقیق کا کام کرنے والے ہیں۔

محدثِ کبیر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی عظیم کتاب "ارواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل" سے دورِ حاضر کے بہت سے محققین علماء کرام مستفید ہوتے ہیں بلکہ میں تو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس دور میں حدیث کی تخریج کا کام کرنے میں اس محدث کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتب سے کسی محقق کو بھی استغناء نہیں ہے ہر انصاف پسند ان کی خدماتِ حدیثِ نبوی کا معترف دکھائی دیتا ہے ان کی کتابوں میں فوائد حدیثیہ، نکاتِ اصولیہ اور فقہیہ اس طرح بکھرے دکھائی دیتے ہیں اور وہ مطالعہ کرنے والے کے ہاتھ میں اس طرح آتے ہیں جیسا کہ سمندر میں غوطہ زنی کرنے والے کے ہاتھ میں قیمتی جواہر و یواقیت اور موتی و مرجان آ رہے ہوں۔

اب میں بھی اہلِ علم کی توجہ (ارواء الغلیل) میں واقع کاتب (کمپوزر) یا ناشر کی ایک ایسی غلطی کی طرف مبذول کراتا ہوں جو غلطی اس میں عام طبع ہو رہی ہے لیکن اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی میرے لئے اس غلطی کی طرف توجہ کرنے کا سبب فقیہ زماں یعنی میرے محترم شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ ہی ہیں۔ فجزاه الله خيراً

وہ غلطی یہ ہے:

محدثِ کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل کی جلد:۱ ص:۲۱۴ پر واقع حدیث ۱۹۶۔ «لا يقبل الله صلوة حائض الا بخمار» "اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز سر کے دوپٹے یا اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا" کی تخریج کی ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے پھر اس کی تفصیل ص:۲۱۷ تک پھیلی ہوئی ہے اس کے آخر میں الاول: اور الثانی: عنوان دے کر دو نوٹ لکھے ہیں:

الثانی: میں فرماتے ہیں:

قال الحافظ فی التلخیص ص:۱۰۸ (تلخیص کا پاکستان میں مطبوع نسخہ/ ۲۷۹ حدیث ۴۴۰) بعد ان خرج الحدیث :واعله الدارقطنی بالوقف وقال: ان وقفه اشبه . اب ارواء الغلیل میں اس ج:۱/ ۲۱۷ میں اتنی عبارت کے بعد اگلی حدیث ۱۹۷ کی تخریج شروع ہوجاتی ہے۔

حالانکہ بات اس پر بس نہیں ہوئی تھی بلکہ پوری ۹ سطریں اس کے آگے اور بھی تھیں جو کہ کاتب (کمپوزر) یا ناشر کی غلطی سے ارواء الغلیل کی ج:۱ص:۲۰۵ میں جا چسپاں ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

واعله الحاكم بالارسال وتبعه على ذالك الصنعانى فى سبل السلام والشوكانى فى نيل الاوطار دون ان يعزواه اليه على غالب عادتهما وفى هذاالكلام وهمان :

الاول: ان الدارقطنى انما اعله بالارسال لا للوقف كما نقلنا انفا عن الزيلعى وابن حجر نفسه:

الثانى: انه لا يصح ان ينسب الى الحاكم انه اعله بالارسال ، لانه لوكان كذالك لما اورده فى المستدرك ولما صححه على شرط مسلم لما سبق والصواب ان الحاكم انما اشار الى الخلاف فيه على قتادة معللا بذالك عدم اخراج الشيخين للحديث فى ظنه وليس معنى ذالك انه معلول عند الحاكم كما هو ظاهر بين .

اب آپ اس تقدیم وتاخیر کے دلائل بھی سن لیجئے گا۔

اولاً: اس مذکورہ عبارت کے پہلے جملہ "واعلہ الحاکم بالارسال" کا تعلق ارواء الغلیل کے ص:۲۰۵ میں اس جملہ سے پہلے مذکورہ عبارت کے ساتھ قطعاً نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ص: ۲۱۷ میں مذکور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول:(واعله الدارقطنى بالوقف وقال ان وقفه اشبه) کے ساتھ ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ محدثِ کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ص: ۲۱۷ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ان کی کتاب تلخیص الحبیر سے نقل کیا ہے اور تلخیص میں یہ ساری عبارت اکٹھی لکھی ہوئی ہے۔ دیکھئے تلخیص جلد:۱ص:۲۷۹،ح:۴۴۰۔

ثانیا: محدث کبیر رحمہ اللہ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وتبعه على ذالك الصنعانى فى سبل السلام والشوكانى فى نيل الاوطار ......الخ

اس عبارت میں وارد لفظ وتبعہ میں ہ ضمیر منصوب یہ اس کے قبل مذکور لفظ الحافظ (ابن حجر) کی طرف راجع ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ایک وہم پر خبردار کرنا

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ۱/حدیث ۴۴۰ کی تخریج میں فرمایا ہے کہ امام دارقطنی اور امام حاکم نے اس حدیث کو معلول (غیر محفوظ) قرار دیا ہے۔ہاں البتہ انہوں نے اس کی جو علت بیان کی ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

۱۔ امام دارقطنی نے اس کے مرفوع ہونے کو غیر محفوظ اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کا موقوف ہونا ان کے نزدیک محفوظ ہے۔

۲۔ اور امام حاکم نے اس کے موصول ہونے کو غیر محفوظ اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کا مرسل ہونا ان کے نزدیک محفوظ ہے۔

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کی یہی بات بعینہ علامہ صنعانیؒ نے سبل السلام اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بھی نقل کر دی ہے لیکن انہوں نے اپنی عام عادت کے مطابق یہ بات حافظ ابن حجر کی طرف منسوب نہیں کی۔

شیخ البانیؒ اس بات پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کو موقوف قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے اسے مرسل ہی قرار دیا ہے اور اس کے موصول ہونے کو غیر محفوظ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ۱/ ۲۹۵۔۲۹۶ اور حافظ ابن حجر نے خود اپنی کتاب ''الدراية فى تخريج احاديث الهداية'' کے باب شروط الصلوۃ کی پہلی حدیث کی تخریج میں یہ بیان کیا ہے کہ امام دارقطنی نے اسے مرسل کہا ہے۔

۲۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مرسل قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے تو اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے (اور مرسل تو امام مسلم کے نزدیک حجت نہیں ہے کیونکہ ضعیف کی قسم سے ہے تو امام حاکم اسے مرسل قرار دینے کے بعد کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے؟)

ثالثا: اگر ص:۲۰۵ والی عبارت کا تعلق ص:۲۱۷ والی عبارت کے ساتھ نہ جوڑا جائے تو محدث کبیر رحمہ اللہ کا ص:۲۰۵ میں مذکور اس قول «كما ذكرناه اٰنفا عن الزيلعي وابن حجر نفسه» ''یعنی دارقطنی کا اس حدیث میں ارسال علت بتانا نہ کہ وقف ہم زیلعی اور خود ابن حجر سے ابھی نقل کر آئے ہیں۔''

کے متعلق بھی سوال پیدا ہوگا کہ ان کا یہ قول ارواء الغلیل کے ص:۲۰۵ سے قبل کہاں مذکور ہوا ہے انہوں نے زیلعی اور ابن حجر سے ارواء کے کون سے ؛صفحہ پر نقل کیا ہے؟ یہ قول تلاش کرنے کے باوجود بھی نہیں ملے گا لیکن اگر اس عبارت کا تعلق ص:۲۱۷ سے جوڑا جائے تو جواب آسان ہے کہ محدث کبیر علامہ البانی نے زیلعی کی نصب الرایہ ا/۲۹۵۔۲۹۶ سے یہ بات ارواء کے ص:۲۱۶ کی نچلی سطور میں صراحتاً نقل کی ہے جبکہ ص:۲۱۷ میں حافظ ابن حجر سے یہی بات ان کی کتاب الدرایۃ سے اشارۃً نقل کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے درایہ باب شروط الصلوۃ کی پہلی حدیث میں امام دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا مرسل ہونا صواب اور درست ہے۔

رابعا: علامہ صنعانی نے سبل السلام اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اسی حدیث «لا يقبل الله صلوة حائض الا بخمار» کے تحت ہی حافظ ابن حجر کا قول بغیر ان کی طرف منسوب کرنے کے ذکر کیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ارواء الغلیل ص:۲۰۵ کی عبارت اسی حدیث کے متعلق ہے۔

خامساً: علامہ البانی کا امام حاکم کے متعلق یہ فرمانا :لما صححه على شرط مسلم لما سبق۔(ارواء الغليل ص:۲۰۵، سطر:۳من الاسفل)

''امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔امام حاکم کا اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دینا پہلے بیان ہو چکا ہے۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قول پہلے کہاں بیان ہو چکا ہے؟ اب آپ ارواء کے ص:۲۰۵ سے پہلے دیکھیں گے تو کہیں بھی یہ قول نہیں پائیں گے لیکن اگر آپ ارواء کا ص:۲۱۵ سطر۴ پڑھیں گے تو امام حاکم کا حدیث کو'' صحیح علی شرط مسلم'' کہنا پالیں گے۔

یہ وہ قطعی دلائل ہیں جو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے ہیں ،اس عبارت میں تقدیم وتاخیر کے۔

بعض لوگ جنہیں اپنے علم پر فخر اور مان ہوتا ہے وہ اگر کسی بڑے عالم کی کسی کتاب میں چھوٹی سی بھی کوئی کتابت یا ناشر کی غلطی دیکھتے ہیں تو فوراً اس کتاب کے مصنف کو کوسنے لگتے ہیں نہ جانے اسے کتنے برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اس کی تمام خدمات سے چشم پوشی کر جاتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ اہلِ علم کی شان کے مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی خدمت میں ایک دوسرے کا باہمی تعاون کرنے کی توفیق دے اور قبولیت سے نوازے۔ آمین!

مولانا عثمان اسماعیل صاحب کی حوصلہ افزائی:

مولانا عثمان اسماعیل مدرس جامعہ مسجد مکرم فرماتے ہیں: ویسے تو حافظ صاحب ہر خاص و عام سے شفقت سے پیش آتے، پہلے بھی حافظ صاحب سے ملنے میں جایا کرتا تھا لیکن ٹاہلی والی مسجد گوجرانوالہ میں خطیب مقرر ہونے کے بعد جب حافظ صاحب کے پاس جاتا تو حافظ صاحب فرماتے کہ میرے استادوں کی جگہ ہے۔ جہاں اللہ نے آپ کو خطابت سے نوازا ہے۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۳۶)]

علما کے معاش کی فکر

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: دینی مدارس اور جامعات کے بعض منتظمین حضرات کے بارہ میں مَیں نے آپ رحمہ اللہ کو بسا اوقات فرماتے ہوئے سنا کہ یہ لوگ عام طور پر دینی مدرسین و معلمین حضرات کو رواتب کم دیتے ہیں، جس سے ان کے گھروں کی جائز ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں، حالانکہ وہ خود اپنے گھروں میں ضرورت سے زائد کھلا خرچ کرتے ہیں اور ان کی اولادیں بھی ہر طرح کی سہولیاتِ زندگی سے بہرہ ور ہوتی ہیں، یہ لوگ اس طرح کر کے دراصل استیصال کرتے ہیں، انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

مولانا برق التوحیدی صاحب کی حوصلہ افزائی

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: ان کی طرف سے عزت افزائی اور حوصلہ افزائی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب راقم الحروف کی کتاب ''الفتح الکبیر'' طبع ہوئی تو نہ معلوم کس طرح آپ

تک پہنچ گئی تو ممدوح موصوف نے خط تحریر فرمایا جس میں اس کام پر حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اصلاح بھی فرمائی۔ یہاں یہ بات بھی آپ کے کریمانہ اخلاق کا مظہر ہے کہ جب کسی کا خط آپ کو موصول ہوتا تو فوراً اس کا مناسب جواب تحریر فرماتے۔[(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

محمد عقیل ناگی صاحب کو خطیب بنادیا

شیخوپورہ روڈ گوجرانوالہ بلال گنج مارکیٹ میں جامع مسجد بلال کے خطیب، محترم جناب محمد عقیل ناگی صاحب ہیں۔ ناگی صاحب کسی مدرسہ وغیرہ میں نہیں پڑھے، ویسے انہیں مطالعہ کا ذوق شوق ہے۔ یہ حافظ صاحب کے پاس مسائل پوچھنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے انہیں کہا آپ، ماشاء اللہ سب کچھ سمجھتے ہیں، آپ کو علم ہے آپ جمعہ پڑھایا کریں۔ حافظ صاحب کی رغبت سے انھوں نے جمعہ پڑھانا شروع کر دیا۔ اب اللہ کے فضل وکرم سے ایک اچھے خطیب ہیں۔ قاری محمد زکریا برادر اصغر حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب سے قرآن مجید کا ترجمہ احادیث کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور بہترین دلائل سے مزین مضمون تیار کر کے خطبہ جمعہ پڑھاتے ہیں۔ محترم عقیل ناگی صاحب مجھے جامع مسجد نور رحمانیہ محلہ گلشن آباد میں ملے تو انھوں نے اپنے خطیب بننے کی مذکورہ بات سنائی اور حافظ صاحب کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ اے اللہ حافظ نور پوری صاحب کے درجات بلند فرما اور اپنی رحمت کی برکھا برسا۔ آمین

محمد شفیق صاحب کو خطیب بنادیا

قاری عدنان شفیق صاحب، قاری سفیان صاحب کے والد محترم مولانا محمد شفیق صاحب حافظ صاحب کے حقیقی بھتیجے تھے، فوت ہو گئے ہیں، شفیق صاحب کے والد کا نام شبیر ہے، یہ حافظ صاحب کے سب سے بڑے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ شفیق صاحب سکول و مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھے تھے، یہ حافظ صاحب کا درس سنا کرتے تھے حافظ صاحب کا درس سن کر ہی یہ عالم بن گئے۔ حافظ صاحب نے انہیں خطبہ جمعہ پڑھانے پر دلیر کیا یہ میر پور خطبہ جمعہ پڑھانے کے لیے جایا کرتے تھے، آٹھ سال انھوں نے وہاں جمعہ پڑھایا ہے۔ ان کا جمعہ وہاں کے بریلوی مولوی صاحب سنتے تھے پھر اپنا جمعہ پڑھاتے تھے۔ بریلوی مولوی صاحب ان کا جمعہ سن کر سمجھتا تھا یہ کوئی بہت بڑا عالم دین ہے یہ جو بھی مسئلہ بیان کرتا ہے اس کی دلیل میں قرآن کی آیت پڑھتا ہے رسول اللہ ﷺ کی

حدیث پڑھتا ہے۔ اس نے ان کی تقریر سے متاثر ہو کر ایک ہوٹل میں انہیں کھانے کی دعوت دی، اس ہوٹل میں بیٹھ کر یہ مولوی حضرات کھانا کھا رہے تھے تو بریلوی مولوی صاحب نے انہیں کہا آپ کا جمعہ بہت علمی ہوتا ہے میں اس چیز کے انتظار میں رہتا ہوں کہ آپ کبھی تو ایسی بات کریں گے جو قرآن و حدیث میں نہ ہوگی لیکن مجھے ایسی کوئی بات آپ کی تقریر سے نہیں ملی۔

اس دوران کہ یہ دونوں مولوی صاحبان ہوٹل میں بیٹھے تھے بریلوی مولوی صاحب کے ایک مقتدی نے انہیں دیکھ لیا کہ اہلحدیثوں کے مولوی صاحب کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں اوخوب گپ شپ ہو رہی ہے اس نے جا کر انتظامیہ مسجد کو بتایا انھوں نے اس مولوی صاحب کی چھٹی کرادی۔ میں کہتا ہوں انھوں نے ٹھیک کیا ہے ان مولوی صاحب کو چاہیے تھا فوراً اہلحدیث ہونے کا اعلان کر دیتے اور جو خود محسوس کیا تھا دوسروں کو بھی بتا دیتے۔

مولانا شفیق صاحب جب فوت ہوئے تو میرپور سے ایک ٹیوٹا بھر کر نمازیوں کا ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لیے آیا، ان لوگوں نے بتایا: انھوں نے ہمارے پاس آٹھ سال جمعہ پڑھایا ہے ایک مرتبہ جو جمعہ پڑھایا دوسری بار وہ نہیں پڑھایا ہر بار نیا عنوان ہوتا تھا، اور نیا مواد ہوتا تھا، نئے دلائل ہوتے تھے جو ان کی وسعت مطالعہ کی دلیل ہوتے تھے۔ یہ حافظ صاحب کے دروس سننے کا فائدہ تھا۔

راحیل صاحب کو خطیب بنادیا:

رحمت اللہ لون صاحب کے بیٹے راحیل صاحب نے مجھے بتایا میں جب سے حافظ صاحب کے قریب ہوا ہوں تب سے میں نے انہیں انتہائی مشفق اور شفیق پایا ہے، مخلص اور خیر خواہ پایا ہے، حافظ صاحب انہیں مسائل بھی سمجھاتے اور انہیں درس و تبلیغ کرنے کی رغبت بھی کرتے، راحیل صاحب بتاتے ہیں: حافظ صاحب مکمل رہنمائی بھی کرتے اور مکمل حوصلہ افزائی بھی کرتے۔ حافظ صاحب کہتے تھے بولو، تقریر کرو جو آتا ہے وہی بولو۔ بالآخر راحیل صاحب خطیب بن گئے، اب یہ جامع مسجد رحمت میں خطیب ہیں، یہ قدم قدم پر حافظ صاحب سے پوچھتے آپ انہیں بتاتے۔ راحیل صاحب نے مجھے بتایا میں نے جس وقت حافظ صاحب سے پوچھا حافظ صاحب نے مجھے بتایا، مسجد رحمت میں کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ سے رہنمائی لیتا آپ میری راہنمائی کرتے اور اگر معاملہ زیادہ گھمبیر ہو جاتا تو حافظ صاحب خود مسجد رحمت میں آکر درس دیتے۔ حافظ صاحب خود کہتے اگر کوئی مشکل ہے تو میرا درس رکھ لو۔ سبحان اللہ ایسا

شفیق اور مخلص معلم اس دور میں کہاں سے ملے۔

بڑھاپے میں قرآن حفظ کرنے والے کی حوصلہ افزائی

حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ) کے والد محترم حاجی محمد اصغر بن رکن دین بہت نیک آدمی ہیں حافظ صاحب کے محلے میں رہتے ہیں، حافظ صاحب کے بہت زیادہ مداح ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی حافظ صاحب کے متعلق ان سے پوچھا تو کہنے لگے: حافظ صاحب کی زندگی تو ہمارے لیے نمونہ ہے، ایسا باعمل عالم میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے کہا حافظ صاحب کو تو میں نے اکثر یہ کہتے ہوئے سنا ہے ہمارے محلے میں ایک بزرگ ہیں انھوں نے آخری عمر میں قرآن حفظ کیا ہے مجھے پتا چلا ہے کہ وہ آپ ہیں۔ میری بات سن کر انھوں نے مجھے بتایا میں نے اس عمر میں قرآن حفظ کیا ہے میرے قرآن حفظ کرنے میں حافظ صاحب کی رغبت تھی حافظ صاحب مجھے کہا کرتے تھے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آخری عمر میں ہی پڑھا ہے، انھوں نے بھی قرآن آخری عمر میں ہی حفظ کیا ہے۔ جب مجھے ملتے تو میری حوصلہ افزائی کرتے اور پوچھتے کتنا یاد ہو گیا ہے۔ جتنا یاد ہوتا اتنا بتاتا اور مزید شوق بڑھ جاتا۔

شاگردوں کے نام خود اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں

حافظ صاحب نے اپنے شاگردوں کے نام خود اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ حافظ صاحب نے تلامذہ کا ایک رجسٹر بنایا ہوا تھا اس میں ہر سال فارغ ہونے والے تلامذہ کے نام لکھتے تھے۔ حافظ صاحب تلامذہ کو اپنی سند بھی دیا کرتے تھے جو کہ جامعہ محمدیہ کی سند کے علاوہ تھی۔ حافظ صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا کئی لوگ اس بات پر بھی سیخ پا ہوتے ہیں کہ اس نے اپنی سند کیوں چھپائی ہے۔

مولانا خالد گرجاکھی رحمہ اللہ کی حوصلہ افزائی:

مولانا خالد گرجاکھی رحمہ اللہ کو حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے رغبت دلا کر ان سے مرعاۃ المفاتیح کی تکمیل کا کام شروع کروایا تھا۔ حافظ صاحب انھیں کہا کرتے تھے کہ آپ کام کریں انشاء اللہ آپ یہ کام کر لیں گے آپ کے پاس مکتبہ بھی ہے آپ ہمت کریں کام شروع کریں۔ حافظ صاحب کی رغبت کا فائدہ یہ ہوا کہ مولانا خالد گرجاکھی صاحب نے مرعاۃ المفاتیح کی نویں جلد لکھ کر طبع بھی کر دی۔ دسویں جلد پر بھی کام مکمل ہو چکا تھا لیکن مجھے علم نہیں اب وہ کہاں ہے اور اس کے متعلق ورثاء کا کیا پروگرام ہے؟ جب مرعاۃ

المفاتیح کی نویں جلد چھپ کر مارکیٹ میں آئی تو اس کے بعد ایک دن جامع مسجد مسلم اہلحدیث نوشہرہ روڈ میں مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب کا درس تھا، ابھی یہ کتاب نئی نئی ہی طبع ہوئی تھی۔ میں نے رحمانی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے تاکیداً مجھ سے دوبارہ پوچھا کیا وہ طبع ہوگئی ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ چھپ گئی ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ میری یہ بات سن کر رحمانی صاحب بے تاب ہوگئے کہ میں اس کا ابھی دیدار کروں۔ مجھے کہنے لگے آپ کا گھر ادھر نزدیک ہی ہے؟ میں نے کہا ہاں میرا گھر نزدیک ہے آپ ادھر ہی بیٹھیں میں ابھی لے آتا ہوں۔ پھر میں جلدی سے گھر گیا اور وہ نویں جلد مولانا خالد گرجاکھی صاحب والی لاکر انھیں دکھائی، انھوں نے اسے دیکھتے ہی جیب سے پانچ سو کا نوٹ نکالا اور مجھے دے دیا اور کہا کہ آپ اور لے لینا۔ میں نے کہا یہ کتاب پانچ سو کی نہیں، سستی ہے آپ یہ پیسے رہنے دیں، میں اور لے لوں گا، لیکن رحمانی صاحب فرمانے لگے آپ یہ پانچ سو روپے میری طرف سے انعام رکھ لیں، انھوں نے زبردستی مجھے پانچ سو روپے دے دیے۔ اس واقعہ کا اثر ابھی تک مجھ پر ہے، تبھی تو لکھ رہا ہوں۔ یقیناً ایسے علمی ذوق وشوق افراد کی ہی وجہ سے علم کو بقا حاصل ہے ورنہ علم ختم ہو چکا ہوتا۔ دیکھا آپ نے! مرعاۃ المفاتیح کی قدر اہل علم حضرات کو کتنی ہے، بے قدروں کو کیا قدر ہے۔

جامعۃ الحرمین والوں کی حوصلہ افزائی:

مولانا محمد یحییٰ شاہین (مدرس جامعۃ الحرمین گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: جامعۃ الحرمین اہل حدیث شہر گوجرانوالہ کو یہ اعزاز حاصل ہے جب بھی جامعہ حرمین کا تذکرہ ہوتا حضرت حافظ صاحب داد وتحسین کے کلمات ارشاد فرماتے اور ہمارا من پھولے نہ سماتا بارہا جامعہ کی توسیع اور ترقی کے لیے دعاء فرمائی۔ وہ فی الحقیقت مستجاب الدعوات تھے اکثر اہل حدیث ان کو اپنے گھر لے جاتے دعوت کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ [(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۶)]

ماسٹر خالد صاحب کی حوصلہ افزائی

ماسٹر خالد صاحب نے بتایا کہ جب حافظ صاحب کو آخری مرتبہ فالج کا اٹیک ہوا اس سے قبل چھے دفعہ فجر کی نماز حافظ صاحب نے ہماری مسجد عثمان بن عفان میں ادا کی ہے۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں چھے دن حافظ صاحب سواری کے بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے، تو ان دنوں نماز

فجر عثمان بن عفان میں ادا کی۔ مسلسل چھے دن ایسا نہیں ہوا بلکہ تین دن پھر دو دن پھر ایک دن جس دن سواری کا انتظام نہیں ہوا اس دن آپ نے نماز فجر ادھر ادا کی۔ ماسٹر خالد صاحب نے بتایا: ایک دن میں نے نماز فجر میں سورۃ مریم کی تلاوت کی، بعد میں حافظ صاحب نے درس دیا، پھر مجھے کہنے لگے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں جب مولانا اسماعیل سلفی صاحب فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو جو سورتیں مولانا صاحب پڑھتے تھے ان میں سے ایک یہ سورۃ مریم بھی تھی۔ یعنی مولانا اسماعیل سلفی بھی نماز فجر میں سورۃ مریم کی تلاوت کیا کرتے تھے، حافظ صاحب کا اس موقع پر ماسٹر خالد صاحب کو مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا یہ عمل بتانے کا مقصد ان کی حوصلہ افزائی تھی، ان کو داد تحسین دی جس سے ماسٹر صاحب کے دل میں حافظ صاحب کی محبت اور زیادہ ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ماسٹر صاحب اس واقعہ کو بیان کرتے وقت لذت محسوس کرتے ہیں، اور حافظ صاحب کو یاد کر کے دعائیں دیتے ہیں اور اس واقعہ کو بیان کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں، تبھی تو خصوصیت سے یہ واقعہ مجھے سنا رہے ہیں۔ دوسرے کے دل میں محبت کے بیج بونا کسی کسی کا کام ہے۔ اول تو کوئی مولوی صاحب کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، جبراً کسی کے پیچھے نماز پڑھنی پڑ جائے تو پھر قاری صاحب کی اور ان کی قرأت کی خیر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے اور حافظ صاحب جیسے عمل کی توفیق فرمائے کیونکہ ان کا یہ عمل کتاب وسنت کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کا عملی نمونہ ہم نے حافظ نور پوری صاحب میں دیکھا ہے۔

مجھے مولانا صفدر عثمانی صاحب نے بتایا: میں نے اپنی ایک کتاب نظر ثانی کے لیے ایک شیخ الحدیث صاحب کو دی انھوں نے کتاب کی نظر ثانی تو نہیں کی البتہ میری کردی، ہر ایک کو بتانے لگے کہ وہ عثمانی صاحب نے ایک کتاب دکھائی تھی انھوں نے یہ لکھا تھا اور اس طرح لکھا تھا۔

عثمانی صاحب فرمانے لگے: حافظ صاحب کے بعد یہی کچھ ہے۔ اب تسلی دینے والا کون ہے؟ جس کسی عالم دین کے پاس جائیں وہ ہماری باتیں سنے گا، لیکن بعد میں ساری زندگی وہیں باتیں ہم ہر ایک سے سنیں گے۔

دھمکیاں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں:

۲۴ ستمبر ۲۰۰۷ء کو مجھے کسی نے فون پر قتل کی دھمکیاں دیں، میں نے اس کا ذکر ایک معتمد آدمی سے

کیا جو میرے نزدیک ایک مخلص انسان تھا تاکہ وہ مجھے مفید مشورہ سے نوازے، اس بات کی اطلاع کسی طرح حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کو بھی ہوگئی۔ میرے خیال سے اسی دوست نے بتایا ہوگا، حافظ صاحب ایک دن فجر کا درس دینے کے بعد واپس جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھے تو ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا، میں گاڑی کے پاس پہنچا تو فرمانے لگے آپ کو کسی نے فون پر قتل کی دھمکیاں دی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں پانچ دن قبل اس نے مجھے دوبارہ قتل کی دھمکیاں دی ہیں تو حافظ صاحب مجھے ان الفاظ سے تسلیاں دینے لگے آپ نے بالکل پریشان نہیں ہونا اور ایک شعر پڑھا:

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لے

مزید فرمانے لگے ایسی دھمکیوں سے آپ کی قدر بلند ہوگی، پھر حافظ صاحب نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا جو میرے لیے بہت زیادہ سکون اور اطمینان کا باعث بنا اور میرا اللہ پر توکل مزید بڑھ گیا۔

حافظ صاحب فرمانے لگے ایک دفعہ مجھے کسی نے سیالکوٹ سے خط لکھا تھا کہ میں نے تجھے نہیں چھوڑنا میں تیری اصلیت کو جانتا ہوں، اس قسم کی دھمکیاں دیں میں نے وہ خط پڑھ کر پھینک دیا کسی سے تذکرہ تک بھی نہ کیا، دوبارہ نہ اس کا کوئی خط آیا اور نہ میرے پاس کوئی آیا، آپ بھی اس کو اللہ کے سپرد کر دیں اور بالکل پریشان نہ ہوں حافظ صاحب کی ان باتوں سے مجھے مزید اطمینان ملا اور توکل علی اللہ میں اضافہ ہوگیا اور میری تمام پریشانی دور وکافور ہوگئی۔

انتظامات کے متعلق پوچھنا:

خالد صاحب نے بتایا جناح پارک میں عید کے انتظامات ہم نے کرنے ہوتے تھے۔ حافظ صاحب ہم سے پوچھتے تھے انتظامات ٹھیک ہو رہے ہیں؟ جس سے ہماری حوصلہ افزائی ہو جاتی اور ہم خوشی سے انتظام کرتے اور اسے سعادت سمجھتے کہ جہاں حافظ صاحب نے عید کی نماز پڑھانی ہے اس کے انتظامات ہم کر رہے ہیں اور اس بات کا حافظ صاحب کو علم بھی ہے، حافظ صاحب ہم سے پوچھتے اور ہماری رہنمائی بھی کرتے۔

الفت ومحبت:

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب فرماتے ہیں: استاد محترم صرف اسی سے اچھا سلوک نہ کرتے تھے جو ان سے اچھا سلوک کرے بلکہ ہر کس وناکس کے ساتھ الفت سے پیش آتے تھے گویا ان

کا ترجمان، شاعر کا یہ شعر ہے۔

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نبھا کے جا رہا ہوں میں

میں جب بھی کبھی ادارے میں یا گھر میں حضرت حافظ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو کمال درجہ شفقت ومحبت سے فرماتے ''قاری صاحب کی حال چال اے، خیریت اے، ٹھیک او، بال بچے ٹھیک نے آؤ فرتہاڈی کوئی خدمت کریے'' اف اللہ اب یہ میٹھے بول سننے کے لیے کان ترسیں گے مجلہ المکرّم میں میرے قرأت کے بارے میں مضامین قسط وار شائع ہوئے میرے ایک مضمون پر نقد کرتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ سے تین صفحات لکھ کر بھیجے جو ایک قیمتی سرمایہ اور یادگار کے طور پر میرے پاس رہے گا۔ (یہ صفحات صفحہ نمبر...... پر ملاحظہ فرمائیں)

مولانا عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: قاری عبداللہ صاحب کی رفاقت میں سفر کیا تو قاری صاحب نے حافظ صاحب کے متعلق چند باتیں بتائیں وہ فرمانے لگے کہ ہم دوران حفظ حافظ صاحب سے جامع مسجد قدس میں حدیثیں پڑھا کرتے تھے آپ ہر بدھ نماز عصر کے بعد بلیک بورڈ پر حدیثیں لکھ کر ہمیں پڑھایا کرتے تھے اور پھر طلبا آپ کی موجودگی میں وہ حدیثیں مختلف نمازوں کے بعد نمازیوں کو سنایا کرتے تھے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۶)]

ذرہ نوازی

گوجرانوالہ شہر میں ایک ساتھی نے حافظ صاحب کی دعوت کی، اس دعوت میں اس نے حافظ صاحب کے ساتھ عثمان ابراہیم (ایم پی اے) اور ان کے چھوٹے بھائی اسلم ابراہیم، پروفیسر حافظ ارشد صاحب اور جنگ اخبار کے نمائندہ خصوصی حافظ خلیل الرحمٰن ضیاء صاحب کو بھی مدعو کیا۔ اور مجھے بھی اس دعوت میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں کل چھ افراد تھے۔ میزبان نے سالن والا برتن پیچھے رکھا اور پلیٹوں میں خود ہی سالن ڈال کر ہر ایک کے آگے سالن کی پلیٹ پیش کرتا۔ ایک ایک کر کے خود ہی پلیٹ سب کے آگے رکھتا۔ کھانے میں چار پانچ قسم کی چیزیں تھیں۔ میں چونکہ ان تمام بزرگوں سے چھوٹا تھا، میزبان سے برتن پکڑ کر میں نے بھی ان بزرگوں کے آگے رکھنا شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے مجھے اشارہ کیا آپ بیٹھیں، آپ رہنے دیں، وہ صاحب لگے ہوئے ہیں۔ میں رک گیا، جب میں

بیٹھ گیا تو حافظ صاحب میری طرف اشارہ کر کے میزبان کو کہیں مولوی صاحب کو بھی ڈال کر دو۔

وہ چار پانچ قسم کی چیزیں ایک ایک کر کے حافظ صاحب نے میرے آگے رکھوائیں۔ حافظ صاحب کے اس انداز کو، اس شفقت کو، عزت افزائی کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہاں اور بھی تھے جو ایسا کر سکتے تھے لیکن دل میں گھر کر جانے والا ایک ہی ہوتا ہے۔

ڈرائیور کی عزت افزائی:

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے بیان کیا کہ حافظ صاحب کی حافظ وقاص سیالکوٹ نیکا پورہ والے کے گھر دعوت تھی۔ حافظ صاحب کار پر تشریف لائے۔ گاڑی سے حافظ صاحب جب نیچے اترے تو وقاص صاحب حافظ صاحب کو ساتھ لے کر گھر آ گئے۔ جب حافظ صاحب ان کے گھر بیٹھے تو دیکھا ڈرائیور ادھر نہیں ہے، حافظ صاحب نے کہا ڈرائیور کو بلاؤ وہ کدھر ہے، اسے لے کر آؤ۔ حافظ صاحب کا انداز یہ تھا جیسے دعوت سے اصل آدمی ہی پیچھے رہ گیا ہے۔ پھر ایک آدمی گیا اور ڈرائیور کو ساتھ لے کر آیا جب ڈرائیور آیا تو حافظ صاحب نے کہا آپ کدھر رہ گئے تھے آپ نے ہمارے ساتھ آنا تھا۔ ڈرائیور کو یہ مقام عطا کرنا، اس کی عزت کرنا، ساتھ بٹھا کر دعوت کھلانا، فراخ دلی کی علامت ہے۔ حافظ صاحب وسیع ظرف آدمی تھے خادموں کو، مخدوموں کے برابر بٹھانے کے قائل وفاعل تھے۔

تعارف کرا کے دل جیت لیا:

مولانا عبدالقادر صاحب مدرس جامعۃ الحرمین نے مجھے بتایا کہ کنگنی والا میں ایک دوست کا بیٹا فوت ہوا، نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ وہاں قاری طیب بھٹوی صاحب سے میری ملاقات ہوئی پاس ہی حافظ صاحب کھڑے تھے۔ قاری طیب بھٹوی صاحب مجھے کہنے لگے آپ کا تعارف کیا ہے؟ میں نے ابھی جواب نہیں دیا تھا حافظ صاحب جلدی سے بولے عبدالقادر مدرس جامعۃ الحرمین ماڈل ٹاؤن۔

مولانا عبدالقادر صاحب فرمانے لگے حافظ صاحب کے اس انداز سے میں بڑا خوش ہوا کہ اتنی بڑی شخصیت میرا تعارف کروا رہی ہے۔ جس سے بھٹوی صاحب کے ہاں میری ضرور قدر ہوگی میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ حافظ صاحب میں تکبر نہیں تھا خود کو بڑا نہیں سمجھتے تھے یہاں اور کوئی ہوتا تو منہ سیدھا کر کے نکل جاتا اور کہتا وہ پوچھتا رہے اور تو بتاتا رہے، لیکن حافظ صاحب دوسروں کا دل جیت لیا کرتے تھے بات کرتے تھے دوسرا خوش ہو جاتا تھا۔

باب نمبر ۱۱

نورپوری رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا اور حافظہ بھی غضب کا تھا، حاضر دماغی بھی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی، ہر قسم کے مخالف مثلاً دھریے، بدعتی، تقلیدی، پرویزی وغیرہ کی بڑے مضبوط طریقہ سے تردید کرتے تھے، ان کے ذکر کردہ خود ساختہ دلائل کو ھباءً منثوراً بنا کر رکھ دیتے تھے۔ مخالف کے لفظوں ہی سے اسے پکڑتے اور لاجواب کر دیتے تھے، اسی کی دلیل اسی کے خلاف ثابت کر کے دکھا دیتے تھے۔ اسی طرح علومِ عصریہ کے ماہرین یا مستشرقین کے شکوک وشبہات سے متاثر پروفیسر حضرات کے اشکالات اس طرح حل کر دیتے تھے کہ ان کو آگے بولنے کی سکت ہی نہیں رہتی تھی، بات بھی مختصر کرتے تھے، لیکن بہت جامع مانع کسی جہت سے بھی اگر آپ کی بیان کردہ حجت ودلیل پر کوئی اعتراض ہونے کا امکان ہوتا تو اس کا پہلے ہی حل سوچا ہوتا تھا۔ اور جملہ ہی ایسا ذکر فرماتے کہ جس پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی۔ ان کی زندگی میں اس طرح کے بہت سے مواقع پیش آتے رہتے تھے، جب بھی کسی کے ساتھ کسی بھی مسئلہ میں تقریری یا تحریری گفتگو ہوتی تو مدِ مقابل کو ہی خاموش ہونا پڑتا۔ آپ کے معاصرین میں سے کبار علما بھی آپ کے سامنے کسی مسئلہ پر بات کرنے سے جھجکتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپؒ فی زمانہ مروجہ حرام تقلیدِ شخصی کی تعریف یوں فرمایا کرتے تھے: قبول قول ینافی الکتاب والسنۃ۔ اور ختمِ نبوت کا مطلب یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اب ظاہر ہے کہ اس تفسیر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔ بہرحال آپؒ اپنی بات کو جامع مانع بنانے کی کوشش کیا کرتے تاکہ اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

آپ ہر ایک کے مکتوب کا جواب ضرور دیتے تھے اور سائلین ومعترضین کے اشکالات کے کافی شافی جوابات مرحمت فرماتے تھے، کہیں کسی آیت کریمہ کے بارے کوئی اشکال حل فرماتے، کہیں کسی حدیث

شریف کے اجمال وابہام کو دور کرتے، کہیں کسی مصنف کی پیچیدہ عبارت کی وضاحت فرماتے یا مخالفینِ اسلام کے شبہات کو دور فرماتے تھے۔ جیسا کہ یہ چیز آپ کی مشہور کتاب ''احکام ومسائل'' میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

ایک دفعہ آپ کے شاگرد حافظ محمد امین صاحب آف اوڈاں والہ نے آپ کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں مختصر المعانی کی ایک پیچیدہ عبارت: «الملكة هى كيفية راسخة والكيفية عرض لايتوقف تعقله على تعقل الغير ولايقتضى القسمة واللاقسمة فى محله اقتضاء أوّليًّا» کے متعلق سوال تھا، تو آپؒ نے ان کے جواب میں دو بڑے صفحات لکھ کر ارسال کیے تھے جس سے مختصر المعانی ص: ۴۵ کا وہ مشکل مقام بالکل ہی آسان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو درسی اور فنی کتب کی مشکل سے مشکل عبارات کو حل کرنے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔

کئی مدرسین اور طلبہ آپؒ سے فنی عربی درسی کتب کے مختلف مسائل اور مشکل عبارات موبائل پر دریافت کرتے تو آپؒ زبانی ہی ان کا حل فرمادیا کرتے تھے، میرے علم کے مطابق ہمارے شیخ کبیر حافظ محمد محدث گوندلوی کی مشکل ترین کتب میں سے دو کتب نہایت پیچیدہ اور مشکل ودقیق ترین ہیں۔

ایک کتاب علم الکلام میں فلاسفہ بالخصوص ارسطو کے نظریات کی تردید میں تحفۃ الاخوان ہے۔

اور دوسری کتاب عبدالحق پادری کی اثبات التثلیث کے رد میں اثبات التوحید فی ابطال التثلیث ہے۔

ان دونوں کتابوں کو پنجاب یا پورے پاکستان میں کیا بلکہ پورے برصغیر پاک وہند میں اگر کسی نے مصنف محدث گوندلویؒ کی راہنمائی کے بغیر خود سمجھا ہے تو وہ ہمارے شیخ حضرت الحافظ عبدالمنان نور پوریؒ صاحب ہیں۔

اور محدث گوندلویؒ کی کتاب ''تحفۃ الاخوان'' ایک عظیم کتاب ہے جو کہ ہمارے شیخ نے خود ہی سمجھ کر محدث گوندلویؒ کو سنادی تھی تو انہوں نے آپ کی تحسین فرمائی تھی اور آپؒ کی لیاقت وقابلیت کا اعتراف کیا تھا۔ اوراس کتاب کے متعلق ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوریؒ نے فرمایا ہے:

اس کتاب میں دور حاضر کے اعتقادیات میں صحیح راہ کی نشان دہی کی گئی ہے، میری ذاتی رائے ہے کہ اعتقادیات کا ایک طالب علم شرح عقائد نسفی، خیالی، شرح عقائد جلالی، میرزاہد، امورِ عامہ اورعلمِ کلام

کی دیگر چھوٹی موٹی کتابیں پڑھنے کی بجائے اگر صرف ''تحفۃ الاخوان'' ہی کو نظر عمیق و دقیق سے پڑھ لے تو اس کے لیے صحیح اعتقادی معلومات کی حد تک بس یہی کافی ہے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اس کتاب کے محتویات نہایت اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں۔[(دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام ۸ نومبر ۱۹۶۸ء)]

تحفۃ الاخوان وہ کتاب ہے جو کہ اس کے مؤلف (یعنی ہمارے شیخ محدث گوندلویؒ) نے احناف کے ایک بڑے عالم مولانا عبدالرشید نعمانی کو پڑھنے کے لیے دی تھی لیکن وہ اسے سمجھ نہیں سکے تھے، انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اسی طرح ہی محدث گوندلوی کی طرف واپس لوٹا دی تھی۔ لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان صاحب نے اسے اپنی اللہ داد علمی قابلیت و دقت فہم کے ذریعے خود مطالعہ کر کے سمجھ کر شیخ کبیر حافظ محدّث گوندلویؒ کو سنا دی تھی اور انہوں نے آپؒ کی تصدیق کی تھی اور یہ بات ہمیں محدث گوندلویؒ نے دورانِ سبق صحیح بخاری شریف خود بتائی تھی اور استاذی المکرّم حافظ صاحب کی علمی صلاحیت، ذہانت وفطانت کی انہوں نے تعریف کی تھی، وہ آپ کی علمی صلاحیت و قابلیت پر بہت مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ۱۹۸۴ء میں اپنی مرض کی وجہ سے آپ کو اپنی جگہ صحیح بخاری پڑھانے کی اجازت دی تھی کیونکہ وہ آپ کے علم کی پختگی سے بالکل مطمئن تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) مزید فرماتے ہیں: اور دوسری کتاب ''اثبات التوحید'' ہے جو کہ ہمارے بڑے شیخ محدث گوندلویؒ نے عبدالحق پادری کے رد میں لکھی تھی اور یہ ''اثبات التوحید'' ایک علمی لاجواب کتاب ہے، حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنانؒ نے فرمایا تھا کہ یہ کتاب علمی خزانے کا مجسمہ ہے، نرا علم ہی ہے، اور آپؒ نے اس کتاب کو اردو سے عربی کے قالب میں ڈھالا ہے، حالانکہ یہ کتاب زیادہ تر منطق وفلسفہ کی مصطلحات سے بھری پڑی ہے جسے سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں ہے بلکہ جس کے پاس ان فنون کی وافر معلومات ہوں اور ان مصطلحات سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو وہی اس طرح کی کتب کو سمجھ سکتا ہے، ہمارے محترم استاذ حافظ عبدالمنانؒ کے لئے اللہ تعالیٰ نے علوم وفنون کو سمجھنا سمجھانا اس طرح آسان کر دیا تھا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا موڑنا نرم اور آسان کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کتاب کا عربی میں اس انداز سے ترجمہ کیا کہ اس معرّب کتاب اثبات التوحید کو حل کرنا اور سمجھنا اردو سے بھی زیادہ آسان ہو گیا ہے۔[(المکرّم نمبر ۱۶ صفحہ ۵۲)]

استاذی المکرم کو تدریس میں اس قدر مہارت تھی کہ کسی بھی کتاب کی پیچیدہ سے پیچیدہ عبارت کا مطلب جلد ہی حل کر دیتے تھے، حتی کہ کئی دفعہ آپ کے سامنے کتاب نہیں بھی ہوتی تھی، زبانی ہی لمبی عبارت کا دوٹوک لفظوں میں مقصود سمجھا دیتے تھے۔ مصنف کی اصل غرض تک بھی آپ کی رسائی ہو جاتی تھی، اگر وہ بات غلط ہوتی تو بھی بتا دیتے، بلکہ اگر عربی عبارت میں کاتب یا مصنف سے غلطی ہوئی ہوتی تو اصلاح کر دیتے اگر کسی جگہ کوئی لفظ یا جملہ گرا ہوتا تو بھی بتا دیتے، ارشاد الفحول وغیرہ کتب اس وقت غیر محقق ہی چھپی ہوئی تھیں، ان میں کافی سقطات سامنے آتے تھے، وہ سب حل فرما دیا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک مشہور فقیہ ومحدث شیخ الحدیث صاحب نے کسی شخص کو ارشاد الفحول دے کر شیخ کبیر حضرت الحافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ کے پاس بھیجا کہ ایک عبارت کی سمجھ نہیں لگ رہی اسے حل فرما دیجیے اس وقت ہم حافظ محدث گوندلوی کے ہاں صحیح بخاری پڑھ رہے تھے، تو حافظ محدث گوندلوی رحمۃ اللہ چونکہ بخاری شریف پڑھا رہے تھے، انہوں نے فرمایا یہ ارشاد الفحول حافظ عبدالمنان کے پاس لے جاؤ، وہ اس کا مطلب بتا دیں گے، چنانچہ درسِ بخاری کے بعد وہ کتاب حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ کو دکھائی گئی اور ان سے اس عبارت کا استفسار ہوا تو انہوں نے جلد ہی اس کا مطلب واضح فرما دیا، پھر حضرت محدث گوندلوی کو بتایا گیا تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ کی تصدیق فرمائی، پھر وہ قاصد ارشاد الفحول لے کر اس شیخ الحدیث صاحب کے پاس چلا گیا۔

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری رحمۃ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا: جب بڑے حافظ صاحب (محدث گوندلوی رحمۃ اللہ) جب بیمار ہوئے تو علماء کرام کی ایک جماعت نے کہا اب بخاری حافظ عبدالمنان نورپوری پڑھائیں گے۔

مولانا عبداللہ صاحب نے مولانا جمعہ خان صاحب کو اس لیے رکھا تھا کہ یہ حافظ نورپوری علیہ الرحمۃ کو فنون پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے وہ تمام علوم وفنون، حدیث، تفسیر، فقہ، علم کلام، علم بدیع، فلسفہ، منطق وغیرہ حاصل کر لیے تھے۔

پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے فرمایا: شیخ الکل کسے کہتے ہیں؟ عموماً مدارس میں جو اساتذہ پڑھاتے ہیں انھیں شیخ التفسیر کہتے ہیں، جو حدیث پڑھاتے ہیں انھیں شیخ الحدیث کہتے ہیں۔
جو فقہ پڑھائے اسے شیخ الفقہ کہتے ہیں اور جو تمام علوم پڑھائے یا پڑھانے پر قادر ہو اسے شیخ الکل

کہتے ہیں۔ جس طرح سید نذیر حسین دھلوی کو شیخ الکل کہتے ہیں، اسی طرح حضرت حافظ صاحب بھی تمام علوم پر دسترس رکھتے تھے۔

اہل باطل کے سامنے علمی جرأت کا مظاہرہ:

علم اپنی لطافت اور نورانیت کے سبب ریاکاری، خودنمائی، غرور وتکبر اور بیجا فخر ومباہات کی غلاظتوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جب علم کی اولین کرن یہی چاہتی ہے کہ وہ انسان کے دل ودماغ سے ظلم و جہل کی ہر تاریکی کو دور کردے تو یہ کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے کہ ایک عالم جس کے دماغ میں علم کی مقدس روشنی بھری ہو، ان غیر اسلامی وغیر اخلاقی چیزوں کا مظاہرہ کرے۔ علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک انسان تہذیب وشرافت اور تعلیم وترقی کی انتہائی بلندیوں پر ہونے کے باوجود بھی سراپا انکسار متواضع بنا رہے، ریاکاری وخودنمائی سے الگ رہے اور اخلاق واحسان کی زندگی اختیار کیے رہے۔

مفاخرت یعنی اظہار فخر کرنا اور نازاں ہونا اگر حق کے معاملہ میں ہو حق کی خاطر ہو کسی دینی مصلحت کے پیش نظر ہو اور دشمنان اسلام پر اپنی برتری، اپنی شان وشوکت اور اپنی قوت کے اظہار کے طور پر ہو تو جائز ہے فخر دین کی طاقت اور شان وشوکت کو بڑھانے اور کفار کے مقابلہ میں اپنا رعب اور دبدبہ ظاہر کرنے کے لیے تھا اور اس طرح کا فخر جائز ہے۔ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: آج میری تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جو پہلوان تھے آگے بڑھ کر کہنے لگے: میں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے انہیں اپنی تلوار دے دی۔ انہوں نے ایک سرخ پٹی اپنے سر پر باندھ رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ تلوار لے کر بڑی شان اور فخر کے ساتھ کافروں کی طرف بڑھے اور بہت سے کافروں کو موت کے گھاٹ اتارتے جارہے تھے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو یہ چال ہرگز پسند نہیں، مگر آج ابو دجانہ کی یہ چال اللہ کو بہت پسند ہے۔

حافظ صاحب کا جب باطل فرقوں سے مناظرہ ہوتا اور مد مقابل آپ کے سامنے اپنی علمی برتری ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتا یا آپ کو علمیت کے حوالے سے مطعون کرتا تو آپ اس کو پھر ٹھیک ٹھیک جواب دیتے۔

تحقیق تراویح والے مناظرہ میں قاضی عصمت اللہ صاحب نے آپ پر ایک الزام لگایا: آپ کو

میری تحریر کا جواب دینے کے لیے گوجرانوالہ کے چکر بھی لگانے پڑے۔اور مشورہ اساتذہ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تو ایسا ہی کیوں نہیں کرتے کہ جب اپنے میں جواب کی تاب نہیں ہوتی تو انہیں سامنے کر دیں جو جواب کا مسودہ تیار کرتے ہیں۔دوسرا الزام اپنے حواریوں کے سامنے دوران دروس یہ لگاتے رہے: یہ لوگ دو چار کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔اور عالموں کے مقابلہ پر اتر آتے ہیں۔

قاضی عصمت اللہ صاحب کے ان الزامات کا جواب حافظ صاحب نے بڑے خوبصورت پیرائے میں دیا، ملاحظہ فرمائیں:

مولانا ایک بات جو مجھے یہاں پر کہنی ہے وہ یہ ہے:

مجھے علم ہوا ہے کہ آپ اپنے روزانہ درسوں میں اس قسم کی باتیں کہتے ہیں۔کہ یہ لوگ دو چار کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔اور عالموں کے مقابلہ پر اتر آتے ہیں۔افسوس کہ مولانا کچھ وسیع الظرف ہوتے اور اس رویہ کو قطعاً ناپسند فرماتے۔یا کسی علمی بحث وتمحیص میں الجھ کر مجھے کسی معیار پر آزماتے۔اور اگر میں واقعی صحیح علمی معیار پر نہ اترتا۔تو پھر کسی حد تک آپ اس رویہ میں حق بجانب ہو سکتے تھے۔لیکن میں یہی سمجھتا ہوں کہ شاید یہ قرآنی درس میں کس جدید تفسیر کا ہی آغاز ہے۔لیکن مولانا ایسی ہنگامہ آمائی اور دھمکیوں سے حق ہمیشہ اُجاگر ہوا کرتا ہے۔یہاں پر میں یہ کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا۔ ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آپ کو آنے والے ان حالات سے آگاہی نہ تھی۔ورنہ آپ اس پہلے رقعہ میں ''الجواب'' کہہ کر نہ پکارتے۔دراصل وہی بات نا ۔

خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

آپ نے اس سے پیشتر یہ بھی تحریر کیا تھا۔کہ انہیں سامنے کر دیں جو جواب کا مسودہ تیار کرتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی اخلاقی گراوٹ کے علاوہ قلمی لغزش بھی ہے۔آپ سوچئے کہ تحریری گفتگو میرے اور آپ کے مابین ہو رہی ہے۔

ہو سکتا ہے یہ الزام تراشی آپ کے ہاں دیانتداری کی کوئی خاص قسم ہو۔میں سمجھتا تھا کہ قاضی صاحب دائرہ تہذیب میں رہیں گے۔

اللہ کا فضل ہے کہ مجھے کسی سے جوابات کا مسودہ تیار کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔جیسا کہ آپ

نے کئی طریقوں سے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میں اس کے بزرگوں کے ساتھ زبانی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔تو مولانا بحمداللہ آپ دعوت دیجیے۔ میں ہر وقت زبانی گفتگو کے لیے تیار ہوں۔اور جس موضوع پر چاہیں آپ اپنی علمی طاقت آزمائی کیجیے۔میری دلیلیں حقائق پر مبنی ہیں۔آپ جس وقت زبانی گفتگو کا شوق فرمائیں۔ بندہ حاضر ہے۔ بندہ کو امید واثق ہے کہ یہ صرف راہ فرار اختیار کرنے کا طریقہ ہے۔ جس میں آپ کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔میرا تو تجربہ ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے تو لایئے۔آپ اپنے حقائق اور علم کی طاقت آزمائی ان سوالات کے جوابات میں ہی کیجیے۔لیکن یہ سوالات اس سے پیشتر بھی آپ سے پوچھے گئے ہیں۔دوبارہ لکھ دیتا ہوں:

۱۔ نبی ﷺ نے کتنی رکعت نماز تراویح ادا کی؟
۲۔ خلفاء رشدین رضی اللہ عنہم میں سے کونسے خلیفہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے؟
۳۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی کونسی نماز پوچھی تھی؟
۴۔ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب صحیح تھا؟
۵۔ کیا امام محمد، ابن ہمام، ملا علی قاری رحمہم الباری وغیرہ آئمہ احناف نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو نبی ﷺ کی صلوٰۃ تراویح کے گیارہ رکعت ہونے میں نص قرار دیا ہے۔درست ہے؟
۶۔ سائب بن یزید کی حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔موطا امام مالک رحمہ اللہ میں موجود ہے؟
۷۔ آپ اپنی پیش کردہ حدیث مع سند وتوثیق رجال درج کریں؟

خیر ایک بات آخر میں کہتا ہوں کہ تحریری خاموشی اختیار کر کے اوچھے ہتھیاروں سے دھمکیاں دینا اچھی راہ فرار نہیں ہے کسی مؤدبانہ طریقہ سے راہ فرار اختیار کی جائے تو بہتر ہوگا۔ویسے آپ لوگوں کی یہ جرات بھی قابل ستائش ہے کہ

نہ رکھ دلیل کی کچھ بھی سند پھر اس پہ اڑتے ہو

عجب دانا مقلد ہو کہ بے ہتھیار لڑتے ہو

مولانا دل میں آپ لوگوں کے لیے درد موجود ہے آپ سنجیدگی سے خلوت میں سوچئے۔ میرا نظریہ صرف اور صرف یہ ہے ۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

(عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری)

حافظ صاحب کی وسعتِ علمی

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے علم میں وسعت اس قدر تھی، کہ منقولات ومعقولات دونوں میں بڑی جامعیت تھی کہ ان کے دور میں دینی مدارس وجامعات میں جوفن بھی رائج تھا، انھوں نے اسے ضروری سمجھ کر پڑھا ہوا تھا، چاہے کوئی زبانی اس کے کسی پیچیدہ مسئلہ کے متعلق ان سے بحث کرتا یا استفسار کرلیتا وہ ایسے نرالے طریقے سے ضرور سمجھا دیا کرتے تھے، کہ پوچھنے والے کی تشنگی دور ہو جاتی تھی۔ حدیث وفقہ، اصول فقہ، اصولِ حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، لغت، نحو، صرف، بلاغت، اَدب، اشتقاق، منطق، فلسفہ، ہندسہ، ہیئت، کلام وغیرہ الغرض کوئی بھی فن ہو اس میں انہیں کامل دسترس حاصل تھی۔

گوجرانوالہ میں بعض مفتیوں کا قول ہے کہ چوگے (چار دانت گرے) چھگے (چھ دانت گرے) جانور کی قربانی درست نہیں ہے وہ اس کی دلیل میں صحیح مسلم والی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ تَذبَحُوا إلاَّ مُسِنَّةً إلاَّ أَن يَعسُرَ عَلَيكُم فَتَذبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأنِ».

وہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مُسِنَّہ (دو دانتے) کی اجازت دی ہے تو پتا چلا کہ مُسِنَّہ سے نیچے اور مُسِنَّہ کے اوپر والے جانور کی قربانی نہیں کر سکتے۔

جب حضرت الاستاذ صاحب رحمہ اللہ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا اور ان کا استدلال بھی بتایا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ استدلال درست نہیں کیونکہ مُسِنَّہ اس جانور کو کہتے ہیں جو دو دانتا ہو یا دو دانتا کے اوپر ہو جس کے دو دانت نکل آئیں، چار دانت نکل آئیں یا اس سے زیادہ نکل آئیں تو وہ عربی لغت میں مُسِنَّہ ہی کہلائے گا۔ چنانچہ امام شوکانی نے نیل الأوطار میں واضح طور پر فرمایا ہے:

«اَلْمُسِنَّةُ: هِيَ الثَّنِيَّةُ فَمَا فَوقَهَا» .

یعنی مُسِنّہ دو دانتا یا دو دانتا سے اوپر بولا جاتا ہے تو اس حدیث: «لَا تَذبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً» کا معنی یہ بنے گا کہ دو دانتا یا دو دانتا سے اوپر جانور ہی ذبح کرو۔ یعنی اس سے نیچے کھیرا جانور ذبح نہ کرو (خواہ کچا کھیرا ہو، خواہ پکا کھیرا ہو) (دیکھیے مقالات نور پوری، ص: ۲۲۴) آپ نے فرمایا ان بعض مفتیوں کو غلط فہمی لگ گئی ہے، انھوں نے سمجھ لیا کہ مُسِنّہ صرف دو دانتے کو کہتے ہیں۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: غرض کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ذہانت و فطانت اور علوم و فنون میں اس قدر اتقان و رسوخ سے نوازا تھا، جس کی آپ کے اقران و اماثل میں کوئی نظیر نہیں۔

کیا شرعی الفاظ شرعی معانی میں حقیقت ہوتے ہیں یا مجاز؟

میں جب حافظ صاحب سے ارشاد القاری پڑھتا تھا، اس وقت حافظ صاحب نے مجھے بہت ساری علمی بحثیں سمجھائیں، ان میں سے ایک بڑی اہم بحث ملاحظہ فرمائیں، اور علمی نکات سے محظوظ ہوں۔

ایک دفعہ مجھے حافظ صاحب نے حقیقت اور مجاز کی تعریف سمجھائی:

حقیقت ہر وہ لفظ ہے جو اپنی معنی موضوع لہ میں استعمال ہو یعنی واضع نے لفظ کو جس چیز کے لیے وضع اور متعین کیا ہے اس میں اس کا استعمال ہو کہ لفظ سے بلا قرینہ وہی چیز مراد ہو جیسے اسد بول کر شیر مراد لینا اور اگر لفظ غیر موضوع لہ میں استعمال ہو تو یہ مجاز ہے جیسے اسد بول کر شجاع مرد مراد لینا۔

تو واضع کے اعتبار سے حقیقت کی تین قسمیں بنتی ہیں اگر لفظ کو معنی کے مقابلہ میں وضع کرنے والے شارع ہیں تو یہ حقیقت شرعیہ ہوگی جیسے لفظ صلاۃ کو شارع نے مخصوص عبادت کے لیے وضع کیا ہے تو صلاۃ اس مخصوص عبادت یعنی نماز کے معنی میں حقیقت شرعیہ ہوگی اور اگر واضع اہل لغت ہیں تو یہ حقیقت لغویہ ہوگی جیسے کہ صلاۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں اور اگر واضع عرف عام یا خاص ہیں تو یہ حقیقت عرفیہ یا اصطلاحیہ ہوگی جیسے دابۃ کے معنی عرف عام میں چوپایہ کے ہیں اور فعل کہ اس کے معنی عرف خاص یعنی نحویوں کے نزدیک یہ ہے کہ جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس کے اندر تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جائے۔

تو اگر اہل لغت لفظ صلاۃ کے معنی دعا کی بجائے نماز لیں تو یہ اہل لغت کے نزدیک مجاز لغوی ہوگا اسی طرح اہل عرف اگر لفظ دابۃ کے معنی بجائے چوپایہ کے ہر زمین پر چلنے والا جانور مراد لیں تو یہ ان

کے نزدیک مجاز عرفی عام ہوگا اسی طرح نحوی حضرات فعل کے معنی محض لغوی معنی یعنی ''کرنا'' مراد لیں تو یہ ان کے نزدیک مجاز عرفی خاص ہوگا لہٰذا اس طریقے سے مجاز کی بھی تین قسمیں ہوئیں، (۱) مجاز لغوی، (۲) مجاز شرعی، (۳) مجاز عرفی، کئی حضرات کا یہ خیال ہے کہ لفظ کے حقیقی معنی لغت والے ہی ہیں شرعی اور عرفی معنی میں وہ مجاز ہوتے ہیں یعنی مثلاً لفظ صلاۃ کا حقیقی معنی دعا ہے جو اس کا لغوی معنی ہے اگر اس کے معنی نماز مخصوص عبادت کریں گے تو یہ اس کا مجازی معنی ہوگا ابوبکر باقلانی اور اس کے پیروکاروں کا یہ مؤقف ہے لیکن یہ مؤقف، ان کا غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان کا جو معنی اور مطلب بیان کیا وہی ان کا حقیقی مطلب ہے کیونکہ شارع نے اسے اسی معنی کے لیے وضع کیا ہے لہٰذا صلاۃ کا معنی نماز یہ اس کا حقیقی معنی ہے مجازی معنی نہیں اسے حقیقت شرعیہ کہیں گے۔

اس بحث کو حافظ صاحب نے تلخیص الاصول میں بھی بیان فرمایا ہے اور ارشاد القاری میں بھی، آپ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

شرعی الفاظ کا شرعی معنی ہی حقیقت ہے

امام شوکانی نے ''ارشاد الفحول'' میں حقیقت کی بحث میں کہا ہے جس کی تلخیص میں نے ان الفاظ سے کی ہے: حقیقت شرعیہ، جس کی تعریف یہ ہے لفظ کا اس معنی میں مستعمل ہونا جس میں وہ وضع کیا گیا ہے شارع کے وضع کرنے کے ساتھ [یعنی شارع نے لفظ کو جس معنی میں وضع کیا ہے اس معنی میں اسے استعمال کرنا حقیقت شرعیہ ہے] خواہ لفظ اور اس کا وہ شرعی معنی [یعنی موضوع اور موضوع لہ] دونوں اہل لغت کو معلوم ہو یا نہ ہو؟ یا دونوں میں سے ایک معلوم ہو؟ وہ معنی کسی فقیہ کے وضع کرنے سے نہ ہو [یہ حقیقت شرعیہ] مطلقاً یقیناً حقیقتاً ثابت ہے، جس طرح حقیقت لغویہ، عرفیہ اور اصطلاحیہ ثابت ہیں، اور جمہور کا مؤقف بھی یہی ہے، پس صائم، مصلی، حاج، مؤمن، کافر، فاسق اور ان جیسے الفاظ حقائق شرعیہ ودینیہ ہیں، اصطلاحیہ نہیں اور یہ کہنا کہ لغوی معنی ہی حقیقی معنی ہے کچھ چیزوں کو بطور شرط کے اس لغوی معنی میں زیادہ کر کے شرعی معنی مراد ہوتے ہیں، اس بات کی کوئی دلیل نہیں [مثلاً صلوٰۃ کا معنی لغت میں دعا ہے تو اس میں قراءت، رکوع، سجود، تشہد وغیرہ کی شرط لگا کر اس کا معنی نماز کرنا جس سے یہ لازم آئے کہ گونگا نمازی نہیں [کیونکہ وہ قراءت نہیں کرتا، یہ بات نہیں بنتی کیونکہ وہ شرعی نماز ادا کر رہا ہے لہٰذا وہ

مصلی یعنی ''نمازی'' کہلائے گا اور کہنا کہ اگر شرعی الفاظ کو شرعی معنی پر حقیقت کہا جائے] تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ قرآن عربی نہیں رہتا[کیونکہ شرعی معانی لغت عربی نہیں بلکہ وہ تو شریعت ہیں تو جب قرآن کے الفاظ اور اس کے معانی شریعت ہیں، لغوی نہیں تو پھر قرآن عربی نہ ہو، کیونکہ اس کے عربی لغت والے معانی مراد نہیں] تو یہ بات بھی نہیں بنتی اور نہ لازم آتی ہے [کیونکہ قرآن کے الفاظ، ترکیب اور جملے سب عربی ہیں] اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ شارع کے کلام اور الفاظ کو حقیقت شرعیہ پر محمول کرنا مقدم ہے حقیقت لغویہ پر محمول کرنے سے، پس تو اسے یاد کر اور تدبر کر اور غافلوں میں سے نہ ہو جا۔

ظرف لغو کو ظرف لغو کیوں کہتے ہیں

میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے پوچھا ظرف لغو کو ظرف لغو کیوں کہتے ہیں؟ حافظ صاحب نے مجھے بتایا: لغو کا ایک معنیٰ ہے ظاہر ہونا، بولنا، کلام کرنا، لغۃ اسی سے ہے۔ چونکہ ظرف لغو میں اس کا متعلق ظاہر ہوتا ہے اس لیے اسے ظرف لغو کہتے ہیں۔ جبکہ سرسری نظر میں لغو کا معنیٰ بے مقصد یا فضول لگتا ہے لیکن حافظ صاحب کی نظر گہرائی تک تھی۔

عقیدہ واسطیہ کے ایک مقام کا حل

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: انھوں نے کبھی کسی استاذ کو Degrhce[کرنے کی کوشش نہیں کی جو کہ عام لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اساتذہ کرام نے اگر کوئی بات پوچھنی ہوتی تو بلا جھجک آپ کے پاس تشریف لے آتے۔ میں نے جب پہلی دفعہ ''عقیدہ واسطیہ'' پڑھایا تو ایک موقع پر ایک عبارت سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی میں جامعہ کے ایک بزرگ استاذ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ مجھے اس کا مطلب سمجھا دیں۔ لیکن ان کے ذہن میں اس وقت اس عبارت کا مفہوم نہ آسکا۔ میں دوسرے دن بھی گیا پھر معاملہ اس طرح تھا تیسرے دن بھی یہی سلسلہ رہا سبق رکا ہوا تھا میں نے فیصلہ کیا کہ حضرت نورپوری رحمہ اللہ کے پاس چلتے ہیں میں شیخ کے پاس گیا وہی عبارت ان کے سامنے رکھی شیخ رحمہ اللہ نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس عبارت کا سارا مفہوم میرے سامنے رکھ دیا۔ مجھے پہلے بھی یقین تھا لیکن اس دن یقین میں مزید پختگی آ گئی کہ حضرت شیخ نورپوری رحمہ اللہ کو علوم پر جو دسترس حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ وہ عبارت افادہ عام کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔ وقال امام الحرمین في معنی الباء کما

سبق۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس پر نوٹ لکھوایا کہ امام الحرمین دو ہیں: (۱) عبدالملک (۲) ابو محمد عبداللہ بن یوسف۔ یہ دونوں آپس میں باپ بیٹا ہیں اور یہاں امام الحرمین سے مراد ''أبو المعالي الجوني عبدالملك بن أبي محمد عبدالله بن يوسف الفقيه الشافعي المتوفى ۴۷۸ھ'' ہیں۔[(مجلّہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۵۷)]

علوم عقلیہ منطق، فلسفہ پر مکمل دسترس

حافظ صاحب منطق، فلسفہ، ریاضی جیسے دقیق فنون پر مکمل دسترس تھی فنون کے متعلق جب بھی آپ سے سوال کیا جاتا ہے یا عبارت کے حل کے لیے پوچھا جاتا تو آپ بغیر کتاب دیکھے عبارت بھی حل کر دیتے اور مسئلہ بھی سمجھا دیتے۔

میں فجر کے درس کے بعد روزانہ حافظ صاحب سے ارشاد القاری پڑھتا تھا۔ کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی تھی، حافظ صاحب کے سامنے کتاب نہیں ہوتی تھی میں اوپر سے دیکھ کر پڑھتا، حافظ صاحب زبانی مجھے بتاتے زبانی عبارت حل کرواتے۔ تفہیم القاری کے نام سے ارشاد القاری کا جو ترجمہ وتوضیح میں نے کیا ہے وہ حافظ صاحب سے پڑھ کر کیا ہے اس کی اصولی منطقی تمام بحثیں حافظ صاحب نے مجھے پڑھائی ہیں۔ اب مجھے حافظ صاحب یاد آتے ہیں تو میں روتا ہوں، کاش میں حافظ صاحب سے مزید حاصل کر لیتا۔

کوئی بھی عالم دین کسی بھی فن کی کتاب کی عبارت حافظ صاحب سے پوچھتا تو حافظ صاحب اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اور بحث زبانی اسے سمجھا دیتے جس سے سائل کو عبارت بھی سمجھ میں آ جاتی اور زیر بحث مسئلہ بھی سمجھ آ جاتا۔

حافظ صاحب کو منطق اور فلسفہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ منطق کا کوئی مسئلہ آپ سے پوچھتے تو آپ فوراً اس کی مکمل تفصیل بتا دیتے۔ ایک دفعہ صبح نماز فجر کے بعد میں نے حافظ صاحب سے پوچھا دلیل لِمّی اور اِنّی میں کیا فرق ہے۔ حافظ صاحب نے فوراً بتایا عبارت میں آپ نے جس چیز کو علت بنایا ہے اگر واقع اور نفس الامر میں بھی یہی علت ہے تو اسے دلیل لمّی کہتے ہیں جیسے آپ کہیں «زیدٌ محموم لأنه متعفِنُ الأخلاط و كلُّ متعفن الأفلاط مَحْمُوْمٌ فزيدَ محمومٌ».

اس قیاس میں «متعفن الأخلاط» حد اوسط ہے اور یہ علت ہے بخار کی۔ جس طرح آپ کے ذہن اور عبارت میں یہ بخار کی علت ہے اسی طرح یہ واقع اور نفس الامر میں بھی علت ہے۔ لہٰذا اسے دلیل لمّی کہتے ہیں۔ عبارت اور ذہن میں آپ نے جس چیز کو علت بنایا ہے وہ نفس الامر اور واقع میں علت نہ ہو بلکہ معلول ہو تو اسے دلیل إنّی کہتے ہیں۔ جیسے آپ کہیں: «زیدٌ متعفنٌ الأخلاط لأنه محمومٌ و کلُّ محموم متعفن الأخلاط فزید متعفن الأخلاط» اس عبارت میں آپ نے بخار کو علت بنایا ہے «متعفن الأخلاط» کا لیکن واقع اور نفس الامر میں «متعفن الأفلاط» علت ہے اور بخار معلول ہے تو یہ دلیل إنّی ہے۔

پھر میں نے حافظ صاحب سے پوچھا اسے دلیل لمّی اور إنّی کیوں کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک دن میں نے حافظ صاحب سے پوچھا قیاس سفسطی کو سفسطی کیوں کہتے ہیں۔ حافظ صاحب نے بتایا اس میں مغالطہ ہوتا ہے یہ ایسے مقدمات پر مشتمل ہوتا ہے جو جھوٹے ہوتے ہیں۔ دوسرے کو مغالطہ دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے اسے سفسطی کہتے ہیں۔ ''سفسطی'' سوف اسطا سے مرکب ہے یہ یونانی لفظ ہے سوف کا معنی یونانی زبان میں حکمت اور اسطا کا معنی ہے ملمّع کی ہوئی بات۔ تو مطلب ہوا ملمّع شدہ حکمت، بناوٹی حکمت۔ پھر حافظ صاحب نے بتایا فلسفہ کو بھی فلسفہ اس لیے کہتے ہیں۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جب میں نے اپنے شیخ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کو ''تحفۃ الاخوان'' مکمل پڑھ کر سنائی تو میری قراءت کے دوران میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے کتاب میں کہیں کوئی تصحیح نہ کروائی۔ صرف ایک مقام پر حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ لفظ صیغہ معلوم کے ساتھ ہے، جس پر میں نے عرض کی کہ یہ لفظ صیغہ مجہول کے ساتھ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ ہاں یوں بھی درست ہے۔[(مجلہ 'المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۶۷)]

قاضی عبدالرشید جلہن صاحب کا مجیب الرحمٰن ہزاروی صاحب سے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ قاضی صاحب نے اس مناظرہ میں ہزاروی صاحب کو خوب چت کیا ہے۔ اس مناظرہ میں ہزاروی صاحب نے قاضی صاحب پر ایک سوال مسلسل ہر ٹرم میں کیا، قرأت مطلق اور مطلق قرأت میں کیا

فرق ہے؟ قاضی صاحب اس کے جواب میں فرماتے قرأت مطلق ہو یا مطلق قرأت ہو جو نماز میں فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی قرأت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ مجیب الرحمٰن اس بات کا کوئی جواب نہ دے اور بار بار یہی کہے قرأت مطلق یا مطلق قرأت میں کیا فرق ہے۔

میں نے یہ مناظرہ سننے کے بعد حافظ صاحب سے سوال کیا مطلق قرأت اور قرأت مطلق میں کیا فرق ہے؟ جب میں نے یہ سوال کیا اس وقت میں حافظ صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ شیخ محمد یوسف بان سوتر والے تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے یہ سوال کیا۔ حافظ صاحب نے شیء مطلق اور مطلق الشیء کے متعلق منطقی گفتگو شروع کر دی، اور اس کے متعلق دلیل حصر بیان فرمائی، اثبات اور نفی کے ساتھ تقسیم در تقسیم کر کے ایک ایک اصطلاح کو الگ الگ کرتے جاتے، جامعہ محمدیہ نیائیں چوک سے لے کر شیخ محمد یوسف صاحب کے گھر تک حافظ صاحب اسی کے متعلق گفتگو کرتے رہے، شیخ یوسف صاحب کا گھر پیپلز کالونی مسجد الفتح کے محراب والی گلی کی طرف تھا۔ شروع سے میں نے سمجھنے کی کوشش کی لیکن جب حافظ صاحب نے اس کے متعلق گہری باتیں شروع کیں تو میری سمجھ نیچے اور باتیں اوپر اوپر سے گزرنے لگیں۔ شیخ یوسف صاحب گاڑی سے اترنے لگے تو حافظ صاحب سے کہنے لگے یہ علم کسی اور کو بھی آتا ہے؟

دیکھ کر پڑھو:

ایک آدمی نے حافظ صاحب کو فون پر پوچھا: دارك زيد کی ترکیب کیا ہے؟ حافظ صاحب نے اسے کہا: آپ یہ عبارت کتاب سے دیکھ کر پڑھ رہے ہیں یا زبانی؟ تو وہ صاحب کہنے لگے میں اوپر سے دیکھ کر پڑھ رہا ہوں، حافظ صاحب نے اسے کہا تو پھر آپ غور سے پڑھیں، اس صاحب نے غور سے پڑھ کر پھر بتایا دارك زيد ہی لکھا ہے، اب کی بار حافظ صاحب نے اسے کہا: یہ دارك زيد نہیں بلکہ دراك زيد ہے۔

نادرة

قراءت خلف الامام پر ایک عجیب استدلال اور اس کا جواب

ارشاد القاری صفحہ ۱۸۸ پر حافظ صاحب نے احناف کی طرف سے فاتحہ خلف الامام پر ایک انوکھے

استدلال کا انوکھا جواب دے کر احناف کو ہدایت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں:

بعض الناس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ اور تحریک شفتین والی حدیث سے استنباط کیا ہے کہ قراءت خلف الامام جائز نہیں۔

[حالانکہ اس آیت اور حدیث سے یہ بالکل استنباط نہیں ہوتا] اس آیت اور حدیث سے اس طریقے سے اگر استنباط کرنا ہے تو پھر اس طریقے کے مطابق ہم کہتے ہیں یقیناً حدیث مدارسۃ القرآن دلالت کرتی ہے کہ قرآن کا ادب یہ ہے کہ ایک پڑھے اور ایک دوسرا اسے غور سے سنے جب قاری فارغ ہو جائے تو پھر جو پہلے سننے والا تھا وہ پڑھے اور جو پہلے پڑھنے والا تھا وہ اب سنے کیونکہ مدارسۃ کا معنی مقارأۃ [''ایک دوسرے کا پڑھنا ہے''] صاحب عمدہ [علامہ عینی رحمہ اللہ] فرماتے ہیں: فَیُدَارِسُهٗ یہ مدارسہ باب مفاعلہ سے ہے [اس کا مادہ] درس ہے اس کا معنی ''جلدی جلدی پڑھنا اور پڑھنے پر قادر ہونا'' اس کا مجرد ہے دَرَسْتُ الکتابَ وأدرُسُه وأدرِسُه اور ابوحیوۃ نے قرآن مجید کی آیت ﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرِسُوْنَ﴾ پڑھا ہے [یعنی راء کے کسرہ باب ضرب سے] تجلسون کی طرح اس سے مصدر درسا ودراسۃ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ﴾ ''اور انھوں نے پڑھا جو اس میں ہے۔'' اور أدرس الکتاب کا معنی قرأ الکتاب ہے دَرَسَ والا ہی معنی، اور ابوحیوۃ نے ﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تُدْرِسُوْنَ﴾ باب افعال سے بھی اسے پڑھا ہے ودرّس الکتاب تدریسا [باب تفعیل سے] اس میں تشدید مبالغہ کے لیے ہے، اور اسی سے ہے مدرِّس المدرسۃ ''مدرسے کا مدرس'' اور المدارسۃ کا معنی المقارأۃ ہے ''ایک دوسرے کا پڑھنا'' اور ابن کثیر اور ابوعمرو [جو سات مشہور قراء میں سے ہیں] نے آیت کو اس طرح پڑھا ہے ﴿وَلِيَقُوْلُوْا دَارَسْتَ﴾ یعنی آپ یہود پر پڑھتے ہیں اور وہ آپ پر پڑھتے ہیں۔

اور اس جگہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام قرآن باری باری پڑھتے جیسا کہ قراء کرام کرتے ہیں کہ مثلاً ایک دسواں حصہ پڑھتا ہے اور پھر دوسرا دسواں حصہ پڑھتا ہے تو اس لیے اسے لفظ مدارسۃ سے تعبیر کیا ہے یا اس لیے [لفظ مدارسۃ بیان کیا گیا ہے] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام دونوں

اکٹھا پڑھتے تھے۔

اور تحقیق یہ بات معلوم شدہ ہے کہ باب مفاعلہ دو کی مشارکت کے لیے ہوتا ہے جیسے ضاربت زیدا ''زید نے مجھے مارا اور میں نے زید کو مارا''، یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو مارا، اسی طرح خاصمت عمروا ''میں اور عمرو آپس میں جھگڑے''، عینی کی کلام ختم ہوئی۔

اس کلام سے مدارستہ کے پہلے معنی [ایک کے پڑھنے کے بعد دوسرا پڑھے] کی بنا پر یہ استنباط کیا جائے گا کہ امام کے پیچھے قراءت جائز ہے جب امام سورۂ فاتحہ کی مکمل یا بعض قراءت سے فارغ ہو اور وہ سکتہ کرے تا کہ اس کا سانس لوٹ آئے یا مقتدی پڑھ لیں۔

اور اس کلام سے دوسرے معنی [دونوں کا اکٹھے پڑھنا] کی بنا پر یہ استنباط واستخراج کیا جائے گا کہ مقتدی کا اپنے امام کی قراءت کے ساتھ ساتھ پڑھنا جائز ہے، اور اس کلام سے مدارستہ کے دونوں معانی کی بنا پر یہ مترشح ہوا کہ بعض الناس نے جو کہا ہے: قرآن کی وضع یہ ہے کہ ایک پڑھے اور دوسرا سنے یعنی دوسرا بالکل نہ پڑھے نہ سرًّا نہ جھرًا اور نہ قاری سے پہلے نہ اس کے ساتھ اور نہ اس کے بعد [بعض الناس کی اس بات کی] اس کلام سے نفی ہوتی ہے۔

اور یاد رکھنا کہ یہ استنباط جو ہم نے کیا ہے یہ اسی چال پر چلتے ہوئے ہم نے کیا ہے جس چال اور طریقے سے تحریک شفتین والی حدیث مسلسل سے قراءت خلف الامام کے عدم جواز کا [انھوں نے] استنباط کیا ہے ورنہ اس جیسے استخراج اور استنباط سے میں نہ یہاں راضی ہوں اور نہ ہی کہیں اور میں تو اس جیسے استنباط کا تحریف کے زمرے میں ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی توفیق سے نفع مند علم اور عمل صالح عطا فرمائے۔

نایاب حوالہ

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ جامع مسجد تکبیر اہل حدیث پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں دوران درس تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع الیدین کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ کتاب الجنائز حضرت مولانا عبدالرحمان مبارک پوریؒ میں لکھا ہے کہ کسی مرفوع یا صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ جنازہ کی چار تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے۔ علامہؒ البانی فرماتے ہیں کہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، یہی بات شرعاً ثابت ہے۔ (احکام الجنائز ص ۱۵۶ اردو ترجمہ ابوعبدالرحمان شبیر بن

نور) مولانا محمد اقبال کیلانی ﷾ صرف موقوف روایت بیان کرتے ہیں کہ [عبداللہ بن عمرؓ کان یرید في جمیع تکبیرات، الجنائز (بحوالہ بخاری شریف) جنازے کے مسائل از مولانا محمد اقبال کیلانی ص ۴۷ مسئلہ نمبر۱)]

میں نے محترم حافظ صاحب سے سوال کیا تو فرمانے لگے کہ ہاں کئی لوگوں کا یہ نظریہ ہے جو درست نہیں۔ کیونکہ ہر تکبیر جنازہ کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی مرفوع اور صحیح حدیث ثابت ہے۔ فرمانے لگے کہ آپ میرے ساتھ گھر چلیں میں آپ کو حوالہ دکھا دوں گا، چنانچہ میں گھر گیا تو آپ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔ اس میں ہے کہ امام دارقطنی کتاب العلل میں عمدہ سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوع بیان کرتے ہیں اور اس کا موقوف ہونا درست ہے' اس لئے کہ اس کو صرف عمر بن شبہ نے مرفوع بیان کیا ہے۔ یہاں ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ علت اکیلے والی قابل التفات نہیں اس لئے کہ عمر بن شبہ ثقہ راوی ہے۔ اس کا مرفوع بیان کرنا قبول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ثقہ راوی کی زیادتی کی قبولیت راجح ہے۔

[فتح الباری ابن باز جلد نمبر۳، ص ۱۹۰، باب سنۃ الصلاۃ علی الجنائز وقال النبی ﷺ من صلی علی الجنازۃ] [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۴۵)]

قراءات سبعہ عشرہ کے ایک مضمون پر نقد

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری فرماتے ہیں: مجلّہ المکرّم میں میرے قرأت کے بارے میں مضامین قسط وار شائع ہوئے میرے ایک مضمون پر نقد کرتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ سے تین صفحات لکھ کر بھیجے جو ایک قیمتی سرمایہ اور یادگار کے طور پر میرے پاس رہے گا۔[(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۹۴)]

حافظ صاحب کا مضمون افادہ عام کے لیے یہاں لکھا جاتا ہے، اس پر ہم سب قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے یہ مضمون ہمیں پہنچایا اور ہم نے پڑھا۔ حافظ صاحب کا یہ مضمون پہلے کہیں طبع نہیں ہوا اس لیے اسے یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ حافظ صاحب کا یہ مضمون چونکہ قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب کے مضمون پر نقد ہے اس لیے پہلے قاری صاحب کا مضمون لکھا جاتا ہے تاکہ مکمل بحث کی صحیح سمجھ آ جائے۔

حدیث شریف سے قراءات سبعہ عشرہ کا ثبوت

قراءات سبعہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے نہایت صحت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ آیئے اصح الکتب بعد از کتاب اللہ کی طرف آتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ (وَكِدْتُ أَعْجَلُ)عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ لِي أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

''عبدالرحمٰن بن عبدالقاری روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورہ فرقان اس کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا جس طرح میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پڑھایا تھا اور قریب تھا کہ میں ان پر جلدی کر جاتا مگر میں نے صبر کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے پھر میں ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آیا اور عرض کیا، کہ میں نے ان کو اس طریقہ کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا جس طرح آپ نے مجھ کو پڑھایا ہے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، پھر ان سے فرمایا کہ پڑھ (انہوں نے پڑھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح آیت نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ پڑھو، میں نے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی طرح نازل ہوا ہے، قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے جسطرح تم کو آسانی ہو پڑھو۔'' [صحیح بخاری (۲۴۱۹)]

امام شمس الدین رحمہ اللہ النشر میں فرماتے ہیں:

امام کبیر ابوعبداللہ قاسم بن سلام نے واضح لکھا ہے کہ یہ حدیث آپ ﷺ سے متواتر منقول ہے اور میں نے اس حدیث کے تمام طرق کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا تو معلوم ہوا کہ قراءات عشرہ کی قاریہ صحابیہ حضرت ام ایوب انصاریہ اور قراءات عشرہ کے ۱۸ مستند جلیل القدر قراء صحابہ کرام اس حدیث کے راوی ہیں۔

جس میں حضرت عمر حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابی بن کعب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نمایاں ہیں [از تدریب المعلمین شیخ عاصم لاہوری مدظلہ] حافظ ابو یعلی موصلی اپنی مسند کبیر میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بھی ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ کے دوران اس حدیث کے بارے میں پوچھا کہ کس نے یہ حدیث پاک آپ کی زبان مبارک سے سنی ہے تو بے شمار صحابہ کھڑے ہوگئے تو حضرت عثمان نے بھی ان کی تائید کی کہ ہاں تم سب بالکل ٹھیک کہتے ہو واقعی آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

سات لغات میں نازل کرنے کی حکمت

قرآن مجید کو سات لغات میں نازل کرنے کی حکمت یہ بتلائی گئی ہے کہ قرآن کے تکلم میں تمام اہل عرب کو تخفیف وآسانی میسر ہو سکے صحیح حدیث میں آتا ہے:

آپ نے فرمایا:

شروع میں قرآن مجید کو اللہ تعالی نے ایک لغت میں نازل فرمایا تو میں نے بار بار اللہ سے درخواست کی کے یا اللہ میری امت پر آسانی فرما یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے سات لغات پر پڑھنے کی اجازت دی گئی وہ سات لغات درج ذیل ہیں۔

لغت قریش ۲ لغت ہزیل ۳ لغت ثقیف ۴ لغت ہوازن ۵ لغت کنانہ ۶ لغت تمیم ۷ لغت یمن۔

امام عبداللہ بن قتیبہ کتاب المشکل میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو حکم دے کر امت کو یہ سہولت دی گئی کہ ہر ایک کو اپنی لغت کے مطابق کلمات قرآنیہ پڑھائیے چنانچہ بنی تمیم قیل غیض میں کسرہ میں ضمہ کے اشمام کے ساتھ بولتے تھے۔

کچھ قبائل تامنا میں ادغام کے ساتھ اشمام کرتے تھے۔

کچھ قبائل میم جمع میں صلہ کرتے تھے۔ کچھ قبائل قد افلح۔قل اوحی میں نقل حرکت کرتے تھے۔ کچھ قبائل موسیٰ عیسیٰ ذوات الیا میں امالہ کرتے۔ کچھ خبیراً کی را میں ترقیق۔ اور صلوت طلاق کے لام میں تفخیم کرتے تھے لہذا آپ نے ان کو بھی ایسے ہی پڑھایا۔

دوسری بات

اللہ تعالی نے اہل عرب کو اس جیسا قرآن لانے کا چیلنج کیا سبعہ احرف کی حدیث سے قرآن کے طرز ادا میں وسعت ہوگئی اب اس چیلنج کے مخاطب صرف قریش ہی نہ رہ گئے بلکہ تمام قبائل ہو گئے اب کسی قبیلہ کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہی کہ اگر قرآن ہماری لغت پر اترتا تو ہم اسکا مقابلہ کرتے [نعوذ باللہ] امانیہ شرح شاطبیہ ج ۲] مگر قرآن مجید کو اختلاف لہجات کی بجائے ایک ہی لغت پر اتار دیا جاتا تو اس سے حصول ہدایت انتہائی مشکل امر ہوتا اور یہ ایسی تکلیف کے قبیل سے ہوتا جو انسانی طاقت کی حدود سے ماورا ہوتی کیونکہ انسان کا مادری زبان سے کسی دوسری زبان کی طرف پلٹنا انتہائی مشکل کام ہوتا اسلام تو دفع حرج اور رفع مشقت کا حامی ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ .

[الحج: ۷۸]

”دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی گئی۔“

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کی سہولت اور آسانی کی خاطر ان سے تنگی اور مشقت کو رفع فرمایا ہے۔

التفسیر الواضح از ڈاکٹر محمد محمود حجازی [۱۷۔۶۸] یہ آسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ لہجات عربی کی مناسبت سے قراءات بھی مختلف ہوتیں کیونکہ انسان بچپن سے جوانی یا بڑھاپے تک جو زبان بولتا ہے اسے یکبارگی چھوڑنا یقیناً ایک مشکل کام ہے مزکورہ آیت ہر قسم کے رفع حرج پر دلالت کرتی ہے اثر القراءات فی الفقہ اسلامی از ڈاکٹر صبری [۱۱۸] امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت امت محمدیہ کا خاصا ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سارے احکام کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔

تفسیر قرطبی [۳۳۹۲] فصیح لہجات کا اختیار اور رفع حرج بھی ان احکام میں سے ہیں۔

جو شریعت اسلامیہ نے ہمیں عطا کیے ہیں اس آیت کے تحت مانوس لہجات کے جائز ہونے میں

کوئی چیز مانع نہیں ہے۔اللہ پاک نے فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

کا فرمان عالیشان جاری کر کے جہاں قرآن مقدس کا ذمہ اپنے سر لیا ہے وہاں قرأت متواترہ منزل من اللہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے معلوم ہوا کہ قراءت متواترہ قراء کی کذب بیانیاں نہیں ہیں۔ اور نہ ہی مکرم ومحتشم قرائے کرام کی مفتریات ہیں۔ العیاذ باللہ

بلکہ یہ اپنے مدارس اور جامعات میں وہ کچھ تجوید وقرأت کی صورت میں پڑھتے پڑھاتے ہیں جو اللہ نے اپنے پاک پیغمبر ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا اور یہ قرآن وقراءات پڑھنے پڑھانے کا حکم دیا پھر پاک پیغمبر ﷺ نے آگے اپنے اصحاب کو پڑھایا جب وہ اس فن میں مہارت تامہ حاصل کر گئے تو ان کو آگے ابلاغ کی تعلیم واجازت فرمائی۔ اللہ پاک ہمیں بھی تجوید وقراءات متواترہ کی حقانیت وصداقت کو سمجھنے اور پھر اس کے مطابق درست وخوبصورت قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نقد نور پوری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازعبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم قاری مقری عنایت اللہ صاحب ربانی کاشمیری حفظہما اللہ سبحانہ وتعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔

سہ ماہی مجلہ المکرّم نمبر۵ میں جناب مکرم کا مضمون ''قرآن کو درست اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' قسط نمبر۴ بغور پڑھا جس میں ایک عنوان ہے۔''حدیث شریف سے قراءات سبعہ عشرہ کا ثبوت'' نیچے صحیح بخاری کی حدیث «ان القرآن أنزل علی سبعة أحرف» الخ درج کی گئی ہے تو حدیث سبعہ احرف سے قراءات سبع وعشر کو ثابت کیا گیا ہے۔[۱۔سبعہ احرف والی حدیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سبعہ احرف سے مراد قراءات سبع وعشر ہونا محل نظر ہے، کیونکہ سبع سے عشرہ مراد لینا تو کسی صورت بھی درست نہیں کما لا یخفی علی احد۔ سبعہ احرف سے قراءات سبع مراد ہونا اس لئے محل نظر ہے کہ جناب خود زیرعنوان سات لغات میں نازل کرنے کی حکمت

لکھتے ہیں: قرآن مجید کو سات لغات میں نازل کرنے کی حکمت یہ بتلائی گئی ہے کہ قرآن کے تکلم میں تمام اہل عرب کو تخفیف وآسانی میسر ہو سکے صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شروع میں قرآن مجید کو اللہ تعالی نے ایک لغت میں نازل فرمایا تو میں نے بار بار اللہ سے درخواست کی یا اللہ میری امت پر آسانی فرما یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے سات لغات پر پڑھنے کی اجازت دی گئی وہ سات لغات درج ذیل ہیں۔

۱۔لغت قریش	۲۔لغت ہذیل	۳۔لغت ثقیف
۴۔لغت ہوازن	۵۔لغت کنانہ	۶۔لغت تمیم
۷۔لغت یمن		

جناب کا یہ بیان نص صریح ہے کہ جن سات احرف پر قرآن مجید نازل کیا گیا وہ سات مندرجہ بالا سات لغات عرب ہیں اور ہر ایک قاری وغیر قاری عالم جانتا ہے کہ قراءات سبع وعشر مندرجہ بالا لغات عرب نہیں، ان کے علاوہ ہیں کیونکہ قراء کرام سبعہ ابوعمرو، نافع، عاصم، حمزہ، کسائی، ابن کثیر اور ابن عامر رحمہم اللہ تعالی ہیں، اور قراء کرام عشرہ یہ سات اور تین یعقوب، ابوجعفر، اور[خلف رحمہم اللہ تعالی ہیں اور یہ قراء کرام نزول قرآن کے زمانہ سے بہت بعد کے ہیں۔ پھر جناب محترم لکھتے ہیں: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ کا فرمان عالیشان جاری کر کے جہاں قرآن مقدس کا ذمہ اپنے سر لیا ہے وہاں قراءت متواترہ منزل من اللہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے معلوم ہوا کہ قراءت متواترہ قراء کرام کی کذب بیانیاں نہیں ہیں۔

آپ کے اس بیان سے واضح ہے کہ آپ کے نزدیک قراءات سبع وعشر متواتر ہیں منزل من اللہ ہیں اور اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ آخری دونوں باتوں کی بنیاد پہلی بات ان قراءات سبع وعشر کا متواتر ہونا ہے جبکہ ان قراءات کا رسول اللہ ﷺ سے متواتر ہونا محل نظر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» متواتر ہونے سے قراءات سبع وعشر کا متواتر ہونا نہ نکلتا ہے نہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ تعالی ارشاد الفحول میں لکھتے ہیں:

وقد ادعی تواتر کل واحدہ من القراء ات السبع وھی قراءۃ أبی عمر، و نافع، و عاصم، و حمزۃ، والکسائی، وابن کثیر، وابن عامر دون

غيرهما، وادعى أيضا تواتر القراء ات العشر وهي هذه مع قراءة يعقوب، وأبي جعفر، و خلف، وليس على ذلك أثارة من علم. ارشاد الفحول(١/ ١٧٦-١٧٣)

ارشاد الفحول (۱/۱۷۴) کے حاشیہ پر بحوالہ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۷۱) شیخ الاسلام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

ونحن نقول : نتلو بها وان كانت لا تعرف الاعن واحد لكونها تلقيت بالقبول، فأفادت العلم، وهذا واقع في حروف كثيرة، وقراءات عديدة، ومن ادعى تواترها فقد كابر الحس أما القرآن العظيم سورة و آياته فمتواتر ولله الحمد محفوظ من الله تعالى الخ.

۴۔ پھر آپ نے امام کبیر ابوعبداللہ قاسم بن سلام، [رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا میں نے اس حدیث کے تمام طرق کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا تو معلوم ہو کہ قراءات عشرہ کی قاریہ صحابیہ حضرت ام ایوب انصاریہ اور قراءات عشرہ کے ۱۸ مستند جلیل القدر قراء صحابہ کرام اس حدیث کے راوی ہیں۔

معلوم ہوا کہ پہلے ذکر کردہ سات اور دس قراء کرام رحمہم اللہ اجمعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بعد کے ہیں لہٰذا ام ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہا کے قراءات عشر کی قاریہ اور ۱۸ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قراءات عشر کے قراء ہونے کی سند ودلیل درکار ہے۔تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیہ سلام پیش فرمادیں۔

۱۰/۴/۱۴۳۱ھ سرفراز کالونی۔گوجرانوالہ

لغت عربیہ پر عبور

حافظ صاحب کو لغت عربیہ پر مکمل عبور حاصل تھا،کسی بھی زبان پر عبور حاصل کرنے کے لیے تین مراتب کو طے کرنا ضروری ہے۔

۱۔آدمی اس زبان کو پڑھ سکتا ہو اور اچھی طرح سمجھ سکتا ہو۔

۲۔اس زبان کو اس کی گرائمر کے مطابق لکھ سکتا ہو۔

۳۔اس زبان کو بولنے پر قادر ہو۔

حافظ صاحب میں یہ تینوں خوبیاں کمال درجہ کی موجود تھیں، جن کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائے۔

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا: ایک بات جو مجھے نئی معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ عربی کے بہت بڑے شاعر بھی تھے، علم عروض جس سے مصرعوں کے اوزان جانے جاتے ہیں جس سے شاعری بنتی ہے آپ اس کے بڑے ماہر تھے، انھوں نے اپنے استاذ حافظ محمد رحمہ اللہ کے متعلق ۱۵۰ اشعار لکھے تھے اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے متعلق چونسٹھ (٦٤) اشعار لکھے تھے۔

حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کے متعلق عربی اشعار

حافظ محمد اسلم شاہد روّی فرماتے ہیں: ارشاد القاری الی نقد فیض الباری کو تبصرہ کیلئے پڑھا۔ اس کے مقدمہ سے بات سامنے آئی کہ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ عربی کے اچھے شاعر بھی ہیں۔ لہذا اس کتاب کی اشاعت کے پیش نظر ان سے عربی میں کچھ لکھنے کی درخواست کی گئی۔ جو انہوں نے بہت سی علمی مصروفیات کے باوجود قبول فرمائی۔ حافظ محمد عبداللہ صاحب پر میرا مضمون جو اس کتاب (حافظ عبداللہ شیخوپوری، حیات، خدمات،) میں سب سے پہلے لگایا گیا ہے ان کے حکم پر انکی خدمت میں بھیجا گیا۔ جس کے ابتدائی حصہ کا انہوں نے عربی اشعار میں ترجمہ کر دیا ہے۔ جس پر ہم حافظ عبدالمنان صاحب کے بہت شکر گزار ہیں۔

﴿تذكرة الحافظ عبد الله الشيخوفوری رحمه الله تعالى﴾

از قلم: جناب علامہ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ گوجرانوالہ

الحمد لله العظيم السلطان — والشكر لله القوى البرهان

ثم الصلاة على النبى المصطفى — وأويله مع صحبه الخلان

فالتابعين الصالحين أولى التقى — والتابعين لهم ذوى الا حسان

فتعاليا نذكر اخاالبرهان — عبد الله سيد الشجعان

متقاطن الشيخوفره متحاببا — متواصل العلائق القران

مولده ويتمه

فلقد أتانا بالنباء المتيقن الـ — متبالغ المتعاظم الأفنان

متواطن بالشهدره هو أسلم ان قد تولد حافظ القرآن

فی قریه سمها الجمیل محمد مندر نوالا صاحب العرفان

احدی قری أجنالة لأمر تسر بنجاب هند یا أخا الاتقان

شعبان عام ثلاث عشرة مائة وحدی وستون انجلت اخوانی

قد کان من أبناء واهلة اشتهر بالهند والباك ـ العظیم الشان

واسم لوالده فاسماعیل یا اصحاب دین عالم ربانی

ولجده فخدابخش هو زاهد تلمیذ عبد الجبار السانی

ومرید محی الدین عبد الرحما ن ابن للکوی عظیم الشان

لمحمد جدا علا لقبیلة دینیة لکویة حقانی

قدمات والده الکریم وکان ذا طفلا صغیرا قبل باکستان

والله ما خمسا و فی سن له أحیان کان لهند ذا قسمان

هجرته الی باکستان

ولقد أتی متهاجرا مع عمه ابراهم الخطاب ذی الشان

قد حل أسرته به کجلی لور کا عند نارك مندنا أقرانی

فهنا لبلغ دیننا مع عمه للأ بعد القاصی له والدانی

علموا بأن ضیاعهم برنی منا رة ثم قد جاء وا بها خلانی

ورنی منادة عند هرن منارةِ وهما لفی شیخوفور اخوانی

فلقد توفی فی رنی عم له ابراهم فخطیبنا الربانی

ونوائب الیتم النزیلة صعبه انی مضی فیها الیتیم الوانی

لا یعلم العیش الذی قد عاشه فیها سوه و ربه الرحمن

حفظه للقرآن و تحصیله

قد حصل العلم الذی یتعلق الی أشیا ء من شعب الدنی اخوانی

عشر ا سنین بجده وجهوده بمدارس و معاهد أقرانی

لحکومة قد فاز فی درجاته ‏ ‏ أخذ الشهاده فی یداء لایمان

حفظ الکتاب القرآن بقریة ‏ ‏ ینمی الیها حافظ ربانی

یحیٰ رئیس مراکز التبلیغ فی ‏ ‏ بوکه بلوجا موضع العرفان

تدعی بمیر محمد هی لم تقع ‏ ‏ الالدی رائی وند ذی الشان

فلجا لاهور العظیمة حصل الت ‏ ‏ جوید من اظهار أحمد تانی

وعلوم دین واللسان فمن اولی ‏ ‏ دارالحدیث بمسجد حقانی

جیناولی قد کان یخطب فیه مو ‏ ‏ لانا فاسحاق الرضا الرحما نی

فشیوخه فالحافظ البدیملی ‏ ‏ والصادق الخلیل للانسان

وعبید الله العفیف المفتی ‏ ‏ والراشدی فمر شد الرهبان

فاروق احمد ثم حافظنا المحد ‏ ‏ ث روبری اولی الحدیث السانی

ومحدث لاولی حدیث حافظ ‏ ‏ لکتاب رب العالمین البانی

هو عالم للقوم طور فاشتهر ‏ ‏ شیخ له فمع اسم بنیامان

ابن عبدالحق: سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ ۱۷/۲/۱۴۲۷ھ

نوٹ: قارئینِ کرام ان اشعار کا ترجمہ سمجھنے کیلئے میرے اس مضمون کو سامنے رکھ لیں۔ (شکریہ) حافظ محمد اسلم شاہدروی

حافظ محمد اسلم شاہدروی صاحب کا یہ مضمون دیکھنے کے لیے ’’حافظ عبداللہ شیخوپوری، مرتب: حافظ محمد اسلم شاہدروی‘‘ کا صفحہ ۱۳ سے مطالعہ فرمائیں۔

عربی میں درس

۲۶ اپریل ۲۰۱۲ء کو فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ظہر کے وقت حافظ نورپوری صاحب کے گھر تشریف لائے۔ انھوں نے حافظ عبدالرحمن ثانی، حافظ عبداللہ بن حافظ عبدالمنان نورپوری اور مولانا عبدالوحید ساجد صاحب سے تعزیت کی۔ انہیں صبر واستقامت کی دعائیں دیں، حافظ صاحب کی مغفرت اور اعلیٰ مقام کی دعا کی یہ دعا ہاتھ اٹھانے کے بغیر زبانی کلامی کی۔ دورانِ گفتگو میں نے مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب کو مخاطب کر کے کہا آپ ہمیں حافظ صاحب کے متعلق کوئی بات سنائیں جس کا آپ

نے مشاہدہ کیا ہو یا آپ نے سنی ہو۔

مولانا رحمانی صاحب حفظہ اللہ فرمانے لگے: حافظ نورپوری صاحب کا جامعہ ابی بکر کراچی میں درس تھا، میں اس پروگرام میں اسٹیج سیکرٹری تھا۔ حافظ صاحب اپنے درس سے پہلے مجھے بلا کر کہنے لگے میرے نام سے پہلے کوئی لقب نہیں بولنا، شیخ الحدیث وغیرہ کسی قسم کا کوئی لقب میرے ساتھ نہیں لگانا، ورنہ میں تقریر نہیں کروں گا مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب یہ بات سنا کر کہنے لگے میں سوچتا رہا اگر نورپوری صاحب شیخ الحدیث نہیں تو کون شیخ الحدیث ہے لیکن ان کا حکم تھا اس لے لقب کے ساتھ پکارنے سے پرہیز کیا۔ حافظ صاحب کو یہ پابند کیا گیا تھا کہ آپ نے خطاب عربی میں کرنا ہے، کیونکہ یہاں مختلف ممالک کے طلبا ہیں سب عربی زبان سمجھ لیں گے جبکہ ان میں کئی اردو نہیں سمجھتے۔ حافظ صاحب نے عربی میں درس دیا، حافظ صاحب کے درس میں نصوص بہت زیادہ تھیں۔ قرآن کی آیات اور احادیث کی عبارتیں بہت زیادہ تھیں۔ پھر فتح الباری کی عبارتیں حافظ صاحب پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے حافظ صاحب کو فتح الباری حفظ ہے۔

حافظ صاحب عربی میں شعر بھی بنا لیا کرتے تھے چنانچہ بڑے شیخ حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ اور محدث عطاء اللہ بھوجیانی رحمہ اللہ کے تعارف ومناقب پر آپ کی بنائی ہوئی عربی نظمیں مطبوع ہیں۔ جو پیچھے اپنے مقام پر گزر چکے ہیں۔ کچھ مزید اشعار لاحظہ فرمائیں۔

تقلیدی اشعار کا رد، اشعار میں

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپ کی ایک نہایت مفید کتاب: ''ارشاد القاری الی نقد فیض الباری'' ہے جو کہ احناف کے بڑے شیخ اور علامہ انور شاہ کشمیری کی صحیح بخاری کی شرح فیض الباری کا عربی میں رد ہے، فیض الباری میں ایک مقام پر شیخ کشمیری صاحب نے بعض ابیات بنائے ہوئے ہیں جو کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے تقلیدِ شخصی کی طرف دعوت دینے پر مشتمل ہیں، تو آپ رحمہ اللہ نے ان کے شعروں کے جواب میں (۱۵) ابیات بنائے ہیں جو کہ تقلیدِ شخصی کو ترک کر کے کتاب وسنت کی طرف دعوت پر مشتمل ہیں، اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے یہ اشعار شیخ کشمیری کے اشعار کے وزن پر ہی ہیں۔

اور وہ اشعار یہ ہیں:

یامن یرجح رأیه ... و امامه بأصوله
و فروعه و مذاهبًا ... و مواقفًا لعقوله
مع فعل احمد والمقو ... لِ له و سکت رسوله
خذ ما یجیئك حکمه ... مما مضیٰ بقبوله
و اللذ أتی متعارضا ... فالحل ما بأصوله
و دع المقال برأیکا ... و برأیهم و بطوله
ان الوقائع فی محا ... کم شارع کمقوله
لتقطع الاعذار فی ... فعل لحاظ نقوله
والاحتمال الی مقا ... ل جاء مثل عموله
فذروا الجدال و ما جلب ... و تثبتوا لدخوله
و خروجه أ فما هدا ... نا الله دین رسوله
لا تجعلوا متعاملا ... سکتًا لوقت حصوله
ان الفعال لناطق ... مثل الکلام وقُوله
فاقدُر فِعالَ نَبِیّکَا ... واترك شقاق مقوله
و انبذ حدیث شکوککا ... حیث الرّدٰی لفضوله

[ارشاد القاری (جلد۲ص ۵۶۸، ۵۶۹)]

یہ آخری دو اشعار آپؒ کی مشہور کتاب احکام ومسائل جلد: ا ص: ۲۹۷ پر بھی موجود ہیں ۔ وہاں ان کا ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے:

’’اپنے نبی ﷺ کے افعال کی تعظیم کر اور آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت چھوڑ دے اور اپنے شک کی باتوں کو پھینک دے ردی کی جگہ پر، کیونکہ وہ فضول ہے۔‘‘

ارشاد القاری پر عرب علما کی داد تحسین

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی بے نظیر محققانہ تالیف «إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري» شائع ہونے کے بعد جب عرب علما نے دیکھی تو کہنے لگے کہ اس کتاب سے محدثین کرام کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب تمام علوم وفنون کو جامع ہے، جس میں ہر فن کے مباحث پڑھنے کو ملتے ہیں۔ آپ تمام علومِ شریعت میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ [(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۶۶)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی کتاب زوائد ارشاد القاری الیٰ نقدِ فیض الباری جو کہ فیض الباری کا تحقیقی وتفصیلی مُسکِت جواب ہے، وہ عرب میں پاک وہند سے بھی زیادہ مشہور ہے، عرب علما اس سے اقتباسات لیتے ہیں اس کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ ایک دفعہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد علامہ شیخ عید عباسی حفظہ اللہ نے یہ کتاب دیکھی تو کہنے لگے کہ اس کا مصنف تو بہت بڑا عالم معلوم ہوتا ہے اور عربیت میں بہت ہی مضبوط اور پختہ ہے۔

''عزم طلبہ'' جو مرکز المعہد العالی ننگل سادہ مرید کے سے جاری ہوتا ہے، اس کے پہلے شمارہ میں مولانا خالد بشیر مرجالوی صاحب حفظہ اللہ کا مضمون عربی زبان کی اہمیت کے عنوان سے چھپا ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں: خود ہمارے ملک میں بحمداللہ کئی اہل علم اور شیوخ ایسے موجود ہیں جنھوں نے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کی لیکن ان کی عربی دانی پر عرب لوگ حیران وششدر ہیں مثال کے طور پر ہمارے شیخ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری جامعہ محمدیہ اہل حدیث گوجرانوالہ کے خریج ہیں اور آپ کے فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی جامعہ والوں نے آپ کو مدرس بھی رکھ لیا تھا اور تا حال وہاں ہی پڑھا رہے ہیں صحیح بخاری پر آپ کی عربی تالیف «إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري» حنفی عالم مولانا انور شاہ کاشمیری کی کتاب ''فیض الباری'' کے جواب میں ہے۔ میں اس وقت الریاض میں قاری محمد ابراہیم بلوچ حفظہ اللہ کی بیٹھک

میں تھا کہ ملک شام کے بلند پایہ عالم دین اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ محمد عید العباسی جو کہ قاری صاحب کے پڑوس میں رہتے تھے تشریف لائے المارئ میں موجود کتابوں کو دیکھنے لگے اب ارشاد القاری کی ایک جلد ان کے ہاتھ میں تھی میں نے انہیں بتایا کہ یہ ہمارے شیخ کی کتاب ہے کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا فرمانے لگے: «الشیخ متقن فی اللغۃ» شیخ عربی میں مضبوط، ماہر ہیں۔ بعض دقیق عبارات کے بارے میں کہنے لگے کہ ان کی ضرورت نہیں تھی میں نے عرض کی ہمارے شیخ دکتور عبدالرحمٰن الفوزان نے ہمیں بتایا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھو تو وہ کافی دقیق ہیں جبکہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتابیں سہل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مدمقابل ایسے لوگ تھے جن کا جواب انھوں نے انہی کی زبان میں دیا ہے جب کہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے مخاطب عام سادہ لوح بدو لوگ تھے۔ تو چونکہ فیض الباری میں ایسی ابحاث ہیں لہذا جواب بھی اسی انداز سے دیا گیا ہے استاذی المکرّم نور پوری صاحب رحمہ اللہ اسی کتاب ارشاد القاری میں احناف کے جید عالم مولانا انور شاہ کاشمیری پر نقد کرتے ہوئے آپ نے سینکڑوں لغت کی اغلاط کی نشاندہی فرمائی ہے جو آپ کے راسخ فی العلم ہونے کی بین دلیل ہے۔[(عزم طلبہ، شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۸)]

کشمیری صاحب کی عربی میں عجمیت کے آثار

ارشاد القاری ہے ہی ساری کی ساری مولانا انور شاہ کاشمیری صاحب کی اغلاط کی نشاندھی، اور خیر خواہی۔ مولانا انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری میں یہ عبارت لکھی ہے۔

«لو نظرت علی هذه الأجزاء بالغور و الامعان».

اس پر نقد کرتے ہوئے حافظ صاحب نے لکھا ہے۔

«وأثار العجمية تلوح على قوله بالغور والإمعان».

یہ عبارت میں نے حافظ صاحب کے مسودے سے پڑھی تو حافظ صاحب مجھے کہنے لگے بتاؤ اس عبارت میں عجمیت کتنے طریقوں سے ہے۔ میں نے کہا ایک تو لفظ غور کا استعمال ہے اور دوسرا نظرت کے بعد علی کا صلہ ہے اور تیسرا حافظ صاحب نے خود بتایا کہ یہاں اجزاء کے لفظ سے بھی پتا چل رہا ہے۔ حافظ صاحب نے مجھے یہ عبارت پڑھائی اور پھر کہنے لگے یہ کوئی بات نہیں، عجمی لوگوں سے بسا اوقات ایسا کام ہو جاتا ہے۔ «تحفة الأحوذي» میں بھی آپ کو کئی مقامات ایسے ملیں گے، پھر حافظ

صاحب کہنے لگے میری تحریر میں بھی آپ کو ہو سکتا ہے ایسا مل جائے حافظ صاحب نے مزید بتایا کہ امام بخاری سے بھی ایسا ہو گیا ہے میں نے تعجب سے پوچھا کیا آپ کو امام بخاری کا کوئی حوالہ یاد ہے؟ حافظ صاحب نے بخاری پکڑی اور ایک جگہ سے عجمی لفظ نکال کر دکھا دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ جگہ "كتاب الحج باب تعجيل الوقوف" ہے، لیکن جب میں نے وہاں دیکھا تو مجھے یہ عبارت وہاں سے نہیں ملی، کسی بھائی کو ایسی کسی بات کا علم ہو تو مناسب سمجھے تو بتا دے۔

سونے کا تمغہ

مولانا عبدالرحمان ضیا صاحب بیان فرماتے ہیں: ۱۹۹۸ کے بعد کی بات ہے کہ جدید عربی میں مزید اضافہ کی غرض سے حضرت الاستاذ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں داخلہ بھیجا آخر میں جب امتحان ہوا تو اول پوزیشن حاصل کرنے کی بنا پر انھوں نے حضرت الاستاذ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سونے کا ایک تمغہ بطورِ انعام بھیجا تھا۔

باب نمبر ۱۲

قوت حافظہ

مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا اور حافظہ بھی غضب کا تھا، حاضر دماغی بھی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: حافظہ اتنا قوی ومضبوط تھا کہ دو دو تین تین گھنٹے کی تقریر وتقریب بخاری کے موقع پر مفصل درس زبانی ارشاد فرمالیا کرتے تھے اور عربی عبارات اور اسماء الرجال کے اس قدر حافظ تھے کہ سب کچھ زبانی بیان کیا کرتے تھے۔ بخاری شریف کا مقدمہ مرأۃ البخاری جو 240 صفحات پر مشتمل ہے، آپؒ نے 1982ء میں سارا زبانی املاء کروایا تھا، آپؒ کو رسول اللہ ﷺ کا آدم علیہ السلام تک سارا نسب نامہ زبانی یاد تھا، قرآن مجید بھی آپؒ نے دورانِ درس نظامی ہی تقریبا پانچ ماہ میں مکمل حفظ کیا تھا۔

مولانا عثمان اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: حافظ نور پوری صاحب نے بتایا میں نے حضرت حافظ گوندلوی سے ارشاد الفحول پڑھی۔ ہمارے پاس جو نسخہ درسی تھا اس میں ایک لفظ کتابت کی غلطی سے غلط چھپ گیا، گوندلوی صاحب ہمیں پڑھاتے پڑھاتے فرمانے لگے کہ یہ لفظ یوں ہے میں (عبدالمنان) نے کہا کہ استاد محترم کتاب میں تو یوں لکھا ہے حافظ گوندلوی فرمانے لگے کہ کتابت کی غلطی ہے۔

نور پوری صاحب فرماتے ہیں ۳۶ سال قبل استادوں کا بتایا ہوا وہ لفظ اب ارشاد الفحول جو بیروت سے ۲ جلدوں میں طبع ہو کر آئی ہے۔ اس میں صحیح ثابت ہو گیا ہے [کہ واقعی درسی نسخہ میں غلط تھا] (اللہ استاد شاگرد دونوں پر رحمت فرمائے) [(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر۱۳ صفحہ ۱۳۶)]

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: مرکز التربیۃ الاسلامیہ میں شیخ اثری حفظہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ کسی ساتھی نے شیخ نور پوری رحمہ اللہ کی تازہ طبع ہونے والی کتاب خطبات نور پوری (جو ساری نماز جنازہ کے موضوع پر تھی) شیخ اثری حفظہ اللہ کو دکھائی تو اثری صاحب نے دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ ماشاء اللہ بہت اچھی قیمتی کتاب ہے، حافظ صاحب نے منبر پر اسے زبانی بیان کیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں نے استاد گرامی حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ جیسا قوی الحافظہ کوئی نہیں دیکھا ان کے حافظے کی جھلک مجھے شیخ نور پوری میں نظر

آتی ہے، سبحان اللہ۔

حافظ صاحب اخبار نہیں پڑھتے تھے لیکن اخبار پڑھنے والے اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے سیاسی لوگوں کو چپ کرا دیتے تھے۔ اور حافظ صاحب کی بات محفل و مجلس میں سب لوگوں سے بلند ہوتی تھی، آپ ہی اہل مجلس پر غالب ہوتے تھے۔

ایک دفعہ کنگنی دالا کے حافظ ذوالفقار صاحب نے حافظ صاحب کی مسجد میں نماز کے بعد درس دیا اور درس میں انھوں نے بتایا مجاہدین نے ایک تازہ ترین کاروائی کی ہے، انڈیا کے چالیس فوجی واصل جہنم کیے ہیں۔ ابھی یہ درس سے رہے تھے کہ حافظ صاحب نے انہیں دوران درس ہی ٹوک دیا اور کہا مولوی صاحب آپ کو پتا ہے کہ چالیس آدمی مارے ہیں؟ وہ تو بیس آدمی ہیں آپ چالیس بنا رہے ہیں۔ خالد حسین صاحب نے بتایا سارے نمازی حیران ہو گئے کہ حافظ صاحب کو کس طرح واقعہ کی حقیقت کا علم ہے اور ہم ساتھی بعد میں تبصرہ کرنے لگے واقعی اس ہفتے کے جرار اخبار میں بیس فوجیوں کے مارے جانے کا ذکر ہے، چالیس کا نہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ حافظ صاحب جرار اخبار پڑھتے ہیں اور پوری توجہ سے پڑھتے ہیں یا پھر ایک دفعہ اخبار دیکھنے سے ہی پتا چل گیا ہے، جرار اخبار حافظ صاحب کے گھر آتا تھا حافظ صاحب اسے سرسری نظر سے ہی دیکھ کر سب کچھ یاد کر لیتے تھے۔ خالد صاحب کی بات سن کر میں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ حافظ صاحب نے ساری عمر پکی بات کی ہی نہیں آپ کی عادت ہی یہ تھی کہ بات سچی اور پکی کرتے تھے، اور آپ اسی بات کی تلقین کیا کرتے تھے: بات وہ کرو جسے آپ دکھا بھی سکیں۔ حافظ صاحب اس نظر سے مطالعہ کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت بن چکی تھی اس لیے جو چیز بھی پڑھتے یا سنتے اسے ٹھیک سنتے اور ٹھیک پڑھتے۔ اور جسے بیان کرتے اسی طرح اسے دکھا بھی سکتے تھے۔ بس عام آدمی اور عالم آدمی کا یہ فرق ہوتا ہے اور عالم آدمی کا اور حافظ صاحب کا یہ فرق اور بھی زیادہ تھا۔

حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے متعلق یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ آپ اخبار کا مطالعہ اس لیے نہیں کرتے کہ وہ ساری اخبار آپ کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے، پھر وہی دماغ میں گھومتی ہے۔ ایک مرتبہ کوئی چیز پڑھ لیتے تھے وہ چیز حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کو یاد ہو جاتی تھی۔ دراصل ان لوگوں نے بات ذمہ داری سے کرنا ہوتی ہے اس لیے یہ پڑھتے بھی ذمہ داری سے ہیں اور یہ لوگ نیک ہوتے ہیں جس وجہ سے اللہ کی رحمت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے حافظہ ان لوگوں کا بڑا

تیز ہوتا کیونکہ ان کے دماغ میں سوائے اللہ رسول کی بات کے اور کوئی بات گردش کرتی نہیں، اس لیے انہیں نیکی کی باتیں جلدی یاد ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک لوگوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾.

طالب علم اور اہل علم کو چاہیئے کہ وہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں جو نسیان کا سبب ہیں یعنی گناہ و معصیت سے بچیں اور ان چیزوں میں دل نہ لگائیں جو ذہن وفکر کو غافل کر دیتی ہیں جیسے دنیا کی سحر آفرینیوں اور خواہشات نفسانی میں دلچسپی لینا چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے

شكوت الى وكيع سوء حفظي
فاوصاني الى ترك المعاصي

”میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترک معصیت کی نصیحت کی۔“

فان العلم فضل من الله
و فضل الله لا يعطى لعاص

”کیونکہ علم تو اللہ کا ایک فضل ہے اور اللہ کا فضل گناہ گار کے حصہ میں نہیں آتا۔“

حافظے کا سب سے بڑا قانون یہ ہے کہ کسی چیز کا اثر جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی اس کا یاد رکھنا آسان ہوگا اور کسی چیز کا نقش جتنا مدھم ہوگا اتنا ہی اسے بھولنے کا اندیشہ بھی زیادہ ہوگا۔

حافظے کی تربیت اور اس کے ضبط ونظم کے لیے جہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ مفید باتیں یاد رہ جائیں وہاں یہ بھی لازم ہے کہ غیر ضروری باتیں فراموش ہوتی رہیں۔

کتب احادیث کے متعلق زبانی درس

حافظ صاحب اکثر مقامات پر کتب احادیث کی تقاریب کے لیے جایا کرتے تھے، کتب احادیث کے اختتام پر حافظ صاحب کے دروس انتہائی جاندار ہوتے تھے، تین تین گھنٹے محدثین کے علمی کارنامے بیان کرتے، ان کے اساتذہ اور تلامذہ کے نام گنواتے، ان کی اسناد بیان کرتے، یہ ساری باتیں حافظ

صاحب زبانی سناتے، کسی قسم کی کوئی چٹ یا تحریر آپ کے پاس نہیں ہوتی تھی۔

صحیح بخاری کے متعلق تو آپ اسپیشلسٹ تھے، امام بخاری اور کتاب بخاری پر تو آپ کو اتنا عبور تھا کہ ان کے متعلق تین تین گھنٹے نصوص زبانی پڑھتے۔

موبائل نمبر یاد کرنے کا آسان طریقہ

حافظ صاحب کے کچھ معمولات سے معلوم ہوتا تھا کہ جب آپ کسی چیز کو یاد کرنا چاہتے تھے تو اسے اپنے ذہن کے مطابق ڈھالتے تھے پھر اسے یاد کرتے تھے۔ مثلاً حافظ صاحب کا موبائل نمبر 0334-4403503 تھا ہم لوگ پہلے کوڈ یاد کرتے ہیں پھر نمبر یاد کرتے ہیں، لیکن حافظ صاحب نے اسے اس طرح یاد کیا تھا۔ صفر تینتیس، چوالیس، چار سو تین، پانچ سو تین 0-33-44-403-503 حافظ صاحب سے جب پہلی دفعہ میں نے نمبر سنا تو مجھے بڑا مزہ آیا۔ حافظ صاحب کہنے لگے، مولوی صاحب ہنس پڑے ہو، میں نے کہا آپ نے نمبر اس طریقے سے بتایا ہے کہ ایک ہی مرتبہ سننے سے مجھے بھی یاد ہو گیا ہے۔

قوت حافظہ کی مثالیں

حافظ صاحب نے ایک رجسٹر پر اپنے شاگردوں کے نام لکھے تھے، اس رجسٹر پر ایک سو پندرہ ناموں کے بعد یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: یہ ایک سو پندرہ نام مع مختصر پتا جات اس فقیر الی اللہ نے ۴ شعبان ۱۴۰۹ ہجری کو رات دس بجے اپنے حافظہ سے لکھے۔

حافظ صاحب کا کمال کا حافظہ تھا کہ ایک سو پندرہ شاگردوں کے نام زبانی یاد ہیں۔

غزوہ خندق کا مہینہ

شاہ فہد کی دعوت پر جب حافظ صاحب حج پر گئے تھے تو غزوہ خندق کی جگہ پر بھی گئے، عربی شیخ جو ساتھ گئے تھے، وہاں انھوں نے علما کے سامنے یہ سوال رکھ دیا: بتاؤ غزوہ خندق کس مہینہ ہوئی؟ وہاں موجود علما کرام میں سے کسی نے کوئی مہینہ بتایا تو کسی نے کوئی۔ لیکن حافظ صاحب نے صحیح مہینہ بتایا کہ وہ شوال ۵ ہجری کو ہوئی۔ بظاہر یہ سوال معمولی سا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا صحیح جواب وہی دے سکتا ہے جس کی سیرت نبی ﷺ پر مکمل گہری نظر ہو، اور حافظہ اس کا پختہ ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو جب کبھی بھی کوئی سوال کرے اس کی زبان سے فوراً صحیح جواب صادر ہو، ہر

چیز روشن ہو جائے۔

مولانا محمد بشیر الطیب (یہ ہمارے مخلص ساتھی حافظ ابوسفیان سلفی مدرس واستاذ حدیث جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے والد محترم تھے۔) انھوں نے ۱۶ مارچ ۲۰۱۱ کو وفات پائی، ان کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ مولانا بشیر الطیب صاحب کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حافظ صاحب جب واپس آئے تو ان کی گاڑی میں مولانا یاسر عرفات مدرس علوم اثریہ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ بھی بیٹھے تھے۔ مولانا یاسر عرفات صاحب فرماتے ہیں واپسی پر حافظ صاحب نے کئی واقعات سنائے ان میں سے ایک یہ تھا۔ میں جب حج کے لیے مکہ گیا تو وہاں میری ملاقات جامعہ محمدیہ کے ایک پرانے خادم عبدالعزیز صاحب سے ہوئی میں نے انہیں سلام کیا ان کا حال پوچھا تو وہ مجھے پہچان نہ سکے، میں نے انہیں بتایا کہ میری آپ سے تقریباً ۳۵ سال بعد ملاقات ہوئی ہے۔ آپ سے میری ملاقات جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں ہوئی تھی۔ حافظ صاحب فرمانے لگے پھر میں نے اسے اس دور کی باتیں یاد دلائیں ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ آپ اس وقت چارپائی بنایا کرتے تھے اور اس فن کے آپ ماہر تھے۔ آپ نے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے لیے ایک چارپائی تیار کی تھی۔ اس چارپائی پر آپ نے ایک سائیڈ پر ڈیزائن ہی میں وہ سن لکھا تھا جس سن میں آپ نے چارپائی تیار کی تھی۔ حافظ صاحب نے بتایا وہ پرانی باتیں سن کر کہنے لگا آپ نے تو سب کچھ یاد رکھا ہے اور بڑا خوش ہوا۔ حافظ صاحب نے یہ بات اس تناظر میں سنائی کہ ہم لوگ ایک دوسرے کا پتا نہیں رکھتے، خیال نہیں رکھتے اور نہ کسی کا حال پوچھنے جاتے ہیں، یہ ہم میں بڑی سستی ہے۔

حافظ صاحب کا حافظہ آخری عمر تک پختہ تھا۔ دوست احباب کا تعارف کرتے اور انہیں یاد رکھتے۔ مسجد کے نمازیوں کا خیال رکھتے تھے۔ کوئی نمازی بیمار ہو جاتا تو اس کی تیمارداری کرنے اس کے گھر چلے جاتے اور دوسرے نمازیوں کو اس کی رغبت دلاتے۔ حافظ صاحب کے رغبت دلانے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ اس بیمار ساتھی کا تذکرہ کرتے اور پھر پاس بیٹھے لوگوں سے پوچھتے آپ ان کا پتا لینے گئے ہیں۔ جس سے سامعین پر بڑا اثر پڑتا اور وہ اسے اپنی کمزوری کوتاہی سمجھتے اور پھر ضرور ہی اس کی عیادت کے لیے جاتے۔

۱۵ فروری ۲۰۱۲ بروز بدھ کو میری ملاقات فجر کے درس کے بعد بس سٹاپ پر حافظ صاحب سے ہوئی۔ اور یہی حافظ صاحب کی زندگی میں ہوش کا آخری دن تھا، حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں

میں درس کے بعد واپس جا رہے تھے۔

میں نے کہا آج عشاء کے بعد جامعہ مسجد رحمانیہ میں درس دے دیں۔ (اس مسجد میں مَیں روزانہ نماز عشا کے بعد درس دیتا ہوں) حافظ صاحب فرمانے لگے آج تو سیالکوٹ جاوید اقبال کے پاس جانا ہے کسی اور دن کا رکھ لو۔ انشاء اللہ۔

پھر حافظ صاحب خود ہی مجھے بتانے لگے کل فلاں جگہ جانا ہے۔ جمعہ کے دن فلاں جگہ جانا ہے تین چار جگہیں حافظ صاحب نے مجھے بتائیں۔ ۶ مارچ بروز جمعہ مغرب کے وقت اسد کالونی میں عمر ربانی صاحب کے پاس، ۱۸ فروری ہفتہ مغرب کے وقت جامع مسجد دارالسلام کھیالی مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب کے پاس۔ ۱۷ فروری جمعہ بعد نماز مغرب کوٹ شیرا طہٰ مان صاحب کے پاس۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اتنے بڑے آدمی کا اپنے سے چھوٹے آدمی سے اتنی فراخ دلی سے باتیں کرنا واقعتا ان کے بڑے ہونے کی دلیل ہے۔

برموقع حدیث پیش کرنا

مولانا عبدالمالک بھنڈر صاحب فرماتے ہیں: رمضان المبارک کا مہینہ تھا محترم حافظ عبدالرشید اظہر صاحب کے گوجرانوالہ دو بیانات تھے ایک دن ایک خطاب اور دوسرے دن ایک اور مقام پر دوسرا خطاب تھا۔ ہم نے درخواست کی کہ ہمیں خدمت کا موقع دیں تو اظہر صاحب نے قبول فرمالی۔ مسجد آمنہ سپر ایشیاء کی لائبریری میں آپ کے قیام وطعام کا بندوبست کیا گیا۔ افطاری کا وقت قریب تھا استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمة الله عليه رحمة واسعة کو فون پر درخواست کی کہ مہمان تشریف لائے ہیں آپ بھی حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب کو لے کر تشریف لے آئیں، آپ نے دعوت کو قبول کیا اور تشریف لے آئے۔ حافظ عبدالرشید اظہر صاحب، استاد محترم حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کا جمع ہونا میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے۔ افطاری کے وقت سپرائٹ کی بوتل کھولی تو باہر گرنے لگی میں نے جلدی سے بوتل کو اٹھایا اور کمرے سے باہر لے گیا، استاد محترم نورپوری صاحب فرمانے لگے تمہیں وہ حدیث یاد نہیں جب ایک اعرابی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے روکا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت روکو، استاد محترم فرمانے لگے کہ اگر اس اعرابی کو روکا جاتا تو وہ ساری مسجد میں دوڑتا اور ساری مسجد ناپاک ہو جاتی۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۸)]

یہ واقعہ حافظ صاحب کے تعلق بالحدیث پر دلالت کرتا ہے کہ جب بھی کوئی واقعہ یا کام دیکھتے فوراً اس کے مطابق حدیث پیش کر فرما دیتے، حافظ صاحب کو احادیث پر استحضار بھی تھا اور محبت حدیث بھی۔

نبی ﷺ دنیا میں حد سے نھیں بچا رہے تو قیامت کے دن کیسے بچائیں گیں

ایک دفعہ صبح فجر کے درس کے بعد حاجی شریف صاحب نے حافظ صاحب نے کہا: لوگ کہتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ ہمیں بچالیں گیں، حافظ صاحب نے یہ بات سن کر فوراً یہ حدیث سنا دی: صفوان بن امیہ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں سو رہا تھا کہ ایک چور آیا اور اس نے میرے سر کے نیچے سے کپڑا نکال لیا اور چلتا بنا میں نے اس کا پیچھا کیا اور اسے پکڑ کر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا کہ اس شخص نے میرا کپڑا چرایا ہے نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا تیس درہم کی چادر کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا یہ میں اسے ہبہ کرتا ہوں نبی ﷺ نے فرمایا تو نے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ صدقہ کر دیا۔[مسند احمد]

حافظ صاحب نے یہ حدیث سنا کر کہا: نبی ﷺ چور کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حد سے نھیں بچا رہے تو قیامت کے دن کیسے بچائیں گیں۔ حاجی محمد شریف صاحب جس کسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں بعد میں کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ کرتے ہیں، وہ یہ جواب سن کر بڑے خوش ہوے، اور پھر کئی جگہ پہ یہ حدیث سنائی اور لوگوں کو سمجھایا۔

اخبار کا تاریخی تراشہ

حافظ صاحب کا موقف تھا احرام مصر میں اب جو ممی دکھائی جاتی ہے یہ اس فرعون کی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور جو یہ بات کہی جاتی ہے کہ قیامت تک اس کے جسم کو محفوظ رکھا جائے گا یہ بات بھی قرآن سے ثابت نہیں ہوتی۔ قرآن نے تو صرف الیوم کا لفظ بولا ہے۔ حافظ صاحب سے اگر کوئی بات کرتا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے یہ وہ اس فرعون کی ممی نہیں تو حافظ صاحب فرماتے ایکسپریس اخبار کی آٹھویں جلد شمارہ نمبر ۳۸۳ میں اس کے متعلق تفصیلی مضمون چھپا ہے آپ وہ پڑھ لیں، اس میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ ممی اس فرعون کی نہیں۔

قاری عنایت اللہ صاحب مدرس جامعہ التربیۃ الاسلامیہ نے مجھے بتایا میں نے حافظ صاحب سے

پوچھا کہ کیا آپ کے پاس وہ اخبار ہے، تو حافظ صاحب نے کہا ہاں میرے پاس اخبار کا وہ مضمون ہے۔
قاری عنایت اللہ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر گیا اور کہا آپ مجھے وہ مضمون دکھائیں تو حافظ صاحب فرمانے لگے ذرا تلاش کرنا پڑے گا پھر خود ہی اٹھے اور سفید رنگ کے کارٹون کے اوپر سے کتابیں اٹھا کر نیچے رکھیں اور کارٹون کے اندر سے کئی مسودے اور رجسٹر نکالے ان میں سے ایک سفید رنگ کا لفافہ نکالا اس کے صفحہ پر اخبار کے تراشے گوند کے ساتھ چسپاں کیے تھے یہ وہ سارا مضمون تھا جس کا حافظ صاحب نے تذکرہ فرمایا، یہ حافظ صاحب نے مجھے دکھایا۔ میں کہتا ہو حافظ صاحب فراخ دل آدمی تھے، بلند ہمت اور عالی ظرف انسان تھے، اسی وقت کراتون تلاش کرنا شروع کر دیے، اور نکال کر قاری صاحب کو دکھا بھی دیے۔ اور کوئی ہوتا تو باتوں ہی سے ڈھیٹ کر دیتا، لیکن ورق نہ دکھاتا۔

باب نمبر ۱۲

فہم حدیث

حافظ صاحب میں حدیث فہمی بھی کمال درجہ کی پائی جاتی تھی، کئی ایسی احادیث جن کو سمجھنے کے لیے بڑے بڑے علما ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور مشکلات میں پھنس جاتے ہیں، حافظ صاحب ایسی احادیث کو بڑے سہل انداز سے سمجھاتے تھے کہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آتی تھی، اور حدیث کا مطلب بھی صحیح طور پر واضح ہو جاتا تھا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

أَبِی هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ اَلْبَعِيرُ، وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ».

[صحيح، رواه أبو داود (840)، والنسائی (2/207))، والترمذی (269)، ولفظ الترمذی: «يعمد أحدكم فيبرك فی صلاته برك الجمل» وهی رواية لأبی داود (841)، والنسائی (2/ 207)]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھنے کا حکم دیا ہے، اب ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھنے کی دو صورتیں ہیں جن میں سے ایک اونٹ کے بیٹھنے کے مشابہ ہے۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ انسان ہاتھ تو زمین پر رکھ دے مگر گھٹنوں میں خم نہ آنے دے بلکہ انہیں کھڑا ہونے کی طرح بدستور اکڑائے یہ صورت اونٹ کے مشابہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھتے ہوئے اپنے گھٹنوں میں خم لانا شروع کر دے اس صورت کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

عام لوگ زمین پر ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھنے کی ان دو صورتوں کو سمجھ نہیں پاتے اس لیے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں کہ اونٹ کے گھٹنے اگلی ٹانگو میں ہیں کہ پچھلی ٹانگوں میں۔ خوب گرما گرم بحث ہوتی ہے پسینے چھوٹ جاتے ہیں حالانکہ بات بالکل صاف تھی جس میں کوئی خفاء و الجھن نہیں جیسا کہ لکھ چکا ہوں آخر غور فرمائیں ایک ہی حدیث میں رسول اللہ ﷺ ایک ہی وقت میں ہاتھ زمین پر گھٹنوں سے

پہلے رکھنے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں آپ ﷺ اونٹ کے بیٹھنے کو خوب جانتے تھے نیز اونٹ کے گھٹنے اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں یا پچھلی ٹانگوں میں۔ واللہ اعلم

حدیث کا صحیح مفہوم

ارشاد القاری میں حافظ صاحب نے «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ» والی حدیث پر انور شاہ کشمیری صاحب کے تمام نکات پر پانی پھیر کر حدیث کا صحیح مفہوم پیش کیا ہے:

حافظ صاحب فرماتے ہیں: اس حدیث کی صحیح شرح میرے نزدیک یہ ہے کہ «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ» میں ذوات دینیہ کی نفی مراد ہے [یعنی نیتوں کے بغیر شرعی اعمال کا کوئی وجود نہیں] اور «بالنیات» میں شرعی نیتیں مراد ہیں اور اعمال، اعمال صالحہ پر محمول ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ» میں جس چیز کو مجمل بیان کیا ہے اسی کی تفصیل «فَمَنْ کَنَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَأَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ» میں بیان کی ہے، پس ہجرت عمل صالح ہے اور پہلے مہاجر [اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والے] کی نیت شرعی نیت ہے اور دوسرے مہاجر [دنیا یا عورت کی طرف ہجرت کرنے والے] کی نیت غیر شرعی ہے، پس پہلی ہجرت نیت شرعیہ کے ساتھ ملی تو شریعت کے ہاں اس کا وجود ثابت ہو گیا دوسری ہجرت نیت شرعیہ کے ساتھ نہ ملی تو اس کا وجود شرع میں ثابت نہ ہوا، جس طرح نماز شرعی نیت کے ساتھ ثابت اور موجود ہوتی ہے اور اس کے بغیر موجود نہیں ہوتی۔

پس جن اعمال میں نیت ہے اور جن میں نیت نہیں دونوں حدیث کے مدلول میں شامل اور داخل ہیں، بغیر نیت والے اعمال کو حدیث کے مدلول سے نکالنا اور وضو بالنیۃ اور بغیر النیۃ کے صحیح ہونے کو قیاس کی طرف سونپنا بالکل ہی باطل ہے اور کئی دلائل سے غلط ہے۔

مسئلے کی صحیح وضاحت

حافظ صاحب نے کئی ایسے مسائل جو عوام لناس تو کیا علماء کرام کے بھی دماغوں میں بغیر دلیل کے بیٹھ گئے ہیں بڑے احسن طریقے سے ان کی اصلاح فرمائی ہے اکثر علماء کرام کا ذہن ہے نبی ﷺ کی قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر اس طرح پڑھنا کیسا ہے: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَدَّيْتَ

اَلْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ فَجَزٰکَ اللّٰہُ اَفْضَلَ مَا جَزَا بِہٖ عَنْ اُمَّتِہٖ» یا اس کے قریب معنی میں دوسرے لفظ۔

حافظ صاحب نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس سلام کا طریقہ وہی ہے جو آپ ﷺ نے دوسری قبروں کے پاس سلام کہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔

ایک حدیث کی تحقیق

حافظ صاحب حدیث کی تخریج اور اس کے صحیح ضعیف ہونے کی تحقیق پر پوری بصیرت رکھتے تھے۔اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سوال: ایک عالم نے ایک حدیث بیان فرمائی جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی قبر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو نبی ﷺ نے ان سے کہا ٹیک ہٹا لو کیونکہ اس قبر والے کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اب میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ ''چونکہ ہمارا یہ خیال ہے کہ قبر والا باہر کے حالات سے بے خبر ہوتا ہے تو پھر ٹیک لگانا قبر والے کے لیے تکلیف کا باعث کیسے ہوا؟'' آپ وضاحت فرما کر میرا اشکال دور کریں؟ نوید احمد سلفی الریاض

جواب: آپ نے جس حدیث کی وضاحت دریافت فرمائی وہ مشکوٰۃ میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

عَنْ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ قَالَ: رَآنِیَ النَّبِیُّ ﷺ مُتَّکِئًا عَلٰی قَبْرٍ ، فَقَالَ: لَا تُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ ، اَوْ لَا تُؤْذِہٖ .

''عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے ہے کہا نبی ﷺ نے مجھ کو ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا فرمایا اس قبر والے کو ایذاء نہ دے یا اس کو تکلیف نہ دے۔''

[رواہ احمد ، کتاب الجنائز باب دفن المیت]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ یُؤَیِّدُ قَوْلَ الْجُمْھُوْرِ مَا اَخْرَجَہُ اَحْمَدُ مِنْ حَدِیْثِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ الْاِنْصَارِی مَرْفُوْعًا (لَا تَقْعُدُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ) وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لَّہُ عَنْہُ (رَآنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اَنَا مُتَّکِئٌ عَلٰی قَبْرٍ ، فَقَالَ : لَا تُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ) اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ .

”اور تائید کرتا ہے جمہور کے قول کی جو نکالا احمد نے عمرو بن حزم کی حدیث سے مرفوع نہ بیٹھوں قبروں پر اور ایک روایت میں ہے دیکھا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ٹیک لگائے ہوئے تھا قبر پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔ اس کی سند صحیح ہے“

جامع صغیر میں امام سیوطی نے بھی مسند احمد کا حوالہ دیا ہے مگر انھوں نے لفظ (لَا تَقْعُدُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ) ذکر فرمائے ہیں، پھر مسند احمد کے ساتھ نسائی کا حوالہ دیا ہے اور فی الواقع عمرو بن حزم کی حدیث بلفظ «لَا تَقْعُدُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ» [سنن نسائی کتاب الجنائز باب التشدید فی الجلوس علی القبور] میں موجود ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح نسائی میں اسے ذکر فرمایا ہے۔ ہاں «المعجم المفهرس» میں اور موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف والے دونوں مصنفوں نے «لَا تُؤْذِ» اور «لَا تَقْعُدُوْا» دونوں الفاظ کے حوالجات میں مسند احمد کا حوالہ ذکر نہیں کیا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صاحب مشکوۃ کے قول ”رواہ احمد“ تعلیق میں لکھتے ہیں:

«لم اَجِدْه فِي الْمُسْنِدِ، بَلْ اَجْزِمُ اَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ فَاِنَّ الْهَيْثَمِي لَمْ يُوْرِدْهُ فِي الْمُجْمِعِ، وَ كَذَا الْمُنْذِرِيْ فِى التَّرْغِيْبِ، ثُمَّ الشَّيْخُ الْبَنَّا فِي الْفَتْحِ الرَّبَّانِيْ، بَلْ اِنَّ عَمْرَوبْنِ حَزَمٍ لَّيْسَ لَهُ فِيْ مُسْنِدِ اَحْمَدَ شَيْءٌ مُطْلَقًا نَعَمْ اَوْرَدَ الْمُنْذِرِيُّ ٤/ ١٩٠ ثُمَّ الْهَيْثَمِيُّ ٣/١٣ ٦ نَحْوَهُ مِنْ حَدِيْثِ عُمَارَةَ بْنِ حَزْمٍ بِرِوَايَةِ الطَّبْرَانِيْ فِي الْكَبِيْرِ، وَ فِيْهِ ابْنُ لَهِيْعَةَ، وَ هُوَ ضَعِيْفٌ۔١»۔

”نہیں میں نے پایا اس کو مسند میں بلکہ مجھے یقین ہے کہ اس میں ہے ہی نہیں پس بے شک ہیثمی نے نہیں وارد کیا اس کو مجمع میں اور اسی طرح منذری نے ترغیب میں پھر شیخ بنا نے فتح الربانی میں بلکہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں کوئی حدیث نہیں ہاں وارد کیا منذری اور ہیثمی نے اس کی طرح عمارہ بن حزم سے طبرانی کبیر کی روایت کے ساتھ اور اس میں ابن لہیعۃ ہے اور وہ ضعیف ہے۔“

صاحب مرعاۃ المفاتیح لکھتے ہیں:

«وَ فِي الْبَابِ عَنْ عُمَارَةَبْنِ حَزْمٍ اَخِيْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ: رَآنِيْ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جَالِسًا عَلٰی قَبْرٍ، فَقَالَ: اِنْزِلْ مِنَ الْقَبْرِ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ۔ اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ مِنْ طَرِيْقِ نُعَيْمِ ابْنِ زِيَادِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُمَارَة بْنِ، ذَكَرَهُ الْحَافِظُ فِى الْاَصَابَةِ ص ٥١٤ج٢، وَ عَزَاهُ الْهَيْثَمِىُّ لِلطَّبْرَانِىْ، وَ قَالَ: وَ فِيْهِ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَ فِيْهِ كَلَامٌ وَ قَدْ وُثِّقَ ۲/ ۵۰۹»۔

''اور اس مسئلہ میں عمرو بن حزم کے بھائی عمارہ بن حزم سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا دیکھا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے قبر پر بیٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا قبر سے اتر قبر والے کو تکلیف نہ دے نکالا اس کو احمد نے نعیم بن زیاد حضرمی کے طریق سے عمارہ سے ذکر کیا اس کو حافظ نے اصابہ میں۔ اور نسبت کی ہے اس کی ہیثمی نے طبرانی کی طرف اور کہا کہ اس میں ابن لہیعہ ہے اور اس میں کلام ہے اور توثیق بھی کی گئی ہے۔'' عمارہ بن حزم کی اس حدیث کو ابن لہیعہ والی سند کے ساتھ امام حاکم نے مستدرک ۳/ ۵۹۰ میں بھی ذکر فرمایا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمرو بن حزم کی حدیث بلفظ «لَا تَقْعُدُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ» صحیح ہے سنن نسائی میں موجود ہے مسند احمد میں نہیں ہے کما صرح بہ الشیخ الالبانی رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح عمرو بن حزم یا عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کی حدیث بلفظ «رَآنِىْ ...... فَقَالَ: لَا تُؤْذِ صَاحِبَ ......» الخ بھی مسند احمد میں موجود نہیں البتہ ان لفظوں کے ساتھ عمارہ بن حزم کی حدیث مستدرک حاکم اور طبرانی کبیر میں موجود تو ہے مگر اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم

باب نمبر ۱٤

ذوق مطالعہ

حافظ صاحب کا اوڑھنا بچھونا، پڑھنا پڑھانا تھا۔آپ کا اصل مقصد تعلیم وتعلم ،تدریس وتبلیغ اور کتب بینی تھا۔باقی چیزیں عوارضات تھیں،کھانامل جاتا کھا لیتے نہ ملتا نہ کھاتے،اس دن روزہ ہی سہی۔آپ کی زندگی سے محدثین کی محنتیں یاد آتی تھیں۔امام الحرمین ابو المعالی عبدالملک جوینی امام فقہ، مشہور متکلم امام غزالی کے استاد تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ میں سونے اور کھانے کا عادی نہیں ہوں۔مجھ کو دن رات میں جب بھی نیند آتی ہے،سو جاتا ہوں اور جب بھوک لگتی ہے کھانا کھا لیتا ہوں۔

حافظ نبیل احمد بن عبدالستار (داماد نورپوری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: حافظ صاحب مطالعہ یا تصنیف میں اکثر مشغول رہتے تھے۔تاہم جب کوئی مہمان آجاتا تو بے حد خندہ پیشانی سے ملتے اور اسے احسن طریقہ سے ڈیل فرماتے۔[(مجلّہ المکرّم'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۵۱)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: میں (عبدالرحمٰن ضیاء جھنگوی مدرس جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور) نے اس نیک صالح عظیم شخصیت سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پانچ سال تعلیم حاصل کی ہے یہ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۳ کی بات ہے۔اس وقت شیخ المکرّم حضرت الاستاذ حافظ صاحبؒ اپنے عالم شباب میں تھے،قلیل الکلام ،کثیر المطالعہ ،کثیر التوجہ الی اللہ تھے، جدال و جدل اور فضول کلام سے بالکل کنارہ کش تھے،جب بھی کوئی بات کرتے تو معنی خیز اور علمی نکات پر ہی مشتمل ہوتی تھی، جب میں جامعہ محمدیہ میں پڑھتا تھا یعنی 1979ء تا 1984ء تو آپ تدریس کے کمرہ میں ہی بیٹھ کر مطالعہ فرماتے ،دورانِ تدریس سے جو تھوڑا تھوڑا وقت فارغ مل جاتا تو آپؒ اسے بھی غنیمت سمجھ کر اس میں بھی مطالعہ ہی فرماتے۔آپ نے زاد المعاد لابن القیمؒ ،روح المعانی از علامہ آلوسی بغدادی اور شرح مشکل الآثار للطحاوی وغیرہ کو اسی طرح ختم کیا تھا۔

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب فرماتے ہیں: وفات کے بعد محترم ہزاروی صاحب سے

ملاقات میں کافی باتیں ہوئیں فرمانے لگے کہ زمانہ طالب علمی میں حافظ صاحب نے کبھی بھی وقت ضائع نہیں کیا۔ کبھی بھی آوارہ یا بدمحنت لڑکوں سے میل جول نہیں رکھا۔ متقی، پرہیزگار، تہجد گزار، صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ طبعی طور پر شریف النفس اور انتہائی نیک سیرت، نبی علیہ السلام کی ہر ادا پر مرمٹنے والے تھے، شریعت کے پابند تھے۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۹۴)]

مولانا طارق جاوید عارفی فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گوناگوں اوصاف میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ وقت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک منٹ کے ضیاع کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں بھی ان کا یہی وتیرہ تھا۔ چنانچہ ہر سال رمضان المبارک کی چھٹیوں کو راحت وآرام کی غرض سے گزارنے کی بجائے ان میں مختلف علوم وفنون سیکھے جن میں دورۂ تفسیر القرآن، دورۂ مناظرہ، تجوید وقرأت کی مشق، کپڑوں کی سلائی اور خطاطی شامل ہے۔ وہ شاعر مشرق کے اس شعر کا صحیح مصداق تھے۔

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ مومن کو جہاں میں فراغ

[(ضیائے حدیث، اپریل ۲۰۱۲)]

حافظ صاحب نے ساری عمر لکھنے پڑھنے اور تبلیغ کرنے میں بسر کی ہے۔ حافظ صاحب بتایا کرتے تھے: مولانا اسماعیل سلفی صاحب کے پاس جب بھی کوئی نئی کتاب آتی تھی وہ اسے ضرور پڑھا کرتے تھے پھر اسے لائبریری میں رکھتے تھے، ان کی لائبریری میں کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو انھوں نے نہ پڑھی ہو۔ حافظ صاحب یہ بات اس موقعہ پر بتاتے تھے جب کبھی مطالعہ کی بات ہوتی یا کوئی ان سے پوچھتا حافظ صاحب یہ کتاب آپ کی لائبریری میں ہے آپ نے اسے پڑھا ہے؟ تو حافظ صاحب اپنا عمل بتانے کی بجائے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا عمل بتاتے، جس سے میں تو یہی محسوس کرتا کہ حافظ صاحب اپنے متعلق خود یہ بات بتانا تو پسند ہی نہیں کرتے کہ میں نے ساری کتابیں پڑھی ہیں، بلکہ حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اس جیسا عمل کرنے والے اپنے استاد کا عمل بتا دیتے۔ ظاہر بات ہے جب سلفی صاحب کے متعلق یہ بیان فرماتے ہیں تو اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہے، کسر نفسی اور حکمت عملی کا یہ مجموعہ حافظ نور پوری رحمہ اللہ میں ہی نظر آتا تھا۔

آج کل تو حالت یہ بنی ہوئی ہے کہ کسی کی کتاب سے دیکھ کر اپنی کتاب پر حوالے لگا لیے جاتے ہیں اور پھر یہ اعلان شروع کر دیا جاتا ہے: میں نے یہ کتاب اول تا آخر ساری پڑھی ہے۔

مولانا عبدالرحمن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے فارغ ہونے کے چند سال بعد ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں ڈاکٹر فضیلۃ الشیخ شمس الدین افغانی کی مصنفہ کتاب «الماتریدیة و موقفهم من توحید الاسماء و الصفات» مطالعہ کی خاطر پیش کی جو کہ تین جلدوں میں ۱۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور عرض کیا کہ اگر اس کتاب میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی واقع ہوگئی ہو تو اس کی نشاندہی فرما دینا، تو آپ نے پوری کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں واقع ہر غلطی کی نشاندہی فرما دی، چنانچہ اس کتاب میں آپ کی لگائی ہوئی کل نشانیاں ۴۳۶ تک پہنچ گئی تھیں جو کہ ابھی تک میرے پاس موجود نسخہ میں موجود ہیں۔ فجزاه الله خيراً.

[(المکرم نمبر ۱۲ صفحہ ۵۰)]

میں مولانا ضیا صاحب کو بھی داد دیتا ہوں جنھوں نے ان غلطیوں کو شمار کیا ہے، اور ہمیں بتایا ہے کہ یہ غلطیاں ۴۳۶ تک پہنچ گئی تھیں۔

مطالعہ سے شغف

سارٹن نے تاریخ العلوم میں البیرونی کو دنیا کے بہت بڑے عالموں میں شمار کیا ہے۔ اس کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ حالت مرض میں مرنے سے چند منٹ پیشتر ایک فقیہ سے جو ان کی بیمار پرسی کرنے کے لیے آیا تھا علم الفرائض کا ایک مسئلہ پوچھ رہے تھے۔

حافظ صاحب نے ساری زندگی مطالعہ ہی تو کیا ہے، حافظ صاحب یہ بات سنایا کرتے تھے: مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی جو کتاب بھی نئی ان کے پاس آتی وہ مکمل پڑھتے پھر اپنی لائبریری کی الماری میں رکھتے، یعنی مولانا سلفی صاحب رحمہ اللہ کی لائبریری میں جتنی کتابیں تھیں وہ تمام کی تمام مولانا سلفی رحمہ اللہ کی خواندہ تھیں۔ حافظ صاحب جب کسی بات کا تذکرہ کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کا بھی طرز عمل اسی طرح کا ہے۔ حافظ صاحب اپنا عمل بتانے کی بجائے اس طرح کا عمل جس کسی میں ہوتا اس کا تذکرہ فرما دیتے۔ حافظ شاہد محمود صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی نے جب مولانا سلفی رحمہ اللہ کی کتابوں اور مضامین کو اکٹھا کرنا شروع کیا تو انھوں نے سلفی رحمہ اللہ کی لائبریری کی

کتابوں کو دیکھا، کتابوں کے صفحات پر مولانا سلفی رحمہ اللہ کا حاشیہ لکھا ہوا تھا، پھر انھوں نے مولانا سلفی کی لائبریری کی کھوج لگانا شروع کی جب انہیں سلفی رحمہ اللہ کی لائبریری کی کچھ کتب دستیاب ہوئیں اور پتا چلا کہ اکثر ضائع ہوگئیں ہیں، سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انا للہ پڑھنے لگ گئے کہ ہم علمی نکات اور تحقیقی ذخیرہ سے محروم ہو گئے۔

شب بیداری

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: جب کبھی رات کو بیدار ہوتا تو میں نے ابو جی کو اکثر اوقات قرآن مجید کی تلاوت یا مطالعہ میں مصروف یا نفل پڑھتے یا اپنے رب سے دعا کرتے پایا یہی ولیوں کی خوبیاں ہوتی ہیں۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ)]

حافظ صاحب ابن تیمیہ سے متاثر

حافظ صاحب امام بن تیمیہ رحمہ اللہ کا تذکرہ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے اور ان کے متعلق ایک بات بھی کہا کرتے تھے: ابن تیمیہ کی کتابوں میں قرآن مجید سے بہت زیادہ استشہاد ہوتا ہے۔ کسی مسئلہ کے متعلق پہلے بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس پر کوئی آیت نہیں ملے گی، لیکن جب ابن تیمیہ کو پڑھتے ہیں تو بے شمار آیات کے انبار لگے ہوتے ہیں، قرآن مجید سے استدلال ان کی کتابوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب امام ابن تیمیہ سے بہت متاثر تھے، اس لیے یہاں ابن تیمیہ کا ذوق مطالعہ ملاحظہ فرمائے، یقیناً حافظ صاحب جس شخصیت سے متاثر تھے ان جیسا ذوق مطالعہ بھی رکھتے تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ذوق مطالعہ

مولانا محمد یوسف کوکن عمری امام ابن تیمیہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

ان کی عمر جیسے جیسے بڑھتی جاتی تھی ان کے مطالعہ کتب کی پیاس بھی بڑھتی جاتی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ آخری زمانے میں کتابوں کے مطالعہ کے سوا انہیں کسی اور چیز کی رغبت ہی نہیں ہوتی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے متقدمین کی کتابوں کو جو علما وقت کے ہاتھوں متروک اور مہجور ہو چکی تھیں، نئے سرے سے زندہ کیا اور اپنے زمانے کے علماء کو ان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی۔

[(امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ص، ٦٧)]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ذوق مطالعہ کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

امام موصوف کو بچپن ہی سے کتابوں کے مطالعہ کا ذوق تھا وہ صرف درسی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ہر علم وفن کی کتابوں کو پڑھا کرتے تھے چونکہ بلا کے ذہین تھے اس لیے مشکل سے مشکل کتابوں کو بھی آسانی سے حل کر لیا کرتے تھے، سیبویہ کی کتاب کو خود ہی حل کیا تھا، ان کا سب سے نمایاں وصف ان کا تبحر علمی تھا ان کا مطالعہ بہت ہی وسیع تھا متقدمین اور متاخرین کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو ان کو ملی ہو اور اس کو نہ پڑھا ہو رات دن لکھنے پڑھنے اور پڑھانے اور بولنے کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہیں تھا۔ [(امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ص:۹۱، ۵۹)]

اس قسم کا ذوق مطالعہ حافظ نور پوری صاحب کا تھا۔

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے جب تک کسی کتاب کو مکمل نہ پڑھا جائے اس کے متعلق صحیح پتہ نہیں چل سکتا کہ اس کا مصنف کیا کہنا چاہتا ہے اس لیے مطالعہ کا اصول یہ ہے کہ کسی بھی موضوع کے متعلق کتاب کو بالاستعیاب پڑھا جائے۔

حافظ صاحب کی پسندیدہ کتب

اصول فقہ میں آپ امام شافعی کی ''ارشاد الفحول'' کا بڑا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ تفسیر میں آپ محمد امین الشنقیطی کی ''اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن'' اور جمال الدین قاسمی کی تفسیر قاسمی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ فتح الباری اور تحفۃ الاحوذی تقریباً آپ کو حفظ ہو چکی تھیں، ابن حزم کا محلیٰ اور ابن تیمیہ کا فتاویٰ آپ کی نظر میں رہتا تھا۔

فتاوی ثنائیہ مدنیہ کا مطالعہ

حافظ صاحب یہ بات سنایا کرتے تھے کہ مولانا سلفی رحمہ اللہ کتاب پڑھتے پھر لائبریری میں رکھتے۔ مجھے سمجھ آگئی کہ حافظ صاحب کی لائبریری میں بھی تمام کتب حافظ صاحب کی پڑھی ہوئی ہیں ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر گیا تو ڈیسک پر فتاوی ثنایہ مدنیہ پڑھا ہوا تھا۔ فتاوی ثنائیہ مدنیہ ابھی نیا نیا ہی طبع ہوا تھا، میں نے پوچھا حافظ صاحب یہ آپ کے پاس کب آیا ہے یعنی آپ کو کب ملا ہے حافظ صاحب کہنے لگے پرسوں ایک بزرگ آئے تھے۔ میں نے س کے اوراق پلٹنے شروع کر دیے کئی صفحات پر حافظ صاحب کے جملے لکھے ہوئے تھے میں نے یہ دیکھ کر دوسرا سوال کیا حافظ صاحب آپ نے پڑھا اسے، دیکھا ہے؟ کیسا ہے؟ حافظ صاحب

کہنے لگے میں نے شروع سے آخر تک حرف بحرف پڑھا۔ بہت اچھا اور کافی مفید ہے پھر حافظ ثناء اللہ صاحب کی تعریف کرنے لگے حافظ صاحب سوال کے جواب میں پوری تسلی کراتے ہیں۔ بڑی علمی بحثیں کرتے ہیں بڑا مواد پیش کرتے ہیں۔ حافظ صاحب بڑی فراخدلی سے خوش ہوکر مزے مزے سے حافظ ثناء اللہ صاحب کی تعریف کرتے جاتے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ ابھی تو کئی لوگوں کو یہ بھی پتا نہیں چلا کہ یہ چھپ چکا ہے اور حافظ صاحب نے اسے پڑھ بھی لیا ہے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: مدنی صاحب نے تو کمال ہی کر دیا ہے کئی سوالات کے جوابات تو انھوں نے بڑے کمال کے دیے ہیں ،یہ خوبی حافظ نورپوری صاحب ہی میں تھی کہ وہ صاحب کمال آدمی کی فراخ دلی سے تعریف کیا کرتے تھے ان کی عدم موجودگی میں رطب اللسان تھے کہ مدنی صاحب عالیشان ہیں۔ حافظ صاحب نے اس انداز سے تعریف کی کہ میرے دل میں حافظ ثناء اللہ صاحب کی محبت پیدا ہوگئی اور دل چاہا کہ ابھی فتاوی ثنائیہ مدنیہ خریدوں اور اسے میں بھی حافظ صاحب کی طرح پورا پڑھوں، سبحان اللہ رغبت دلانے کا کیا انداز نورپوری تھا۔ یا اللہ ان کی قبر کو منور فرما۔

فتاوی ثنائیہ مدنیہ تو ایک تحقیقی علمی کتاب ہے، جبکہ حافظ صاحب تو عام کتاب کا بھی مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

میاں محمد سلیم شاہد صاحب نے اپنی کتاب خطبات شاہد حافظ صاحب کو ہدیہ کی ، پھر کچھ دنوں بعد میاں صاحب نے مجھے کہا حافظ صاحب کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جانا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ،پھر ایک دن ہم حافظ صاحب کے گھر گئے، رستے میں میاں سلیم شاہد صاحب نے پانچ کلو بہترین آم لیے، ہم حافظ صاحب کے گھر پہنچے، حافظ صاحب نے وہی آم کاٹ کر ہمارے سامنے پیش کر دیے اور اندر سے بھی کچھ کھانے کے لیے چیز لے آئے۔ حافظ صاحب کے ڈیسک پر خطبات شاہد کتاب پڑھی ہوئی تھی ، میں نے پکڑ کر کھول کر دیکھا تو اس کے کچھ صفحات پر غلطیوں کی نشاندہی ہوئی تھی میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ نے اسے پڑھا ہے؟ حافظ صاحب فرمانے لگے آپ کو پڑھی ہوئی لگی نہیں؟ یعنی کتاب پر جو حاشیہ لکھا گیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کتاب پڑھی گئی ہے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے میں نے مکمل پڑھی ہے، پھر حافظ صاحب میاں صاحب سے مخاطب ہوئے اور انہیں کہنے لگے کئی جگہ پر تو آپ نے حکمرانوں کو خوب للکارا ہے اور کئی جگہ پر برائی کے خلاف بڑی گرم باتیں کی ہیں اور ساتھ حافظ صاحب مسکراتے خوش ہوتے اور میاں صاحب کا حوصلہ بڑھاتے۔ جب ہم باہر آئے تو میاں

صاحب بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے حافظ صاحب جیسا آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے۔گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حافظ صاحب کو مطالعہ سے شغف تھا ہر نئی آنے والی کتاب مکمل پڑھتے تھے۔

مسند احمد مکمل پڑھی

ایک دفعہ مولانا عبداللہ صاحب نے کسی حدیث کو بیان کر کے مسند احمد کا حوالہ دیا، کسی نے حافظ صاحب سے اس بات کا ذکر کیا اور کہا مسند احمد میں یہ حدیث کہاں آتی ہے آپ اس کا صفحہ نمبر یا حدیث نمبر دیکھ کر بتائیں۔ حافظ صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب سے پوچھا یہ حدیث مسند احمد میں کہاں آتی ہے؟ تو مولانا عبداللہ صاحب نے کہا مسند احمد میں آتی ہے آپ مسند احمد پڑھیں گے تو مل جائے گی ،حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے مسند احمد شروع سے آخر تک ساری پڑھی۔ یہاں میں یہ بیان کر رہا ہوں کہ حافظ صاحب کو مطالعہ سے بہت شغف تھا مطالعہ حافظ صاحب کی غذا تھی۔ حافظ صاحب نے فقط ایک حدیث کی خاطر مسند احمد مکمل پڑھی۔

قارئین کرام! اب آپ اس ایک حدیث کی سُو میں نہ لگیں ،مسند احمد پوری پڑھیں ،ایک کی بجائے ۲۷۶۸۸ حدیثیں مل گیں۔

غور وفکر سے مطالعہ

حافظ صاحب مطالعہ بڑے غور وفکر اور تدبر سے کرتے تھے پھر اس کا خلاصہ بھی اپنے الفاظ میں بیان فرماتے تھے۔

ایک سوال کے جواب میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: تو محترم کتاب احسن الکلام کا بندہ نے پہلے بھی کئی دفعہ مطالعہ کیا ہوا ہے اور آپ کا یہ خط پہنچنے پر میں نے اس کتاب کو مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے متعلق باب کو ایک دفعہ پھر بڑی توجہ سے پڑھا،تو اس سارے باب میں جو کچھ بیان کیا گیا اس کا حاصل کل تین چیزیں ہیں۔ (۱) مذکورہ بالا آیت مبارکہ نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ (۲) الاستماع کا معنی ہے الاصغاء اور الانصات کا معنی ہے السکوت مع الاستماع۔ (۳) اس سے سراً اور جہراً دونوں طرح قرأت پڑھنے کی ممانعت نکلتی ہے۔ میں نے صاحب احسن الکلام کی طرف سے اس آخری اور تیسری چیز پر پیش کردہ مواد پر کافی غور وفکر کیا مگر مجھے اس مواد میں کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں

ملا جو آیت کے سراً قرأت (پڑھنے) کی ممانعت پر دال ہونے کی فی الواقع دلیل بن سکے، اس لیے آپ مولانا موصوف سے مؤدبانہ عرض کریں کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش فرمائیں جس سے مذکورہ آیت مبارکہ کا سراً قرأت (پڑھنے) کی ممانعت پر دلالت کرنا فی الواقع ثابت ہو بھی جائے تا کہ بات آگے چل سکے۔

[(احکام ومسائل، ص ۱۴۳)]

اہم باتیں نوٹ کرنا:

حافظ صاحب کئی اہم باتوں کو کاپی پر نوٹ بھی کیا کرتے تھے، وفات کے بعد ایک دن میں حافظ صاحب کے گھر گیا، حافظ صاحب کے ڈیسک پر کاپی پڑی ہوئی تھی، میں نے اسے دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا:

صیام تطوع:

۱۔ست شوال	۲۔صوم یوم الاثنین
۳۔ صوم یوم الخمیس	٤۔صوم یوم الجمعه
٥۔صوم ثلاثة ایام من کل شهر	٦۔صیام عشرة ذی الحجه
۷۔صوم یوم عرفة	۸۔صیام محرم
۹۔صوم یوم عاشوراء	۱۰۔صیام شعبان
۱۱۔صیام داودی	۱۲۔صیام محمدی

اس طرح توبہ والے مضمون کی آٹھ شرائط بھی حافظ صاحب نے کاپی پر نوٹ کی ہوئی تھیں۔ یہ مضمون آپ خطبات نور پوری میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب نمبر ۱۵

خطابت

ابتدائی خطابت

شروع میں حافظ صاحب نے اپنے گاؤں نور پور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔ حافظ صاحب ڈھپئی گاؤں میں بھی خطیب رہے ہیں، ڈھپئی ایمن آباد قصبے سے کچھ فاصلے پر ہے، حافظ صاحب نے مجھے بتایا جمعہ کے دن صبح شہر سے نکلتا ریل گاڑی پر بیٹھتا اور ایمن آباد اترتا، وہاں سے ایک دوکان سے سائیکل کرائے پر لیتا اور سائیکل پر اس گاؤں پہنچتا، پھر واپسی پر سائیکل چلا کر آتا اور دوکان پر سائیکل واپس کرتا پھر گاڑی پر بیٹھتا اور شہر واپس آتا اس طرح جمعے کا دن تقریباً گزر ہی جاتا یعنی واپسی پر شام ہو جاتی۔ پھر مسجد اقصیٰ میں خطیب رہے، پھر دال بازار والی مسجد میں خطیب رہے،

۶ مارچ ۲۰۰۸ کو میں نے فجر کے درس کے بعد حافظ صاحب سے دال بازار والی مسجد میں خطابت کے متعلق سوال کیا کہ آپ کب اور کتنی دیر دال بازار والی مسجد میں خطبہ ارشاد فرماتے رہے ہیں؟ تو حافظ صاحب نے بیان کیا کہ جب مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کی جب وفات ہوئی اس وقت مولانا عبداللہ صاحب دال بازار والی مسجد سے خطابت چھوڑ کر جامعہ محمدیہ میں خطیب مقرر ہوئے تو انھوں نے اپنی جگہ قاضی مقبول صاحب کو خطیب نامزد کیا، اس وقت دال بازار والی مسجد محکمہ اوقاف کے تحت تھی، مولانا عبداللہ صاحب کی تنخواہ بھی محکمہ اوقاف کی طرف سے آتی تھی۔ قاضی مقبول صاحب پھر بعد میں کالج میں پروفیسر لگ گئے اور خطابت چھوڑ دی، ان کے بعد مولانا عبداللہ صاحب نے مجھے خطیب نامزد کر دیا۔ حافظ صاحب دال بازار والی مسجد...... میں خطیب رہے۔

حافظ صاحب جب دال بازار پڑھاتے تھے، تب وہاں مارکیٹ میں ایک کمرہ میں رہتے تھے جو جماعت نے حافظ صاحب کو دیا تھا۔ حافظ صاحب نے بتایا وہاں بازار سے مرچوں کی ہوا ناک کو چڑھتی جس سے ہر وقت چھینکیں آتیں، طبیعت کافی خراب رہتی، اس کمرے میں آب و ہوا کو برداشت کرنا

میرے لیے مشکل ہو گیا۔ اس کے باوجود حافظ صاحب اس کمرے میں بیٹھ کر مطالعہ بھی کرتے اور تحریر بھی کرتے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے پاس کمرے میں مولانا اسماعیل ذبیح صاحب تشریف لائے انھوں نے وہاں میز پر کاغذ پڑے دیکھے تو کہنے لگے یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ میں نے انہیں بتایا: یہ میں نے ارشاد الفحول کا خلاصہ کیا ہے، انھوں نے جب اس کا ابتدائی خطبہ پڑھا تو کافیہ بندی پر بہت ہنسے۔ بڑے خوش ہوئے۔ ارشاد الفحول کا حافظ صاحب نے جو خلاصہ کیا ہے، اس کا نام حافظ صاحب نے نخبۃ الاصول رکھا تھا۔

حافظ صاحب نے بتایا: اس کمرے میں رہنے کی وجہ سے طبیعت بہت خراب رہتی تھی اور وہاں سے کبھی پیدل چل کر جامعہ محمدیہ آنا پڑتا جس سے کافی وقت ضائع ہوتا تھا آخر کار میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔ میں نے ایک دن مولانا عبداللہ صاحب کو کہہ دیا کہ دال بازار مسجد میں کسی اور کو خطابت کا کہہ دیں میں اب وہاں نہیں ٹھہر سکتا، مولانا عبداللہ صاحب نے نہ مانا اور کہا ابھی تم ادھر ہی ٹھہرو، حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں بضد ہو گیا اور اصرار کیا میں نے دال بازار والی مسجد میں نہیں رہنا، اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں جامعہ محمدیہ سے بھی چلا جاتا ہوں، مولانا صاحب میرا یہ انداز دیکھ کر کہنے لگے پھر آپ استعفیٰ لکھ دیں، میں استعفیٰ جماعت کے سامنے پیش کر دوں گا اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک ہے۔ میں نے استعفیٰ لکھ دیا لیکن میں اس وقت مولانا صاحب کی تدبیر سمجھ نہ سکا کہ یہ تو استعفیٰ اس لیے لکھوا رہے ہیں کہ جب جماعت کے چند خاص افراد کے سامنے پیش کروں گا تو وہ انکار کر دیں گے۔ جب اس کو پتا چلے گا کہ جماعت نے استعفیٰ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تو یہ سمجھے گا میری بڑی اہمیت ہے اور پھر یہ ادھر ہی رہے گا چنانچہ جب مولانا نے استعفیٰ جماعت کے چند خاص افراد کے سامنے پیش کر کے مجھے کہا جماعت والے قبول نہیں کرتے تو میں نے اسی وقت کہہ دیا: وہ قبول کریں یا نہ کریں میں کسی بھی صورت یہاں نہیں ٹھہر سکتا مولانا نے جب میرا یہ اصرار دیکھا تو کہا ٹھیک ہے آپ نے جمعہ نہیں پڑھانا تو نہ پڑھائیں آپ کی جگہ کوئی اور پڑھا لے گا لیکن ابھی تنخواہ آپ کے نام سے ہی آئے گی وہ ہم اسے دیں گے پھر کوئی موقع دیکھ کر تنخواہ اس کے نام لگوا لیں گے۔

پھر اپنی رہائش گاہ کے قریب جامع مسجد قدس اہلحدیث سرفراز کالونی میں خطابت اختیار کی۔ جامع مسجد قدس میں نمازوں کی امامت کرواتے، فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے اور عشاء کی نماز

کے بعد صحیح بخاری کی ایک حدیث کا درس دیتے تھے،آپ نے مسجد قدس سے خطابت اور تدریس کے پیسے یعنی تنخواہ نہیں لی۔نہیں لی سے مراد یہ ہے کہ وہ دیتے بھی تھے پھر بھی نہیں لی۔اس بات کی وضاحت مجھے اس لیے کرنا پڑی ہے کہ ایک مولوی صاحب سے ان کے شاگردوں نے پوچھا آپ یہاں سے کتنی تنخواہ لیتے ہیں،تو وہ فرمانے لگے میں تو یہاں سے تنخواہ نہیں لیتا،یہ بات سن کر ان کے ایک شاگرد کہنے لگے آپ تو اتنی تنخواہ لیتے ہیں،یہ جواب سن کر مناظر اسلام فرمانے لگے یہ تو وہ مجھے دیتے ہیں، میں تو نہیں لیتا۔پھر یہ آیت پڑھ دی:

﴿وَمَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

حافظ صاحب جب اس مسجد سے تنخواہ نہیں لیتے تھے اس وقت ایک مولوی صاحب نے حافظ صاحب کو کہا آپ تنخواہ ضرور لیا کریں،اسطرح انتظامیہ والوں کو بری عادت پڑ جاتی ہے،وہ پھر آپ کے بعد آنے والے خطیب کو بھی تنخواہ نہیں دیں گیں،لیکن اس کے باوجود حافظ صاحب نے ان سے تنخواہ نہیں لی۔ان اجره الا علیٰ الله اس کے بعد حافظ صاحب جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں خطیب مقرر ہوئے اور اسی منبر سے دارالبقا کی طرف رخصت ہوئے۔

اب آپ جامعہ محمدیہ اور اس کے خطبا کے متعلق کچھ تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث کے خطبا

جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی سب سے بڑی اور اہم ترین مرکزی مسجد ہے اس مسجد کے منبر ومحراب اور مسند کے وارث ہمیشہ جید اور کبار علما کرام ہی ہوئے۔مولانا علاؤالدین صاحب کے بعد مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اس مسند کے وارث ہوئے،مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ،پھر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ اس مسند کے وارث بنے۔

گوجرانوالہ کی مختصر تاریخ

اس شہر میں مسلک اہلحدیث کی ابتداء مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ والے اور میر حیدر وزیرآبادی کی دعوت وتبلیغ سے ہوئی یہ دونوں بزرگ مولانا عبداللہ غزنوی کے شاگرد تھے۔

[(تاریخ اہلحدیث گوجرانوالہ: ۷۷)]

مولانا غلام رسول کی دعوت کے ساتھ آٹھ افراد نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا جن میں میاں نبی بخش، شیخ سراج دین، شیخ جھنڈو، شیخ اللہ دتہ اور شیخ مبارک دین عرضی نویسی سرفہرست ہیں۔

[(تاریخ اہلحدیث گوجرانوالہ: ۵)]

مولانا غلام رسول گوجرانوالہ کے ایک گاؤں کوٹ بھوانیداس میں ۱۲۲۸ھ بمطابق ۱۸۱۳ء کو پیدا ہوئے، علم حدیث سید نذیر حسین دھلوی سے حاصل کیا ۱۹۱۱ء کو فوت ہوئے۔

[(تاریخ اہلحدیث: ۵۰۰، فقہائے پاک وہند ۳/ ۴۶)]

بعدازاں مولانا غلام رسول کے شاگرد مولانا علاء الدین جب سید نذیر حسین دھلوی سے سند فراغت حاصل کر کے آئے تو اپنے استاد کی تجویز پر گوجرانوالہ میں چوک نیائیں سے متصل مسجد کمہاراں والی میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ یہ ۱۸۷۴ء کے پس وپیش کی بات ہے۔ آپ ایک عالم عابد اور خوش اخلاق انسان تھے جب آپ کے درس کی شہرت پھیل گئی تو چند ہوس پرست مولویوں نے آپ کو مسجد سے نکلوا دیا لیکن آپ نے دعوت دین کے لیے جدوجہد جاری رکھی اور شہر سے باہر کھیتوں میں جا کر خطبہ جمعہ کا آغاز کر دیا۔ اس کے بعد میر حیدر شاہ کے تعاون سے ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا، مختلف لوگوں کے تعاون سے ایک شخص رنگ علی سے مسجد کے لیے جگہ حاصل کی جس جگہ اب جامعہ محمدیہ موجود ہے۔ یہ جگہ دراصل ایک وارہ کی تھی جس کے ساتھ ایک کنواں، چند پختہ قبریں، ایک کمرہ اور قبرستان تھا۔ یہ جگہ وقف تھی اور رنگ علی اس کا متولی تھا۔ چنانچہ اس جگہ مسجد تعمیر ہوئی اور مولانا علاء الدین مرحوم خطبہ جمعہ دینے لگے۔

اس کے بعد محلہ حاجی پورہ میں میاں محمد دین صاحب کی زوجہ عمر بی بی نے اپنی زمین سے کچھ زمین مسجد کے لیے از خود وقف کر دی اور اپنی گرہ سے مسجد تعمیر کرائی، اس کے علاوہ ایک تیسری مسجد دروازہ گھنٹہ گھر کے اندر حاجی پیر بخش کی تھی جو اگرچہ خالصتاً اہلحدیث کی نہیں تھی لیکن اہلحدیث اس میں باآسانی نماز وغیرہ پڑھ سکتے تھے ان مساجد میں خطبہ جمعہ صرف مولانا علاء الدین اپنی مسجد میں دیا کرتے تھے، مولانا علاء الدین نے بے سروسامانی کی حالت میں دعوت وتوحید کا آغاز کیا اور تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو چند حاسدین نے قریبی کنویں سے مسجد کا پانی بند کر دیا لیکن میر حیدر اور ان کے ساتھیوں نے مسجد کے اندر کنواں تعمیر کر کے اس مشکل کو حل کیا ان حالات میں مولانا علاء الدین اپنی وفات تک ۱۹۲۲ء یہ خدمت انجام دیتے رہے ان کے دور میں کافی خاندان دعوت حق کو قبول

کر چکے تھے اور مسلک کا دائرہ کافی لوگوں تک پھیل چکا تھا لیکن یہ تمام کوششیں انفرادی سطح پر تھیں انجمن سازی اور جماعتی نظام کا قیام عام طور پر شروع نہیں ہوا تھا۔

انجمن اہلحدیث کا قیام

انفرادی کوششیں اگرچہ بہت تیزی سے جاری تھیں لیکن ان تمام افراد کو ایک منظم لڑی میں پرونا دعوت حق کے لیے وقت کی ایک انتہائی ضرورت تھی چنانچہ ایک شخص منشی قائم دین جو امرتسر سے ۱۹۱۴ء میں گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہوئے تھے وہ مناظرہ کے سلسلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بلا کر لائے تو پادری سے مناظرہ میں مولانا امرتسری کو اللہ تعالیٰ نے فتح وکامرانی سے نوازا جس کا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا اور دعوت کے لیے آسانیاں پیدا ہوئیں مناظرہ کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری، منشی قائم دین کے گھر پر ٹھہرے ہوئے تھے بعد از نماز ظہر لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے کوئی انجمن قائم کی ہے جواب نہیں میں تھا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے محلّہ حاجی پورہ میں پندرہ اپریل ۱۹۱۵ء کو انجمن اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ [(تاریخ اہلحدیث گوجرانوالہ: ۱۶)]

اور اپنی گرہ سے ایک روپیہ عنایت کیا اور فرمایا میں ان سب کا پہلا باقاعدہ رکن ہوں بعدازاں اراکین کا تقرر ہوا انجمن کے امیر مستری اللہ رکھا، سیکرٹری غلام محمد ڈار، منشی قائم دین خازن اور بابا عبداللہ اہلحدیث سفیر مقرر کیا گیا تمام اراکین سے ایک آنہ چندہ وصول کیا جاتا اور فیصلہ ہوا کہ ہر گھر میں مٹی کا ایک برتن رکھا جائے اور عورتیں آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی آٹا اس برتن میں ڈالتی جائیں اور ہفتہ بعد اسے فروخت کر کے فنڈ انجمن کو دیا جائے۔ شکر اللہ مساعیہم

مولانا امرتسری کی نصیحت

مولانا انجمن کے قیام کے بعد اراکین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''جب تک تم محنت اور ہمت سے کام کرتے رہو گے تو ترقی ونصرت آپ لوگوں کے قدم چومے گی جب تم لوگوں میں کوئی آدمی امیر ہو گیا یا تم میں کوئی امیر آدمی شامل ہو گیا تو یہ دینی جوں کی توں ہو کر رہ جائے گی اور کامیابی کی منزلیں دشوار ہو جائیں گی کیونکہ اسلام کے کام بالخصوص غریب لوگ ہی خلوص نیت سے کرتے ہیں۔''

انجمن کے قیام کے بعد جب مزید کام آگے بڑھا تو لوگ تیزی سے اس دعوت حق کو قبول کرنے

لگے جس میں علما کرام کی تقاریر و مناظرات کا بہت عمل دخل تھا۔

مولانا اسماعیل سلفی کی آمد

گوجرانوالہ کی انجمن اہلحدیث کے رکن حافظ محمد عمر صاحب نے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں کسی اچھے خاصے مدرس کی ضرورت ہے جو درس و تدریس کے کام کو احسن طریقے سے انجام دے سکے تو مولانا میر سیالکوٹی فرمانے لگے ہم آپ لوگوں کو ایسی شخصیت سے نوازیں گے جو سچا موتی ثابت ہوگی آپ ان کی قدر کریں گے اور وہ چیز ڈبیا میں بند کرنے کے قابل ہے۔

جب مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ میں تشریف لائے تو لوگ ایک نوجوان کو دیکھ کر کہنے لگے ہم تو کوئی کہنہ مشق عالم چاہتے تھے، لیکن مولانا سلفی کی پہلی تقریر سننے کے بعد ان کی رائے بدل گئی۔ یہ ۱۹۲۱ء کی بات ہے آپ نے سب سے پہلے دال بازار والی مسجد میں خطبہ جمعہ شروع کیا آپ کی گوجرانوالہ میں تشریف آوری کے چھ مہینے بعد مولانا علاء الدین وفات پا گئے تو آپ نے ان کی مسند درس پر بیٹھ کر دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا۔ اس دور میں مولانا اسماعیل سلفی سے جن تلامذہ نے استفادہ کیا ان میں مولانا حنیف ندوی اور مولوی عبداللہ نصر سرفہرست ہیں۔ مولانا سلفی نے ازسرنو انجمن کو منظم کیا انھوں نے روزانہ درس قرآن کا آغاز کیا جس سے دعوت میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ مولانا سلفی نے مسلک اہلحدیث کا کام انتہائی تحریکی انداز میں تیزی سے کیا انھوں نے اپنے اولین دور میں ہی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا سالانہ پروگرام گوجرانوالہ میں کروا ڈالا۔

مولانا اسماعیل سلفی جماعتی کاموں میں اتنے مگن تھے کہ جب شیخ ابن باز وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی نے حضرت سلفی کو شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد کی معرفت مدینہ منورہ بلا بھیجا تو آپ نے گوجرانوالہ میں قیام کو ترجیح دی اور اپنی جگہ حافظ محمد گوندلوی صاحب کو بھجوا دیا۔ غرضیکہ آج گوجرانوالہ کے گردونواح میں مسلک اہلحدیث نے جو ترقی کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد حضرت سلفی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔

ذیل میں اجمالی طور پر حضرت سلفی کی خدمات کو رقم طراز کرتے ہوئے (الاعتصام) کے اداریہ نگار لکھتے ہیں۔

گزشتہ نصف صدی میں جماعت اہلحدیث کی کسی بھی قسم کی مذہبی وسیاسی سرگرمی میں مولانا اسماعیل صاحب بدستور ایک اہم عنصر کی حیثیت سے شامل رہے، نوجوانی میں سعی و ہمت کا یہ حال تھا کہ ۱۹۲۴ء

میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا سالانہ اجلاس کرا ڈالا جس کے صدر استقبالیہ ہمارے بزرگ مولانا حافظ محمد گوندلوی تھے، ہمارے مولانا کو جماعت منظم کرنے کی بڑی دھن تھی، انجمن اہلحدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا تو اس میں مولانا مرحوم کا بہت دخل تھا۔ ۱۹۳۱ء میں شاہ محمد شریف گھڑیالوی کی سربراہی میں جمعیت تنظیم اہلحدیث پنجاب وجود میں آئی تو اس کے روح رواں آپ ہی تھے چنانچہ اس کا دفتر بھی مولانا کی سرپرستی میں گوجرانوالہ میں تھا ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب تھے۔ ۱۹۴۷ء میں اہلحدیث کانفرنس دہلی میں بلائی گئی تو آپ اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے قیام پاکستان کے بعد جہاں تک مغربی پاکستان کی جمعیت اہلحدیث کا تعلق ہے یہ مولانا سلفی کی مساعی وشب روز محنت وہمت کی مرہون منت ہے۔ مولانا داؤد غزنوی کو ملکی سیاست کی دلدل سے نکال کر جماعت کی سربراہی کے لیے مولانا نے ہی آمادہ کیا تھا پھر آخر تک حضرت موصوف کا ساتھ نبایا۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے والی کمیٹی کے رکن تھے ختم نبوت کمیٹی کے رکن بھی تھے۔ ۱۹۲۴ء میں شدھی تحریک کے وقت جب مسلمانوں کو ہندو بنانے کی سعی جاری تھی تو حضرت سلفی تبلیغی وفد کے ہمراہ ملکانوں کے علاقہ میں گئے۔ [(الاعتصام: مارچ ۱۹۶۸ء)]

مولانا سلفی نے اپنی تحریکی زندگی میں تمام افراد ومعاشرہ کی ضرورتوں کو سامنے رکھا چنانچہ طلبا کے لیے جامعہ محمدیہ کا آغاز کیا اور لڑکیوں کے لیے مدرسۃ البنات کا آغاز کیا اور عام لوگوں کے لیے اسلامی دارالمطالعہ کی بنیاد رکھی اس کے ساتھ ملکی صحافت میں مسلک کی ترجمانی ونمائندگی کے لیے ۱۹۴۹ء میں ''الاعتصام'' کا اجرا کیا۔

۱۹۵۵ء میں جماعت کی سالانہ کانفرنس میں الجامعۃ السلفیہ کے قیام کا فیصلہ ہوا جس کے روح رواں حضرت سلفی تھے جس کی بناء پر اپنے نام کے ساتھ (سلفی) لاحقہ لگایا۔

حضرت سلفی نے عوام الناس میں تبلیغ کے لیے جو سب سے مؤثر طریقہ اختیار کیا وہ مساجد کی تعمیر و انشاء تھی کیونکہ مسجد بذات خود ایک مبلغ کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا آپ نے جگہ جگہ مساجد کا جال پھیلایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انھوں نے تمام زندگی مسلک کی خدمت میں صرف کر دی اور بقول ان کے مسلک کے سلسلہ میں کبھی مداہنت کا خیال تک دل میں نہیں گزرا یہ آفتاب دعوت یونہی اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا کہ ان کا وقت موعود آگیا جو ہر ذی روح کو آنا ہے آپ نے ۱۹۶۸ء کو وفات پائی۔ جزہ اللہ خیر الجزاء

حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی کی خدمات

حضرت حافظ صاحب کی علمی خدمات گوجرانوالہ میں مسلک اہلحدیث کی ترویج وترقی میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں کہ دعوت کی بنیاد علم پر اٹھتی ہے جس کے بغیر دعوت زیادہ موثر اور نتیجہ خیز نہیں ہوتی عام دعاۃ اور علما کرام کو علمی بنیاد فراہم کرنے والے حضرت حافظ صاحب کی ذات گرامی ہی تھی حضرت حافظ صاحب کی علمی جھود کی اس سے روشن دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ علما اہلحدیث میں سے بیشتر انہی کے بالواسطہ یا بلا واسطہ فیض یاب ہیں۔ اور یہ بہت بڑی سعادت ہے اللہ تعالیٰ ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ حضرت حافظ صاحب نے گوجرانوالہ میں تدریس کا آغاز ۱۹۲۵ء میں حضرت سلفی کی دعوت پر جامعہ محمدیہ میں کیا علاوہ ازیں انھوں نے جامع اسلامیہ گوجرانوالہ میں اس کی تاسیس کے وقت ۱۹۵۰ء میں بھی پڑھایا، تدریس کے علاوہ انھوں نے کئی علمی کتابیں لکھیں جو عقائد، حدیث، فقہ اور عبادات پر مشتمل ہیں انھوں نے ۴ جون ۱۹۸۵ء کو وفات پائی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے مدرسہ ہی میں بطور استاد کام کرنے لگے، پھر محکمہ اوقاف کے کورس کے لیے کوئٹہ چلے گئے۔ تین ماہ کے بعد واپس آئے پھر دوبارہ وہاں جانا پڑا تو پھر انجمن سے رخصت کی درخواست دی انجمن نے انکار کیا تو آپ انجمن سے علیحدہ ہو گئے۔ آہستہ آہستہ اختلاف شروع ہوگیا اور پھر آپ نے ایک نئے مدرسہ کی بنیاد رکھی جو کہ جی ٹی روڈ پر جامعہ شرعیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور آج کل اس مدرسہ کو بھی جامعہ محمدیہ کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ بہرحال وہ مدرسہ بھی پوری طرح اپنا کام کر رہا ہے۔ پھر آپ نے لڑکیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں آپ کی علیحدگی سے جماعت اہلحدیث کو ایک اور مدرسہ مل گیا وہاں خلفشار کی وجہ سے جماعت کو تکلیف بھی پہنچی اور بالآخر استاد شاگرد کی مصالحت ہوگئی۔ ان کی خوش قسمتی تھی کہ آخری وقت میں استاد کو راضی کر لیا۔ اب حضرت الامیر کی جگہ خطبہ اور درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

[(حوالہ تاریخ اہلحدیث ص: ۱۸۳ از عبداللہ اہلحدیث)]

مولانا سلفی رحمہ اللہ اور مرکزی مسجد کی خطابت

امام العصر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ مولانا موصوف کو حافظ عمر دین مرحوم کی درخواست پر گوجرانوالہ لے کر آئے۔ اس وقت مولانا سلفی صاحب کی عمر تقریباً اکیس سال تھی۔ مولانا میر نے خطبہ

جمعہ مسجد علاؤالدین مرحوم واقع نیائیں چوک میں ارشاد فرمایا۔ خطبہ جمعہ کے اختتام پر اعلان کیا کہ تمام لوگ تشریف رکھیں مولوی محمد اسماعیل صاحب آپ کے سامنے تقریر کریں گے تو حضرت مولانا نے ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے موضوع پر بہترین انداز میں تقریر فرمائی۔ سامعین نے خوب داد دی اور پسند فرمائی۔ پھر سارے لوگ محلّہ حاجی پورہ آ گئے۔ دال بازار والی مسجد میں مولانا موصوف کی دستار بندی کی گئی۔ مسجد دال بازار میں خطبہ جمعہ اور درس قرآن ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ باقی نماز پنجگانہ محلّہ حاجی پورہ والی مسجد میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری کے تقریباً چھ ماہ بعد ۱۹۲۲ میں مولانا علاؤالدین اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

انجمن اہلحدیث نے مولانا علاؤالدین مرحوم کے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز مرحوم کے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مولانا موصوف مسند خطابت اور مسجد کے تمام امور کو سنبھال لیں۔ مولانا مرحوم نے دینی کام شروع کیا۔ ایک دینی مدرسہ ''محمدیہ'' کے نام سے قائم فرمایا۔ نیز صبح کی نماز کے بعد درس قرآن پاک ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

امام العصر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اہل گوجرانوالہ ہم آپ کو ایسا لعل اور موتی دے رہے ہیں جو آپ لوگوں کے کام آئے گا اور مسلک کی خوب خدمت کرے گا۔ آپ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس لعل و موتی کی اچھی طرح قدر کریں۔ یہ پیش گوئی حقیقت ثابت ہوئی کہ مولانا سلفی مرحوم رحمہ اللہ نے اپنی ۲۷ سالہ عملی زندگی میں جملہ دینی و جماعتی امور میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ [(تاریخ اہلحدیث، تالیف بابا عبداللہ مرحوم)]

شیخ الحدیث مولانا اعظم صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مولانا سلفی مرحوم رحمہ اللہ کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا۔ وہ تہجد گزار اور قیام اللیل کے پابند تھے۔ صبح سب سے پہلے مسجد میں آتے، سردیوں میں فجر کی نماز کے بعد درس قرآن ارشاد فرماتے اور گرمیوں میں نماز مغرب کے بعد۔ بعض اوقات وہ سفر پر جاتے اور رات کو بے شک کتنی ہی لیٹ واپسی ہوتی لیکن مسجد میں عام معمول کے مطابق نماز فجر سے قبل تشریف لے آتے۔ قرآن مجید پر بڑا استحضار تھا۔ برمحل قرآن پاک کی آیات ان کی زبان سے ادا ہوتی تھیں۔ نماز میں نہایت درد اور سوز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ مولانا نے جہاں تدریسی، تعلیمی، خطابتی اور مسلکی خدمات سرانجام دیں وہاں سیاسیات میں بھی نمایاں کردار ادا کیا، ملک کی آزادی

کے لیے قید و بند کی اذیتیں برداشت کیں اور انگریز حکومت کے معتوب رہے۔ آزادی وطن کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ کئی دفعہ گوجرانوالہ کی میونسپل حدود میں نظر بند رہے۔ ۱۹۵۳ کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں کافی عرصہ سنٹرل جیل لاہور میں مقید رہے۔

۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہلحدیث قائم ہوئی تو مولانا موصوف ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اگست ۱۹۴۹ میں گوجرانوالہ سے ہفت روزہ ''الاعتصام'' جاری ہوا۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ کو وفات پائی۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ مرحوم کی وفات کے ایک مہینے بعد مولانا سلفی رحمہ اللہ مرحوم منصب امارت پر متمکن ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے مقامی طور پر، دینی، مسلکی خدمات کے علاوہ جماعت میں ایک مرکزی کردار ادا کیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو گوجرانوالہ میں فوت ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ.

[(مجلّہ اہلحدیث، شیخ الحدیث نمبر صفحہ ۴۰)]

مولانا محمد عبداللہ صاحب کی مرکزی مسجد میں خطابت

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے بعد مولانا محمد عبداللہ صاحب اس مسند کے وارث ہوئے۔

میاں محمد جمیل ایم اے لکھتے ہیں: 1968ء کا سفر طے کیا تھا کی شیخ القرآن والحدیث امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے شاہراہ دنیا چھوڑ کر جنت کا راستہ اختیار کیا۔ گوجرانوالہ میں میرا یہ پہلا تعلیمی سال تھا۔ مولانا عبداللہ دال بازار کی جامع مسجد کے کامیاب خطیب اور جامعہ محمدیہ جو اس وقت جامعہ شرعیہ تھا کے ناظم اور بانی تھے اسے کامیابی کے ساتھ چلا رہے تھے۔ نہ بجٹ کی کمی اور نہ ہی کسی قسم کا انتظامی بحران۔ جامعہ شرعیہ چند ہی سال میں ملک بھر کے مدارس میں ایک نام اور مقام پیدا کر چکا تھا۔ حضرت سلفی صاحب کی وفات کے بعد جامع چوک نیائیں میں ملک کے نامور خطباء کے خطبات جمعہ رکھے گئے۔ مگر حضرت سلفی صاحب کا خلا پر کرنے میں کسی حد تک بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر گوجرانوالہ کی جماعت نے شیخ الحدیث سے درخواست کی کہ آپ سلفی صاحب کے منبر ومحراب کی ذمہ داری اٹھائیں۔

کسی خطیب کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ عالم اسلام کی مسلمہ شخصیت اور اپنے استاد گرامی کی جانشینی کا شرف حاصل کرے۔ مگر شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب نے جامعہ محمدیہ کے

وفد کو فرمایا میرے لیے اس وقت تک ممکن نہ ہوگا جب تک دال بازار کی جماعت آمادگی کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ ان لوگوں نے عسر یسر میں میرا ساتھ دیا ہے۔ میں بڑی مسجد کے شوق میں اپنے ساتھیوں سے بے وفائی نہیں کرسکتا۔ کئی ہفتے دونوں جماعتوں کے مذاکرات چلتے رہے۔ جب بات آگے بڑھی تو کچھ لوگوں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ جس طرح آپ نے ہماری یہ فرمائش قبول کی ہے۔ اسی طرح ہماری یہ درخواست بھی قبول فرمائیں کہ وہ دونوں جامعات کو یکجا کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ مطالبہ بھی ہوا کہ جامعات کے یکجا ہونے کی صورت میں جامعہ شرعیہ کی بجائے جامعہ محمدیہ نام ہونا چاہیے۔ یہ بڑا ہی مشکل اور کٹھن مرحلہ تھا۔ کیونکہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کی مسجد میں چند کمروں پر مشتمل تھا۔ جبکہ جامعہ شرعیہ جی ٹی روڈ پر کئی ایکڑ زمین اور پر شکوہ عمارت پر محیط تھا اور پھر مولانا محترم کی جوانی کی محنتوں کا یہ ثمرہ تھا۔ لیکن شیخ الحدیث نے ایک لمحہ تامل کیے بغیر فرمایا کہ نام میں کیا پڑا ہے۔ اگر آپ اس طرح راضی ہیں تو آج کے بعد جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ کے نام سے پکارا جائے۔

گوجرانوالہ کے محلّہ حاجی پورہ میں مولانا محترم نے بچپن، جوانی اور اپنا بڑھاپا گزارا اس طرح مولانا نے ساٹھ سال کے شب وروز اسی گلی کوچے میں بسر کیے۔ پھر اسی محلے میں ہی دال بازار کی جامع مسجد میں مدت تک تدریس وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وہ جسمانی طور پر پاورفل انسان، بے پناہ قوت فیصلہ و نافذہ کے مالک اور متحرک و فعال شخصیت تھے۔ ان کے ساتھی انتہائی با اثر اور طاقت ور ہونے کے باوجود ان کے نہایت ہی جانثار تھے۔ مولانا محترم کو لوگ گوجرانوالہ کا بے تاج بادشاہ تصور کرتے تھے۔ اس اختیار اور اقتدار کے باوجود کوئی شخص بھی کردار کی کمزوری اور دیانت و امانت کے حوالے سے ان کی حیات مستعار کے دامن پر ایک معمولی نشان بھی نہیں دکھا سکا۔ آج کل تو خطابت کی دنیا میں یہ صورت حال ہے کہ کامیاب خطیب جماعت کے ساتھ چلنے کے لیے تیار نہیں اور باوسائل جماعتیں خطیب کی پرواہ نہیں کرتیں۔ جبکہ مولانا کا فرمان یہ تھا: کامیاب خطیب وہ ہے جو اپنے دامن کو ہر حال میں اخلاقی کمزوریوں اور دنیا کے لالچ سے پاک صاف رکھتے ہوئے حتی الوسع جماعت کو ساتھ لے کر چلے۔ خطابت کے حوالے سے بھی آپ کا کردار علما کے لیے مشعل راہ ہے۔

[(مجلہ اہلحدیث، شیخ الحدیث نمبر صفحہ ۱۴)]

مولانا محمد اعظم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ، ممتاز عالم دین،

نامور محقق، فصیح اللسان خطیب، دینی سکالر، مایہ ناز سیاسی راہنما اور تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد تھے۔ انھوں نے حصول آزادی، اسلام کی سربلندی اور کتاب وسنت کی بالا دستی کے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ نیز آمریت کے استحصال اور جمہوری قدروں کے احیاء وبقاء کے لیے آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔ اہل وطن ان کے احسانات کے اس بارگراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ساری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت وتبلیغ، درس وتدریس اور وعظ وارشاد سے عبارت تھی۔ مولانا موصوف کم وبیش دس سال تک جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر رہے۔ ۱۹۹۰ء سے سرپرست کی حیثیت سے جماعت کی رہنمائی کی۔ مرکزی جمعیت کے روح رواں تھے، انھوں نے جماعتی اور علمی زندگی میں بہت سی اعلیٰ روایات قائم کیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور انھوں نے رشد وہدایت کے چراغ روشن کیے ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں میں دینی تعلم کے فروغ، نئی نسل کو مغرب کے ملحدانہ افکار ونظریات سے محفوظ رکھنے اور دینی وراثت کی حفاظت کے لیے ان کی دینی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

جامعہ محمدیہ اہلحدیث گوجرانوالہ اہلحدیث کی قدیم وعظیم دینی دانشگاہ ہے۔ جس سے ہزاروں فارغ التحصیل علما ملک اور بیرون ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا مرحوم جامعہ کے عروج و اقبال کے لیے جو نتیجہ خیز کوشش بروئے کار لائے وہ قابل صد تحسین ہیں۔ دینی مسائل کی تحقیق وتدقیق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مولانا مرحوم نے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی ﷺ میں بھرپور حصہ لیا اور انھوں نے جنرل ایوب خاں یحییٰ خاں اور ضیاء الحق کے دور میں بحالی جمہوریت کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ مولانا مرحوم جامعہ محمدیہ مرکزی درسگاہ کے بانی تھے۔ انھوں نے چالیس سال درس حدیث دیا، ان کے ہزاروں شاگرد تعلیم وتبلیغ دین میں مصروف ہیں۔ آپ کی دیانت و امانت مسلمہ ہے، جامعہ کے لاکھوں کے بجٹ میں پائی پائی کا حساب کیا جاتا ہے۔ مولانا مرحوم قناعت پسند اور خودداری کا پہاڑ تھے۔ مولانا کا خطبہ جمعہ دینی مسائل کے ساتھ ملکی حالات پر تبصرہ انتہائی مفید ہوتا تھا۔ حاضرین بڑے شوق سے سنتے تھے۔ مولانا کی زندگی علمائے کرام کے لیے راہ اور مثالی زندگی ہے۔

۱۹۶۸ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی جگہ پوری جماعت کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ نے خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جماعتی اور جامعہ محمدیہ کی

ذمہ داریوں کو بخوبی سرانجام دیا۔ جمعیت اہلحدیث کو کام کی فکر ولگن کی ایک نئی راہ پر گامزن کر دیا۔ مرحوم دو مرتبہ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر منتخب ہوئے۔ اندرون ملک جماعتی و مسلکی خدمات کے ساتھ ساتھ سعودی عرب، انگلینڈ، عراق، کویت اور دیگر ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔

[(اہلحدیث، شیخ الحدیث نمبر صفحہ ۴۳)]

حافظ نورپوری صاحب کی مرکزی مسجد جامعہ محمدیہ میں خطابت

جامعہ محمدیہ کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب جو حافظ صاحب سے پہلے ڈیڑھ سال مولانا عبداللہ صاحب کے ساتھ بھی رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا ایک دفعہ میں حفیظ بٹ صاحب، میاں یوسف صاحب بان سوتر والے کو لے کر حافظ صاحب کے گھر گیا تھا یہ تینوں حضرات جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے سربراہ تھے۔ انھوں نے حافظ صاحب کو کہا مولانا عبداللہ صاحب بیمار ہو گئے ہیں اب آپ ان کی جگہ پر مستقل جمعہ ارشاد فرمایا کریں، حافظ صاحب فرمانے لگے وہ بڑی جگہ ہے آپ ان کی جگہ پر کسی بڑے عالم کو لائیں، میں تو طالب علم ہوں۔ لیکن یہ تینوں حضرات کہنے لگے حافظ صاحب ہمیں آپ سے بڑا عالم کوئی نظر نہیں آتا آپ ہی اس منبر کو سنبھالیں۔ لیکن حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور کہا میں طالب علم ہوں وہاں کسی اور کو لاؤ۔ پھر یہ تینوں حضرات مولانا عبداللہ صاحب کے پاس گئے اور انہیں کہا آپ حافظ صاحب کو حکماً کہیں کہ وہ جامعہ محمدیہ میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری قبول فرمائیں، تو مولانا عبداللہ صاحب نے حافظ صاحب کو لکھ کر دیا آپ جامعہ محمدیہ میں جمعہ پڑھائیں، یہ تحریر لے کر وہ حافظ صاحب کے پاس آئے اور انہیں مولانا صاحب کی تحریر دکھائی، تحریر پڑھ کر حافظ صاحب کہنے لگے اب یہ میرے استاد کا حکم ہے تو میں وہاں جمعہ پڑھاتا ہوں۔ اس طرح حافظ صاحب جامعہ محمدیہ نیائیں چوک کے مستقل خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا عبداللہ صاحب کی نظر انتخاب لاجواب ثابت ہوئی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے حق بحق دار رسید کے مصداق حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری صاحب رحمہ اللہ کو مسند کی وراثت سونپ دی۔ حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مدرس مقرر ہونے کے بعد پہلا درس ۱۵۔۳۔ ۱۹۹۸ء، اتوار کو دیا۔ حافظ صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب کی زندگی میں تین سال درس دیا ہے۔ یہ تین سال مولانا صاحب کی علالت والے سال ہیں، مولانا عبداللہ صاحب کی وفات ۲۸ اپریل ۲۰۰۱ کو ہوئی۔

حافظ صاحب نے نماز مغرب کے بعد درس قرآن شروع کیا تھا۔ اور تقریباً ایک ہفتہ نماز مغرب کے بعد درس دیا۔ پھر آپ نے ہمیشہ گرمیوں سردیوں میں نماز فجر کے بعد درس دیا۔ جب نماز فجر کے بعد درس شروع کیا تو آپ نے اس بات کی وضاحت کی کہ مغرب کے وقت ادھر آنے سے کئی لوگ، مہمان جو دوسرے شہر سے گھر آتے ہیں انہیں بڑی پریشانی ہوتی ہے وہ میرا انتظار کرتے رہتے ہیں، یہ وقت اس لیے مناسب نہیں کہ ملاقات کرنے والے مسائل پوچھنے والے جو مہمان گھر آتے ہیں ان کے لیے پریشانی ہوتی ہے۔ ظاہر بات ہے حافظ صاحب نے کنگنی والا سے شہر آنا ہوتا تھا تو نماز عصر کے بعد ہی تیاری کریں گے تو نماز مغرب شہر جامعہ محمدیہ آکر پڑھیں گے اور ادھر مغرب کے بعد درس دیں گے تو ظاہر بات عشاء بھی ادھر ہی ہو جائے گی اور واپس جاتے بھی وقت لگے گا۔ ان ساری باتوں کے پیش نظر حافظ صاحب نے گرمیوں سردیوں میں نماز فجر کے بعد درس دینے کا مستقل فیصلہ اچھا کیا تھا۔

جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آپ نے تیرہ سال گیارہ ماہ بارہ دن درس دیا ہے۔ ۱۵ مارچ ۱۹۹۸ تا ۲۶ فروری ۲۰۱۲ ۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب، حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ آف گوجرانوالہ، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہم اللہ جیسے آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب ہستیوں کے نقوش تاباں کی یادگار اور قیمتی کڑی تھے۔ اور شرافت و وضعداری، فکر وفہم، اعتدال و میانہ روی، حق شناسی اور علوم و حقائق کے بحر بیکراں تھے۔ اخلاق و عادات میں اعلیٰ وارفع تھے۔ یہ حقیقت ہے اور اس میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ ”میں نے علما میں ایسا شریف، ایسا نیک باطن، ایسا دور اندیش، ایسا فیاض، ایسا سادہ مزاج، اس پر ایسا مستقل مزاج، خوش اخلاق، شیریں گفتار، باغ و بہار آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا متقی و پرہیزگار اور ساتھ ہی وسیع المشرب اور وسیع الاخلاق، وہ مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔“ [(ہفت روزہ اہلحدیث ۱۶ مارچ ۲۰۱۲)]

دروس نورپوری

خطبات ودروس کا انداز

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: دروس وخطبات عوامی خطبات نہیں ہوتے تھے جس کا رأس المال مار دھاڑ، جگت بازی، تمسخر واستہزاء یا پھر ساز وآواز کی نقالی تغنی وترنم اور حکایات وروایات یا پھر اشعار ہو بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں موضوع کا مالہ وما علیہ بیان کر کے سامعین کا حق ادا فرماتے، موصوف کی خطابت میں ایسا جادو تھا کہ جس منبر ومحراب پر ایک عرصہ تک شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے سحر بیانی کی ہو، پھر عرصہ دراز تک شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے حکمت کے موتی لٹائے ہوں اس منبر ومحراب کے لیے ممدوح مرحوم کا انتخاب ہوتا ہے۔[(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

حافظ صاحب کے دروس بالکل سادہ انداز میں ہوتےتھے، تکلف سے پاک، تصنع اور بناوٹی حرکات وسکنات سے کوسوں دور تھے، مگر ہر درس قرآن وحدیث کے دلائل سے مبرہن ومزین اور مدلل ہوتا تھا۔

آپ کی خطابت، حکمت وبصیرت کا مرکب ہوتی تھی۔ وسیع مطالعہ اور گہرا مشاہدہ آپ کی گفتگو کو اثر آفریں بنا دیتا تھا۔ گفتگو کی تاثیر میں آپ کا اخلاص بھی کارفرما ہوتا۔ ایک ایک لفظ نپا تلا ہوتا۔ بات کرنے کا ڈھنگ اور سمجھانے کا ڈھب بڑا ہی سادہ اور عام فہم ہوتا۔ الفاظ پر آپ کی گرفت، دلیل پر آپ کا تسلط اور مخاطب پر آپ کا گھیراؤ ایسے عناصر تھے، کہ آپ جس محفل میں ہوتے اس پر چھا جاتے۔ بڑے بڑے گفتگو مین آپ کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے تھے۔

دیانت وامانت، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ وتدین، زہد وورع، دعوت وارشاد، وعظ وتبلیغ، علم وفضل، تحقیق ودانش، ظاہر وباطن، ابلاغ توحید، اتباع سنت، اپنے دینی مشن کی تکمیل کے لیے مر مٹنے کے جذبے کے اعتبار سے وہ عظیم اسلاف کے عظیم وارث تھے۔

حافظ صاحب کے خطبات اور دروس میں یہ کمال تھا کہ کوئی لفظ زائد نہیں بولتے تھے کسی آیت یا

حدیث کا مفہوم بیان کرتے وقت بھی کوئی لفظ ایسا نہیں بولتے تھے جو آیت یا حدیث میں نہ ہو۔ خطیب حضرات اچھی طرح جانتے ہیں خطابت کے دوران جب زبان چل رہی ہو تو پھر خطیب سے کنٹرول نہیں ہوتا، کیونکہ خطابت میں چپ نہیں رہنا ہوتا بولتے جانا ہوتا ہے، جذبات میں خطیب حضرات بہت کچھ کہہ دیتے ہیں، لیکن حافظ صاحب بڑے اعتماد سے درس دیتے تھے اور لفظ سوچ سوچ کر بولتے تھے۔

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ حقیقی کے طور پر درج ذیل آیت کے صحیح مصداق تھے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [الانعام:۱۶۲]

زندگی کا کوئی لحہ اللہ کی رضا کے بغیر صرف نہیں کیا، وہ جہاں بھی گئے توحید وسنت کی ضیا پاشیوں سے علاقہ بقعہ نور بن گیا، وہ جہاں بھی بیٹھے دبستان کھل گیا، استاذ محترم اپنے دور کے محدث، محقق، مفکر اور علم وعمل کے روشن مینار تھے۔ عقیدہ، تفسیر وحدیث اور فرق باطلہ پر مکمل عبور رکھتے تھ، دین اسلام کی عملی تصویر تھے۔

اسلام کو لیڈر مانتے تھے، ماتحت نہیں، حالات و واقعات حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہیں بن سکے۔ توحید وسنت کا پرچار جرأت وعظمت سے کرتے رہے

حالات کے قدموں میں کبھی مومن نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
دریا تو سمندر ہی میں گرتے ہیں ہر دم
سمندر مگر دریا میں کبھی نہیں گرتا

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ ان چند نادر شخصیات میں سے تھے جن کی زندگی کا طویل عرصہ کتاب وسنت کی شاعت وترویج میں گزرا۔ فتقبل اللہ سعیہ

استاذِ محترم کا شمار اپنے دور کے فحول، قابل اعتماد اور راسخین فی العلم میں ہوتا ہے، وہ اپنے علم وفضل اور مرتبت ومنزلت کے لحاظ سے اس کے مستحق تھے، ان کا شمار ارباب علم وفضل میں ہوتا ہے، حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ کو تدریس وخطابت میں یکساں بدرجہ اتم مرتبہ ومقام حاصل تھا، وہ جہاں ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق مدرس تھے، وہاں ایک نامور خطیب بھی تھے۔ ان کا خطاب اس قدر مؤثر اور دلنشین ہوتا کہ ہر کس دناکس دل ودماغ میں اتر جاتا، مختصر پیرائے میں بات سمجھانے میں ان کو کمال

حاصل تھا گویا کہ بات سمجھانی ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ جب کلام کرتے تو پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ کرتے اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے اور اسے پوری قوت کے ساتھ منوا لیتے، اپنے کلام کا آغاز جس موضوع سے کرتے اس پر نقلی اور عقلی دلائل کے انبار لگا دیتے، سامعین حافظ صاحب کے کلام میں روانی، سلاست، فصاحت اور بلاغت سے ششدر رہ جاتے۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء

حالانکہ ان کا خطاب نہایت سادہ زبان ہر قسم کے تصنع اور تکلفات سے پاک ہوتا تھا۔ استاذِ محترم رحمہ اللہ جہاں اپنے علم وعمل، زہد وورع، سیماب پائی اور سادگی واخلاص کے لحاظ سے بے مثال تھے، وہاں دوسری طرف دعوت وتبلیغ اور دل سوزی ودردمندی کے بے پایاں جذبات کے اعتبار سے بھی اپنے اقران وا ماثل میں ایک نہایت ممتاز مقام کے حامل تھے، جماعت کے اہل علم جانتے ہیں کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے دعوت وتبلیغ کا فریضہ جس بے خوفی، دلسوزی اور جس لگن اور محنت سے ادا کیا ہے، اس کی سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کی مساعی حسنہ کے نتیجے میں تحریک عمل بالحدیث کو ایک نئی توانائی اور قوت ملی، ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملا ہے۔

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے جماعت کو ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملا ہے، ایک نیا جوش وخروش حاصل ہوا ہے جس سے تحریک عمل بالحدیث کی منجمد رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا ہے اور اہل حق کو ایک نئی زندگی نصیب ہوئی ہے، الحمدللہ۔ استاذِ محترم کی کوششوں سے ہزاروں افراد تقلید کی تاریکیوں سے نکل کر عمل بالحدیث کی روشنی میں آئے ہیں۔ رسم ورواج کی جکڑ بندیوں کو توڑ کر خالص اسلام کی طرف آئے ہیں اور علم وعمل کی نئی جہتوں سے روشناس ہوئے ہیں۔

ہوا جب بھی کبھی ذکر مہر وفا
بڑی دیر تک یاد آتا رہا
وہ شگفتہ چہرہ وہ مسکرانے کا انداز اور وہ محبتیں
آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا چہکتا رہے گا

حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ موجودہ صورت حال سے سخت کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ تھے، چنانچہ

انھوں نے دعوت و اصلاح کا قلم بلند کیا، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بنیں، اپنے ایمان کی تجدید کریں، نفس پرستی، رواج پرستی اور مفاد پرستی چھوڑ دیں اور اپنے اسلاف کی طرح مکمل توحید پرست بنیں۔ تقویٰ وعمل سے وہ آراستہ ہوں جن میں معاشرتی برائیاں نہ ہوں، کردار اور عمل کی کوتاہیاں نہ ہوں، رسوم و رواج کے شیدائی نہ ہوں، بلکہ ان سے باغی ہوں اور وہ صرف مسجد میں مسلمان نہ ہوں بلکہ ان کے گھروں میں پردے کی پابندی ہو، ان کے گھر موجودہ فحاشہ وعریانی سے پاک ہوں، تصاویر اور بے جا آرائشوں سے پاک ہوں، وہ امانت ودیانت کے پیکر ہوں، وہ صداقت وراست بازی کے نمونے ہوں اور سیرت وکردار اور شکل وصورت میں نمایاں اور ممتاز ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ کو اخلاص کے جذبات فراواں کے ساتھ استدلال و بیان کی قوت سے بھی نوازا تھا، ان کا انداز خطابت نہایت مؤثر، بلیغ اور طرز استدلال دلوں میں اتر جانے والا تھا، وہ الفاظ کے طوطا مینا اڑاتے تھے نہ واعظان شیریں مقال کی طرح آواز کا جادو جگاتے تھے، ان کی باتیں بالکل سادہ اور طرزِ تکلم بے ساختہ ہوتا، تاہم وہ جو کچھ کہتے، چونکہ وہ ان کے اخلاص بھرے دل کی آواز ہوتی تو ''وہ از دل خیزد بر دل ریزد''

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

کا آئینہ دار ہوتیں۔ اس لیے ان کی خطابت میں گو گھن گرج نہیں تھی، لیکن اس میں طوفان کی سی قوت ضرور موجود تھی جس سے دریاؤں کے دل دہل جاتے ہیں، وہ اپنی جادو بیانی سے مجمع کو مسحور نہیں کرتے تھے البتہ استدلال کے تانے بانے سے سامعین کو ہمنوائی پر مجبور کر دیتے تھے، وہ اپنی تقریر و خطبات سے عوام کو فینائل کی میٹھی گولیاں نہیں دیتے تھے، بلکہ ایک طبیب کی طرح زخموں اور بیماریوں کی نشاندہی کرتے اور ماہرین سرجن کی طرح نشتر زنی سے فاسد مواد نکالنے کی کوشش کرتے جس سے اگرچہ کچھ چبھن اور تکلیف تو ضرور ہوتی، لیکن درحقیقت یہ نشتر شدت مرض سے کراہنے والے مریضوں کے لیے پیغام شفا ہوتے۔

حافظ صاحب اہلحدیث حضرات کی حالت زار کو دیکھ کر کہا کرتے تھے ان میں بھی تقلید آچکی ہے جب کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں فلاں مولوی صاحب یہ کہتے تھے ہم نے تو ان کی ماننی ہے فلاں

مولوی صاحب نے یہ مسئلہ اس طرح بتایا ہے۔ وہ غلط تھے یا انہیں پتا نہیں تھا وہ بڑے عالم تھے، حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے اسی کا نام تقلید ہے جبکہ ہمیں کتاب وسنت کی اتباع کا حکم ہے، جب آیت یا حدیث سنائی جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم اس کو مانیں اور عمل کریں۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے حافظ صاحب کے سامنے یہی بات دہرائی کہ فلاں مولوی صاحب تو اس طرح کہتے تھے تو حافظ صاحب فرمانے لگے امام ابوحنیفہ نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے؟ وہ آدمی کہنے لگا نہیں تو حافظ صاحب نے اس سے پوچھا پھر امام صاحب کی بات کیوں نہیں مانتے؟ وہ خاموش ہو گیا کہ یہ کیا بنا ہے پھر حافظ صاحب اسے سمجھانے لگے ہم امام ابوحنیفہ کی بات نہیں مانتے صرف اس وجہ سے کہ ہم کتاب وسنت کے پابند ہیں کسی امتی کے پابند نہیں۔ جو بات کتاب وسنت میں ہوگی ہم تو وہ مانیں گے اس لیے یہاں بھی ہمیں کتاب وسنت کی بات ماننی چاہیے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد اصل موضوع

حافظ صاحب خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد اصل موضوع شروع کر دیتے تھے، بے مقصد تمہیدی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے اور نہ ہی انتظامیہ کی خوشامدی کے لیے کوئی کلمات کہتے، اما بعد کہنے کے بعد فوراً مضمون شروع کر دیتے۔ بعض افراد گفتگو کے دوران چاپلوسی شروع کر دیتے ہیں اور ایک انداز سے وہ محض تفریح لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ خوشامدانہ انداز جس کے پیچھے بدنیتی شامل ہوتی ہے حافظ صاحب ایسی فنکاریوں سے نابلد تھے، حافظ صاحب کا انداز ہر خطیب سے جداگانہ تھا۔ آپ حافظ صاحب کے چند ایک دروس اور مقالات کا انداز ملاحظہ فرمائیں:

ایمان کی حقیقت کا بیان آپ نے اس طرح شروع کیا:

انسان کی زندگی کے واسطے، غذا، لباس، مکان، علاج معالجہ یہ چیزیں بہت ضروری ہیں لیکن ایمان ان سے بھی زیادہ اہم ہے۔ [مقالات نورپوری ص ۲۳]

سود کی حرمت کا آغاز اس طرح کیا:

اما بعد! اس وقت جو بات ہوگی اس کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں قرآن مجید اور فرقان حمید کی آیات پیش کی جائیں گی۔ دوسرے حصے میں نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سنائی جائیں گی۔ اور تیسرے حصے میں سود کی مشہور ومعروف کچھ موٹی موٹی قسمیں بیان کی جائیں گی۔ اور چوتھے حصے میں سود

کے حامیوں کی باتیں، بہانے اور حیلے پیش کر کے رد کیا جائے گا۔[مقالات نورپوری ص ۵۵]

منگنی والے مقالہ کا آغاز حافظ صاحب نے اس طرح کیا:

موضوع ہے خطبہ "خ" کے زیر سے منگنی۔ دوسرا لفظ ہے خطبہ "خ" کے پیش سے۔ خطبہ معروف ومشہور لفظ ہے۔ جمعہ کے دن خطبہ ہوتا ہے۔ آگے پیچھے بھی خطابات ہوتے ہیں۔ ہمارا موضوع ہے۔ خِطْبَة ، خَطَبَ یَخْطُبُ کا مصدر ہے۔[مقالات نورپوری]

کئی دفعہ حافظ صاحب امابعد کہنے کے بعد موضوع کی مناسبت سے الفاظ ملاتے تھے، قافیہ بندی کرتے، مثلاً شادی والے مقالہ کا آغاز حافظ صاحب نے اس طرح کیا:

امابعد! اے ارباب نادی۔ خواہ ہو ساکن بلدہ خواہ ہو ساکن بادی۔ رحم کرے تم پر رب ہادی۔ آج کے درس کا موضوع ہے شادی۔ جو ہوتی ہے خانہ آبادی۔ نہ وہ جو ہوتی ہے خانہ بربادی۔[مقالات نورپوری ص ۴۶۹]

کبھی حافظ صاحب خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد سب سے پہلے موضوع سے متعلقہ اشکالات واعتراضات کا رد فرماتے۔ مثلاً ائمہ اربعہ والے مقالہ کا آغاز حافظ صاحب نے اس طرح کیا:

امابعد!

اس موضوع سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ امت میں امام چار ہی ہیں بلکہ امت میں امام بہت سارے ہیں۔ یہ چار تو امام ہیں ہی۔ لیکن ان کے علاوہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، معمر بن راشد بن کیسان، امام اوزاعی، امام شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ یہ سب امام ہیں۔

الغرض ائمہ اربعہ سے پہلے اور ائمہ اربعہ کے بعد آج تک جو امام گزرے ہیں ان کے نام گننا شروع کر دیں تو وہ گنے ہی نہ جائیں۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، امام بیہقی، امام دارقطنی یہ سب بڑے بڑے امام ہوئے ہیں۔ یہ سب فقہ کے بھی ماہر تھے اور حدیث کے بھی ماہر تھے۔ علوم اسلامیہ پر ان کی نظر بہت وسیع تھی، یہ چار امام بھی مشہور ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ بھی مشہور ہیں لیکن ان چار ائمہ کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ اس لیے ائمہ اربعہ کا موضوع رکھا گیا ہے یہ مقصد نہیں کہ ان چار کے علاوہ امام کوئی نہیں۔

یہ تو وہ امام ہیں جن کا تعلق صرف علم سے تھا امت میں ایسے امام بھی گزرے ہیں جن کا تعلق علم سے بھی تھا اور امارت وخلافت اقتدار سے بھی تھا۔

مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے۔ امام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امام تھے۔ امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ امام تھے۔ امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امام تھے اور بھی ان کے علاوہ بہت سے خلفاء تھے جو امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ [مقالات نورپوری ص۱۶۱ تا ۱۶۲]

حافظ صاحب اپنے دروس میں بات کو اچھی طرح واضح کر کے بیان کرتے اور اس کے متعلق شکوک وشبہات کی خوب تنقیح کرتے تھے یہ چیز حافظ صاحب کے امتیازات میں سے ہے۔ کم ہی کوئی خطیب ایسا ہوتا ہے جو اپنی بات پر ہونے والے اعتراضات کا رد اپنی تقریر میں ہی ساتھ ساتھ کر دے اور مخالفین کی چالبازیوں اور چالاکیوں کی بھی نشاندہی کر دے۔ حجیت حدیث کے مقالہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

پہلا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے:

نبی ﷺ کی حدیث وسنت وحی نہیں، وحی صرف اور صرف قرآن مجید ہے۔ منکرین حدیث کا دعوی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر قرآن کے علاوہ کوئی چیز نازل نہیں کی گئی۔ ان کی دلیل یہ ہے:

﴿وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾. [الأنعام: ۱۹]

''اور میرے پاس یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔''

اس قسم کی دیگر آیات جن میں قرآن کے وحی ہونے کا ذکر ہے پڑھ کر وہ لوگوں کو مغالطہ اور دھوکہ دیتے ہیں اس میں تو صرف قرآن مجید کے وحی ہونے کا ذکر ہے۔

مغالطے کا ازالہ

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ واقعی قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کو تو سب تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کا اصل دعوی یہ تھا کہ قرآن مجید فرقان حمید کے علاوہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی وحی نہیں ہوئی۔ ان کے پاس اس دعوے پر دلالت کرنے والی کوئی آیت کریمہ ہے ہی نہیں۔ نہ کوئی نبی ﷺ کی سنت اور حدیث ہے قرآن مجید میں تو صرف اتنا آیا ہے:

﴿وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾. [الأنعام: ۱۹]

''اور میرے پاس یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔''

اس آیت سے ان کے دعویٰ پر استدلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کا دعوی یہ ہے کہ صرف اور صرف قرآن مجید وحی کیا گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز وحی نہیں کی گئی۔ اور یہ کسی آیت میں ہے ہی نہیں۔

اگر اس طرح کی کوئی آیت ہوتی تو پھر ان کا دعوی صحیح ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ الفاظ تو قرآن مجید میں آئے ہی نہیں۔ یہ محض ایک مغالطہ اور صریح دھوکہ ہے۔

عامۃ الناس کی علمی استعداد اس قدر ہوتی نہیں وہ بات کو سمجھتے نہیں، تو اس قسم کی آیات پڑھ کر منکرین حدیث ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجیذ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ نبی کریم ﷺ پر کوئی اور چیز بھی وحی کی گئی ہے، قرآن مجید بھی وحی ہے اور قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی ہے یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ [مقالات نور پوری ص ۵۳۹۔۵۴۰]

پسندیدہ اشعار

حافظ صاحب کے دروس میں قرآنی آیات اور احادیث بکثرت ہوا کرتی تھیں، آپ اشعار بہت کم پڑھتے تھے، چند ایک اشعار حافظ صاحب موقع ومناسبت سے پڑھا کرتے تھے، پڑھنے کا انداز یہ ہوتا تھا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ڈرو خدا سے فکر کرو کچھ
مکر و ریا سے کام نہ لو
یا اسلام پر چلنا سیکھو
یا اسلام کا نام نہ لو

[مقالات نور پوری ص ۱۴۰]

ایک دفعہ حافظ صاحب نے صبح فجر کے بعد رمضان المبارک کے آخری درس میں یہ شعر پڑھا:

ہرے بھرے کھیت بنجر ہو گئے
اچھے بھلے بندے کنجر ہو گئے

میں کہتا ہوں یہ شعر سن کر کوئی غصہ کرے یا خوش ہو، حقیقت وہی ہے جسے نور پوری صاحب نے بیان کر دیا ہے۔

دروس کے اثرات

حافظ صاحب نے ایک دفعہ رمضان المبارک میں اتوار کے دن صبح کے وقت جامعہ محمدیہ ملکے کلاں سیالکوٹ میں مولانا جاوید اقبال صاحب کے ہاں درس دیا۔ اس درس کا عنوان تھا ''قیامت کے روز چھ گروہ'' وہ درس کیا تھا، ایک عجیب سماں تھا، سامعین پر سکتہ طاری ہو گیا، مجمع میں رحمت برستی محسوس ہو رہی تھی۔ حافظ عبدالغفار اعوان صاحب نے پہلے تقریر کر لی تھی لیکن حافظ صاحب کی تقریر شروع ہوئی تو ابھی وہی موجود تھے۔ جب تقریر سنی تو پھر سنتے ہی رہے ساری تقریر سن کر ہی گئے دوران تقریر اٹھ ہی نہ سکے۔ کس چیز نے انہیں بٹھائے رکھا؟ وہ حافظ صاحب کی رعب دار آواز تھی، یا آپ کی علمیت تھی، یا مضمون کی ترتیب تھی؟ یا سامعین پر آپ کی وسعت تھی؟ آپ کا تقویٰ وطہارت تھا یا آپ کی اخلاص سے پر حکمت دانائی والی نصیحت تھی؟ مجھے تو لگتا تھا کہ یہ ساری چیزیں تھیں جس نے مجمع کو مسحور کر دیا تھا۔ اور علما کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ درس کے بعد ہم ابھی گوجرانوالہ نہیں پہنچے تھے کہ مولانا جاوید اقبال صاحب نے مجھے موبائل پر بتایا نورپوری، نورپوری ہیں ان جیسا درس اور کوئی نہیں ہوا۔ پتا نہیں کیسا عجیب درس تھا؟ نہ بناوٹ تھی نہ تصنع تھا۔ بالکل سادہ انداز میں ایسا پر تاثیر درس میں نے کسی کا نہیں سنا۔

مولانا بشیر الحسینوی صاحب فرماتے ہیں: غالباً 2003ء کی بات ہے کہ راقم جامعہ لاہور الاسلامیہ میں زیر تعلیم تھا اشتہار پڑھا کہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور میں درس بخاری کے لئے تشریف لا رہے ہیں، کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شیخ کے درس میں پہنچا۔ درس سنا کیا خوب انداز تھا، جب عربی پڑھتے تو ہر ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالتے اور آواز میں ایک رعب ہوتا، سامعین نے بہت غور سے شیخ رحمہ اللہ کا درس سنا۔ اور یہ راقم کی شیخ رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات تھی ایک بارعب شخصیت اور عالم با عمل، تقویٰ کا پہاڑ، اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث وفقیہ اور محقق کے سامنے بڑے بڑے شیوخ کو دو زانو دیکھ کر ان کا علمی رتبہ میرے دل میں گھر کر گیا۔ بس اسی دن سے شیخ رحمہ اللہ سے اللہ کے لئے محبت شروع ہوئی۔ اور اہل علم سے ان کا تذکرہ بغور سنتا رہا۔ [(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۷۹)]

مولانا رمضان یوسف سلفی صاحب فرماتے ہیں: اکتوبر 1994ء کو میں ضلع شیخوپورہ کے ایک دور افتادہ نواحی قصبے ننگل ساداں میں انعقاد پذیر تبلیغی اجتماع میں شریک تھا۔ اس روز صبح نماز فجر ان کی اقتداء میں ادا کی اور پھر ان کا درس قرآن سنا۔ حافظ صاحب نے نہایت پیارے اسلوب میں

قرآنی آیات کی تلاوت کی اور پھر نہایت عمدگی سے ان آیات کی تفسیر وتشریح بیان فرمائی۔ عقیدہ توحید کے اثبات اور عقائد کی اصلاح پر ان کا یہ وعظ کوئی گھنٹہ بھر جاری رہا۔ کھنک دار لہجہ، صحت الفاظ کا اہتمام، صحیح تلفظ، انداز تکلم کی دلکشی اور قرآن وحدیث سے مربوط ان کے وعظ نے ازحد متاثر کیا۔ میرے برابر میں مناظر اسلام، وکیل مسلک اہل حدیث، فاضل مذاہب اربعہ حضرت مولانا علامہ محمد اشرف سلیم رحمۃ اللہ علیہ (وفات 27 مئی 2002ء) بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نور پوری جب کوئی علمی نکتہ بیان کرتے تو علامہ مرحوم کہنی سے مجھے ٹھوکہ دے کر متوجہ کرتے۔ حافظ صاحب کے اس وعظ کا تاثر اب تک قلب وذہن کو شاداں کیے ہوئے ہے۔ یہ اس دور کی بھولی بسری یادیں ہیں جو اس فقیر کا سرمایہ حیات ہے۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۴۸)]

المعہد العالی مرکز طیبہ ننگل ساہداں مرید کے کی سالانہ تقریب میں صحیح بخاری کے اختتام پر درس آپ ہی کا ہوتا تھا۔ رجب ۱۴۳۳ء میں آپ اس دنیا میں نہیں تھے تو درس خود بھٹوی صاحب نے دیا تھا۔ جس کا مطلب تھا اب اور کوئی نہیں، حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے درس کے آغاز میں کہا: مجھے حافظ سعید صاحب نے حکما کہا اب درس آپ نے خود دینا ہے۔ حافظ محمد سعید صاحب حافظ صاحب کی بہت زیادہ عزت وتوقیر کرتے تھے۔ حافظ محمد سعید صاحب نمازوں کی امامت خود کراتے لیکن جب حافظ نور پوری صاحب موجود ہوتے تو پھر ان کو ہی امام بناتے۔

نفاذ اسلام کا طریقہ، ایک درس کا اقتباس

حافظ صاحب 24 شعبان 1431 / 17 اگست 2009 کو اوکاڑہ میں درس دیا، جسے مولانا سید رشید احمد لکھوی علوی، مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑہ نے تحریر وترتیب کیا ہے۔ اس سے ایک اقتباس قارئین کے لیے حاضر خدمت کیا جاتا ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

''تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے۔''

اور حجۃ الوداع کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ» .

''میں تمھارے لیے دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے

تھامیں رکھو گے گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔“

”تمسك بالكتاب والسنة“ کا مطلب یہ ہے کہ تین بنیادی امور کو کتاب وسنت کے تابع کر لیا جائے۔

۱۔فکر وعقل ۲۔صورت وشکل ۳۔قول وعمل

اگر کوئی مسلمان ان امور کو کتاب وسنت کے مطابق کر لیتا ہے تو گویا اس نے خود کو کتاب وسنت کا متبع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا متبع کر لیا ہے۔

یہی اطاعت اور اتباع غلبۂ اسلام اور نفاذ شریعت کی ضامن ہے۔ اگر ہم غلبہ اسلام اور نفاذ شریعت کے متمنی ہیں تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کتاب وسنت کی پیروی کرنا ہوگی اور ہر اس غیر شرعی طریقہ، جس کو ہم نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کا راستہ سمجھ بیٹھے ہیں، مثلاً احتجاج، جلسے جلوس، ہڑتالیں وغیرہ کو ترک کرنا ہوگا، کیوں کہ انبیاء ورسل میں سے کسی نے بھی یہ راستہ نہیں اپنایا۔ اور خصوصاً محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی زندگیوں پر اسلام کے احکام لاگو کیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبہ عطا فرمایا اور غیر مسلموں اور منافقوں پر ان کی ہیبت طاری کر دی۔ اور منافق کو بھی بامر مجبوری ارکانِ اسلام نماز وغیرہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

اب معاملہ الٹ ہے، نام نہاد مسلمان مسجد میں جانا سزا تصور کرتا ہے اور اسلام کے ارکان کی ادائیگی میں کاہلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان غالب کی بجائے مغلوب اور حاکم کی بجائے محکوم ومجبور ہیں۔ اس دور میں صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا طرزِ عمل اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوران درس غصے کا انداز

حافظ صاحب درس میں جب غار والوں کا واقعہ بیان کرتے تو فرماتے: کئی لوگ کہتے ہیں جس شخص نے اپنے والدین کو دودھ پلایا تھا وہ ہے تو مخلص تھا لیکن کوئی اتنا سمجھدار نہیں تھا۔ وہ پہلے بچوں کو پلا دیتا اور صبح جب ماں باپ بیدار ہوتے تو پھر انہیں پلا دیتا۔ اس پر حافظ صاحب ذرا غصیلے انداز سے نقد کرتے ہوئے فرماتے: ان لوگوں کے نزدیک وہ سمجھدار نہیں تھا لیکن اللہ کے ہاں وہ سمجھدار تھا۔ ایسا تبصرہ کرنے والے خود سمجھدار نہیں۔ اس موقع پر ”اشتد غضبه وعلا صوته“ پر عمل ہوتا نظر آتا۔

صحیح بخاری کی آخری حدیث پر پہلا درس

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: گوجرانوالہ میں اہل حدیث مدارس کی یہ روایت ہے کہ وہاں مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جس نے سارا سال کتاب پڑھائی ہے اس کا حق بنتا ہے کہ آخری حدیث بھی وہی پڑھائے۔ جب تک بڑے حافظ صاحب حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ صحت مند رہے جامعہ محمدیہ کی تقریب بخاری میں درس ان کا ہوتا تھا پھر بڑھاپے میں انھوں نے خود ہی یہ ذمہ داری شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو سونپ دی اور مولانا نے اپنی زندگی میں ہی یہ مسند حضرت محدث نور پوری کے سپرد کر دی حضرت حافظ صاحب نے گوجرانوالہ میں سب سے پہلا درس صحیح بخاری کی آخری حدیث کا 15 جنور 1993ء کو دیا اسی سال راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب سے سند فراغت حاصل کی۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ ۲۶)]

تقریبات صحیح بخاری پر دروس

امام بخاری سے حافظ صاحب کو خاص انس تھا، سیرت وفقاہت امام بخاری پر حافظ صاحب تین تین گھنٹے زبانی درس ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔ امام بخاری کی سیرت وفقہات پر اتنا سیر حاصل اتنا طویل درس کسی کا نہیں سنا۔ اس درس میں حافظ صاحب امام بخاری کے اساتذہ، امام بخاری کے تلامذہ اور اپنے سے لے کر امام بخاری تک اور نبی کریم ﷺ تک سند یہ ساری چیزیں زبانی پڑھتے تھے۔ ایسی چیزوں کو زبانی بیان کرنے کے لیے کوئی مضبوط حافظے اور شوق کی ضرورت ہے۔ جو کہ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا۔ ہر بڑے مدرسے کی خواہش ہوتی تھی کہ ہم تقریب صحیح بخاری کے موقع پر حافظ نور پوری صاحب کو مدعو کریں۔ امام بخاری کی سیرت وفقاہت کا حق وہی ادا کر سکتے ہیں۔

راولپنڈی میں مولانا گل ولی صاحب، سیالکوٹ میں مولانا جاوید اقبال صاحب جامعہ محمدیہ ملکے کلاں کی تقریب میں، مولانا محمد جانباز صاحب اپنے مدرسے میں، مرکز المعہد العالی ننگل ساداں مریدکے میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب، کراچی جامعہ ابی بکر میں، اوڈانوالہ میں، اوکاڑہ میں، منڈا والا میں، شیخوپورہ میں، فیصل آباد دارالقرآن میں اور ان کے علاوہ پتہ نہیں کہاں کہاں حافظ صاحب کو تقریبات کے لیے لوگ بلایا کرتے تھے۔

آخری درس نورپوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ صاحب نے اپنی زندگی کا آخری درس جامعہ محمدیہ میں سورت فاطر کی آیت ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [الفاطر: ۸] پر ارشاد فرمایا تھا جو کہ حاضر خدمت ہے:

''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: جن کے لیے ان کے بُرے اعمال کو مزین کر کے پیش کیا گیا ہے وہ واقعی انہیں مزین، خوبصورت، اچھا سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور اپنے برے اعمال کو اچھا سمجھ کر عمل کر رہے ہیں، یہ لوگ اور ایمان وعمل صالح کی پابندی کرنے والے، نیک اعمال اختیار کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ تمام بدعات جن کی شکل نیکی والی بنائی ہوتی ہے اور ان پر لیبل کارِ ثواب کا لگایا ہوتا ہے یہ لوگ اپنے امور کو خوبصورت اور اچھا سمجھتے ہیں۔ جبکہ ایمان والے اور اعمال صالحہ کی پابندی کرنے والے بُرے اعمال کو کبھی اچھا نہیں سمجھتے، ان کی بصیرت اور ان کی عقل بُرے اعمال کو برا ہی سمجھتی ہے، وہ کبھی برائی کو اختیار نہیں کرتے۔

اور کچھ لوگوں کی بصیرت ہی جواب دے چکی ہوتی ہے، انہیں نیک اور بدعمل میں کوئی فرق ہی نہیں لگتا، وہ براعمل ہی کیے جاتے ہیں اور جن کی بصیرت زندہ ہے وہ بدعمل کو بد ہی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾.

بدعمل کو اچھا سمجھیں تو یہ گمراہی ہے، اور بدعمل کو بد سمجھیں اور نیک کو نیک سمجھیں تو یہ ہدایت ہے۔ بدعمل پر کتنی ہی ملمع سازی کی جائے اسے بد ہی سمجھیں، یہ لوگ راہ راست پر ہیں اور دوسرے راہ راست سے ہٹ چکے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، جسے چاہتا ہے ہدایت

عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا گمراہ کر دیتا ہے۔ دنیا جہان کا کوئی کام ہو اس میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ، اللہ کی مشیت ضرور ہوتی ہے۔

شرک پر مشیت کا بہانہ

برے اور غلط کام پر اللہ تعالیٰ کی مشیت کو بہانہ بنانا مشرکوں کا کام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا ہے۔ اور سب سے بڑے گناہ پر ان کے مشیت والے بہانہ کا رد فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ کَذٰلِكَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾

”عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسی شبہ نے ان سے پہلی قوموں کو تباہ کر دیا اگر یہ بات سچ ہوتی تو ان کے پہلے باپ دادا پر ہمارے عذاب کیوں آئے؟

اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت

الغرض مشیت اللہ تعالیٰ کی، ارادہ اللہ تعالیٰ کا، ہر کام میں ہے۔ اکثر لوگ بھٹک جاتے ہیں اور بات سمجھتے نہیں، کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے تو پھر ہمارا کیا قصور ہے؟ وہ سارا قصور اللہ کے ذمے لگا دیتے ہیں اور خود بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی بات بے بنیاد اور غلط ہے۔ دراصل ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ اور رضا میں فرق کا پتا ہی نہیں، انھوں نے ارادہ اور رضا کو ایک سمجھ لیا ہے اور کہتے ہیں اللہ کا ارادہ اور مشیت ہے تو پھر اللہ راضی بھی ہے اور خوش بھی ہے، یہ بات ان کی بے بنیاد اور غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا ہے:

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

جس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، تو اللہ تعالیٰ اس شکر پر راضی اور خوش ہیں، مشیت اور ارادہ اس میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہر کام میں ہے لیکن جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ کام کرو یعنی شریعت کے جو کام ہیں کتاب وسنت کے جو کام ہیں، ان میں اللہ کی رضا ہے۔

اور جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے ان میں اللہ تعالیٰ ناراض ہیں، تو راضی اور ناراضی الگ چیز ہے، اور ارادہ اور مشیت الگ چیز ہے۔ جو لوگ ان کو خلط ملط کر کے ایک سمجھنا شروع کر دیتے ہیں یہ لوگ پہلے اپنے فہم کا علاج کروائیں اور اسے درست بنائیں پھر کوئی بات کریں۔

(مشیت ارادہ اور چاہنا اور چیز ہے اور راضی ہونا اور چیز ہے عام طور پر دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک نہیں مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اس کی رضا دونوں جمع ہیں اور ابوجہل بن ہشام کے ایمان میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں اور رضا ہے اور ابوجہل بن ہشام کے کفر میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے رضا نہیں ہے ﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ [الزمر: ۷] ''اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا'')

مخلوق پر جبر نہیں

دوسری بات یہ ہے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت جب ہر کام میں ہے تو پھر یہ ہم پر جبر ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت جبر نہیں، آپ دیکھ لیں جو لوگ مسجد میں آئے ہیں اور انھوں نے باجماعت نماز ادا کی ہے، انھوں نے مسجد میں آنے کا ارادہ کیا تھا پھر مسجد کی طرف چل پڑے تو مسجد پہنچ گئے۔ تو کیا ان کو کسی نے روکا تھا؟ نہیں روکا تھا۔ اپنی مرضی سے آنا چاہتے تھے اور آ بھی گئے۔ جبر تو تب ہوتا اگر یہ مسجد میں آنے کا ارادہ نہ کرتے اور دھکے دے دے کر انہیں مسجد کی طرف لایا جاتا تو پھر جبر ہوتا۔ جب ایسا نہیں ہوا تو جبر کیسے ہوا؟ اور جو لوگ مسجد میں نہیں آئے کیا کسی نے دھکے دے کر انہیں مسجد سے دور کیا ہے؟ یعنی آنا تو وہ چاہتے تھے لیکن کسی نے آنے نہیں دیا۔ جو لوگ سارا سارا دن کام کرتے ہیں کوئی تجارت کے لیے سفر پر جا رہا ہے، کوئی کارخانے جا رہا

ہے، کوئی پڑھانے جارہا ہے، کیا دھکے دے کر کسی نے ان کو مجبور کیا ہے؟ یا وہ جانا چاہتے تھے لیکن کسی نے جبر کر کے انہیں روک دیا ہے تو وہ جا نہیں سکے، اگر ایسا ہوتا تو پھر جبر ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

(جو انسان ہدایت یافتہ بننے کا ارادہ کرے پھر ہدایت کے لیے کوشش کرے اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دیتا ہے قرآن مجید میں ہے:

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ [الشوریٰ: ۱۳]

''اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرے۔''

قرآن مجید میں ہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [العنکبوت: ۶۹]

''اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔''

«يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ» کا یہ مطلب ہے یہ مطلب نہیں کہ جس کو چاہتا ہے بجبر واکراہ ہدایت دے دیتا ہے جیسا کہ بعض نے سمجھنا شروع کر رکھا ہے۔

اور جو انسان گمراہ بننا چاہے گمراہ بننے کی خاطر سعی اور کوشش شروع کر دے ظلم اور فسق کا ارتکاب کرنے لگے تو ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۶]

''اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو۔''

قرآن مجید میں ہی ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ .

اور ایک اور مقام پر ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۵۸]

''اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو۔''

«يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ» کا یہ مطلب ہے، یہ مطلب نہیں کہ جس کو چاہتا ہے بجبر واکراہ گمراہ بنا دیتا ہے جیسا کہ بعض نے سمجھ رکھا ہے ان دونوں باتوں کی دلیل قرآن مجید کی آیت ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

﴿قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرة: ۲۵٦] ”زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔“ بھی ہے۔

اس کی مثال فراخی رزق اور تنگی رزق کا مسئلہ ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ﴾ [الرعد: ۲٦]

”اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔“

اب کوئی اس کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ایک انسان ناکارہ ہے کوئی کام کاج نہیں کرتا اور کام کاج کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کرتا، ملازمت نہ تجارت، نہ [صناعت اور نہ ہی کوئی اور پیشہ، تو اللہ تعالیٰ بزور اس کا رزق فراخ کر دیتا ہے؟ اور ایک انسان ملازمت یا تجارت یا صناعت یا کسی اور کام کاج میں دن رات خون پسینہ ایک کیے ہوئے ہے تو اللہ تعالیٰ بزور اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ورنہ تمام لوگ کام کاج چھوڑ کر ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھ جائیں اور اسباب کا تعطل اور ان کی تعطیل لازم آئے، ہاں یہ بات درست ہے بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی خاطر اسباب سے بے نیازی بھی دکھا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت جس طرح مسببات پر محیط ہے بالکل اسی طرح اسباب پر بھی محیط ہے، مگر ہدایت وضلالت یا کسی امر میں اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ [یونس: ٤٤]

ہدایت اور اصلاح کے اسباب

اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی کو راہ راست سے نہیں ہٹاتے اس کے اسباب اور محرکات اس میں موجود ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو لوگ کوشش کرتے ہیں کہ کتاب وسنت سمجھیں تو اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرما دیتے ہیں انہیں ہدایت عطا فرما دیتے ہیں۔ ہدایت جس کو ملتی ہے اس کے اسباب اس میں موجود ہوتے ہیں، اور جن کو ہدایت نہیں ملتی اس کے اسباب بھی ان میں موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ کہتے پھرتے ہیں ہمارا کیا قصور ہے؟ یہ لوگ سمجھتے ہیں اللہ نے ہمارا قصور پہلے ہی لکھ دیا ہے۔ تو اب ہم ہدایت یافتہ کیسے بنیں، یہ بات تو تب کریں اگر یہ اپنا قصور لکھا ہوا پہلے پڑھ آئے ہوں کہ میرے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ اس نے نماز نہیں پڑھنی تو اب میں کیسے پڑھوں۔

اصل بات یہ ہے جو کچھ انسان نے پیدا ہونے کے بعد کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ لکھ دیا ہے اس طرح اسے نہ سمجھو کہ جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے اب اس نے وہ کرنا ہے یہ اسکا پابند ہے اور لکھے ہوئے کے آگے مجبور ہے، دنیا کے معاملے میں یہ لوگ کبھی نہیں بولے کہ ہم دوکان نہیں کھولتے ہمیں ہمارے لکھے ہوئے کے مطابق گھر آکر خود ہی مل جائے گا راج گیر نے کبھی یہ سمجھ کر چھٹی نہیں کی کہ میرا رزق لکھا ہوا ہے مجھے ملنا ہی ہے وہ گھر آکر مل جائے گا بلکہ وہ راج گیری کرے گا تا کہ اسے رزق ملے۔ یہ لوگ صرف دین کے معاملے میں ہی بولتے ہیں، دراصل یہ گمراہی ہے نا سمجھی ہے، یہ لوگ بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے آدمی بات سمجھنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو بیان کیا ہے وہ حق ہے وہ سچ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک شبہ نہیں، تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو دعوت دیں اور ان کی باتوں پر پریشان نہ ہوں یہ لوگ آپ کی بات قبول نہیں کرتے تو نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔ نبی ﷺ کو یہ فکر لاحق ہو جاتا تھا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے شرک وکفر سے توبہ کیوں نہیں کرتے، آپ اس بات سے بڑے پریشان ہو جاتے تھے کہ میں انہیں سمجھاتا ہوں انہیں تبلیغ کرتا ہوں اور یہ مانتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اور مبلغین کو تسلی دی ہے کہ آپ نے اپنی دعوت اور تبلیغ والا کام جاری رکھنا ہے، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا آپ نے اس بات کو خاطر میں نہیں لانا، پریشان نہیں ہونا آپ نے دعوت کا کام کرتے رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ علم ہے وہ ان کے معاملات اور کاموں کو بھی جانتا ہے اور آپ کی دعوت وتبلیغ کو بھی جانتا ہے آپ کو اس کا اجر وثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

باب نمبر ۱۶

مجالس نورپوری

زمین میں علما کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں ستارے کہ جن کے ذریعے بر و بحر کی تاریکیوں میں راستہ کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے، اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو راستے پر چلنے والے بھٹک جائیں۔

ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال خوشبو والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے پس خوشبو والا یا تو تجھے کچھ ویسے ہی عطا کر دے گا یا تو اس سے خرید لے گا ورنہ تو اس سے عمدہ خوشبو تو پائے گا ہی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا ورنہ تو اس بدبو کو تو پائے ہی گا۔[(بخاری ومسلم)]

اچھے لوگوں کی محبت و ہم نشینی اور برے لوگوں کی محبت و ہم نشینی کے درمیان جو فرق ہے اس کی مذکورہ بالا نشین مثال کے ذریعہ واضح کر دیا گیا ہے اور اس بات کی تاکید وتنبیہ کی گئی ہے کہ اچھے لوگوں سے محبت وتعلق پیدا کرو ان کی صحبت و ہم نشینی کو اختیار کرو اور برے لوگوں کی محبت وموافقت اور ان کی صحبت و ہم نشینی سے اجتناب کرو، نیز اس میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اچھے لوگوں یعنی علما و صلحا کی صحبت و ہم نشینی دنیا وآخرت میں فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے اور برے لوگوں یعنی بدکار و فاسق کی صحبت و ہم نشینی دنیا وآخرت میں نقصان اٹھانے کا ذریعہ ہے۔

نماز فجر کے بعد حافظ صاحب درس ارشاد فرماتے، درس کے بعد لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور آپ سے سوالات کرتے یہ سوالات کی نشست روزانہ تقریباً گھنٹہ پون گھنٹہ ہوا کرتی تھی کبھی کم بھی ہوتی تھی۔

حافظ صاحب جہاں کہیں ہوتے وہیں علمی مجلس ہوتی۔ حافظ صاحب کی زندگی علم وعمل، شوق و مطالعہ، اتباع سنت، درس قرآن وحدیث سے وابستگی کا خوبصورت نمونہ تھی۔ ان کی گفتگو میں دانائی تو ہوتی تھی رہنمائی بھی ہوتی تھی، الجھے الجھے مسائل ان کی ایک ہی ہنسی کی مار ہوتے۔

ہم نے کئی علما کرام کی مجلسیں اختیار کیں ہیں۔ کسی مجلس میں سیاسی بات زیادہ ہوتی ہے اور کسی کی مجلس میں جماعتی گفتگو زیادہ ہوتی ہے اور کسی کی مجلس میں اپنی کبریائی کی بات زیادہ ہوتی ہے۔ ابتدائی طالب علمی کے زمانے میں ہم ایک بزرگ کی مجلس میں بیٹھتے وہ طلبا کو اپنی باتیں سناتے جو کسی کی شادی کے متعلق ہوتیں یا کسی برادری کے متعلق ہوتیں یا کسی عالم دین کا ذکر ہوتا تو اس پر بحث فرماتے اور اپنی ذہانت وفطانت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتے لیکن حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں صرف علمی باتیں ہی ہوتی تھیں کسی جماعت پر قطعاً کوبھی بحث نہیں ہوتی تھی کسی کی ذات پر تو کبھی بھی تنقید نہیں ہوئی تھی، کسی کی غیبت نہیں ہوئی تھی۔

حافظ صاحب کی مجلس میں علمی مسائل ہی زیر بحث رہتے تھے۔ علماء آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اپنے پیش آمدہ مسائل آپ سے حل کرواتے۔ سیاسی، جماعتی، تنظیمی اور ذاتی معاملات پر آپ کی مجلس میں گفتگو نہیں ہوتی تھی، اگر کوئی صاحب کسی جماعت یا تنظیم کے متعلق بات کرتا تو حافظ صاحب فوراً کہتے قرآن وحدیث میں یہ مسئلہ ہے اس پر عمل کرے تو آج ہی اسلام آجاتا ہے اور پھر حافظ صاحب یہ بات دہراتے ہر شخص تین چیزیں کتاب وسنت کے مطابق بنالے تو اسلام آجاتا ہے: فکر وعقل، صورۃ وشکل، قول وعمل

قرآن وحدیث کی ترجیح حافظ صاحب کی اولین مصروفیت تھی، جہاں بیٹھے وہی قرآن وحدیث کی بات کی ہے۔ ہر کسی کو قرآن وحدیث پر پابند رہنے کی تلقین کی۔ اور جس کسی نے کوئی بات کہی اس سے فوراً آیت یا حدیث کا مطالبہ کیا کہ آپنی اس بات پر آیت پڑھو یا حدیث پڑھو۔ اگر پڑھ دیتا تو اسے قبول فرماتے اور اگر نہ پڑھتا تو اسے چھوڑنے کا کہتے۔

حافظ صاحب جو بات کرتے تھے بڑی پکی کرتے تھے وہ بات بڑی مضبوط ہوتی، کچی اور نرم بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا درس ہو یا جمعہ، مجلس ہو یا میٹنگ آپ کی بات میں کوئی قابل گرفت لفظ نہیں ہوتا تھا۔ خطبات اور دروس میں آپ ایک ایک لفظ سوچ کر اور تول کر بولتے تھے، کتاب وسنت کی بات یعنی ایت اور حدیث بیان کرتے وقت تو انتہائی محتاط ہوتے تھے، کوئی لفظ ایت یا حدیث سے زائد نہیں بولتے تھے، یہ کسی خطیب اور مقرر کا بہت بڑا کمال ہوتا ہے کہ وہ زبان کے چلنے کے دوران اسے پھسلنے سے محفوظ رکھے اور اپنے آپ پر محفوظ رکھے، ورنہ شیطان تو باتوں کی سپیڈ میں الفاظ خواہش سے لپٹے ہوئے نکلوا دیتا ہے۔

حافظ صاحب سے مسائل پوچھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ صبح فجر کے درس کے بعد جامعہ محمدیہ میں اشراق تک سوال وجواب کی نشست ہوتی۔ مسجد القدس میں عشاء کے بعد صحیح بخاری کا درس دیتے تھے، وہاں درس کے بعد کافی دیر تک سوال وجواب کی نشست ہوتی۔ ظہر عصر مغرب کے بعد بھی اکثر لوگ حافظ صاحب کے گھر آتے اور اپنے مسائل حل کرواتے۔

جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں حافظ صاحب جمعہ کے دن ماہانہ مقالہ پڑھتے، اس دن آپ نے روزہ رکھا ہوتا۔ صبح فجر کے بعد جامع مسجد قدس میں درس دیتے پھر جمعہ پڑھاتے پھر عصر کے بعد مقالہ پڑھتے، اس کے بعد لوگ سوالات کرتے، حافظ صاحب جوابات دیتے۔ کئی لوگ حافظ صاحب سے محبت اور ہمدردی کرتے ہوئے سوالات کرنے والوں کو کہتے اب بس کرو۔ لیکن حافظ صاحب کہتے انہیں سوالات کر لینے دو پھر اسی دوران مغرب کی اذان ہوتی تو حافظ صاحب چپکے سے اپنی جیب سے کھجور کا چھوٹا پیکٹ نکالتے جس میں پانچ چھ کھجوریں ہوتی اور وہ کھا کر روزہ افطار کرتے اور پاس بیٹھے لوگوں کو کہتے آپ بھی کھائیں۔ ایسا خودداری اور اپنے کام (یعنی دینی مسائل بتانے) میں مصروف کم ہی کسی نے دیکھا ہوگا۔

حافظ صاحب کے پاس جب نماز کے بعد لوگ بیٹھتے تو حافظ صاحب ان کی مکمل تسلی کراتے۔ حافظ صاحب مجلس سے خود اٹھ کر نہیں جاتے تھے لوگ ہی اٹھ کر جاتے آپ بیٹھے رہتے یا سب لوگ خاموش ہو جاتے تو پھر حافظ صاحب کہتے آپ کے سوال ختم ہو گئے ہیں پھر حافظ صاحب اٹھتے۔

ماسٹر خالد صاحب مسجد قدس میں بڑی بڑی دیر تک حافظ صاحب کے پاس بیٹھے رہتے بلکہ حافظ صاحب کو بٹھاتے رہتے، حافظ صاحب نے کبھی جلدی نہیں کی تھی۔ ماسٹر صاحب حافظ صاحب کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے، حافظ صاحب کی وفات کی خبر سن کر ماسٹر صاحب کے آنسو نکل آئے اور پھر یہ آنسو دو تین دن تک نہیں تھمے تھے، اور یہی انداز تمام معتقدین کا تھا۔

ان کی فرقت میں ہماری گریہ وزاری کیوں نہ ہو
ضرب ہے دل پر لگی تو ضرب کاری کیوں نہ ہو
ان کے جانے سے ہوا غارت اگر دل کا سکون
دل کی اس ویرانی سے اب بے قراری کیوں نہ ہو

بڑا اجڑا سا چمن ہے ہر کلی کملائی ہے
غنچہ و گل مُرجھا گئے ہیں اشک باری کیوں نہ ہو
وہ دن کہاں کہ اب کوئی محفل سجایئے
اک دل ہے سو اسی سے محبت نبھایئے
منظر جو آنکھ میں ہے گنوا دیجئے اسے
پتھر جو دل پہ ہے اسے کیسے گنوایئے
اب کون ہے جو ہمیں دے جینے کا حوصلہ
اتنے دکھوں میں کس کے لیے مسکرایئے
وہ کیا گئے کہ رونق بزمِ چمن گئی
رنگ بہار دید کے قابل نہیں رہا
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

غیبت سے اجتناب

عام آدمی اور ایک عالم دین میں بہت فرق ہوتا ہے، عام آدمی بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آیا بول دیتا ہے اور عالم دین سوچ کر بولتا ہے، گناہ اور غیبت کی بات منہ سے نہیں نکالتا، اور نہ ہی ہر کسی کے خلاف طعن وتشنیع کرتا ہے۔ اور پھر حافظ صاحب جیسا شخص تو ان جیسی بری خصلتوں سے ویسے ہی نفیر ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کے متعلق یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ آپ غیبت نہیں کرتے، علما بے دریغ حافظ صاحب سے اپنی ہر قسم کی بات کر لیا کرتے تھے، انہیں اس بات کا یقینی علم ہوتا تھا کہ حافظ صاحب نے کسی کے سامنے ہماری بات کا ذکر کرنا ہی نہیں ہے۔ میں حافظ صاحب سے ہر چھوٹی بڑی بات پوچھ لیتا تھا، اور مجھے کوئی ڈر نہیں ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کسی کو بتائیں گیں، اور مجھے رگڑا پھیریں گیں، اور ہر کسی کے سامنے میری بے عزتی کریں گے۔ یقیناً ہر شخص حافظ صاحب کے متعلق اپنے بارے میں مطمئن تھا کہ یہاں میری عزت وآبرو محفوظ ہے، اور یہ بہت بڑی بات ہے، جو حافظ صاحب کے بعد کسی میں نظر نہیں آرہی۔ إلا ماشاء اللہ

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو رسوا کرے ایسی جگہ کہ جہاں اس کی عزت وحرمت لوٹی جارہی ہو اور اس کی آبرو کم کی جارہی ہو مگر یہ کہ اللہ اسے ایسے موقع پر رسوا فرمائیں گے جہاں وہ اس کی مدد چاہتا ہوگا اور کوئی آدمی ایسا نہیں جو کسی مسلمان کی مدد کرے ایسی جگہ جہاں اس کی عزت کم کی جارہی ہو۔ اور اس کی آبرو لوٹی جارہی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کی ایسے مقام میں مدد فرمائیں گے جہاں وہ اللہ کی مدد چاہتا ہوگا۔ [(ابوداود)]

جو اس دنیا میں کسی کی غیبت نہیں کرتے، کسی پر عیب نہیں لگاتے کسی کو ذلیل ورسوا نہیں کرتے، کسی مسلمان کی فضیحت سے خوش نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالی کے نیک بندوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں اور لوگوں میں کسی کی آبروریزی کا باعث نہیں بنتے اللہ تعالی ان کے اوصاف کی جزا کے طور پر قیامت کے دن ان کی پردہ پوشی فرمائے گا اور ان کو اپنی حفاظت ورحمت میں چھپائے گا۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: سالوں پر محیط صحبت ومجالست کے باوصف میں نے نہیں دیکھا کہ آپ (حافظ صاحب) سے کبھی کوئی ایسا قول وعمل صادر ہوا ہو جو معصیت کے دائرے اور گناہ کے زمرے میں آتا ہو، کیونکہ آپ کا طرزِ عمل اور رہن سہن مکمل طور پر اللہ کی توفیق سے صبغۃ اللہ میں رنگا ہوا تھا، جو ہر دم خیر وبھلائی اور نیکی کے راستے پر گامزن رہتا تھا۔ ایسی شہادتیں ہمیں صرف سلفِ امت کے روشن کردار کے متعلق ہی پڑھنے کو ملتی ہیں، جیسا کہ امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«صَحِبْتُ ابْنَ عَوْن أَرْبَعًا وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً، فَمَا أَعْلَمُ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ كَتَبَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةً» .

[سیر اعلام النبلاء: ٦/ ٣٦٦]

''میں چوبیس سال عبداللہ بن عون کی صحبت میں رہا ہوں، میں نہیں جانتا کہ کبھی فرشتوں نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔''

آپ کو دیکھنے والا بھی ہر شخص گواہی دے گا کہ واقعتاً آپ بھی ایسی ہی عفت وطہارت کے آبِ زلال میں ڈھلے ہوئے اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۵۸)]

خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ اپنے علم کی بات کر رہے ہیں، حقیقت حال کا علم اللہ ہی کو ہے۔ خطا سے کوئی انسان مبرا نہیں ہے۔ حافظ شاہد محمود صاحب نے حافظ صاحب کے متعلق جو کہا ہے انھوں نے بھی

اپنے علم کی بات کی ہے۔

حافظ صاحب کی مجالس میں اصول ونظریات پر گفتگو ہوتی تھی، جبکہ انسان عموماً تین موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں۔ بہت بڑی اکثریت، شخصیت پر گفتگو کرتی ہے۔ باقی لوگ واقعات پر گفتگو کرتے ہیں اور بہت قلیل تعداد اصول ونظریات پر گفتگو کرتی ہے۔ ہم صبح سے شام تک گفتگو کے مرحلوں سے گزرتے رہتے ہیں ہم نے بھی عموماً یہی محسوس کیا ہے کہ اشخاص ہی موضوع گفتگو ہوتے ہیں اور ہم اس میں لذت لیتے ہیں۔ پھر کسی واقعہ یا لطیفہ کی بنیاد پر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہم اصول و نظریات پر گفتگو کریں اور قوم کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے کچھ غور وفکر کریں۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: آپ کی مجلس ومحفل میں بیٹھ کر دل دنیا سے بے زار اور آخرت کی طرف مائل ہوجاتا تھا، اور مجلس برخواست ہونے کے بعد محسوس ہوتا تھا کہ دل کی حالت اب ویسی نہیں رہی جو آپ کی صحبت وکلام سے مستفید ہونے سے پہلے تھی۔ ان بابرکت مجلسوں میں دینی مسائل، تربیتی توجیہات اور اخلاقی نصائح کے سوا کوئی اور موضوع زیر بحث نہیں آیا کرتا تھا۔ غیبت وچغل خوری اور تنقیص وتشنیع سے مبرا ان مجالس میں ہر کوئی خیر وبھلائی ہی سے اپنا دامن بھرتا۔

[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۵۷)]

مولانا محمد رفیق طاہر فرماتے ہیں: جن میں صرف اور صرف حصول علم ہی مقصد ہوا کرتا تھا۔ علمی وفنی بحثوں، سوال وجواب اور حافظ صاحب کی دعاؤں کا سلسلہ اس وقت تک جاری وساری رہتا جب تک انکے پاس بیٹھے رہتے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۳۴)]

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: درحقیقت حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ان تمام صفات جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا مجموعہ تھی، جو مشکاۃِ نبوت سے تربیت پانے والوں کا خاصا ہیں، اور ایسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ آپ کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا یا آپ کسی محفل میں براجمان ہوتے تو محفل بارونق رہتی، ہر مجلس میں بیٹھنے والا آپ کی باتوں سے محظوظ ہوتا اور آپ کی ہر بات علم وتقویٰ سے خالی نہ ہوتی تھی گویا آپ کی مثال ایسی تھی جیسی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔

«مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ

الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً».

''نیک اور اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے اور لکڑیاں جلانے والے کی طرح ہے کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے خوشبو ہبہ کردے گا یا تو اس سے خریدے گا اور اگر خریدے گا نہیں تو تجھے اس سے خوشبو آتی رہے گی اور لکڑیاں جلانے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے برا دھواں یا بری خوشبو پائے گا''

[بخاری (۵۵۳۴) (مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۵۷)]

مولانا محمد یحییٰ طاہر صاحب، حافظ صاحب کی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فارسی کا شاعر ترجمانی کرتا ہے:

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر است صد سالہ زہد و طاعت است

''نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد وطاعت سے بہتر ہے کیونکہ نیک صحبت کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔''

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

''نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنا دیگی اسی طرح بد بخت کی صحبت بد بخت بنا دیتی ہے''

[مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۷۴]

حافظ صاحب ہر محفل اور ہر مجلس میں علم وعمل کی باتیں کرتے، کبھی حافظ صاحب سے یہ نہیں سنا کہ اب مسئلے بند کرو یہ کام بھی کر لینے دو، اب مسئلے نہ پوچھو بلکہ حافظ صاحب ہر مجلس میں سوالات کے جوابات دیتے اگر کسی شادی پر گئے ہیں تو وہاں بھی لوگوں نے آپ سے مسائل پوچھنا شروع کر دیے حافظ صاحب نے وہاں بھی جواب دیے لوگ کہتے اب بس کرو اب سوال نہ کرو حافظ صاحب کو آرام دو، تو حافظ صاحب خود ہی کہتے آپ پوچھیں اور پوچھیں کوئی بات نہیں ان کو پوچھ لینے دو۔

سامعین کی اصلاح

حافظ صاحب صبح کے درس کے بعد قریب بیٹھنے والے لوگوں کو اکثر کہا کرتے تھے بات دھیان

سے سنا کرو اور پھر اسی طرح آگے بیان کیا کرو۔ آپ ادھر سے ایک بات سنتے ہیں اور پھر جا کر کوئی اور بات کر دیتے ہو۔

کئی لوگ بات بھی اخیر ہی بناتے ہیں اور پھر اپنی اس خود ساختہ بات کو وقت کے بڑے عالم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تاکہ ان کی یہ بات لوگوں کے سامنے مانی جائے۔ ایک آدمی نے حافظ عبدالمنان صاحب مدرس جامع مسجد الفاروق باغبانپورہ شعبہ تحفیظ القرآن کو کہا گوجرانوالہ کے بڑے قبرستان میں چھ قبریں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ انھوں نے کہا آپ کو کیسے پتا ہے اور اس کی کیا دلیل ہے؟ تو وہ شخص کہنے لگا یہ بات حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے کہی ہے۔ حافظ عبدالمنان باغبانپورہ والوں نے فوراً حافظ صاحب کو فون کیا اور پوچھا کیا ادھر بڑے قبرستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھ قبریں ہیں؟ حافظ صاحب کہنے لگے مجھے تو علم نہیں۔ حافظ باغبانپوری صاحب کہنے لگے ادھر ایک آدمی آپ کا نام لے کر یہ کہہ رہا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے نہ تو مجھے علم ہے اور نہ میں نے کبھی یہ بات کہی ہے۔ حافظ صاحب نے پھر یہ بات کئی دفعہ صبح فجر کے درس کے بعد سنائی کہ لوگ کس طرح میری طرف باتیں منسوب کرتے ہیں ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کا مجھے علم بھی نہیں ہوتا ادھر بات کچھ ہوتی ہے اور ادھر جا کر کچھ کر دیتے ہیں۔

ماحول کی تبدیلی

جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں حافظ صاحب کے پیچھے جمعہ پڑھنے والے اور درس سننے والے ایک آدمی نے مجھے بتایا اور یہ واقعہ اس آدمی نے مجھے حافظ صاحب کی زندگی میں سنایا تھا کہ ہم نے مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے بھی جمعے پڑھے ہیں درس سنے ہیں وہ بھی اپنے وقت کے بادشاہ گزرے ہیں۔ حالات حاضرہ پر بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے، ان کے پیچھے لوگوں کا جم غفیر ہوتا تھا موجودہ سیاست پر بات ہوتی تھی اور اس کا بہترین حل قرآن وسنت سے بیان کیا جاتا تھا۔ ان کے خطبات اور دروس میں ملکی معاشری حالات پر زیادہ گفتگو ہوتی تھی۔

لیکن حافظ نورپوری صاحب کے درس اور خطبات میں اسلامی مہینے کے مطابق گفتگو ہوتی تھی، جس میں عمل پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ مثلاً محرم کا مہینہ ہے تو حافظ صاحب نے اس سارے مہینے میں نفلی روزے رکھنے کے متعلق احادیث سنائیں کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اور رمضان کے بعد روزوں کے لیے افضل

مہینہ ہے۔ حافظ صاحب کا خود بھی روزہ ہوتا ہے جس سے نمازی اور درس سننے والے حضرات بھی روزہ رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب نے لوگوں کے مزاج کو عمل اور تقویٰ کی طرف زیادہ پھیرا ہے۔

اس شخص کی بات سے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رحمہ اللہ صاحب کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ جو چیز جس میں زیادہ غالب ہے اسے بیان کرنا مقصود ہے، وہ دونوں بزرگ اپنے اپنے وقت کے مانے ہوئے شہسوار تھے۔ باطل قوتیں ان سے خوف زدہ تھیں۔ لوگ ان کے پیچھے جمعہ سننے کے لیے زیادہ آتے تھے۔ مولانا سلفی صاحب دولفظوں میں سارے سیاسی حالات پر تبصرہ فرما دیتے تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب سیاست کی کمزوری اور خامیوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

ہر گل را رنگ وبودیگر است

اولئك آبائي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں کہ جب آپ نے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک گوجرانوالہ میں درس قرآن اور خطبہ جمعہ کا آغاز کیا تو آپ کے اثر آفرین مواعظ ونصائح کے بدولت کتنے ہی لوگ تھے، جنھوں نے اپنی وضع قطع اور شکل وصورت میں سنت نبویہ کو اختیار کرلیا، بلکہ وہاں کی مجالس میں پہلے زیادہ تر سیاسی اور دنیوی معاملات ہی زیر بحث آیا کرتے تھے، لیکن آپ کے درس وخطابت کے بعد وہاں کی مجالس کا رنگ اس قدر بدل چکا تھا کہ اب عموماً وہاں نفلی روزوں کے اہتمام کی باتیں ہوا کرتی تھیں، کبھی مریضوں کی تیمارداری کے پروگرام بنائے جاتے، بسا اوقات اجر وثواب کے حصول کی خاطر ایک دوسرے کی دعوتیں کی جاتیں، اور باہم دیگر ڈاڑھی بڑھانے اور اخلاق و عادات میں مسنون اعمال کی ترغیب دی جاتی تھی۔ ایسے متعدد لوگوں کو ہم جانتے ہیں جو آپ کی صحبت ومجالس میں بیٹھنے کے بعد نفلی روزوں اور تہجد کی پابندی کرنے لگ گئے، جس کے نتیجے میں ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔

[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ۶۰)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: دروس اور خطبات میں حق کی انتہاء درجہ کی حمایت اور باطل کی پر زور تردید فرماتے تھے۔ باطل میں دھریہ، غلط فلسفہ، حلول، وجود، اہل تقلید ورائے اور دورِ حاضر کی جھوٹی سیاست و جمہوریت کی قطعی دلائل سے پُرزور تردید فرماتے

تھے۔منکرین حدیث کی خوب خبر لیتے تھے۔

اسی طرح جس مسجد میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ بعد نمازِ عشاء درس بخاری اور جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں خطبہ جمعہ شروع کرنے سے پہلے جمعہ پڑھایا کرتے تھے، وہاں بھی ایسا ہی سماں تھا، جو ابھی تک روز افزوں ہے۔ اس انقلاب کا بنیادی سبب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک طرف اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ اخلاص ونصیحت کے ساتھ لوگوں میں قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کیا کرتے تھے تو ساتھ ہی اپنی عملی زندگی میں تمام مسنون اخلاق واعمال کی سختی سے پابندی کیا کرتے تھے۔ اسی نہج وسلوک کی برکت تھی کہ آپ کے ماحول میں روحانیت کا احساس گہرا ہوجاتا اور دل بہ خوشی توبہ وانابت الی اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے کئی بار ڈاکٹروں نے بیماری کی بنا پر نفلی روزے ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا، لیکن آپ حتی الوسع ان کی پابندی کرتے رہے۔

آپ سوموار، جمعرات، جمعہ اور ایام بیض (چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور شعبان کے اکثر اور ماہِ محرم کے مکمل روزے رکھتے۔ اسی طرح ذوالحجہ کے بھی نو روزے رکھا کرتے تھے۔ آپ کے اس مبارک عمل کی بنا پر لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے نفلی روزوں کا اہتمام شروع کیا میں متعدد ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی اس مسنون ومبارک عمل کی وجہ سے کایا پلٹ گئی اور وہ اپنی سیرت وکردار میں مکمل طور پر شریعت کی پابندی کرنے لگے۔

شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا

مولانا منظور صاحب کے ساتھ ایک مجلس

کوہلو والے کے قریب الیاس کالونی میں حکیم محمد شہباز صاحب نے اپنے گھر علما کی دعوت کی جس میں حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ، مولانا مالک بھنڈر صاحب اور شیر پنجاب مولانا منظور احمد صاحب تھے۔ مولانا منظور احمد صاحب نے مجھے بتایا اس مجلس میں حافظ صاحب بڑے خوش تھے اور بڑے والہانہ، محبت بھرے انداز سے ہم سے محو گفتگو تھے۔ آپ کی اس گفتگو سے مجھے بڑا حوصلہ ملا پھر میں بھی بڑی بے تکلفی سے حافظ صاحب سے گفتگو کرنے لگ گیا۔ مجھے مولانا شعیب الرحمن یزدانی صاحب نے بتایا کہ مولانا مالک بھنڈر صاحب فرمارہے تھے حافظ صاحب کو اتنا خوش اور مسکراتے ہوئے کبھی نہیں

دیکھا جتنا حکیم شہباز صاحب کے گھر حافظ صاحب مسکرائے تھے۔ یقیناً حافظ صاحب کھل کھلا کر نہیں ہنسا کرتے تھے ہلکا سا تبسم فرمایا کرتے تھے، ہنسنے کے معاملہ میں بھی سنت رسول ﷺ کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ حافظ صاحب صوفیوں کی طرح ہر مجلس میں چپ ہو کر نہیں بیٹھ جاتے تھے بلکہ مجلس اور اہل مجلس کو سمجھاتے تھے اور انہیں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی رغبت دلاتے تھے۔

آپ کا فیض یاب

عبدالمجید عرف لبھا یہ بڑا ٹیڑھا آدمی تھا یعنی جسے ہم اپنی زبان میں بدمعاش کہتے ہیں، اس قسم کا آدمی تھا، بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا تھا، حافظ صاحب کے محلے میں رہتا تھا پھر کھیالی چلا گیا، کھیالی اسے کسی نے کہا تم سرفراز کالونی سے آئے ہو وہاں حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رہتے ہیں ان کے پاس نہیں بیٹھے؟ اس نے اسے کہا اس کے پاس کیوں بیٹھنا ہے وہ تو وہابیوں کا مولوی ہے، ایسی ویسی باتیں اس نے کیں، اس آدمی نے اسے کہا جسے تم غلط کہہ رہے ہو وہی تو صحیح ہے ذرا اس کے پاس بیٹھ کر تو دیکھو، ذرا اس کا عمل تو دیکھو، ذرا اس کا درس سن کر تو دیکھو۔ حافظ صاحب اس وقت فجر کا درس سپیکر میں دیتے تھے آپ کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی، گھروں میں عورتیں مرد آپ کا درس سنتے تھے، بریلویوں کے مولوی بھی آپ کا درس سنتے تھے۔ اس نے بھی سپیکر میں آپ کا درس سنا بڑا متاثر ہوا اس نے اپنے برادر نسبتی کو بھیجا کہ جا اس آدمی کو مل کر آ اور دیکھ یہ کیسا آدمی ہے؟ وہ حافظ صاحب کو ملنے آیا اس کی آپ سے ملاقات ہوئی اور واپس جا کر اس نے لبھے کو بتایا وہ تو بڑا با کمال آدمی ہے، حسن اخلاق کا لاجواب آدمی ہے، مہمان نوازی میں بے مثال آدمی ہے اس کو جا کر ملو وہ تو صاحب جمال آدمی ہے۔ پھر یہ لبھا فوراً آیا اور حافظ صاحب سے ملاقات کی اور پہلی ہی ملاقات میں آپ کا ہی ہو کر رہ گیا، اس کی زندگی بدل گئی اس نے پھر آپ کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اسے دین کی تعلیم کی طرف راغب کرتے، اس نے صحیح بخاری کا مطالعہ کیا، قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنے سوالات حافظ صاحب سے حل کرواتا۔ پھر لوگوں کی قرآن وحدیث کی دعوت دیتا۔ یہ اب لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیتے ہیں، جو مولوی صاحب کوئی مسئلہ بیان کرتے ہیں ان سے حوالہ پوچھتے ہیں وہ مولوی صاحب اس کے سامنے خاموش ہو جاتے ہیں پھر یہ مسئلہ بتاتے ہیں اور وہ حوالہ مانگتے ہیں تو یہ فوراً انہیں حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔ جب کبھی کوئی مولوی صاحب نہ مانیں یا تاویل وغیرہ کی کوشش کریں تو یہ حافظ صاحب کے پاس

آتے حافظ صاحب سے کتاب مانگتے حافظ صاحب انہیں کتاب دیتے جاؤ لے جاؤ اور انہیں جا کر دکھاؤ، یہ کتاب لے جا کر انہیں دکھاتے پھر وہ خاموش ہو جاتے۔ اب یہ ایسے اہل حدیث ہوئے ہیں کہ اور لوگوں کو اہل حدیث کر رہے ہیں مسلک بریلوی کے بہت سارے لوگ انھوں نے اہل حدیث کر دیے ہیں اور جو پرانے اہل حدیث ہیں یعنی جو نیا مطالعہ نہیں کرتے بس پرانی باتوں پر ہی قائم ہیں وہ ان سے کتراتے ہیں کیونکہ یہ انہیں ٹوکتے ہیں تم یہ مسئلہ بیان کرتے ہو اور اس کی دلیل تمہارے پاس نہیں۔

گھر کی بیٹھک

حافظ صاحب نے اپنے گھر کی بیٹھک کو عوام الناس کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ کسی جامعہ یا کسی ادارہ میں مَیں نے نہیں دیکھا کہ باہر سے لوگ آ کر اپنے مسائل حل کرواتے ہوں اور وہاں باہر سے آنے والے مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام ہو، جتنا حافظ صاحب کی بیٹھک لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے وقف تھی اور ہر آنے والے مہمان اور سائل کے کھانے پینے کا معقول انتظام ہوتا تھا۔ جو بھی حافظ صاحب کی بیٹھک میں گیا ہے اس نے یہی کہا ہے میں نے یہ کھایا ہے یہ پیا ہے، حافظ صاحب نے ہماری بڑی ضیافت کی ہے، ہمارے جاتے ہی حافظ صاحب نے سب سے پہلے دستر خوان سیدھا کیا ہے اور پھر عبداللہ کو آواز دی ہے، حافظ صاحب ایک جامع شخصیت تھے ہمہ صفات کے مالک تھے ایک انجمن تھے ایک جماعت تھے جو کام بڑی بڑی جماعتوں سے نہیں ہوا حافظ صاحب نے وہ کام کیا، لوگوں کے مسائل زبانی حل کیے، ہر آنے والی تحریر کا جواب دیا جس کے شاہد آپ کے دو جلدوں میں چھپنے والے احکام ومسائل ہیں اور اتنا ابھی باقی ہے کہ چار چھپ جائیں، اور کمال یہ ہے کہ ہر تحریر کو دو بار لکھا، اگر کوئی تحریر زیادہ ہی بڑی ہے تو اسے فوٹو کاپی کروا لیا ورنہ ہر تحریر کو دو بار لکھا، اپنے پاس محفوظ ضرور رکھی۔ مالک بھنڈر صاحب کو ترتیب ہی لگانی پڑی ہے بس، ادھر ادھر جا کر اکٹھے نہیں کرنا پڑے، وگرنہ یہ معاملہ کافی مشکل پیش آتا اور ممکنات کی حدوں کو کراس کر جاتا۔

حافظ صاحب نے اپنی بیٹھک ہی اپنی لائبریری کو بنایا تھی یہی لائبریری تھی یہی بیٹھک، یہی حافظ صاحب کی مسند تھی، یہی دستر خوان مستقل بچھا رہتا تھا، مہمانوں کی آمد ورفت اس بیٹھک میں سارا دن ہوتی رہتی۔ حافظ صاحب کی بیٹھک میں بیٹھے محسوس ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کی زندگی کا نصب العین پڑھنا یا پڑھانا، دعوت وتبلیغ کرنا، مہمانوں کی تواضع کرنا۔ تحریر کرنا، سوالات کے جوابات دینا، کتاب لکھنا ہے۔

حافظ صاحب نے اپنے گھر کی بیٹھک میں اپنی مسند بنائی تھی، وہ مسند کیا تھی صرف ایک مصلیٰ ہی تھا، اس کے ساتھ نا کوئی تکیہ تھا نا سرہانہ، اور نا نرم کرنے کے لیے کوئی گدا تھا، مصلی کے سامنے ڈیسک تھا اور دائیں بائیں دونوں جانب پھٹیاں پڑیں ہوئیں تھیں جہاں زیر مطالعہ والی کتب اور تازہ رسائل پڑے ہوتے تھے، لوہے کی بڑی الماریوں میں ایک ترتیب کے ساتھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں پھر وہ الماریاں حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کو دے دی انھوں نے اسلامی دارلمطالعہ میں رکھ دی، الماریوں کے بعد بیٹھک کشادہ ہوگئی، پھر دیوار والی الماریوں میں کتابیں رکھی گئی۔

باب نمبر ۱۷

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں

کسی بھی انسان کی باتوں سے مراد اس کی وہ باتیں ہوتیں ہیں جس کا وہ موجد ہوتا ہے۔حافظ صاحب کی باتوں سے مراد آپ کی وہ باتیں ہیں جو حافظ صاحب کی ایجاد کردہ ہیں یا آپ نے کسی سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی ہیں۔حافظ صاحب کی ان باتوں میں یقیناً بڑا وزن ہوتا تھا،آپ بھی باتیں پڑھیں اور محظوظ ہوں۔

دین سازی ناکہ دین فہمی

حافظ صاحب اکثر یہ کہا کرتے تھے: فقہ دین کو سمجھنے کا نام ہے نہ کہ دین بنانے کا۔"فقہ" دین فہمی کا نام ہے،دین سازی کا نام نہیں۔

ہر بات

ہر بات...... ہر وقت...... ہر لحاظ سے ...... ہر آدمی کو...... سمجھ نہیں آتی۔

حافظ صاحب یہ اس وقت کہتے تھے جب طالب علم کو آپ کی کوئی گہری بات یا بعض اوقات سطحی بات بھی سمجھ نہیں آتی تھی،پھر آپ کہا کرتے تھے،اس وقت الفاظ یاد کر لو پھر کسی وقت سمجھ آجائے گی۔کیونکہ ہر بات....

نفاذ اسلام کا آسان ترین اور بہترین طریقہ

حافظ صاحب اکثر دروس میں اور عام مجلسوں میں فرماتے تھے: ہر شخص اپنی فکر و عقل،صورۃ وشکل، قول وعمل کتاب وسنت کے مطابق بنالے تو ابھی اسلام آجاتا ہے۔

احادیث کس کی عقل کے مطابق نہیں؟

منکرین حدیث کی طرف سے جب بھی یہ بات کہی جاتی کہ احادیث عقل کے مطابق نہیں تو حافظ صاحب کہتے کس کی عقل کے مطابق نہیں؟ ایک عقل یہودی کی ہے،ایک عقل ہندو کی ہے،ایک

عقل کافر کی ہے، اور ایک عقل مسلمان کی ہے۔ پہلے تو یہ طے کرو کہ احادیث کس کی عقل کے مطابق ہونی چاہیے؟ حافظ صاحب فرماتے دراصل یہ لوگ ایمان کو نہیں سمجھ سکے۔ ایمان اس چیز کا نام ہے کہ عقل کو احادیث کے تابع کیا جائے نہ کہ احادیث کو عقل کے تابع کیا جائے۔

حجت، حدیث اور سنت ہے

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اہلحدیث نام رکھ لینے سے بندہ اہلحدیث نہیں بن جاتا جب تک وہ حدیث رسول پر عمل نہ کرے۔ اہلسنت نام رکھ لینے سے بندہ اہلسنت نہیں بن جاتا جب تک وہ سنت پر عمل نہ کرے۔ اور جب کوئی یہ کہتا: اہلحدیث تو یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں، تو حافظ صاحب کہتے: اہلحدیث اور اہلسنت جو مرضی کریں، حدیث حجت ہے اہلحدیث حجت نہیں، سنت حجت ہے اہلسنت حجت نہیں۔

ہم کتاب وسنت کا دفاع کریں گے

حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں درس دینا شروع کیا تو اس مسجد کے ایک پرانے نمازی نے حافظ صاحب کے کسی بیان کردہ مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا امام ابن تیمیہ نے تو یہ لکھا ہے اس شخص کی بات منہ میں ہی تھی حافظ صاحب نے فوراً اسے کہا ٹھیک ہے امام ابن تیمیہ نے اس طرح لکھا ہوا ہے لیکن ہم تو کتاب وسنت کے پابند ہیں کتاب وسنت کا دفاع کریں گے میں نے جو بات کہی ہے وہ اگر کتاب وسنت کے مخالف ہے تو پھر بات کرو۔ اگر وہ کتاب وسنت کے مخالف ہے تو پھر چھوڑ دیں گے۔

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ میں مجمع عام میں ایک صاحب نے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے کہا مولانا عبداللہ صاحب تو یہ مسئلہ اس طرح بتاتے تھے اور آپ نے اس طرح بتایا ہے اور وہ آپ کے استاد تھے حافظ صاحب نے فوراً جواب دیا مولانا عبداللہ صاحب ہمارے استاذ تھے انھوں نے ہی ہمیں یہ پڑھایا ہے کہ آپ نے مسئلہ کتاب وسنت کے مطابق بتانا ہے، اس لیے ہم تو اپنے استاذ کی بات پر عمل کر رہے ہیں اور آپ کو مسئلہ کتاب وسنت کے مطابق بتا رہے ہیں۔

جبراً اسے کہتے ہیں

حافظ صاحب نے بیان کیا: ایک دفعہ ایک آدمی میرے گھر آیا اور اس نے اپنی جیب سے ایک

رقعہ نکالا اور کہنے لگا یہاں آپ دستخط کر دیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں میں نے رقعہ پڑھا اور اسے کہا اپنی رضامندی سے تو میں اس پر دستخط کر نہیں سکتا اگر جبراً کوئی کروائے تو الگ بات ہے۔ یہ بات سن کر وہ آدمی کہنے لگا تو پھر آپ جبراً ہی کر دیں۔ حافظ صاحب نے کہا جبراً ایسے تو نہیں ہوتا۔ وہ کہنے لگا جبراً کیسے ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے گن لوڈ کر کے میرے گلے پر رکھو اور کہو یہاں دستخط کر یہ بات سن کر وہ آدمی رقعہ جیب میں ڈال کر چلا گیا۔

کوئی بھی قاعدہ کلیہ نہیں

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کوئی بھی قاعدہ کلیہ نہیں، اور یہ قاعدہ بھی کلیہ نہیں (کہ کوئی بھی قاعدہ کلیہ نہیں) کیونکہ «ان الله علی کل شیء قدیر» پر یہ قاعدہ کلیہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ صرف «ان الله علی کل شیء قدیر» مستثنیٰ ہے۔

بات چیت کا ایک انداز

سیالکوٹ کے ڈاکٹر ذوالفقار صاحب کبھی کبھار حافظ صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کے پاس بیٹھے باتوں باتوں میں مَیں کہنے لگے حافظ صاحب ہم بنیادی طور پر سات بھائی ہیں، یہ تسلسل سے اپنی بات کیے جا رہے تھے۔ حافظ صاحب نے بات کاٹ کر کہا بنیادی طور پر آپ سات بھائی ہیں تو غیر بنیادی طور پر آپ کتنے بھائی ہیں؟ ڈاکٹر صاحب چونک گئے اور اپنی بات کی صفائی میں کہنے لگے ہم ویسے ہی سات بھائی ہیں میرا مطلب ہے...... عام آدمی گفتگو کرتے وقت مطلق مقید عام خاص وغیرہ باتوں کا خیال نہیں رکھتا لیکن ایک اصولی آدمی بات کرتے وقت اور کسی کی بات سنتے وقت ایسی باتوں کا بڑا خیال رکھتا ہے اور حافظ صاحب جیسا آدمی تو بالخصوص ایسی باتوں کی طرف توجہ رکھتا ہے۔

گلا دبا کر کہوں؟

ایک دفعہ حافظ صاحب نے اپنے پاس بیٹھے ایک آدمی کو داڑھی رکھنے کا کہا، تو پاس بیٹھا دوسرا آدمی کہنے لگا حافظ صاحب اسے ذرا دبا کر کہیں، تو حافظ صاحب نے اسے کہا اس کا اب گلا دبا کر کہوں؟

مسجع مقفیٰ کلام

سجع کا معنیٰ ہے''التوافق بین الفاصلتین''،مسجع مقفیٰ کلام کا مطلب ہے:ایسی کلام جس میں جملوں کے آخر ہم وزن ہوں،اور بعض دفعہ ان کے آخر ہم حرف بھی ہوتے ہیں۔مختصر کلام میں وسیع مفہوم ادا ہوتا ہے،ایسے جملے انسانی طبائع کو مرغوب ہوتے ہیں،بہت جلد یاد ہوجاتے ہیں،ایسی کلام میں سامع رغبت کرتا ہے اور سننے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ایسے جملے وہی شخص ادا کرتا ہے جسے فصاحت و بلاغت کا شوق ہو،جملے بنانے کا ذوق ہو۔حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مسجع مقفیٰ جملوں کا بہت شوق تھا،وہ اپنی تحریر اور تقریر میں اکثر و بیشتر ایسے جملے بولا کرتے تھے،حتیٰ کہ سوالات کے جوابات میں بھی حافظ صاحب مسجع مقفیٰ کلام پیش فرمایا کرتے تھے۔آیئے!ہم حافظ صاحب کی ایسی کلام سے لطف اندوز ہوں۔

۱۔ حافظ صاحب سے ایک قاسم نامی آدمی نے سوال کیا،حافظ صاحب نے اسے مقفیٰ عبارت میں بڑا کمال کا جواب دیا ہے۔وہ سوال جواب پڑھ کر آپ بھی محظوظ ہوں۔

س: بچے کے کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت اس کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ کرنا اس کے بارے میں صحیح احادیث لکھ کر بھیج دیں؟

ج: بچے کے کان میں اذان ثابت ہے قاسم جوان، اقامت بچے کے کان میں نہیں ثابت مت ہو پریشان اور قائم ہو چکی ہے دلیل و برہان کہ صدقہ سیم یا زر کریں اہل ایمان جو ہو«مساوی باشعار اطفال و صبیان» پڑھو رسالہ ثلاث شعائر از ڈاکٹر عمر سلیمان۔ یہ نصیحت کرتا ہے آپ کو ابوعبدالرحمٰن، دعا بتاتا ہے وہ آپ کو استغفار از رب منان وحنان،فقط والسلام علی کافۃ لاخوان و قاطبۃ الخلان ''بچہ کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ کرنے والی حدیث ''تنقیح الرواۃ شرح مشکوۃ ج۳ص۲۰۳ اور تحفۃ الاحوذی ابواب الاجاحی ج۵ص۹۳ پر ہے''

[(احکام ومسائل،ص۴۲۴)]

۲۔ حافظ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے: تین چیزیں قرآن وسنت اور کتاب وحکمت کے مطابق بنالو، فوز وفلاح پاجاؤ گے۔صورۃ وشکل......قول وعمل......فکر وعقل

۳۔ خطوط کا جواب دیتے وقت بھی جب کسی کا نام لکھتے تو عموماً نام کی مناسبت سے اللہ کے صفاتی نام کو ساتھ ملا دیتے جس سے نام لینے کے ساتھ دعا بھی ہو جاتی جیسے بشیر کا نام آیا تو کہہ دیا......بشیر رحمه الله العليم الخبير......، جب آپ نے اپنی زندگی کے آخری خط کا جواب لکھا تو اس میں یہ الفاظ نام کے ساتھ لکھے۔ از عبدالمنان نور پوری بطرف محترم محمد مشتاق صاحب حفظهما الله الذی أرانا آیاته فی أنفسنا وفی الآفاق۔

ایک مثال یہ بھی ہے: از عبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم ریاض احمد، حفظهما الله الصمد

۴۔ جب امام بخاری کا نام ذکر کرتے تو فرماتے۔ امام بخاری......رحمه الله الباری......

۵۔ مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حافظ صاحب پڑھا رہے تھے ہم طلبا نے کہا: حافظ صاحب آج اتنا ہی کافی ہے۔ سبق بس کر دیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: یہ سبق کرو بس۔ آئندہ سبق کے لیے کمر لو کس۔ پڑھنے کے باوجود آپ نہیں ہوتے ٹس سے مس۔ میں نے یہ بات سن کر کہا: ہماری تھی بہاریں حافظ صاحب سے بس۔

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے حافظ صاحب کے گھر مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب رحمہ اللہ کی موجودگی میں یہ واقعہ سنایا، تو ان کا انداز بیان اور الفاظ ایسے تھے کہ ہم سب سامعین کو بڑا لطف آیا۔

۶۔ حافظ صاحب نے مولانا محمد علی جانباز صاحب کے متعلق مضمون لکھا تو اس کی سرخی اس طرح قائم کی: محدث جانباز، شارح ابن ماجہ قد فاز

۷۔ حافظ محمد کاشف مدرس جامعۃ التربیۃ الاسلامیہ نے بتایا ایک دفعہ حافظ شریف صاحب تشریف لائے آپ کی مجلس میں اور بھی علما مدرسین تشریف فرما تھے۔ اس دوران یعقوب صاحب کا تذکرہ ہوا تو حافظ صاحب کہنے لگے یعقوب کا قافیہ بناؤ، ہر کوئی کوشش کرنے لگا لیکن کسی سے اتنا صحیح قافیہ نہ بن سکا۔ تو حافظ صاحب فرمانے لگے یعقوب ، الله علیه یتوب آپ کی اس بات سے مجلس کشت زعفران بن گئی۔

۸۔ پھر حافظ کاشف صاحب نے بتایا: ایک دفعہ ہم چند ساتھی حافظ صاحب کے گھر گئے، اس وقت

آپ کا بیٹا عبداللہ بیمار تھا، تو ہم نے اس کی خیریت دریافت کی تو حافظ صاحب باتوں باتوں میں کہنے لگے: اے عبداللہ وے بیمار، تے او عبداللہ اے نثار، حافظ صاحب کی بات اور انداز سے ہم بہت مسکرائے۔

۹۔ ملک عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں: یہ کتاب حضرت حافظ صاحب کے فتاویٰ پر مشتمل ہے اور اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری زیر طبع ہے اور چوتھی زیر ترتیب۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں: ''اس کتاب کو حافظ عبدالمنان نور پوری کے عظیم دینی شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔'' جب اس کتاب کی پہلی جلد شائع ہوئی تو راقم آثم مبارکباد دینے کے لیے حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے ایک نسخہ ہدیہ کیا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، ھدیۃ للاخ الکریم المحترم عبدالرشید العراقی حفظہ اللّٰہ الحمید المجید الواقی الباقی، ابن عبدالحق بقلم ۳۰/ ۱۱/ ۱۴۲۳ھ، سرفراز کالونی گوجرانوالہ (ھفت روزہ اھلحدیث ۱۶ مارچ ۲۰۱۲)

۱۰۔ حافظ صاحب اپنے استاذ مولانا چراغ دین صاحب کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں: اللھم ارحم عبدك جراغدین فانہ وجھنا و اھل القریۃ الی الدین، ادخلہ الجنۃ الفردوس، یارب العالمین ۔

۱۱۔ حافظ صاحب سے پوچھا جاتا: کیا کٹے اور کٹی (بھینس اور بھینسہ) کی قربانی ہو جاتی ہے؟ تو حافظ صاحب جواب دیتے تھے: کٹے تے کٹی............دی قربانی گئی اے کٹی۔

۱۲۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: سجدہ تلاوت............رکھتا ہے حکم تلاوت۔

۱۳۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: صدقہ وزکوٰۃ کے مصارف ہیں آٹھ......سورہ توبہ کی ایت نمبر ہے ساٹھ..........یہ بات بڑی پکی ہے جس طرح ہے لوہے کی لاٹھ۔

۱۴۔ مولانا فاروق اصغر صارم صاحب کی کتاب ''فقہ المواریث'' کا مقدمہ حافظ صاحب عربی زبان میں لکھا ہے، وہ سارا مقدمہ ہی مسجع مقفیٰ عبارت میں ہے۔ بے شک آپ ملاحظہ فرمالیں۔

۱۵۔ مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کی کتاب ''حقوق الوالدین والاولاد'' کیشروع میں حافظ

صاحب نے اردو زبان میں ایک صفحہ مسجع مقفیٰ عبارت میں لکھا ہے۔

ایمان اور سود کی کشمکش

حافظ صاحب بینک میں پیسے رکھنے کے سخت خلاف تھے۔ آپ اسے سود کے ساتھ تعاون قرار دیتے۔ لوگ کرنٹ اکاؤنٹ کی بات کرتے تو حافظ صاحب اسے سود کے ساتھ زیادہ تعاون قرار دیتے۔ اس پر لوگ کہتے گھروں میں پیسے محفوظ نہیں ہوتے ہم تو صرف حفاظت کے لیے بینک میں جمع کروا دیتے ہیں۔ ایسی بات سن کر حافظ صاحب غصے ہو جاتے کیونکہ سودی معاملہ ایمان اور کفر کا معاملہ ہے۔ سود کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کہا گیا ہے۔ ان لوگوں کی ایسی حجتیں سن کر حافظ صاحب ان کے ایمان اور غیرت کو جوش دلانے کے لیے کہتے۔ اگر گھر میں پیسے محفوظ نہیں رہتے تو تم انہیں بینک میں جمع کروانا ضروری سمجھتے ہو تو پھر گھروں میں ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتیں بھی محفوظ نہیں رہتیں، انہیں بھی بینک میں جمع کروا دو۔ اس پر یہ ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے اور اندر ہی اندر غصہ دباتے رہتے۔ حافظ صاحب کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ جب ماں بہن بیٹی کی بات ہو تو پھر تمہاری غیرت جاگتی ہے تو جب سود کی بات ہو تو پھر تمہارا ایمان کیوں نہیں جاگتا۔ پھر تمہیں ایمانی غیرت کیوں نہیں آتی؟ حافظ صاحب فرماتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اندر سے ایمان ہی ختم ہو گیا ہے۔

ننگا سر، انگریز کی نکالی

حافظ صاحب ننگے سر رہنے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے، ٹوپی اور عمامہ کی حیثیت لباس والی ہے جس طرح جوتے کے بغیر آدمی چل نہیں سکتا اس طرح ٹوپی یا عمامہ کے بغیر بھی اسے چلنا نہیں چاہئے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب جامع مسجد رحمانیہ حیدری روڈ میں آئے تو وہاں درس کے بعد لوگوں نے آپ سے سوال کئے ایک سوال یہ تھا کیا ٹوپی اور عمامہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے تو حافظ صاحب نے فرمایا، مرد کی نماز ٹوپی کے بغیر ہو جاتی ہے لیکن اس کا ٹوپی کے بغیر چلنا پھرنا غلط ہے یہ انگریز کی نقالی ہے کافروں کی نقل میں لوگ ٹوپی اور عمامہ کے بغیر رہتے ہیں۔

سوچو اور غور کرو

حافظ صاحب درس میں جب کوئی مسئلہ سمجھاتے تو اس کے بعد اکثر کہا کرتے تھے: غور کرو اور

سوچو۔اور جب کوئی سائل سوال کرتا تو حافظ صاحب اسے سمجھانے کے بعد کہتے: سوچو تے غور کرو۔

بے بنیاد بات

اسی طرح جب دوران درس حافظ صاحب کسی بات کا رد کرتے تو یہ الفاظ بکثرت استعمال کرتے: ''اے بات بے بنیاد اے، غلط اے، اے خیال خام اے''

جامعہ محمدیہ میں شعبہ حفظ القرآن کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی صبح حافظ صاحب کا درس سنتے تھے۔ایک دن میں نے سنا ایک چھوٹا سا بچہ دوسرے بچوں کو کوئی بات سنا کر حافظ صاحب کے لہجہ میں کہنے لگا سوچو تے غور کرو۔اسی طرح جب ان بچوں کی آپس لڑائی ہوتی تو یہ بچے ایک دوسرے کی بات کو رد کرتے تو کہتے۔'اے بات بے بنیاد اے، غلط اے، اے خیال خام اے''

تعارض دماغ میں ہے، کتاب وسنت میں تعارض نہیں

جب کوئی معترض حافظ صاحب کے سامنے کسی آیت یا حدیث پر اعتراض کرتا، یا دو حدیثوں کے درمیان ظاہری تعارض پیش کرتا تو حافظ صاحب سب سے پہلے فوراً یہ کہتے: یہ تعارض تمہارے دماغ میں ہے، کتاب وسنت میں کوئی تعارض نہیں۔تعارض احادیث میں نہیں، تمہارے دماغ میں تعارض ہے۔

خیریت موجود عافیت مطلوب

حافظ صاحب جب کسی کو خط لکھتے تو اس کے آغاز میں یہ الفاظ لکھتے: خیریت موجود، عافیت مطلوب۔یہ مختصر الفاظ کتنے معنیٰ خیز ہیں؟

باب نمبر ۱۸

جوابات نورپوری

حافظ صاحب سوال کا جواب دیتے وقت اس بات خاص خیال رکھتے تھے کہ کوئی لفظ قرآن و حدیث سے زائد نہ ہو،حافظ صاحب جب کسی سائل کو جواب دیتے،اس کو اس پر ابھی کوئی تشنگی باقی رہتی تو وہ دوبارہ سوال دوہراتا اور مرضی کا جواب چاہتا تو حافظ صاحب اسے کہتے: ہزار بار سوال کرلو جواب یہ ہی آئے گا۔

حافظ صاحب کسی سوال کا جواب دیتے وقت یا کسی مجلس میں گفتگو کرتے وقت قرآن وحدیث ہی کو مقدم رکھتے تھے،کسی چوہدری کی چودھراہٹ،کسی دبدبے والے کا دبدبہ آپ پر دباؤ نہیں ڈال سکا۔

جب حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ ہر مسجد کے باہر ایک مورچہ قائم کیا جائے،اور وہاں ایک محافظ کھڑا کیا جائے،تو لوگوں نے اس وقت حافظ صاحب سے سوال کیا: مسجد میں فرض نماز کھڑی ہوتی ہے اور باہر ایک بھائی پہرے پر کھڑا ہوتا ہے،وہ بعد میں نماز پڑھ لیتا تو کیا اسے باجماعت نماز کا سواب مل جائے گا؟ تو حافظ صاحب اس وقت یہ آیت:

﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ [الأنعام: ٦١]

پڑھ کر جواب دیتے کہو حفاظت تو اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اس نے کیا حفاظت کرنی ہے؟حافظ صاحب لوگوں کے تیور نہیں دیکھا کرتے تھے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی بات دیکھ کر جواب دیا کرتے تھے۔

حافظ صاحب میں حاضر دماغی انتہاء درجہ کی تھی،مخالف چاہے کوئی بھی ہو اسے عقلی ونقلی دلائل کے ذریعے بالکل لاجواب کردیتے تھے۔اکثر تو سائل یا مخالف کی بات ہی سے اس کی گرفت کرلیتے تھے۔ ذیل میں حافظ صاحب کے جوابات سے اس چیز کا مشاہدہ کریں۔

حافظ صاحب ہر قسم کے آنے والے افراد کو پورا وقت دیتے،سوالوں کے جواب بڑی تسلی سے دیتے، ایک مرتبہ ایک شیعہ جو سابق دیوبندی تھا ظہر سے لے کر رات دس بجے تک گفتگو کرتا رہا صرف نمازوں کا وقفہ ہوتا تھا،حضرت حافظ صاحب نے اسے لاجواب کر دیا۔وہ شیعوں کے مدرسہ جامعہ جعفریہ کا مجتہد تھا۔

قوتِ استنباط نہایت دقیق تھی

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں:

آپ کی وفات والے سال کی بات ہے کہ ایک دفعہ وفاقی کالونی لاہور جامع مسجد تقویٰ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تو جمعہ کے بعد لوگوں کا ہجوم ہو گیا،وہ آپؒ سے مختلف سوالات بھی کرنے لگے تو آپؒ ان کے مختصر جوابات دیتے جاتے تھے۔کسی شخص نے سوال کیا کہ عاشوراء کا روزہ کس دن رکھنا چاہیے تو آپؒ فرمانے لگے کہ ۹ محرم کو۔اس نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟

فرمانے لگے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«لَئِنْ عِشْتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ».

اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو میں نویں کا روزہ رکھوں گا۔

[(مسلم وغیرہ)]

اس نے کہا! اس سے دسویں کی نفی کہاں سے نکلتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے دسویں کی نفی اس طرح نکلتی ہے جس طرح نویں کی نفی اس فعل نبوی سے پہلے نکلتی تھی یعنی جب آپ عاشر (دسویں) کا روزہ رکھا کرتے تھے تو اس عاشر سے نویں کی نفی نکلتی تھی اور یہ سب مانتے ہیں بلکہ اس سے گیارھویں کی بھی نفی نکلتی تھی، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشر کا روزہ رکھتے تھے۔ اسی سے تاسع (نویں) اور حادی عشر (گیارھویں) کی نفی نکلتی تھی، اب وہاں علیحدہ دلیل کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تاسع (نویں) سے ثامن (آٹھویں) اور عاشر (دسویں) کی نفی نکلتی ہے، اس جگہ بھی علیحدہ دلیل کا مطالبہ درست نہیں۔ یہ دراصل مفہومِ مخالف کی قسم مفہوم عدد کے ساتھ استدلال تھا۔

حافظ صاحب میں اجتہاد واستنباط کا ملکہ موجود تھا۔بطور نمونہ کے دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

نفل نماز کا حکم

س: فرائض کے علاوہ اگر سنت نماز ادا نہ کی جائے تو کیا آدمی گناہ گار ہوگا، تو کیا صغیرہ گناہ ہوگا کہ کبیرہ گناہ ہوگا؟ عبدالغفور ولد عبدالحق

اس سوال کے جواب میں بڑے بڑے شیوخ کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور اپنی طرف سے کوئی بات کر کے سائل کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگتے ہیں، لیکن حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب بھی حدیث سے دیا اور کمال کا جواب دیا۔

ج: آخرت میں پہلے فرض نماز کا حساب ہوگا اگر فرض نماز میں کوتاہی ہوئی تو وہ فرض نماز کے علاوہ تطوع نماز سے پوری کر لی جائے گی اور اگر انسان کے پاس تطوع نماز نہ ہوئی تو فرض نماز کے حساب میں فیل ہو جائے گا تو اس صورت میں وہ لامحالہ گناہ گار بھی ہوگا اور ترک صلاۃ تطوع وسنت اس خاص اعتبار سے گناہ ہے، باقی اس کے کبیرہ یا صغیرہ ہونے کا مجھے علم نہیں۔ واللہ اعلم

تراویح باجماعت کا ثبوت

س: یہاں ایک تحریک محمدی کا آدمی ہے وہ کہتا ہے کہ تراویح باجماعت پڑھنا گناہ ہے۔ دلیل یہ دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن کے بعد منع فرمایا تھا۔ خیر اس سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم تو دیا ہے لیکن خود نہ باجماعت پڑھی ہیں نہ پڑھائی ہیں۔ اگر آپ ثابت کر دیں تو میں تسلیم کرلوں گا۔

(۱) تو آپ تفصیل سے یہ بتائیں کہ نبی ﷺ نے رمضان کی فرضیت کے بعد صرف تین دن پڑھائی ہیں یا اس سے زیادہ نہیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

(۲) عہد ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تراویح باجماعت کیوں نہیں ہوسکی؟

(۳) اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت پڑھی ہیں یا پڑھائی ہیں تو حوالہ دیں؟

ج: یہ بات درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند راتیں قیام کروایا پھر اس صلاۃ اللیل کی جماعت نہیں کروائی فرض ہونے کے خطرہ کو بطور عذر پیش فرمایا نیز ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ قیام رمضان کے باب میں ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ» .

''میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کاش آپ ہمیں باقی رات بھی قیام فرماتے آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ایک شخص جہاں امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتا ہے اس کے نامہ اعمال میں رات کے قیام کا ثواب ثبت ہو جاتا ہے۔''

تو اس قولی حدیث کی بنیاد پر سارا رمضان قیام باجماعت کیا جاتا ہے نہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول یا عمل کی بنیاد پر۔ آپ نے سوال میں لکھا ہے ''آپ نے تین دن کے بعد منع فرما دیا تھا'' یہ درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ» .

''پس بے شک آدمی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہے سوائے فرض کے۔''

جس سے ممانعت نہیں نکلتی کما لا یخفی واللہ اعلم

قیام رمضان میں تین فضیلتیں ہیں۔

(۱) وقت کی فضیلت پچھلی رات قیام پہلی رات قیام سے افضل ہے۔

(۲) باجماعت قیام بے جماعت قیام سے افضل ہے۔

(۳) گھر میں قیام مسجد میں قیام سے افضل ہے۔

گھر میں پچھلی رات باجماعت قیام کرنے سے تینوں فضیلتیں حاصل ہو جائیں گی باقی کوئی شخص یہ تین فضائل حاصل نہیں کر سکتا تو اسے ایک دو فضائل سے بہرہ ور ہونے دینا چاہیے مسئلہ صرف افضل غیر افضل کا ہے جائز ناجائز کا نہیں۔

نماز قصر کب تک

حافظ صاحب کا موقف تھا آدمی قصر نماز چار دن تک پڑھ سکتا ہے اس کی دلیل یہ بیان فرمایا کرتے تھے: بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور بخاری و مسلم میں ہی ہے کہ یوم ترویہ ۸ ذوالحجہ کو آپ ﷺ منیٰ روانہ ہوئے اور حدیث سے ثابت ہے کہ مکہ میں ان چار دن والے قیام میں آپ ﷺ نماز قصر پڑھتے رہے تو ارادہ بنا کر دوران سفر چار دن سے زائد قیام میں قصر

کرنا رسول اللہ ﷺ ثابت نہیں۔

حافظ صاحب کی یہ دلیل اس حوالے سے مضبوط ہے کہ ارادہ بنا کر دوران سفر چار دن سے زائد قیام میں قصر کرنا رسول اللہ ﷺ ثابت نہیں۔اس کے علاوہ نماز قصر کے متعلق جتنے بھی موقف ہیں،ان کے دلائل، قیاس اور اجتہاد پر مشتمل ہیں۔

حاضر جوابی

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے حاضر جواب تھے اور پھر جواب بھی ایسا جچا تلا اور مختصر مگر دوٹوک ہوتا کہ سن کر اپنوں بیگانوں کے سینوں میں ''ٹھنڈ پے جاندی''

حافظ صاحب سوال کا جواب دینے کے لیے پہلے اچھی طرح سوال سمجھتے تھے پھر اس کا جواب دیتے۔اور سوال سے سمجھ جاتے کہ سائل کیا چاہتا ہے اور یہ کس انداز سے بات کر رہا ہے پھر اس کے مطابق جواب دیتے۔حافظ صاحب کا رفع الیدین کے موضوع پر قاری محمد جمیل حنفی سے تحریری مناظرہ ہوا تھا،جس میں اس نے ایک سوال کیا:

''کیا مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین سنت مؤکدہ ہے' آیا نبی کریم ﷺ مواضع ثلاثہ میں ہمیشہ رفع الیدین کرتے رہے یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے؟ نیز انہوں نے لکھا ''پیش کر دیں تو یہ بندہ نا چیز رفع الیدین کرنا شروع کر دے گا''۔

حافظ صاحب نے اسے بڑا کمال جواب دیا،وہ اس سوال کو دوبارہ بھول ہی گیا،حافظ صاحب فرماتے ہیں:

اولاً: اس سوال کی بنیاد ایک قاعدہ ہے ''جو عمل نبی کریم ﷺ ہمیشہ کرتے رہے ہوں صرف وہی اپنایا جائے گا'' اگر اس سوال کی بنیاد یہ قاعدہ نہ ہو تو یہ سوال سرے سے وارد نہیں ہوتا تو قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے وہ یہ قاعدہ دلائل سے ثابت فرمائیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش کریں۔

ثانیاً: پھر اس سوال کی بنیاد ایک اور قاعدہ بھی ہے ''سنتِ مؤکدہ پر عمل کیا جائے گا نہ کہ سنتِ غیر مؤکدہ پر'' ورنہ اگر ثواب حاصل کرنے کی غرض سے عمل کرنا ہو تو مذکورہ سوال بے فائدہ ہے لہٰذا قاری

صاحب کو چاہیے کہ پہلے یہ قاعدہ بھی ثابت فرما لیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش فرمائیں۔ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ کی بات ہے کہ محرم کے دنوں میں گوجرانوالہ شہر میں اہلِ تشیع کے ہاں ان کا ایک مشہور خطیب گلفام تقریر کرنے کے لیے آیا ہوا تھا، جامعہ محمدیہ کے طلبہ بھی اس کی تقریر سننے کے لیے گئے ہوئے تھے، انہوں نے آ کر اگلے دن آپؒ کو بتایا کہ آج رات گلفام نے نبی ﷺ کا مکمل نسب نامہ بیان کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فی البدیع آپ ﷺ کا سارا نسب نامہ زبانی سنا دیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نسب نامہ مختلف فیہ ہے وہ بھی آپؒ کو زبانی یاد تھا، طلبہ آپ کے قوتِ حافظہ سے حیران رہ گئے کہ آپ کا اس قدر استحضار ہے کہ بغیر تیاری کے بھی آپؒ کو رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ ازبر ہے۔اور آپؒ اپنے سے لے کر امام بخاری تک اپنی پوری سند زبانی سنا دیا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا جب بھی کسی سے مناظرہ ہوتا اگر وہ کہتا کہ میں نے اس طرح نہیں کہا تو آپؒ اس کا پورا کلام ہی دہرا دیتے تھے، پھر بڑے جزم و یقین کے ساتھ کہتے کہ ٹیپ کی کیسٹ پیچھے کر کے سن کر دیکھ لو اسی طرح ہی ہے جس طرح میں دوہرا رہا ہوں۔

یہ امام صاحب سے پوچھو کہ وہ معیار پر پورا کیوں نہیں اترے؟

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: 1992ء میں درس حدیث تو مولانا عبداللہ صاحب نے ارشاد فرمانا تھا لیکن ان سے پہلے حضرت حافظ صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جواب دینا تھے۔ پروگرام شروع ہوا تو حافظ صاحب نے چند اعتراض بیان کر کے جواب دیے اور پھر فرمانے لگے یہ اعتراضات اور ان کے جوابات کتابوں میں موجود ہیں وہاں سے پڑھ لینا۔ آپ میں سے کسی کے ذہن میں کوئی اعتراض ہے تو بتائے۔ گوجرانوالہ کا ایک اپنا ہی مذہبی ماحول ہے اور پھر حضرت حافظ صاحب کا ایسی کسی علمی مجلس میں شاید پہلا عام پروگرام تھا گذشتہ سالوں کی بہ نسبت احناف کے مدارس سے آنے والے سامعین علما اور طلبہ کی تعداد کچھ زیادہ تھی۔ حافظ صاحب کی طرف سے اس کھلی آفر کے بعد ایک حنفی طالب اٹھتا ہے اور اعتراض کرتا ہے کہ ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری میں باقی ائمہ سے روایت کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ کی کوئی حدیث کیوں نہیں لائے؟" حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال غور اور تحمل سے سنا اور پھر گویا ہوئے "یہ اعتراض آپ امام بخاری پر نہ کریں کہ وہ صحیح بخاری میں امام ابوحنیفہ سے کوئی روایت کیوں نہیں لائے یہ آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیں کہ وہ امام بخاری کے معیار پر پورا کیوں نہیں اترے۔" اللہ اکبر کبیرا

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھرپور، فی البدیہہ اور دوٹوک جواب سن کر پھر کسی کو امام بخاری پر اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوسکی۔ اللھم الحق عبدك عبدالمنان بالنبيين والصديقين والشهداء والصالحين واحشره فى زمرة المجتهدين والفقهاء الامة والمحدثين ①

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۲۶)]

علم غیب کے متعلق سوال کا جواب

حافظ صاحب علم غیب کے متعلق فرمایا کرتے تھے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے وہ آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتا ہے، کیوں کہ رسول اللہ ہونا عالم الغیب ہونے کی نفی کرتا ہے۔ رسول اللہ کا مطلب ہے اللہ کا رسول، اللہ کی باتیں پہنچانے والا، رسول اللہ، اللہ کے بتانے سے بتاتے ہیں۔ اور عالم الغیب کا مطلب ہے اپنی طرف سے بتانے والا، از خود جاننے والا، کیونکہ کسی کے بتانے سے جاننے والے کو عالم الغیب کہتے ہی نہیں۔ اگر کسی کے بتانے سے کوئی عالم الغیب بن جائے تو پھر سارے ہی عالم الغیب ہوتے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز جو اللہ نے آپ کو بتائی ہے وہ امت کو پہنچا دی ہے۔

اسی طرح علم غیب کے متعلق جب آپ سے کوئی بات کرتا تو آپ اس سے پوچھتے یہ بتاؤ علم اللہ کا زیادہ ہے یا نبی ﷺ کا؟ تو ظاہر بات ہے اس کے جواب میں وہ یہی کہتا اللہ کا علم زیادہ ہے تو حافظ صاحب اس کے جواب کے فوراً بعد کہتے وہ جو علم اللہ کا زیادہ ہے وہ نبی ﷺ نہیں نہ جانتے؟ بس پھر تو وہ چپ ہی کر جاتا۔

کیا تجھے داڑھی آتی نہیں؟

حافظ صاحب نے ایک آدمی کو داڑھی رکھنے کی دعوت دی تو وہ کہنے لگا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، اللہ مجھے توفیق عطا فرمائے، جب اس نے کہا اللہ مجھے توفیق عطا فرمائے، تو حافظ صاحب نے اس

سے کہا: کیا تجھے داڑھی آتی نہیں؟ داڑھی تو تجھے آتی ہے، اب توفیق کس چیز کی مانگتا ہے۔

شیطان جنت میں داخل نہیں ہوا، سوال تو ختم ہو چکا ہے

ایک دفعہ مولانا ارشادالحق اثری صاحب کا عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد صدیقیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں درس تھا۔ رات وہ شیخ عرفان صاحب جو شیخ یوسف احرار صاحب کے داماد ہیں کے گھر ٹھہرے۔ شیخ عرفان صاحب اثری، صاحب کو فجر کے وقت جامعہ محمدیہ چوک نیائیں لے آئے۔ حافظ صاحب نے اثری صاحب کو کہا آپ درس دیں، اثری صاحب نے درس دیا۔ درس کے بعد سوالات شروع ہوئے ایک آدمی نے اثری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو نکال دیا تھا تو پھر یہ آدم علیہ السلام کو ورغلانے کے لیے جنت میں کیسے داخل ہوا۔

اثری صاحب اسے اپنے انداز سے سمجھانے لگے: شیطان جنت میں داخل نہیں ہوا، اس نے باہر سے ہی ورغلایا تھا...... اثری صاحب آگے مزید بات کر رہے تھے۔ اس کا طریقہ کار سمجھانے لگے کہ حافظ صاحب نے بات کو ادھر ہی کاٹ دیا اور سائل کو مخاطب کر کے پورے رعب سے کہنے لگے آپ کا سوال تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ کا سوال تھا کہ شیطان جنت میں داخل کیسے ہوا۔ اس کا جواب تو اثری صاحب نے دے دیا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہیں ہوا۔ آپ کا سوال ختم ہو گیا ہے کوئی اور سوال ہے تو وہ کرو یہ سوال ختم ہو گیا ہے۔

حافظ صاحب نے جب یہ بات کہی تو وہ چپ ہو گیا۔ دراصل حافظ صاحب نے طریقے سے اثری صاحب کی بات کو دہرا کر اس کا سوال ختم کر دیا اور مزید اپنی طرف سے جو اثری صاحب بات کرنے لگے تھے اس کو بھی نہ ہونے دیا۔ اور سائل بھی خاموش ہو گیا اور اثری صاحب کی بھی عزت واحترام کو بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو یہ ملکہ عطا کیا تھا کہ سائل کے سوال کے مطابق جواب دیتے وہ جواب سوال کو بھی ختم کر دیتا اور کتاب وسنت سے ہٹ کر بھی کوئی بات نہ ہوتی نہ اضافہ ہوتا نہ کمی ہوتی۔

یہی سوال ایک دفعہ ایک آدمی نے حافظ صاحب سے کیا کہ شیطان جنت میں کیسے گیا؟ حافظ صاحب نے اس سے ہی پوچھ لیا شیطان کے جنت میں جانے کی دلیل کیا ہے؟ وہ کہنے لگا دلیل تو میرے

پاس نہیں۔ حافظ صاحب نے اسے کہا پہلے شیطان کے جنت میں جانے کی دلیل لاؤ پھر سوال کرنا کہ وہ کیسے گیا ہے۔ اگر دلیل نہ ملے تو پھر سوال ہی نہیں بنتا۔ وہ سمجھ گیا کہ شیطان کے جنت میں جانے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اپنی بات کی دلیل پیش کرو

جس آدمی نے دعویٰ کیا ہوتا تھا اگر وہ دعویٰ غلط ہوتا تو حافظ صاحب اسے یہ نہیں کہتے تھے تیرا دعویٰ غلط ہے بلکہ اسے کہتے تھے یہ جو دعویٰ آپ بیان کر رہے ہیں اس کی دلیل پیش کرو۔ اس سے جب دلیل مانگی جاتی تو وہ خود ہی پریشان ہو جاتا اور اس کے سامنے اس کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی حقیقت ظاہر ہو جاتی۔

یہ الزامی، تحقیقی، اور علمی بھی ہے

ایک دفعہ زبیر علی زئی صاحب گوجرانوالہ تشریف لائے۔ رات کو ان کا پروگرام تھا۔ صبح انھوں نے حافظ صاحب کو ملنا تھا تو یہ طے ہوا کہ رات ہمیں وہاں ٹھہرنا چاہیے جہاں سے ہم صبح بآسانی جامعہ محمدیہ نیائیں چوک پہنچ سکیں۔ اس وجہ سے ہمارے گھر کا انتخاب ہوا، حافظ شاہد صاحب اور زبیر علی زئی صاحب رات ہمارے گھر ٹھہرے اور صبح فجر کی اذانیں شروع ہونے کے ساتھ ہم اٹھ کر جامعہ محمدیہ کی طرف چل پڑے۔ جب ہم جامعہ محمدیہ پہنچے تو زئی صاحب کی ملاقات حافظ صاحب سے نماز سے پہلے ہی ہو گئی۔ حافظ صاحب نے انہیں درس کی دعوت دی۔ نماز کے بعد زئی صاحب نے درس دیا۔ درس کے بعد ایک آدمی نے سوال کیا زئی صاحب نے اس کا جواب دیا حافظ صاحب نے اسی کے سوال سے ایک بات لے کر اس پر سوال کر دیا وہ لاجواب ہو گیا، تو زئی صاحب کہنے لگے یہ الزامی جواب ہے۔ حافظ صاحب نے فوراً کہا یہ الزامی بھی ہے تحقیقی بھی ہے اور علمی بھی ہے۔

مفہوم مخالف سے جواب

حافظ صاحب مفہوم مخالف سے بھی مسائل استنباط کیا کرتے تھے اور یہ مجتہد کا کمال ہوتا ہے کہ وہ نص کے ظاہر و باطن پر نظر رکھتا ہے۔ مثلاً حافظ صاحب سے سوال کیا جاتا:

ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بتائیں کہ سنت کے مطابق صحیح ہے کیا آپ ﷺ نے ننگے سر نماز

پڑھی ہے؟ محمد سلیم بٹ

جواب: ابوداود میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ» .

بالغ عورت کی ننگے سر نماز نہیں اس حدیث کا مفہوم ہے کہ مرد اور نابالغ عورت کی نماز ننگے سر ہو جاتی ہے۔ مزید تحقیق ارواء الغلیل ج۱ حدیث ۱۹۶ پر دیکھیں۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم دو ساتھی حافظ صاحب کے گھر گئے وہاں جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے دو ذمہ دار بزرگ تشریف فرما تھے کئی باتیں ہوئیں لیکن جو بات آپ کی حاضر جوابی کی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دوران گفتگو حاجی یوسف صاحب جو بڑے متقی' پرہیز گار' علما کے خدمت گذار اور تیز طرار شخص تھے انھوں نے حافظ صاحب کو قائل کرنے کے لیے ایک دلیل یہ دی کہ چوک نیائیں والی مرکزی مسجد کی یہ حیثیت ہے کہ جب مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کو مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے لیے آفر ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنی مسجد چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ تو استاذ محترم حافظ صاحب فرمانے لگے' شیخ صاحب! استاد جی تو اپنی مسجد چھوڑ کر مدینے نہ جائیں تو میں اپنی مسجد چھوڑ کر چوک نیائیں کیوں جاؤں۔ پھر ہنستے ہوئے فرمانے لگے یہ تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔[(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲،صفحہ ۲۸)]

جواب سائل کی منشاء کے مطابق نہیں آتا

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: ہر سوال کا جواب سائل کی منشاء کے مطابق نہیں آتا، سائل سمجھتا ہے جس طرح میں پوچھتا ہوں اسی طرح اس کا جواب ملے، لیکن یہ سائل کی خوش فہمی ہوتی ہے، جواب تو وہ ہوگا جو کتاب وسنت میں ہوگا مثلاً ایک آدمی نے حافظ صاحب سے سوال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے کون سی چیز ایسی ہے جس کو وہ نہیں دیکھ سکتا؟

حافظ صاحب نے اس کا جواب یوں دیا: قرآن مجید میں ہے:

﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾ [الملك : ١٩]

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جس کو

اللہ تعالیٰ نہ دیکھتا ہو۔

خودساختہ چیلنج کا جواب

چیلنج حنفی: اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ صحاح ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو کہ اے لوگو نماز میں آمین بلند آواز سے کہا کرو تو ثبوت لانے والے کو مبلغ پانچ صد روپے انعام دیا جائے گا۔

جواب نورپوری: مبلغ پانچ صد والے انعامی چیلنج کی بنیاد مندرجہ ذیل امور پر ہے۔

(۱) ثبوت میں پیش کی جانے والی حدیث صحاح ستہ میں ہو صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور حدیث میں نہ ہو۔

(۲) حدیث رسول اللہ ﷺ کا قول وفرمان ہو آپ ﷺ کا عمل نہ ہو اور نہ آپ ﷺ کی تقریر ہو۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا قول وفرمان بھی بصورت امر ''کیا کرو'' ہو نہ کہ بصورت خبر یا امر کے علاوہ بصورت دیگر۔

آیا کوئی حنفی نقل یا عقل سے ثابت کرسکتا ہے کہ کسی مسئلہ کہ اثبات کے لیے ان تینوں امور کا ہونا ضروری ہے ان میں سے کوئی ایک بھی اگر نہ ہو تو مسئلہ ثابت نہیں ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں پھر آخر یہ شرائط کیوں؟ پھر دیکھیے یہ شرائط عائد کرنے والے خود حوالہ دیتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ بیھقی اور جامع المسانید للامام الاعظم کا،ان منصف مزاجوں سے پوچھیے آیا ان تینوں کتابوں میں سے کوئی بھی صحاح ستہ میں شامل ہے؟ پھر کیا «کنزالعمال اور مراسیل ابو داؤد» میں سے کوئی صحاح ستہ میں شامل ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر اس چیلنج کی عبارت کا صاف صاف مفہوم ہے کہ ان کی مذکورہ بالا شرائط کے بغیر بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت چیلنج دینے والوں کو بھی تسلیم ہے اور عمل کے لیے اس قدر ثبوت کافی ہے کیونکہ کسی چیز پر عمل کے لیے اس کا صحاح ستہ میں ہونا کوئی ضروری نہیں اور نہ ہی اس کے متعلق آپ ﷺ کا قول بصورت امر ہونا ضروری ہے بلکہ کسی مسئلہ پر اعتقاد یا عمل یا اس کے مطابق قول کے لیے اس کے ثبوت کا قرآن مجید میں ہونا یا رسول اللہ ﷺ کی کسی ایک قولی یا فعلی یا تقریری حدیث میں ہونا کافی ہے خواہ وہ حدیث صحاح ستہ میں ہو یا صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہو بشرطیکہ وہ صحیح یا حسن ہو۔ اگر اس قسم کے انعامی اعلانوں ''اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ صحاح ستہ میں یہ حدیث

صحیح یا حسن موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ اے لوگو نماز میں آمین بلند آواز سے کہا کرو تو ثبوت لانے والے کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔'' سے آپ کے نزدیک کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے تو سنیں: پھر اس اعلان کو ''عورت اور مرد کی نماز میں رفع الیدین جلوس او سجود میں فرق'' کے بارے میں بھی بنالیں۔

سوال سمجھنا پھر جواب دینا

حافظ صاحب سوال کو اچھی طرح پڑھتے، سمجھتے پھر اس کا جواب دیتے تھے،ایک خط کے جواب میں حافظ صاحب لکھتے ہیں: اما بعد آپ کا مکتوب موصول ہوا اسے بار بار پڑھا آخر اس کا جواب لکھنا تھا مگر اسی نتیجہ پر پہنچا کہ جب تک آپ دو باتیں دوٹوک الفاظ میں واضح نہ فرمادیں تب تک میرا جواب کوئی وزن نہیں رکھتا اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ ان دو باتوں کی غیر مبہم الفاظ میں خبر دے دیں۔

(۱) آپ کے ہاں اسلام سے کیا مراد ہے؟

(۲) قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کو آپ دلیل شرعی تسلیم کرتے ہیں؟

آپ کی طرف سے ان دو باتوں کا جواب موصول ہونے کے بعد جناب کا مطلوبہ مقالہ لکھنا شروع کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ [(احکام ومسائل، ص ۷۷)]

منکرین حدیث کا ناطقہ بند

گوجرانوالہ میں ایک مسجد کچھ نمازی ہیں، میں انہیں جانتا ہوں وہ منکرین حدیث سے متاثر ہیں۔ کئی حدیثوں پر بے جا اعتراضات کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں عقل نہیں مانتی۔ اس مسجد کے ایک بھائی نے دوسرے نمازیوں کو کہا انہیں حافظ صاحب کے پاس لے جاؤ وہ انہیں ٹھیک جواب دیں گیں۔ چنانچہ دوسرے نمازی بھائی نے انہیں کہا صبح فجر کی نماز کے بعد حافظ صاحب کے پاس جائیں گیں اور ان سے بات کریں گے اور وہ آپ کے اعتراضات کا جواب دیں گے۔ چنانچہ ایک دن صبح کے درس کے بعد جامعہ محمدیہ میں وہ صاحب تشریف لے آئے۔ درس کے بعد لوگ حافظ صاحب کے گرد بیٹھے، مجلس میں ایک ساتھی نے کہا مولانا عبداللہ صاحب کے پاس ایک آدمی آیا تھا اس نے کہا میں گزر رہا تھا مجھ پر بھینس کے پیشاب کے چھینٹے پڑ گئے ہیں، تو مولانا صاحب نے کہا تھا کوئی حرج نہیں۔ اس کا دودھ بھی تو پیتے ہو، گوشت بھی تو کھاتے ہو۔ ان کا پیشاب پڑ گیا ہے تو کوئی بات نہیں ان کپڑوں میں نماز ہو جائے گی۔

حافظ صاحب نے ابھی کوئی بات نہیں کہی تھی کہ وہ صاحب جن کو احادیث پر اعتراضات ہیں، کہنے لگے انہیں کہنا تھا دودھ پیتے ہو اس کا پیشاب بھی پی لینا تھا۔ اب اس کی بات سن کر حافظ صاحب نے کہا انسان کی جو بلغم ہے یہ کپڑوں کو لگی ہو تو کیا خیال ہے آپ کا؟ نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ وہ کہنے لگے بلغم کی بات اور ہے پیشاب کی بات اور ہے۔ حافظ صاحب نے کہا نماز ہوگی یا نہیں؟ وہ کہنے لگا بلغم لگی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اب حافظ صاحب نے اسے کہا بلغم لگی ہو تو نماز ہو جاتی ہے تو پھر اسے بھی کھا لو۔ ہم آپ کو پلیٹ میں ڈال دیتے ہیں آپ اسے کھالیں۔ اوپر چینی ڈال لینا اور کھانا شروع کر دینا۔

حافظ صاحب نے جب اسے یہ کہا تو وہ اپنا دفاع کرنے لگ گیا لیکن بات نہ ہو سکے، بولے تو کیا بولے۔ حافظ صاحب یہی بات دہراتے رہے ادھر ادھر کی بات اسے کرنے نہ دیتے۔ وہ دوسری کوئی بات شروع کرنے لگے حافظ صاحب اسے ادھر ہی رکھتے اور کہتے کھاؤ۔ اگر ہر پاک چیز کھانا ضروری ہے تو اب اسے بھی کھاؤ۔

حافظ صاحب ایسا انداز ان لوگوں سے اختیار کرتے جو شریعت کے کسی بھی حکم کو اپنی خواہش سے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث کو اپنی عقل سے قبول کرتے اور عقل سے رد کرتے، جن لوگوں کا معیار عقل ہے حافظ صاحب ان کی عقل کو صحیح ٹھکانے لگاتے تھے۔ جب اس کے سامنے بلغم پلیٹ میں رکھ کر چینی ڈال کر کھلائی جائے گی تو اس کی عقل صحیح ہو جائے گی اور اب کہے گا ہر پاک چیز کھانا ضروری نہیں۔ کئی لوگ حافظ صاحب کی اس بات پر نکتہ چینی کرتے ہیں کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ میں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں منکرین حدیث کو بھی ایسا نہیں کہنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کہیں گے تو پھر اس کا جواب ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور یاد رکھو حافظ صاحب لوگوں کی پیشانی اور مال کی چمک دیکھ کر بات نہیں کرتے تھے حق سچ صاف بات کھل کر کرتے تھے خواہ کسی کو اچھی لگے یا نہ لگے۔

اولاد بھی فتنہ ہے تو پھر مال بھی فتنہ ہے

ایک دفعہ حافظ صاحب کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں دُبئی میں ہوتا ہوں وہاں کام کرتا ہوں اب پاکستان آیا ہوں کسی نے بتایا کہ مسئلہ پوچھنا ہو تو حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کے پاس جایا کرو، اس وقت میں نے مسئلہ پوچھنا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کہا: تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ ہے۔ جب اولاد فتنہ ہے تو علما کرام خود اس سے کیوں نہیں بچتے، بچے کیوں پیدا کرتے ہیں اور

زیادہ سے زیادہ پیدا کرتے ہیں، حافظ صاحب نے اسے جواب دیا: تو نے یہ تو کہہ دیا اولاد فتنہ ہے لیکن پہلی چیز چھوڑ دی ہے۔ آیت میں جس چیز کا پہلے ذکر ہے اسے چھوڑ دیا اور آخری چیز کو پکڑ لیا۔

آیت میں پہلے مال کا ذکر ہے ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ﴾ مال بھی فتنہ ہے تو وہ کیوں کماتے ہو بلکہ اسے کمانے کے لیے دوبئی گئے ہو گھر بار چھوڑا ہے، زیادہ سے زیادہ کماتے ہو، حافظ صاحب کا جواب سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔

امامت ختم یا نبوت ختم

دیوبندی حضرات کی طرف سے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تم بھینس کا گوشت کھاتے ہو، دودھ پیتے ہو۔ قرآن وحدیث سے دکھاؤ کہ بھینس حلال ہے؟ یہ ایک سطحی سا سوال کر کے دیوبندی حضرات اہلحدیثوں پر تقلید کی برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے نہیں ملتا اس کے لیے تقلید کرنا پڑتی ہے یہ مسئلہ ہمارے امام صاحب نے بتایا ہے۔

حافظ صاحب نے اس کا ایسا جواب دیا جس سے اہل تقلید کا ناطقہ بند ہو گیا۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے: ایسے شخص سے آپ پوچھیں: بھینس کا دودھ آپ بھی پیتے ہیں آپ کیوں پیتے ہیں؟ اگر وہ کہے کہ ہم امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں انھوں نے اس کو حلال قرار دیا ہے ہم تو تب پیتے ہیں، تو پھر آپ اس سے پوچھیں امام صاحب نے بھینس کے دودھ کو از خود اپنی طرف سے حلال کیا ہے یا ان پر وحی آتی تھی؟ اگر وہ کہے کہ امام صاحب نے اپنی طرف سے بتایا ہے تو پھر امام صاحب کی امامت ختم کیونکہ جو اپنی طرف سے مسئلہ بتائے وہ امام نہیں ہو سکتا۔ امام وہی ہو سکتا ہے جو قرآن وسنت سے مسئلہ بتائے۔ اور اگر وہ کہے امام صاحب پر وحی آتی تھی تو ختم نبوت کا انکار لازم آیا۔ اب اس کے پاس صرف ایک ہی صورت باقی بچتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ امام صاحب نے نہ اپنی طرف سے بتایا ہے نہ ان پر وحی آتی تھی انھوں نے قرآن وسنت سے اجتہاد کیا ہے۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے اگر وہ کہے امام صاحب نے قرآن وسنت سے اجتہاد کیا ہے تو آپ اسے کہیں یہ مسئلہ پھر قرآن وسنت میں ہوا نا؟ میں کہتا ہوں اگر مقلد ٹھنڈے دل سے غور وفکر کرے تو اسے ان شاء اللہ بات سمجھ آجائے گی۔ وہ اہلحدیثوں کو سوال کرنے سے پہلے خود اپنے آپ سے سوال کرے گا اور اس کا جواب اپنی سلیم الفطرت میزان سے لے کر تقلید کو چھوڑ دے گا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ والی نماز نہیں

حدیث کو رد کرنا احناف کے بائیں ہاتھ کا کام ہے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا حدیث کی ہر کتاب میں رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے، لیکن احناف نہیں مانتے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کو رد کرنے کے لیے انھوں نے ایک سوال یہ اٹھایا ہے کہ ایسی حدیث دکھاؤ جس میں یہ ہو جو رفع الیدین نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی؟ جبکہ یہ سوال خود احناف کا سنت رسول ﷺ سے محبت کی حقیقت کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عمل کیا ہے احناف نہیں کرتے اور اپنی مجبوری کو چھپانے کے لیے عمل بالحدیث کے اختیار کرنے والوں کو اپنے سوال سے زیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سوال سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ایسی واضح اور صاف حدیث اہلحدیث دکھا نہیں سکیں گے جس میں یہ ہو جو رفع الیدین نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی تو پھر ہماری جیت ہو جائے گی، اور ہمارے عمل پر پردہ بھی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ رحمت کرے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ پر انھوں نے اس سوال کا ایسا جواب دیا کہ فبهت الذي حنّف

آپ فرمایا کرتے تھے جو نماز میں رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین نہیں کرتا اس کی نماز رسول اللہ ﷺ والی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اب حنفی یہ بھی نہیں کہہ سکتا دکھاؤ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کیا کرتے تھے کیونکہ اس بارے میں بے شمار احادیث موجود ہیں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتا اس کی نہیں ہوتی یہ دکھاؤ کیونکہ جس کی نماز رسول اللہ ﷺ والی نہیں وہ قبول ہی نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ فَهُوَ رَدٌّ».

ایک دفعہ رمضان المبارک میں نماز فجر کے وقت حافظ محمد امین محمدی صاحب نے ٹاہلی والی مسجد میں کھڑے ہو کر اپنے مدرسہ کے لیے چندے کی اپیل کی پھر اس کے بعد مولانا فاروق اصغر صارم صاحب رحمہ اللہ نے درس دیا کیونکہ مولانا صارم صاحب روزانہ درس دیتے تھے، وہاں ایک آدمی نے یہی سوال کیا کہ جو شخص نماز میں رفع الیدین نہیں کرتا اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ حافظ امین صاحب نے اس کا جواب دینے کی کافی کوشش کی پھر مولانا فاروق اصغر صارم صاحب بولے کہ اس سوال کا بہترین

جواب حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری نے دیا ہے کہ اس کی نماز رسول اللہ ﷺ والی نماز نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد مولانا فاروق اصغر صارم صاحب نے اس کی تفصیل بیان کی اور سائل بھی مطمئن ہو گیا۔ حافظ صاحب نے پھر کوئی بات کہی اور مزید کچھ کہنا چاہا تو مولانا اصغر صارم صاحب کہنے لگے: مینوں تے حافظ نور پوری صاحب دا جواب ای ودیا لگداوا۔

تصویر بنانا یا مٹانا

مساجد میں طریقہ نماز کے متعلق ایک اشتہار لگا ہوتا ہے جس میں نماز کے ہر رکن کی ادائیگی کو تصویر کے ساتھ دکھایا گیا ہے، ایک مولوی صاحب کی تصویر ہے جو قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد کے طریقے اور حالتوں کی بنائی گئیں ہیں اس تصویر میں چہرے کے اوپر سرخ رنگ سے کاٹے کا نشان دیا گیا ہے تا کہ حدیث پر عمل ہو جائے کہ تصویر کے چہرے کو مسخ کر دو، ایک آدمی نے حافظ صاحب سے سوال کیا یہ تصویر والا اشتہار جائز ہے؟ حافظ صاحب نے کہا نہیں جائز وہ سائل کہنے لگا حافظ صاحب ان کے چہرے مٹا دیے گئے ہیں، ان کے اپر کاٹے کے نشان لگائے ہیں، حافظ صاحب فرمانے لگے: حدیث میں تو یہ آیا ہے تصویر بنی ہوئی ہو تو اس کو مٹانے کا طریقہ یہ ہے یہ تو نہیں آیا کہ تم تصویر ہی اس طرح بنانی شروع کر دو۔

الکحل والی پرفیوم

ایک دفعہ ایک آدمی حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا پرفیوم لگانی جائز ہے؟ حافظ صاحب نے اس سے پوچھا کیا اس میں الکحل ہوتی ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نے اسے کہا حرام ہے۔ یہ جواب سن کر کہنے لگا الکحل اُڑ جاتی ہے۔ میں نے فلاں مولوی صاحب سے پوچھا ہے وہ تو کہتے ہیں جائز ہے، الکحل اُڑ جاتی ہے۔ اس کی یہ بات سن کر حافظ صاحب نے اسے کہا الکحل تو جب لگاؤ گے تب اُڑے گی، اس کا تو خریدنا ہی حرام ہے۔ حافظ صاحب کا یہ جواب سن کر ہمیں بڑا مزہ آیا۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہی جو ہر وقت حرام سے بچنے کا سوچتا رہتا ہو۔

مسجع عبارت سے جواب

حافظ صاحب سے پوچھا جاتا کیا کٹے اور کٹی (بھینس اور بھینسہ) کی قربانی ہو جاتی ہے؟ تو حافظ صاحب جواب دیتے تھے: کٹے تے کٹی دی قربانی گئی اے کٹی۔

حافظ صاحب سے ایک قاسم نامی آدمی نے سوال کیا، حافظ صاحب نے اسے مقفیٰ عبارت میں بڑا کمال کا جواب دیا ہے۔

س: بچے کے کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت اس کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ کرنا اس کے بارے میں صحیح احادیث لکھ کر بھیج دیں؟

ج: بچے کے کان میں اذان ثابت ہے قاسم جوان، اقامت بچے کے کان میں نہیں ثابت مت ہو پریشان اور قائم ہو چکی ہے دلیل و برہان کہ صدقہ سیم یا زر کریں اہل ایمان جو ہو مساوی باشعار اطفال و صبیان پڑھو رسالہ ثلاث شعائر از ڈاکٹر عمر سلیمان۔ یہ نصیحت کرتا ہے آپ کو ابوعبدالرحمٰن دعا بتاتا ہے وہ آپ کو استغفار از رب منان و حنان فقط والسلام علی کافة لاخوان و قاطبة الخلان'' بچہ کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ کرنے والی حدیث «تنقیح الرواۃ شرح مشکوۃ ج۳ ص ۲۰۳ اور تحفة الاحوذی ابواب الاجاحی ج۵ ص ۹۳ پر ہے'' [(احکام ومسائل، ص ۱۲۴)]

چہرے کا پردہ

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: میں نے سوال کیا کہ استاد جی بعض لوگ عورت کے چہرے کا پردہ نہیں مانتے؟ فرمانے لگے۔ کیا اس وقت عورتیں قمیصیں اور شلواریں اتار کر چلتی تھیں جن کے پہننے کا حکم ہوا تھا؟ ہم نے کہا نہیں، تو فرمانے لگے جو جسم کا حصہ ننگا رہتا تھا اس کے ہی چھپانے کا نام لینا تھا اگر وہی نہیں ڈھانپنا تو پردہ کیا؟؟

ننگے سر نماز

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: استاد محترم کا انداز نہایت علمی اور سنجیدہ ہوتا کسی نے ننگے سر نماز ہو جانے یا نہ ہو جانے کا سوال کیا تو فرمانے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس عورت کی نماز نہیں ہوتی جس کے سر پر کپڑا نہ ہو اگر مرد کی نہ ہونی ہوتی تو عورت کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حکم صرف عورتوں کو ہے۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۳۶)]

جن کیسے چمٹتے ہیں

جامعہ مسجد رحمانیہ اہلحدیث پکی پمپ والی میں حافظ صاحب کا درس تھا، درس کے بعد سوالات کا

سلسلہ شروع ہوا۔ ایک آدمی نے حافظ صاحب سے پوچھا حافظ صاحب کیا جن چمٹ جاتے ہیں۔ حافظ صاحب نے فوراً کہا: بندے ئیں کئی چمڑ جاندے؟ حافظ صاحب کے اس جواب سے لوگ مسکرائے۔ وہ آدمی پھر کہنے لگا جن کیسے چمٹتے ہیں؟ حافظ صاحب نے اسے کہا بندے کیسے چمٹتے ہیں؟ اس جواب سے ہمیں بڑا مزا آیا۔

جنوں کو کہہ کر انڈیا پر حملہ کرادیں

ایک دفعہ صبح فجر کے درس کے بعد ایک آدمی حافظ صاحب سے کہا جن لوگوں نے جنوں کو کیلا ہوتا ہے، یہ جنوں کو کہہ کر انڈیا پر حملہ کرا دیں، حافظ صاحب نے اس کی بات سنتے ہی فورا کہا: تے انڈیا دے عامل اپنے جناں نوں کہہ کے پاکستان تے حملہ کروا دین گیں۔

ہری مرچ کا فائدہ

ایک دفعہ ہم تین ساتھی (حافظ شاھد محمود صاحب، مولانا عثمان غنی صاحب، طیب محمدی) حافظ صاحب کے گھر گئے حافظ صاحب نے ہمیں کھانا کھلایا، کھانے کے ساتھ سلاد بھی تھا، سلاد میں ہری مرچ تھی۔ حافظ صاحب نے مرچ پکڑی اور روٹی کے لقمہ میں رکھ کر کھائی۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا ہری مرچ کا کیا فائدہ ہے؟ تو حافظ صاحب نے فوراً برجستہ کہہ دیا سرخ مرچ کا کیا فائدہ ہے؟ میں نے کہا آپ اس کا فائدہ بھی بتا دیں۔

حافظ صاحب کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح سرخ مرچ استعمال کرتے ہو اسی طرح ہری مرچ بھی استعمال کی ہے۔ وہ ہنڈیا میں ڈالتے ہو اور یہ کچی کھاتے ہو جس طرح وہ بلغم اور فاسد ہوا کو جسم سے خارج کرتی ہے اس طرح یہ بھی کرتی ہے۔

مذی کا حکم

ایک دفعہ ایک آدمی نے حافظ صاحب سے سوال کیا حافظ صاحب مذی کا کیا حکم ہے؟ حافظ صاحب نے فوراً اسے کہا پیشاب کا کیا حکم ہے؟ پھر حافظ صاحب نے اسے بتایا جس طرح پیشاب کے بعد استنجاء کرتے ہو اسی طرح مذی کے بعد استنجاء کرو۔ اور وضو کر کے نماز پڑھو۔

ایک مسیح کو دعوت نماز

شیخ محمد امین سلفی صاحب مدیر جامعۃ التربیۃ الاسلامیہ گوجرانوالہ نے مجھے یہ بات بتائی ایک دفعہ مجھے حافظ صاحب کے ساتھ نوکھر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک بزرگ فوت ہوئے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھانی تھی۔ جس ساتھی نے ساتھ لے کر جانا تھا وہ میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے کہا آپ نے ہمارے ساتھ جانا ہے مجھے جب اس نے بتایا حافظ صاحب کے ساتھ جانا ہے تو میں بہت خوش ہوا اور بڑی جلدی حافظ صاحب کے ساتھ سفر کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ رینٹ پر گاڑی لے کر حافظ صاحب کے گھر پہنچا۔

حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھے اور ہم نوکھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں عصر کی نماز پڑھی تو ڈرائیور نے نماز نہ پڑھی گاڑی کے ڈرائیور کے متعلق حافظ صاحب نے سوال کیا کہ وہ کدھر ہے اس نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ ساتھیوں نے بتایا وہ ڈرائیور ہے ڈرائیور لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ پھر نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی تو اس نے نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کی۔ واپسی پر حافظ صاحب نے ڈرائیور سے پوچھا آپ نے نماز نہیں پڑھی تو اس نے جواب دیا میں مسیح ہوں۔ حافظ صاحب نے اس کا جواب سنتے ہی آیت پڑھ دی مسیح علیہ السلام تو نماز پڑھتے تھے انھوں نے تو فرمایا ہے:

﴿وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾.

”جب تک میں زندہ رہوں گا نماز پڑھتا رہوں گا۔ اس کی اللہ نے مجھے وصیت کی ہے۔“

آپ اچھے مسیح ہیں۔ اگر صحیح مسیح بنتا ہے تو نماز پڑھنی پڑے گی۔ حافظ صاحب کا اس انداز سے اس کو سمجھانا اور اُس کی بات سن کر یہ جواب دینا حافظ صاحب کا ہی کمال تھا۔ جو ان کے اخلاص اور دین اسلام کو ہر وقت اولین ترجیح دینے کی فکر کا نتیجہ تھا۔ جبکہ دوسرے لوگ اور مولوی حضرات اس طرح کے عذر اور بہانے سن کر خاموش ہی ہو جاتے ہیں۔ عیسائی کو بھی دعوت اسلام اور نماز کی تلقین کا سوچتے ہی نہیں۔

کافر بقتل

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کلاس میں تفسیر القرآن کے درس

میں بات چل نکلی کہ بے نماز کافر ہے حافظ صاحب نے دلائل دیئے اور فرمانے لگے کہ میں سعودی عرب زیارت حرمین کے لیے گیا وہاں ایک عرب عالم کے حلقہ درس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا اسی مجلس میں ایک سوال کیا گیا کہ بے نماز کا کیا حکم ہے؟ عرب عالم نے جواب دیا «کافر یقتل» بے نماز کافر ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس پر راقم نے اپنے قریب بیٹھے ساتھی کے کان میں حدیث پڑھی «من قال لا إله إلا الله دخل الجنة» استاد محترم نے سن لیا فرمانے لگے کہ کل اس کے بارے میں اچھی طرح پڑھ کر آنا۔ اگلے دن دوران کلاس فرمانے لگے کہ مولانا کچھ سمجھ آئی؟ میں نے کہا جی! فرمانے لگے کیا سمجھ آئی ہے میں نے پھر حدیث کا اگلا حصہ پڑھا «مستيقنا بها قلبه» فرمانے لگے ٹھیک ہے۔ [(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۸۷)]

اطمینان قلب کا بہترین طریقہ:

مولانا محمد یونس عتیق (وزیر آباد) فرماتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا تھا۔ کہ موجودہ دور میں استقامت فی الدین کے لیے سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم اسلامی احکامات پر عمل کے لیے تجربہ گاہیں بنائیں۔ تاکہ لوگ شک سے نکل کر یقین کی طرف آئیں۔ اور ایمان کے بعد انسان کی یہ سب سے بڑی ضرورت ہے۔ جس کی تمنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾.

[البقرۃ: ۲۶۰]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب سے سوال اطمینان قلب کے لیے کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا واحد راستہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے تجربات بتایا ہے۔ تو حافظ صاحب بتانے لگے کہ یہ بات درست ہے کہ تجربات سے انسان میں اطمینان قلب، یقین اور قوت ایمانی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا دوسرا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اور وہ ہے

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾.

[الرعد: ۲۸] [(مجلہ المکرم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۱۰۷)]

تصویر کی وجہ سے شناختی کارڈ نہیں بنوایا تھا

حافظ صاحب نے ساری زندگی تصویر نہیں بنوائی۔ حافظ صاحب نے جب حج کرنا تھا تو پاسپورٹ بنوانا تھا تو پاسپورٹ کے لیے شناختی کارڈ ہونا ضروری تھا۔ اب شناختی کارڈ کا بنوانا ضروری تھا، حافظ صاحب نے خود مجھے بتایا جب شناختی کارڈ کے لیے میں دفتر گیا تو وہ مجھے کہنے لگا آپ کی اتنی عمر ہو چکی ہے آپ نے ابھی تک شناختی کارڈ ہی نہیں بنایا۔ کیوں نہیں بنایا؟ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے اسے کہا تصویر بنانا حرام ہے اور شناختی کارڈ تصویر کے بغیر نہیں بنتا اس لیے نہ میں نے تصویر بنوائی اور نہ میں نے شناختی کارڈ بنایا، وہ کہنے لگے آپ اس کی وجہ کاغذ پر تحریر کر دیں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے کاغذ پر لکھا شریعت میں تصویر بنانا حرام ہے اور شناختی کارڈ تصویر کے بغیر نہیں بنتا، اس لیے میں نے شناختی کارڈ نہیں بنایا۔ حافظ صاحب نے بتایا جب یہ تحریر اس نے پڑھی تو کہنے لگا یہ آپ نے کیا لکھا ہے؟ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے اسے کہا جو صحیح وجہ تھی وہی لکھنی تھی۔ اس نے وہ تحریر اپنے پاس رکھ لی اور مقررہ تاریخ پر حافظ صاحب کا شناختی کارڈ بن گیا۔

آپ خضاب نہیں لگاتے؟

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے آپ” سے بڑی شدت سے کہا کہ آپ خضاب نہیں لگاتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگا کر یہودیوں کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔ اگر خضاب نہیں لگائیں گے تو یہودیوں کے ساتھ مشابہت کی بناء پر گناہ گار ہو جائیں گے تو آپ” نے فرمایا: جس طرح آپ ﷺ نے جوتی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہودیوں کی مخالفت کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ ننگے پاؤں نماز پڑھتے ہیں اور جوتے میں نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے، ہمیں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ہے تو آپ خضاب تو لگاتے ہیں تا کہ آپ گناہ سے بچیں، اور جوتی پہن کر نماز نہیں پڑھتے تا کہ آپ گناہ اور یہودیوں کی مخالفت سے بچیں، کیا جو شخص ننگے پاؤں نماز پڑھتا ہے وہ گناہ گار ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو خضاب نہ لگانے والا بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔ اور آپ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ ننگے پاؤں نماز پڑھنے والا شخص گناہ گار نہیں ہوتا، تو ایسے ہی آپ خضاب نہ لگانے والے کو گناہ گار نہ سمجھیں، یہ بات مجھے میرے نہایت قابلِ احترام استاد فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی صاحب ﷾ نے بتائی ہے۔

عربی زبان میں جواب

حافظ صاحب سے جو کوئی عربی زبان میں مسئلہ پوچھتا آپ اسے عربی زبان میں ہی جواب دیتے تھے۔ دیکھئے احکام ومسائل صفحہ نمبر 26، 127، 135، 147، 152، 165، 166 ملاحظہ فرمائیں۔

کافر مشرک کوئی بھی ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: کافر مشرک کوئی بھی ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی خواہ اہلحدیث ہی کیوں نہ ہو۔ حافظ صاحب کے جواب عدل وانصاف پر مبنی ہوتے تھے، جواب دیتے وقت کسی خاص گروہ کا خیال قطعاً نہیں رکھتے تھے۔ آپ سے سوال کیا جاتا ہے: شیعہ کو کافر کہنا کیسا ہے؟ یا کسی اور کلمہ گو کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

جواب: کوئی بھی ہو قرآن مجید کی کسی آیت، نبی کریم ﷺ ثابت شدہ کسی حدیث وسنت کا انکار یا ارکان اسلام سے کسی رکن کو ترک کرنے والا کافر ہوتا ہے، اس میں شیعہ کی کوئی تخصیص نہیں اہل حدیث یا اہل سنت کہلوانے والا ہی کیوں نہ ہو۔ [(احکام ومسائل، ص ۷۰)]

کئی لوگ حافظ صاحب کی اس بات پر بڑے سیخ پا ہوتے تھے کہ حافظ صاحب نے اہل حدیثوں کو دوسرے بدعتی گروہوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔ میں کہتا ہوں سیخ پا ہونے والے یہ حضرات ٹھنڈے دل سے غور کیوں نہیں کرتے؟ حافظ صاحب نے ایک اصول کی بات کی ہے جو کفر وشرک نہیں کرے گا اس کے پیچھے نماز درست ہے اگر اہل حدیث کفر وشرک نہیں کرتا تو اسکے پیچھے پڑھو یہ تو اہل حدیثوں کے حق میں ہے اور اگر کوئی اہل حدیث ہو کر کفر وشرک کرے بدو کا تعویذ کرے تو پھر......؟ حافظ صاحب کی یہ بات اصول کی ہے انصاف کی ہے عدل پر مبنی ہے، جو لوگ حافظ صاحب کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں انہیں قرآن وحدیث کی بھی آج تک سمجھ نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ قرآن نے بھی یہاں اصول اور انصاف کی بات کی ہے اور ایمان والوں کے یہود ونصاریٰ اور بے دین صابی لوگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

اگر کوئی ساتھی اس پر حافظ صاحب سے خفا ہی رہتا ہے تو وہ ذیل کا جواب پڑھ کر ذرا سکون لے لے۔

کتا کیوں بھونکتا ہے؟

حافظ صاحب اہل حق کے حق میں حق کی بات ضرور بیان کرتے تھے، جہاں کہیں کوئی ایسا موقع بنتا وہاں اہل حق ہی کی تائید فرماتے تھے، ایک سوال اور اس کا جواب نورپوری ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

س: اس گاؤں میں ایک ایسا کتا ہے جو ہماری مسجد کی اذان کے وقت ایک خاص قسم کی آواز نکالتا ہے۔کو...کو..لمبی آواز میں ہوتی ہے۔مغرب، عشاء اور فجر کی اذانیں جب ہوتی ہیں تو ایسا کرتا ہے۔ ہمارے قریب دو مساجد ہیں ان کی اذان کے وقت وہ کتا ایسا نہیں کرتا ہے۔ وہ مساجد بریلویوں کی ہیں۔ (۱) یہ کتا کیوں ایسے کرتا ہے؟ (۲) اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ قاری محمد تحصیل چونیاں ضلع قصور ۱۳ مارچ ۱۹۹۶

ج: اپنی طبیعت شیطانیہ کی وجہ سے ایسا کرتا ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے شیطان جب اذان ہوتی ہے تو گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے اتنی دور جا کر دم لیتا ہے جہاں اس کو اذان کی آواز سنائی نہ دے یہ چونکہ کتا ہے بھاگتا نہیں صوت اذان کے بوجھ کی وجہ سے بھونکتا ہے علاج یہ ہے تعوذ پڑھا جائے اور اس کتے کو بوقت اذان کچھ دن باقاعدگی کے ساتھ بھگایا جائے۔ باقی بعض اذانیں سن کر اس کا نہ بھونکنا تو اس کی وجہ یہی سمجھ آتی ہے:

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

جماعۃ المسلمین کے داعی کو جواب

ایک دفعہ جماعۃ المسلمین کے ایک آدمی نے حافظ صاحب کو کہا: حدیث میں آتا ہے: «تلزم جماعة المسلمين و امامهم» یہ حدیث پڑھ کر اس نے ترجمہ اس طرح کیا ''جماعۃ المسلمین اور اس کے اما کو لازم پکڑو'' حافظ صاحب نے اسے کہا تو نے ترجمہ ہی غلط کیا ہے ''اس کے امام کو لازم پکڑو'' یہ اس کا ترجمہ ہے ہی نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے تلزم جماعة المسلمين و امامهم فرمایا ہے، امامها نہیں فرمایا۔ ''مسلمین کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو'' یہ فرمایا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ

"جماعۃ المسلمین اوراس کے امام کولازم پکڑو"

حافظ صاحب اسے بار بار کہتے جاتے امامھم ہے امامھا نہیں ہے۔

حافظ صاحب کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ امامھم کا معنی ہے ان کا امام، یعنی یہاں تمام مسلمین مراد ہیں، اور ان تمام کے امام مراد ہیں۔ جبکہ وہ اکیلی جماعۃ المسلمین مراد لے رہا تھا۔ حافظ صاحب نے ایک ہی بات سے اس کا ناطقہ بند کردیا۔

تراویح باجماعت کا ثبوت

اہلحدیث چونکہ صرف قرآن وحدیث کی بات کرتے ہیں اس لیے احناف ان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ لوگ بھی قرآن وسنت کو چھوڑ دیں، ان کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ سارا مہینہ نماز تراویح پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت کرو؟ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ سارا مہینہ تراویح پڑھنا یہ ثابت نہیں کرسکیں گیں تو پھر ہم انہیں کہیں گیں، دیکھ لیا آپ نے سارا دین نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا تم بھی ہماری طرح خود مسائل گھڑا کرو، اللہ تعالیٰ حافظ نورپوری رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے اس بات کا بہترین جواب دے کر ایسا لوگوں کا ناطقہ بند کردیا ہے۔ آپ اس کے متعلق سوال اور اس جواب ملاحظہ فرمائیں:

س: یہاں ایک تحریک محمدی کا آدمی ہے وہ کہتا ہے کہ تراویح باجماعت پڑھنا گناہ ہے۔ دلیل یہ دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن کے بعد منع فرمایا تھا۔ خیر اس سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم تو دیا ہے لیکن خود نہ باجماعت پڑھی ہیں نہ پڑھائی ہیں۔ اگر آپ ثابت کردیں تو میں تسلیم کرلوں گا۔

(۱) تو آپ تفصیل سے یہ بتائیں کہ نبی ﷺ نے رمضان کی فرضیت کے بعد صرف تین دن پڑھائی ہیں یا اس سے زیادہ نہیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

(۲) عہد ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تراویح باجماعت کیوں نہیں ہوسکی؟

(۳) اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت پڑھی ہیں یا پڑھائی ہیں تو حوالہ دیں؟

اس سوال کے جواب میں بھی بڑے بڑے شیوخ کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور اپنی طرف سے کوئی بات کرکے سائل کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگتے ہیں، لیکن حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے اس سوال کا

جواب بھی حدیث سے دیا اور کمال کا جواب دیا۔

ج: یہ بات درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند راتیں قیام کروایا پھر اس صلاۃ اللیل کی جماعت نہیں کروائی، فرض ہونے کے خطرہ کو بطور عذر پیش فرمایا، نیز ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ قیام رمضان کے باب میں ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ».

''میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کاش آپ ہمیں باقی رات بھی قیام فرماتے آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ایک شخص جب امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتا ہے اس کے نامہ اعمال میں رات کے قیام کا ثواب ثبت ہو جاتا ہے۔''

تو اس قولی حدیث کی بنیاد پر سارا رمضان قیام باجماعت کیا جاتا ہے نہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول یا عمل کی بنیاد پر۔ آپ نے سوال میں لکھا ہے ''آپ نے تین دن کے بعد منع فرما دیا تھا'' یہ درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ».

''پس بے شک آدمی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہے سوائے فرض کے۔''

جس سے ممانعت نہیں نکلتی، کما لا یخفی واللہ اعلم

قیام رمضان میں تین فضیلتیں ہیں۔

(۱) وقت کی فضیلت پچھلی رات قیام پہلی رات قیام سے افضل ہے۔

(۲) باجماعت قیام بے جماعت قیام سے افضل ہے۔

(۳) گھر میں قیام مسجد میں قیام سے افضل ہے۔

گھر میں پچھلی رات باجماعت قیام کرنے سے تینوں فضیلتیں حاصل ہو جائیں گی باقی کوئی شخص یہ تین فضائل حاصل نہیں کر سکتا تو اسے ایک دو فضائل سے بہرہ ور ہونے دینا چاہیے مسئلہ صرف افضل غیر افضل کا ہے جائز ناجائز کا نہیں۔

اکیلی عورت کی گواہی، قرآن سے استدلال

خلیل کہتا ہے یہ روایت ایک عورت سے مروی ہے لہٰذا یہ مشکوک ہے کیونکہ اور کسی صحابی (مرد) سے اس کی تائید نہیں ہوتی لہٰذا یہ قابل عمل نہیں ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ خلیل بھائی کی بات کہاں تک درست ہے؟

خلیل بھائی کی بات درست نہیں دیکھیے قرآن مجید میں ہے:

﴿قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ﴾

[القصص: ۲۵]

''اس نے کہا میرا باپ تجھے بلاتا ہے تاکہ تجھے پانی پلانے کی مزدوری دے پس جب وہ اس کے پاس آیا۔''

موسیٰ نے ایک ہی عورت کی خبر کو قبول فرما لیا اور اس عورت کے باپ کے پاس تشریف لے گئے پھر قرآن مجید ہے:

﴿فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ﴾ الخ [القصص: ۱۲۔ ۱۳]

پس اس نے کہا کیا میں تمہیں ایک گھر والے بتاؤں جو اس کی کفالت کریں واسطے تمہارے اور وہ اس لے خیرخواہ ہوں گے پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی والدہ کی طرف۔'' ایک ہی عورت کی بات کو فرعونیوں نے تسلیم کر لیا تھا تو ثابت ہوا ایک عورت کی خبر پیغمبروں ایمان والوں بلکہ کفر والوں کے نزدیک بھی مقبول ہے پھر اس مقام پر ام ہشام رضی اللہ عنہا اکیلی بھی نہیں بلکہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی ہمشیرہ بھی یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں دیکھیے صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۶ پھر خطبہ جمعہ میں قرآن مجید پڑھنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں دیکھیں صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ «قَالَ: كَانَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ خُطْبَتَانِ یَجْلِسُ بَیْنَهُمَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ یُذَكِّرُ النَّاسَ» ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے تھے ان کے درمیان بیٹھتے، قرآن پڑھتے اور لوگوں کو وعظ فرماتے۔''

مجھے علم نہیں

اور جس سوال کا علم نہ ہوتا حافظ صاحب صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ آپ

صرف زبانی سوال کرنے والے کو ہی نہیں بلکہ تحریری سوال کرنے والے کو بھی یہ لکھ کر بھیج دیتے تھے ''مجھے اس کا علم نہیں'' حافظ صاحب سوالات کے جوابات صرف قرآن و حدیث سے ہی دیا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں حافظ صاحب خود لکھتے ہیں:

لوگ وقتاً فوقتاً اس فقیر الی اللہ الغنی کی طرف مکتوب ارسال کرتے رہتے ہیں جن میں وہ متعدد قسم کے مسائل دریافت کرتے ہیں۔ اپنی کم مائیگی کے باوصف حسب استطاعت انہیں جواب دے دیا جاتا ہے بتوفیق اللہ سبحان وتعالیٰ وعونہ جن کا علم نہ ہو صاف اور واشگاف الفاظ میں لکھ دیا جاتا ہے'' مجھے اس کا علم نہیں'' [مقدمہ احکام و مسائل]

حافظ صاحب یہ جواب کہ ''علم نہیں'' اکثر اس موقع پر دیا کرتے تھے جب سائل کوئی ایسے واقعہ کے متعلق پوچھتا جو کسی واعظ نے بیان کیا ہوتا اور وہ کتب حدیث میں کہیں بھی نہ ہوتا۔ تو حافظ صاحب یہ کہنے کی بجائے کہ یہ کہیں بھی نہیں ہے، یہ کہہ دیتے تھے '' مجھے اس کا علم نہیں'' یہ حافظ صاحب کی احتیاط تھی۔ (اور یہ جو میں نے لکھا ہے کہ کتب حدیث میں کہیں بھی نہ ہوتا یہ بات سمجھانے کے لیے لکھی ہے۔ ورنہ ہوسکتا ہے، ہو۔)ایک دفعہ حافظ صاحب سے ایک مولوی صاحب نے سوال کیا ؟ حافظ صاحب رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جو سات دن اور سات راتیں سجدہ کریں گے، وہ دن اور رات کتنے لمبے ہوں گے؟ حافظ صاحب فرمانے لگے سات دن اور سات راتیں سجدہ کرنے کا مجھے علم نہیں۔ وہ مولوی صاحب پھر کہنے لگے وہ راتیں کتنی لمبی ہوں گیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے جب دن اور راتوں کو سجدہ کرنے کا ہی علم نہیں تو پھر وہ دن اور راتوں کے لمبا ہونے کا سوال ہی آپ کا مجھ سے بنتا نہیں۔ پہلے سات دن اور سات راتوں کی تعداد کو دیکھ لو۔ اس کے بعد میں نے سات دن اور راتوں والی روایت کو تلاش کرنا چاہا تو مجھے یہ روایت نہ ملی۔ جب روایت نہ ملی تو میں حافظ صاحب کی لاعلمی کے اظہار پر بڑا متعجب ہوا کہ حافظ صاحب جو کہہ رہے تھے مجھے علم نہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بات ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ حافظ صاحب کی احتیاط تھی کہ جو چیز آپ کے علم میں نہ ہوتی تو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ ہے ہی نہیں، بلکہ یہ کہتے مجھے علم نہیں۔

حافظ صاحب اکثر یہ کہا کرتے تھے کتب احادیث میں بے شمار احادیث ہیں، کوئی شخص بھی یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ مجھے ہر ہر حدیث کا علم ہے کوئی حدیث بھی مجھ سے مخفی نہیں۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے

کہ آدمی یہ کہے مجھے علم نہیں یا میرے علم میں نہیں۔ کیونکہ اگر وہ یہ کہے گا کہ کہیں بھی نہیں پھر کہیں وہ روایت مل گئی یا کسی اور نے بتادی تو اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک دفعہ مولانا صفدر عثمانی صاحب، میں اور ایک دوساتھی حافظ صاحب کے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ آدمی آئے انھوں نے حافظ صاحب سے مسائل پوچھے، ایک مسئلہ کے متعلق حافظ صاحب نے کہا مجھے علم نہیں، تو وہ ساتھی پریشان ہو گئے، اور کہنے لگے یہی بتادو کہ مسئلہ صحیح نہیں یعنی یہ بات صحیح نہیں غلط ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے جس کا مجھے علم نہیں اس کے متعلق میں کیا بتاؤں؟ وہ کہنے لگے پھر کدھر سے پوچھیں۔ اس دوران مولانا صفدر عثمانی صاحب نے سائل کو کہا جو بات ادھر نہیں سمجھ لو کہیں بھی نہیں یعنی جس کے متعلق حافظ صاحب نے کہہ دیں علم نہیں تو آپ سمجھ لیں وہ بات ہے ہی نہیں۔ اس پر حافظ صاحب نے کہا یہ بات آپ کی غلط ہے علم حدیث کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے ہر ہر حدیث ہر آدمی کے ذہن میں نہیں ہوتی یا اس کے علم میں نہیں ہوتی ہمہ دانی کا دعویٰ ہی غلط ہے۔ اب میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ تو جب سیرت امام بخاری بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

امام بخاری کا بیان ہے کہ ایک روز ابوحفص عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث کے متعلق مجھ سے مذاکرہ کیا۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں: ''کہ میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا''

''تو وہ اس بات پر خوش ہوئے۔ اسی عالم میں وہ عمرو بن علی الفلاس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہم نے محمد بن اسماعیل سے ایک حدیث کا مذاکرہ کیا تو وہ نہیں پہچان سکے''

ان کا خیال یہ تھا کہ استاد صاحب کے پاس حدیث پیش کرنے سے حدیث کا اصل نکل آئے گا۔ اور امام بخاری کی لاعلمی ظاہر ہو جائے گی۔

''تو عمرو بن علی الفلاس نے جواب دیا: جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں۔''

امام فلاس کے اس بیان سے امام بخاری کی وسعت معرفت حدیث اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔

وقال البخاري ذاكرني أصحاب عمرو بن علي الفلاس بحديث فقلت لا أعرفه فسروا بذلك وصاروا إلى عمرو بن علي فقالوا له ذاكرنا محمد بن إسماعيل بحديث فلم يعرفه فقال عمرو بن علي حديث لا يعرفه محمد

ابن إسماعيل ليس بحديث . [(فتح الباری ٤٨٣)]

حافظ صاحب یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے: وہ امام بخاری تھے۔

کمال احتیاط

کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو یا جس کے مخالف ہوں اس کی بھرپور تردید شروع کر دیتے ہیں، لیکن حافظ صاحب ایسے معاملہ میں بھی انتہائی محتاط تھے۔ مثلاً بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے جن قابو کیے ہوئے ہیں یا کیلے ہوئے ہیں جیسے ہم چاہیں ان کو استعمال کر لیتے ہیں، اس کے متعلق حافظ صاحب سے پوچھا جاتا تو حافظ صاحب فرماتے مجھے اس کا علم نہیں کسی جنوں کے ساتھ واقفیت رکھنے والے سے پوچھ لیں۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ جن ہمیں نظر تو نہیں آتے اور اگر خفیہ طریقے سے کسی عالم دین سے وہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

ایک خواب کی تعبیر

محترم جناب نصراللہ صاحب (متعلم جامعہ التربیۃ الاسلامیۃ) فرماتے ہیں: میری کوشش ہوتی تھی کہ آپ کے باہر نکلتے وقت آپ کا جوتا پکڑوں، لیکن ایک اور صاحب تھے ان کا معمول تھا وہ آپ کا جوتا پکڑ لیا کرتے تھے، آپ کے آخری جمعہ میں میں نے اصرار سے ان کا جوتا تلاش کیا اور باہر رکھ کر پاس کھڑا ہو گیا، حافظ صاحب جب قریب آئے تو جوتے میں پاؤں داخل کیے، ایڑھی والی جانب سے جوتا سیدھا کرنے لگے تھے کہ میں نے جلدی سے آپ کا جوتا سیدھا کر دیا، اور آپ نے جوتا پہن لیا۔ اس پر حافظ صاحب نے مجھے ڈانٹا بھی اس کے بعد وہاں کھڑے کھڑے ہی میں نے ان سے اپنی ایک خواب کی تعبیر پوچھی میں نے کہا استاد جی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آپ کو جراب پہنا رہا ہوں تو حافظ صاحب مسکرا دیے اور کہا! پہنا تو دی ہے یعنی جوتا سیدھا کرنا یہ خواب کی تعبیر تھی، اس وقت موٹر سائیکل پر بیٹھنے سے پہلے میں حافظ صاحب کے گلے ملا اور وہ رخصت ہو گئے میں بھی خوشی خوشی ان لمحات کو ذہن میں بٹھائے بار بار سوچ کر لطف اندوز ہوتا رہا تھا اور خوشی محسوس کرتا رہا تھا لیکن مجھے علم نہ تھا کہ ان کے متعلق یہ میری آخری خوشی ہے۔ اس کے بعد آپ کا چہرہ مبارک اپنی باری آنے پر جنازے والی چارپائی پر دیکھا، بالکل اسی طرح تروتازہ تھا اور آخری وقت بھی ان کا چہرہ دیکھنے سے ایک عجیب سے خوشی جو غم کے وقت ہوئی اس پر آج بھی سوچتا ہوں کہ غمی کے وقت بھی چہرہ دیکھنے سے ایک عجیب تحسین حاصل ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

باب نمبر ۱۹

مسائل کا نچوڑ

حافظ صاحب کے موقف میں پختگی ہوتی تھی، جو بات کرتے اس کی دلیل ہوتی، اور دلیل اتنی مضبوط ہوتی کہ کوئی عالم بھی اس دلیل کا حافظ صاحب کے سامنے رد نہیں کر سکتا تھا، آپ سے کئی علما کرام نے بالمشافہ گفتگو کی آپ کے موقف پر اعتراضات کیے لیکن حافظ صاحب ان کے اعتراضات کے جواب دیتے تو پھر خاموش ہی ہو جاتے، ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا۔

بڑے بڑے علما کے موقف میں تبدیلی آجاتی ہے مسائل میں موقف بدل جاتا ہے۔ تحقیق کے بعد علی وجہ البصیرت یہ تبدیلی اچھی ہے، لیکن ایک ہی مسئلہ میں بار بار تبدیلی اچھی نہیں۔ اگر تحقیق نہیں تو بتانا نہیں چاہیے اگر اچھی طرح تحقیق ہو جائے تو پھر بار بار بدلنا نہیں چاہیے۔ ایک مجلس میں مسئلہ اور طرح بتا دیا دوسری مجلس میں دوسری طرح بتا دیا کبھی کوئی بات کہہ دی اور کبھی کوئی یہ انداز پختہ کار عالم دین کا نہیں ہوتا۔ ہم نے دیکھا کہ حافظ صاحب کے مسائل میں بڑی پختگی ہوتی تھی انداز میں اعتماد ہوتا، الفاظ میں وثوق ہوتا، نرم اور کچی بات نہیں ہوتی تھی، کسی ایک مسئلہ میں ایک ہی انداز ایک ہی الفاظ ہوتے۔ مختلف مجلسوں میں مختلف مقامات پر سوالات ہوتے جوابات وہی ہوتے جو آپ کا موقف ہوتا، آپ کے موقف میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا تھا، مجلسیں مختلف ہوتیں لیکن آپ کے مسائل، موقف حتیٰ کہ الفاظ تک ایک ہوتے۔ دوٹوک اور بے لچک بات ہوتی، کمزور موقف نہیں ہوتا تھا۔ ٹھیک ہے، چلو کر لو، بہتر یہی ہے کہ ....ایسے الفاظ آپ کے مسئلہ اور فتویٰ میں قطعاً نہیں ہوتے تھے۔ جو بات ہوتی پتھر پر لکیر ہوتی، دلیل سے مزین ہوتی۔

مجھے بڑا دکھ ہوا جب میں نے حافظ صاحب کے احکام و مسائل پر ایک بزرگ کا لکھا ہوا تبصرہ پڑھا:

سجدہ تلاوت کا حکم:

آپ سے پوچھا جاتا حافظ صاحب سجدہ تلاوت کے لیے وضو ضروری ہے یا نہیں، تو اس کے جواب میں آپ فرماتے یہ الفاظ یاد کر لو: سجدہ تلاوت رکھتا ہے حکم تلاوت، پھر آپ اس کی وضاحت

کرتے تلاوت بغیر وضو کے ہو سکتی ہے تو سجدہ تلاوت بھی بغیر وضو کے ہو سکتا ہے، تلاوت غیر قبلہ رُخ ہو سکتی ہے تو سجدہ تلاوت بھی غیر قبلہ رُخ ہو سکتا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف

حافظ صاحب سے کوئی پوچھتا حافظ صاحب زکوٰۃ کے مصارف کیا ہیں۔ زکوٰۃ کن لوگوں کو لگتی ہے کن کو دینی چاہیے؟ تو حافظ صاحب فرماتے: صدقہ وزکوٰۃ کے مصارف ہیں آٹھ، سورۃ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ یہ بات بڑی پکی ہے جس طرح لوہے کی ہے لاٹھ۔

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: صدقہ وخیرات غریب اور مستحق طلبا کا حق ہے۔ جو طلبا صاحب استطاعت ہیں وہ اگر صدقہ وزکوٰۃ کی عمارت میں رہتے ہیں اور کھانا بھی یہیں سے کھاتے ہیں تو وہ اس کے اخراجات جمع کروائیں۔

نماز تراویح کی فضیلت

حافظ صاحب سے سوال کیا جاتا نماز تراویح گھر پڑھنی افضل ہے یا مسجد میں پہلی رات پڑھنی زیادہ افضل ہے یا پچھلی رات، تو حافظ صاحب فرماتے: رات کی نماز کے متعلق تین فضیلتیں ہیں:

(۱) ایک فضیلت گھر میں پڑھنے کی ہے۔

(۲) دوسری فضیلت جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ہے۔

(۳) تیسری فضیلت پچھلی رات پڑھنے کی ہے۔

جو آدمی تینوں فضیلتیں حاصل کرنا چاہتا ہے وہ پچھلی رات باجماعت نماز گھر میں ادا کرے، اسے تینوں فضیلتیں حاصل ہو جائیں گی۔ تو جو پہلی رات امام کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے اسے جماعت والی فضیلت حاصل ہوگی دوسری دو نہیں، اور جو پچھلی رات گھر میں اکیلا نماز ادا کرے گا اسے دو فضیلتیں حاصل ہوں گی گھر میں پڑھنے والی اور پچھلی رات پڑھنے والی جماعت والی فضیلت اسے حاصل نہیں ہوگی۔

حافظ صاحب کا مستدل نہ سمجھنا اور انے وا الزام لگا دینا

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: اسی سال 2012ء کی بات ہے، میں اپنے گھر جھنگ شہر میں بیٹھا سنن دارمی کا مطالعہ کررہا تھا کہ اردو شرح میں اچانک سامنے یہ

عبارت آگئی کہ حافظ عبدالمنان نور پوری پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو دعوی کرتے ہیں کہ موقوف حدیث (قولِ صحابی) حجت نہیں اور آپ خود اس وجوبِ قربانی کے مسئلہ میں قولِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ «مَن وَجَدَ سَعَةً فَلَم يُضَحِّ فَلَا يَقرَبَنَّ مُصَلَّانَا» سے استدلال کرتے ہیں تو جب میں نے پڑھا تو فوراً بذریعہ موبائل حضرت الاستاذ صاحبؒ سے رابطہ کیا اور انہیں یہ عبارت سنائی تو آپؒ نے فرمایا انھوں (مولانا راسخ صاحب) نے میری تحریر کا غور سے مطالعہ ہی نہیں کیا اگر یہ میری تحریر کا بغور مطالعہ کرتے تو یہ بات کبھی نہ لکھتے پھر انھوں نے مجھے بھی کہا کہ آپ میری تحریر کو دیکھیں تو راسخ صاحب کے علم کے رسوخ کا پتا چل جائے گا۔

پھر انھوں نے مجھے خود ہی بتا دیا کہ میں نے وہاں اپنی تحریر میں قولِ صحابی کو بنیاد نہیں بنایا بلکہ میں نے اس کے وجوب کے لیے ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے جو کہ اصل بنیاد اور مستدل بہ ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کا فرمان: «مَن ذَبَحَ قَبلَ الصَّلٰوةِ فَلیَذبَح مَکَانَهَا أُخرٰی» (بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب قول النبی ﷺ: فلیذبح علی اسم الله، حدیث: 5500) (دیکھیے مقالات نور پوری: ۲۲۲) حافظ صاحب نے فرمایا: اصل بنیادی دلیل کے بعد کسی کا بھی موقوف یا مقطوع قول ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مولانا ضیا صاحب کیا یہ مضمون پڑھ کر میں نے انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور کی طبع کردہ سنن دارمی مترجم جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۹۸۹ نکال کر دیکھا تو وہاں جو عبارت تھی وہ مجھے پسند نہ آئی۔ مولانا عبدالمنان راسخ صاحب کو چاہیے تھا کہ اپنے موقف پر دلائل پیش کرتے اور مخالف دلائل کا رد فرماتے، بس۔ لیکن انھوں نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کا نام لے کر جو الفاظ استعمال کیے ہیں، ان پر مجھے حیرت ہوئی ہے۔ حافظ صاحب کا نام لے کر یہ کہنا: حیرت کی بات ہے، اور پھر یہ کہنا: حقائق کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ راسخ صاحب جیسے عالم دین کو کہیں بھی ایسے الفاظ قطعاً نہیں لکھنے چاہیے، چہ جائیکہ حدیث کی کتاب کی شرح میں ایسے الفاظ لکھیں۔

مولانا عبدالمنان راسخ صاحب کو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں عزت عطا فرمائے، آمین۔ مجھے ان سے محبت ہے، کیونکہ یہ حافظ صاحب کے ہم نام ہیں، اور یہ حافظ صاحب سے محبت بھی بہت کرتے تھے، مجھے اس کا علم ہے۔

باب نمبر ۲۰

تصانیف وتالیفات

حافظ صاحب نے تحریر وتصنیف کو اپنا مشغلہ بنایا تھا، یہ مشغلہ صرف دین اسلام کی اشاعت کے لیے اختیار کیا تھا، اس کی تنخواہ یا معاوضہ کسی سے طے نہیں کیا تھا، اور نہ ہی اس کام کے لیے کسی نے آپ کی ڈیوٹی لگائی تھی، آپ نے اپنے گھر میں تصنیف وتحریر کے لیے ایک مسند بنائی تھی، مسند کے سامنے ایک ڈیسک ہوتا تھا، پن اور اس کے لیے سیاہی کی ایک بوتل رکھی تھی تحریر کے لیے باقاعدہ آپ نے پلاسٹک شیڈ تیار کی تھی اس پر کلپ لگایا تھا، اور کاغذوں کا دستہ سائیڈ سے کاٹ کر سنگل پیپر بنا کر رکھے ہوتے تھے، کسی بھی قسم کی تحریر کرنے کے لیے حافظ صاحب ہر وقت تیار رہتے تھے، آپ دین اسلام کی اشاعت کے لیے لوگوں کے سوالات کے جوابات لکھتے، مختلف رسائل وجرائد میں مضمون لکھتے، یا کسی غیر مناسب مضمون کا جواب لکھتے، یا کسی کو خط کے ذریعے کسی نیکی کی دعوت دیتے۔ اس کے علاوہ آپ نے مستقل طور پر ارشاد القاری لکھنے کا کام شروع کیا ہوا تھا جو کہ وفات تک پورا نہ ہوا، یعنی ساری زندگی اسی کام کی طرف توجہ رہی، اور لکھتے رہے، ارشاد القاری کی اب تک جو چار جلدیں طبع ہوئی ہیں یہ حافظ صاحب نے دو دو یا تین تین مرتبہ تو ضرور لکھیں ہیں، اس کے دو دو مسودے آج بھی حافظ کی لائبریری میں موجود ہیں۔ ہزار ہزار صفحات کے قریب آپ کے احکام ومسائل آپ کی تحریر کا شاہکار ہیں۔

تحریر

حافظ صاحب کی تحریر میں جامعیت ہوتی تھی مختصر الفاظ میں بہت زیادہ مدعیٰ بیان کر جاتے تھے، یہ چیز آپ کو حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے حاصل ہوئی تھی، آپ اکثر ان کے حوالے سے کہا کرتے تھے، حافظ صاحب تھوڑے سے الفاظ میں بہت بڑی بات بیان کر جاتے تھے، خاص طور پر مد مقابل کی بات کا جنازہ چھوٹے سے جملے سے نکال دیا کرتے تھے، اس کی مثال میں آپ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ اکثر بتایا کرتے تھے: «العیان یکذب البیان» انور شاہ کشمیری کا رد کرتے ہوئے

ایک جگہ حافظ صاحب نے مذکورہ الفاظ بول کر کشمیری صاحب کی حقیقت ظاہر فرما دی ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں: شیخ رحمہ اللہ ایک بلند پایہ محقق اور مصنف بھی تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی طرز تحریر کی نمایاں خوبی سادگی، اختصار اور دوٹوک موقف ہے۔ اس خوبی پر انہیں اس حد تک قدرت کاملہ حاصل تھی کہ کسی مشکل ترین مسئلہ اور ادق ترین موضوع کو جب اپنے طرح دار قلم کی نوک سے گدگداتے تو آنکھ کی جھپکی میں اسے پانی کی طرح رواں دواں بنا کر رکھ دیتے۔ ان کی تحریر وتقریر کا ہر جملہ دیہاتی حسن کی طرح سادہ، لالہ صحرائی کی طرح برجستہ اور پہاڑی جھرنے کی طرح بے ساختہ ہوتا۔ اوس کے قطروں کی طرح شاداب اور مختصر ترین ان جملوں میں ایک قلزم معنی پوشیدہ ہوتا۔ میرے شیخ زندگی بھر دلوں اور دماغوں کی دھرتی میں توحید وسنت کے چراغ روشن کرتے رہے۔ انکی ہر تحریر، ہر تقریر اپنی جگہ روشنی کا ایک صدرنگ شجر ہے۔ وہ کچھ بھی لکھتے ان کا ہر جملہ دیپ مالا کی طرح جگمگانے لگتا۔ وہ ان عظیم لکھاریوں میں سے تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کی بالائی پور کی گرفت میں ان کا قلم جب صفحہ قرطاس پر رواں ہوتا تو سطر سطر فکر وفن کی جنتوں کے زائچے سجنے لگتے۔ وہ بے تکان لکھتے، بے داغ لکھتے اور ایسا شفاف لکھتے کہ انکے قلم کی نوک کا بوسہ لیتے ہی ہر لفظ گلستان توحید ورسالت کا گلاب بن جاتا۔

[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۲۰۰)]

حافظ صاحب ہر تحریر کو دوبار لکھتے، جس کسی کو تحریر لکھ کر دیتے یا کسی سوال کا جواب دیتے اسے دوبار لکھتے۔ ایک تحریر دوسرے کو دیتے اور دوسری تحریر اپنے پاس رکھتے۔ یہ حافظ صاحب کی احتیاط تھی، یہ خوبی اور محنت حافظ صاحب کے علاوہ کسی اور میں مَیں نے نہیں دیکھی، حافظ صاحب ایسا اس لیے کرتے تھے اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ اپنی تحریر محفوظ رہتی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ جب آپ کی تحریر پر کوئی سوال اٹھاتا یا کوئی تنقید کرتا تو آپ اپنے پاس موجود تحریر کو سامنے رکھ کر اس کا جواب دیتے۔ اور تنقید کرنے والے کے الزامات کو اپنی پہلی تحریر سے من وعن وہی عبارت پیش کر کے اسے توجہ دلاتے کہ میری عبارت تو یہ ہے اور آپ میرے ذمے کیا لگا رہے ہیں، اور آپ کی عبارت یہ ہے۔ تو اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس سے تنقید کرنے والا خود ہی اپنی بات پر شرمندہ ہو جاتا۔

کاتب

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: آپ نے ایسے فارغ اوقات میں خطاطی اور خیاطی بھی سیکھی

یہی وجہ ہے کہ دیگر علوم وفنون میں مہارت کی طرح نہایت خوش خط تھے بلکہ یوں کہیے کہ باطن کا حسن خط ظاہر کے حسن خط کی بنیاد تھا کہ ظاہر کا حسن خط، باطن کے حسن خط کا شاہکار تھا اور قلم قدرت کے عطا کردہ اس حسن خط کو جب آپ کتاب سے سطح قرطاس پر لاتے تو وہ خط اپنے ظاہری ومعنوی حسن سے دیکھنے والے کو اس حسن کی جملہ صورتوں کا گرویدہ بنا لیتا۔ [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲ء)]

مولانا عبدالواحد ایک خطاط تھے، حافظ صاحب پہلے ان سے سیکھتے تھے۔ پھر مولانا اسمٰعیل سلفی صاحب نے کہا کہ یہ اتنے اچھے خطاط نہیں ہیں۔ آپ حکیم عبدالمجید صاحب سے سیکھ لیں، پھر حافظ صاحب پہلے ان سے سیکھتے تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا خط بہت عمدہ تھا۔ اردو اور عربی دونوں خط بہت عمدہ تھے۔ ارشاد القاری کے مسودے، احکام ومسائل کے مسودے اور ان کے علاوہ خطوط مکتوبات وغیرہ کے مسودے آپ کی بہترین خوشخطی کا اظہار کرتے ہیں۔

ایک دفعہ قاری عبدالشکور صاحب مدرس جامع مسجد رحمانیہ کچی پمپ والی بازار آئے مجھے انھوں نے فون کیا میں بازار آیا ہوں، اسناد پر حفظ کے بچوں نام وایڈریس لکھوانے ہیں، کاتب کدھر بیٹھتا ہے؟ میں نے انہیں کاتب کا بتایا۔ کاتب نے ایک سند پر نام و پتا لکھنے کے تیس روپے لیے۔ تب مجھے حافظ نور پوری صاحب یاد آ گئے۔ وہ ہر سال طلبا کو اسناد دیتے تھے، طلبا کی تعداد کبھی اسی پچاسی تک ہوتی۔ حدیث وتفسیر دونوں سندوں کو ملا کر تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ جاتی۔ حافظ صاحب وہ تمام نام خود لکھتے اور کمال یہ ہے کہ حافظ صاحب کا خط اتنا خوش خط تھا کہ آپ چوٹی کے کاتب ہی لگتے تھے۔

غور کرو! آج قاری صاحب اسناد پر نام لکھوانے کے لیے کاتب ڈھونڈ رہے ہیں اور پیسے دے رہے ہیں۔ جبکہ حافظ صاحب طلبا کو اسناد بھی خود دیتے تھے اور نام بھی خود ہی لکھتے۔ حافظ صاحب کی اس محنت کی قدر آج ہمیں محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اپنے پاس سے ضرور صلہ وانعام عطا فرمائیں گے۔ پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب بہت ہی خوش خط لکھتے تھے، کوئی لفظ ایسا نہیں ہوتا تھا جو پڑھا نہ جاتا ہو یا اس کی سمجھ نہ آتی ہو، آپ ہر لفظ خوبصورت لکھتے تھے۔

بہترین مصنف

حکیم مدثر محمد خاں سمندری فرماتے ہیں: حضرت الاستاذ محدث نور پوری رحمہ اللہ علوم وفنون میں کامل دسترس رکھتے تھے آپ رحمہ اللہ جہاں ایک کامیاب مدرس تھے وہاں ایک بہترین مصنف بھی تھے۔ [(مجلہ

المکرم' اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۲۶۶)]

مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپؒ مخالفین کی تقریروں کا جواب انہیں کی طرز زبان میں نہیں دیا کرتے تھے، گالی گلوچ لعن طعن، برے القابات سے نہیں بلکہ مثبت انداز میں کتاب وسنت کی نصوص پیش فرما کر رد کرتے تھے، کسی مخالف کا نام تک نہیں لیتے تھے، آپؒ کی تحریر بھی بڑی مہذب ہوتی تھی، آپ کے مکالمات ومقالات اور جوابات (احکام ومسائل) پڑھ کر دیکھ لیں یقین ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو قوی حافظہ، عمدہ طریق استدلال اور خوبصورت تحریری قوت سے نوازا تھا۔ معترض کے اعتراض کو سمجھنا اور نہایت متانت وسنجیدگی سے مدلل جواب دینا آپ کی عادت تھی۔ عربی اردو اور پنجابی تینوں زبانوں پر آپ کو عبور تھا اور اہل زبان کی طرح نہایت مؤثر انداز میں تینوں زبانوں میں مافی الضمیر کا اظہار کر سکتے تھے۔ بلکہ بوقت ضرورت اشعار سے بھی کام لیتے تھے۔

حافظ صاحب تحریر میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، کوئی شخص آپ کی تحریر پر گرفت نہیں کر سکتا۔ مالہ وما علیہ کا پورا خیال رکھ کر تحریر فرماتے تھے۔

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نور پوری فرماتے ہیں: وہ ایک وقت میں بے مثال محدث' محقق' مفسر' شیخ الحدیث' شیخ الادب' عظیم فقیہہ اور مجتہد نظر آتے تھے' شیخ محترم کامیاب مناظر ہی نہیں بلکہ مناظر گر تھے۔

مناظرہ میں بھی آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا آپ کے استدلال اور گرفت کو ملاحظہ کرنا ہو تو آپ کے کئی ایک مناظرے چھپ چکے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مخالف آپ کے جواب کی ہمت نہ رکھتا' (یہاں عثمانی صاحب اگر یہ لکھ دیتے کہ مکالمات نور پوری چھپ چکی ہے، تو.....اچھا ہوتا۔)

استاد محترم کی اصول حدیث اور اصول تفسیر پر بھی مستقل کتب چھپ چکی ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ استاد محترم کی تفسیر قرآن جو انھوں نے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں دروس کی صورت میں فرمائی ہے۔ شائع کر دیا جائے جیسا کہ علما اور عوام الناس ان کے احکام ومسائل سے مستفید ہو رہے ہیں۔ قرآنی تفسیر سے بھی مستفید ہوں۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء)]

حافظ صاحب کی سب سے پہلی تصنیف

مولانا یونس عتیق صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ کے ساتھ ساتھ عمدہ

اندازِ تحریر سے بھی نوازا تھا۔آپ نے سب سے پہلے غنچہ نماز کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۹۸)]

غنچہء نماز، یہ نماز سے متعلق پاکٹ سائز کتاب ہے۔

اوج الصلوٰۃ اردو ترجمہ ''معدل الصلوٰۃ''

آپ اس کتاب کے متعلق حافظ صاحب کی زبانی ہی ملاحظہ فرمائیں، جو حافظ صاحب نے اس کتاب کے پیش لفظ کے عنوان میں لکھا ہے:

اکثر لوگ نمازیں جس سرعت وتیزی سے پڑھتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں،بعض نمازی تو زود رفتاری کی وجہ سے رکوع،سجود اور جلسہ بھی اچھی طرح ادا نہیں کر پاتے اور بعض تو نماز کا ایسا ستیا ناس کرتے ہیں الامان والحفیظ۔ کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ مسلد میں نماز ادا کرنے نہیں کوئی پہلوانہ ورزش کرنے آئے ہوں،پھر صف بندی اور اقتداء کے آداب سنن کا بھی ہمارے ہاں کوئی خیال نہیں رکھا جاتا اور نہ ہی انہیں چنداں اہمیت دی جاتی ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو بتایا جائے کہ ان کا یہ عمل نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ وہ ثواب کی بجائے عذاب کا موجب بن سکتا ہے۔اس ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر بندہ کی نظر انتخاب علامہ محمد بن پیر علی برکلی حنفی رحمہ اللہ کے رسالہ ''معدل الصلاۃ'' پر پڑی جو اس موضوع پر اپنی آپ کا مصداق ہے۔علامہ موصوف نے متذکرہ بالا مسائل پر احادیث مبارکہ عمل صحابہ اور اقوال فقہا کی روشنی میں خوسیر حاصل بحث فرمائی ہے، انھوں نے متعدد احادیث سے ثابت کیا ہے کہ جو لوگ رکوع،سجود اور قومہ میں اعتدال،اطمینان اور سکون اختیار نہیں کرتے ان کی پڑھی پڑھائی نماز اکارت، رائیگاں اور بے فائدہ ہے،ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا ان کے ذمہ واجب ہے اور جو ٹیڑھی سیدھی نماز پر قناعت کیے ہوئے ہیں دراصل وہ فریب خوردہ ہیں۔انھوں نے اس مختصر سے رسالہ میں صف کے آداب اور امام کی متابعت پر بڑا قیمتی اور کثیر مواد جمع کیا۔گویا یہ چھاٹا سا کتابچہ ایک کوزہ ہے جس میں سمندر کو بند کر دیا گیا ہو۔ ہماری دعا ہے کہ الہ اس کے مؤلف کو جزائے خیر دے۔

یہ رسالہ عربی میں تھا،بندہ نے افادہ عام برائے عوام کی غرض سے اسے اردو جامہ بنام ''اوج الصلوٰۃ'' پہنایا ہے۔فقیر نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ سادہ اور عام فہم ہوتا،علمی باتیں بہر حال علمی انداز میں

ہوتی ہیں۔ بسا مقامات پر بات کو عام فہم بنانے کے لیے عربی الفاظ اور صیغے کی نزاکتوں کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے، جس پر ہم ان حضرات کرام کی خدمت میں بصد ادب معذرت پیش کرتے ہیں جو ایسا کرنے کے حق میں نہ ہوں کیونکہ یہ ترجمہ ان کے لیے نہیں، عوام کے لیے کیا جا رہا ہے۔

کتب محولہ کے ابواب اور صفحات کی نشاندہی نیز اعراب لگانے کا کام حافظ عبداللطیف صاحب کاموکئے نے سرانجام دیا ہے، فجزاہ اللہ خیرالجزاء۔

بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے اس عاجز بندے کی اس حقیرسی کوشش کو شرف قبول بخشے اور اسے علم وعمل صالح کی توفیق سے نوازے۔

ویرحم اللہ عبدا قال اٰمینا

ابن عبدالحق نورپوری

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ ۲ نومبر ۱۹۷۲ء

إِرْشَادُ الْقَارِیْ إِلٰی نَقْدِ فَیْضِ الْبَارِیْ

اس کتاب کے متعلق کچھ تبصرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے انورشاہ کشمیری صاحب کی فیض الباری کا مطالعہ کیا دوران مطالعہ اس کے حاشیہ پر تنقیدی نوٹ لگا دیئے۔ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے اس تنقیدی نوٹ والے نسخے کو حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے حاصل کر لیا اور انہیں خوش خط کر کے الگ رجسٹر پر لکھا۔ اس کا انداز یہ تھا۔ ''قال'' کی سرخی کے بعد انورشاہ کشمیری صاحب کی عبارت نقل کرتے پھر اس کے بعد ''اقول'' کی سرخی قائم کر کے حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا تنقیدی حاشیہ نوٹ کرتے۔ پھر اس کے بعد ''یقول'' کی سرخی قائم کر کے اس میں مزید اپنی طرف سے تفصیلی نقد لکھتے۔ یوں یہ حافظ محمد صاحب کا حاشیہ بھی محفوظ ہو گیا اور الگ تحریر ہو گیا اور حافظ نورپوری صاحب کا بھی مزید تنقید سے ''ارشاد القاری'' کے نام سے دفاع کتاب وسنت کے میدان کا ایک اور شاہکار اہل علم کے سامنے آشکار ہو گیا۔

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: محدث العصر امام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری پر تنقیدی نوٹ لکھے تھے۔ انہیں حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے جمع کیا اور مفید ونفیس اضافے کیے۔ ''کتاب العلم'' کے ''باب میں من أجاب الفُتیا

بإشارة اليد و الرأس'' تک کام مکمل کر کے حافظ صاحب نے اپنے شیخ اور استاذ کو پیش کیا، انھوں نے اس کی تحسین فرمائی، بعض مقامات کی تصحیح کی، اور لکھا: ...... ''وَ إِنْ تَمَّ كَانَ مُفِيداً لِلطَّلَبَةِ ، وَ أَرْجُوا أن يُوَفِّقَهُ اللّٰهُ لِلْإِتْمَامِ» محمد الكوندلوى ۶/۵/۱۴۰۱ھ چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ نے اس کام کو جاری رکھا اور اب تک اس کی چار ضخیم جلدیں بڑے سائز میں چھپ چکی ہیں۔ ۵۴۴ صفحات پر مشتمل پہلی جلد ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء کو ادارہ صیانۃ الحدیث والمحدثین گوجرانوالہ نے شائع کی۔ ہر نقد کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے:

۱۔ قَال: اس میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری سے اقتباس ہے۔

۲۔ أَقُول: اس کے قائل محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ ہیں۔

۳۔ يَقُول: کے بعد حافظ عبدالمنان صاحب کے اپنے زوائد مرقوم ہیں۔

۴۔ بَعضُ الناس: سے مراد اس کتاب میں گوجرانوالہ کے بعض اہل علم مراد ہیں۔

ادارہ صیانۃ الحدیث والمحدثین گوجرانوالہ کی طرف سے اس کی صرف ایک ہی جلد شائع ہوئی تھی، باقی اس کی چار جلدیں حافظ شاھد صاحب کی کوشش سے شائع ہوئی ہیں، اس بات کا شاید حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری کو علم نہیں۔

اس کتاب کی اشاعت کے متعلق حافظ شاھد صاحب لکھتے ہیں: مدینہ یونیورسٹی میں دورانِ تعلیم میں نے چند ساتھیوں سے استاذِ محترم رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ انھوں نے معروف حنفی عالم مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی کتاب ''فیض الباری شرح صحیح البخاری'' پر ''ارشاد القاری إلى نقد فيض البارى'' کے نام سے نقد لکھا ہے، جو ہنوز غیر مطبوع ہے۔ بعض دوستوں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کتاب کی طباعت کے لیے فنڈز جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں سالانہ تعطیلات ہوئیں اور میں پاکستان آ گیا تو بالفعل ان ساتھیوں نے کتاب کی طباعت کے لیے دو لاکھ تہتر ہزار (۲۷۳۰۰۰) کی خطیر رقم ارسال کر دی اور کہا کہ یہ رقم استاذِ محترم حافظ نورپوری رحمہ اللہ کے حوالے کر دیں، وہ جیسے چاہیں کتاب کی طباعت کا بندوبست کر لیں گے۔

جب میں یہ رقم لے کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری صورت حال بتائی تو انھوں نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ہرگز یہ پیسے اپنے پاس

نہیں رکھوں گا۔ آپ لوگ جس طرح چاہیں کتاب کی طباعت کا انتظام کریں...!

ہماری سرتوڑ کوشش اور بار بار اصرار کرنے کے باوجود حافظ صاحب رحمہ اللہ نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور اس معاملے میں معمولی دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہ کیا۔ اور بالآخر ہمیں ناکام لوٹنا پڑا۔

حالانکہ اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ یہ روپے رکھ لیتے اور اسے حسب منشا صَرف کرتے تو کوئی ان سے پوچھ گچھ کرنے اور حساب لینے والا نہیں تھا، لیکن وہ کسی طرح بھی اس پر راضی نہ ہوئے، اور بالآخر ہمیں مولانا محمد طیب محمدی صاحب کے ذریعے سے کتاب کی طباعت کا بندوبست کرنا پڑا اور طباعت کے بعد کتاب معاونین کے پاس سعودی عرب بھجوا دی گئی۔

میں نے یہ کتاب طباعت کروا کر اس کا مکمل حساب کتاب حافظ شاھد صاحب کو دے دیا۔

تفہیم القاری

ارشاد القاری کا اردو ترجمہ وتوضیح تفہیم القاری کے نام سے میں نے لکھا ہے، اگر کسی صاحب کو ارشاد القاری میں کوئی دقت پیش آئے تو وہ تفہیم القاری سے بآسانی سمجھ سکتا ہے، کیوں کہ اس میں بریکٹ لگا کر سیاق وسباق کی بھی پوری وضاحت کر دی ہے جس سے بات سمجھنے میں آسانی ہوگی ہے۔

چونکہ اب پختہ کار علما کرام نہیں رہے جو عربی عبارات اور فنی اصطلاحات سمجھ سکیں اس لیے مجبوراً مجھے ارشاد القاری کا اردو ترجمہ وتوضیح کرنا پڑا ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر ایک جید عالم دین نے مجھے کہا آپ نے مجھے ارشاد القاری سمجھا دی ہے۔

کئی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کتاب کو شائع کرنے پر طیب محمدی نے بڑا نفع کمایا ہوگا۔ تو اس بات کی سچی وضاحت یہ ہے کہ جس نیت سے میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس کا نفع قیامت کے روز ضرور عطا فرمائیں گیں، اور جہاں تک دنیاوی نفع کی بات ہے جس طرح کئی لوگ سمجھتے ہیں تو یہ ان کا ایک گمان ہے، ورنہ بشمول ان کے کسی نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا: کتاب فروخت بھی ہوئی ہے کہ نہیں، جو رقم تو نے لگائی تھی وہ بھی پوری ہوئی ہے کہ نہیں؟

یہ کتاب تو میں صرف ایک علمی فائدہ کی غرض سے لکھی ہے، ارشاد القاری حافظ صاحب سے پڑھتا تھا تو ساتھ ساتھ لکھتا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ حافظ نورپوری صاحب کو نبیین، صدیقین، شھداء، صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

ارشاد القاری سے کچھ اقتباسات

انور شاہ کشمیری صاحب کی حرکات اور ان کے جوابات

ارشاد القاری سے انور شاہ کشمیری صاحب کی کچھ باتوں کے جوابات نور پوری ملاحظہ فرمائیں، جس سے آپ کو کشمیری صاحب کے تقلیدی ذہن اور حافظ نور پوری صاحب کے شرعی دینی اجتہادی ذہن کا پتا چلے گا۔

انور شاہ کشمیری صاحب نسائی کی ایک روایت سے شراب کی حلت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نسائی میں کتاب الأشربة من الطّلا (ص:۳۳۴) میں ایک روایت ہے جو نبی ﷺ کی شریعت کے بعض احکام پر دلالت کرتی ہے، انس بن سیرین کہتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں: شیطان نے نوح علیہ السلام سے انگور کی بیل کے متعلق جھگڑا کیا، اس نے کہا: یہ حصہ میرا ہے پس اس نے اس بات پر صلح کر لی کہ اس کا تیسرا حصہ نوح علیہ السلام کے لیے ہے اور دو ثلث شیطان کے لیے ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں: یہ روایت ہمیں اشربہ میں ایک مثلث کے جواز کا فائدہ دیتی ہے، [یعنی شراب کو اتنا پکائیں کہ اس کا تیسرا حصہ رہ جائے تو یہ جائز ہے] کیونکہ ایک ثلث جو نوح علیہ السلام کے لیے ہے وہ یقیناً حلال ہے اور دو ثلث شیطان کے لیے ہیں [وہ حرام ہیں] پس جب اس میں دو ثلث سے کوئی چیز باقی بچ گئی تو وہ حلال نہیں ہوگی کیونکہ وہ شیطان کے حصے میں سے باقی ہے پس جب اس کا دو ثلث چلا گیا ہے تو نوح علیہ السلام کا حق باقی رہ گیا اور وہ حلال ہے۔ [(فیض الباری:۱/۴)]

اب آپ حافظ صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اثر ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: إِنَّ نُوْحًا صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازَعَهُ الشَّيْطَانُ فِيْ عُوْدِ الْكَرْمِ فَقَالَ هٰذَا لِيْ وَقَالَ هٰذَا لِيْ فَاصْطَلَحَا عَلٰى اَنَّ لِنُوْحٍ ثُلُثَهَا وَلِلشَّيْطَانِ ثُلُثَيْهَا .

[نسائي:كتاب الأشربة، باب ذكر ما يجوز شربه من الطلاء وما لا يجوز:٥٧٢٦]

اللہ تعالیٰ کے نبی نوح علیہ السلام کا حق ثلث عود الکرم ہے ''انگور کی بیل کا ثلث۔'' جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اثر کا منطوق ہے نہ کہ وہ مثلث جس کے حلال ہونے کا حنفی قائل ہیں، اور ہم تو انگور کی بیل کے ثلث کی حرمت بلکہ ساری عود مکمل بیل کی حرمت کے قائل نہیں، ہم تو کرم کے پھل یعنی انگور کی حرمت کے قائل نہیں جیسا کہ حنفیہ بھی اس کی حرمت کے قائل نہیں۔

پس مذکورہ اثر نوح علیہ السلام کی شریعت میں بھی مثلث کی حلت پر دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ ہماری شریعت میں اس کے حلال ہونے پر دلالت کرے۔

پس اشربہ سے مثلث حرام ہے اس لیے کہ ہر نشہ آور چیز قلیل ہو یا کثیر وہ شیطان کا حصہ ہے اور حرام ہے، پس اس اثر کا مثلث کی حلت کا فائدہ دینا، آپ دیکھ رہے ہیں کیسا ہے۔ [بالکل عجیب ہے، روایت میں عود الکرم کے الفاظ ہیں اور شاہ صاحب اس سے اپنا گھونٹ پورا کر رہے ہیں۔]

اس کے علاوہ پھر یہ بات بھی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس اثر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا، ایسی باتوں کا بنی اسرائیل کے علما سے سننا اور ان کی کتابوں سے پڑھنا کوئی بعید نہیں، پس اس کو مرفوع کے حکم میں کرنا بھی صحیح نہیں بالفرض اگر اسے مرفوع کے حکم میں کر بھی لیں پھر بھی حنفیہ کو یہ اثر مثلث کی حلت میں کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ تو نے دیکھ لیا ہے، پس غور کر۔

تقلید نے شاہ صاحب کو کس طرح شراب پلادی ہے، کہ انھیں حدیث میں مذکورہ دو چیزیں نظر ہی نہیں آرہی، اور جو چیزیں حدیث میں نہیں وہ نظر آرہی ہیں۔

«الأفعال بالنيات» نہیں کہا، نکتہ اور اس کا رد

۷۔ شاہ صاحب

[یہاں «انما الاعمال بالنيات» فرمایا ہے] «انما الافعال بالنيات» نہیں فرمایا، کیونکہ عمل اور فعل میں فرق ہے عمل کے معنی ساختن (یعنی بنانے) کے ہیں [اور بنانے میں امتداد ہوتا ہے وقت لگتا ہے اس میں تمادی اور طول ہوتا ہے] یعنی عمل کا تعلق اس چیز میں ہوتا ہے جو بڑھے اور دراز ہو جب کہ فعل

کے معنی کردن (یعنی کرنے کے) ہیں [اس میں امتداد نہیں ہوتا وقت کی ضرورت نہیں پڑتی] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ فرمایا ہے وَافعلوا صالحا نہیں فرمایا، اسی طرح ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ فرمایا ہے فعلوا الصّالحات نہیں فرمایا کیونکہ دوام اور استمرار مطلوب ہے۔ [(فیض الباری:۱/ ۵)]

حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ

قرآنِ مجید میں ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ [الحج:۷۷] وارد ہوا ہے۔ [خیر کا کام کرنے میں وقت لگتا ہے، اس میں امتداد ہوتا ہے اور قرآن مجید نے یہاں ﴿وَافْعَلُوْا﴾ استعمال کیا ہے، کہا گیا فرق اور نکتہ؟]

حافظ نورپوری رحمہ اللہ

سورۂ مؤمنون میں ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ﴾[المؤمنون:٤]

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ﴾ [الأنبياء:٧٣]

رفع الیدین کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہ اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی احادیث میں ہے:

«فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ».

[صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب رفع الیدین:٣٩٥]

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ».

[صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ: ٣٩٢]

اور جس آدمی نے نماز اچھی طرح ادا نہیں کی تھی نبی ﷺ نے اسے نماز سکھائی پھر اسے کہا:

«ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا».

[صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب أمر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعه بالإعادة: ٧٩٣]

اور نبی ﷺ ان الفاظ سے دعا بھی کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ» .

[جامع ترمذی: كتاب التفسير ، باب ومن سورة ص: ۳۲۳۳، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے]

مذکورہ تمام مثالوں میں فعل کا اطلاق عمل صالح پر ہوا ہے۔

اور صاحب قاموس نے باب اللام کے فصل عین میں کہا «العمل محركة المهنة والفعل» عمل کا معنی ہے: ''کام کاج اور فعل کو حرکت دینے والا'' اور باب اللام کی فصل فا میں کہا ہے «الفِعل» فا کے کسرہ کے ساتھ، اس کا معنی ہے حركة الانسان أو كناية عن كل عمل متعدٍ ''انسان کی حرکت یا ہر متعدی عمل سے کنایہ۔''

تو شاہ صاحب کا قول: کہ عمل کا تعلق اس چیز میں ہوتا ہے جو بڑھے اور دراز ہو، فعل کے خلاف، میرے نزدیک محل نظر ہے۔

اور شاہ صاحب کا قول اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کہا: ﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾

شاہ صاحب کی یہ بات خدشہ سے خالی نہیں۔

اولاً: اس وجہ سے کہ جو فرق شاہ صاحب نے کیا ہے یہ محل نظر ہے۔

ثانیاً: تمادی اور طول اور چیز ہے، اور دوام اور استمراد اور چیز ہے، [جب کہ شاہ صاحب اسے ایک بتا رہے ہیں] تأمل کر، غافل نہ ہو۔

منطقیوں کی فرضی بات: زیدٌ حمارٌ اور آدمی آ رہا ہو تو اچانک بارش ہو جائے، کے درمیان فرق

۳۶۔شاہ صاحب:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نیت کے بغیر عبادات اور اعمال صحیح نہیں ہوتے وہ اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے کہہ دیا ہے [یعنی وہ صرف ارادہ ہی ہے] اور یہ نیت حنفی اور شافعی کے وضو میں برابر برابر موجود ہے پس کہاں ہے اختلاف اور کیسے یہ حدیث ہمارے خلاف وارد ہوتی ہے؟

اللّٰھم! [اس کے بعد اختلافی صورت صرف ایک فرضی شکل بطور فرض منطقین رہ جاتی ہے] کہ منطقیوں کے فرضی مسائل کی طرح اسے فرض کر لیا جائے جیسے وہ فرضی طور پر زید کو حمار کہہ دیتے ہیں اِس

طرح اتفاقی طور پر کوئی آدمی گزر رہا ہو اور اوپر سے بارش شروع ہو جائے جس سے اس کے وضو والے اعضاء دھل جائیں تو اس صورت میں اس کا وضو بغیر نیت کے ہوگا۔[(فیض الباری:۱/ ۸)]

[یعنی صرف ایک ہی صورت ہے جس میں کسی کا وضو بغیر نیت کے ہو مثلاً اگر کوئی آدمی گھر سے سودا خریدنے کے لیے نکلے رستے میں بارش سے اس کے وضو والے اعضاء دھل جائیں اس صورت میں بظاہر اس کے دل کا ارادہ یعنی وضو کا نہیں ہے تو اب اس صورت میں اس کا وضو بغیر نیت کے ہوگا، آیا ایسی صورت میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ تو بہتر یہ ہے کہ ایسی نا اتفاقی نادر صورت کو حدیث کے عام وسیع اور واضح بدیہی مطلب کے تحت داخل نہ کیا جائے بلکہ ایک فطری واجتہادی مسئلہ سمجھا جائے]۔

حافظ نورپوری رحمہ اللہ

شاہ صاحب کی یہ کلام اول سے ان کے اس قول تک کہ یہ حدیث محل نزاع کے متعلق بالکل ہے ہی نہیں، [شاہ صاحب کی] یہ ساری کلام نیت شرعیہ اور محل اختلاف سے غفلت پر مبنی ہے، صاحب ہدایہ اور شرح وقایہ اور ان کے علاوہ دوسرے حنفی علما بے وقوف اور کند ذہن نہیں تھے جن کے دلوں میں اس چیز کا کھٹکا تک بھی نہیں آیا جو شاہ صاحب فرما رہے ہیں، اور آپ پر یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ جس نیت کے وجود کو شاہ صاحب حنفیوں کے وضو میں ثابت کر رہے ہیں اس میں تو بات ہو ہی نہیں رہی، بات تو نیت شرعیہ کے متعلق ہو رہی ہے نہ کہ کسی گروہ کے وضو میں اس کے وجود اور دوسرے گروہ کے وضو میں اس کے وجود نہ ہونے کے متعلق، بلکہ اس [لغوی نیت] کے وضو میں شرط ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی بات نہیں ہو رہی۔

پھر شاہ صاحب کا یہ قول کہ: جس نیت کے بغیر اعمال اور عبادات صحیح نہیں ہوتے وہ اس سے زائد نہیں جو ہم نے کہہ دیا ہے۔ شاہ صاحب کی اس بات میں غور کرو پہلے خود صحت کی تقدیر کو باطل قرار دے چکے ہیں [اور اب یہاں صحت کو مقدر تسلیم کر رہے ہیں إن النية التي لا تصح ...... کہہ کر]۔

پھر جسے شاہ صاحب نے منطقیوں کے فرضی مسئلے کی طرح بیان کیا ہے کہ آدمی گزر رہا ہو اور بارش سے اس کے اعضاء دھل جائیں یا آدمی سمندر میں، نہر میں، حوض میں یا کنویں میں غوطہ لگائے [تو اس کے اعضاء دھل جائیں تو یہ وضو بغیر نیت کے ہوگا] یہ منطقیوں کے فرضی مسئلے زید کو حمار قرار دینے کی طرح ہے ہی نہیں، کیونکہ بارش سے اعضاء کا دھلنا اور سمندر وغیرہ میں غوطہ لگانے سے اعضاء کا دھلنا یہ نفس

الامر میں، خارج میں، اور واقعہ میں موجود ہے اور منطقیوں کا زید کو حمار کہنا یہ صرف ایک فرضی بات ہی ہے اور فرض محال ہے، نفس الامر اور خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں، پس تو غور کر اور غافلوں میں سے نہ ہو جا۔

عبدالمطلب مشرک تھا کہ نہیں؟

۷۵۔ شاہ صاحب:

اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی آپ ﷺ کے ساتھ خلوت [میں عبادت] اختیار کرتے تھے اور وہ فطرت پر تھے اور ممکن ہے وہ بھی ملت حنیفیت پر ہوں، اور ان سے ایسے کلمات منقول ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے متعلق یقین رکھتے تھے اور ان سے اخلاق حسنہ بھی مروی ہیں، اور انھوں نے آپ ﷺ کی نبوت کی خبر بھی دی تھی کہ آپ کے اس بیٹے کی مشرق اور مغرب میں ایک عظیم شان ہوگی، ان باتوں کی وجہ سے ممکن ہے کہ عبدالمطلب ناجی ہوں، البتہ اگر ان سے شرک اور بتوں کی عبادت ثابت ہو جائے [تو پھر الگ بات ہے]، اھ۔ [(فیض الباری: ۱/۲۴)]

حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ

یہ چیز جو شاہ صاحب نے بیان کی ہے یعنی عبدالمطلب اور ان کے علاوہ مکہ والوں سے شرک اور بتوں کی عبادت کے ثابت نہ ہونے کا احتمال، یہ ان کے متعلق جو کچھ منقول ہے اس کے خلاف ہے۔

حافظ نورپوری رحمہ اللہ

عبدالمطلب مشرک تھے موحد نہیں تھے اس پر کئی دلائل ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ کے تحت کتاب التفسیر میں عن زهری قال اخبرنی سعید بن مسیب عن ابیه کی سند سے بیان کیا ہے:

«لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ

حَتّٰی قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾».

[بخاري: كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت لا إله إلا الله، رقم:١٣٦٥ وكتاب التفسير، رقم:٤٧٧٢]

''جب ابو طالب قریب المرگ ہوا اس کے پاس رسول اللہ ﷺ آئے، آپ ﷺ نے اس کے پاس ابوجہل، عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بھی پایا، آپ ﷺ نے کہا: اے چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لیے اس کے ساتھ اللہ کے سامنے حجت پیش کروں گا تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ مسلسل اس پر اس کلمہ کو پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات کو دوہراتے رہے حتی کہ ابو طالب نے ان سے آخری کلام یہ کی: عَلٰى مِلة عبدالمطلب اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ......﴾''

[اگر عبدالمطلب موحّد تھے تو پھر ابوجہل وغیرہ ابوطالب کو یہ نہ کہتے اترغب عن ملة عبدالمطلب اور جب نبی ﷺ اس پر کلمہ پیش کر رہے تھے تو وہ کلمہ چھوڑ کر یہ نہ کہتے: على ملة عبدالمطلب]۔

شاہ صاحب کی خطا کہ غیر کی عبادت اس کو معبود تصور کرنے کے بغیر ہو جاتی ہے

۱۲۲۔ شاہ صاحب:

اور تیسری قسم إشراك في العبادة ہے پس یہ عام ہے غیر کی عبادت اسے معبود گمان کرنے کے ساتھ ہو یا اسے معبود گمان کرنے کے بغیر ہو، جیسے بعض مشرکین عرب [غیر کی عبادت کرتے تھے لیکن

انہیں معبود گمان نہیں کرتے تھے] جیسا کہ انھوں نے کہا ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔'' اھ۔
[(فیض الباری: ۱/ ۳۷)]

حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ

[شاہ صاحب کی اس بات پر] صاف ظاہر تنقید ہے کیونکہ غیر کی عبادت اس کو معبود گمان کرنے کے بغیر یا اس کے غیر معبود ہونے کے گمان کے ساتھ، تصور ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ یہ بات اس پر بالکل مخفی نہیں جس کو حقیقت عبادت کا ادراک ہے اور جو آیت [شاہ صاحب نے پیش کی ہے] اس میں یہ نہیں کہ وہ انہیں معبود گمان نہیں کرتے تھے، اس آیت میں عبادت سے ان کی جو غرض وغایت تھی صرف وہ بیان ہوئی ہے، پس اگر تو یہ کہے: عبادت کا قرب میں منحصر ہونا شاہ صاحب کی بات پر دلالت کرتا ہے [یعنی وہ ان کی عبادت صرف اس وجہ سے کرتے تھے کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں] تو میں کہوں گا: یہ قصر، شاہ صاحب کی بات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ یہ قصر مختلف اغراض میں سے ایک غرض پر قصر ہے بس، پس تو تدبر کر۔

شرک فی الطاعۃ اور تقلید

۱۲۳۔ شاہ صاحب:

اور چوتھی قسم [إشراك فی الطاعة ہے] اس پر شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے متنبہ کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ حرام کو حلال کرنے میں اور حلال کو حرام کرنے میں غیر اللہ کی اتباع کی جائے، جیسا کہ نصاریٰ نے اللہ کے علاوہ رب بنائے تھے پس یہ بھی شرک کی ہی قسم ہے اور اس کا نام شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے شرك فی الطاعة رکھا ہے، پس تو اسے جان لے۔ [(فیض الباری: ۱/ ۳۸)]

حافظ نور پوری رحمہ اللہ

یقیناً تقلید جس کا مطلب یہ ہے ''کتاب وسنت کے منافی قول کو قبول کرنا'' یہ آدمی کو [شرك فی الطاعة] کی طرف کھینچ لیتی ہے، جیسا کہ [تقلید نے] شیخ الہند کو یہ بات کہنے پر مجبور کر دیا: حق اور انصاف یہ ہے کہ مسئلہ خیار میں ترجیح امام شافعی رحمہ اللہ کو ہے (کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اس مسئلہ میں

اللہ کی شریعت کے موافق ہے اور اس کو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر حلال قرار دیا ہے) لیکن ہم مقلد ہیں ہم پر اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید واجب ہے۔

اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا حرام ہے، اور تقلید نے بعض مقلدین کو اس کے حلال ہونے کی طرف پہنچا دیا ہے اسی لیے اس نے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے اور یہ کہا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک آدمی ہوگا اسے محمد بن ادریس کہا جائے گا اور وہ میری امت پر شیطان سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا۔'' معاذ اللّٰه! سبحانك هذا بهتان عظيم . اور اسی طرح اس قول: ابو حنيفة سراج امتي کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔

اور تجھے پوری خبر ہے کہ جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح حسن سند سے ثابت ہوا سے آپ ﷺ کی امت کے ائمہ میں سے کسی امام کے قول کی وجہ سے رد کرنا حرام ہے۔

اور یقیناً تقلید نے بعض مقلدین کو اس کے حلال ہونے تک پہنچا دیا ہے جیسا کہ صحیح حدیث جس کی صحت متفق ہے لیکن امام کا قول اس کے مخالف ہے تو اس صحیح حدیث کے متعلق کہہ دیا: اس کو قبول کرنا ہم پر واجب نہیں۔ اور بعض مقلدین نے کہا: امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول کی اتباع واجب ہے، نہ کہ حدیث کی، ان دونوں قولوں کو شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے۔ اور بعض مقلدین نے کہا ہے: جس حدیث کے مخالف امام کا قول ہو، یا تو وہ ضعیف ہوگی یا مرجوح ہوگی یا منسوخ ہوگی یا ماؤل ہو گی، اسی لیے آپ بعض مقلدین کو دیکھتے ہیں کہ اسی قاعدہ پر بنیاد رکھتے ہوئے جس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے پر اہل الحدیث متفق ہیں، مقلدین بغیر کسی تأمل کے اس حدیث کے متعلق ضعیف ہونے کا یا اس کے منسوخ ہونے کا یا اس کے مرجوح ہونے یا اس کی تاویل کا حکم لگا دیں گے۔ لیکن حقائق اور واقع نے ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں ہیں پس وہ ناکام ونامراد ہو گئے ہیں۔

ردِ تقلید میں اہل الحدیث کی چند کتب

جو کچھ میں نے کہا ہے اس جیسی مثالیں اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ ان کتب کو دیکھیں، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی ''اعلام الموقعین''، حکیم محمد اشرف سندھو کی «نتائج التقليد» اور «تاريخ التقليد» ابوالخیر اسماعیل بن ابراہیم سلفی رحمہ اللہ کی ''تحریک آزادی فکر'' [اس کا عربی ترجمہ «حركة الانطلاق الفكري» کے نام سے ہو چکا ہے] اور مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کی ''محمدیات''، شیخ الاسلام ابوالوفاء ثناء

اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بعض رسائل، امام حافظ سید نذیر حسین دھلوی رحمہ اللہ کی "معیار الحق"، شاہ ولی اللہ دھلوی رحمہ اللہ کی "عقد الجید" اور "حجة الله البالغه" سے مباحث تقلید، امام شوکانی رحمہ اللہ کی "القول المفید" اور "ارشاد الفحول" سے مبحث تقلید، ہمارے شیخ گوندلوی رحمہ اللہ کی "بغیة الفحول" علامہ فلانی کی «همم أولى الأبصار»، شاہ جہانپوری کی «الإرشاد الى سبيل الرشاد»۔

اس کے علاوہ اس موضوع پر اہل حدیث سلفی علما کی بہت ساری کتابیں اور رسائل ہیں [جن کے مطالعہ سے آپ کو مقلدین کی حدیث مخالفت پر بہت ساری مثالیں اور حدیث کو رد کرنے کے بہت سارے اصول معلوم ہوں گے، العیاذ باللہ]۔

زُبْدَةُ المقترح في عِلْمِ المصطلح

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: اصول حدیث، حجیت حدیث اور منکرین حدیث کے چند بنیادی شبہات کے مسکت جواب پر مشتمل یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ ۵۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ادارۃ التحقیقات السلفیہ گوجرانوالہ نے پہلی بار ۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ میں شائع کیا۔

[(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۹)]

اس کتاب میں حافظ صاحب نے علم المصطلح کی ۹۶، اصطلاحات حروف کی ترتیب سے ذکر کیں ہیں، اور شروع میں اس فن کی ۱۲۲ اہم کتب کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (محمدی)

زُبْدَةُ التَّفسير لِوَجْهِ التَّفْسِير

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: اصول تفسیر کے مباحث پر مشتمل یہ کتاب عربی زبان میں ۷۰ صفحات پر محیط ہے۔ ادارۃ التحقیقات السلفیہ (ادارۃ التحقیقات السلفیہ نے شائع کیا ہے، کہو یا محمد طیب محمدی نے شائع کیا ہے، کہو ایک ہی بات ہے۔) نے اسے پہلی بار ۲۰۰۴ء/۱۴۲۴ھ میں شائع کیا۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۹)]

اس کتاب کا نام ہے «زُبْدَةُ التَّسفير لِوَجْهِ التَّفْسِير» ہے۔ لیکن اس نام کو کئی لوگ غلط پڑھتے ہیں، جیسا کہ حکیم صاحب نے بھی اس کا نام غلط لکھ دیا ہے، بس ذرا تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔

نُخْبَةُ الأُصُول تلخيص إرشاد الفحول:

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: یہ کتاب علامہ محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ کی اصول فقہ پر مبسوط ومنفرد کتاب «إرشاد الفحول إلى علم الاصول» کی تلخیص ہے۔

۲۷ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دار ابن حزم بیروت سے پہلی بار ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔ (یہاں حکیم صاحب کو غلطی لگی ہے، یہ کتاب پہلی بار ...... کی طرف سے ہی شائع ہوئی ہے۔ محمد طیب محمدی) [(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۹)]

بيع التقسيط (عربی):

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: یہ ایک طویل مضمون مجلّہ نداء الاسلام اسلام آباد بزبان عربی شائع ہو چکا ہے۔ جس میں بیع التقسیط کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

[(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۲)]

قسطوں کی بیع:

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: ۲۰ صفحات پر مشتمل یہ «بيع التقسيط» کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں قسطوں کی بیع حرام قرار دیا ہے اور اس پر اٹھنے والے شبہات کا ازالہ ہے۔ یہ بھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی لکھا ہے۔ [(مجلّہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۲)]

تعریب ''ختم نبوت''

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کی توضیح وتشریح اور قادیانیوں کی طرف سے اجرائے نبوت کے خودساختہ دلائل کا تجزیہ کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

تعریب ''اثبات توحید''

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے پادری

عبدالحق کی کتاب التوحید فی التثلیث کی تردید میں اثبات التوحید فی ابطال التثلیث نام سے کتاب لکھی۔ اسے حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ عربی زبان میں منتقل کر دیا ہے۔

تعریب ''اسلام کی دوسری کتاب''

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: عقائد واصول فقہ سے متعلق حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی اس کتاب کا بھی حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے عربی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔

احکام ومسائل:

عموماً لوگ ملک اور بیرون ملک سے دینی راہنمائی کے لیے آپ کو خطوط لکھا کرتے تھے، آپ ہر خط کا جواب لکھتے اور اپنی جیب سے ڈاک کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حیران کن بات یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ جو بھی جواب یا فتویٰ لکھتے، اس کو دو دفعہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے، ایک نقل سائل کو روانہ کرتے اور دوسری اپنے پاس محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اور آج ان جوابات و فتاویٰ کا یہی محفوظ ذخیرہ ''احکام ومسائل'' کے نام سے مطبوعہ صورت میں لوگوں کے درمیان متداول ہے جو لوگوں کے لیے ایک بیش قیمت متاع ہے اور لکھنے والے کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔ ابھی تک تو صرف اس کی دو جلدیں چھپی ہیں، اتنا ابھی باقی ہے کہ چار چھپ جائیں، اور کمال یہ ہے کہ ہر تحریر کو دوبار لکھا، اگر کوئی تحریر زیادہ ہی بڑی ہے تو اسے فوٹو کاپی کروالیا ورنہ ہر تحریر کو دوبار ہی لکھا، اپنے پاس محفوظ ضرور رکھی۔ مالک بھنڈر صاحب کو ترتیب ہی لگانی پڑی ہے بس، ادھر ادھر جا کر اکٹھے نہیں کرنا پڑے، وگرنہ یہ معاملہ کافی مشکل پیش آتا اور ممکنات کی حدوں کو کراس کر جاتا۔

یہ جو میں نے کہا ہے کہ مالک بھنڈر صاحب کو ترتیب ہی لگانی پڑی ہے بس، یہ بس بنانے میں جو محنت مالک بھنڈر صاحب کی ہے وہ قابل تحسین اور قابل قدر ہے، یہ کام وقت، محنت، ذھانت، اور صبر کے بغیر ممکن نہیں تھا، مولانا مالک بھنڈر صاحب نے حسن کارکردگی سے ادا کیا ہے۔ جزاه الله خيرا

ملک عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں: یہ کتاب حضرت حافظ صاحب کے فتاویٰ پر مشتمل ہے اور اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری زیر طبع ہے اور چوتھی زیر ترتیب۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں: ''اس کتاب کو حافظ عبدالمنان نورپوری کے عظیم دینی شاہکار کی حیثیت حاصل

ہے۔'' [(ہفت روزہ اہلحدیث ۱۶ مارچ ۲۰۱۲)]

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی عادت تھی کہ جوں ہی کسی کا خط آیا فوراً اس کا جواب لکھا۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس قسم کا خط ہے، اور پھر خط کا صرف جواب ہی نہیں بلکہ اس کی ایک نقل باقاعدہ فائل میں محفوظ کر لیتے۔ احکام ومسائل دو جلدیں چھپ چکی ہیں اور تیسری جلد کی تیاری آخری مراحل میں ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں انہیں خطوط سے تیار شدہ ہے، اس کتاب میں بے شمار مسائل اور ان کا شرعی حل موجود ہے، بے شمار فتاویٰ جن میں بے شمار تفسیری نکات موجود ہے۔

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: تقریباً دو ہزار سوالات کے جوابات پر مشتمل اس کتاب کا تعارف بقلم حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ ''اس میں عقائد سے لے کر زندگی کے تمام معاملات تک کے مسائل شامل ہیں۔ ہر سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ یوں شرعی احکام پر مشتمل یہ کتاب رہنمائے زندگی بھی ہے اور علوم ومعارف کا خزینہ بھی، حکمت ودانش کا مرقع بھی اور اسرار وحکم کا گنجینہ بھی، فکر ونظر کا گلدستہ بھی ہے اور قدیم وجدید کا حسین امتیاز بھی۔ اس میں مفسرانہ نکتے بھی ہیں اور محدثانہ شان بھی۔ فقیہانہ استنباط وطرز استدلال بھی ہے اور متکلمانہ انداز بھی۔ عوام کے لیے بھی ایک نہایت مفید کتاب اور علما وطلبا دینیہ کے لیے بھی گوہر نایاب۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایک خاص اور نہایت محنتی شاگرد مکرم (مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ) نے فقہی ترتیب پر ان خطوط اور ان کے جوابات کو جمع کرنے کا فریضہ انجام دیا اور جناب محمد مسعود لون (ایڈووکیٹ) کے المکتبۃ الکریمیۃ گوجرانوالہ نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ پہلی جلد کی ضخامت ۶۳۲ صفحات اور طبع اول ۱۴۲۲ھ ہے۔ بعد ازاں یہ محترم حافظ صلاح الدین صاحب یوسف کی نظر ثانی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ دوسری جلد پہلی بار ۱۴۲۷ھ میں ۸۶۴ صفحات پر شائع ہوئی۔ تیسری جلد زیر ترتیب ہے۔ [(مجلہ المکرم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۷)]

یہ احکام ومسائل کے متعلق ساتھیوں کے نظریات اور خیالات ہیں، ورنہ حافظ صاحب اپنے اور اپنی کتاب کے متعلق کسی بھی قسم کی تعریف کو پسند نہیں کرتے تھے، احکام ومسائل کے ناشر، بھائی سیف اللہ صاحب کو بھی حافظ صاحب کہا کرتے تھے آپ کتاب طبع کریں، کسی سے تعریفی کلمات لکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سیف اللہ صاحب نے جب حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کو احکام ومسائل کے

متعلق کچھ لکھنے کے لیے کہا تو انھوں نے بھی یہ کہا آپ پہلے حافظ صاحب سے پوچھ لیں وہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ ناشر حضرات ان لوگوں سے تبصرہ لکھواتے ہیں جن کا نام مارکیٹ میں کسی بھی لحاظ سے چلتا ہو، کوئی مصنف، رائٹر اگر تاریخ میں مشہور ہے تو ناشر حضرات اس سے حدیث یا اصول حدیث یا کسی شیخ الحدیث کے فتاوی کی تقریظ بھی لکھانی شروع کر دیتے ہیں، جب کہ اس مورخ کا یہ میدان نہیں ہوتا۔ بس ان ناشرین کو تو شہرت سے غرض ہوتی ہے، کسی کا نام مشہور ہے اس سے تقریظ یا تقدیم یا مقدمہ وغیرہ لکھالو اور پھر کتاب کے ٹائٹل پر اس کا نام لکھ دو: تقدیم از عالم بے بدل، محقق شہیر، اس طرح کتاب خوب بکے گی۔ ہر طرف یہی حال ہے، اسٹیج کی دنیا میں بھی جو مشہور ہو گیا ہے، خواہ نعتیں پڑھتا مشہور ہوا یا نقلیں اتارتا مشہور ہوا ہے۔ بس جو مشہور ہو گیا ہے، تقریب بخاری میں بھی اسے بلاؤ، علمی تحقیقی پروگرام کا انعقاد کر کے اسی کو بلاؤ تاکہ رونق تو بنے۔ یہ ہمارا حال ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ علم ختم ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم کیوں کہتے ہو کہ علم ختم ہو گیا ہے تم یہی کہا کرو بڑی رونق تھی رونق ہونی چاہیے بس۔ حافظ صاحب ایسی چیزوں سے بچتے تھے۔

احکام ومسائل میں منہج:

حافظ صاحب اکثر یہ کہا کرتے تھے: فقہ دین کو سمجھنے کا نام ہے نہ کہ دین بنانے کا۔ ''فقہ'' دین فہمی کا نام ہے، دین سازی کا نام نہیں۔ اس لیے حافظ صاحب نے اپنے احکام ومسائل میں دین سازی نہیں کی، بلکہ مسائل کو شرعی دلائل سے مزین کیا ہے۔ ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث سے دلیل پیش کی ہے۔

بعض لوگ محض عقل ورائے کے زور پر قیاس واجتہاد کے نام پر فقہ وعقائد میں نئے نئے مسائل تراشتے اور فرضی باتیں گھڑتے رہتے ہیں۔ عامۃ الناس ایسے لوگوں کو بہت بڑے اصحاب علم وفضل خیال کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ اس غلطی کے ازالہ کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات نوٹ فرمائیں۔

«لیس الفضل بکثرة الاجتهاد و لکن بالهدی والسداد کما جآء فی الأثر ما ازداد مبتدع اجتهادًا إلا ازداد من الله بعدًا».

''فضیلت کا سبب کثرت اجتہاد نہیں بلکہ ہدایت اور اس پر استقامت ہے، جیسا کہ ایک اثر میں

آیا ہے کہ بدعتی جتنا اجتہاد کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔'' [(فتاویٰ، ج،۵/ص،۲۵۲)]

دوسرے لفظوں میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہنا یہ چاہتے ہیں کسی عالم کے لیے یہ بات تعریف و فضیلت کا سبب نہیں کہ وہ زیادہ اجتہاد کرے بلکہ اس کے لیے قابل تعریف اور باعث فضیلت بات یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے مطابق اور صحیح اجتہاد کرے۔حافظ صاحب کے احکام ومسائل میں یہی چیز آپ کو ملے گی ،یعنی اس میں قرآن وحدیث کے مطابق اور صحیح اجتہاد موجود ہے۔

سفرنامہ نورستان:

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اواخر شوال سے نصف شعبان ۱۴۰۴ھ تک نورستان (افغانستان) کا سفر کیا۔مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی اور حکیم محمد اشفاق نورپوری اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

یہ چند اوراق پر مشتمل سفرنامہ اسی سفر کی روداد پر مبنی ہے۔ یہ ماہنامہ محدث کے کسی شمارے میں چھپا تھا۔جس کا نمبر اب مجھے یاد نہیں ہے۔[(مجلّہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ ۲۳۶)]

حافظ صاحب کا یہ سفرنامہ اس کتاب کے صفحہ نمبر...... پر ملاحظہ فرمائیں۔

مراۃ البخاری:

ہر سال صحیح بخاری شروع کرنے سے قبل ابتدائی چیزیں لکھاتے تھے۔جس میں تین چیزوں پر سیر حاصل بحث فرماتے۔حافظ صاحب رحمہ اللہ اس کا آغاز یوں کرتے تھے۔صحیح بخاری کو علیٰ وجہ البصیرت شروع کرنے سے پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔علم حدیث ۲۔امام بخاری ۳۔کتاب بخاری

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپؒ نے جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پہلی دفعہ صحیح بخاری پڑھائی تھی تو آپؒ نے دو ماہ تک علم الحدیث، امام بخاری اور صحیح بخاری کے متعلق ایک مبسوط مقدمہ زبانی املاء کرایا تھا، وہ ایک ایسا جامع نافع مقدمہ ہے جو کہ صحیح بخاری کو علیٰ وجہ البصیرہ شروع کرنے سے پہلے از حد ضروری ہے، اور یہ سارا مقدمہ وتمہید آپؒ کے ایک شاگرد مولانا یونس عتیق صاحب خطیب جامع مسجد اقصیٰ اللہ آباد وزیر آبادی حفظہ اللہ نے قلم بند کرکے محفوظ

کر کے اپنے پاس رکھا ہوا تھا اور یہ مقدمہ صحیح بخاری مولانا محمد طیب محمدی مدرس جامعہ شمس الہدیٰ ڈسکہ کی نظر ثانی اور حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان نورپوریؒ کی نظر ثالث کے ساتھ مرآۃ البخاری کے نام سے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل مطبوع ہے۔ آپؒ نے اس مقدمہ میں علم الحدیث کے سلسلے میں منکرین حدیث کی طرف سے پیش کیے جانے والے دس شبہات کا علمی رد بھی کیا ہے، کتاب کے مسائل کو ایسی بے نظیر ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے جو عام دیگر کتب میں کم ہی پائی جاتی ہے۔

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: ہر سال حافظ صاحب رحمہ اللہ صحیح بخاری شریف کا سبق شروع کرنے سے قبل علمِ حدیث، کتاب بخاری اور امام بخاری سے متعلق طلاّب کو مفید اور قیمتی معلومات املاء کرواتے یہ انھی معلومات کا مجموعہ ہے، جسے حافظ صاحب کے ایک شاگرد مولانا محمد یونس عتیق حفظہ اللہ وزیرآبادی نے ایڈٹ کیا اور اس کی تخریج کر کے حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کی ۲۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار ۱۹۹۹ء میں مولانا محمد طیب محمدی (مدرس جامع شمس الہدیٰ، ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) کی کوشش سے منصۂ شہود پر آئی۔ [(مجلہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۸)]

فصل الخطاب في تفسير فاتحةِ الكتاب:

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ روزانہ سرفراز کالونی سے شہر پہنچتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۹۸ء سے تا دم واپسیں جاری رہا۔ یہ کتاب انہیں دروس پر مشتمل ہے، جسے آپ کے لائق شاگرد قاری ولی خان مردانی (مدرس جامعہ سلفیہ اسلام آباد) نے آڈیو کیسٹ سے قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی یہ عظیم الشان تفسیر ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار ۱۴۲۴ھ میں مولانا محمد طیب محمدی نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

[(مجلہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۸)]

حکیم صاحب نے فرمایا ہے: مولانا محمد طیب محمدی نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حکیم صاحب بہت اچھے آدمی ہیں، ان کو اتنا ہی علم ہوگا جتنا کہ انھوں نے لکھ دیا ہے۔ جبکہ اصل حقیقت اس طرح ہے: آڈیو کیسٹ سے قرطاس پر منتقل کرنے والے قاری صاحب کا نام گل ولی ہے، قاری ولی خان نہیں۔ اور انھوں نے قرطاس پر منتقل ہی فرمایا ہے، اس کے بعد اس منتقل شدہ اوراق کو انھوں نے دیکھا بھی نہیں، میں نے وہ اوراق ایک ایک کر کے سیٹ کیے پھر انہیں پڑھا، پھر ان پر آیات کے نمبر لگائے، پھر

ان کی پیرا گرافی کی، پھر ان پر سرخیاں لگائیں، پھر کمپوزنگ کروائی، پھر پروف ریڈنگ کی، اغلاط کی اصلاح کے بعد پھر پروف ریڈنگ کی، پھر کہیں جا کر طباعت کے مرحلے کو پہنچی۔ بہر حال میں نے کچھ بھی نہیں کیا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا ہے۔ اس کتاب کا یہ نام بھی میرا ہی منتخب کردہ ہے۔

خطبات نور پوری:

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: مسائل جنازہ سے متعلق حضرت حافظ صاحب کے چالیس خطبات کا مجموعہ ہے۔ اسے کیسٹ کی مدد سے مولانا محمد طیب محمدی نے سپردِ قرطاس کیا ہے۔ اس میں جنازے سے متعلق بدعات، رسومات وخرافات، بعد از وفات غسل، کفن، جنازہ کی نماز، قبر، دفن، دعا اور ایصال ثواب تک کے مسائل نہایت شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ''دارالحسنیٰ'' گوجرانوالہ سے شائع ہو چکی ہے۔ [(مجلّہ المکرّم 'اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۹)]

حافظ صاحب نے جامع مسجد محمدیہ چوک اہل حدیث میں خطبہ جمعہ میں جنازے کے مسائل بیان کرنا شروع کیے تو مجھے کسی ساتھی نے بتایا حافظ صاحب جمعہ میں جنازے کے مسائل بیان کرتے ہیں، ایسے مسئلے میں نے کبھی نہیں سنے، آپ وہ ضرور لکھیں۔ چنانچہ میں نے حافظ صاحب کے خطبات لکھنے شروع کر دیے۔ کسی بھی جمعہ کی کیسٹ ضائع نہ ہونے دی تمام کیسٹیں مجھے دستیاب ہو گئیں۔ کیسٹوں کے حصول میں مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ میں سے ایک صاحب نے کیسٹوں پر سخت پابندی لگائی ہوئی تھی کہ نہ کوئی دوسرا آدمی خطبہ ریکارڈ کر سکتا ہے اور نہ ہی ہماری کیسٹ کسی کو مل سکتی ہے۔ بہر حال ہم تو اچھا گمان ہی رکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ کام کسی نیک مقصد کے لیے کیا ہوگا۔

خطبات جمعہ میں جب جنازے کے مسائل مکمل ہوئے تو میں نے تقریباً اس وقت تمام خطبات لکھ بھی لیے تھے، پھر میں نے ان کی کمپوزنگ کروائی پھر ان کی تخریج کی۔ اور نظر ثانی کے لیے حافظ صاحب کو دیے حافظ صاحب دیکھ کر کہنے لگے پورے چالیس جمع ہو گئے ہیں؟ میں نے کہا دیکھ لیں، ہر جمعہ الگ لکھا ہے، حافظ صاحب نے نظر ثانی کی اور بڑے خوش ہوئے کہ آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ میں نے کہا اصل کام اور محنت تو آپ نے کی ہے پھر مجھ پر شفقت بھی کی ہے کہ آپ نظر ثانی فرما رہے ہیں۔ اگر یہ خطبات مرتب نہ ہوتے تو شاید کسی کو یقین ہی نہ ہوتا کہ صرف جنازے کے مسائل پر

چالیس خطبات بیان ہوئے ہیں۔ اور پھر متعجب ہو کر کہنے لگے: چالیس خطبات ہو گئے ہیں؟ میں نے کہا: حافظ صاحب ہر خطبہ کی تاریخ لکھی ہے اور ہر خطبہ الگ الگ ہے دیکھ لیں پورے چالیس ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا حافظ صاحب نظر ثانی عام روایتی انداز کی نہیں کرتے تھے کہ سرسری دیکھا اور تعریفی کلمات لکھ دیئے۔ بلکہ حافظ صاحب مکمل کتاب حرف بحرف پڑھتے، اور جہاں کوئی غلطی ہوتی اس کی ضرور نشاندہی کرتے تھے خواہ ساری کتاب غلطیوں کا پلندہ ہی کیوں نہ ہو۔

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: مرکز التربیۃ الاسلامیہ میں شیخ اثری حفظہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ کسی ساتھی نے شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی تازہ طبع ہونے والی کتاب خطبات نورپوری (جو ساری نماز جنازہ کے موضوع پر تھی) شیخ اثری حفظہ اللہ کو دکھائی تو اثری صاحب نے دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ ماشاء اللہ بہت اچھی قیمتی کتاب ہے، حافظ صاحب نے منبر پر اسے زبانی بیان کیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں نے استاد گرامی حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ جیسا قوی الحافظہ کوئی نہیں دیکھا ان کے حافظے کی جھلک مجھے شیخ نورپوری میں نظر آتی ہے، سبحان اللہ۔

اس کتاب میں کئی ایسی چیزیں آپ کو ملے گیں جن کا ہم بالکل خیال نہیں رکھتے، ان میں بطور نمونہ کے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: مردہ کو قبر میں پہلو کے بل لٹانا مسنون ہے، جس طرح آدمی کا قبلہ رخ ہو کر پہلو کے بل لیٹنا مسنون ہے اسی طرح مردے کو قبر میں لٹانا مسنون عمل ہے۔

اس کتاب میں آپ کو کئی نادر تحقیقات بھی ملیں گی، اس کی ایک مثال تو وہ ہے جسے مولانا عظیم حاصل پوری صاحب نے اپنے مضمون میں بیان بھی فرمایا ہے:

اس موضوع (چھوٹے بچے کی نماز جنازہ) پر حافظ صاحب نے مفصل بیان بھی فرمایا ہے (خطبات نورپوری میں) جس کا ایک اقتباس میں آپ کی نظر کرتا ہوں تاکہ مسئلہ بھی واضح ہو جائے۔

"بچے کو غسل اور کفن بھی اسی طرح دیا جائے گا جس طرح بڑے کو غسل اور کفن دیا جاتا ہے۔ جس طرح بڑی میت کو قبرستان میں قبر کھود کر دفن کیا جاتا ہے اسی طرح بچے کو بھی قبرستان میں قبر کھود کر دفنایا جائے گا۔ البتہ جو بچہ فوت شدہ پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ اگر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو ثواب ہے بہتر ہے اگر نہ پڑھی جائے بغیر پڑھے دفن کر دیا جائے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ ترمذی میں موجود ہے:

«وَالصَّبِيُّ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ حَتَّى يَسْتَهِلَّ» [ترمذی (۱۰۳۲)]

بچہ چیخ مارے تو پھر اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے گا اور اگر چیخ نہیں مارتا دوسرے لفظوں میں یہ سمجھو کہ وہ مردہ ہی پیدا ہوا ہے' پھر اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ دوسری حدیث ہے یہ بھی ترمذی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ».

''فوت شدہ بچے کا جنازہ پڑھا جائے۔''

[ابوداود(۳۱۸۰)و ترمذی(۱۰۳۱)]

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر مطلب یہ نکلتا ہے کہ فوت شدہ بچے کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ پڑھ لو گے تو اجر اور ثواب ہے۔ اگر نماز جنازہ کے بغیر بھی دفنا دیا جائے تو درست ہے۔ اہل اسلام گناہ گار نہیں ہوں گے۔ محدث دوراں' فقیہ زماں' شیخ البانی رحمہ اللہ نے جنازہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ بڑی جامع کتاب ہے۔ صحیح صحیح روایات اس میں انہوں نے درج کی ہیں' اس کا نام ہے «احکام الجنائز»۔ مفصل بھی ہے اور اس کا خلاصہ بھی انہوں نے خود نکالا ہے۔ اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے۔ کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ جبکہ ان کی عمر ۱۸ ماہ کے قریب تھی۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر ہی ان کو دفنا دیا تھا۔ [ابوداود(۳۱۸۷)] اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر بچہ سال یا چھ ماہ کا ہے تو اس کو نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر دفنا دیا جائے تو کوئی حرج اور گناہ والی بات نہیں۔''

خطبات نورپوری نمبر ۲:

حافظ صاحب نے مختلف عنوانات پر جو خطبات ارشاد فرمائے میں نے وہ خطبات کیسٹ سے سن کر صفحہ قرطاس پر منتقل کیے، پھر ان کی تخریج، تبویب، ترتیب لگائی، پھر آپ بھائیوں تک اسے کتابی شکل میں پیش کیا۔ یہ کتاب ۳۱ درج ذیل مختلف عنوانات و خطبات پر مشتمل ہے:

۱۔ فرضیت وفضیلت خطبہ جمعہ	۲۔ قیامت کے دن چھ گروہ
۳۔ ایمان دار بننے کے لیے گیارہ چیزیں	۴۔ اہل کفر کے دو گروہ
۵۔ حقیقی غلبہ اور عزت مسلمانوں کا ہی ہے	۶۔ توبہ واستغفار

۷۔توبہ کی آٹھ شرائط
۸۔ظلم وزیادتی سے توبہ
۹۔دورِ جاہلیت میں عورتوں پر ظلم
۱۰۔ورثاء کے حصے
۱۱۔حقوق الوالدین
۱۲۔حقوق الوالدین (دوسرا خطبہ)
۱۳۔اِسراء ومعراج (تین جمعے: پہلا قرآن مجید کی روشنی میں)
۱۴۔روزوں کی ترغیب
۱۵۔روزے کا مقصد
۱۶۔فرضیت زکوٰۃ
۱۷۔قربانی کی قبولیت کی شرائط
۱۸۔دُعاء
۱۹۔حرمت والے مہینے
۲۰۔شانِ صحابہ
۲۱۔ردّ عید میلاد النبی ﷺ
۲۲۔علم کی فضیلت
۲۳۔حصول علم کے لئے دور دراز کا سفر
۲۴۔علم کی فضیلت (دوسرا خطبہ)
۲۵۔اخلاص
۲۶۔ہمیشہ سچ بولو، کبھی جھوٹ نہ بولو
۲۷۔رزقِ حلال
۲۸۔ساری عمر گناہ اور مرتے وقت توبہ، ایسی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

ان میں سے کئی خطبات تین اقساط میں ہیں۔

مقالات نورپوری:

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب ﷾ فرماتے ہیں: مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں سالہا سال سے ایک سلسلہ جاری تھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ماہ ایک علمی مجلس کا انعقاد کرتے تھے جس میں شہر کا کوئی ایک عالم دین کسی موضوع پر مقالہ پیش کرتا پھر حاضرین مجلس کو اجازت ہوتی کہ وہ موضوع کے متعلق سوالات کریں اور فاضل مقالہ نگاران کے جواب دیتے آخر میں اگر ضرورت محسوس ہوتی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر اپنا فاضلانہ تبصرہ بیان کرتے یہ سلسلہ بہت ہی مفید تھا ایک تو علما کرام کو مختلف مسائل پر بہت سی معلومات حاصل ہو جاتیں اور دوسرا ہر ماہ آپس میں ملاقات ہوتی جو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی کا بھی سبب بنتی اور باہمی تعارف بھی رہتا۔ اب تو شاید اس نفسا نفسی (نفسی نفسی) کے دور میں یہ سلسلہ بھی منقطع

ہو چکا ہے اور شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ کوئی صاحب علم دوسرے کے علمی تفوق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں یوں تو یہ سلسلہ ہر شہر میں جاری ہونا چاہیے لیکن کم از کم گوجرانوالہ کے علما کرام کو عموماً اور مشائخ عظام کو خصوصاً اس طرف توجہ دینی چاہیے اور اپنے اسلاف کی روایات کو جاری و ساری رکھنا چاہیے۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی شاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ ۳۷)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپؒ تقریر بھی ایسی مرتب و مدلل اور پُر مغز کیا کرتے تھے کہ سننے والے کے دل میں ایک خاص اثر کرتی تھی، آپؒ کی آواز بھی جلالی ہوتی تھی کا نہ منذر جیش والا منظر دکھائی دیتا تھا اور مخالفین واہلِ رائے کے شبہات کے اس طرح پرخچے اڑا دیا کرتے تھے کہ سننے والا بالکل مطمئن ہو جاتا، کوئی تشنگی محسوس نہیں کرتا تھا، اب الحمدللہ آپؒ کی کافی تحریریں موجود ہیں، آپؒ کے مقالات بھی مطبوع ہیں، مکالمات بھی چھپے ہوئے ہیں

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں: حافظ صاحب ہر ماہ کسی جمعہ کو عصر کے بعد شہر والی مسجد میں درس دیتے تھے جنہیں مولانا محمد طیب محمدی بڑی عرق ریزی سے قرطاس پر منتقل کر لیتے تھے۔ آیات واحادیث کی تخریج کے بعد انہیں شائع کرتے تھے۔ ایسے ایک کتاب مقالات نورپوری وجود میں آئی۔ مقالہ جات کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ ایمان کی حقیقت	۲۔ سود کی حرمت
۳۔ اطاعت رسول اللہ ﷺ	۴۔ اتفاق امت
۵۔ ائمہ اربعہ	۶۔ مسائل قربانی
۷۔ داڑھی	۸۔ تعداد رکعات
۹۔ قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟	۱۰۔ ضعیف روایات
۱۱۔ قسطوں کی بیع	۱۲۔ خطبہ (منگنی)
۱۳۔ نکاح میں ولی کی حیثیت	۱۴۔ شادی
۱۵۔ ازدواجی زندگی	۱۶۔ عقیقہ
۱۷۔ حجیت حدیث	

پہلے ایڈیشن میں مذکورہ بالا عنوانات میں سے پہلے دس اور دوسرے ایڈیشن میں مذکورہ ترتیب کے

ساتھ سترہ مقالے شائع ہوئے۔ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا یا نہیں؟ اس میں کچھ اضافہ ہوا یا نہیں؟ یہ مجھے علم نہیں۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۲۴۷)]

ان کے علاوہ تین مقالے اور ہیں جو حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ میں بیان کیے ہیں لیکن وہ ابھی تک طبع نہیں ہو سکے۔ ۱۔جھوٹ، ۲۔ جادو، ۳۔طلاق۔

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری نے اپنے مضمون میں ان مقالات کی مختصر وضاحت فرمائی ہے، جو قارئین کی لیے حاضر خدمت ہے۔

داڑھی:

۵۰ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں داڑھی کی فرضیت کے دلائل اس کو کٹوانے اور منڈوانے والوں کے دلائل اور ان کا رد قرآن وسنت کی روشنی میں مکتوب ہے۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ:

۵۴ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے حالات، خدمات اور عقائد کا ذکر ہے اور یہ کہ کسی امام نے اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ یہ باتیں اس میں بالتفصیل درج ہیں۔

اتفاق امت:

۴۰ صفحات کے اس رسالے میں افتراقِ امت کے اسباب، اتفاق واتحاد کا طریق کار اور اس کے فوائد وثمرات کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

ضعیف روایات:

۴۰ صفحات پر محتوی اس مطبوعہ رسالے میں ضعیف روایات کی پرکھ کا طریقہ، ان کا حکم، حجیت حدیث اور کتابت حدیث پر بحث ہے اور عقلی ونقلی دلائل کی رو سے ثابت کیا گیا ہے کہ ضعیف روایات فضائل اعمال میں بھی منقول نہیں ہیں۔

نکاح میں ولی کی حیثیت:

۴۰ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص علمی انداز میں نکاح میں ولی کی

حیثیت کو قرآن وسنت کے دلائل سے واضح کیا ہے۔ اپنے موضوع پر یہ لاجواب رسالہ قابل مطالعہ ہے۔

سود کی حرمت:

۳۶ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں سود سے متعلق آیات قرآنی، دوسرے حصے میں احادیث مبارکہ، تیسرے حصے میں سود کی اقسام اوران کی حرمت کے دلائل اور چوتھے حصے میں سود کے مجوزین اور معترضین کے دلائل اوران کا رد پیش کیا گیا ہے۔

مسائلِ قربانی:

۳۴ صفحات کے اس رسالے میں قربانی کے لیے مستعمل الفاظ کی وضاحت، قربانی کی فضیلت، اس کی شرعی حیثیت، اس کے جانور کی کیفیت وشراکت کے مسائل، قربانی کے وقت کی ابتداء اور انتہا اور گوشت کی تقسیم کا طریق کار مندرج ہے۔

تعداد رکعات:

۳۲ صفحات کے اس رسالے میں نماز کی فضیلت واہمیت اور فرض نمازوں کی رکعات کی مکمل تعداد (سنن ونوافل سمیت) احادیث کی روشنی میں بالتفصیل مذکور ہے۔

ایمان کی حقیقت

۳۲ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں ایمان کی شرعی ولغوی وضاحت، ایمان کی شرائط اور علامات المؤمنین قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔

اطاعتِ رسول

۳۰ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں لفظ رسول کی وضاحت، نبی اور رسول کے مابین فرق، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اتباع کا حکم قرآن وسنت کی روشنی میں اوراس کی اہمیت ووجوہات لکھی گئی ہیں۔

شادی

۲۶ صفحات کے اس رسالے میں قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ شادی کے مروجہ رسوم ورواج

کی خوب تردید کی ہے۔

ازدواجی زندگی

۲۵ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں ازدواجی زندگی کی اہمیت اور مجرد پن کی تردید قرآن و سنت کی روشنی میں مذکور ہیں۔

قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟

۲۲ صفحات پر محتوی یہ رسالہ ابو اویس نامی ایک شخص کے سوال کے جواب میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ موضوع نام سے عیاں ہے۔

قسطوں کی بیع

۲۰ صفحات پر مشتمل یہ ''بیع التقسیط'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں قسطوں کی بیع حرام قرار دیا ہے اور اس پر اٹھنے والے شبہات کا ازالہ ہے۔ یہ بھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی لکھا ہے۔

عقیقہ

۲۰ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں عقیقہ کے لغوی معانی، تحنیک کا طریقہ، مولود کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ، بچوں کے نام رکھنا، کان میں اذان کہنا، نام رکھنا، عقیقے کی فرضیت، عقیقے کے جانور، اس کی تاریخ اور وقت اور دیگر مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔

خطبہ (منگنی)

۱۵ صفحاتی اس مطبوعہ رسالے میں حافظ صاحب نے منگنی کی تاریخی اور شرعی حیثیت بیان کی ہے اور اس کے رسوم ورواج کی بیخ کنی ہے۔

حجیت حدیث

۲۰ صفحات پر مشتمل اس رسالے میں حافظ صاحب نے منکرین حدیث کے چند بنیادی اعتراضات اور شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

حج وعمرہ

۱۰۶ صفحات (پاکٹ سائز) پر مشتمل اس کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں حج وعمرہ کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اسے پہلی بار مولانا محمد طیب محمدی نے شائع کیا۔[(مجلہ المکرّم اشاعت خاص نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۲)]

ادائے سنت بعد از فرض قبل از طلوعِ آفتاب

موضوع نام سے عیاں ہے۔ جس کے اثبات کے لیے یہ تحریر کی گئی۔ مگر افسوس کہ اس کا مسودہ گم ہو گیا۔

خدا کی معرفت

ملک چین کے ایک دھریے کے سوالات، جو حافظ صاحب کو جناب عطاء الرحمٰن بن محمد اعظم، گوجرانوالہ نے دیے تھے، کے جوابات میں لکھا گیا ہے۔ یہ احکام و مسائل جلد نمبر ۱ میں ۴۸ تا ۸۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے بھی علیحدہ شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

إِجَادَةُ الْقُرىٰ لإثبات الجمعة في القرىٰ

یہ کتاب دیہاتوں میں جمعہ کی فرضیت کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اس کا مسودہ حافظ صاحب رحمہ اللہ سے قاری محمد ابراہیم صاحب لے گئے اور ان سے یہ مسودہ گم ہو گیا ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون مگر اس کے بعض مسائل "احکام و مسائل میں چھپ چکے ہیں۔

باب نمبر ۲۱

کامیاب مناظر

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپؒ کے کئی ایک تقریری مناظرے بھی ہیں خاص کر جو عالمِ شباب میں واقع ہوئے ہیں، اور آپؒ کی تقاریر جو اہلِ تقلید وغیرہ کے ردّ میں ہیں انہیں دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علمی شخصیت کو کس قدر علمی قابلیت سے نوازہ ہوا ہے ع۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ قلعہ دیدار سنگھ میں جلسہ تھا، علما تشریف لائے ہوئے تھے، اس جلسہ میں شہر گوجرانوالہ کے مشہور عالمِ دین مولانا اعظم صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ بھی خطاب کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، قاری عبدالحفیظ صاحب فیصل آبادی بھی مدعوّ تھے، جلسہ کا موضوع تھا رفع الیدین اور قراءۃ خلف الامام وغیرہ، حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب سنن کبریٰ بیہقی کے پرانے نسخے کی ایک جلد بھی ساتھ لے کر آئے ہوئے تھے، انہوں نے کتاب کھول کر سامعین کے سامنے کی تھی جس طرح آج کل سیڈیز میں مناظرین کتاب سامنے کر دیتے ہیں، تاکہ سامعین بھی متدل عبارت دیکھ لیں۔ قاری عبدالحفیظ صاحب نے عالمِ شباب میں اپنے مخصوص ترنم والے انداز میں قراءۃ خلف الامام کا مسئلہ بیان کیا تھا، ادھر اہلِ تقلید کے حنفی مقلّد مولوی قاضی عصمت اللہ دیوبندی اپنی مسجد سے بار بار رقعہ بھیج رہے تھے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث تو امام اور منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی دلیل پیش کرو، ہر خطیب یا عالم نے اپنے رواجی انداز میں جواب تو دیا تھا لیکن اہلِ تقلید مطمئن نہیں ہو رہے تھے، آخر کار ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوریؒ کھڑے ہوئے انہوں نے نہایت علمی انداز اور حقیقت پر مبنی اور حنفی مذہب کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی

پُرجوش تقریر ارشاد فرمائی کہ اہل تقلید پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا تھا، حتی کہ ان میں دوبارہ رقعہ لکھنے کی ہمت ہی نہ رہی۔ اہل حدیث علما و سامعین بھی آپؒ کی علمیت پر حیران رہ گئے تھے۔ بہت متاثر ہوئے تھے حتی کہ مولانا محمد اعظم صاحب نے جو کہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے آپؒ کی تحقیقی و علمی تقریر کے دوران ایک نعرہ تکبیر بلند کیا جو کہ آپؒ کے پاس ہی محراب میں تشریف رکھے ہوئے تھے، آپؒ نے انہیں بھی اپنے جلالی لہجہ سے خاموش کرا دیا، کیونکہ آپؒ تقریر کے دوران نعرہ لگانے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اور انصات ہی کے قائل تھے، اس وقت آپؒ اور مولانا اعظم صاحبؒ دونوں کا عالم شباب تھا، آپؒ کی یہ علمی و تحقیقی تقریر سن کر مولانا خالد گرجاکھی صاحبؒ نے بھی آپؒ کی علمی شان میں غیبی طور پر تعریفی کلمات کہے تھے، آپؒ کی اس علمی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

حنفی مذہب یعنی امام ابوحنیفہ کا مذہب کہ جس کی تقلید کرنے کا موجودہ دور کے احناف دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی طرف بڑی شد و مد سے دن رات عام دعوت دے رہے ہیں، قراءۃ خلف الامام والے مسئلہ میں اگر اس حنفی مذہب پر عمل کیا جائے تو صحیح بخاری (ج۱ص:۱۰۴) میں وارد رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک: «لا صلوٰة لمن یقرأ بفاتحة الکتاب» بالکل مہمل اور متروک ہو کر رہ جاتا ہے وہ اس طرح کہ اس فرمانِ نبوی کا مدعیٰ و مقتضی یہ ہے کہ کوئی سی نماز بھی سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی خواہ وہ نماز امام کی ہو یا اکیلے کی یا مقتدی کی، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام اور اکیلا نمازی قرآن مجید سے کسی سورۃ سے کوئی ایک ہی آیت پڑھ لے تو اس کی قرأت کا فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ سورت فاتحہ سے ایک لفظ بھی نہ پڑھے۔

یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام اور اکیلے نمازی کے لیے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ اولین ص۸۱ کتاب الصلوٰۃ فصل فی القراءۃ میں لکھا ہوا ہے:

«وَاَدْنٰی مَا یُجْزِیُٔ من القرأة فی الصلوٰة اٰیة عندابی حنیفة».

''نماز میں اگر کم از کم ایک آیت ہی پڑھ لی جائے تو کفایت کر جاتی ہے۔''

اور یہ بھی چار رکعتی نماز میں سے پہلی دو رکعتوں میں ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں اگر ایک آیت بھی نہ پڑھیں تو بھی کافی ہے، خاموش رہیں یا سبحان اللہ کہہ لیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافی ہے۔

[(دیکھئے: موطا امام محمد، ص:۱۰۱)]

لیکن مقتدی کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے کسی رکعت میں بھی کچھ نہ پڑھے۔[(موطا امام محمد ص: ۹۶)]

دیکھئے نمازی مقتدی ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ نماز میں کچھ نہ پڑھے۔

اور نمازی امام ہو یا اکیلا ہو وہ بھی اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ کسی سورۃ کی کوئی ایک آیت ہی پڑھ لے تو اس کی قرأت والا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: «لاصلوٰة لمن یقرأ بفاتحة الكتاب» یعنی نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورہ فاتحہ، کون سے نمازی کی کون سی نماز کے متعلق ہے؟

اب ایک طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز کے اندر معین طور پر سات آیات (یعنی سورہ فاتحہ) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اور ایک طرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نماز کے اندر غیر معین طور پر قرآن مجید سے کسی بھی جگہ سے صرف ایک آیت فرض ہے۔ (اور وہ بھی صرف امام اور منفرد کے لئے)

اب ہمارے حنفی بھائیوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اس صورت میں انہیں کون سی راہ اختیار کرنا ہے؟

اگر وہ معین طور پر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کریں اور نماز میں سات آیات (یعنی سورۃ فاتحہ) پڑھنے کے قائل ہو جائیں، اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیں تو ان کے امام کا قول ان سے چھوٹ جاتا ہے ان کی تقلید متروک ہو جاتی ہے۔

اور اگر وہ اپنے امام کے پیچھے لگ کر نماز میں غیر معین طور پر صرف ایک آیت کی فرضیت کے قائل ہوں اور وہ واقعی اس کے قائل وعامل بھی ہیں تو اس سے ان کے امام کی تقلید تو قائم رہتی ہے لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک تو ترک کرنا پڑے گا، وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اب ایمان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کو ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ یا کسی اور امام کا قول چھوٹتا ہے تو بے شک چھوٹے اس کی پرواہ نہ کی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں واجب الطاعہ ہیں، اور امام ابوحنیفہ تو خالی پیغمبر بھی نہیں ہیں، پھر امام

ابوحنیفہ کے پاس تو اجتہادی خطاً والا عذر موجود ہے، اوران کی خطا میں ان کی تقلید کرنے والے تو اس عذر سے خالی ہیں، غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان پڑھ سن کر صرف امام کی تقلید کی آڑ میں اس فرمان نبوی کو نہ ماننا کہاں کا انصاف ہے؟ کل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟

پھر جب قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا کوئی شخص ان اہل تقلید کے سامنے یہ حدیث کہ جس سے علی العموم سورۃ فاتحہ کی پڑھنے کی فرضیت نکلتی ہے یعنی لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب پیش کرتا ہے تو وہ فوراً یہ کہہ کر اس حدیث کو رد کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث امام اور اکیلے نمازی کے لیے ہے یہ مقتدی کے لیے نہیں ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے حنفی مذہب میں یہ حدیث کسی کے لیے بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث تو قراۃ الفاتحہ کو فرض قرار دے رہی ہے اور ان کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا کسی نمازی پر بھی فرض نہیں ہے۔

یہ لوگ اپنے مذہب سے بھی بے خبر ہوتے ہیں یا پھر دفع الوقتی سے کام لیتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ انتہیٰ ملخص ما قال شیخنا رحمہ اللہ .

اسی عنوان پر حافظ عبد السلام بھٹوی صاحب کا نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مفتی محمد عیسیٰ ومفتی عبدالشکور صاحبان سے تحریری مناظرہ بھی ہوا، جسے مکالمات نورپوری کے آخر میں مَیں نے شائع کیا ہے۔ اس کی ابتدا میں حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے تعارف کے عنوان پر ایک مضمون لکھا ہے، جو اس تقریر سے ملتا جلتا ہے، حافظ صاحب کے ہاتھوں کی تحریر پڑھ کر محظوظ ہوں:

برادران اسلام! آپ جانتے ہیں مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج آئے دن وسیع تر ہوتی جارہی ہے جس سے کئی ایک سادہ لوح بے دلی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہمت وجرأت کے ساتھ اس اختلاف سے حقیقت کی تلاش کی بجائے یقین وایمان سے ہی برگشتہ ہو بیٹھتے ہیں جب کہ مالی' اقتصادی اور سیاسی امور میں بے حد وحساب اختلاف کے باوجود وہ ان امور میں سے کسی چیز سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں حالانکہ اختلافی امور کو حل کرنے کا لائحہ عمل خود اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْأٰخِرِ﴾. [النساء/ ٤:٥٩]

''پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹاؤ طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو

اللہ پر اور قیامت کے دن پر"۔

اہل انصاف وخرد کو اس اصول کی روشنی میں اختلاف کے مواقع میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی وہ ہمیشہ ہر قول کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اس پر صحیح اترنے والی بات کے قائل وعامل رہے ہیں اور اب بھی ان کا یہی طرۂ امتیاز ہے اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مستحق ومصداق ہیں:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

"سو تو بشارت سنا دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں سب سے اچھی ہے وہی ہیں جن کو رستہ دیا اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے"۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ». [ج ۱ صفحہ ۱۰۴]

"نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورۂ فاتحہ"۔

اس صحیح حدیث کی رو سے کوئی سی نماز بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی خواہ وہ نماز امام کی ہو یا اکیلے کی یا مقتدی کی۔

اُدھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام کے پیچھے تو پورے قرآن مجید سے کوئی ایک آیت پڑھنے کی بھی گنجائش نہیں نہ سورۂ فاتحہ سے اور نہ ہی کسی اور سورۃ سے۔ امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں لکھتے ہیں:

لَا قِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ وَلَا فِيْمَا لَمْ يَجْهَرْ فِيْهِ بِذٰلِكَ جَاءَ تْ عَامَّةُ الْآثَارِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ. (ص ۹۴)

"امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں نہ جہری نماز میں اور نہ ہی سری نماز میں اسی کے ساتھ عام آثار آئے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے"۔

امام اور اکیلا نمازی قرآن مجید سے کسی سورۃ کی کوئی ایک ہی آیت پڑھ لے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرأت کا فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ سورۂ فاتحہ سے ایک لفظ بھی نہ پڑھیں تو امام اور اکیلے نمازی کے لیے سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورۃ پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فرض نہیں

امام محمد رحمہ اللہ مؤطا ہی میں فرماتے ہیں۔

اَلسُّنَّةُ اَنْ تَقْرَأَ فِي الْفَرِيْضَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ اِنْ لَّمْ تَقْرَأْ فِيْهِمَا اَجْزَاكَ وَاِنْ سَبَّحْتَ فِيْهِمَا اَجْزَاكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. [ص ۱۰۱]

''سنت ہے کہ تو فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں تو پڑھے سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ بھی اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ اور اگر تو ان آخری دونوں میں قرأت نہ کرے تو بھی تجھے کافی ہے اور اگر تو ان آخری دونوں میں تسبیح پڑھ لے تو بھی تجھے کافی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے''۔

بعض لوگ کہتے ہیں:

''امام محمد رحمہ اللہ کے کلام میں فیصلہ سنت کا تعلق پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک سورۃ پڑھنے اور دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرنے کے ساتھ ہے رہا پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ یا سورۃ کے بقدر قرآن پڑھنا تو وہ ہمارے ہاں واجب ہے''۔

مگر یہ ان بعض لوگوں کا اپنا ذاتی یا جماعتی خیال ہے اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول قرار دینے کے لیے ان تک صحیح سند درکار ہے جو ابھی تک مجھے تو نہیں ملی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام یا اکیلا نمازی قرآن مجید کے کسی مقام سے کوئی ایک ہی آیت پڑھ لے سورۂ فاتحہ سے بے شک ایک لفظ بھی نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی کیونکہ ان کے قول کے مطابق قرأت کا فرض ادا ہو گیا۔

غور کیجیے نمازی اکیلا ہو یا امام سورۂ فاتحہ نہ پڑھے قرآن مجید کی کوئی اور ایک ہی آیت پڑھ لے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی نماز ہو گئی اور مقتدی سورۂ فاتحہ یا کوئی آیت پڑھے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق گنہگار ٹھہرے تو سوچیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورۃ فاتحہ'' کون سے نمازی کی کون سی نماز کے متعلق ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بالخصوص نام اس لیے ذکر کیا گیا کہ ہمارے ہاں کئی لوگ ان کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ جو کوئی عالم یا بزرگ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہمنوا ہے ہمارے نزدیک وہ اس

مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح ہی ہے نیز دیگر مسائل میں بھی اہل علم کے اقوال وفتاویٰ حجت نہیں کیونکہ دین میں حجت صرف کتاب وسنت ہے۔

ہمارے قابل احترام حنفی بھائیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اس صورت میں انہیں کون سی راہ اختیار کرنا ہے اگر وہ یہ کہیں کہ امام اور اکیلے کی نماز سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی تو وہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد نہیں رہیں گے اور اگر کہیں کہ امام اور اکیلے کی نماز بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بغیر ہو جاتی ہے تو ان کی اس مسئلہ میں تقلید تو قائم رہے گی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

''نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورۂ فاتحہ۔''

ہاتھ سے جاتا رہے گا ایمان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیا جائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا کسی اور کا قول چھوٹتا ہے تو بے شک چھوٹے اس کی پروا نہ کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو خالی پیغمبر بھی نہیں پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس تو اجتہادی خطا والا عذر موجود ہے اور آپ اس سے بھی تہی دست اور تہی دامن، غور فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ سن کر صرف تقلید امام کی آڑ میں اسے نہ ماننا کہاں کا انصاف ہے؟ کل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اپنے قول کو چھوڑ دینے والی تلقین کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ایک مفتی صاحب کا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عندیہ ''کم از کم قرأت جو نماز میں کفایت کر جاتی ہے وہ ایک آیت ہے'' میں ''ایک آیت'' سے مراد سورۂ فاتحہ کے بعد ''ایک آیت'' ہے چونکہ ان کا یہ خیال بالکل خطا تھا اس لیے جب ان کی تحریر ہمارے محترم ساتھی حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے مطالبہ کیا گیا کہ آپ اس کے تعاقب میں قلم اٹھائیں تو حافظ صاحب موصوف نے اپنی ایک ہی تحریر میں ان کے اس خیال کی خطا کو خوب واضح کیا اور باحوالہ بتایا کہ ان کے نزدیک تو اگر اکیلا اور امام بھی چاروں رکعات میں سے کسی ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورۂ فاتحہ'' یہ تضاد رفع کرنا ابھی تک مفتی صاحب موصوف کے ذمہ ہے۔

بعض دوستوں نے تجویز پیش کی کہ مفتی صاحب اور حافظ صاحب حفظہما اللہ کی ان تحریرات کو منظر عام

پر آنا چاہیے تا کہ عوام وخواص مستفید ہوں نیز انہیں پتا چلے کہ حنفی حضرات کا اکیلے اور امام کے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے نہ پڑھنے کے متعلق موقف کیا ہے؟ اور ان کے دعویٰ ”رسول اللہ ﷺ کا فرمان ”نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورۂ فاتحہ“ اکیلے اور امام کے متعلق ہے“ کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اس تمام تر سعی وکوشش سے غرض کسی کی ”پتہ اچھائی“ نہیں مقصود صرف اور صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ٹوٹی پھوٹی سطروں کو ہی کسی کی ہدایت کا سبب بنا دے تو یہ اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ وما ذلك على الله بعزيز

قارئین کرام سے پرزور اپیل ہے کہ وہ عدل وانصاف کا دامن تھامے ہوئے اس رسالہ کو گہری نگاہ سے دیکھیں، غور سے اس کا مطالعہ فرمائیں، کسی نتیجہ تک پہنچے بغیر تدبر وتفکر میں نہ ہاریں اور اختلافات کی وجہ سے بے دل نہ ہوں بلکہ انہیں کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

ابن عبدالحق بقلمہ

۱۷/۶/۱۴۰۶ھ

سرفراز کالونی۔ جی۔ ٹی روڈ۔ گوجرانوالہ

ایک ہی سوال کی مار

حافظ صاحب میں یہ خوبی تھی کہ آپ محل نزاع پر گفتگو کرتے تھے۔ ادھر ادھر کی باتیں نہیں کرتے رہتے تھے۔ اصل مسئلہ آپ پکڑ لیتے اور فریق ثانی کو اس کے حل پر زور دیتے۔ علم غیب کے مسئلہ میں حافظ صاحب مد مقابل سے ایک سوال کرتے جس سے وہ دم بخود رہ جاتا، اس سوال سے ہی اس کی جان نکل جاتی۔ وہ سوال یہ ہے: بتاؤ! علم اللہ تعالیٰ کا زیادہ ہے یا نبی ﷺ کا؟ اب ظاہر ہے اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم زیادہ ہے۔ تو پھر حافظ صاحب کہتے۔ جو زیادہ علم ہے وہ نبی ﷺ پھر نہیں نہ جانتے؟ اب اس کے بعد مد مقابل کیا بات کر سکتا ہے؟ ادھر ادھر کی کرے گا اور وہ حافظ صاحب کرنے نہیں دیتے تھے۔ شکنجہ نور پوری میں پھنسا آدمی بھاگ نہیں سکتا تھا اسے کہتے ہیں آہنی شکنجہ۔ اعظم مرزائی کو حافظ صاحب نے ایک ہی سوال سے نکلنے نہیں دیا تھا: مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر آیت یا حدیث پڑھو جس میں یہ ہو کہ مرزا غلام احمد نبی ہے۔ اب نہ وہ آیت حدیث کا زبان سے انکار کرے اور نہ ہی اس سے ایسی کوئی آیت پڑھی جائے جس میں یہ ہو کہ مرزا صاحب نبی ہیں۔

(فبهت الذی کفر)

ایک منکرِ حدیث کے ساتھ مکالمہ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ آپؒ نے مجھے بتایا کہ ایک بار مجھے چند دنوں کے لیے بادشاہی مسجد کے پاس اوقاف میں رہنا پڑ گیا، کچھ اور علما کرام بھی ساتھ تھے، وہاں ایک بریلوی مولوی بھی رہتا تھا، اس سے میرا تعارف ہوا تو اس نے مجھے بتایا کہ میری مسجد میں ایک منکرِ حدیث آتا ہے وہ میرے ساتھ بحث کرتا رہتا ہے وہ مجھے بولنے نہیں دیتا وہ بڑا چالاک ہے، آپ میرے ساتھ چلیں اس سے گفتگو کریں، کیونکہ وہ میرے قابو میں نہیں آتا، میں نے سنا ہے کہ آپ اہل حدیث ہوتے ہیں آپ کی نظر حدیث پر ذرا بہتر ہوتی ہے تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اس کے ساتھ بات کریں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اس منکرِ حدیث کو بھی بلا لیا وہ بھی آ گیا۔

میں نے کہا جی کیا بات ہے؟

کہنے لگا حدیث حجت نہیں یہ تو لکھی ہوئی نہیں تھی۔ دو سو سال بعد میں لکھی گئی ہے۔ حجت کیسے بن گئی؟ میں نے کہا:

آپ کے ہاں یہ اصول اور ضابطہ ہے کہ جو چیز لکھی ہوئی ہو وہ حجت ہے جو لکھی ہوئی نہ ہو وہ حجت نہیں؟

کہنے لگا: آپ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں۔ یہی ہمارا موقف ہے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے پھر قرآن مجید کے علاوہ تو کوئی چیز آپ تسلیم نہیں کرتے۔

چنانچہ یہ اصول اور ضابطہ قرآن مجید سے نکالو کہ جو چیز لکھی ہوئی ہو وہ حجت ہے، جو لکھی ہوئی نہ ہو وہ حجت نہیں، قرآن مجید کی آیت پیش کرو، ادھر ادھر نہیں جانا۔

اب وہ دیکھنے لگا، کبھی ادھر دیکھے کبھی ادھر دیکھے۔ کوئی آیت ہو تو پڑھے؟ جی! فلاں حدیث میں فلاں چیز آتی ہے۔ میں نے کہا وہ بات بعد میں کرنا پہلے یہ اصولی چیز ثابت کرو۔

کوئی آیت ہوتی تو پیش کرتا اٹھ کر چلا گیا۔ میرے ساتھی (بریلوی) فرمانے لگے کہ اس نے آپ کے سامنے دو منٹ بھی نہیں نکالے۔ میں نے کہا کہ ان کے ساتھ طریقے سے بات کرو تو اللہ کے

فضل وکرم سے ان کا ناطقہ فوراً بند ہو جاتا ہے۔

ایک قادیانی سے مناظرہ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ آپؒ کے پاس بعض ساتھی آئے وہ کہنے لگے کہ ہم ایک فیکٹری میں کام کرتے ہیں وہاں چند قادیانی ہیں جو ہمیں تنگ کرتے رہتے ہیں، ہمیں ان کے سامنے کوئی پکا جواب نہیں آتا، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ان کو صحیح جواب دیا جا سکے، کیونکہ انہوں نے ہمیں خود دعوت دی ہے کہ اپنا کوئی مولوی لے آئیں جو ہمارے ساتھ بات کرے، یہ سن کر آپؒ ان کے ساتھ خالی ہاتھ ہی تشریف لے گئے، کوئی کتاب ساتھ نہیں لے کر گئے، کیونکہ آپؒ نے سمجھا کہ فیکٹری میں کام کرنے والوں کو صرف سمجھانا ہی ہے جب آپؒ وہاں گئے تو وہاں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مربّی محمد اعظم قادیانی آیا ہوا تھا تو آپؒ کی اس کے ساتھ تقریباً تین گھنٹہ گفتگو ہوتی رہی۔

وہ چونکہ باطل پر تھا وہ اپنی بات شروع کرنے سے قبل تمہید باندھتا پھر لا یعنی لمبی چوڑی تقریر کرتا، آپؒ ایک دو جملوں میں مختصر جواب دیتے، اور اس سے اس کے دعویٰ کے مطابق قرآن پاک یا حدیث نبوی سے کسی دلیل کا مطالبہ کرتے رہے۔

موضوعِ مناظرہ یہ مقرر ہوا تھا کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟ قادیانی مناظر نے بہت زور لگایا تھا کہ موضوع یہ ہو کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کسی کو نبوت کا ملنا ممکن ہے؟ لیکن آپؒ کا مؤقف یہ تھا کہ اگر بالفرض امکانِ نبوت ثابت ہو بھی جائے تو کیا اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا ثابت ہو جائے گا؟

پھر بھی مرزا قادیانی کی نبوت پر دلیل درکار ہوگی، کیوں نہ ہو کہ ہم موضوع ہی یہ رکھیں کہ کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟ بہر حال آپؒ نے یہ موضوع اس سے منوالیا۔ لیکن مرزا کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے اس نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن وہ مرزا کی نبوت ثابت نہیں کر سکا، کبھی مرزا کو مثیلِ مسیح کہتا رہا، کبھی مسیح موعود کہتا رہا، کبھی اپنا احمدی ہونا ظاہر کرتا رہا، اور ساتھ یہ بھی کہتا رہا کہ میں اپنا احمدی ہونا قرآن سے ثابت کروں گا، لیکن کچھ بھی ثابت نہ کر سکا، حتی کہ آپؒ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اقرار کرے کہ احمدی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، وہ بڑا بوکھلا گیا تھا، بالآخر آپؒ سے کہنے لگا کہ آپ اپنا تعارف

کروائیں۔آپؒ نے فرمایا کہ میں عبدالمنان ہوں، سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں رہتا ہوں، وہ کہنے لگا آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ احمدی ہونا قرآن سے ثابت کرو،تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنا تعارف قرآن سے ثابت کریں۔آپؒ نے اپنی حاضر دماغی اور اللہ کی مدد وتوفیق سے فوراً جواب دیا کہ میں نے تو یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میں اپنا تعارف قرآن سے ثابت کروں گا۔آپ نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اپنا احمدی ہونا قرآن سے ثابت کروں گا، لہٰذا یہ مطالبہ آپ سے ہوسکتا ہے نہ کہ مجھ سے۔اس پر وہ مبہوت ہوکر خاموش ہوگیا۔

پھر آپؒ نے اس سے اقرار کرواہی لیا کہ احمدی ہونے کا قرآن میں ثبوت نہیں ہے۔

پھر مرزا قادیانی کے مسیح یا مثیلِ مسیح ابن مریم ہونے کے متعلق آپؒ نے اس کی زبان سے اقرار کرواہی لیا تھا کہ مرزا صاحب ابن مریم نہیں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں،لہٰذا مرزا مسیح ابن مریم نہیں بلکہ وہ ابن چراغ بی بی تھا، وہ قادیانی مناظر پورے مناظرے میں مرزا صاحب کا نہ ہی مسیح موعود ہونا ثابت کرسکا نہ ہی مثیلِ مسیح اور نہ ہی اس کا نبی ہونا ثابت کرسکا، چنانچہ وہی قادیانی مناظر جب ہر لحاظ سے لاجواب ہوگیا تو بعد میں کہنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ تحریری مناظرہ کروں گا۔

پھراس کی آپؒ کے ساتھ تحریری طور پر خط وکتابت شروع ہوگئی تو اس میں بھی وہ علم کے ایک پہاڑ اور متموج ومتلاطم سمندر کے آگے نہ ٹھہر سکا اور نہ ہی اس کے ساتھ چل سکا۔اور یہ تحریری مناظرہ: کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟ کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں چھپا ہوا ہے اور مکالماتِ نور پوری نامی کتاب میں بھی مطبوع ہے۔

مرزائیوں سے حیات مسیح پر مناظرہ کرنا ہی تمہاری شکست ہے

حافظ صاحب کے سامنے جب کبھی یہ بات ہوتی کہ فلاں صاحب نے مرزائیوں سے حیات مسیح کے عنوان پر مناظرہ کیا ہے،اور تین چار گھنٹے مناظرہ ہوتا رہا ہے، تو حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: مرزائیوں سے حیات مسیح پر مناظرہ کرنا ہی تمہاری شکست ہے کیونکہ تم نے مرزائیوں کی بات تسلیم کر لی ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ضروری ہے، جبکہ کسی بھی نبی کی نبوت کے لیے کسی نبی کی وفات اور حیات کا کوئی تعلق نہیں۔مرزے کی نبوت کے ثبوت کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات کا کیا تعلق ہے؟ جو اس عنوان پر مرزائیوں سے گفتگو کرتا ہے وہ ان کے اس نقطے کو

تسلیم کر کے مناظرہ کرتا ہے کہ اگر حیات مسیح ثابت ہوگی تو مرزا صاحب سچے نبی ہیں اور اگر حیات مسیح ثابت نہ ہوئی تو مرزا صاحب جھوٹے نبی ہیں۔

مرزائی جھوٹے ہو کر اہل حدیثوں کو، دیو بندیوں کو اپنے موقف پر مناظرہ کرنے کے لیے قائل کر لیتے ہیں، تو کیا یہ سچے اور اہل حق جھوٹوں کو اس بات پر قائل نہیں کر سکتے کہ مناظرہ مرزا کی نبوت پر ہوگا۔ جس نے مرزائیوں سے مناظرہ کرنا ہے وہ مرزے کی نبوت پر کرے۔ اور کسی بھی عنوان پر مرزائیوں سے مناظرہ نہ کرے، کیونکہ اگر مرزا کی نبوت ثابت ہو جائے تو پھر ظاہر بات ہے اسے نبی ماننا پڑے گا، اور جب اسے نبی مان لیا تو پھر نبی جو کہے وہ تسلیم کرنا فرض ہوتا ہے، پھر مرزا صاحب جو کہیں گے وہ سب کچھ تسلیم کرنا فرض ہوگا اس لیے دوسرے کسی عنوان پر مناظرہ کرنا ان سے بنتا ہی نہیں۔

فافهم و تدبر ايها المناظر

مناظر گر

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں:

وہ ایک وقت میں بے مثال محدث، محقق، مفسر، شیخ الحدیث، شیخ الادب، عظیم فقیہ اور مجتہد نظر آتے تھے، شیخ محترم کامیاب مناظر ہی نہیں بلکہ مناظر گر بھی تھے۔ عثمانی صاحب کی بات ختم ہوئی۔

راقم محمد طیب محمدی کہتا ہے: حافظ صاحب کے پاس رہنے سے مجھے بھی کچھ نہ کچھ گرفت کرنے کا طریقہ آ گیا۔ ۲۱ فروری ۲۰۱۳ بروز جمعرات عشا کی نماز کے بعد جامع مسجد مسلم نوشہرہ روڈ میں دیوبندیو کے مدرسہ جامعہ حقانیہ کے آخری کلاس کے دو طلبا تشریف لائے۔ مولانا رفیق سلفی صاحب مسلم مسجد والوں کا بھانجا جامعہ حقانیہ میں پڑھتا تھا انھوں نے اسے سمجھایا تو اس نے کہا آپ سے گفتگو کے لیے میں اپنے جامعہ کے کچھ طلبا لاؤں گا چنانچہ وہ لے آیا۔ قاری عظیم صاحب مدرس جامع مسجد مسلم نے مجھے فون کیا کہ آپ مسجد میں تشریف لائیں، میں گیا وہاں تقریباً ۱۲ افراد موجود تھے۔ گفتگو شروع ہوئی مولانا عرفان صاحب مقلد نے تقلید کے عنوان پر گفتگو کی انھوں نے اپنی گفتگو میں ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [النساء: ۵۹] آیت پڑھی اور اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا کہ اولی الامر

سے مراد فقہا ہیں۔ لہٰذا فقہا کی تقلید کی جائے گی، اس کا حکم قرآن نے دیا ہے، جب ان کی گفتگو ختم ہوئی تو میں نے ان سے کہا آپ نے ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ [النساء:۵۹] سے تقلید پر استدلال کیا ہے؟ کہنے لگے ہاں جی۔ میں نے اس بات کو پھر دہرایا اور ان سے دوبارہ پوچھا کہ آپ نے اس آیت سے تقلید پر استدلال کیا ہے؟ وہ کہنے لگے ہاں جی آپ بات کریں۔ میں نے کہا میں بات کرنے کے لیے ہی آپ سے پکا کروا رہا ہوں، (یہ طریقہ مجھے حافظ صاحب سے ملا ہے) پھر میں نے سب لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا آپ سب لوگوں نے سن لیا ہے کہ مولوی صاحب نے ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ [النساء:۵۹] سے تقلید پر استدلال کیا ہے۔ تو مسئلہ انھوں نے خود ہی حل کر دیا ہے، دیکھو! انھوں نے آیت سے استدلال کیا ہے، تقلید کے بغیر انھوں نے آیت کو سمجھ بھی لیا ہے اور پھر سمجھنے کے بعد اس سے استدلال بھی کر لیا ہے، تو یہی بات ہم کہتے ہیں کہ تقلید کے بغیر آیت سمجھی جا سکتی ہے بلکہ بقول مولوی صاحب کے استدلال بھی کیا جا سکتا ہے، تو اس بات کا جواب مولوی صاحب دیں گے تو بات آگے چلے گی ورنہ تقلید کا مسئلہ یہیں پر ختم ہو جائے گا۔ میری یہ بات سن کر مولوی عرفان صاحب اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے، اور کہنے لگا تقلید کے بغیر کیسے؟ میں نے کہا تقلید کو ثابت کرنے کے لیے آپ نے یہ آیت پڑھی ہے، تقلید کے ظبوت سے پہلے تقلید کے بغیر ہی ہوئی، اور میں نے پھر یہی بات دہرائی: آپ نے آیت سے استدلال کیا ہے، تقلید کے بغیر آپ نے آیت کو سمجھ بھی لیا ہے اور پھر سمجھنے کے بعد اس سے استدلال بھی کر لیا ہے، جب ایک آیت سے استدلال تم خود بخود کر سکتے ہو تو کیا دوسری آیت کو خود بخود نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں تم اپنا فہم استعمال کر رہے ہو، امام صاحب کے بغیر اس آیت کو سمجھ رہے ہو اور اتنا سمجھ رہے ہو کہ اس سے تم نے استدلال بھی کر لیا ہے، تو کیا قرآن کی دوسری آیات امام صاحب کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ یقین جانیے: فبھت الذی قلد

تو یہ چیز مجھے حافظ نورپوری صاحب سے حاصل ہوئی کہ جب تک ایک دلیل پر بات ختم نہیں

ہوتی تو دوسری دلیل کی طرف جانا نہیں اور نہ جانے دیتا ہے۔اس طرح اگر آپ کسی سے بات کریں گے تو سب کو سمجھ آئے گی اور بات رولے میں بھی نہیں پڑے گی یعنی خلط مبحث نہیں ہوگا۔جس طرح آج کل مناظروں میں ہوتا ہے۔

مناظرہ میں بھی آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: وہ ایک وقت میں بے مثال محدث' محقق' مفسر' شیخ الحدیث' شیخ الادب' عظیم فقیہہ اور مجتہد نظر آتے تھے' شیخ محترم کامیاب مناظر ہی نہیں بلکہ مناظر گر تھے۔

مناظرہ میں بھی آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا آپ کے استدلال اور گرفت کو ملاحظہ کرنا ہو تو آپ کے کئی ایک مناظرے چھپ چکے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مخالف آپ کے جواب کی ہمت نہ رکھتا' (یہاں عثمانی صاحب اگر یہ لکھ دیتے کہ مکالمات نورپوری چھپ چکی ہے،تو .....اچھا ہوتا۔)

باب نمبر ۲۲

تحریری مناظرے

حقیقت تقلید والے مناظرے کے پیش لفظ میں مولانا خالد گرجاکھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مباحثہ قلمی بہ نسبت مباحثہ لسانی کے بہتر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں تحقیق پوری طرح ہوسکتی ہے بلکہ مسائل و دلائل دیگر احباب کو دکھا کر پوری طرح دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور دیگر احباب سے بھی تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیز جو تحریر ایک دفعہ دے دی جاتی ہے اس کی پابندی کرنی پڑتی ہے ورنہ لسانی مباحثہ میں اکثر لوگ بات کر کے اس پر پابندی نہیں کرتے' بہرحال قلمی مباحثہ کی افادیت زیادہ ہے۔

حافظ صاحب کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے علما سے مختلف عنوان پر تحریری مناظرے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب بہترین اور کامیاب ترین مناظر تھے، جب تک اصل موضوع اور زیر بحث موضوع حل نہ ہو جاتا دوسری کسی بھی بات کا جواب نہ دیتے اور نہ خود اور کوئی بات کرتے اور نہ مدمقابل کو کرنے دیتے وہ ہزار جتن کرتا کہ کسی طریقہ سے اس شکنجہ سے نکل سکوں لیکن وہ حافظ صاحب کے آہنی شکنجہ سے کسی صورت بھی نہ نکل سکتا۔

مسئلہ رفع الیدین کے شروع میں حافظ عبدالسلام حفظہ اللہ صاحب نے حرف آغاز لکھا ہے،اس میں فرماتے ہیں:

اگر کوئی صاحب ان رقعوں کو غور سے پڑھیں تو انہیں صحیح بحث ومناظرہ کا بہترین سلیقہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ضعیف احادیث کو صحیح بنانے کی کوشش کرنا، کبھی کوئی موقف اور کبھی کوئی موقف اختیار کرنا اور اصل موضوع سے غیر متعلق باتیں چھیڑ کر جان بچانا آپ کو قاری صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

اور صحیح احادیث کا دفاع بہترین صبر وتحمل کے ساتھ اپنی ایک ہی بات پر قائم رہنا، حریف کو مجبور کر کے اصل بات پر لانا، غیر ثابت روایات کو صحیح قرار دینے کی کوشش کا قلع قمع اور غیر متعلق باتوں سے اچھے طریقہ کے ساتھ عہدہ برآ ہونا آپ کو حافظ عبدالمنان صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

آج کل مناظرین حضرات چار چار گھنٹے مناظرہ کرتے ہیں لیکن سوائے لڑائی کے حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کسی ایک پر بات پر کوئی بھی نہیں ٹھہرتا، ہر کوئی اپنی تیار کی ہوئی بات کاپی سے دیکھ کر سناتا رہے گا، دوسرے کی بات کا کوئی جواب نہیں دے گا، نہ دوسرے کی بات پر گرفت کرے گا، یوں یہ مناظرہ چار گھنٹے بلکہ آٹھ گھنٹے تک طویل ہو جاتا ہے اور دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر سچے بھی ہوتے ہیں اور جیتے ہوئے بھی ہوتے ہیں، اور پھر یہ مناظر حضرات بڑی پھر مارتے ہیں کہ ہم نے چار گھنٹے مناظرہ کیا ہے، ایسے مناظر اسلام صاحب کو یہ بھی پتا نہیں چل رہا ہوتا کہ پھر تو مدمقابل نے بھی ہم سے چار گھنٹے مناظرہ کیا ہے، جبکہ حافظ نورپوری صاحب کا معاملہ ذرا جدا تھا، آپ تو ایک ہی بات پر مدمقابل کی سری پکڑ لیتے اور وہ تڑپتا رہتا لیکن اس کی جان نہ چھوٹتی۔ آپ ایک کامیاب مناظر تھے۔

مرزا قادیانی کی نبوت، والے مناظرے میں مرزائی مربی اعظم نے حافظ صاحب کو اصل موضوع سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کی ہے لیکن وہ بری طرح ناکام رہا ہے۔

مکالمات نورپوری

حکیم مدثر محمد خاں آف سمندری فرماتے ہیں مکالمات نورپوری کے نام سے مولانا محمد طیب محمدی نے حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے سات رسائل یکجا کر دیئے ہیں۔ ۱۔ کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟ ۲۔ کیا تقلید واجب ہے؟ ۳۔ حقیقت تقلید۔ ۴۔ تحقیق التراویح۔ ۵۔ تعداد تراویح۔ ۶۔ نماز میں ہاتھ باندھنے اور اٹھانے کی کیفیت۔ ۷۔ مسئلہ رفع الیدین۔ اس کے علاوہ استاذنا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ کے تین رسائل بھی اس میں آگئے ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

[(مجلہ المکرم «اشاعت خاص» نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۷)]

اس کے علاوہ حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ کے تین تحریری مناظرے، ۱۔ سورۃ فاتحہ اور احناف، ۲۔ ایک دین اور چار مذہب، کش ۳۔ فالظلام۔ بھی اس میں آگئے ہیں۔ (محمدی)

کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟

اس تحریری مناظرے کا پس منظر منور اختر صاحب جن کی کوشش سے یہ تحریری گفتگو ہوئی، بیان فرماتے ہیں:

خاکسار محکمہ صحت گوجرانوالہ میں ملازم ہے۔ ہمارے دفتر میں ایک قادیانی حمید عالم اکثر وبیشتر مرزائیت کی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے اسے کھل کر بات چیت کرنے کو کہا۔ اس نے اپنی جماعت سے مشورہ کے بعد کہا کہ آپ ہمارے ہاں محلہ امیر پارک میں آئیں اور گفتگو کی شرائط طے کرلیں۔ چنانچہ ہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حافظ عبدالمنان صاحب کو لے کر قادیانیوں کے پاس محلہ امیر پارک میں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ قادیانیوں نے باقاعدہ اپنے مربی کو مناظرے کے لیے بلا رکھا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کی طرف سے امیر مقرر تھا۔ سب سے پہلے میں نے موضوع متعین کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اور آپ کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے جبکہ ہم اسے نبی نہیں مانتے۔ باقی سب اختلاف اس کے تابع ہیں اگر وہ نبی ثابت ہوجائے تو پھر وہ جو کچھ کہے درست ہے اور اگر نبی ہی ثابت نہ ہو سکے تو پھر دوسری باتوں پر بحث بیکار ہے۔ چنانچہ آپ کے ذمہ ہوگا کہ صرف قرآن وحدیث کے دلائل سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کریں۔ (منظور اختر صاحب کو یہ بات حافظ صاحب نے بتائی تھی اور تاکید کی تھی بات اس طرح کرنی ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرنی)

مرزائی حمید عالم نے اگرچہ ہمیں صرف شرائط طے کرنے کے لیے بلایا تھا مگر اس کے بلائے ہوئے مربی نے باقاعدہ اس موضوع پر مناظرے کا آغاز کر دیا تو میں نے اپنے ساتھی حافظ عبدالمنان سے عرض کیا کہ اب آپ گفتگو کریں۔ حافظ صاحب نے تقریباً گھنٹے تک مرزائی مناظر سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ مگر مرزائی مناظر اپنے دعوی ''مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے'' کو ثابت نہ کر سکا۔ مجبور ہو کر کہنے لگا کہ میں آئندہ اس دعوی کو ثابت کروں گا۔ یہ بات میرے ذمے ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ آپ اپنا دعویٰ لکھ دیں، آئندہ گفتگو تحریری ہوگی تاکہ ریکارڈ رہے۔ چنانچہ مرزائی مناظر محمد اعظم مربی گوجرانوالہ نے یہ دعوی لکھ کر دیا:

''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی.......... امتی نبی ہیں''۔ اس دعوی کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔''

[مربی سلسلہ احمدیہ گوجرانوالہ]

اس کا یہ لکھنا کہ ''اس دعوی کے دلائل ...... پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔'' اس بات کی دلیل ہے کہ

وہ زبانی گفتگو میں اپنا مؤقف ثابت نہ کر سکا اس کے بعد تحریری گفتگو ہوئی جس میں دعوی سمیت دونوں طرف سے کل تین تین تحریریں ہوئیں۔ حافظ عبدالمنان صاحب کی تیسری تحریر کے بعد میں نے حمید عالم قادیانی سے بار بار مطالبہ کیا کہ آپ اس کا جواب لا دیں لیکن آج تک ایک سال گزرنے کے باوجود وہ اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود جواب نہیں لا سکا۔

چونکہ اس گفتگو میں مرزائیوں کے مغالطات اور ان کا بہترین خاموش کن جواب موجود ہے اس لیے اس افادہ عوام کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ منور اختر ۲۲/رجب ۱۴۰۶ھ

مرزائی مربی مناظر پر لازم تھا کہ وہ مرزے کو اُمتی نبی ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتا۔ ظاہر بات ہے اس بات کے دلائل قرآن وحدیث سے وہ کیسے پیش کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دعویٰ سے انحراف کی بہت کوشش کی اور حافظ صاحب کو بھی اس نے دوسرے مسائل میں الجھانے کے بڑے جتن کیے لیکن وہ ناکام رہا۔

مرزائی مربی نے اپنی تحریر میں امکان نبوت وصداقت مرزا پر بحث شروع کر دی۔ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے لکھا:

آپ نے اپنی اس تحریر میں امکان وعدم امکان نبوت کے مسئلہ پر بحث کی ہے جو فی الواقع غیر مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری اس بات چیت میں بھی ذرہ برابر فائدے کی حامل نہیں اولاً تو اس لیے کہ ہماری اس بات چیت کا موضوع ہے آپ کا دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' نہ کہ امکان نبوت اور ثانیاً اس لیے کہ اگر آپ بالفرض امکان وعدم امکان نبوت والے مسئلہ کو اپنی خواہش کے مطابق ہی حل کر لیتے ہیں تو بھی اس سے آپ کا مدعا ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' ہرگز ثابت نہیں ہوگا لہٰذا آپ اپنے دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث سے کوئی ایک ہی دلیل پیش فرما دیں اور امکان وعدم امکان نبوت والی بحث کو چھوڑیں نیز صداقت وعدم صداقت مرزا صاحب والی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب آپ اپنا مندرجہ بالا دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' قرآن کریم اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث سے ثابت فرما لیں گے تو اس قسم کی ابحاث خود بخود حل ہو جائیں گی۔

پھر مرزائی مربی محمد اعظم نے اپنے دعوی کے ثبوت کے لیے مرزا صاحب کے اقوال پیش کیے، حافظ صاحب نے ان کے متعلق لکھا:

آپ نے خود ہی لکھا ہے ''اس دعوی کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے'' اور واضح ہے کہ مرزا صاحب کے اقوال ہمارے نزدیک نہ تو قرآن ہیں اور نہ ہی حدیث اس لیے آپ کا اپنی تحریر میں مرزا صاحب کے اقوال کو نقل کرنا بے کار ہے۔''

مرزائی مربی محمد اعظم نے حافظ صاحب کو اصل موضوع سے پھیرنے کی بہت کوشش کی اور آپ پر الزام بھی لگایا تا کہ حافظ صاحب اپنے اوپر لگنے والے الزام کو دور کرنے سے ہی اصل مسئلہ سے دور نکل جائیں گے لیکن حافظ صاحب جیسے مناظر سے شاید اس کو کبھی واسطہ نہ پڑا ہو۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''شاید آپ اس لیے اس موضوع سے کترا رہے ہیں کہ آپ ایک طرف ختم نبوت پر ایمان کے دعویدار ہیں اور دوسری طرف حضور کے بعد امتی نبی کی بجائے ایک مستقل نبی کے منتظر ہیں۔''

حافظ صاحب نے اس بات کا جواب اس طرح دیا:

''یقین کریں کہ یہ بندہ آپ کے لکھ کر دیئے ہوئے دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' والے موضوع سے ہٹ کر کسی اور موضوع مثلاً امکان وعدم امکان نبوت پر اس فرصت میں کلام کرنے کو بات چیت کے اصول وقواعد کے منافی سمجھتا ہے، ہاں کسی اور فرصت میں آپ اس بندہ کے ساتھ اس حالیہ بات چیت کے موضوع آپ کے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے علاوہ کسی بھی اور موضوع پر گفتگو کا شوق پورا سکتے ہیں البتہ اس موجودہ بات چیت میں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنے دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے دلائل قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث سے پیش فرمائیں ورنہ صاف اور واضح الفاظ میں اعتراف کریں کہ آپ کا دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' غلط، نادرست اور واقع کے خلاف ہے۔ باقی رہیں آپ کے خیال کے مطابق میری زائد باتیں تو وہ آپ ہی کی زائد باتوں کی وجہ سے ہیں کیونکہ آپ کی دونوں تحریریں زائد باتوں سے اٹی پڑی ہیں بھلا آپ ہی

خدا خوفی سے سوچ کر بتائیں امکان وعدم امکان نبوت والی بحث، روایات لو عاش نبیھا منھا' حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، مرزا صاحب کی عبارات اور ملاعلی قاری وغیرہ کے نوٹ جناب کے دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' پر قرآن وحدیث سے کیسے دلائل ہیں؟''

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

حافظ صاحب اپنی بات پر پکے رہے اور اس کے الزامات واتہامات کی بجائے اصل مسئلہ اور دعوی پر دلائل کا مطالبہ کیے رکھا، اور اسے دوٹوک الفاظ میں اصل دعوی کے دلائل پیش کرنے پر مجبور کیا، حافظ صاحب فرماتے ہیں:

یہ نری لفاظی ہے یاد رہے یہاں لفاظی سے کام نہیں چلے گا۔ یہاں تو دلائل درکار ہیں بار بار لکھ چکا ہوں کہ آپ نے ابھی تک اپنے دعوی ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن وحدیث سے کوئی ادنیٰ سے دلیل بھی پیش نہیں کی اور نہ ہی آئندہ پیش کرنے کی آپ سے توقع ہے، کیونکہ اس دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کا قرآن وحدیث میں محکم کیا غیر محکم ثبوت ہونا بھی امر محال ہے، تو پھر آپ کا مجھ پر ''ان دلائل کے اپنی عاجزی'' الخ کی پھبتی کسنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ہاں اس طرح آپ اپنے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن وحدیث سے کوئی ایک دلیل بھی پیش کرنے سے عاجز آجانے اور قاصر رہنے پر پردہ پوشی کی ایک بھونڈی صورت اختیار فرمانے کی ضرور کوشش کر رہے ہیں جسے ہرگز بارآور نہیں ہونے دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تو چاروناچار آپ کو اپنے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے قرآن کریم اور احادیث محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل پیش کرنے کی طرف پلٹنا ہی پڑے گا۔

آپ دیکھیں کہ حافظ صاحب کس طرح اس مرزائی مربی کو اصل مسئلہ اور اپنے ہی پیش کردہ دعوی کی طرف لا رہے ہیں، اسے ادھر ادھر بھاگنے نہیں دے رہے۔ اسے پھر اپنے دعوی کے مطابق دلائل پیش کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ پھر پرزور التماس کروں گا کہ آپ اپنے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی طرف پلٹیے کیونکہ وہ اس بات کا اصل موضوع ہے اور اپنے قول ''اس دعوی کے

قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے'' کے موجب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے امتی نبی ہونے کی قرآن کریم اور احادیث سے دلیل پیش کیجیے۔ یاد رہے کہ ابھی تک آپ نے اپنے اس دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن کریم اور احادیث سے کوئی ایک دلیل بلکہ کسی ایک دلیل کی کوئی ایک جزء بھی پیش نہیں کی۔ چنانچہ تفصیلاً لکھا جا چکا ہے۔''

ایک کامیاب مناظر کے لیے ضروری ہے وہ مدمقابل کو اصل مسئلہ اور دعویٰ سے منحرف نہ ہونے دے جب تک ایک بات واضح نہیں ہو جاتی دوسری بات کی طرف نہ جائے اور نہ جانے دے یہ کمال حافظ نور پوری رحمہ اللہ کے مناظروں میں ملتا ہے۔

صحاح ستہ بھی اور ضعیف بھی:

مرزائی مربی نے ایک روایت پیش کی:

«وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا»۔

حافظ صاحب نے اس پر نقد کیا ''ابن ماجہ کی روایت «وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا» کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان نامی بھی ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے «كَذَّبَهُ شُعْبَةُ» الخ لہٰذا یہ روایت سرے سے ثابت ہی نہیں پہلے اسے ثابت فرمائیں پھر استدلال کریں۔

اس کو پڑھ کر مرزائی مربی نے لکھا: ایک طرف آپ صحاح ستہ کہتے ہیں دوسری طرف معترض ہو رہے ہیں یہ کیا چکر ہے الخ حافظ صاحب نے اس کا جواب یوں دیا: جواباً گذارش ہے کہ یہ وہی چکر ہے جو آپ کے اور تمام لوگوں کے لفظ ''ابوین اور والدین'' میں پایا جاتا ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ ماں اور باپ دونوں کو ابوین اور والدین کہتے ہیں اور دوسری طرف ماں کو اب اور والد کہنے پر معترض ہوتے ہو یہ کیا چکر ہے آپ خود ہی غور کریں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اصل بات یہ ہے کہ کتب ستہ کو جو ہم لوگ صحاح ستہ کہتے ہیں تو صرف قانون تغلیب کے پیش نظر۔ چنانچہ اہل علم نے جہاں یہ اصطلاح بیان کی ہے وہاں انھوں نے اس اصطلاح کی مذکورہ بالا توجیہ بھی لکھی ہے۔ سمجھنے کے لیے دیکھیے ہم سبھی ماں اور باپ کو ابوین اور والدین کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں

بھی ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ الخ [سورۃ نسآء]

﴿وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ الخ [سورۃ یوسف]

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [سورۃ بقرہ، سورۃ نساء اور سورۃ بنی اسرائیل]

تو یہ صرف قانون تغلیب کے پیش نظر ہی ہے نہ اس لیے کہ ماں بھی اب یا والد ہے تو آپ کے صحاح ستہ کے لفظ سے ابن ماجہ کی روایت ''ولو عاش'' الخ کی صحت کو اخذ کرنے میں بس اتنی ہی معقولیت ہے جتنی کہ ابوین یا والدین کے لفظ سے ماں کے اب (باپ) یا والد ہونے کو اخذ کرنے میں۔

کیا تقلید واجب ہے؟

ماسٹر محمد خالد صاحب نے قاضی شمس الدین حنفی دیوبندی سے تقلید کے متعلق ایک سوال کیا:

جناب قاضی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ کا سوال ہے امید ہے جناب جواب دے کر اس کی تسلی کریں گے سوال یہ ہے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید قرآن وحدیث کی رو سے فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟

نیز جو شخص حضرت الامام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید نہیں کرتا وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟ (ماسٹر محمد خالد ۲۱ شوال ۱۴۰۱ھ سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ)

قاضی نے اس کا جواب دیا، وہ جواب ماسٹر صاحب نے حافظ صاحب کو دیا اور اس کا جواب لکھنے کو کہا۔ حافظ صاحب نے اس کا جواب لکھا۔ دونوں طرف سے پانچ پانچ تحریریں لکھی گئی۔ آخری تحریر حافظ صاحب نے بھیجی جس کا جواب ابھی تک قاضی صاحب یا ان کے کسی شاگرد کی طرف سے نہیں آیا۔ اس مناظرہ میں بھی حافظ صاحب نے قاضی صاحب کو اصل مسئلہ اور دعویٰ پر قائم رکھا اور انہیں آہستہ آہستہ سائیڈ پر کھسکتے ہوئے بھاگنے نہیں دیا۔ چنانچہ حافظ صاحب لکھتے ہیں: آئندہ اس بات چیت کے موضوع حضرت قاضی صاحب کے دعوی ''نفس تقلید کے وجوب'' سے تعلق نہ رکھنے والی کسی بات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز، ہاں اگر قاضی صاحب کو کسی اور مسئلہ پر بات چیت کرنے کا شوق ہو تو وہ اپنے

اس دعویٰ ''نفس تقلید کے وجوب'' پر مکالمہ مکمل ہونے کے بعد اپنا یہ شوق بھی پورا فرما سکتے ہیں۔''

اصل موضوع کے علاوہ کسی بھی بات کا جواب حافظ صاحب نے نہیں دیا، اگر دوسری باتوں کا جواب دینا شروع کر دیا جائے تو پھر اصل مسئلہ زیر التواء ہو جاتا ہے جو کہ مدمقابل کا مقصد ہوتا ہے کہ بات کو ادھر ادھر کے مسائل سے الجھا دیا جائے اور اصل مسئلہ کو دبا ہی دیا جائے لیکن حافظ صاحب مدمقابل کو اصل بات سے منحرف ہونے نہیں دیتے تھے قاضی صاحب نے بھی بڑی کوشش کی کہ بات الجھ جائے اور میری جان بخشی جائے لیکن حافظ صاحب نے بات الجھنے نہیں دی۔ اس مناظرے میں قاضی صاحب نے آیت ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ﴾ پیش کر کے اس میں حصر بیان کیا:

صرف پوچھنا یہ ہے کہ جو آدمی خود ان مثالوں کا علم نہیں رکھتا اس کے لیے مندرجہ ذیل تین شقوں میں حصر عقلی ہے یا نہیں۔

۱۔ عمل واجب نہ ہو۔

۲۔ خود سمجھ کر عمل کرے۔

۳۔ کسی اہل علم کی تقلید میں عمل کرے۔

ہم تیسری شق کو لیتے ہیں آپ چوتھی شق نکال کر حصر عقلی کو توڑیں یا ان تین شقوں میں سے تیسری کو چھوڑ کر دکھائیں کہ کیا کرے جب تک آپ اس کا جواب نہ دیں میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔

حافظ صاحب نے قاضی صاحب کے اس حصر کی حقیقت بھی بیان کی اور اس کو بھی توڑ دیا: قرآن وحدیث کسی اہل علم سے پڑھ یا سن یا پوچھ یا سمجھ کر عمل کرنا حضرت قاضی صاحب کی بیان کردہ تین شقوں کے علاوہ ایک چوتھی شق ہے تو حضرت قاضی صاحب کا قائم کردہ حصر عقلی ٹوٹ گیا اور تیسری شق بھی چھوٹ گئی لہٰذا اپیل کی جاتی ہے کہ حضرت قاضی صاحب جواب تحریر فرمائیں ان کا وقت ضائع نہیں ہوگا کہ ان کی شرط پوری ہو چکی ہے۔

دوسری شق '' خود سمجھ کر عمل کرے'' میں اگر تقلید ملحوظ ہو تو پھر یہ اور تیسری شق ایک ٹھہریں گی اور اگر اس میں تقلید ملحوظ نہ ہو تو پھر اسے خود علم نہ رکھنے والے کی شقوں میں شمار کرنا غلط ہے تو حضرت قاضی

صاحب کا خود علم نہ رکھنے والے کو ان تین شقوں میں محصور سمجھنا ہی نادرست ہے، حصر عقلی یا استقرائی تو بعد کی باتیں ہیں پہلے حصر تو ہو۔

تقلید پر ایک لاجواب سوال:

آخر میں حافظ صاحب نے قاضی صاحب سے ایک سوال کیا جس کا جواب آج تک پوری حنفیت، تقلیدی گروہ نہیں دے سکا۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

"اور ساتھ یہ بھی بتاتے جائیں قرآن وحدیث سے کسی امر کے وجوب پر خود بخود استدلال کرنا اجتہاد ہے یا تقلید؟ پہلی صورت میں آپ کی تقلید ختم، دوسری صورت میں آپ کے امام کا اجتہاد ختم۔"

حقیقت تقلید

گرجاکھ کے ایک نوجوان لڑکے محمد صالح نے حافظ صاحب کو تقلید کے متعلق دس سوالات لکھ کر بھیجے اور ان کے جوابات کا تقاضا کیا۔ دونوں طرف سے چودہ خطوط کا تبادلہ ہوا۔ آخری مکتوب حافظ صاحب نے لکھا۔ آخر میں حافظ صاحب نے اس کی تحریر اور انداز پر اسے چیلنج بھی کیا۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

"محترم گزارش ہے کہ خط لکھنے میں آپ ہی نے ابتدا فرمائی بندہ نے خالی لفافہ بھیج کر آپ کو جواب دینا چھوڑ دیا مگر آپ نے پھر بندہ کو جواب دینے پر مجبور کیا اب جب تک آپ بندہ کو خط بھیجتے جائیں گے اس وقت تک آپ کو جواب ضرور بھیجا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نیز تمام مسلمانوں کو صحیح معنوں میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ آپ اپنے مدعا" ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کے قول وفعل کو اپنے لیے حجت سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے" کو قرآن وحدیث سے ثابت فرما دیں تو منہ مانگا انعام لے لیں یہ آپ کی طرز پر بات کر رہا ہوں۔"

تقلید کی تعریف:

اس گفتگو میں حافظ صاحب نے تقلید کی تعریف اور اس کا حکم ان الفاظ سے بیان فرمایا:

"ویسے اس بندہ کے ہاں تو کسی کی دلیل شرعی کی منافی رائے کو ماننا تقلید ہے پس تقلید کی اس حقیقت کے پیش نظر مقلد کا حکم واضح ہے کہ وہ کون ہے مسلم یا کافر، موحد یا مشرک اور اہلحدیث وسنت یا غیر اہلحدیث وسنت؟ قرآن مجید میں ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ الخ

یہ آیت مبارکہ بلاشبہ اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی مگر جو نام کا مسلمان اہل کتاب والی اس خصلت کو اپنائے وہ بھی ضرور بالضرور اس آیت مبارکہ کی زد میں آئے گا اس مقام پر دیو بندی بریلوی کا سوال نہیں کوئی نام کا اہلحدیث ہی کیوں نہ ہو وہ بھی یہی حکم رکھتا ہے۔"

فروعی مسائل بھی ہر مسئلہ میں شامل ہیں:

حافظ صاحب نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنے پر مقلد محمد صالح سے ایک سوال کیا جس کا جواب چودہ خطوط میں اس نے نہیں دیا۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

"آپ خود ہی اس سے تھوڑا سا پہلے تحریر فرماتے ہیں" فروعی مسائل میں ہم امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں" تو آپ کے اپنے ہی مندرجہ بالا اصول کے پیش نظر آپ پر لازم ہے کہ "فروعی مسائل میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرنے" کے اثبات میں پہلے قرآن کریم کی کوئی آیت مبارکہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث شریف لکھیں آخر" فروعی مسائل میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرنا بھی تو "ہر مسئلہ" میں شامل ہے نا۔"

مقلدین کی ایک مشہور بات کا جواب:

مقلدین کی طرف سے کی جانے والی ایک مشہور بات "اگر صحیح حدیث مل جائے تو ہم امام صاحب کے اقوال چھوڑ دیتے ہیں۔" کا حافظ صاحب نے ناطقہ بند جواب دیا:

یہ بندہ آپ کو آپ کی اس بات پر دوطرح سے غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے امید کی جاتی ہے کہ آپ ان دوطرح سے ضرور بالضرور غور فرمائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر آپ ماشاء اللہ منصف مزاج ہیں، اوّلاً تو اس طرح کہ آپ کی اس مندرجہ بالا بات میں صرف حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی شامل نہیں بلکہ دُنیا بھر کے تمام ائمہ شامل ہیں، دیکھئے اگر آپ کو صحیح

حدیث مل جائے تو کیا آپ حضرت الامام مالک، حضرت الامام شافعی اور حضرت الامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے اقوال نہیں چھوڑیں گے؟ چھوڑیں گے یقیناً چھوڑیں گے تو اس طرح آپ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ''فروعی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں۔'' یا ''فروعی مسائل میں ہم امام مالک رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں۔'' یا فروعی مسائل میں ہم امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر آپ کو صحیح احادیث مل جائے تو ان ائمہ کے اقوال کو بھی تو آپ لوگوں نے چھوڑ ہی دینا ہے نا تو پھر ''فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی تقلید'' کا دعوی کرنے سے دیگر مقلدین کی نگاہوں میں گرنے سے آخر آپ کو کوئی فائدہ؟

اور ثانیاً اس طرح کہ آپ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کل اقوال سے صرف تین اقوال بطور مثال درج فرمائیں جن کو آپ نے محض صحیح حدیث مل جانے کی بنا پر فی الواقع چھوڑ دیا ہو کیونکہ انصاف واخلاص کا تقاضا یہی ہے۔''

مقلدین کی بات: تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے اور پھر اس کی تائید میں ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پیش کرتے ہیں۔ حافظ صاحب نے اس کا ناطقہ بند جواب دیا، مد مقابل محمد صالح کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

① آپ نے صاف اور واضح الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ ''تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے'' نیز آپ تقلید کے سلسلہ میں آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پیش فرما چکے ہیں، تو آپ کے ہی مندرجہ بالا فرمان 'علما کا کام تحقیق ہے اور عوام کا کام تقلید ہے'' پر غور فرمایا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ آپ کے ہاں عوام نے تو تقلید کر کے آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پر عمل کر لیا لیکن علما دیوبند نے تحقیق کو اپنا کر آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پر عمل نہ کیا حالانہ آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ میں علما اور عوام دونوں یکساں مخاطب ہیں، تو آپ کے اس ذہن کے لحاظ سے تو قرآن مجید پر عمل کرنے کے سلسلہ میں عوام نے علما دیوبند کو پیچھے چھوڑ دیا۔

② آپ کے بیان کردہ معنی تقلید کی رو سے تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے، چنانچہ آپ اس کی تصریح بھی فرما چکے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اتباع کا حکم دیا ہے، جن میں

حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت تمام مجتہدین شامل ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر مجتہدین تاوفات آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پر عمل کرتے رہے یا نہ! اگر آپ ہاں میں جواب دیں تو حضرت الامام ابوحنیفہ اور دیگر مجتہدین تاوفات مقلد ہی مقلد قرار پاتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے اور اگر آپ نہ میں جواب دیں تو حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر مجتہدین کا تاوفات آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ پر عمل نہ کرنا لازم آتا ہے، تو پتا چلا کہ تقلید اور اتباع کو ایک ہی چیز کہنا خطرہ سے خالی نہیں امید ہے آپ ضرور بالضرور غور فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

④ آیت مبارکہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ میں نبی کریم ﷺ کو بھی اتباع کا حکم ہے اور آپ کے نزدیک تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے تو آپ کے اس نظریہ کے تحت تو نبی کریم ﷺ بھی مقلد ٹھہرتے ہیں تو فرمائیں آپ واقعی نبی کریم ﷺ کو مقلد ہی سمجھتے ہیں؟ اثبات اور نفی دونوں صورتوں میں جواب نبی کریم ﷺ کی توہین ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ اتباع اور تقلید کو ایک ہی چیز بنانے کا نتیجہ ہے۔

ترک تقلید کا لازمی نتیجہ:

مقلدین کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ انکار حدیث ترک تقلید کا لازمی نتیجہ ہے اس کا بہترین جواب حافظ صاحب نے دیا، محمد صالح کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"آپ لکھتے ہیں "انکار حدیث ترک تقلید کا لازمی نتیجہ ہے" آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ کے نزدیک حضرت الامام ابوحنیفہ اور دیگر مجتہدین میں تقلید کا وصف تھا یا ترک تقلید کا وصف؟ پہلی صورت میں ان کا اجتہاد والا وصف ختم اور دوسری صورت میں ان کا منکر حدیث ہونا لازم کیونکہ آپ کے خیال کے مطابق "انکار حدیث ترک تقلید کا لازمی نتیجہ ہے" اور یقینی بات ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین مجتہد تھے تارک تقلید تھے منکر حدیث نہیں تھے۔"

اکابرین کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے:

مقلدین کی ایک چال یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی عالم دین کا ایک مسئلہ پکڑ کر اچھال دیتے ہیں اور شور

مچاتے ہیں دیکھو غیر مقلد اپنے ہی عالم کا یہ مسئلہ نہیں مانتے۔ ان مقلدین کو اتنا بھی پتا نہیں چلتا کہ ہم ایک طرف تو انہیں غیر مقلد کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف خود ہی انہیں تقلید کی دعوت دے رہے ہیں کہ یہ اپنے عالم کی بات نہیں مانتے۔ ان کی تقلید نہیں کرتے۔ حافظ نورپوری صاحب نے اس بات کا بھی بہترین جواب دیا: میاں نذیر حسین صاحب دہلوی، حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہم اللہ تعالی اور دیگر علما اہلحدیث نیز علما اہل الرائے میں سے کسی عالم کا ہم کلمہ نہیں پڑھتے، نہ ہی ہم ان کے مقلد ہیں اور نہ ہی وکیل، اس لیے آپ ان کے متعلق جو درست وغیر درست لکھنا یا ان کے جس قدر صحیح وغیر صحیح حوالجات پیش کرنا چاہتے ہیں بڑی خوشی سے لکھیں اور پیش فرمائیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

تقلید کا لفظ قرآن حدیث میں:

اس مناظرے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: قطعی اور یقینی بات ہے کہ جب شرع کسی لفظ کا معنی متعین کرتی ہے تو وہ لفظ شرع میں موجود ہوتا ہے تو آپ کے ہاں تقلید کا مذکور بالا معنی جب شرعی ہوا تو لامحالہ تقلید کا لفظ بھی اس مذکورہ بالا معنی میں شرعی لفظ ٹھہرا لہذا مذکورہ بالا معنی میں لفظ تقلید کا ہونا شرع سے ثابت کرنا آپ پر لازم ہے قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ ثابتہ سے اس لفظ تقلید کو مذکور بالا معنی میں ثابت کریں۔

مناظرہ تحقیق التراویح

یہ تحریری گفتگو حافظ نورپوری رحمہ اللہ اور قاضی عصمت اللہ دیوبندی قلعہ دیدار سنگھ کے مابین ہوئی اس کے پس منظر کے متعلق عبداللہ کاتب صاحب فرماتے ہیں: مسئلہ تراویح پر اہلحدیث اور احناف کی طرف سے اشتہار بازی ہوئی۔ پمفلٹ شائع ہوئے۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں جامع مسجد اہلحدیث نورپور میں حافظ عبدالمنان صاحب نے مسئلہ تراویح بیان کیا۔ سامعین میں سے ایک صاحب مستری حسن دین نے حافظ صاحب سے مزید تحقیق کے لیے دلیل لکھوائی، مستری حسن دین صاحب مسلکاً مقلد ہیں۔ حافظ صاحب نے صحیح مسلک اور حقیقت

کو بیان کرتے ہوئے لکھ دیا۔ کہ "نبی ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ تراویح آٹھ رکعات پڑھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً . . الخ» .

[متفق علیہ]

اور صحابہ تمام کے تمام نبی ﷺ کے متبع تھے۔ بزرگ یہ تحریر لیے قاضی صاحب مدظلہ العالی کے پاس پہنچ گئے۔ قاضی صاحب ایک دفعہ تو سٹ پٹائے کہ شرک وبدعت کے اس ظلمت کدہ میں فروعی مسائل کو کتاب وسنت کے معیار پر بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں جہاں کوئی لگا ہوا ہے وہیں بہتر ہے۔ لیکن پھر بھی قاضی صاحب سے رہا نہ گیا۔ چنانچہ حافظ عبدالمنان کی دلیل پر ناقدانہ پہلو اختیار کیا یہ تو حسن اتفاق کی بات تھی کہ تحریر قاضی صاحب کے ہاں پہنچ گئی۔ ورنہ اس میں ان کو مخاطب نہیں کیا گیا تھا۔ قرب وجوار میں قاضی صاحب خاصی مانی ہوئی ہستی ہیں۔

وہ رقعہ جس پر حافظ عبدالمنان صاحب نے بخاری شریف کی حدیث لکھی تھی۔ نیچے حافظ عبدالمنان صاحب کے دستخط تھے۔ اسی کاغذ کی دوسری طرف قاضی صاحب نے الجواب واللہ الموفق للصواب لکھ کر اپنے نتیجہ فکر کا اظہار کیا۔ نیچے اپنے دستخط کر کے کاغذ سائل کو واپس دے رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی تحریر حافظ عبدالمنان کے پاس پہنچتی ہے جس کا جواب حافظ صاحب نے تحریر کر دیا قاضی کو بھی اس تحریر کا جواب مجبوراً دینا پڑا۔ اسی طرح دونوں حضرات کے مابین سلسلہ وار چار تحریریں ہوئیں۔

قصہ مختصر! قاضی صاحب مدظلہ العالی کے پاس حافظ عبدالمنان صاحب کی پانچویں تحریر کا جواب نہیں تھا۔ لہٰذا قاضی صاحب اپنے وقار اور وسعت ظرف سے اس تحریر کا جواب یوں دیتے ہیں۔ حلقہ معتقدین کی ایک میٹنگ بلائی جاتی ہے۔ جس میں قاضی صاحب کے زخموں کی مرہم پٹی کا مشورہ ہوتا ہے۔ طرز علاج یہ طے ہوا کہ چند احباب نور پور جائیں اور حافظ عبدالمنان صاحب کو ڈرا دھمکا دیں تاکہ وہ مزید تحریر نہ بھیج سکیں۔ چنانچہ قاضی صاحب کی سبکی دور کرنے کے لیے تین معالج تیار کیے گئے اور یہ اخلاق کریمانہ کا بہترین نمونہ تھے اور قاضی صاحب کے حلقہ تلمیذ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ ماسٹر نصر اللہ صاحب کی قیادت میں ملک بشیر احمد صاحب اور مولوی عباس علی صاحب نور پور تشریف لائے۔ یہاں

سے اپنے ہم مسلک احباب کو ساتھ لیا اور حافظ عبدالمنان صاحب کے ہاں آ دھمکے۔ حافظ صاحب اس وقت اکیلے تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ چنے چاول کی تجارت کرنے والے ملک بشیر احمد صاحب آڑھتی بھی اپنے وضاحتی بیان میں یہی کہتے ہیں کہ حافظ صاحب اکیلے تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ البتہ مسجد میں موجود باقی آدمیوں کے متعلق انہیں آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے یا بیٹھے تھے، ملک بشیر احمد صاحب جو روایت بیان کر رہے ہیں بیچارے خود اس بارے میں پریشان ہیں۔ چنانچہ مزید تائید کے لیے انھوں نے پانچ آدمیوں کا نام لیا ہے۔ ان پانچ آدمیوں میں سے چار مقلد ہیں جو انہی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب اگر انہیں دن کے وقت رات کہہ دیں تو یہ باور کریں گے جیسے واقعی ان کو چاند وستارے نظر آرہے ہوں۔ لہٰذا بشیر احمد صاحب کے حق میں ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ کن کی؟

آنسو بہا رہے ہیں جو محفل کے ساتھ ساتھ

خیر! عصر تک یہ سہ رکنی حضرات کافی شور مچاتے رہے اور حافظ عبدالمنان کو جاہل گردانتے رہے۔

تاہم دیوبندی مقلدین کے مناظر، چنے چاول کے تاجر ملک بشیر احمد آڑھتی نے حافظ عبدالمنان کو کہا کہ تو مجھ سے مناظرہ کرلے۔ اسی گفتگو میں کبھی کبھی ماسٹر نصر اللہ صاحب ٹپکتے رہے۔ تاہم یہ دوست سوچی سمجھی سکیم کے تحت واپس چلے گئے۔ ان کا خیال تو تھا کہ شاید حافظ صاحب اتنے پر گفتگو ختم کر دیں گے۔ لیکن ملک بشیر احمد صاحب آڑھتی اسی روز حافظ عبدالمنان سے ایک اور رقعہ لے گئے تھے۔ جس کے جواب کا انھوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا تھا۔ اب نامعلوم یہ رقعہ ملک بشیر احمد صاحب کی آڑھت کی نذر ہو گیا۔ قاضی صاحب کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ اور ملک صاحب موصوف نے قاضی صاحب کو اتنی تسلی دینی ہی کافی سمجھی کہ اب شاید حافظ عبدالمنان صاحب رقعہ نہیں بھیجیں گے۔ اور یہ لوگ نور پور میں اپنی تمام ہنگامہ آرائی کو اپنی فتح سمجھنے لگے گئے۔ قاضی صاحب نے تو رقعہ کے جواب میں سہ رکنہ مناظر کمیٹی کی غوغا آرائی کافی سمجھی۔ لیکن ملک بشیر احمد صاحب بھی ایک رقعہ پیشگی لے گئے۔ چھ روز کے انتظار کے بعد حافظ عبدالمنان صاحب نے رقعہ نمبر (٦) بھیج دیا۔ جس کو دیکھ کر قاضی صاحب نے موئے آتش دیدہ کی طرح بل کھائے۔

اس تحریری گفتگو میں قاضی صاحب نے حافظ صاحب پر ایک الزام لگایا جس کا جواب محمد اسحاق صاحب جو اس تحریر کے قاصد تھے نے خود دیا ہے:

محمد اسحاق صاحب کا بیان

ایک دن میں حافظ عبدالمنان صاحب کا چوتھا رقعہ لے کر قاضی صاحب کے پاس گیا۔ قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کل رقعہ لے کر نہیں آئے، میں نے کہا کہ کل مولوی صاحب گوجرانوالہ گئے ہوئے تھے قاضی صاحب کہنے لگے کہ استادوں سے مشورہ لینے گئے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ مجھے کیا علم ان کے وہاں رشتہ دار بھی ہیں۔ شاید انہیں ملنے گئے ہوں گے۔ چوتھے رقعہ کے جواب میں قاضی صاحب نے کہہ دیا۔ جس صاحب کے ہاتھ سے مجھے موصول ہوا ان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو میری تحریر کا جواب دینے کے لیے گوجرانوالہ کے چکر لگانے پڑے اور مشورہ از اساتذہ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ قاضی صاحب کا یہ رقعہ پڑھ کر حافظ عبدالمنان صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے قاضی صاحب کو یہ کہا ہے کہ وہ گوجرانوالہ مشورہ کے لیے گئے تھے میں نے کہا نہیں۔ میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ وہ گوجرانوالہ گئے تھے۔ یہ بات سن کر میں حضرت قاضی صاحب کے پاس پہنچا اور کہا کہ حضرت قاضی صاحب میں نے کب کہا تھا کہ حافظ عبدالمنان صاحب استادوں کے پاس مشورہ کے لیے گئے تھے؟ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ وہ گوجرانوالہ گئے تھے اور آپ نے لکھ مارا کہ وہ استادوں سے مسودہ تیار کروانے گئے تھے۔ تو قاضی صاحب اپنے فنکارانہ انداز میں بولے کہ پھر اور کس کام سے وہ گوجرانوالہ گئے تھے۔ یہ تھا قاضی صاحب کا صرف اپنا زعم! جسے عالم دین اور تحریری مناظر کی حیثیت سے قاضی صاحب نے بہت غلط رنگ دیا۔ اور اس ایک بہانہ تراشتے ہوئے حافظ عبدالمنان صاحب سے تحریری گفتگو میں فرار اختیار کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے اور یہ تمام کردار ایک ذمہ دار مقلد کے روپ میں ادا کیا گیا۔ بس کچھ نہ پوچھیے ؎

وہی قاتل، وہی مخبر، وہی خود منصف ہے
اولیا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

اس تحریری گفتگو کو شائع کرتے وقت ''پہلے مجھے پڑھیے'' کے نام سے ایک مقدمہ لکھا ہے، اس میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:

معزز قارئین! آپ کو معلوم ہے کہ رمضان المبارک میں میرے اور جناب قاضی صاحب مدظلہ العالی کے درمیان تحریری گفتگو ہوئی۔ جانبین سے پمفلٹ بھی شائع ہوئے۔لیکن جونہی قاضی صاحب کے پمفلٹ پر نظر پڑی۔تو اسے مغالطہ دہی۔غلط بیانی اور تضاد کلامی ایسے عمدہ عمدہ کارناموں سے بھرپور پایا۔جہاں تک ہوسکا اصل واقعات کو بھی بہت غلط رنگ دیا گیا تھا۔لہٰذا خیال ہوا کہ پہلے عوام کو احسن انداز میں نفس مسئلہ سے روشناس کرایا جائے۔پھر جناب قاضی صاحب کے پمفلٹ کی نقاب کشائی بھی کی جائے۔اور بتایا جائے کہ قاضی صاحب کو یہ پمفلٹ رقم کرنے میں کن کن کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا۔ان تمام باتوں کو ایسے سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا زک محسوس نہ کرے۔رہی معمولی نوک جوک تو اس میں جناب قاضی صاحب کے ہاں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔البتہ جناب قاضی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں مجھے اساتذہ سے مسودہ سازی' کذب بیانی' فریب دہی جھوٹ' جہالت اور طرح طرح کے بہتانات سے جو دشنام کیا ہے۔اُسے ان لوگوں کی عادت مستمرہ سمجھتے ہوئے نظرانداز کر دیا گیا ہے۔کیونکہ اس قسم کی لغویات کا جواب دینا بھی کوئی مناسب امر نہیں۔

اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس سعی کو دنیا وآخرت میں باعث خیر و برکت بنائے اور اسے شرف قبولیت بخشتے ہوئے آیندہ کے لئے بھی دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ بذریعہ اشاعت وتبلیغ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہم سب کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال کرے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم . ويرحم الله عبدا قال امينا .

عبدالمنان بن عبدالحق

نورپوری

اس گفتگو میں قاضی عصمت اللہ صاحب نے صحیح بخاری کی روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس روایت میں نماز تراویح کا ذکر نہیں ہے۔ حدیث میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان اور غیر رمضان ادا ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے تسلی بخش جواب دیا: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ابوسلمہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان ہی بتلایا تھا۔ تب ہی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں

خاموش رہے۔ وگرنہ وہ صرف کہتے کہ ام المؤمنین! میں تو آپ سے قیام رمضان پوچھ رہا ہوں اور آپ مجھے کوئی اور نماز بتلا رہی ہیں؟ اچھا اب آپ جسارت کیجیے۔ اور تحریر فرما دیجیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب ابوسلمہ کے سوال کا جواب نہیں تھا اور اگر جواب ہو بھی تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا سوال اسی سے حل ہوا تھا۔ یا پھر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا سوال قیام رمضان کے متعلق نہ تھا۔ باسند تحریر فرمائیے۔ آؤ میں آپ کو تمھارے گھر کی بات بتلاؤں بحر الرائق میں ابن نجیم حنفی بحوالہ فتح القدیر رقمطراز ہیں:

وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رضی الله عنها .

[بحواله مفاتيح باسرار التراويح]

اور امام محمد رحمہ اللہ اپنے موطا میں حدیث کو باب قیام شہر رمضان کے تحت درج کرتے ہیں اور ملا علی قاری مرقاۃ میں تراویح کی بحث میں فرماتے ہیں:

بَلْ كَانَ لَا يَزِيْدُ (أَيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً . (بحواله مفاتيح]

جناب دیکھیے کہ حنفیت کے بڑے بڑے ترجمان یعنی ابن ہمام، امام محمد، ملا علی قاری رحمہم اللہ الباری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نبی ﷺ کی نماز تراویح کے گیارہ رکعت ہونے پر استدلال کر رہے ہیں۔ کیا ان کا یہ استدلال غلط ہے؟ یا نہیں، غیر رمضان کے لفظ سے نسیان ہو گیا؟ یا پھر غیر رمضان کا لفظ انہیں کہیں نظر نہیں آیا؟ کہ آپ کی طرح کہہ دیتے کہ یہ صلوۃ تراویح کے علاوہ کوئی اور نماز ہے۔ یا پھر وہ آپ سے کم عقل وکم فہم تھے؟ کہ آپ تو نکتہ دقیقہ سمجھ گئے۔ البتہ امام محمد، ابن ہمام، ملا علی قاری رحمہم الباری کے ذہن میں یہ نکتہ نہ آسکا۔

فَوَاعَجَبًا لَكَ أَيُّهَا الْقَاضِيْ
وَاسَفًا عَلَيْكَ أَيُّهَا الْحَنَفِيْ

بہرکیف آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نبی ﷺ کے قیام رمضان کی رکعات بیان کرنے میں نص صریح ہے۔ اگر آپ سے غلطی ہو گئی ہو تو کوئی بات نہیں ہر انسان خطا کار ہے۔ اگر آپ مان لیں تو آپ کی تقلید میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں آپ کو تسلی دیتا ہوں کہ آپ یہ ماننے سے زمرہ مقلدین سے خارج نہیں ہوں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ حق تسلیم کرنے سے مجتہد نہیں

بنیں گے۔

بیس رکعت کس نے پڑھیں ہیں؟

اس مناظرہ میں حافظ صاحب نے قاضی صاحب کو ایک سوال کیا جس کا جواب قاضی ساحب نے نہیں دیا۔ میرا خیال ہے کوئی حنفی بھی نہیں دے سکتا ہے۔

نبی علیہ السلام نے نماز تروایح اپنی زندگی میں کبھی ادا کی ہے یا نہیں؟ اگر ادا کی ہے تو کتنی رکعت؟ خلفاء راشدین وصحابہ نبی علیہ السلام کے متبع تھے یا نہیں؟ خلفاء اربعہ میں سے کون سے خلیفہ نے بیس رکعت تراویح ادا کی اس کا نام بتایئے؟ یا اس کو خلفاء راشدین کی سنت کہنا چھوڑ دیجئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیجئے۔ (عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری)

سات سوال:

اس مناظرہ، میں حافظ صاحب نے قاضی صاحب سے سات سوال کیے ہیں جن کا جواب قاضی صاحب نے نہیں دیا:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے تو لایئے۔ آپ اپنے حقائق اور علم کی طاقت آزمائی ان سوالات کے جوابات میں ہی کیجئے۔ لیکن یہ سوالات اس سے پیشتر بھی آپ سے پوچھے گئے ہیں۔ دوبارہ لکھ دیتا ہوں کہ

۱۔ نبی ﷺ نے کتنی رکعت نماز تراویح ادا کی؟

۲۔ خلفاء رشدین رضی اللہ عنہم میں سے کونسے خلیفہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے

۳۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کی کونسی نماز پوچھی تھی؟

۴۔ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب صحیح تھا؟

۵۔ کیا امام محمدؒ ابن ہمامؒ ملاعلی قاری رحمہم الباری وغیرہ آئمہ احناف نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو نبی علیہ السلام کی صلوٰۃ تراویح کے گیارہ رکعت ہونے میں نص قرار دیا ہے۔ درست

ہے؟

۶۔ سائب بن یزید کی حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔موطا امام مالک رحمہ اللہ میں موجود ہے؟

۷۔ آپ اپنی پیش کردہ حدیث مع سند وتوثیق رجال درج کریں؟

خیر ایک بات آخر میں کہتا ہوں کہ تحریری خاموشی اختیار کر کے اوچھے ہتھیاروں سے دھمکیاں دینا اچھی راہ فرار نہیں ہے کسی مؤدبانہ طریقہ سے راہ فرار اختیار کی جائے تو بہتر ہوگا۔ویسے آپ لوگوں کی یہ جرات بھی قابل ستائش ہے کہ ؎

نہ رکھ دلیل کی کچھ بھی سند پھر اس پہ اڑتے ہو
عجب دانا مقلد ہو کہ بے ہتھیار لڑتے ہو

مولانا دل میں آپ لوگوں کے لیے درد موجود ہے آپ سنجیدگی سے خلوت میں سوچیے۔میرا نظر یہ صرف اور صرف یہ ہے ؎

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

(عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری)

ایک چیلنج:

اس مناظرہ میں حافظ صاحب نے قاضی صاحب کو ایک چیلنج کیا ہے جس کا جواب قاضی صاحب اپنی زندگی میں نہیں دے سکے:

قاضی صاحب جب تک بقید حیات ہیں۔اگر آنحضور ﷺ کا رمضان میں تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھنا ثابت کر دیں۔تو خاطر خواہ بلکہ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

حکیم مدثر محمد خاں سمندری فرماتے ہیں: یہ تحریری مناظرہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اور مولانا حافظ قاضی عصمت اللہ صاحب دیوبندی حنفی کے مابین ہوا تھا۔کتاب چھ ابواب اور ۱۳۴ صفحات پر محیط ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے: پہلے باب میں ''منظور ہے گزارش احوال واقعی'' اور ''پہلے مجھے پڑھیے'' کے عنوان سے مباحث کا پس منظر اور تحریری گفتگو کا متن بھی درج ہے۔دوسرے باب میں آٹھ رکعت نماز تراویح کے سنت نبوی ﷺ ہونے کے دلائل اور ان پر قاضی صاحب کے اعتراضات کا جواب، تیسرے باب

میں بیس رکعت تراویح سنت نبویہ ہونے کے دلائل کا رد لکھا ہے۔ چوتھے باب میں ثابت کیا گیا ہے کہ بیس رکعت تراویح خلفائے راشدین کی بھی سنت نہیں ہے۔ پانچویں باب میں دس فحول علمائے احناف کے اقوال سے آٹھ رکعت نماز تراویح کا سنت مندرج ہے۔ چھٹے باب میں قاضی صاحب کے مغالطات کی نشاندھی، ان کی تضاد بیانی اور ان کی اغلاط کی فہرست ہے اور خاتمہ ''اک مؤدبانہ گزارش ہے'' کے عنوان سے ہے۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۲۳۲)]

تعداد تراویح

حکیم مدثر محمد خاں سمندری فرماتے ہیں: یہ مفتی غلام سرور گجراتی کے رسالے ''بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت'' کا رد ہے۔ ۱۳۹۹ھ میں یہ مکمل ہوا۔ اس پر استاذنا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی ﷾ نے ۲۲ صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقدمہ لکھا۔ ۱۴۰۷ھ میں یہ ایک ضمیمے کے ساتھ شائع ہوئی۔ کل صفحات ۲۰۸۔ (مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۲۳۱)

اس رسالے کے شروع میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب ﷾ نے بائیس صفحات پر مشتمل تقریب لکھی ہے، جس میں احناف کے احادیث کو بگاڑنے کے حیلے بیان فرمائے ہیں، اس کے آخر میں تراویح کے متعلق احناف کی چالبازیوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

تراویح میں عدد مسنون بیس رکعت ثابت کرنے کے جدید طریقے

یہ طریقہ ان احناف کا تھا جن کا تذکرہ اوپر گزرا۔ موجودہ دور کے علمائے احناف نے اسے سنت خلفائے راشدین قرار دینے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اپنے متقدمین علما کے خلاف کئی ایسے طریقے اختیار کیے ہیں جو امام احمد بن حنبل کے ارشاد کے مطابق جرأت (سینہ زوری) کے علاوہ کچھ نہیں۔

بیس رکعت والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش:

ان کوششوں میں سے پہلی کوشش بیس رکعت والی بالاتفاق ضعیف روایت کو صحیح بنانے کی کوشش ہے چنانچہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکوۃ کی شرح «التعلیق الصحیح» میں لکھا ہے:

«اِعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ الَّذِیْ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً الَّذِیْ ضَعَّفَهٗ

اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ هُوَ صَحِيْحٌ عِنْدَ هٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ» .

[(ص ۱۰۵ جلد ثانی طبع دمشق)]

''جان لو کہ ابن عباس کی روایت کردہ بیس رکعت والی جسے تمام ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے وہ اس بندۂ ضعیف کے نزدیک صحیح ہے''۔

پھر اپنے خیال کے مطابق اس کے دلائل ذکر کرتے ہوئے آخر میں خلاصہ ان لفظوں میں ذکر کیا ہے:

«فَإِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ يُصَحَّحُ بِتَلَقِّي الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ فَكَيْفَ لَا يُصَحَّحُ بِتَلَقِّي الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَسَائِرِ الصِّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَجُمْهُوْرِ الْاَئِمَّةِ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ » [(حواله مذكوره)]

''جب حدیث علما صالحین کے عملاً قبول کر لینے کی وجہ سے صحیح ہوسکتی ہے تو خلفاء راشدین' تمام صحابہ وتابعین اور جمہور ائمہ اور مجتہدین کے عملاً قبول کر لینے کی وجہ سے کیوں صحیح نہیں ہوسکتی؟''

چاہیے تو یہ تھا کہ حدیث پر ائمہ حدیث کا جو اصل اعتراض ہے کہ اس کا راوی ابوشیبہ کذاب ہے اسے دور کر کے حدیث صحیح ثابت کرتے مگر رجالی رجسٹروں کی رو سے تصحیح وتضعیف جب شیخ کے نزدیک پتھا ٹولنے والی بات تھی تو تلمیذ اس چکر میں کیوں پڑتا۔ اس نے پہلے خلفائے راشدین' تمام صحابہ وتابعین' جمہور ائمہ ومجتہدین کے ذمہ گھڑ کر ایک بات لگائی پھر اس حوالہ سے رسول کریم ﷺ پر بہتان کو صحیح قرار دے کر اپنے تمام پیشرو ائمہ حدیث کے فیصلے کو غلط قرار دیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ تقلید کا دعویٰ کرنے اور اس پر فخر کرنے والے حضرات کس دیدہ دلیری سے اتنے بڑے مجتہد بن جاتے ہیں کہ اپنے سے پہلے تمام ائمہ حدیث کی متفق علیہ بات کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں حالانکہ جس طرح بیس رکعت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اسی طرح خلفائے راشدین سے بھی ثابت نہیں اور اسے تمام صحابہ وتابعین وجمہور ائمہ ومجتہدین کا مذہب ہونے کا دعویٰ تو صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو خود بھی فریب نفس میں مبتلا ہو اور دوسروں کو بھی اندھا دیکھنے کا خواہش مند ہو۔

آپ عینی کی عمدۃ القاری اور ترمذی کی الجامع اٹھا کر دیکھیں صحابہ وتابعین وجمہور ائمہ ومجتہدین میں گیارہ مسنون رکعتوں پر اکتفاء کرنے والے بھی موجود ہیں اور اپنی سہولت کے لیے قیام میں تخفیف

کر کے رکعتوں کی تعداد بیس' چھتیس اور چالیس تک پہنچانے والے بھی۔ ہمارے کئی بھائی تو اپنی تصنیفات اور تقریروں میں امام ابوحنیفہ سے روزانہ ہزار رکعات پڑھنا بھی بیان فرماتے ہیں اور مولانا کاندھلوی ہیں کہ تمام صحابہ' تابعین اور جمیع ائمہ ومجتہدین کو بیس رکعت پڑھنے والے بنا کر اس کے ذریعے بیس رکعت سنت رسول اللہ ﷺ کی دلیل مہیا فرمارہے ہیں آپ غور فرمائیں کہ جب بنیاد اتنی کمزور ہو تو اس پر اٹھائی جانے والی عمارت کا حال کیا ہوگا؟

تراویح اور تہجد کو الگ الگ قرار دینا:

دوسری کوشش جس کی طرف پہلے کسی حنفی کا خیال بھی نہیں گیا تھا یہ باور کروانا ہے کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ گیارہ رکعتوں والی روایات اگرچہ صحیح ہیں مگر یہ تہجد سے متعلق ہیں۔ تراویح سے ان کا تعلق نہیں۔ اس جدید اختراع پر بعض حضرات کو اتنا ناز ہے کہ ان کے خیال کے مطابق اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ ضلع گوجرانوالہ کے مشہور حنفی عالم قاضی عصمت اللہ صاحب خطیب قلعہ دیدار سنگھ کی اسی بنیاد پر ہمارے فاضل بھائی مولانا حافظ عبدالمنان صاحب سے تحریری گفتگو ہوئی۔ ساتھ ہی دوسرے آثار واحادیث کا ذکر بھی ہوتا رہا مگر قاضی صاحب چوتھے پانچویں رقعے پر ہی قلم چھوڑ بیٹھے۔ یہ مراسلت تحقیق التراویح کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ نہایت دلچسپ اور قابل مطالعہ چیز ہے اور اللہ کے فضل سے بہت سے لوگوں کے لیے باعث ہدایت واطمینان ہوئی ہے۔

مؤطا میں فاروقی فرمان گیارہ رکعت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش:

تیسری کوشش موطا کی صحیح روایت کو کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا'' مضطرب ثابت کر کے ناقابل اعتبار ٹھہرانے اور اس کے مقابلے میں ان ضعیف آثار کو صحیح قرار دینے کی کوشش ہے جن میں حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بیس رکعت پڑھنے یا حکم دینے کا ذکر ہے۔

یہ کوشش دوسرے کئی حضرات کے علاوہ ضلع گجرات کے ایک حنفی عالم مولوی غلام سرور صاحب نے بھی کی اور ''بیس رکعت تراویح کی شرعی حیثیت'' نامی رسالہ میں بزعم خود دلائل سے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعت واقعی خلفائے راشدین کی سنت ہے اور گیارہ رکعت کا حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا۔ رسالہ

پر مولانا محمد چراغ صاحب بانی جامعہ عربیہ گوجرانوالہ تلمیذ انور شاہ کی تصدیق وتقریظ بھی ہے۔ مصنف کو اپنے دلائل اور طرز تحریر کی پختگی پر اتنا اعتماد تھا کہ انھوں نے خود یہ رسالہ ایک طالب علم کی وساطت سے ہمارے محترم بھائی حافظ عبدالمنان صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ آپ اس پر تبصرہ فرمائیں۔ حافظ صاحب نے اس رسالہ کا جائزہ نہایت سنجیدہ اور مدلل طریقے سے لیا اور واضح کیا کہ اضطراب کے دعوی کی حقیقت کیا ہے؟ اور ابن تیمیہ، شوکانی، ابن ہمام، ملاعلی قاری وغیرہم تراویح میں مسنون عدد کیا سمجھتے ہیں اور خلفائے راشدین کی سنت بیس رکعت ہونے کے دعوی کی حقیقت کیا ہے؟

مصنف نے اپنے تین دعووں کے لیے تین دلیلیں سبل السلام میں بیہقی سے نقل کی گئی ایک عبارت سے پیش کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے سبل السلام اور بیہقی دونوں کی عبارتوں کو بالمقابل لکھ کر ثابت کر دیا کہ سبل السلام میں یہ تینوں باتیں غلط نقل ہوئی ہیں اور مصنف نے اپنے دلائل کی بنیاد اصل کتاب پر رکھنے کی بجائے دوسری کتاب میں نساخ کی غلطیوں پر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ بحث کے ضمن میں کئی نادر نکات وتحقیقات ایسی ذکر کی ہے جو کسی دوسری جگہ یکجا نہیں مل سکتیں بلکہ بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو اس سے پہلے شاید کسی قلم سے نہ نکلی ہوں کیونکہ مصنف نے بزعم خود جدید دلائل پیش کیے تھے اس لیے ان کا جواب بھی جدید ہی دینے کی ضرورت تھی اور یہ خدمت اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب موصوف سے لی ہے۔

حافظ صاحب نے پہلے تقریباً چالیس صفحات لکھ کر صاحب رسالہ کے پاس بھیجے جس پر انھوں نے صرف دو تین باتیں لکھ بھیجیں اور اعتراف کیا کہ آپ نے واقعی بہت محنت کی ہے اور مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جائے گی۔ پھر رسالہ مکمل ہونے پر حافظ صاحب نے ان کے پاس بھیجا تو انھوں نے کوئی تصدیقی یا تردیدی جواب نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا غلام سرور صاحب کے نزدیک حافظ صاحب کے تعقبات واقعی لاجواب ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جب مولانا صاحب پر حق واضح ہو چکا ہے تو وہ اس کے اعتراف میں اور اس پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے کیونکہ قیامت کے دن حق پر عمل کام آئے گا نہ کسی دھڑے سے وابستگی۔ ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾.

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے علم میں مزید برکت فرمائے اور ہمیں ان کے فوائد سے مستفید ہونے

کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت

اس رسالے کے پہلے صفحے پر لکھا ہے:

اس رسالہ میں صحیح صحیح احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ہاتھ کندھوں اور کانوں تک اٹھایا کرتے تھے اور انہیں سینے پر اور ناف سے اوپر باندھا کرتے تھے نیز واضح کیا گیا ہے کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی کوئی ایک روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے کئی ایک حنفی بزرگ بھی سینے پر اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل اور عامل گزرے ہیں۔

اس رسالے کے متعلق حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مگر بعض لوگوں نے تقریباً ہر عمل میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو مسخ کر کے اپنی مرضی کے مطابق کچھ طریقے اختیار کر لیے نماز بھی ان حضرات کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکی۔ انہوں نے بہت سی چیزیں اپنے پاس سے ایجاد کیں مثلاً ''اللہ اکبر'' کے علاوہ کوئی لفظ کہہ کر نماز شروع کرنے کی اجازت' سورۂ فاتحہ کے بغیر امام' مقتدی اور منفرد کو نماز پڑھنے کی اجازت' رکوع سجود میں خاموش رہنے اور کچھ نہ پڑھنے کی اجازت' رکوع جاتے اور اُٹھتے وقت رفع یدین کی ممانعت' اطمینان کے بغیر نماز درست قرار دینا سلام پھیرنے کے بغیر ہی نماز سے فارغ ہو جانا وغیرہ۔

ان ہی خود ساختہ طریقوں میں سے ایک ایجاد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینے پر ہاتھ باندھے، حالانکہ مرد کے لیے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا کسی بھی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام کی حالت میں ناف سے اوپر اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے اس لیے ہر مسلمان کو خواہ مرد ہو یا عورت نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

چونکہ یہ حضرات جانتے تھے کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اس لیے انھوں نے اسے رائج کرنے کے لیے کئی طریقے اختیار کیے۔ کبھی یہ کہا کہ جس طرح ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ثابت نہیں اسی طرح سینے پر ہاتھ باندھنے کی بھی ثابت نہیں۔ حالانکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی متعدد صحیح احادیث موجود ہیں۔ کبھی یہ کہا کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی صحیح حدیث

موجود ہے اور اس کے لیے اتنی زبردست خیانت کی کہ کراچی کے ایک ادارے نے مصنف ابن ابی شیبہ شائع کرتے ہوئے ایک صحیح سند والی روایت کے ساتھ تحت السرة (زیر ناف) کے الفاظ بڑھا دیئے۔

اس کشمکش میں یہ حضرات یہ بھی بھول گئے کہ جب وہ خود کہہ رہے ہیں کہ نہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث صحیح ہے نہ ناف سے نیچے باندھنے کی تو ان کا یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی صحیح حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔ اور نہ ہی انہیں یہ خیال رہا کہ جب ان کے بقول رسول اللہ ﷺ سے نہ سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہے اور نہ ناف سے نیچے تو ان کو کس نے حق دیا کہ وہ اپنے پاس سے مردوں کے لیے زیر ناف اور عورتوں کے لیے سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا مقرر کریں یہ تو صرف نبی ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقرر کر سکتے ہیں جب آپ ﷺ نے مقرر نہیں کیا تو بعد میں کسی کو یہ مقرر کرنے کا حق دینا تو اسے نبی کے مقام پر فائز کرنا ہے پھر تاج وتخت ختم نبوت کے تحفظ کا کیا بنے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ ناف سے نیچے باندھنا ہرگز رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں نہ ہی اس چیز میں مرد عورت کا کوئی فرق آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے آپ کا طریقہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہی ہے۔

کچھ عرصہ بیشتر ایک صاحب ایک تحریر لے کر محترم حافظ عبدالمنان صاحب کے پاس حاضر ہوئے کہ مجھے ایک عالم نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل لکھ کر دیے ہیں۔ میں نے کئی حضرات سے جواب لکھنے کے لیے کہا ہے مگر ابھی تک کسی نے نہیں لکھا۔ آپ اس کا جواب لکھیں چونکہ اس تحریر میں زیر ناف ہاتھ باندھنے والوں کے تقریباً تمام دلائل لکھے ہوئے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی اضافہ کردہ روایت بھی نقل کی گئی تھی اور سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث پر اعتراض کیے گئے تھے اس لیے محترم حافظ صاحب نے تفصیل سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث ذکر کر کے ان پر اعتراضات کا جواب دیا خواہ اس تحریر میں موجود تھے یا نہیں۔ اسی طرح زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایات کا ضعف خوب واضح کیا جس سے ہاتھ باندھنے کے موضوع پر ایک جامع رسالہ مرتب ہوگیا۔

اب وہ رسالہ افادہ عام کے لیے شائع کیا جاتا ہے پہلے وہ تحریر نقل کی جاتی ہے جس کے جواب میں رسالہ لکھا گیا ہے بعد میں رسالہ شروع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی

توفیق عطا فرمائے۔

عبدالسلام بن محمد۔ سرفراز کالونی

جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

اس رسالہ میں حافظ صاحب نے ایک واقعہ لکھا ہے جو واقعتا عبرت کا باعث ہے:

ایک عبرت آموز واقعہ

یہ شیخ ابوالحسن سندھی حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے والی سنت وحدیث پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہیں قید و بند کی صعوبت میں بھی مبتلا ہونا پڑا جسے انہوں نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا چنانچہ شیخ محمد عابد سندھی اپنی کتاب ''تراجم الشیوخ'' میں شیخ ابوالحسن سندھی حنفی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''شیخ صاحب حدیث پر عمل کرنے والے تھے' کسی مذہب کی آڑ لے کر حدیث کو نہ چھوڑتے تھے۔ رکوع سے پہلے' رکوع سے اُٹھ کر اور دو رکعتوں سے اُٹھ کر رفع یدین کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ بھی سینے پر باندھا کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں حنفی المذہب شیخ ابوالطیب سندھی بھی تھے جو اپنے مذہب سے عدول نہ کرتے تھے تو یہ بزرگ شیخ صاحب موصوف سے مناظرہ کرتے تو جب شیخ ابوالحسن دلائل پیش فرماتے تو شیخ ابوالطیب ان دلائل کا جواب دینے سے عاجز آ جاتے پھر یہ نزاع و تکرار ان کے مابین مسلسل قائم رہی تا آنکہ مدینہ منورہ میں روم کے حنفی قاضیوں سے ایک حنفی قاضی تشریف لائے تو شیخ ابوالطیب ان کے پاس گئے۔ اور شیخ ابوالحسن کے ان کے مذہب کی طرف مائل نہ ہونے اور بعض مسائل میں امام صاحب (ابوحنیفہؒ) کی مخالفت کرنے کی شکایت کی۔ قاضی صاحب موصوف نے شیخ ابوالحسن کے حال سے بحث و کرید کی تو انہوں نے شیخ ابوالحسن کو علوم وفنون میں امام پایا اور اہل مدینہ کو ان کے شاگرد۔ تو اس صورتِ حال کے پیش نظر قاضی صاحب مذکور نے ان (شیخ ابوالحسن) سے اپنے لیے دعا کروانے کے سوا کوئی گنجائش نہ پائی پھر شیخ ابوالطیب ہر سال ہر قاضی کے پاس شیخ ابوالحسن کا شکوہ کرتے رہے حتیٰ کہ ایک سال امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر ایک متعصب قاضی آ گیا تو شیخ ابوالطیب نے شیخ ابوالحسن کے معاملے کی اس متعصب حنفی قاضی کے پاس بھی شکایت داغ دی۔ اس قاضی نے شیخ ابوالحسن کو اپنے پاس طلب و حاضر کر لیا اور حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ زیر ناف باندھیں اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ

رفع یدین نہ کریں۔ شیخ ابوالحسن نے جواب دیا میں (آپ کے حکم کی تعمیل) نہیں کروں گا۔
قاضی صاحب نے انہیں ایک ایسی تاریک واندھیر کوٹھڑی میں قید و بند کرنے کا حکم دے دیا جس کوٹھڑی میں بوجہ تاریکی قیدی اپنے اعضاء بھی نہ دیکھ سکے اور پاخانہ بھی وہ اسی کوٹھڑی میں کرے چنانچہ شیخ ابوالحسن ایسی کوٹھڑی میں چھ دن محبوس رہے۔ مدینہ والے شیخ صاحب کو نصیحت کرتے کہ آپ قاضی صاحب کا حکم (ہاتھ زیر ناف باندھنا اور رفع یدین چھوڑنا) مان لیں اور قید سے رہا ہو جائیں۔ شیخ صاحب انہیں جواب دیتے ''میں وہ کام نہیں کروں گا جو میرے نزدیک صحیح اور ثابت ہی نہیں اور وہ کام نہیں چھوڑوں گا جو میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہو چکا ہے'' اور اس جواب پر انہوں نے حلف وقسم اُٹھالی۔ لوگ قاضی کے پاس گئے تو قاضی نے بھی قسم اُٹھالی کہ اگر اس نے (قاضی نے) شیخ صاحب کو سینے پر ہاتھ باندھے دیکھ لیا تو پھر وہ انہیں دوبارہ جیل میں ڈال دیں گے تو لوگوں نے شیخ صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ بدن پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے ہاتھ باندھ لیا کریں تاکہ شیخ اور قاضی دونوں کی قسمیں ٹوٹنے نہ پائیں تو شیخ صاحب نے لوگوں کے اس مشورہ کو قبول فرما لیا۔ اس کے بعد تھوڑی مدت ہی گزرنے پائی تھی کہ کسی نے آ کر شیخ صاحب کو ان کی نماز میں قاضی صاحب کے فوت ہو جانے کی اطلاع دے دی تو شیخ صاحب نے فوراً وہ کپڑا اتار پھینکا''۔

مسئلہ رفع الیدین

اس تحریری مناظرے کے متعلق حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے حرف آغاز لکھا ہے:

حرف آغاز

آج سے چھ سات پہلے ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں امجد علی نامی ایک صاحب دینی علم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوئے۔ دنیاوی تعلیم ان کی خاصی تھی اور اس سے پہلے وہ ایک غیر ملکی تعمیراتی فرم میں معقول تنخواہ پر کام کرتے رہے تھے۔ تبلیغی جماعت میں بھی کافی وقت لگا چکے تھے۔ دینی علم حاصل کرنے کا شوق بڑھا تو ملازمت چھوڑ دی۔ اور مدارس عربیہ کی طرف رخ کیا۔ ایک دو مدارس میں گئے مگر دل کو اطمینان نہ ہوا۔ کسی کے بتانے پر جامعہ محمدیہ میں آ گئے۔ یہاں ان کے خیال کے مطابق ان کی تعلیم تسلی بخش ہونے لگی۔ طبیعت میں سعادت اور اطاعت تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی جو صحیح حدیث

ملتی اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ آہستہ آہستہ اپنے پہلے اکابر کا طریقہ چھوڑ کر سنت نبوی ﷺ کے مطابق صحیح نماز ادا کرنے لگے۔ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین بھی شروع کر دی۔

جامعہ کے قریب محلہ سرفراز کالونی میں دیوبندی حضرات کی ایک مسجد میں وہ اکثر جایا کرتے تھے کیونکہ تبلیغی حضرات سے ان کی پرانی راہ ورسم تھی۔ اب جب ان لوگوں نے انہیں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے باز رکھنے کی کوشش فرمانے لگے خصوصاً وہاں کے مدرس مولانا قاری جمیل احمد صاحب اس کارخیر میں پیش پیش تھے۔ ان سے کہا گیا کہ رفع الیدین تو منسوخ ہو چکی آپ کیوں کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ اگر ثابت ہو جائے کہ یہ منسوخ ہے تو میں چھوڑ دوں گا۔ صرف زبانی ہی نہیں بلکہ حسب ذیل تحریر بھی قاری جمیل احمد صاحب کو لکھ کر دے دی:

> ''اگر آپ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے جب ہم اٹھیں گے تو رفع یدین کریں گے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں جب ہم رکوع میں جائیں گے اور اٹھیں گے تو رفع یدین دونوں دفعہ کریں گے۔ اگر یہ طریقہ رفع یدین نماز میں منسوخ ہے کہ حضور ﷺ مندرجہ بالا بیان کے مطابق رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز میں اور اگر کرتے تھے تو بعد میں منسوخ فرما دیا ہو۔ اگر منسوخ ہونے کی قوی دلیل پیش کر دیں تو میں نماز میں رفع یدین رکوع والا چھوڑ دوں گا۔'' امجد علی

اس پر قاری جمیل احمد صاحب نے رفع الیدین منسوخ ہونے کے دلائل لکھ کر امجد صاحب کو دیے وران کے آخر میں لکھا۔ نوٹ: اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک وشبہات لکھے ان شاء اللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔ فَتَدَبَّرُوْا

جناب امجد علی صاحب نے قاری جمیل احمد صاحب کا رقعہ محترم مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اس کی حقیقت واضح کریں۔ حافظ صاحب نے اس کا جواب لکھا اور امجد علی نے وہ جواب قاری جمیل احمد صاحب کے پاس پہنچایا۔ اس کے بعد دونوں حضرات میں مزید تحریری گفتگو ہوئی۔ پہلی تحریر سمیت قاری صاحب نے چھ رقعے لکھے۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے بھی جواب میں چھ رقعے لکھے۔ ان کا آخری رقعہ ۲۶/ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ کا لکھا ہوا قاری جمیل احمد صاحب کو پہنچا مگر آج

شعبان ۱۴۰۸ھ تک ان کا جواب نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نوردین خادم صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے دونوں حضرات کی تحریریں افادہ عام کے لیے شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

اگر کوئی صاحب ان رقعوں کو غور سے پڑھیں تو انہیں صحیح بحث ومناظرہ کا بہترین سلیقہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ضعیف احادیث کو صحیح بنانے کی کوشش کرنا، کبھی کوئی موقف اور کبھی کوئی موقف اختیار کرنا اور اصل موضوع سے غیر متعلق باتیں چھیڑ کر جان بچانا آپ کو قاری صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

اور صحیح احادیث کا دفاع بہترین صبر وتحمل کے ساتھ اپنی ایک ہی بات پر قائم رہنا، حریف کو مجبور کر کے اصل بات پر لانا، غیر ثابت روایات کو صحیح قرار دینے کی کوشش کا قلع قمع اور غیر متعلق باتوں سے اچھے طریقہ کے ساتھ عہدہ برآ ہونا آپ کو حافظ عبدالمنان صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ان تحریروں کو اپنے بندوں کے لیے نافع بنائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ ان سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبدالسلام بن محمد۔ جامعہ محمدیہ

جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۲۵ ی رشعبان ۱۴۰۸ھ

محل نزاع کو متعین کرنا:

اس کے آغاز ہی سے حافظ صاحب نے بحث کا اصل موضوع متعین کر کے مد مقابل پر اپنی گرفت مضبوط کرلی، جس سے وہ آخر تک نکلنے کی کوشش کرتا رہا لیکن نکل نہیں سکا۔ حافظ صاحب نے لکھا: رفع الیدین نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا سرے سے مشروع ہی نہ ہو۔

۲۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا پہلے پہل مشروع ہو بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہو۔ پہلی صورت میں رفع الیدین کے نبی کریم ﷺ سے ثبوت کا بالکلیہ انکار ہے جبکہ دوسری صورت میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم ﷺ سے ثابت ہونے کا اقرار پھر اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ ہے کیونکہ جو چیز سرے سے شرع میں ثابت ہی نہ ہو اس کے نسخ کا تو سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا۔

اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ ''رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے'' کی مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے جناب قاری صاحب نے کون سی صورت اختیار کی ہوئی ہے تو اس سلسلہ میں ان کا اپنا ہی بعد والا جملہ ''اور دلیل منسوخیت پر بھی'' صاف صاف بتلا رہا ہے کہ انہوں نے دوسری صورت ''رفع الیدین کے مشروع ہونے کے بعد منسوخ ہونے کو اختیار فرمایا ہے تو مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ قاری صاحب رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے مدعی ہیں اور رفع الیدین کی منسوخیت ان کا دعویٰ ہے۔

تو واضح بات ہے کہ ان کے اس دعویٰ میں رفع الیدین کے نبی کریم ﷺ سے پہلے پہل ثابت ہونے کا اعتراف واقرار موجود ہے لہٰذا ہمیں اس مقام پر صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ، سنن ابی داؤدؒ، سنن ترمذیؒ، سنن نسائیؒ، سنن ابن ماجہؒ، موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ، شرح معانی الآثار للطحاویؒ، سنن دارقطنیؒ، سنن کبریٰ للبیہقیؒ اور دیگر کتبِ حدیث سے نبی کریم ﷺ کے رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو ثابت کرنے والی احادیث کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہم آپ کو اس جگہ صرف اور صرف یہ بتائیں گے کہ قاری صاحب کا دعویٰ ''منسوخیت رفع الیدین'' کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر قاری جمیل حنفی جو استدلال کیا حافظ صاحب نے اس کا چھ طرز پر جواب دیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کے چھ جواب:

رہا حضرت قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال تو وہ بھی نادرست ہے۔

① اوّلاً تو اس لیے کہ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کے لفظ «مالی اراکم رافعی ایدیکم» بھی موجود ہیں جن کا معنی ہے ''کیا ہے مجھے یا میرے لیے دیکھتا ہوں میں تمہیں اپنے ہاتھ اُٹھانے والے'' اور واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ جو رفع الیدین خود کیا کرتے تھے اور جو رفع الیدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اتباع میں کیا کرتے تھے وہ رفع الیدین تو آپ ﷺ کو معلوم ہی تھا پھر اس رفع الیدین سے متعلق آپ مَالِیْ اَرَاکُمْ الخ کیونکر فرما سکتے ہیں لہٰذا اس روایت

سے نبی کریم ﷺ کے رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے۔

② ثانیاً اس لیے کہ اس روایت میں نبی کریم ﷺ کے لفظ «كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ» بھی مذکور ہیں جن کا ترجمہ ہے ''گویا وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں'' اور واضح ہے کہ جو رفع الیدین نبی کریم ﷺ کا اپنا معمول ہے اور جو رفع الیدین آپ کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول ہے اس رفع الیدین کے متعلق آپ کا یہ الفاظ استعمال فرمانا محال ہے لہٰذا اس روایت سے نبی کریم ﷺ کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول رفع الیدین کے نسخ پر استدلال ناقابل التفات ہے۔

③ ثالثاً اس لیے کہ نماز رکعت میں رفع الیدین بھی «كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ» کا مصداق ہے کیونکہ قاعدہ ہے «اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ» الخ' تو جیسے اس وتروں والے رفع الیدین کو اس روایت سے منسوخ نہیں کیا گیا ویسے ہی رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کو بھی اس کی مثبت احادیث کی بنا پر منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

④ رابعاً اس لیے کہ قاری صاحب کے اس روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال کی بنیاد رافعی ایدیکم الخ' میں رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین مراد ہونے پر ہے مگر ابھی تک انہوں نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی لہٰذا ان کا اس روایت سے اس رفع الیدین کے نسخ پر استدلال صحیح نہیں۔ باقی «كنا اذا صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم» الخ اور «خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم» الخ کے اس واقعہ کے دو دفعہ رُونما ہونے پر دلالت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں موقعوں پر رفع الیدین جدا جدا ہو «وَمَنِ ادَّعٰى فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ» بصورت تسلیم اتنی چیز سامنے آئے گی کہ خرج علینا والے واقعہ میں رفع الیدین عندالسلام مراد نہیں مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اس سے رکوع والا رفع الیدین مراد ہے؟ وَمَنِ ادَّعٰى فَعَلَيْهِ الْبُرْهَانُ

⑤ خامساً اس لیے کہ قیام سے رکوع میں جانا' رکوع سے سر اُٹھانا' قومہ سے سجدہ میں جانا' سجدہ سے سر اُٹھانا اور جلسہ سے دوسرے سجدہ میں جانا یہ سب حرکات ہیں جو سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہیں تو

«اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ» کا تقاضا ہے کہ یہ مذکورہ بالاحرکات بھی ممنوع یا منسوخ ہوں کیونکہ قاعدہ ہے۔«اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ» تو جس طرح نماز کے اندر یہ سب حرکات دوسرے دلائل کی بنا پر دُرست ہیں اسی طرح رکوع والا رفع الیدین بھی دوسرے دلائل کی وجہ سے درست' نبی کریم ﷺ کی سنت اور قابل اجر وثواب ہے لہٰذا قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہؓ والی روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال بے بنیاد ہے۔

⑥ سادساً 'اس لیے کہ رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین اگر سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے تو لامحالہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں رفع الیدین بھی سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ الخ والا قاعدہ اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے لہٰذا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے ورنہ نمازِ وتر کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا نسخ لازم آئے گا۔ وَهُوَ كَمَا تَرٰى

حدیث کو رد کرنے کا حنفی طریقہ اور اس کا جواب نورپوری:

حنفی حضرات کو معلوم ہے کہ رفع الیدین کی احادیث موجود ہیں،اس لیے وہ ان احادیث سے جان بچانے کی لیے اہلحدیثوں سے احادیث پر طوق اور بیڑیاں ڈال کر سوال کرتے ہیں۔وہ حدیث دکھاؤ جس میں ہمیشہ کا لفظ ہو،تا زندگی کا لفظ ہو،وغیرہ۔اسی طرح کا سوال قاری جمیل حنفی نے حافظ صاحب سے کیا،حافظ صاحب نے اسے ٹھیک ٹھیک جواب دیے۔حافظ صاحب فرماتے ہیں:

قاری صاحب نے اپنے اس چوتھے رقعہ میں ایک اور سوال پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے"کیا مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین سنتِ مؤکدہ ہے' آیا نبی کریم ﷺ مواضع ثلاثہ میں ہمیشہ رفع الیدین کرتے رہے یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے؟ نیز انہوں نے لکھا "پیش کردیں تو یہ بندہ ناچیز رفع الیدین کرنا شروع کردے گا"۔

① اولاً اس سوال کی بنیاد ایک قاعدہ ہے"جو عمل نبی کریم ﷺ ہمیشہ کرتے رہے ہوں صرف وہی اپنایا جائے گا" اگر اس سوال کی بنیاد یہ قاعدہ نہ ہو تو یہ سوال سرے سے وارد نہیں ہوتا تو قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے وہ یہ قاعدہ دلائل سے ثابت فرمائیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش کریں۔

② ثانیاً' پھر اس سوال کی بنیاد ایک اور قاعدہ بھی ہے "سنتِ مؤکدہ پر عمل کیا جائے گا نہ کہ سنتِ غیر مؤکدہ پر" ورنہ اگر ثواب حاصل کرنے کی غرض سے عمل کرنا ہو تو مذکورہ سوال بے فائدہ ہے لہٰذا قاری صاحب کو چاہیے کہ پہلے یہ قاعدہ بھی ثابت فرمالیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش فرمائیں۔ ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ

③ ثالثاً' قاری صاحب! آپ لوگ وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا سنتِ مؤکدہ ہونا آپ کے ہاں ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو دلائل پیش فرمائیں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر عمل کے لیے یہ شرط اور یہ مندرجہ بالا سوال کیوں؟ ہم تو مواضع ثلاثہ والے رفع الیدین کو سنتِ غیر منسوخہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں۔

④ رابعاً' آپ لوگ بھی وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس پر نبی کریم ﷺ کا تاوفات ہمیشگی کرنا ثابت ہے۔ اگر ثابت ہے تو دلیل پیش کریں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر آپ ﷺ کے تاوفات ہمیشگی کرنے کا سوال کیوں؟

⑤ خامساً' تو قاری صاحب! آپ کو اپنے اس تازہ مندرجہ بالا سوال کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو چھوڑ دینا ہوگا یا مواضع ثلاثہ والے رفع الیدین کو ابھی سے اپنا لینا ہوگا ورنہ کہا جائے گا۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى

⑥ سادساً' اگر آپ نبی کریم ﷺ کو دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھتے ہیں تو بتایئے آپ کا قول "یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے" کیا معنی رکھتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین!

ابن عبدالحق بقلمہ'

۱۵؍شعبان ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی جی ٹی روڈ' گوجرانوالہ

حافظ صاحب مزید فرماتے ہیں: پھر آپ کے ہمیشگی اور سنتِ مؤکدہ والے دونوں سوال بتا رہے ہیں کہ آپ کو بھی رکوع والے رفع الیدین کے سنت غیر مؤکدہ ہونے کا اعتراف واقرار ہے تو کوئی بات نہیں آپ اسے سنتِ غیر مؤکدہ سمجھ کر ہی اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

قاری صاحب اپنے اس سوال کا مندرجہ بالا جواب پڑھ کر اپنے پانچویں رقعہ میں لکھتے ہیں "لیکن مولانا صاحب نے کہیں تو فرماتے ہیں تم وتروں میں کیوں کرتے ہو کہیں فرماتے ہیں قاعدہ صحیح نہیں وغیرہ وغیرہ غرضیکہ یہ تمام کہیں وتروں کا نام کہیں کچھ یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے"۔ [(قاری صاحب کا رقعہ نمبر ۵ ص ۱)]

جناب قاری صاحب! آپ کے اس تازہ سوال کے رد میں بندہ نے کل چھ اُمور پیش کیے ہوئے ہیں ان پر دوبارہ غور فرمائیں اور بتائیں کیا آپ نے ان چھ اُمور میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ پیش کیا؟ نہیں ہرگز نہیں اور شاید آئندہ بھی آپ ان چھ اُمور میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ پیش نہ کرسکیں صرف آپ کا یہی لکھ دینا "یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے" ان چھ امور میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ نہیں پھر یہ تنکا بھی عجیب تنکا ہے جس کو تیرنے والے قاری صاحب آج تک اپنے راستہ سے نہیں ہٹا سکے۔

سنۃ خلفاء راشدین

اس مناظرہ میں حافظ صاحب نے مد مقابل کی پیش کردہ موقوف روایات کا جواب اس طرح دیا: حضرت قاری صاحب نے اپنے دعویٰ "منسوخیتِ رفع الیدین" پر بطورِ دلیل کل پانچ روایات پیش فرمائی ہیں جن میں سے آخری دو تو موقوف ہیں اور پہلی تین مرفوع' اہل علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی' شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں۔ (۱) کتاب اللہ تعالیٰ، (۲) سنت رسول اللہ ﷺ بشرطیکہ ثابت ہو، (۳) اجماع اُمت، (۴) قیاس صحیح۔ لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ دو موقوف روایتوں سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال دُرست نہیں"۔ [(دیکھئے میرا رقعہ نمبر ۱ ص ۲)]

اس کے جواب میں قاری صاحب لکھتے ہیں "مولنا صاحب نے اس پر کوئی دلیل نہیں دی لہٰذا دعویٰ بغیر دلیل کے خارج" (قاری صاحب کا رقعہ نمبر ۵ ص ۳) تو گزارش ہے کہ یہ جناب کی نری غلط بیانی ہے بندہ کے جواب کو ایک دفعہ پھر پڑھیں۔

باقی آپ کا لکھنا "میرا تو یہ عقیدہ ہے: عليكم بسنتي و سنتي خلفاء الراشدين (قاری صاحب کا رُقعہ نمبر ۵ ص ۳۔) قاری صاحب نے یہ الفاظ «و سنتي خلفاء» اسی طرح لکھے ہیں)۔ اس مقام پر آپ کے لیے کوئی مفید نہیں ہاں اس صورت میں آپ کی یہ بات آپ کے لیے کچھ

مفید ہوسکتی ہے کہ آپ واضح اور صاف لفظوں میں لکھ دیں کہ شرعی دلائل میرے نزدیک پانچ ہیں۔

۱۔کتاب اللہ تعالیٰ ۲۔سنت رسول اللہ ﷺ بشرطیکہ ثابت ہو

۳۔سنت الخلفاء الراشدین بشرطیکہ ثابت ہو

۴۔اجماع اُمت ۵۔قیاس صحیح،

اور اگر آپ بھی شرعی دلائل کو سنت الخلفاء الراشدین کے علاوہ مذکورہ بالا صرف چار ہی میں منحصر سمجھتے ہیں تو پھر آپ کے قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے علیکم" الخ کا حال واضح اور معلوم ورنہ آپ دو ٹوک لفظوں میں لکھیں، کہ سنت الخلفاء الراشدین میرے نزدیک پانچویں شرعی دلیل ہے اور اگر آپ دو ٹوک لفظوں میں یہ بات نہ لکھ سکیں تو پھر آپ کا قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے الخ" دل اور زبان میں مخالفت کی عجیب ترین مثال تصور ہوگا۔

حافظ صاحب مزید فرماتے ہیں: پھر دیکھئے حدیث علیکم بسنتی الخ میں رسول اللہ ﷺ کے لفظ «بسنتی» بھی تو موجود ہیں اور معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سب سنتوں پر مقدم ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین رسول اللہ ﷺ کی سنتِ غیر منسوخہ ہے۔

حنفیو! تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام کس منہ سے لیتے ہو؟

بہت سے حنفی بزرگ جب رفع الیدین کے مسئلہ میں اپنے موقف ومسلک کے دلائل میں کمزوری محسوس کرتے ہیں تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرکے دلائل کی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی جگہ اپنے آپ کو ایک گونا تسلی یافتہ باور کر لیتے ہیں۔ قاری صاحب نے بھی یہی کچھ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹ میں بسند صحیح آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو چیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ تمہارے پسند کریں اسے میں بھی پسند کرتا ہوں اور راضی ہوں" الخ اس کا جواب حافظ صاحب نے چھ طریق سے دیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا ان کے حق میں فرمان «رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ» بھی موجود ہے اور حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بھی نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ بالا فرمان بھی ان کے حق میں نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ قاری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تو بنتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقلد نہیں بنتے اور نہ ہی اپنے آپ کو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقلد کہلواتے ہیں آیا یہ «رضیت لکم الخ» پر عمل ہے؟ قاری صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے مسئلہ رفع الیدین ہی نہیں مسائل اور بھی ہیں۔

حافظ صاحب کی آخری تحریر

محترم المقام جناب حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برائے مہربانی مکان کی فروختگی مبلغ (۷۵۰،۰۰۰) روپے ہے مالک میاں صاحب ہیں میاں بیوی حیات ہیں دولڑکے شادی شدہ جبکہ چار بچیاں شادی شدہ ہیں شرعی اعتبار سے حصہ لکھ کر مشکور فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔ والسلام

محمد مشتاق ۱۲۔۰۲۔۱۴

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازعبدالمنان نور پوری بطرف محترم محمد مشتاق صاحب حفظھما اللہ الذی ارانا آیاتہ فی انفسنا وفی الافاق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجو خیریت مطلوب۔اگر آپ اپنی زندگی ہی میں اولاد بچے اور بچیوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کو ہبہ عطیہ کہتے ہیں۔ہبہ عطیہ میں اصول یہ ہے کہ بچے بچی کو برابر دیا جائے گا للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون ادھر نہیں چلے گا دلیل صحیح بخاری کتاب الھبہ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی مرفوع حدیث ہے پوری تفصیل فتح الباری میں دیکھ لیں۔اپنے اور اپنی بیگم کے لیے جتنا آپ مناسب سمجھیں رکھ لیں باقی دولڑکے اور چار لڑکیوں میں برابر تقسیم کردیں۔

اور آپ زندگی میں تقسیم نہیں کرتے وفات کے بعد حصص کے متعلق سوال کرتے ہیں۔تو جناب بیوی کو آٹھواں ۱/۸ حصہ ملے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین﴾

اسی آیت کو لکھ رہے تھے کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

باب نمبر۲۳

سند اجازہ

مولانا امین اللہ پشاوری صاحب حفظہ اللہ ایک دفعہ گوجرنوالہ حافظ نورپوری صاحب کے گھر تشریف لائے، ان کے ساتھ تقریباً پانچ ساتھی اور تھے، میں بھی اس بابرکت مجلس میں شریک تھا، یہ صبح درس کے بعد کا وقت تھا۔ حافظ صاحب نے انہیں ناشتہ کروایا سات آٹھ افراد نے دسترخوان پر کھانا کھایا، یہ کیا بابرکت دعوت تھی جس کے میزبان حافظ نورپوری صاحب اور مہمان امین اللہ پشاوری صاحب حفظہ اللہ تھے۔ ولی ولی کی دعوت کر رہا ہے اور ولی ولی کی دعوت کھا رہا ہے۔ اور ہم والذین معہ کے زمرے میں سرور کیف سے رزق حلال کھا رہے ہیں۔ یہ بہاریں اب مجھ سے چھن چکی ہیں حافظ نورپوری صاحب کے ساتھ رہنے سے روٹی بھی ملتی تھی اور ایمان بھی ملتا تھا۔ یہ باتیں اس عنوان کے تحت لکھنے والی تو نہیں ہیں، لیکن اس وقت ایمان کی کیفیت ایسی بن چکی ہے کہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ صحیح بات پوچھتے ہو تو نورپوری رحمہ اللہ کے بعد ابھی تک زندگی میں کوئی مزہ نہیں آ رہا ہے۔

بہرحال امین اللہ پشاوری صاحب نے کھانے کے بعد حافظ صاحب سے سند کا مطالبہ کیا، حافظ صاحب اسی وقت سند لینے کے لیے اٹھ گئے اور سند والے ڈبہ سے سند نکالنے لگے، اسی دوران میں مولانا امین اللہ پشاوری صاحب نے کہا سند اس امت کا امتیاز ہے پہلی کسی بھی امت کے پاس اپنے پیغمبر تک کی صحیح سند موجود نہیں ہے۔ یہ اعزاز صرف امت محمدیہ کو حاصل ہے کہ ان کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مکمل صحیح سند موجود ہے۔ شیخ امین اللہ پشاروی صاحب نے ۱۴۲۵ھ میں حافظ صاحب سے یہ سند حاصل کی تھی ان کی سند کا نمبر ۱۲۰۳ ہے۔

سند کیا ہے؟

(ذیل کا اقتباس میں نے مولانا عبدالرشید اظہر صاحب کے مضمون سے لیا ہے، جو الاعتصام کے خاص نمبر بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف میں شائع ہوا ہے۔)

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تمام امہات الکتب میں مذکور ہر حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک

حصے کو سند اور دوسرے کو متن کہتے ہیں۔ فرمان رسول ﷺ کو متن اور جن رجال و رواۃ کے واسطے سے مصنف کتاب تک وہ فرمان نبوی ﷺ پہنچا ہوتا ہے اسے سند کہتے ہیں۔

مثلاً امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی ''الجامع الصحیح'' کی ایک روایت ہے۔

حدثنا محمد بن بشار قال: حدثنا يحيىٰ بن سعيد قال: حدثنا شعبه قال:حدثني أبوالنياح عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يسروا و لاتعسروا و بشرواو لا تنفروا.

اس میں حصہ (الف) سند ہے جس میں ان شخصیات کے اسماء گرامی بالترتیب درج ہیں جن کے واسطے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حصہ (ب) میں مذکورہ الفاظ حدیث نبوی ﷺ روایت کیے۔ اور حصہ (ب) کو متن کہتے ہیں اور محدثین کے ہاں سند کے بغیر کوئی حدیث قابل قبول نہیں ہوتی اور اہل الحدیث کے نزدیک یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ انسان کا نام اس فہرست میں درج ہو جس کے شروع میں سیدالاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی واسم گرامی مذکور ہے۔

و لنعم ما قيل

أهل الحديث هم أل النبي ﷺ و ان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

اسی اہمیت، ضرورت اور عظیم الشان اعزاز کی وجہ سے محدثین کی جماعت اور ان کے خوشہ چین آج تک اسانید واجازت روایت کی سنت حسنہ اور طریقہ مبارکہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔

مسند احادیث پر مشتمل کتب حدیث مرتب و مدون ہو جانے کے بعد یہ اہتمام کیا گیا کہ جو شخص بھی کسی محدث سے اس کی کتاب کا درس لے وہ اس سے روایت کرنے اور پڑھانے کی باقاعدہ اجازت بھی لے۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ حدیث کا ہر طالب علم اپنے شیخ اور استاد سے روایت کرنے کی اجازت لیتا ہے اور شیخ اس اجازت میں اپنا سلسلہ سند حدیث رسول اللہ ﷺ تک ذکر کرتا ہے۔ کتب حدیث کے لیے اسانید کی وہی حیثیت ہے جو خاندانوں کے لیے سلسلہ نسب کی ہوتی ہے جس کے بغیر حسب ونسب کا پتہ نہیں چل سکتا۔ حسب ونسب کے اس اعلیٰ اہتمام کی بدولت ہی امام بخاری امیرالمومنین فی الحدیث قرار پائے اور ان کے سلسلہ اسانید میں منسلک اہل الحدیث کا بھی امت

میں وہی مقام ہے جو امام موصوف کا ائمہ فقہا و محدثین میں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

تدوین و ترتیب کتب حدیث کے بعد بھی اسے صرف نظر نہیں کیا گیا بلکہ روایت کی انفرادی اسانید کے ساتھ کتب حدیث کی روایت بالا جازۃ کے طریقہ سے اسے قائم رکھا گیا ہے۔ تاریخ کے کسی حصے کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔ کتب فقہ میں درج اقوال ائمہ، صدیوں بعد بلا سند ان کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں۔ لیکن حدیث کے معاملہ میں ہر صورت سند کا اہتمام ضرور کیا گیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک کا معروف مقولہ ہے

«الاسناد من الدين لو لا إلاسناد لقال من شاء ما شاء» .

''سندیں دین کا حصہ ہیں اگر سندوں کا اہتمام نہ ہوتا تو دین کے بارے میں جو کسی کے جی میں آتا کہہ دیتا۔''

عالی اسانید کی تلاش محدثین کا محبوب مشغلہ ہے کہ اس سے حدیث کی صحت کا اہتمام ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ تعلق میں قرب پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر طالب حدیث کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسے محدث اور شیخ سے اجازت اور سند حاصل کی جائے یا حدیث پڑھی جائے جس کے سلسلہ روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کم از کم واسطے ہوں۔

اوائل القرن الرابع عشر ہجری تک برصغیر میں نشر و اشاعت حدیث و سنت اور ترویج مسلک محدثین کے لیے طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ اہل الحدیث دو سرخیل آسمان علم و فضل پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے تھے اور محدثین کرام کی جملہ تدریسی و تصنیفی روایات کی پاسداری کیے ہوئے تھے۔

شیخ الکل فی الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۰ھ) ساٹھ برس تک درس و تدریس کے ذریعے حدیث و سنت کی اس قدر خدمت کی جس کی مثال متاخرین میں کہیں نہیں ملتی اور بڑے بڑے ادارے بھی اس سے عاجز ہیں۔ ہندوستان کے تمام علمی مراکز پر ان کی خدمات بھاری ہیں۔

دوسری طرف نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کی تصنیفی و شاعتی خدمات کا دائرہ بیسیوں اشاعتی اداروں سے زیادہ ہے۔ تجدید و احیاء و سنت کے یہ دونوں سلسلے اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بار آور ثابت ہوئے۔ ان کے تلامذہ و فیض یافتگان نے حدیث اور کتب حدیث کی درس و تدریس اور شرح و تصنیف اور نشر و اشاعت کے ذریعے محدثین کی یادیں تازہ کر دیں۔

پورا عالم اسلام ان کی خدمات جلیلہ کے اعتراف سے رطب اللسان ہے۔ چودہویں صدی ہجری کے وسط میں برصغیر دینی علوم وفنون کے اعتبار سے بے حد غنی تھا۔ بالخصوص میاں صاحب کے تلامذہ اور تلامذۃ التلامذہ آسمان علم پر ستاروں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ انتھی)

سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے چار شاگرد حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ کے استاد ہیں جن سے حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ کو سند اجازہ حاصل ہے۔

① عبدالمنان محدث وزیرآبادی ② سید عبدالجبار غزنوی

③ سید عبدالغفور الغزنوی ④ السید عبدالاول غزنوی

ان چاروں کو میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے سند اجازہ حاصل ہے۔

اور حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی، شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ کی مسند حدیث کے غیر متنازعہ صدر نشین تھے اور شاہ محمد اسحاق اپنے نانا محترم سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص تھے اور وہ اپنے والد گرامی مجدد الملت والدین شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم المحدث الدہلوی الفاروقی رحمہ اللہ کے مقام ومسند حدیث کے وارث تھے۔

اور شاہ ولی اللہ اس خاندان علم وفضل کے سرخیل ہیں جن کے متعلق نواب السید صدیق حسن قنوجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«كلهم كانوا علماء نجباء فقهاء كاسلافهم و أعمالهم كيف و هم من بيت العلم الشريف والنسب الفاروقي المنيف».

اس خاندان کا ہر فرد اپنے آبا واجداد کی طرح عالم دین، صاحب مرتبہ، حکیم وفقیہ تھا، ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ حضرات علم وعمل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ نسب عالی فاروقی کے بھی تو حامل تھے۔"

نیز فرمایا:

«لم يعلم الحديث والتفسير والفقه والاصول و ما يليها إلا في هذا البيت».

کہ علوم حدیث وفقہ اور تفسیر واصول وغیرہ کا اس گھر کے علاوہ کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔"

[(ملاحظہ ہو ابجد العلوم للنواب صدیق حسن خان ص، ۹۱۴ طبع قدیم)]

حافظ صاحب کی اسناد

حافظ صاحب نے اپنی سند اجازہ خود طبع کروائی تھی جو ہر سال صحیح بخاری پڑھنے والے طلبا کو دیتے تھے، وہ سند بالکل سادہ سی تھی۔ قاری گل ولی صاحب نے حافظ صاحب کو کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہ سند بہترین اور خوبصورت کر کے طبع کروا دیتے ہیں۔ قاری گل ولی صاحب نے مجھے بتایا میں نے دو تین ساتھیوں سے مل کر یہ سند، دس ہزار روپے کی ایک ہزار تیار کروا کے حافظ صاحب کو دیں تھیں۔ حافظ صاحب نے ایک دفعہ ذکر کیا جب یہ سندیں طبع ہوئیں تو کئی مولوی حضرات کو بڑی تکلیف ہوئی تھی کہ اس نے اپنی سند کیوں طبع کروائی ہے۔ حافظ صاحب یہ سندیں فارغ ہونے والے طلبا کو دیتے۔ کئی علماء کرام نے اعزازاً آپ سے یہ سند حاصل کی تھی۔ شیخ امین اللہ پشاوری صاحب نے بھی آپ سے یہ سند حاصل کی تھی، جس کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے۔

ایک دفعہ قاری عبدالشکور صاحب مدرس جامع مسجد رحمانیہ کچی پمپ والی بازار آئے مجھے انھوں نے فون کیا میں بازار آیا ہوں، اسناد پر حفظ کے بچوں نام و ایڈریس لکھوانے ہیں، کاتب کدھر بیٹھتا ہے؟ میں نے انہیں کاتب کا بتایا۔ کاتب نے ایک سند پر نام و پتا لکھنے کے تیس روپے لیے۔ تب مجھے حافظ نور پوری صاحب یاد آ گئے۔ وہ ہر سال طلبا کو اسناد دیتے تھے، طلبا کی تعداد کبھی اسی پچاسی تک ہوتی۔ حدیث وتفسیر دونوں سندوں کو ملا کر تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ جاتی۔ حافظ صاحب وہ تمام نام خود لکھتے اور کمال یہ ہے کہ حافظ صاحب کا خط اتنا خوش خط تھا کہ آپ چوٹی کے کاتب ہی لگتے تھے۔

ہم نے شوال ۱۴۱۸ھ تا شعبان ۱۴۱۹ھ میں حافظ صاحب سے بخاری پڑھی ہے، جب ہماری بخاری اور تفسیر مکمل ہوئی تو حافظ صاحب نے ہمیں اسناد دیں۔ تمام طلبا کی اسناد پر حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوش خط کر کے نام لکھے۔ جب حافظ صاحب نے مجھے اسناد دیں تو میں نے دیکھا دونوں سندوں پر میرا نام لکھا ہوا ہے میں بڑا متعجب ہوا کہ حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوش خط کر کے تمام طلبا کے

نام لکھے ہیں جبکہ اس سال ۷۲ طلبا فارغ ہوئے تھے۔ تو اتنے طلبا کے نام دو دو اسناد پر لکھنا پھر خوش خط کر کے لکھنا بہت محنت طلب کام ہے، حافظ صاحب کی لکھائی ویسے بھی خوش خطی کے اصولوں پر بہت خوبصورت تھی۔ اسناد تقسیم کرنے کے بعد میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ نے یہ نام کب لکھے ہیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کل کا لکھ رہا تھا عشاء تک اتنے ہو چکے تھے پھر عشاء کے بعد لکھنے شروع کر دیے ابھی مکمل نہیں ہوئے تھے کہ نیند آنے لگی پھر میں نے سوچا کہ صبح اسناد تقسیم کرنی ہیں ابھی مکمل کر کے ہی سوتا ہوں، صبح لکھنے کا شاید ٹائم نہ ملے، تو رات سارے نام لکھ کر سویا تھا۔

غور کرو! آج قاری صاحب اسناد پر نام لکھوانے کے لیے کاتب ڈھونڈ رہے ہیں اور پیسے دے رہے ہیں۔ جبکہ حافظ صاحب طلبا کو اسناد بھی خود دیتے تھے اور نام بھی خود ہی لکھتے۔ حافظ صاحب کی اس محنت کی قدر آج ہمیں محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اپنے پاس سے ضرور صلہ وانعام عطا فرمائیں گے۔

حافظ صاحب کی صحاح ستہ کے مؤلفین تک اسناد

صَحِيحُ الْبُخَارِي

مولانا محمد رفیق طاہر صاحب فرماتے ہیں: محترم حافظ صاحب عموماً تقاریب بخاری میں اپنی ایک نہایت عالی سند پڑھا کرتے تھے جس میں انکے اور امام بخاری کے مابین صرف چودہ واسطے بنتے تھے۔ لیکن وہ سند مجاہیل وصوفیاء پر مشتمل تھی، وہ سند یہ تھی:

عبد المنان النورفوري نا حافظ محمد الكوندلوي، نا عبد المنان الوزير آبادي، عن عبد الحق البنارسي، عن الامام الشوكاني، عن السيد عبد القادر بن أحمد عن محمد بن الطيب عن محمد بن احمد الفاسي عن احمد بن محمد العجل عن القطب النهروالي عن أبي الفتوح عن بابا يوسف الهروي عن محمد بن شاذبخت عن يحيى بن عمار عن الفربري عن الإمام البخاري۔

اس سند کے اعتبار سے شیخ نوپوری رحمہ اللہ اور امام بخاری کے درمیان صرف چودہ واسطے تھے اور انکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ثلاثیات بخاری کے اعتبار سے اٹھارہ وسائط بنتے ہیں۔ لیکن یہ سند انتہائی ضعیف، مسلسل بالعلل ہے کیونکہ یہ صوفیاء ومجاہیل سے بھری پڑی ہے۔ اسی وجہ سے حافظ صاحب نے علم ہوتے ہی اسے بیان کرنا ترک فرما دیا تھا۔

اس کے بعد پھر امام شوکانی کے واسطہ سے اتحاف الاکابر میں مذکور بخاری کی سب سے پہلی سند پڑھتے رہے، وہ سند یوں ہے:

عبد المنان النورفوري نا حافظ محمد الكوندلوي، نا عبد المنان الوزير آبادي، عن عبد الحق البنارسي، عن الامام الشوكاني عن علي بن

إبراهيم، عن حامد بن حسن الشاكر، عن السيد احمد بن عبد الرحمن الشامى، عن محمد بن حسن العجيمى، عن أحمد بن محمد العجل اليمنى، عن يحيى الطبرى عن جده محب الطبرى عن إبراهيم الدمشقى، عن عبد الرحيم الفرغانى، عن محمد الفارسينى، عن يحيى بن عمار الختلانى، عن محمد بن يوسف الفربرى عن الامام البخارى

شاہ ولی اللہ والی سند

لِلْإِمَام أَبِى عَبْدِاللّه مُحَمّد بْن إِسْمَاعِيل بْن إِبْرَاهِيم بْن الْمُغِيْرَة الْبُخَارِى رَحِمَه اللّه

١٩٤ھـ 256-ھـ

يرويه شيخنا عبد المنان نورفورى عَن شَيْخِه الامَام ابِى الْفَضْل مُحَمّد بْن فَضْل الدِّيْن الْجُونْدَلْوى عَن شَيْخِه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنّان الْوَزِيْر ابَادِى عَن شَيْخِه مُحَمّد نَذِيْر حُسَيْن الدِّهْلَوِى قَال أَخْبَرَنَا الشَّيْخ مُحَمّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِى عَن نَاصِيَة الْعُلَمَاء الشَّيْخ عَبْدُالعَزِيْز الدِّهْلَوِى عَن وَالِدِه مُحَدّث الْهِنْد الشَّيْخ أَحْمَد وَلَى اللّه الدِّهْلَوِى عَن أَبِى طَاهِر مُحَمّد بْن إِبْرَاهِيْم الْكُوْرَانِي الْمَدَنِى عَن وَالِدِه عَالِم الْحِجَاز وَمُسْنَدَه الْبُرْهَان إِبْرَاهِيْم بْن حَسَن الْكُوْرَانِى(بِضَم الْكَاف وَإِسْكَان الْوَاو وَالرّاء الْمُهْمَلَة بَعْدَهَا أَلِف وَنُوْن نِسْبَة إِلَى قُرى شَهْرَزُور)عَن نَجْم الدِّيْن مُحَمّد بْن مُحَمّد الْغَزِى الْعَامِرِى الدِّمَشْقِى عَن وَالِدِه بَدْر الدِّيْن عَن الْقَاضِى زَكَرِيَّا الْأَنْصَارِى قَال أَنْبَأَنَا أَمِير الْمُؤْمِنِيْن فِى الْحَدِيْث الشِّهَاب أَحْمَد بْن عَلِى بْن حَجَر الْعَسْقَلانِى عَن الْبُرْهَان إِبْرَاهِيم بْن أَحْمَد التَّنُوْخِى عَن أَبِى الْعَبَّاس أَحْمَد بْن أَبِى طَالِب الْحَجّار عَن السِّرَاج الْحُسَيْن بْن مُبَارَك الزُّبَيْدِى عَن عَن أَبِى الْوَقْت عَبْدُالْأَوّل بْن عِيسَى بْن شُعَيْب السِّجْزِى بِكَسْر السِّين

الْمُهْمَلَةِ وَالزَّايِ الْهَرَوِي عَنْ أَبِي الْحُسَيْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُظَفَّرِ الدَّاوُدِي عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدُاللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ السَّرْخَسِي عَنْ أَبِي عَبْدِاللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ الْفَرَبْرِي عَنِ الْإِمَامِ أَبِي عَبْدِاللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِي قَدَّسَ اللَّهُ رُوحَهُ۔ وَالأَسَانِيدُ إِلَى صَحِيحِ الْبُخَارِي عِنْدَ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ عَدِيدَةٌ، انْتَقَيْتُ بَعْضَهَا لِلتَّقْرِيبِ، وَحُصُولِ بَرَكَةِ الْإِجَازَةِ وَالِاتِّصَالِ.

شاہ ولی اللہ کی دوسری سند

ہمارے استاذ اور شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری بیان کرتے ہیں اپنے استاذ اور شیخ

۲۔ حافظ محمد محدث گوندلوی سے، انھوں نے بیان کیا اپنے شیخ

۳۔ حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے، وہ راوی ہیں اپنے استاد

۴۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے استاذ

۵۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے، انھوں نے اپنے شیخ

۶۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، انھوں نے اپنے شیخ و والد

۷۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم محدث دہلوی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے شیخ

۸۔ ابوالطاہر عبدالسمیع المدنی سے، اور وہ اپنے استاذ

۹۔ ابراہیم الکردی سے، انھوں نے بیان کیا اپنے استاذ

۱۰۔ احمد القشاشی سے، انھوں نے اپنے شیخ

۱۱۔ ابولمواہب احمد بن عبدالقدوس الشناوی سے، انھوں نے اپنے استاذ

۱۲۔ محمد بن احمد المحدث الرملی سے، وہ بیان کرتے ہیں اپنے شیخ

۱۳۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری سے، جو راوی ہیں اپنے شیخ

۱۴۔ حافظ احمد بن علی حجر العسقلانی سے، وہ روایت کرتے ہیں

۱۵۔ ابراہیم بن محمد التنوخی سے، انھوں نے بیان کیا اپنے شیخ

۱۶۔ احمد بن ابی طالب الحجار سے، وہ راوی ہیں اپنے شیخ

۱۷۔ حسین بن مبارک الزبیدی سے، وہ بیان کرتے ہیں اپنے استاد

۱۸۔ عبدالاول بن عیسیٰ الہدوی سے، اور وہ اپنے شیخ

۱۹۔ عبدالرحمٰن بن مظفر الداودی سے، اور وہ اپنے شیخ

۲۰۔ عبداللہ بن احمد السرخسی سے، بیان کرتے ہیں

۲۱۔ محمد بن یوسف بن مطر الفربری تلمیذ بخاری نے بیان کیا کہ ہمیں

۲۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بیان کیا کہ ہم سے

۲۳۔ مکی بن ابراہیم نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ہم سے

۲۴۔ یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہ وہ راوی ہیں

۲۵۔ سلمہ بن اکوع صحابی رسول ﷺ سے انھوں نے کہا کہ میں نے سنا محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من يقل علي ما لم اقل فليتبوأ مقعده من النار».

''جس شخص نے میرے متعلق ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا آگ میں ڈھونڈ لے۔''

ہمارے ہاں موجودہ تمام احادیث نبویہ اسی طرح باسند بیان کی جاسکتی ہیں۔

والحمد لله رب العالمين

سند میں مذکور رواۃ کے حالات زندگی

(یہ مولانا عبدالرشید اظہر صاحب کا مضمون ہے، جو الاعتصام کے خاص نمبر بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف میں شائع ہوا ہے۔)

مقام ومحل اور موقع ومناسبت کی اہمیت کے پیش نظر اس جگہ لگایا ہے، خود لکھنے کی بجائے مولانا عبد الرشید اظہر صاحب رحمہ اللہ کا مضمون لگایا، پوری امانت واری سے ان کا نام واضح کیا تاکہ ان کے لیے یہ مضمون مزید صدقہ جاریہ بن جائے۔

استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ

حافظ عبدالمنان بن شرف الدین موضع کرولی ضلع جہلم میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ اعوان

برادری سے تعلق تھا۔ آٹھ برس کی عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے اور حصول بصیرت کے لیے سفر شروع کر دیا۔

متعدد مقامی اور قرب و جوار کے علما و افاضل سے کسب فیض کیا۔ باوجود نابینا ہونے کے تحصیلِ علم کا شوق فرواں تھا۔ اسی شوق نے کشاں کشاں سندھ پہنچا دیا، پیر محفوظ اللہ سرہندی کے ہاں شرف باریابی حاصل ہوا، ان کے ذریعے سے نواب مراد علی خان والی خیر پور سے متعارف ہوئے، ان کے اصرار پر ایک سال وہاں قیام کیا۔ مولانا محمد محدث سہارن پوری سے کسب فیض کیا۔ مولانا ابومحمد عبدالحق محمدی بنارسی (م ۱۲۸۶) سے ملے، ان سے سند حدیث حاصل کی جو اس دور کی سب سے عالی سند تھی۔ مولانا عبدالحق بنارسی کو امام شوکانی یمانی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مولانا بنارسی کے مشورے سے حافظ صاحب موصوف بھوپال چلے گئے وہاں اہل علم سے استفادہ کیا۔ وہاں سے واپسی پر ایک سال چند ماہ دہلی میں رہ کر شیخ الکل میاں نذیر حسین سے حدیث پڑھی اور سند و اجازت حاصل کی۔ یہ ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۴ء کی بات ہے۔ پھر موصوف نے وطن مالوف جہلم واپس آ کر دعوت اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ تقلید کے خلاف اس علاقے میں انھوں نے پہلی بار آواز بلند کی تو مقامی حنفی علما نے شدید مزاحمت کی۔ طرفین کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ مخالفین میں مولانا گل احمد للٰہی و مولانا غلام حسین چکوالی پیش پیش تھے۔ حافظ صاحب جہلم چھوڑ کر لاہور چلے گئے، کچھ وقت لدھیانہ بھی رہے۔ ازاں بعد علمی استفادہ کے لیے سید عبداللہ غزنوی کے پاس امرتسر چلے گئے اور دو برس تک ان کی صحبت میں رہے۔ واپسی پر بمباوالہ ضلع سیالکوٹ میں رکے اور بالآخر وزیر آباد تشریف لائے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ محلّہ شیخاں کی مسجد میں درس حدیث کا آغاز کیا اور بعد میں سیالکوٹی دروازے کے قریب ایک مسجد اور مدرسہ دارالحدیث کی بنیاد رکھی اور عمر بھر اسی کی آبیاری کی۔ وہیں چالیس برس تک درس قرآن و حدیث دیا۔ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ بمطابق جولائی ۱۹۱۶ء کو وفات پائی۔ مولانا غلام حسین سیالکوٹی نے نماز جنازہ پڑھائی اور وزیر آباد میں ہی دفن کیا گیا۔

تلامذہ:

مرحوم کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل اور بہت خوب ہے جس میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ

امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد علی لکھوی، اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ جیسے عباقرہ کے نام ملتے ہیں۔

ان کے سوانح پر ایک مستقل تصنیف پنجابی نظم میں ان کے تلمیذ خاص مولانا سلطان احمد کی ملتی ہے جو عجیب وغریب واقعات پر مشتمل ہے۔ [(مذکورہ کتاب، نیز تذکرہ علمائے پنجاب، سفیر اختر راہی)]

شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسن محدث دہلوی رحمہ اللہ:

مجدد العصر الفقیہ المحدث السید نذیر حسین السید جواد علی الحسینی الدہلوی رحمہ اللہ

سواج گڑھ بہار میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مختلف علما ومشائخ سے حاصل کی۔ طبعی رجحان حدیث وتفسیر کی طرف بڑھا تو اپنے دور کی برصغیر میں سب سے بڑی علمی شخصیت اور مسند حدیث کے صدر نشین خانوادہ ولی اللہی کے چشم و چراغ اور علمی وارث شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی ثم مکی کی مجلس درس میں شریک ہوگئے۔ سلف صالحین کی طرح پھر انہی کے ہوکر رہ گئے اور مسلسل تیرہ برس تک ان سے کسب فیض کیا۔ حدیث، تفسیر، اور فقہ کے جملہ علوم حاصل کر کے شوال ۱۲۵۰ھ میں ان کے ہاں سے فراغت حاصل کی اور درس وتدریس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہوگئے۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے علاوہ میاں صاحب کو اپنے دور کے چار بڑے محدثین کی اجازت عامہ کا شرف بھی حاصل ہے۔ یعنی (۱) امام عبدالرحمٰن بن سلیمان الاھدل (۲) الشیخ المحدث عبدالرحمٰن بن محمد الکوبری (م ۱۲۶۲ھ) (۳) الشیخ عبداللطیف البیروتی (۴) الشیخ محمد عابد السندھی۔ (م ۱۲۵۷ھ)

شاہ محمد اسحاق محدث ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو حضرت میاں صاحب کو جاتے ہوئے اپنی مسند حدیث کا وارث قرار دے گئے۔ اس طرح برصغیر کے سب سے بڑے مرکز درس حدیث کے شیخ کا اعزاز حاصل ہوا۔ جسے انھوں نے خوب سلیقے سے نبھایا۔ انہی کی بدولت برصغیر کا کونہ کونہ علم حدیث کے نور سے منور ہوا، ہزاروں طالبان حدیث کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ سید عبدالحی الحسنی نے ''معارف العوارف'' میں لکھا ہے

«انتهت اليه رئاسة الحديث في الهند» .

''اس اعزاز میں ان کا کوئی شریک سہیم نہیں ہے۔''

تصنیف وتالیف:

درس وتدریس کی اس مصروفیت کے باوجود چند ایک تصانیف بھی ان کی یادگار ہیں جوان کے علمی تبحر، دقتِ نظر اور فقاہت وثقاہت کا واضح ثبوت ہیں جن سے معیار الحق اور دو جلدوں میں مجموعہ فتاویٰ، فتاوی نذیریہ نے خاص شہرت پکڑی اور متداول ہیں۔

نیز ''ثبوت الحق الحقیق، فلاح الولی، الدلیل المحکم'' ان کی مطبوعہ کتب ہیں۔

ایک ہزار کبار علما میاں صاحب کے سند یافتہ ہیں ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہوں: (نزہۃ الخواطر، ص: ۵۰۰ ج، ۸ مقدمہ غایۃ المقصود: ص: ۱۰۔ التعلیقات الظراف: ص ۲۴، تراجم علماء حدیث ہند ص: ۱۳۶ ان کے تلمیذ خاص فضل حسین بہاری نے ان کی سیرت پر مستقل کتاب ''الحیاۃ بعد المماۃ'' بھی لکھی ہے۔)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی

المسند المحدث الشاہ محمد اسحٰق بن محمد فضل العمری الدہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسہ ولی اللہی خاندان کے چشم و چراغ اور ان کی علمی مسند کے جانشین تھے۔ ۱۱۹۷ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے اپنے جد امجد شاہ عبدالعزیز کے علاوہ شاہ عبدالحی بڈھانوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی مولف ''موضح القرآن'' سے کسب فیض کیا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مسند حدیث وفقہ پر جلوہ افروز ہوئے اور برس ہا برس عروس البلاد دہلی میں درس حدیث دیا۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی اور سید عبدالغنی مجددی حنفی دہلوی ثم المدنی ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔

میاں نذیر حسین محدث دہلوی فرماتے تھے:

ما صحبت عالما افضل منه ››

''ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہیں ۱۲۶۲ھ وفات پائی۔''

مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: [الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ص: ۱۱۰'' ابجد العلوم للنواب صدیق حسن خان، ص: ۹۱۶، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر'' ج ۸ ص: ۵۱]

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث الدہلوی:

سراج الہند حجۃ اللہ المفسر المحدث الشاہ عبدالعزیز شاہ احمد ولی اللہ الدہلوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۱۵۹ھ کو رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "غلام حلیم" تھا بچپن میں ہی قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد گرامی سے ابتدائی علوم کا درس لیا۔ والدہ کی وفات ۱۱۷۶ھ بعد ان کے ہم عصر کبائر علماء سے استفادہ کیا اور کم عمری میں ہی مجلس درس زینت بخشی اور تدریس میں مشغول ہو گئے۔

علم وفضل، آداب واخلاق، اور تعلیم وتربیت کے اعتبار سے ہندوستان کے مشاہیر اعلام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ زندگی بھر ولی اللہی طریقے کے مطابق تدریس قرآن وحدیث میں مصروف رہے۔ ان کے تینوں بھائی ان کے شاگرد ہیں۔ شاہ محمد اسحٰق ان کے تلمیذ خاص تربیت یافتہ اور جانشین تھے۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس اور تزکیہ وتربیت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پایہ کا ذوق تصنیف بھی پایا جاتا تھا۔ چنانچہ متعدد معروف ومتداول کتب ان کی یادگار اور صدقہ جاریہ ہیں، جن میں سے درج ذیل کتب نے خاصی قبولیت حاصل کی۔

۱۔ فتح العزیز، تفسیر القرآن جس کی دو جلدیں طبع ہوئیں اور باقی ضائع ہو گئیں۔
۲۔ تحفہ اثناء عشریہ ۳۔ الفتاوٰی
۴۔ بستان المحدثین ۵۔ عجالہ نافعہ
۶۔ میزان البلاغہ ۷۔ میزان الکلام
۸۔ سر الشہادتین ۹۔ السر الجلیل فی مسئلة التفصیل

تقریباً پچیس برس کی عمر میں ہی متعدد موذی امراض میں مبتلا ہو گئے تھے اس کے باوجود خدمت دین میں کمی نہیں آئی۔ بالآخر شوال ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ اور دہلی میں دفن ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو[(نزہۃ الخواطر: ج، ۸/ص، ۲۶۸ وابجد العلوم: ص، ۵۹۱ و الیانع الجنی للشیخ محمد یحیٰی: ص، ۱۰۵ واتحاف النبلاء: ص، ۲۹۶ وغیرھا من الکتب)]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (۱۱۱۴ھ ـــــ ۱۱۷۶ھ)

احمد بن عبدالرحیم العمری الفاروقی نام ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے لقب سے شہرت پائی۔

سلسلہ نسب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اسی نسبت سے عمری اور فاروقی کہلاتے ہیں۔ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

سات برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا تھا اور پھر نہایت شوق سے حصول علم میں منہمک ہوئے۔ پندرہ برس کے تھے کہ جملہ معروف علوم وفنون پڑھ کر فارغ ہوئے اور درس و تدریس میں مصروف ہوئے، پھر علم حدیث اور اسانید عالیہ کی طلب وجستجو نیز حج بیت اللہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا، یہ ۱۱۴۳ھ کی بات ہے۔ وہاں رہ کر خصوصاً مدینہ منورہ کے علمائے حدیث سے شرف تلمذ حاصل کیا یہیں آپ نے جناب ابو طاہر المدنی سے سند حدیث حاصل کی۔ ۱۱۴۵ھ میں واپس وطن ہندوستان لوٹے اور تدریس حدیث وتفسیر کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

دعوت وارشاد، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کے ذریعے احیاء دین کے لیے عدیم النظیر خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کے کام میں من کل الوجوہ برکت دی۔

ان کا خاندان پورے کا پورا احیاء دین کے لیے مصروف ہو گیا۔ علوم حدیث میں یہ خاندان پورے ہندوستان کا استاد باور کیا جاتا ہے۔ تمام بڑے علمائے حدیث کا سلسلہ اسانید شاہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔ صدیوں سے زنگ آلودہ ذہنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریک تجدید علوم کی بدولت جلا بخشی۔

توحید وسنت کا رواج ہوا جامد فقہی فضا قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سامعہ نواز صداؤں سے گونج اٹھی، شاہ صاحب کی عظیم الشان تصانیف نے احیائے اسلام کی بڑی بڑی تحریکوں کو بنیاد فراہم کی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پوری جرأت کے ساتھ قرآن کریم فارسی ترجمہ مختصر حواشی تالیف کیا جو ان کا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے ان کی حکیمانہ، مجتہدانہ اور مجددانہ تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' تو یقیناً ان کے حکیم الامت ہونے کی ناقابل تردید سند ہے۔

ہمارے شیخ مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی علمی مساعی بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تجدیدی تحریکی کوششوں کا تسلسل تھا جس کی صراحت انھوں نے مرعاۃ المفاتیح مقدمہ میں کی ہے۔

شاہ صاحب مرحوم علمی دعوتی تجدید اور تحریکی میدانوں میں بہت سارے جانشین چھوڑ کر ۱۱۷۶ھ میں راہی ملک بقا ہو گئے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ

شاہ صاحب کے حالات اور ان کے علمی وتجدیدی کارناموں پر متعدد مفصل تصانیف ملتی ہیں۔

ابوطاہر الکردی

عبدالسمیع بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی المدنی الشافعی

رجب ۱۰۸۱ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے وہیں رمضان المبارک ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ اپنے والد گرامی کے تلمیذ خاص تھے، انہی سے سند فراغت حاصل کی۔ نیز شیخ حسن العجیمی سے بھی حدیث نبوی ﷺ پڑھی۔ اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے نامور استاد حدیث تھے۔ عرب وعجم سے طالبان علوم ان کی مجلس درس میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اپنے والد گرامی کی مسند درس کو رونق بخشی اور مسند حرمین الشریفین کے لقب سے شہرت پائی۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں فہرس الفہارس: ج۲/ص۳۴۷ والیانع الجنی: ص۲۰ وسلک الدرر: ج۲/ص۲۷ وانسان العین فی مشائخ الحرمین: ص۱۳)

شیخ ابراہیم الکردی

برہان الدین ابوالعرفان ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الشہر زوری الکردی لکورانی الشافعی

۱۰۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ بچپن میں ہی عفت مآب تھے متداول ومروج وفنون مقامی علما ومشائخ سے حاصل کیے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے شام حجاز مقدس وغیرہ ممالک سفر اختیار کیا اور کبار مشائخ واساتذہ حدیث سے کسب فیض حاصل کیا۔ امام محمد بن علی شوکانی کا بیان ہے کہ عربی فارسی اور ترکی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے، مکہ مکرمہ رہائش رکھی اور مسند تدریس پر فائز ہوئے تو لوگ دور دراز سے ان کے حلقہ میں شمولیت کے لیے سفر کرتے تھے۔ بے شمار تلامذہ نے استفادہ کیا۔

موصوف سلفی العقیدہ ثقہ عالم تھے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے اور پورے زور سے ان کا دفاع بھی کیا کرتے تھے۔ شیخ نے متعدد معروف وقابل قدر تصانیف اپنے علمی ترکہ میں چھوڑی ہیں جن میں سے "الامم لایقاظ الھمم" کو خصوصی پذیرآئی حاصل ہوئی۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: [(البدرالطالع للشوكاني :۲/ ۱۱ فهرس الفهارس والاثبات: ۶/ ۲۲۹ و المجددون فی الاسلام :ص، ۳۰۷ و سلك الدرر: ۱/ ۱)]

الشیخ احمد القشاشی

صفی الدین احمد بن یونس بن احمد البدری القشاشی المدنی المالکی

۹۹۱ھ میں پیدا ہوئے ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

قشاشی قشاشہ کی طرف نسبت ہے پرانے ساز و سامان کو کہتے ہیں۔ کباڑ خانے کا کام کرتے تھے اسی نام سے شہرت پائی۔ شمس الدین الرملی سے انہیں حدیث کی اجازت عامہ کا شرف حاصل ہے۔ ان کے تلامذہ شیخ عیسیٰ مغربی اور شیخ ابراہیم بن حسن الکروی جیسے کبار محدثین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں ''السمط المجید'' معروف ہے

[(هدية العارفين: ج، ۱/ ص: ۱٦۱، خلاصة لاثر: ج، ۱ ص، ۳٤۳)]

احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی

ابولمواہب احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی۔

مصر کے ایک شہر شنو کی طرف نسبت ہے۔ وہیں ۹۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مصر میں محدث شمس الدین رملی سے کسب فیض کیا۔ مدینہ منورہ سید صبغۃ اللہ السندھ تعلیم حاصل کی۔

اپنے معاصرین میں خصوصی مقام کے حامل تھے۔ ''محبی'' نے خلاصہ الاثر میں درج ذیل الفاظ سے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

«الاستاد الكامل الباهر الطريقه ترجمان لسان القدام كا ن آية الله الباهرة في جميع المعارف».

[(خلاصة الاثر: ج، ۱/ ص، ۲۲٤)]

موصوف کی تصانیف میں ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' کافی معروف ہے۔

[(هدية العارفين: ج، ۱/ ص، ۱٥٤ و تاج العروس ماده ش، ن، و)]

الشیخ محمد بن احمد الرملی:

شمس الدین محمد بن حمزہ الشافعی الرملی

۹۱۹ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی۔

اپنی ذہانت وفقاہت کی بدولت لوگ انہیں ''شافعی صغیر'' کہتے تھے۔ ''رملہ'' مصر میں ایک چھوٹی

سی بستی ہے اس کی طرف نسبت سے رملی معروف ہیں۔ بعض لوگوں نے انہیں شامی سمجھا ہے چونکہ وہاں بھی ''رملہ'' ہے لیکن شیخ موصوف کا شام کے رملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اپنے والد گرامی شیخ احمد رملی کے تلمیذ خاص ہیں، انہی سے اخذ و استفادہ کیا اور سند و اجازت حاصل کی۔ نیز شیخ الاسلام زکریا الانصاری سے بھی انہیں اجازت روایت حاصل ہے۔ اپنے زمانہ میں اساطین علم میں شمار ہوتے تھے۔ مصر کے بڑے بڑے فضلاء وعلما ان سے اپنی علمی مشاکل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ مسند درس و افتا کو بھی رونق بخشی اور پنے پیچھے متعدد و قیع مولفات بھی یادگار چھوڑیں۔ ان کی تصنیف «نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج للنووی» اور فتاوٰی کافی معروف ہیں۔

[(خلاصة الاثر، ج۳ص۳٤۲، المجددون فی الاسلام ص: ۳۷٤، تاج العروس ماده ر-م-ل)]

شیخ الاسلام زکریا بن محمد الانصاری:

شیخ الاسلام قاضی القضاہ ابویحیٰی زین الدین زکریا بن محمد احمد بن زکریا انصاری خزرجی السنیکی مصر کے ایک قصبے ''سنیکہ'' میں ۸۲۳ھ کو پیدا ہوئے، وہی قرآن پاک حفظ کیا، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے قاہرہ چلے گئے۔ ان کے اساتذہ کرام میں حافظ ابن حجر العسقلانی جیسے محدث اور ابن الہمام حنفی جیسے فقیہ کے نام ملتے ہیں، مگر ان کا اصل تعلق حدیث سے ہی رہا اور اسی حوالے سے انہیں شہرت نصیب ہوئی۔ عالی اسانید کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر ان کے ہمعصروں میں کوئی نہ تھا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ ہر طرف ان کے بلا واسطہ شاگرد تھے یا بالواسطہ ان کے شاگردوں میں سے ابن حجر ہیثمی نے بڑی شہرت حاصل کی۔ بے شمار شاگردوں کے علاوہ انھوں نے اپنے پیچھے حدیث، تفسیر، فقہ، کلام، نحو اور عروض وغیرہ متعدد موضوعات پر اپنی شاندار علمی تصانیف چھوڑیں۔ ۹۳۵ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر کے سب سے زیادہ معروف یہی شاگرد ہیں۔

[(المجددون فی الاسلام، ص: ۲٤۱، البدرالطالع: ج، ۲/ ص: ۲٥۲، الضوء اللامع:ج، ۳/ ص، ۲۳٤، شذرات الذهب:ج، ۸/ ص، ۱۳٤، هدية العارفين، ج، ۱/ ص، ۳۷٤، الكواكب السائرہ:ج، ۱/ ص، ۱۹٦، النور السافر: ص، ۱۲۰ فهرس الفهارس: ج، ۱/ ص، ۳٤۲، التعليقات الظرف للمحدث البهوجیانی: ص، ٦۲)]

حافظ احمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن علی بن محمود العسقلانی الکنانی المصری القاہری الشافعی المعروف ابن حجر اصلاً بہ عسقلان فلسطین کے باشندے ہیں، پھر مصر منتقل ہو گئے۔ حافظ ابن حجر قاہرہ میں ۷۷۳ء میں پیدا ہوئے اور وہیں ۸۵۲ کو وفات پائی۔ قاہرہ میں ہی پرورش پائی اور قرآن کریم حفظ کیا اور فقہ وقواعد کے بعض متون یاد کر لیے تھے۔ مزید تحصیل علم کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، پھر حافظ موصوف کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی شغف ہو گیا اور حجاز، شام اور مصر کے کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ اور شوق علم سے نوازا تھا۔ بڑی ضخیم کتب حدیث چند ہی مجلسوں میں ختم کر لیتے تھے۔ صحیح بخاری چار چار گھنٹوں کی دس نشتوں میں مکمل کی۔ اس صلاحیت اور بے پناہ شوق پر مستزاد اللہ تعالیٰ نے ایسے نابغہ روزگار اساتذہ وعلماء سے شرف تلمذ بخشا جن میں سے ہر ایک اپنے فن کا امام تھا۔ سراج الدین بلقینی اور ابن الملقن جیسے فقہا سے پڑھی۔ مجدالدین فیروزآبادی جیسے امام لغت سے عربی لغت حاصل کی۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث عبدالرحیم بن الحسین العراقی سے دس برس تک حدیث اور علوم حدیث کا درس لیا۔ حافظ عراقی نے بقول سیوطی ابن حجر کو اپنا جانشین بھی قرار دیا۔ تحصیل علم کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ حدیث، تفسیر اور فقہ کے مسلم استاد تھے۔ دور دراز سے لوگ استفادہ کے لیے حاصل ہوتے تھے۔ وعظ اور ارشاد کا فرض بھی ادا کیا، جامع الازہر میں خطیب رہے۔ قاضی القضاۃ کے عظیم منصب پر بھی فائز ہوئے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود ان کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔ حدیث سے متعلقہ تو کوئی فن ایسا نہ ہوگا جس میں ان کی کوئی قابل قدر اور وقیع تالیف نہ ہو، اور مولفات اس پایہ کی کہ ان سے استغنا ممکن ہی نہیں ہے۔

الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، تعجیل المنفعۃ، نخبۃ الفکر اور الدرر الکامنہ فی عیان المائۃ الثامنہ ایسی کتب ہیں کہ کوئی اسلامی مکتبہ ان سے خالی نہ ہوگا۔ اور بلوغ المرام کو اللہ تعالیٰ نے وہ قبولیت بخشی ہے کہ پورے عالم اسلام کے معاہد ومدارس اور جامعات میں زیر درس ہے۔ اور کوئی چھوٹا یا بڑا عالم اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا گویا صحاح ستی کے تکملہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ان کی صرف ایک ہی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری ہوتی تو ان کی جلالت قدر اور مقام علم و فضل کی شناخت کے لیے کافی تھی۔ بلا شبہ یہ احادیث نبویہ کا موسوعہ اور فہم سنت کے لیے عظیم الشان

قاموس ہے، جسے انھوں نے کم وبیش مع مقدمہ ۲۹ برس میں تالیف کیا۔ اس کی تکمیل پر ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا گیا جس پر ۵۰۰ دینار خرچ کیے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر قبولیت بخشی تھی کہ تین تین سو دینار میں اس کی خرید وفروخت ہونے لگی تھی۔

اس جلالت علمی کے باوجد انتہائی متواضع، حلیم الطبع، صابر وشاکر نیز عبادت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھرے۔

اپنے زمانہ کے عدیم النظر محدث وفقیہ تھے۔ صفات باری تعالیٰ کے باب میں اہل علم اسے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں «فالعصمة للّٰه و لرسوله» تفصیل کے ملاحظہ ہو۔

[البدر الطالع: ج، ۱/ ص، ۸۷، الضوء اللامع: ج، ۲/ ص، ۳۶، شذرات الذر: ج، ۲/ ص، ۲۷، فهرس الفهارس: ج، ۱/ ۲۳٦، اتحاف النبلاء: ص، ۱۹۳ وغیرها]

زین الدین ابراہیم بن احمد التنوخی:

شیخ برہان الدین زین الدین ابو اسحق ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد بن عبدالمومن التنوخی البعلی الشافعی الشامی

۷۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ ابوالعباس الحجار کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ بیماری کی وجہ سے پہلے زبان کچھ بوجھل ہوگئی تھی اور پھر بصارت سے بھی محروم ہوئے۔ اسی لیے ''البرہان الضریر'' معروف ہیں۔ علوم قرأت اور اسانید کے ماہر تھے۔ ان کے تلامذہ میں ذہبی اور ابن حجر رحمہ اللہ جیسے اساطین علم بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''میں مدت مدید تک ان کی صحبت میں رہا ان کی دعا کی برکت عیاں تھی، انہیں پانچ سو زائد اساتذہ سے سند واجازت حاصل تھی۔ دیار مصر میں وہ قرأت اور اسانید کے استاد مانے جاتے تھے ان کی مولفات میں سے ''کتاب الاربعین'' معروف ہے۔

[فهرالفهارس: ۱/ ۱۵۷، الدرالکامنه: ۱/ ۱۱، شذرات الذهب:٦/ ۳٦٤ وغیرها]

ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجار:

شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی طالب بن نعمت بن الحسن الحجار المعروف بابن الشحنہ محدث الزبیدی سے صحیح بخاری کا درس لیا اور خود بلاد اسلامیہ میں ستر ۷۰ سال سے زائد صحیح بخاری

شریف کا مکمل درس دیا۔ سو برس سے زائد عمر پائی اور ساری عمر خدمت حدیث میں مشغول رہے۔ دمشق، حمص، بعلبک اور قاہرہ وغیرہ میں اتنے لوگوں نے ان سے پڑھا جن کا شمار مشکل ہے، گویا کہ اپنے وقت میں مسند الدنیا تھے۔

[شذرات الذھب: ج، ۲/ ص، ۹۳، الدرر الکامنہ: ج،۱/ ص، ۱۴۳، البدایہ والنھایہ: ج، ۱۴/ ص، ۱۵۰، فھر الفھارس: ج، ۱/ ص، ۲۵۲]

محدث حسین بن مبارک الزبیدی:

حسین نام اور عبداللہ کنیت ہے۔ سراج الدین لقب اور ابن الزبیدی معروف ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔

حسين بن المبارك بن محمد يحيٰ بن علی بن مسلم الربعی الزبيدی البغدادی الحنبلی۔

سن ولادت ۵۴۵ھ یا ۵۴۶ھ ہے اور وفات ۶۳۱ھ میں ہوئی۔ مختلف قراأتوں سے قرآن کریم پڑھا اور دیگر علوم وفنون کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ حدیث کا درس ابوالوقت، ابوزرعہ اور ابوزید حموی سے لیا۔ اپنے وقت کے محدث اور فقیہ تھے۔ روایت حدیث میں مستند شیخ تھے۔ بغداد، حلب، اور دمشق وغیرہ متعدد مقامات میں درس دیا۔ ابوالعباس الحجار ان کے آخری تلامذہ میں سے ہیں جنھوں نے ان سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ لغت اور قرأت میں متعدد مفید کتابوں کے مولف ہیں۔ ''البلغۃ فی الفقہ'' ان کی مشہور تالیف ہے۔ جامع منصور بغداد میں دفن ہوئے۔

[(شذرات الذھب: ج،۵/ ص، ۱۴۴، تاج العروس: مادہ ز-ب-د، ذیل طبقات الحنابلہ: ج،۲/ ص، ۱۴۴)]

عبدالاول بن عیسیٰ الہروی:

عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم بن اسحٰق السنجزی الہروی۔ ابوالوقت کنیت ہے۔ ۴۵۸ھ میں پیدا ہوئے، ہرات میں تعلیم وتربیت حاصل کی۔ ان کے والد گرامی ابوعبداللہ عیسیٰ معروف محدث تھے وہ اپنے اس بیٹے کو خود کبار محدثین کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے لے گئے۔ محدث داودی سے انھوں نے صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث کا درس لیا۔ موصوف کے اساتذہ میں محدث

عبداللہ انصاری شیخ الاسلام کا نام سرفہرست ہے۔علم حدیث کے لیے بصرہ،عراق اور حجاز کا سفر کیا۔ان کے درس حدیث کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔لمبی عمر پائی اور ملحق الاصاغر بالاکابر ٹھہرے۔بغداد میں ان کا حلقہ درس حدیث مثالی تھا۔روایت حدیث سے خصوصی محبت تھی جب وفات ہوئی حج کی تیاری میں مشغول تھے۔بوقت وفات زبان پر یہ آیت جاری تھی ﴿يا ليت قومي يعلمون بما غفرلي ربي و جعلني من المكرمين﴾ [(شذرات الذهب: ج، ٤/ ص، ١٦٦ ، وفيات الاعيان: ج، ١/ ص، ٣٣ ، اتحاف النبلاء: ص، ٣٠٢)]

عبدالرحمٰن بن محمد الداؤدی:

عبدالرحمٰن بن محمد بن المظفر بن محمد داؤد الداؤدی البوشجی،کنیت ابوالحسن اور لقب جمال الاسلام ہے۔۳۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ابوبکر القفال مروزی سے فقہ پڑھی۔بغداد میں محدث ابوالحسن ابن صلت سے نیشاپور میں عبداللہ الحاکم سے سماع کیا۔پھر درس وتدریس،تصنیف وتالیف اور وعظ ارشاد میں مشغول ہو گئے۔کبار محدثین نے استفادہ کیا۔فتویٰ تالیف میں انہیں ید طولیٰ تھا۔نظم ونثر دونوں پر قادر تھے۔زہد وتقویٰ کی صفات سے متصف تھے ہر وقت ذکر وفکر میں رہتے۔رزق حلال کا بہت اہتمام کرتے تھے ذرہ بھر بھی شک گزرتا تو محتاط ہو جاتے۔۹۴ برس کی طویل عمر پائی۔

[(كتاب العبر: ج،٣/ ص،٢٦٥ ، البدايه والنهايه بذيل وفيات: ص، ٤٦٧، شذرات الذهب: ج، ٣/ ص، ٣٢٧ ، طبقات الشافعيه الكبرىٰ: ج، ٣/ ص، ٢٢٨ ، كتاب المنتظم: ج، ٨/ ص، ٢٩٦)]

عبداللہ احمد السرخسی:

ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ بن یوسف بن اعین السرخسی:

۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی،اپنے دور کے اکابرین محدثین سے حدیث پڑھی۔اپنے ہم عصروں میں ''راوی صحیح بخاری'' معروف تھے۔تلمیذ بخاری فربری کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔فربری سے صحیح بخاری عیسیٰ بن عمر السمرقندی سے سنن الدارمی ابراہیم بن خریم سے مسند عبد بن حمید کا سماع کیا۔علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انہیں بذیل تذکرہ حافظ ابن المقری ''مسند خراساں'' اور ''راوی صحیح بخاری'' کے القاب سے ذکر کیا ہے اور کتاب «العبر في خبر من غبر» المحدث الثقہ کے الفاظ سے یاد کیا

ہے۔اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

[کتاب العبر: ۳/ ۱۷، المجوم الزهره: ٤/ ١٦١، شذرات الذهب: ۳/ ۱۰۰]

ابوعبداللہ محمد بن یوسف الفربری:

ابوعبداللہ بن محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری الشافعی: روایۃ صحیح بخاری۔

۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد سماعِ حدیث میں مشغول ہوئے اور ارباب کمال اور بلند پایہ محدثین کرام سے سماع کا شرف حاصل کیا۔ اپنے وطن مالوف ''فربر'' میں علی بن خشرم سے احادیث سنیں، امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے ان کی کتاب الجامع الصحیح کا سماع دو مرتبہ کیا۔ پہلی بار اپنی وطن فربر میں ۲۴۸ھ میں اور دوسری بار امام صاحب کے وطن بخارا میں ۲۵۲ھ میں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا سن وفات ۲۵۶ھ ہے، گویا فربری امام موصوف کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔ محمد بن طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے کہ امام بخاری سے بلا واسطہ نوے ہزار علما نے صحیح بخاری کا سماع کیا، ان میں ذکر صرف محمد بن یوسف فربری کا ہی باقی رہا۔ انھوں نے اپنے شیخ سے تین بار صحیح کا سماع کیا۔

مورخ ابن خلکان لکھتا ہے:

«هو آخر من روىٰ الصحيح عن البخاري».

وہ امام بخاری سے صحیح کے آخری راوی ہیں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کتاب العبر میں انہیں «كان ورعا ثقه» کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

فربری سے صحیح بخاری کا سماع محدثین نے کیا جن میں سے ابو اسحٰق ابراہیم احمد المستملی، ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی، ابوالہیثم محمد بن مکی، الشیخ المعمر ابولقمان یحیٰ بن عمار الختلانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ الجامع الصحیح کی اکثر سندیں انہیں پر منتہی ہوتی ہیں اور یہ سب فربری کے تلامذہ ہیں۔

''فربر'' بخارا کے قریب دریائے جیحون کے کنارے سے ایک چھوٹا شہر ہے۔ ''فربر'' کی فا کو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔

[(مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہوں: كتاب العبر: ج، ۲/ ص، ۱۸۲، شذرات الذهب: ج، ۳/ ص، ۲۸٦، وفيات الاعيان: ج، ۳/ ص، ٤١٨، مجمع بحارالانور: ج، ۳/ ص، ۵۳۳، تاج العروس: ماده، ف-ر-ر و اتحاف النبلاء المتقين: ص، ب، ۳۸۵)]

امام محمد بن اسماعیل بخاری مولف الجامع الصحیح ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری جعفی

آپ کے دادا ابراہیم والی بخاری کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ابوالحسن اسماعیل بخاریؒ کے مشہور علماء میں سے تھے۔ بقول ابن حجر و ابن حبان ان کا شمار ثقات اہل علم میں ہوتا ہے۔ انھوں نے امام مالک اور حماد بن زید جیسے کبار محدثین سے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے بھی فیض یافتہ تھے۔ امام بخاری شوال ۱۹۴ھ کو بخاریٰ میں پیدا ہوئے، والد گرامی بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے، آپ کی والدہ ماجدہ نے تربیت کی جو نہایت صالحہ خاتون تھیں۔ کم سنی میں ہی آپ کی نظر جاتی رہی اور نابینا ہو گئے۔ والدہ محترمہ نے آپ کی بینائی کے لیے بہت رو رو کر دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے انہیں قبولیت دعا کی بشارت ملی، صبح اٹھے تو امام صاحب کی آنکھیں روشن تھیں۔

دس برس کی عمر میں امام موصوف نے حدیث یاد کرنا شروع کر دی تھی۔ گیارہ برس کے تھے کہ استاد کی غلطی پکڑ لی سولہ برس کی عمر میں متعدد کتب حدیث و فقہ کے حافظ ہو چکے تھے۔ سترہ برس کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل کی معیت میں حج کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آ گئے مگر امام صاحب نے تحصیل علم کے لیے وہیں قیام کیا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ کے کبار محدثین سے روایت لی، جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور سب کے سب اصحاب الحدیث تھے۔ آپ کے عدیم النظر حافظہ کے متعدد واقعات کتب رجال میں مذکور ہیں۔

امام بخاری نے ۱۸ برس کی عمر میں بخاری شریف کی تالیف کا آغاز کیا اور ۱۸ برس کے عرصہ میں ہی مکمل کیا۔ اپنی چھ لاکھ محفوظات میں سے ۷۲۷۵ مع مکررات اور بلا تکرار ۴۰۰۰ احادیث کا صحیح ترین مجموعہ تیار کیا جسے اللہ تعالیٰ نے وہ شرف قبول بخشا جس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ امت اسلامیہ نے بالاتفاق اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

الجامع الصحیح کے علاوہ بھی امام صاحب کی متعدد تصانیف ہیں، جن سے الادب المفرد، التاریخ الکبیر، خلق افعال العباد، جزء رفع الیدین، جزء القراۃ خلف الامام خاصی معروف ہیں۔ شب عیدالفطر

۲۵۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی، آپ نے باسٹھ سال عمر پائی۔ مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہوں: درج ذیل کتب تاریخ ورجال۔

[(۱) تاریخ بغداد: ج، ۲/ ص، ٤۔٣٤ (۲) تهذیب الاسماء واللغات: ج، ۱/ ص، ٦٧۔٧٦، (۳) تذكرة الحفاظ: ج، ٦/ ص، ۱۲۲ (٤) البدایه والنهایه: ج، ۱۱/ ص، ۲٤ (٥) تهذیب التهذیب: ج، ۹/ ص، ٤٧ (٦) مقدمه فتح الباری الهدی الساری: ص، ٥٦٣ (٧) طبقات الحنابله: ج، ٤/ ص، ۲۰۱ (٨) طبقات الشافعیه الکبریٰ: ج، ۲/ ص، ۱۹۰۲ (۹) وفیات الاعیان: ج، / ص، ٧٦ (۱۰) هدية العارفين: ج، ۲/ ص، ۱٦، (۱۱) الوافی بالوفیات: ج، ۲/ ص، ۲٦ (۱۲) كتاب الفهرست لابن نديم: ص، ۲۳ (۱۳) اتحاف النبلاء: ص، ۳٤۹ (۱٤) بستان المحدثين (۱٥) الحطه بذکر الصحاح السته: ص، ۱۸ (۱٦) حياة البخاری جمال الدين قاسمی (۱۷) سيرة البخاری عبدالسلام مبارکفوری (۸۱) مقدمه تحفة الاحوذی: ص، ٥٧]

ان مشائخ واساتذہ کی تفصیلی اسانید کے لیے ملاحظہ ہوں درج ذیل کتب فہارس واثبات۔

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اجازت واسانید ان کی کتاب «اتحاف النبيه فيما يحتاج اليه المحدث والفقيه» میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ اور یہ ان کی تالیف «الانتباه في سلاسل اولياء الله و اسانيد وارثي رسول الله صلى الله عليه وسلم» کی قسم ثالث ہے۔ جسے شاہ صاحب نے مستقل کتاب کی حیثیت دی ہے اس میں حدیث، کتب حدیث، اسانید واجازات اور ان سے متعلقہ فوائد ونکات ہیں۔ یہ مولانا ابوالطیب عطاء اللہ حنیف کی تحقیق، تعلیق اور مقدمہ کیساتھ مکتبہ سلفیہ سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کی زبان عموماً فارسی ہے۔

۲۔ یہی اسانید بالاختصار شاہ صاحب نے اپنی دوسری کتاب «الارشاد الى مهمات علم الاسناد» میں بھی ذکر کی ہیں جو مولانا محمد عبدہ الفلاح کی غیر مکمل تعلیقات کے ساتھ لاہور سے طبع ہوئی۔

۳۔ اسی موضوع پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ایک تیسری کتاب «المسلسلات» بھی ہے۔

۴۔ ان تینوں کتابوں کا خلاصہ اور اختصار شاہ صاحب کے بیٹے اور شاگرد عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے رسالہ ''عجالہ نافعہ'' فارسی میں کیا ہے، جو راقم کی تحقیق، تعلیق اور عربی اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۹۷۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۵۔ امام محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ کی اجازات و اسانید بالتفصیل مذکور ہیں ان کے ثبت «اتحاف الاکابر باسنادالدفاتر» میں جو ۱۳۲۸ھ میں دائرۃ المعارف انتظامیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکا ہے اور اب نایاب ہے۔

۶۔ حسین بن محسن انصاری یمانی کی اسانید تفصیل سے نواب سید صدیق حسن قنوجی رحمہ اللہ کی کتاب «سلسلۃالعسجد و مشائخ السند» میں مذکور ہیں، جو معروف متداول ہے۔

۷۔ میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کی کچھ اسانید اور بالخصوص اجازات عامہ مولانا ابوالطیب، شمس الحق محدث ڈیانوی مولف عون المعبود نے اپنی تالیف «المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف» میں جمع کر دی ہیں۔ یہ بھی مطبوع ہے۔ مطبع انصاری دہلی میں ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی۔

۸۔ الشیخ محمد راغب الطباخ کی اجازات و اسانید ان کی کتاب «الانوار الجلیلۃ فی مختصر الاثبات الجلیلہ» کے آخر میں بالتفصیل مذکور ہیں جو انھوں نے خود ہی حلب سے ۱۹۳۲ء میں شائع کی تھی۔

صَحِيحُ الْإِمَامِ مُسْلِم

لِأَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِم بْنِ الْحَجَّاجِ النَّيْسَابُوْرِي الْقُشَيْرِي رَحِمَهُ اللّٰه

۲۰۴ھ۔ ۲۶۱ھ

يرويه عَنْ شَيْخِه الامَام ابِي الْفَضْل مُحَمَّد بْن فَضْل الدِّيْن الْجُونْدَلوِي عَنْ شَيْخِه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنَّان الْوَزِيْر ابَادِي عَنْ شَيْخِه مُحَمَّد نَذِيْر حُسَيْن الدِّهْلَوِي قَال أَخْبَرَنَا الشَّيْخ مُحَمَّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِي عَنْ نَاصِيَة الْعُلَمَاء الشَّيْخ عَبْدُالْعَزِيْز الدِّهْلَوِي عَنْ حَجَّة اللّٰه عَلَى الْعَالَمِيْن شَاه وَلِي اللّٰه الدِّهْلَوِي عَنْ أَبِي طَاهِر مُحَمَّد بْن إِبْرَاهِيْم الْكُرْدِي الْمَدَنِي عَنْ وَالِدِه الشَّيْخ إِبْرَاهِيْم بْن حَسَن الْكُرْدِي الْكُوْرَانِي بِقِرَاءَتِه عَلَى الشَّيْخ سُلْطَان بْن أَحْمَد الْمُزَاحِي قَال أَخْبَرَنَا الشَّيْخ شِهَاب الدِّيْن أَحْمَد السُّبْكِي عَنِ النَّجْم الْغَيْطِي عَنِ الزَّيْن زَكَرِيَّا بْن مُحَمَّد الْأَنْصَارِي عَنْ أَبِي الْفَضْل أَحْمَد بْن

عَلِى بْن حَجر الْعَسْقَلانِى عَن الصَّلاح بْن أَبِى عُمَر الْمَقْدِسِى عَن عَلِى بْن أَحْمَد الْمَعْرُوف بِابْن الْبُخَارِى عَن الْمُؤَيّد الطُّوسِى عَن أَبِى عَبـــــدَاللّه الْفَرْوِى عَن أَبِى الْحُسَيْن عَبْدِالْغَافِر الْفَارِسِى عَن أَبِى أَحْمَد بْن عِيْسَى الْجُلُودِى عَن أَبِى إِسْحَاق إِبْرَاهِيم بْن مُحَمّد سَمَاعًا عَن مُؤَلِّفُه الْحَافِظ مُسْلِم بْن الْحَجّاج إِلا ثَلاثَة أَفْوَات لَم يَسْمَعْهَا أَبُو إِسْحَاق مِن مُسْلِم وَإِنَّمَا رَوَاهَا عَن مُسْلِم بِالْإِجَازَة

مُوَطَّأ الْإِمَام مَالِك

لِلْإِمَام مَالِك بْن أَنَس الْأَصْبَحِى إِمَام دَار الْهِجْرَة رَحِمَه اللّه تَعَالَى

۹۳ھ ۱۷۹ھ

يرويه عَن شَيْخِه الامَام ابِى الْفَضْل مُحَمّد بْن فَضل الدِّيْن الْجُونْدَلوى عَن شَيْخه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنّان الْوَزِيْر ابَادِى عَن شَيْخِه مُحَمّد نَذِير حُسَيْن الدِّهْلَوِى قَال أَخْبَرَنَا الشَّيْخ مُحَمّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِى عَن نَاصِيَة الْعُلَمَاء الشَّيْخ عَبْدُالْعَزِيْز الدِّهْلَوِى عَن حَجّة اللّه عَلَى الْعَالَمِيْن وَالِده شَاه وَلِى اللّه الدِّهْلَوِى عَن أَبِى الطَّاهِر الْكُرْدِى عَن وَالِده إِبْرَاهِيم بْن حَسَن الْكُرْدِى و أَحْمَد النَّخْلِى و عَبْدا لِلّه بْن سَالِم الْبَصْرِى و حُسْن بْن عَلِى الْعَجَمِى كُلُّهم عَن الْعَلاء الْبَابِلِى عَن الشَّيْخ سَالِم السّنْهُوْرِى عَن النَّجْم مُحَمّد بْن أَحْمَد الْغَيطِى عَن الشّرَف عَبْدا لَحق بْن مُحَمّد السُّنْبَاطِى عَن الْبَدْر الْحَسَن بْن مُحَمّد بْن أَيُّوب الْحَسَنِى النَّسَّابَة عَن أَبِى مُحَمّد الْحَسَن النَّسَّابَة عَن أَبِى عَبْدا لِلّه مُحَمّد بْن جَابِر الْوَادِيَاشِى عَن أَبِى مُحَمّد عَبْدا لِلّه بْن مُحَمّد بْن هَارُوْن الْقُرْطُبِى عَن الْقَاضِى أَبِى الْقَاسِم أَحْمَد بْن يَزِيْد الْقُرْطُبِى عَن مُحَمّد بْن مُحَمّد بْن عَبْدا لرّحْمَن بْن عَبْدا لَحق الْخَزْرَجِى الْقُرْطُبِى عَن أَبِى عَبْدا لِلّه مُحَمّد بْن فَرج مَوْلَى ابْن الطَّالِع عَن أَبِى الْوَلِيْد يُوْنُس بْن عَبْدِا لِلّه بْن مُغِيْث الصَّفَّار عَن أَبِى عِيْسَى يَحْى بِن عَبْدا لِلّه بْن يَحْى بْن يَحْى

عَنْ عُبَيْد اللّه بْن يَحْى بْن يَحْى عَنْ يَحْى بْن يَحْى أللّيْثى عَنْ مُؤَلِّفه إِمَام دَار الْهِجْرَة الْإِمَام مَالِك بْن أَنَس رَحِمَه اللّه تَعَالى .

سُنَن أَبِى دَاوُد

لِلْإِمَام أَبِى دَاوُد سُلَيْمَان بْن الْأَشْعَث السِّجِسْتَانِى رَحِمَه اللّه تَعالى

٢٠٢ھ ـ ٢٧٥ھ

يرويه عَن شَيْخِه الامَام ابِى الْفَضل مُحَمّد بْن فَضل الدِّين الْجُونْدَلْوى عَن شَيْخِه الْحَافِظ الْمُتقِن عَبْد الْمَنّان الْوَزِير ابَادِى عَن شَيْخِه مُحَمّد نَذِير حُسَيْن الدِّهْلَوِى قَال أَخْبرَنَا الشَّيْخ مُحَمّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِى عَن نَاصِيَة الْعُلَمَاء الشَّيْخ عَبْدُالْعَزِيز الدِّهْلَوِى عَن حَجّة اللّه عَلَى الْعَالَمِيْن وَالِدِه الْعَلّامَة وَلِى اللّه أَحْمَد بْن عَبْدُالرَّحِيْم الدِّهْلَوِى عَن أَبِى طَاهِر مُحَمّد بْن إِبْرَاهِيْم الْكُرْدِى عَن أَبِيْه إِبْرَاهِيم بْن حَسَن الْكُرْدِى الْكُوْرَانِى عَن صُفِى الدِّيْن أَحْمَد بْن مُحَمّد الْمَدَنِى عَن الشَّمْس مُحَمّد بْن أَحْمَد بْن حَمْزَة الرَّمْلِى عَن شَيْخ الْإِسْلَام زَكَرِيّا بْن مُحَمّد الْأَنْصَارِى عَن مُسْنَد الدِّيَار الْمِصْرِيّة عَز الدِّيْن عَبْدُالرَّحِيْم بِن مُحَمّد الْمَعْرُوْف بِابْن الْفُرَات عَن أَبِى حَفْص عُمَر بْن الْحَسَن بْن مَزْيَد بْن أُمِيلَة الْمَرَاغِى عَن الْفَخْر أَبِى الْحُسَيْن عَلِى بْن أَحْمَد بْن عَبْدِالْوَاحِد بْن الْبُخَارِى عَن أَبِى حَفْص عُمَر بْن مُحَمّد بْن طَبَرْزَد الْبَغْدَادِى أَنْبَأَنَا بِه الشَّيْخَان أَبُو الْبَدْر إِبْرَاهِيم بْن مُحَمّد بْن مَنْصُوْر الْكَرْخِى وَأَبُو الْفَتْح مُفْلِح بْن أَحْمَد بْن مُحَمّد الدُّوْمِى سَمَاعا عَلَيْهِمَا مَلَفقا قَالا بِهَا أَنْبَأَنَا بِهَا الْحَافِظ الْكَبِير أَبُو بَكْر أَحْمَد بْن عَلِى بْن ثَابِت الْخَطِيْب الْبَغْدَادِى أَنْبَأَنَا أَبُو عَمْرو الْقَاسِم بْن جَعْفَر بْن عَبْدُالْوَاحِد الْهَاشِمِى أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِى مُحَمّد بْن أَحْمَد بْن عَمْرو اللُّؤْلُؤِى أَنْبَأَنَا بِهَا أَبُو دَاوُد سُلَيْمَان بْن الْأَشْعَث رَحِمَه اللّه تَعَالَى .

جَامِع التِّرْمِذِی

لِلْإِمَام أَبِی عِیْسَی مُحَمَّد بْن عِیْسَی بْن سَوْرِة التِّرْمِذِی رَحِمَه اللّٰه

۲۰۹ھ۔ ۲۷۹ھ۔

یرویه عَن شَیْخِه الامَام ابِی الْفَضل مُحَمَّد بن فَضل الدِّین الْجُونْدَلْوی عَن شَیْخِه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنَّان الْوَزِیْر اَبَادِی عن الْعِلامَة نَذِیْر حُسَیْن الْدِّهْلَوِی عَن الْشَّیْخ مُحَمَّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِی عَن الشَّیْخ عَبْدُالعَزِیْز بْن أَحْمَد الدِّهْلَوِی، عَن وَالِدِه الْعَلّامَة وَلِی اللّٰه أَحْمَد بْن عَبْدُالرَّحِیْم الدِّهْلَوِی عَن أَبِی طَاهِر مُحَمَّد بْن إِبْرَاهِیْم الْکُرْدِی عَن أَبِیْه إِبْرَاهِیْم بْن حَسَن الْکُرْدِی الْکُوْرَانِی عَن صُفِّی الدِّیْن أَحْمَد بْن مُحَمَّد الْمَدَنِی عَن الشَّمْس مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن حَمْزَة الرَّمْلِی عَن شَیْخ الْإِسْلَام زَکَرِیَّا بْن مُحَمَّد الْأَنْصَارِی عَن مُسْنَد الدِّیَار الْمِصْرِیَّة الْعِز عَبْدُالرَّحِیْم بِن مُحَمَّد الْفُرَات عَن أَبِی حَفْص عُمَر بْن حَسَن الْمَرَاغِی عَن الْفَخْر بْن الْبُخَارِی عَن عُمَر بْن طَبْرزد الْبَغْدَادِی عَن أَبِی الْفَتْح عَبْدِالْمَلِك بْن أَبِی سَهْل الْکَرُوْخِی الْقَاضِی عَن أَبِی عَامِر مَحْمُوْد بْن الْقَاسِم عَن عَبْدِالْجَبَّار بْن مُحَمَّد الْمَرْوَزِی عَن مَحْمُوْد بْن مَحْبُوب عَن الْحَافِظ الْحُجَّة أَبِی عِیْسَی التِّرْمِذِی.

وَبِالسَّنَد قَال أَبُو عِیْسَی التِّرْمِذِی حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْل بْن مُوْسَی الْفَزَارِی ابْن بِنْت السُّدِّی قَال حَدَّثَنَا عُمَر بْن شَاکِر عَن أَنَس بْن مَالِك رَضِی اللّٰه عَنه قَال: قَال رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَیْه وَسَلَّم: «یَأْتِی عَلَی النَّاس زَمَان الصَّابِر مِنْهُم عَلَی دِیْنِه کَالْقَابِض عَلَی الْجَمْر». انْتَهٰی

قَال الْفُلَانِی: وَهُو حَدِیْث ثُلَاثِی لَیْس لَه غَیْرُه، وَذَکَرَه فِی الْفِتَن، وَقَال فِیْه: هٰذَا حَدِیْث غَرِیْب مِن هٰذَا الْوَجْه وَعُمَر بن شَاکِر رَوَی عَنْه غَیر وَاحِد مِن أَهْل الْعِلْم وَهُو شَیْخ بَصْرِی.

سُنَن ابْن مَاجَه

لِلْإمَام الْحَافِظ أَبِی عَبْدِاللّٰه مُحَمَّد بْن يَزِيْد بْن مَاجَه الْقَزْوِينِی رَحِمَه اللّٰه

۲۰۹ھ۔ ۲۷۳ھ۔

يرويه عَن شَيْخِه الامَام ابِی الْفَضْل مُحَمَّد بْن فَضْل الدِّيْن الْجُونْدَلْوِی عَن شَيْخِه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنَّان الْوَزِيْر اٰبَادِی عن الْعِلَامَة نَذِيْر حُسَيْن الدِّهْلَوِی عَن الشَّيْخ مُحَمَّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِی عَن الشَّيْخ عَبْدُالْعَزِيْز بْن أَحْمَد الدِّهْلَوِی، عَن وَالِدِه الْعَلَّامَة وَلِی اللّٰه أَحْمَد بْن عَبْدُالرَّحِيْم الدِّهْلَوِی عَن أَبِی طَاهِر مُحَمَّد بْن إِبْرَاهِيْم الْكُرْدِی عَن أَبِيْه إِبْرَاهِيْم بْن حَسَن الْكُرْدِی الْكُوْرَانِی عَن صُفِّی الدِّيْن أَحْمَد بْن مُحَمَّد الْمَدَنِی عَن الشَّمْس مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن حَمْزَة الرَّمْلِی عَن شَيْخ الْإِسْلَام زَكَرِيَّا الْأَنْصَارِی عَن أَبِی الْفَضْل أَحْمَد بْن عَلِی بْن حَجَر الْعَسْقَلَانِی عَن أَبِی الْعَبَّاس أَحْمَد بْن عُمَر بْن عَلِی الْبَغْدَادِی اللُّؤْلُؤِی عَن الْحَافِظ يُوسُف بْن عَبْدِالرَّحْمَن الْمِزِّی بِكَسْر الْمِيْم وَتَشْدِيد الزَّای عَن شَيْخ الْإِسْلَام عَبْدِالرَّحْمَن بْن أَبِی عُمَر بْن قُدَامَة الْمَقْدِسِی عَن الْإِمَام مُوَفَّق الدِّيْن عَبْدِاللّٰه بْن أَحْمَد بْن قُدَامَة عَن أَبِی زُرْعَة طَاهِر بْن مُحَمَّد بْن طَاهِر الْمَقْدِسِی عَن الْفَقِيْه أَبِی مَنْصُوْر مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن بْن أَحْمَد الْمَقُوْمِی الْقَزْوِينِی عَن أَبِی طَلْحَة الْقَاسِم بْن أَبِی الْمُنْذِر الْخَطِيْب عَن أَبِی الْحَسَن عَلِی بْن إِبْرَاهِيْم بْن سَلَمَة الْقَطَّان عَن الْمُؤَلِّف الْحَافِظ عَبْدِاللّٰه بْن مُحَمَّد بْن يَزِيْد الْقَزْوِينِی رَحِمَه اللّٰه تَعَالَی .

سُنَن النَّسَائی

الْإِمَام الْحافظ أَحْمَد بْن شُعَيْب النَّسَائِی رَحِـمَه اللّٰه تَعَالَی

يرويه عَن شَيْخِه الامَام ابِی الْفَضْل مُحَمَّد بْن فَضْل الدِّيْن الْجُونْدَلْوِی عَن

شَيْخِه الْحَافِظ الْمُتْقِن عَبْد الْمَنَّان الْوَزِيْر ابَادِی عن الْعلامة نَذِير حُسَيْن الدِّهْلَوِی عَن الشَّيْخ مُحَمَّد إِسْحَاق الدِّهْلَوِی عَن الشَّيْخ عَبْدُالْعَزِيْز بْن أَحْمَد الدِّهْلَوِی عَن أَبِيْه وَلِی اللّٰه الدِّهْلَوِی عَن أَبِی طَاهِر عَن الْكُوْرَانِی عَن الرَّمْلِی عَن زَكَرِيَّا الانْصَارِی عَن ابْن حِجرعَن أَبِی إِسْحَاق إِبْرَاهِيْم بْن أَحْمَد بْن عَبْد الْوَاحِد التَّنُوْخِی الْبَعْلِی الْأَصْل الدِّمَشْقِی الْمَنْشَأ نَزِيْل الْقَاهِرَة الْمَعْرُوْف بِالْبُرْهَان الشَّامِی، عَن الْمُسْنِد الْمُعَمَّر أَبِی الْعَبَّاس أَحْمَد بْن أَبِی طَالِب الصَّالِحِی الْحِجَار عَن أَبِی طَالِب عَبْد الْمُطَلِب بْن مُحَمَّد بْن عَلِی الْقُبَيْطِی، عَن أَبِی زُرْعَة طَاهِر بْن مُحَمَّد بْن طَاهِر الْمَقْدِسِی، عَن أَبِی مُحَمَّد عَبْد الرَّحْمَن بْن أَحْمَد سَمَاعا، عَن الْقَاضِی أَحْمَد الْكَسَّار، قَال: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْر أَحْمَد بْن مُحَمَّد الْيَنْوَرِی الْحَافِظ، قَالَ: أَخْبَرَنَا بِهَا مُؤَلِّفهَا الْإِمَام أَحْمَد بْن شُعَيْب النَّسَائِی رَحـمَه اللّٰه تَعَالَى .

باب نمبر ۲۴

تلامذہ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے:۔

۱۔ صدقہ جاریہ

۲۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے

۳ صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔[صحیح مسلم]

دوسری چیز علم نافع ہے یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنے علوم و معارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لیے فائدہ مند اور رشد و ہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے آدمی کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لیے سرمایہ و سعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔حافظ صاحب کے تمام شاگرد حافظ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہیں،ان شاء اللہ۔

''جن'' شاگرد:

حافظ صاحب کے علمی حلقہ میں جن بھی بیٹھا کرتے تھے یا نہیں ؟ اس سوال کا جواب ذیل کے واقعہ سے ملتا ہے۔مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے مجھے بتایا میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے کہا سنا ہے حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ سے جن آکر پڑھا کرتے تھے،کیا آپ کے پاس بھی جن پڑھتے ہیں،یا آپ کے درس میں حاضر ہوتے ہیں؟ تو حافظ صاحب فرمانے لگے: اس کا تو مجھے علم نہیں،البتہ ادھر ہمارے محلے کا ایک آدمی کراچی گیا تھا،اس نے مجھے بتایا ہے، وہاں ہمارے رشتے دار کو جن چمٹ

گئے تھے،اس جن نے مجھے کہا تم کدھر سے آئے ہو،تو میں نے بتایا میں پنجاب سے، سرفراز کالونی گوجرانولہ سے آیا ہوں،تو جن نے کہا وہاں حافظ عبد المنان نور پوری نام کے ایک بزرگ رہتے ہیں،انہیں جانتے ہو؟ تو میں نے کہا میں ادھر ہی سے آیا ہوں،تم انہیں کس طرح جانتے ہو،تو وہ کہنے لگا میں ان سے پڑھتا رہا ہوں۔ یہ بات سن کر میں نے اس سے کہا وہ تو کسی کو تنگ نہیں کرتے،تو کیوں اسے تنگ کرتا ہے،تم اچھے شاگرد ہو ان کے،میری یہ بات سن کر وہ کہنے لگا ٹھیک ہے میں بھی اسے تنگ نہیں کرتا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

ویسے حافظ صاحب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ مجھ سے جن بھی پڑھتے ہیں، حافظ صاحب انتہائی محتاط آدمی تھے، حافظ صاحب سے ایسے لوگوں کے متعلق پوچھا جاتا جن کا دعویٰ ہے کہ ہم نے جن قابو کیے ہوئے ہیں یا کیلے ہوئے ہیں جیسے ہم چاہیں ان کو استعمال کر لیتے ہیں،تو حافظ صاحب فرماتے اس کا مجھے علم نہیں، کسی جنوں کے ساتھ واقفیت رکھنے والے سے پوچھ لیں۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ جن ہمیں نظر تو نہیں آتے اور اگر خفیہ طریقے سے کسی عالم دین سے وہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

حافظ صاحب،شوق و ذوق سے پڑھنے والے محنتی طلبا کو خندہ پیشانی سے ملتے اور انہیں مزید معلومات مہیا کرتے تھے،اور بدمحنت طلبہ پر افسوس کا اظہار کرتے تھے۔

فہرست اسماء التلامذہ

حافظ صاحب سے جس نے بھی پڑھا ہے اور آپ سے سند حاصل کی ہے آپ نے اس کا نام، ولدیت، پتہ مکمل ایک رجسٹر پر لکھا ہے۔ اپنے تلامذہ کو یاد رکھنا، ان کے نام و پتے درج کرنا استاذ کی اپنے شاگردوں سے محبت اور تعلق کے ساتھ تعلیم و تعلم کے ذوق پر دلالت کرتا ہے، حافظ صاحب سے جن طلبا نے سند حدیث حاصل کی ہے ان کی تعداد اس رجسٹر پر ۱۵۸۹ ہے۔

کئی بھائیوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ حافظ صاحب کی کتاب میں ان کے تمام شاگردوں کے نام ضرور درج کریں۔ کتاب ضخیم ہو جائے گی تو کوئی بات نہیں مگر کوئی ناراض نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اگر بعض شاگردوں کا تذکرہ ہوا اور بعض کا نہ ہوا تو یہ اچھا نہیں ہوگا۔ جن کا تذکرہ نہ ہوا ان کے دل پر کیا گزرے گی، جب حافظ صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے سب شاگردوں کے نام لکھیں ہیں تو پھر ہم کیوں نہ سب شاگردوں کا تذکرہ کریں؟ یہ بھی سیرت نورپوری ہے کہ حافظ صاحب کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے شاگردوں کی یہ دستاویز ہے، یہ آج کے دور میں خاصہ نورپوری ہے۔ میرے علم میں ایسا کوئی استاد نہیں ہے جو اپنے تمام شاگردوں کے اسما، ولدیت اور ایڈریس الگ رجسٹر پر لکھتا ہو۔ اے اللہ نورپوری رحمہ اللہ کے تمام شاگردوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے۔

حافظ صاحب باقاعدہ ہر سال فارغ ہونے والے طلبا کے نام لکھا کرتے تھے۔ ۱۱۵ طلبا کے نام حافظ صاحب نے اپنے حافظہ سے لکھے ہیں، حافظ صاحب کے اس رجسٹر میں ۱۱۵ طلبا کے بعد یہ عبارت لکھی ہوئی ہے: یہ ایک سو پندرہ نام مع مختصر پتا جات اس فقیر الی اللہ نے ۴ شعبان ۱۴۰۹ ہجری کو رات دس بجے اپنے حافظہ سے لکھے۔

یہ عبارت حافظ صاحب کے حافظہ اور طلبا سے محبت پر دلالت کناں ہے، اس کے بعد بقاعدہ حافظ صاحب طلبا کے نام لکھتے تھے، اس رجسٹر پر ۱۴۳۱ تک ۱۵۹۷ طلبا کے نام درج ہیں، حافظ صاحب ۱۴۳۲

کوفوت ہوئے ہیں۔

اب حافظ صاحب کے تلامذہ کے لیے اپنا سن فراغت معلوم کرنا بھی آسان ہوگیا ہے، تلامذہ اپنا نام پڑھیں اور حافظ صاحب کو دعائیں دیں جنھوں نے یہ سارا ریکارڈ محفوظ رکھا ہے۔

جن طلبا کے نام حافظ صاحب نے لکھے ہیں وہ حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ قاری نعیم الحق صاحب نعیم گوجرانوالہ
۲۔ مولانا امین الحق نورپوری خطیب نورپور
۳۔ محمد اشفاق نورپوری
۴۔ محمد اشرف نورپوری
۵۔ قاری عصمت اللہ صاحب ظہیر بن مولانا چراغ دین صاحب مرحوم نورپوری
۶۔ مولانا محمد اسلم نورپوری
۷۔ قاضی عبدالرشید ساحب جلہنوی
۸۔ مولانا عبیداللہ صاحب عبید حمید پوری
۹۔ رفیق الرحمٰن بن حافظ شفیق الرحمٰن صاحب لکھوی
۱۰۔ خلیق الرحمٰن بن حافظ شفیق الرحمٰن صاحب لکھوی
۱۱۔ خلیل الرحمٰن بن حبیب الرحمٰن صاحب لکھوی استاذ جامعہ ابی بکر کراچی
۱۲۔ ذکی الرحمٰن بن عزیز الرحمٰن صاحب لکھوی معسکر طیبہ افغانستان (ذکی الرحمٰن بن عزیز الرحمٰن لکھوی مدرسہ محمدیہ غلہ منڈی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ)
۱۳۔ فضل الٰہی بن حاجی ظہور الٰہی صاحب سیالکوٹی استاذ جامعۃ الامام ریاض سعودیہ
۱۴۔ حافظ عبدالحمید صاحب ازہر، راولپنڈی، استاذ جامعہ سلفیہ اسلام آباد
۱۵۔ مولوی عبدالعلی صاحب
۱۶۔ محمد یحیٰی صاحب ۲۶ چک میاں چنوں
۱۷۔ حافظ محمد امین صاحب بن مولوی یعقوب صاحب اوڈانوالہ
۱۸۔ حافظ محمد یوسف صاحب بن مولوی محمد یعقوب صاحب غوری اصغر کالونی گوجرانوالہ

۱۹۔ حبیب الرحمٰن یزدانی شہید کاموں کے

۲۰۔ مولانا محمد مدنی بن حافظ عبدالغفور صاحب جہلم

۲۱۔ مولوی عبدالرشید زین پوری

۲۲۔ مولوی عتیق الرحمٰن بن محمد فاضل سیالکوٹ

۲۳۔ مولوی فضل الرحمٰن بن محمد فاضل سیالکوٹ

۲۴۔ حاجی عطاء الرحمٰن بن مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری

۲۵۔ حافظ عبدالرحمٰن بن مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری

۲۶۔ محمود شوکت بن مستری معراج دین نور پوری

۲۷۔ محمد زکریا بن مولوی محمد حمزہ بن میاں باقر صاحب جھوک دادو

۲۸۔ حافظ محمد شریف بھبوی استاذ جامعہ ابی بکر کراچی

۲۹۔ مولوی عبدالرحمٰن بن مولانا محمد عبداللہ صاحب رئیس الجامعہ المحمدیہ گوجرانوالہ

۳۰۔ محمد عمران بن شیخ الحدیث محمد عبداللہ صاحب رئیس الجامعۃ المحمدیۃ گوجرانوالہ امیر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان محلّہ پرانا مسافر خانہ مکان 613 ڈی گوجرانوالہ

۳۱۔ مولانا محمد نذیر صاحب سیف لکھوی، مسلم چک

۳۲۔ حافظ منظور احمد صاحب خطیب پپلی والا استاذ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

۳۳۔ قاضی عبدالرزاق صاحب استاذ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

۳۴۔ حافظ عبدالعلیم صاحب چھتوی

۳۵۔ طاہر عبداللہ مجاہد دادوالی

۳۶۔ ابراہیم عبداللہ مجاہد دادوالی خطیب حمید پور

۳۷۔ حافظ محمد اخلاق صاحب استاذ جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم

۳۸۔ حافظ عبدالرحیم صاحب استاذ جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم

۳۹۔ حافظ محمد اسلم صاحب فیروز والا

۴۰۔ مولوی محمد مسعود کاموں کے جیل ماسٹر سیالکوٹ

۴۱۔ محمد حنیف شاہ فیصل آباد

۴۲۔ مولانا محمد عبداللہ بن الفضل نورستانی اسلام پٹ کنٹوا۔ نورستان افغانستان

۴۳۔ مولانا محمد عبداللہ طویل شیر گل پارون، نورستان، افغانستان

۴۴۔ محمد بشیر الطیب سنبلہ، (حال) کویت

۴۵۔ مولوی محمد صدیق خطیب موڑ ایمن آباد

۴۶۔ محمد آصف خطیب اڈہ گوندلانوالہ گوجرانوالہ

۴۷۔ محمد مصطفیٰ ساہنکے ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول، گوجرانوالہ

۴۸۔ محمد اسماعیل بن غلام دین موضع مان ضلع گوجرانوالہ

۴۹۔ حکیم رشید احمد رڑیالہ گوجرانوالہ

۵۰۔ حافظ یسین رڑیالہ گوجرانوالہ

۵۱۔ عطاء اللہ بن علی محمد نورپوری

۵۲۔ حکیم عبدالرحمٰن نظامی گوجرانوالہ

۵۳۔ عبدالمجید سیالکوٹی

۵۴۔ حافظ عبدالمنان منڈی جہانیاں ملتان

۵۵۔ محمد ادریس زبیر بن مولانا شمس الحق ملتانی، ملتان

۵۶۔ محمد عبداللہ بن مولانا محمد رفیق صاحب

۵۷۔ محمد رمضان صاحب استاذ جامعہ رحمانیہ لاہور

۵۸۔ مولانا محمد منشاء صاحب ضلع عارفوالہ

۵۹۔ محمد ریاض وہاڑی

۶۰۔ عبدالجبار خطیب حویلی لکھا

۶۱۔ صاحبین عبداللہ کلیم وعبدالجبار

۶۲۔ محمد حسنین قصوری

۶۳۔ حبیب الرحمٰن بن میاں محمد ہزاروی خطیب ہری پور

۶۴۔ ابوذر محمد زکریا فیروز وٹواں استاذ جامعہ محمدیہ کاہنیانوالہ شیخوپورہ

۶۵۔ حافظ محمد ایوب چھمراں شیخوپورہ

۶۶۔ عبدالرحمٰن بن مولانا تاج دین بڈھا گورایہ گوجرانوالہ

۶۷۔ قاری محمد طیب صاحب بھٹوی

۶۸۔ نذیر حماد گوندلانوالہ

۶۹۔ قاری عبدالشکور خطیب گوجرانوالہ

۷۰۔ محمد صادق پھلوکی والے عرف چوہدری

۷۱۔ عبدالجبار پھلوکی والے ابن اخت صادق المذکور

۷۲۔ محمد رفیق بن اللہ دتہ بستانی خطیب جامع مسجد رحمت اہلحدیث ہاشمی کالونی گوجرانوالہ

۷۳۔ محمد اسماعیل ذبیح ضلع ساہیوال استاذ جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

۷۴۔ احمد علی ضلع ساہیوال

۷۵۔ عبدالستار بن سراج دین ٹھینگ موڑ

۷۶۔ حبیب الرحمٰن خطیب گڑھی شاہو لاہور

۷۷۔ عبدالستار امام

۷۸۔ انس بن عبدالشکور صاحب سانگلہ ہل

۷۹۔ عبدالغفار بن حاجی عبدالاحد مری روڈ پنڈی

۸۰۔ عبدالغفار ریحان شکر گڑھ

۸۱۔ عبدالجبار استاذ جامعہ اثریہ پشاور

۸۲۔ عبداللہ سلیم لاہور

۸۳۔ عبدالحکیم بلتستانی

۸۴۔ محمد اسحاق بن خلیل الرحمٰن بلتستانی

۸۵۔ محمد یوسف بلتستانی

۸۶۔ حسن عسکری بلتستانی

۸۷۔ قاری ابوالحسن ابوبکر کا بھائی بلتستانی

۸۸۔ ابوبکر بلتستانی

۸۹۔ محمد اقبال بلتستانی

۹۰۔ احسان اللہ بلتستانی

۹۱۔ محمد شریف ڈیرہ غازی خان

۹۲۔ عبدالرحمٰن بنگالی بنگلہ دیش

۹۳۔ قاری شمس الاسلام بنگلہ دیش

۹۴۔ سلیم الرحمٰن فیصل آباد

۹۵۔ محمد اشفاق استاذ جامعہ محمدیہ توحید آباد شیخوپورہ

۹۶۔ محمد عبداللہ کشمیری سابق استاذ اوڈانوالہ

۹۷۔ حافظ محمد رفیق استاذ اوڈانوالہ

۹۸۔ عبدالرحمٰن ضیاء جھنگ متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

۹۹۔ عبدالحق چنداکوٹ گوجرانوالہ

۱۰۰۔ محمد اسلم احدب خطیب بالمقابل موڑ ایمن آباد

۱۰۱۔ محمد حسین تلواڑہ خطیب ورپال گوجرانوالہ

۱۰۲۔ محمد داود بن مولانا محمد یوسف صاحب ضیاء قلعہ دیدار سنگھ

۱۰۳۔ محمد یوسف لکھوی

۱۰۴۔ محمد عبداللہ قاری موسیٰ صاحب نرسری والوں کے رشتہ دار

۱۰۵۔ محمد یعقوب شاہ سابق خطیب فاضل پور

۱۰۶۔ حافظ عبدالحمید نابینا

۱۰۷۔ حافظ محمد عباس نابینا شیخوپوری سابق خطیب مومن آباد گوجرانوالہ

۱۰۸۔ عبدالرحیم چیمہ خطیب گکھڑ (عبدالرحیم بن محمد عبداللہ چک TDA i 320 ڈاکخانہ چوک اعظم تحصیل چوبرہ ضلع لیہ)

۱۰۹۔ محمد نذیر بن مستری عمر دین نور پور

۱۱۰۔ عبدالوحید بن اللہ رکھا گوجرانوالہ

۱۱۱۔ احمد طاہر بن حافظ علم دین مرحوم لاہور

۱۱۲۔ محمد بشیر تابعی گوجرانوالہ

۱۱۳۔ طارق بن حکیم عبدالرحمٰن آزاد گوجرانوالہ

۱۱۴۔ محمد سلیمان قلعہ سوبھا سنگھ

۱۱۵۔ محمد الطاف حمید پور گوجرانوالہ

یہ ایک سو پندرہ نام مع مختصر پتا جات اس فقیر الی اللہ نے ۴ شعبان ۱۴۰۹ ہجری کو رات دس بجے اپنے حافظہ سے لکھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۱۶۔ محمد داود علوی کڑیالہ حافظ آباد گوجرانوالہ

۱۱۷۔ مولوی جمعہ دین منڈا گل نورستان، افغانستان

۱۱۸۔ مولوی حبیب اللہ پپڑوک نورستان، افغانستان

۱۱۹۔ مولوی جمال دین اسٹیوی نورستان، افغانستان

۱۲۰۔ نظام الدین مم کنتوا نورستان، افغانستان

۱۲۱۔ عبدالماجد بڈھا گورائیہ گوجرانوالہ

۱۲۲۔ محمد رفیق ترکھانا نوالہ گوجرانوالہ

۱۲۳۔ محمد انور حمید پور گوجرانوالہ

۱۲۴۔ شبیر احمد بن فتح محمد بستی بکھانوالہ جھنگڑھ، ڈاکخانہ ماہڑہ تحصیل وضلع مظفر گڑھ

۱۲۵۔ نذیر احمد بن مولانا سراج دین چک ۱۸/۱۰۷ ضلع اوکاڑہ براستہ رینالہ خورد

۱۲۶۔ عبدالجبار بن حاجی عبدالاحد، محلہ آریہ گلی ۷ مکان ۱۲۹ ل مری روڈ، راولپنڈی

۱۲۷۔ عطاء اللہ بن محمد یحییٰ گلی غلام محمد ٹھیکیدار محلّہ توحید پورہ گوجرانوالہ

۱۲۸۔ حافظ عبدالرحمٰن بن علی مراد ریپی کھور ڈاکخانہ کرلیس اسکردو بلتستان

۱۲۹۔محمد یونس عتیق بن لعل دین مکان ۲۸۔ ۲۳۵۔ xxi گلی نمبرا محلّہ رسول پورہ گوجرانوالہ

۱۳۰۔غلام رسول بن محمد عبداللہ چھچن ڈاکخانہ خیلو اسکردو بلتستان

۱۳۱۔رائے محمد اشرف بن احمد یار ٹھٹھہ حشمت ڈاکخانہ حسیکی تحصیل حافظ آباد گوجرانوالہ

۱۳۲۔محمد اشرف موضع مان تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۳۳۔محمد اشرف فاضل پور تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۳۴۔اعجاز احمد کچی پمپ والی گوجرانوالہ

۱۳۵۔ابوبکر (نور احمد) سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

شوال ١٤٠٤ھ تا شعبان ١٤٠٥ھ

۱۳۶۔محمد وسیم بن عبدالستار گلی 25E مکان 36 چوہدری سٹریٹ وسن پورہ لاہور

۱۳۷۔ جمال دین بن محمد یوسف، جرپال ڈاکخانہ بڑا پنڈ تحصیل شکر گڑھ

۱۳۸۔فضل الرحمٰن بن کرم خان پکسپری ڈاکخانہ بودلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۹۔عبیداللہ بن حکیم محمد انور مکان G440 رحمت علی روڈ گوجر چوک منظور کالونی کراچی 44

۱۴۰۔محمد فاضل بن محمد یعقوب قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ

۱۴۱۔عبدالقیوم بن عبدالغفور ڈینڈا ہری پور ضلع ایبٹ آباد

۱۴۲۔ارشاد احمد بن محمد عبداللہ محلّہ چاہ چوہاناں گلی حاجی ابراہیم گوجرانوالہ

۱۴۳۔محمد اسماعیل بن عبدالغفور پوگو اسکردو بلتستان

۱۴۴۔عبدالشکور جٹ بن محمد رفیق کھنہ لبانہ ڈاکخانہ مرید کے تحصیل وضلع فیروز والا ضلع شیخوپورہ

۱۴۵۔عنایت اللہ بن محمد امین ڈاہر ڈاکخانہ کھسوکے تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۱۴۶۔عبدالوہاب بن عبدالجبار پھوئیہ آصل تحصیل چونیاں ضلع قصور

۱۴۷۔محمد عیسیٰ بن محمد اسماعیل کھنگرانوالہ ڈاکخانہ کھڈیاں ضلع قصور

۱۴۸۔محمد انور بن محمد یوسف چک 76 ایل 12 ڈاکخانہ 75 ایل 12 ضلع ساہیوال

۱۴۹۔محمد اسحاق بن نواب دین محلّہ عالم آباد بھکر

۱۵۰۔صدیق الحسن چیمہ برادر مولانا عبدالرحمٰن چیمہ (سنہ تعلیم یہ نہیں کوئی اور ہے)

شوال ۱۴۰۵ھ تا شعبان ۱۴۰۶ھ

۱۵۱۔عطاء اللہ بن غلام حیدر۔ ونڈالہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۱۵۲۔عبدالرزاق یزدانی بن عبدالرحمٰن، مراکیوال تحصیل وضلع سیالکوٹ

۱۵۳۔محمد طاہر خان بن محمد حنیف خان کھنہ تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ

۱۵۴۔خبیب الحسن بن محمد حسین گلی نمبر 7 مومن آباد نوشہرہ روڈ۔ گوجرانوالہ

۱۵۵۔محمد ابراہیم بن محمد خبیب چک 76/122 ڈاکخانہ 75/122 ضلع ساہیوال

۱۵۶۔علی محمد بن محمد یحییٰ الچوڑی تحصیل شگر ضلع بلتسان

۱۵۷۔عبدالغنی بن غلام نبی رضا آباد گلی نمبر 12 مین بازار 3 فیصل آباد شہر

۱۵۸۔اسماعیل بن سجاد بن محمد بنیا مین ہموں گکھڑ ڈاکخانہ کوٹلی لوہاراں غربی سیالکوٹ

۱۵۹۔حافظ محمد طیب بن زبردست علی مرالی والہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۶۰۔شوکت علی بن غلام محمد بھولا باجوہ ڈاکخانہ بھلے باجوہ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

۱۶۱۔محمد ابراہیم بن محمد یوسف براڈاکخانہ برابالا سکردو بلتستان

۱۶۲۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ گلاب پور شگر بلتستان

۱۶۳۔عبدالرزاق بن محمد بشیر تھیڑی سانسی ڈاکخانہ انورانڈسٹری گوجرانوالہ

۱۶۴۔انصر جاوید بن صفدر علی آل گھمناں تحصیل نارووال، ضلع سیالکوٹ

۱۶۵۔محمد یوسف بن عبدالوہاب غواڑی سکردو بلتستان

۱۶۶۔سلطان علی بن عبدالغفور محلّہ غربی گوند ڈاکخانہ کورو سکردو بلتستان

۱۶۷۔محمد حسین بن محمد ابراہیم محلّہ پنچن ڈاکخانہ حیلو، سکردو بلتستان

۱۶۸۔محمد بشیر بن فتح دین بھٹہ محبت والا، ڈاکخانہ شیرگڑھ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۱۶۹۔محمد سلیم شاکر بن محمد امین ڈیرشکر گنج ڈاکخانہ اسوار پورہ تحصیل میچن آباد ضلع بہاولنگر

شوال ۱۴۰۶ھ تا شعبان ۱۴۰۷ھ

۱۷۰۔عبدالرحمٰن بن مولانا عبدالحمید صاحب گھلا وٹواں ڈاکخانہ فیروز وٹواں شیخوپورہ

۱۷۱۔ محمد اسحاق شاہ حضرت کیلیانوالہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۱۷۲۔ ذکاء اللہ عاصم حضرت کیلیانوالہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۱۷۳۔ حافظ خالد محمود رحمانی معرفت سیف اللہ دوکان 5 فیروز مارکیٹ گول چنیوٹ بازار فیصل آباد

۱۷۴۔ حافظ عبدالغفار کاظم بن جان محمد چک TDh / 43 تحصیل وضلع بھکر

۱۷۵۔ عبداللہ شاکر بن عبدالمجید سلیم، پورکھلے ڈاکخانہ کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور

۱۷۶۔ محمد ابراہیم عابد بن محمد عطاء اللہ منڈی کنگن پور نزد مسجد اہلحدیث چونیاں ضلع قصور

۱۷۷۔ عبدالواحد بن عبدالرحمٰن رحمانی موڑکھنڈا محلہ راج پورہ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ معرفت محمد علی پنساری

۱۷۸۔ محمد مظفر بن فضل کریم ڈھوڈا کخانہ میانہ چک تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

۱۷۹۔ عبدالقیوم بن محمد سلیمان انصاری، عزیز مسجد عزیز روڈ، مصری شاہ لاہور

۱۸۰۔ محمد صدیق بلوچ چک ۵۶ ج ب گھیالہ خورد تحصیل وضلع فیصل آباد

۱۸۱۔ عبدالرشید قاضی چاہ قاضی احمد والا ڈاکخانہ کلروانی ضلع مظفر گڑھ معرفت مولوی عبدالرحمٰن رحمانی

۱۸۲۔ عثمان علی بلتی چھلو کارخانی گوتہ سکردو بلتستان

۱۸۳۔ محمد حسن سلفی، ڈاکخانہ کریس محلہ سومالیہ سکردو بلتستان

۱۸۴۔ محمد امجد ندیم چک TDh / 644 اعوان میڈیکل سٹور فتح پور روڈ چوک اعظم اندرون کرنل مارکیٹ ضلع لیہ

۱۸۵۔ جابر عبدالرحمٰن موضع پوگو سکردو بلتستان شمالی پاکستان

۱۸۶۔ عطاء الرحمٰن بن ثناء اللہ کریس سکردو بلتستان

۱۸۷۔ مشتاق احمد ظہیر بن نیک محمد چک نسو 60/127 براستہ اقبال نگر تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

۱۸۸۔ تنویر احمد بن محمد شفیع گوناعور نزد ساد ھوکے ضلع گوجرانوالہ

۱۸۹۔ محمد سلیمان اثری بن نیک محمد منڈی ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ

۱۹۰۔ مساعد بن سليمان الراشد الحميد المدينة المنوره قد استجاز منى فأجزته

۱۹۱۔ عبداللہ بن الحاج نورستانی افغانستان

شوال ۱۴۰۷ھ تا شعبان ۱۴۰۸ھ

۱۹۲۔ قاضی عبدالمنان بن قاضی نذیر احمد کوٹ قاضی ڈاکخانہ کلاسکے تحصیل وزیرآباد گوجرانوالہ

۱۹۳۔ قاضی سعید احمد بن قاضی سلطان محمود کوٹ قاضی ڈاکخانہ کلاسکے تحصیل وزیرآباد گوجرانوالہ

۱۹۴۔ محمد زکریا بن سید گل شودگل شرقی نورستان افغانستان

۱۹۵۔ محمد مقصود بن رحمت اللہ محلّہ فیصل کالونی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۹۶۔ عبدالرحمٰن عابد بن محمد شریف چک 330 نواں لاہور تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۱۹۷۔ عبدالغفور راشد بن محمد اسماعیل ڈوگرانوالہ ملیاں ڈاکخانہ چک چوہدری تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۹۸۔ عبدالحی عابد بن حاجی غلام محمد چک 104/10-R ڈاکخانہ 105/10-R تحصیل وضلع خانیوال

۱۹۹۔ محمد زکریا اظہر ولد منظور احمد چک 30 ج ب ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع فیصل آباد

۲۰۰۔ حافظ حفیظ الرحمٰن بن نذیر احمد مہالم کلاں تحصیل وضلع قصور

۲۰۱۔ حافظ خلیل الرحمٰن بن میاں محمد ترچھیہ ڈاکخانہ جھنگڑہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۲۰۲۔ حافظ محمد یحییٰ بن مولوی غلام احمد صاحب، چک 354 گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

۲۰۳۔ قاری عبدالکریم بن ولی محمد ڈاکخانہ کلروالی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

۲۰۴۔ محمود سلیمان بن محمد سلیمان مین بازار مندر اسٹریٹ 256/14 حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

۲۰۵۔ ریاض اسماعیل بن محمد اسماعیل چک 18/1-L رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

۲۰۶۔ محمد رمضان بن اسلوب خان نتھوکی ڈاکخانہ برکی تحصیل وضلع لاہور

۲۰۷۔ حافظ عبدالمنان نعیم بن سعد اللہ ماچھیکے تحصیل وضلع شیخوپورہ

۲۰۸۔ محمد اسلم طور بن سعد اللہ طور چک 627 گ ب جھوک دادو تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

۲۰۹۔ غلام اللہ بلتی بن مرزا محمد بلتی غواڑی سکردو بلتستان

۲۱۰۔ ثناء اللہ بلتی بن محمد علی بلتی غواڑی سکردو بلتستان

۲۱۱۔ رفیق الاسلام بن مہر دین ضلع جمال پور بنگلہ دیش

۲۱۲۔ عطاء اللہ بن محمد عیسیٰ جھجھ خورد ڈاکخانہ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۲۱۳۔ قاضی خلیل الرحمٰن بن قاضی محمد یحییٰ کوٹ قاضی ڈاکخانہ کیلاسکے تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

۲۱۴۔ عبدالستار بن حسن کرختی شگر ڈاکخانہ سکردو بلتستان

۲۱۵۔ احسان اللہ بن عبدالغفور ونڈالہ ورکاں ڈاکخانہ نوشہرہ ورکاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۱۶۔ حافظ عبدالرحمٰن بن محمد زکریا کوٹلی رائے ابوبکر تحصیل وضلع قصور

۲۱۷۔ عبدالرحمٰن عابد بن مولانا محمد یوسف صاحب راجووال (سابق)

شوال ۱۴۰۸ھ تا شعبان ۱۴۰۹ھ

۲۱۸۔ محمد اسلم ربانی بن غلام سرور چک نمبر 8 سائیں دی کھوئی تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

۲۱۹۔ حافظ جمیل احمد جانثار بن فرزند علی لاگر ڈیرہ جٹاں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۲۲۰۔ حافظ مقیت جاوید بن محمد اسلم سول لائن بارہ دری گلی گوجرانوالہ

۲۲۱۔ خلیل الرحمٰن مہار بن عبدالرحمٰن کوٹلی مہاراں ڈاکخانہ ستراہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۲۲۔ نصر جاوید بن جان محمد ۸ کسی کوٹ مول چند تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال

۲۲۳۔ عبیداللہ عابد بن محمد شفیع کوہلہ براستہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

۲۲۴۔ محمد شمعون بلوچ بن غلام محمد بلوچ چک 580 گ ب ڈاکخانہ خاص تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

۲۲۵۔ محمد ہارون بن خان محمد گھلا وٹواں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۲۲۶۔ محمد ابراہیم محمدی بن میاں عبدالرشید بستی قیوم آباد ڈاکخانہ کلروالی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

۲۲۷۔ سلیم اللہ بن محمد عبداللہ مرالی والا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۲۸۔ محمد منشا بن محمد عبداللہ چک کوٹ پوریاں ڈاکخانہ بوپڑا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۲۹۔ حافظ محمد صدیق بن عزیز الرحمٰن گاؤں بہالیاں ڈاکخانہ پٹھکہ تحصیل وضلع مظفرآباد آزاد کشمیر

۲۳۰۔ جمال اللہ نورستانی بن خداداد گاؤں انشی ولایت کنر نورستان افغانستان

۲۳۱۔ عبدالودود بن عبدالستار پشاور صدر جامعہ الدعوۃ الی القرآن والسنہ پوسٹ بکس نمبر 1188

اصلی پتا: افغانستان، بدخشاں، شہر بزرگ کرہ امابین

۲۳۲۔ معتصم باللہ بن محمد اکرام الدین پشاور صدر جامعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ پوسٹ بکس نمبر 1188

اصلی پتا: محافظہ تخار، چاہ آب، افغانستان

۲۳۳۔ برہان الدین بن خیر الدین صدر جامعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ پوسٹ بکس نمبر 1188

اصلی پتا: افغانستان، بدخشاں، بہارک زردیب۔

۲۳۴۔ محمد حسین تاجی بن قاسم جامعہ ابی بکر گلشن اقبال نمبر 5 پوسٹ بکس 11104 کراچی

اصلی پتا: استان فارس، شیراز، لارستان، ایران

۲۳۵۔ ہوشمند صالحی (محمد خالد) بن نیاز احمد جامعہ ابی بکر کراچی

اصلی پتا: استان، خراسان تربت حیدریہ، خورف ایران

۲۳۶۔ حمید اللہ ساجد بن غلام حسن ڈاکخانہ یوگو خاص مقام کھرنک سکردو بلتستان

۲۳۷۔ عبدالحکیم بن محمد علی ڈاکخانہ ڈغونی خاص مقام بلغار گوند سکردو بلتستان

۲۳۸۔ عبدالسلام عارف بن حاجی محمد ابراہیم پوسٹ آفس غواڑی محلّہ زنگی جی کھور تحصیل خپلو سکردو بلتستان

۲۳۹۔ ہدیۃ اللہ Mohd Husshin Hhdiyhthullh Med Muneer lhne no:65 cross street Putthlhm Sri lhnkh

۲۴۰۔ حبیبۃ الرحمٰن Mohd ismhil Hibh tu rrhhmhn 30/3 bulugohht hhnnh hkurhnh Sri lhnkh

۲۴۱۔ محمد مزمل hc Muzhmmil Hijrh Rohd Mhruthh Munhi 1 KhLMUNhl SRI LhNKh

۲۴۲۔ محمد نثار hm Nishr puphlichchhkulhm Guttulu -oyh(p,o) Sri lhnkh

شوال ۱۴۰۹ھ تا شعبان ۱۴۱۰ھ

۲۴۳۔ اقبال صدیق اظہر بن محمد صدیق رائے ونڈ ضلع لاہور

۲۴۴۔ نصر جاوید بن جان محمد ۸ کسی کبیر والا خانیوال (مذکور ۲۲۲)

۲۴۵۔ عبدالودود بن محمد حسین افغانی، جامعہ الدعوہ الی القرآن والسنہ پشاور صدر 1188

۲۴۶۔ محمد منشاء بن ثناء اللہ بلوکی ورکاں ڈاکخانہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۲۴۷۔ محمد عباس بن محمد شمعون اڈا صالح وال تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۲۴۸۔ قاری محمد بن مولانا محمد اسماعیل صاحب حلیم ۴ جی ڈی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

۲۴۹۔ نور اللہ بن محمد مطیع الرحمٰن صاحب ساکن پوسٹ گھونا ضلع ساتکھیرا بنگلہ دیش کوڈ 9400

۲۵۰۔ غلام مرتضی بن محمد بشیر بلوکی ورکاں ڈاکخانہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۲۵۱۔مسلم بشیر بن محمد بشیر قلعہ چند ڈاکخانہ جلیل ٹاؤن گوجرانوالہ

۲۵۲۔حافظ محمد صدیق بن سردار محمد چک نمبر ۲۰۷ امین کوٹ ضلع فیصل آباد

۲۵۳۔ظفر اقبال امتیاز بن جمال دین ڈار۔ڈار سٹریٹ نمبر۲ محلہ حیدری نزد پانی والی ٹینکی کاموکے

۲۵۴۔حامد الرحمٰن کاظمی بن عطاء الرحمٰن کاظمی ڈاکخانہ نالیاں تحصیل پلندری ضلع پونچھ آزاد کشمیر

۲۵۵۔عبدالقدوس بن عبدالرحمٰن گاؤں ناڑکنیائی p/o ترارکھل تحصیل پلندری ضلع پونچھ آزاد کشمیر

۲۵۶۔محمد زبیر شاہ بن عبدالقدوس ڈاکخانہ بھرائیاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۵۷۔محمد یوسف ندیم بن عبدالخالق کوٹ پریاں ڈاکخانہ بوپڑا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۵۸۔خلیل الرحمٰن تبسم بن حاجی محمد عیسیٰ ڈاکخانہ چک 96/15-L تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

۲۵۹۔حافظ خالد جاوید نوشہرہ روڈ چاہ تیلیانوالہ گلی نمبر ا گوجرانوالہ

۲۶۰۔حافظ سیف اللہ بن حبیب اللہ پنڈی راجپوتاں کوٹ لکھپت لاہور

۲۶۱۔عبدالقدیر بن محمد داود گاؤں تریلہ تحصیل علاقہ گلیات ضلع ایبٹ آباد

۲۶۲۔عبدالقدوس بن محمد ادریس گاؤں سموالہ ڈاکخانہ چندومیرا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۲۶۳۔محمد حسین ڈینی ہاؤس کوئے گوڈا ہماتھا گاماسری لنکا

۲۶۴۔محمد شریف بن عبدالرحمٰن تھائی لینڈ

۲۶۵۔محمد ابوصالح بن فاور میرا نمبر 204 اولڈ مورا سٹریٹ کولمبو نمبر 12 سری لنکا

۲۶۶۔محمد تمیم بن عبدالمطلب اکرولی انگونا ویلد مندل سری لنکا

۲۶۷۔حافظ آفتاب احمد بن مشتاق حسین بمقام ساماں تحصیل وضلع اٹک

۲۶۸۔محمد یحییٰ چھلوی بن محمد شریف چھل کلاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۶۹۔ابوطاہر زبیر بن مجدد علی زئی شیر حضرو اٹک

۲۷۰۔شیخ احمد محمد سردار حلبی شافعی حلب سوریا

۲۷۱۔شیخ حافظ ثناء اللہ امام الدین الزاہدی جہلم پاکستان

شوال ۱۴۱۰ھ تا شعبان ۱۴۱۱ھ

۲۷۲۔محمد جاوید بن تاج دین عدالت گڑھ نیا تحصیل وضلع سیالکوٹ

۲۷۳۔ حافظ محمد منیر بن نواب دین ساکن پنڈوریاں ڈاکخانہ مرالیوالہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۷۴۔ محمد ادریس شاہد بن محمد عزیر مقام سنبلہ کلاں ڈاکخانہ مچھرالہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۷۵۔ ابو خالد محمد حمدون بن محمد رؤوف اُکار، تارنکوڈ، سری لنکا

۲۷۶۔ محمد ارشد حامد بن محمد یونس سہنسرہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۷۷۔ محمد ارشد حقانی بن محمد یوسف سہنسرہ گورایہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۷۸۔ محمد ابراہیم خلیل بن چوہدری محمد شمعون اڈا صالحوال ڈاکخانہ دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۲۷۹۔ محمد یونس بن چوہدری محمد صادق 338 ج ب نیا لاہور تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۲۸۰۔ صلاح الدین خان غوری بن محمد یعقوب خان غوری اصغر کالونی گوجرانوالہ

۲۸۱۔ محمد ادریس بن محمد ابراہیم کھنہ لبانہ تحصیل فیروز والہ ضلع شیخوپورہ

۲۸۲۔ محمد نعیم اسلم بن محمد اسلم محلّہ اسلام پورہ پسرور ضلع سیالکوٹ

۲۸۳۔ عباس الٰہی ظہیر بن محمد ابراہیم ڈی بلاک سرگودھا

۲۸۴۔ عبدالحمید بن محمد اکبر گاؤں دھنوان تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر

۲۸۵۔ سید عبدالجبار بن محمد سلیمان شاہ بھرائیاں تحصیل کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

۲۸۶۔ عبدالرؤف بن محمد گھلا وٹواں ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ

۲۸۷۔ محمد نواز بن محمد ابراہیم فیروز والا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۸۸۔ محمد سلیم بن منیر حسن ترپیٹر ڈاکخانہ سمندر کٹھ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۲۸۹۔ عبدالرحمٰن بن سکندر بیگ گلی 26 مکان 46 گنج مغلپورہ لاہور 15

۲۹۰۔ محمد امین بن محمد حنیف چک 203 ای بی تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

۲۹۱۔ محمد اسماعیل ذبیح بن موضع کوہلہ شیر کالونی ڈاکخانہ خاص ضلع اوکاڑہ، براستہ رینالہ خورد

۲۹۲۔ محمد نعیم قاری بن محمد شریف محلّہ نگہبان پورہ گلی ۳ بلاک ۳ بی فیصل آباد

۲۹۳۔ عبدالرحمٰن بن عبدالغنی موضع فتح کی ڈاکخانہ چھہ سندھوان تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۲۹۴۔ احسان اللہ بن عبدالبصیر گاؤں ریالہ ڈاکخانہ کودلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۲۹۵۔ محمد ریاض بن احمد حسن کرول وارڈ اکخانہ باغبانپورہ تحصیل وضلع لاہور

۲۹۶۔محمد ہاشم مبارک بن سید رسول نورستان افغانستان
۲۹۷۔غلام اللہ بن خداداد المتوکل علی اللہ افسئی نورستان شرقی ولایت کنٹر افغانستان
۲۹۸۔محمد اسحاق بن حاجی محمد یوسف ڈیرہ شاہ جمال ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۲۹۹۔محمد بن محمود الامین نزیل جدۃ حی الشرقیہ بجوار مسجد عبدالرحمٰن بن عوف المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۳۰۰۔مصطفیٰ عبدالقادر بن محمد الحوساوی المدینۃ المنورۃ باب العوالی بجوار مسجد القم قم حی ص ب ۱۰۴۳
بواسطۃ عبدالرؤف فلاتہ
۳۰۱۔صالح بن عبید الحربی جدہ حی الشرفیہ جنوب الاسکانہ بجوار مسجد بن سلیمان
۳۰۲۔ابو وجیہ عبدالرزاق بن رحمۃ اللہ بن جان محمد السندی الأثری جدہ حی الرویس شارع السید مرکز تحفیظ
مسجد الرشاد، سعودی عرب
۳۰۳۔عبدالرحمٰن بن عمر بن احمد الجردی المدخلی، جیزان صاعطہ مدرسۃ تحفیظ القرآن الکریم بصاعطۃ بواسطۃ
عبداللہ بن عمر الجردی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۳۰۴۔ابوالحارث خالد بن ابی بکر عنوانہ عنوان أبي وجیۃ المذکور

شوال ۱۴۱۱ھ تا شعبان ۱۴۱۲ھ

۳۰۵۔محمد عارف اللہ بن محمد امین ڈھینگرانوالی گوجرانوالہ کینٹ
۳۰۶۔عبدالرزاق بن عبدالرحمٰن بھاگیوال ڈاکخانہ گہلن ہٹھار تحصیل چونیاں ضلع قصور
۳۰۷۔مہر ابراہیم راجن پوری جہان پور چوک زرحانی تحصیل وضلع راجن پور
۳۰۸۔حافظ اعجاز احمد ولد محمد لطیف ماہیانوالہ تحصیل وضلع نارووال
۳۰۹۔حافظ محمد عبداللہ ولد اصغر علی کریانہ مرچنٹ سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۳۱۰۔عبدالستار راشد ولد ولی محمد چوک بازار ظفروال تحصیل وضلع نارووال
۳۱۱۔محمد اشفاق بن محمد عالم شہزاد شہید کالونی گلی ۲۱ چمن شاہ روڈ گوجرانوالہ
۳۱۲۔حافظ خالد جاوید اختر بن بشیر احمد مرجال تحصیل وضلع نارووال
۳۱۳۔سمیع اللہ بن عبدالرحیم گوندانوالہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۳۱۴۔ حافظ عبداللہ بن مولانا وزیر محمد محلہ رسول پورہ گلی ا مکان ۱۴/ ۵۵۵ جناح روڈ گوجرانوالہ

۳۱۵۔ محمد یوسف بن عبدالحمید نعمان پورہ تحصیل وضلع باغ آزاد کشمیر

۳۱۶۔ ظفر الاسلام بن مولانا محمد یونس اثری، مدینہ مارکیٹ مظفر آباد آزاد کشمیر

۳۱۷۔ حافظ ناصر محمود بھٹی جھبراں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۳۱۸۔ عبدالجبار بن امراللہ شہر بزرگ رباط گردن بدخشان افغانستان

۳۱۹۔ شریف اللہ بن فیض اللہ شہر بزرگ چوگانی بدخشان افغانستان

۳۲۰۔ حافظ محمد اسحاق بن نور حسین عثمان کالونی سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

۳۲۱۔ محمد اکرم بن روشن دین بلوکی ورکاں تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۳۲۲۔ شفیق الرحمٰن بن مولانا محمد اسحاق گامہاراں تحصیل وضلع نارووال

۳۲۳۔ عبدالرحمٰن حسن بن عبدالستار شاہد محلّہ مسلم پارک نارنگ منڈی تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ

۳۲۴۔ احمد حمید اللہ بن مولانا غلام اللہ ۲۴۰ موڑ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

۳۲۵۔ عبدالروف بلغاری بن عبدالستار بلغار لورا ضلع گانچھے بلتستان

۳۲۶۔ محمد شریف بلغاری بن محمد یونس بلغار گوند ضلع گانچھے بلتستان

۳۲۷۔ ضیاء اللہ یوسف بن محمد یوسف مرالی والا گوجرانوالہ

۳۲۸۔ عبداللہ افغانی پکتیا ولایت گردیز شہر قریہ کلالگو افغانستان

۳۲۹۔ قاری کریم اللہ بن عبداللہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

۳۳۰۔ حافظ محمد سرور

شوال ۱۴۱۲ھ تا شعبان ۱۴۱۳ھ

۳۳۱۔ محمد معتز الحسینی مہاجرین مرابط تحت جامع المرابط معہد الفرقان دمشق سوریا

۳۳۲۔ شفیع اللہ بن نذیر احمد مرجال تحصیل وضلع نارووال

۳۳۳۔ حافظ محمد سلیمان بن محمد علی قلعہ میاں سنگھ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۳۳۴۔ ابراہیم بن محمد نسیم نورستانی قریہ افسئی دولت انقلابی اسلامی افغانستان

۳۳۵۔ محمد داود صدیقی بن امان اللہ قریہ تھلے چنڈو افغانستان

۳۳۶۔مختار احمد بن محمد گاؤں نگری بالا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۳۷۔شبیر احمد بن محمد رفیق سمندر کٹھہ جندر ٹکی تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۳۸۔طارق محمود بن محمد سرور بٹولنی ترمچھیہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۳۹۔محمد یسین بن برکت اللہ بڈھا گورائیہ تحصیل کاموئکی ضلع گوجرانوالہ

۳۴۰۔محمد مالک بن عبدالرحمٰن ماڑی بھنڈراں تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۳۴۱۔عبدالسلام ساجد بن حاجی عبدالستار ڈیرہ ملا سنگھ تحصیل وضلع شیخوپورہ

۳۴۲۔حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی بن عبداللطیف جید چک ۱۶ تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ

۳۴۳۔حافظ زید طیب بن عبیداللہ سنبلہ کلاں ڈاکخانہ ایمن آباد تحصیل کاموئکی ضلع گوجرانوالہ

۳۴۴۔عبدالرحمٰن بن محمد حسین پریم نگر واٹر سٹریٹ سیالکوٹ

۳۴۵۔ارشد محمود بن محمد عزیر گلی کرنالیاں والی محلہ اسلام آباد کاموئکی ضلع گوجرانوالہ

۳۴۶۔حافظ محمد ارشد بن احمد دین بولہ باجوہ ڈاکخانہ دھمتھل تحصیل وضلع نارووال

۳۴۷۔عبدالجبار بن مولانا سکندر خان قریہ سرغلان صوبہ بدخشان افغانستان

۳۴۸۔محمد کفیل بن نور الزمان بٹولنی ترمچھیہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۴۹۔عبدالرحمٰن تخاری بن جورہ خان قریہ مفلان صوبہ تخار افغانستان

۳۵۰۔حافظ محمد نواز بن حاجی محمد اسماعیل ڈبلیو بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

۳۵۱۔محمد نواز شاہد بن محمد بوٹا کوٹ جہانگیر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۳۵۲۔عبدالرحمٰن طیب بن نعمت اللہ چھچھر والی فرید ٹاؤن علی پارک نزد جامع مسجد خالد گلی ۵ گوجرانوالہ

۳۵۳۔بنیامین بن محمد اسحاق چک ہیلہ کالڑا ڈاکخانہ بونگہ حیات تحصیل وضلع پاکپتن

۳۵۴۔حافظ افضل بٹ بن محمد یعقوب بٹ محلہ حاجی پورہ چوک چشمہ گوجرانوالہ

۳۵۵۔محمد طاہر نقاش بن حاجی لعل دین کریانہ مرچنٹ گول چوک سمندری ضلع فیصل آباد

۳۵۶۔فیاض احمد بن محمد شریف چک 338 ج ب نیا لاہور تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۳۵۷۔حافظ عبدالرحمٰن عابد بن عوج علی بستی ہلیلی والہ تحصیل جام پور ضلع راجن پور

۳۵۸۔محمد ابوبکر بن محمد یونس گلی ۵ محلہ مسلم ٹاؤن گوجرانوالہ

۳۵۹۔ خلیل الرحمٰن بن عبدالوکیل قریہ پشاورک شرقی نورستان افغانستان

۳۶۰۔ عبدالجبار ربانی بن سیف الرحمٰن قریہ افزوک شرقی نورستان افغانستان

۳۶۱۔ حافظ رضاء اللہ بن عطاء اللہ چک 493 گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

۳۶۲۔ جمیل احمد فاروقی بن محمد شفیع گوناعور تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ

۳۶۳۔ محمد ابراہیم ظہیر بن حاجی محمد عیسیٰ چک 9L/ 172 ڈاکخانہ 164/9L تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

۳۶۴۔ ذوالفقار علی بن بشیر احمد چیچو کی ملیاں ڈاکخانہ منوں پور تحصیل وضلع شیخوپورہ

شوال ۱٤۱۳ھ تا شعبان ۱٤۱٤ھ

۳۶۵۔ انصر عاصم بن محمد یعقوب مکان 23/60 موری گیٹ سیالکوٹ سٹی

۳۶۶۔ محمد اسماعیل بن ابراہیم شرقی نورستان گاؤں پشاورک افغانستان

۳۶۷۔ عطاء اللہ بن محمد طاہر شرقی نورستان گاؤں پشاورک افغانستان

۳۶۸۔ امان اللہ بن عبدالقیوم مکان نمبر 219 مین روڈ دھرم پورہ پولیس چوکی لاہور

۳۶۹۔ نصیر احمد ناصر بن محمد یعقوب منڈی کنگن پور ڈاکخانہ خاص تحصیل چونیاں ضلع قصور

۳۷۰۔ عبدالستار شہزاد بن معراج دین محلّہ فیصل پورہ عقب سبزی منڈی گلی نومی اسکول کاموکے

۳۷۱۔ محمد امین بن محمد صدیق دواخانہ رفیق الصحۃ اڈا کسووال تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

۳۷۲۔ منیر احمد ولد ولی محمد وٹو پکاسدھار ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع پاکپتن

۳۷۳۔ محمد اقبال بن محمد انور کوٹھا کلاں تحصیل چونیاں ضلع قصور

۳۷۴۔ محمد اکرم ربانی بن حسن دین رتہ جھول تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۳۷۵۔ محمد رفیق بن احمد دین مرالی والا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۳۷۶۔ محمد اسلم بن محمد دین دراجکے اڈا سادھوکے تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ

۳۷۷۔ محمد الیاس بن حاجی محمد اسحاق سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۳۷۸۔ یونس ثانی بن محمد الیاس گدھر ملکانہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ ڈاکخانہ حسوکے

۳۷۹۔ اشرف شاہکوٹی بن محمد عباس شاہکوٹ نو ڈاکخانہ خاص تحصیل چونیاں ضلع قصور

۳۸۰۔ عبدالاحد بن عبدالرحیم تربت جام خراسان ایران

۳۸۱۔ یاسر عرفان راشد بن محمد فاضل چک اگو تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۳۸۲۔ عثمان اسحاق بن محمد اسحاق ۱۱ واپڈا روڈ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

۳۸۳۔ یونس شفیقی بن عبدالرحمن تحصیل منڈی یزمان ضلع بہاولپور محلہ اسماعیل آباد وارڈ نمبر ۲

۳۸۴۔ اقدس ربانی بن محمد ارشد کوٹ عبداللہ تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ مرید کے روڈ نارووال

۳۸۵۔ احمد بن اسماعیل حلیم گلشن اسحاق کالونی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

۳۸۶۔ عبدالمجید بن عبدالستار شرقی نورستان گاؤں پشاورک افغانستان

۳۸۷۔ عبدالحمید بن محمد حنیف بینکہ چیمہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۳۸۸۔ شفیق سلفی بن محمد سعید مقام پرچہ کسناری ڈاکخانہ پٹیکہ تحصیل وضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

۳۸۹۔ ظاہر عزیز بن محمد اسلم ڈیرہ جھبراں ڈاکخانہ جھبراں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۳۹۰۔ ظاہر حقانی بن فیض محمد صوبہ نورستان ضلع واما افغانستان

۳۹۱۔ ممتاز احمد بن خان افسر تربوچھیا ڈاکخانہ بٹولنی تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۹۲۔ غالم محفوظ بن حبیب عرف ابوعبداللہ عبدالمغیث الجزائری السلفی (قم ۴ ب أ) حی بدر سیدی بلحباس (۲۲۰۰۰) الجزائر

۳۹۳۔ علی بن عبدالعزیز بن علی الشبل من آل مشرف من آل وہبہ من بنی تمیم المدنی النجدی القصیمی

شوال ۱٤۱٤ھ تا شعبان ۱٤۱٥ھ

۳۹۴۔ ابوطلحہ حافظ ثناء اللہ شاہد قصوری بن قاری عبدالرحیم میر محمدی بھائی پھیرو ڈاکخانہ تحصیل پتوکی ضلع قصور

۳۹۵۔ ابوخالد اورنگ زیب بن محمد زمان محلہ کابلی حویلیاں تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۳۹۶۔ محمد اسلم بھٹی بن غلام محمد چک 142/10R معرفت نیک محمد زرگر جہانیاں منڈی ضلع خانیوال

۳۹۷۔ ابوشہید اللہ محمد ادریس حقانی بن ماسٹر محمد بشیر سیٹلائٹ ٹاؤن گلی ۱ نزد جامع مسجد اہلحدیث مقدس پاپولر نرسری گوجرانوالہ

۳۹۸۔ ابوطلحہ محمد شاہد طوفانی بن محمد صدیق پپلی والا ڈاکخانہ انورانڈسٹری گوجرانوالہ

۳۹۹۔ حافظ عبدالرحمٰن ثانی بن عبدالمنان نورپوری سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۴۰۰۔ عبدالرزاق بن شفقت رسول سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۴۰۱۔ حافظ امیر احمد بن محمد اکبر جھنڈیال براستہ کوٹ فتح خان تحصیل فتح جھنگ ضلع اٹک

۴۰۲۔ محمد اسد اللہ خان بن عبدالجبار خان چک 4/GD غلام رسول والا تحصیل وضلع اوکاڑہ

۴۰۳۔ خالد محمود بشیر بن بشیر احمد ڈیرہ جھانبرہ ڈاکخانہ جھبراں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۰۴۔ نذیر حسین بن عبدالرحمٰن فیروز پور تحصیل وضلع نارووال

۴۰۵۔ ابوعبداللہ بشیر احمد بن غلام محمد بولا باجوہ ڈاکخانہ ذمتھل تحصیل وضلع نارووال

۴۰۶۔ عبدالولی صدیقی بن عبدالوکیل براستہ درہ پیچ وادی کنتوا اسلام پٹ نورستان افغانستان

۴۰۷۔ ہدایت اللہ ہاشمی بن محمد ہاشم پرنس پارون وسطی نورستان افغانستان

۴۰۸۔ لطیف اللہ امین بن محمد نور وادی کلم غربی نورستان افغانستان

۴۰۹۔ حافظ افتخار احمد ظہیر بن علی محمد کمبوہ رچند براستہ منڈی فاروق آباد تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۱۰۔ محمد شکیل ناصح بن امانت علی چوک بازار ظفر والی تحصیل وضلع نارووال

۴۱۱۔ محمد اسحاق حنیف بن بشیر احمد سریسر ہٹھار ڈاکخانہ شاکوٹ نو تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۱۲۔ عتیق اللہ عتیق بن محمد افضل افسئی مشرقی نورستان افغانستان

۴۱۳۔ محمود الحسن توحیدی بن محمد حسین برگمتال شرقی نورستان افغانستان

۴۱۴۔ ابواسامہ غلام اللہ توحیدی بن غلام مصطفیٰ بحرین نورستان افغانستان

۴۱۵۔ عبدالغفور مسلم بن عبداللہ سلفی افشی شرقی نورستان افغانستان

۴۱۶۔ عبدالمنان بن جوہر الرحمٰن قریہ ارنس وائیگل نورستان وسطی افغانستان

۴۱۷۔ علی احمد بن حضرت میر ولایت نعمان افغانستان

۴۱۸۔ عبدالمنان بن مولانا محمد شہباز سلفی گلی کپورانوالی ریل بازار گوجرانوالہ

۴۱۹۔ ثناء اللہ جھجھوی بن قاسم علی جھجھ کلاں ڈاکخانہ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۴۲۰۔ محمد ادریس حماد بن گدا محمد گاؤں شمر صوبہ بدخشاں افغانستان

۴۲۱۔عبدالمنان بن احمد خان محلّہ کھڈہ جامع مسجد اہلحدیث ٹائیلیاں والی تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

۴۲۲۔سعید عباس بن محمد عباس اختر آباد بھاگل نہر 279/T.D.h چک 130/T.D.h معرفت حکیم عبدالشکور تحصیل وضلع لیہ

۴۲۳۔طاہر محمود

۴۲۴۔عامر بشیر

۴۲۵۔جنید اللہ افغانی

۴۲۶۔عبدالخالق قدوسی بن ابراھیم بمقام بائد ملتان روڈ لاہور

شوال ۱٤۱۵ھ تا شعبان ۱٤۱٦ھ

۴۲۷۔گلی ولی خان بن سعید الرحمٰن تولنج جدید ڈاکخانہ گمبٹ کوہاٹ

۴۲۸۔ثناء اللہ ثانی بن تاجدین بڈھا گورائیہ ضلع گوجرانوالہ

۴۲۹۔افتخار احمد بن تاجدین ورسالکے ڈاکخانہ جاملکے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

۴۳۰۔محمد حنیف راسخ بن اللہ دتہ مصطفیٰ آباد (للیانی) نیواں بقہ تحصیل وضلع قصور

۴۳۱۔ظفر اقبال بن محمد یونس فیروز وٹواں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۳۲۔عبدالوہاب بن محمد رمضان نزد السلوی مسجد محلّہ فیصل پورہ سرگودھا روڈ گجرات

۴۳۳۔محمد عبداللہ بن عبدالحق معرفت حاجی امان اللہ کریانہ مرچنٹ صدر بازار جہانیاں منڈی خانیوال

۴۳۴۔محمد یوسف صارم بن سردار خان منوریاں ڈاکخانہ کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۳۵۔عبدالرزاق بن عبدالحکیم معرفت محمد ہارون دکاندار بیساں بازار ڈاکخانہ حاجم گلی براستہ حویلیاں ضلع ایبٹ آباد

۴۳۶۔محمد اقبال بن محمد اسماعیل ڈاکخانہ بہالیکے تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۳۷۔محمد امین بن خوشی محمد راجپوت بھٹی ٹبی دیال سنگھ ڈاکخانہ بدھوکہ تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۳۸۔محمد شاہد بن حسن محمد قلعہ امیر سنگھ ڈاکخانہ چچو کی ملیاں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۳۹۔ساجد محمود بن محمد یعقوب بھٹی کوٹ جہانگیر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۴۴۰۔محمد سعید بن قاری محمد طیب سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۴۴۱۔ محسن ضیاء بن محمد صدیق محلہ عثمانیہ وارڈ نمبر 8 گلی 5 نزد باب عمر جھنگ شہر

۴۴۲۔ مقیم احمد بن محمد ابراہیم جی ٹی روڈ سادھوکی تحصیل کاموئکی ضلع گوجرانوالہ

۴۴۳۔ محمد یحییٰ طاہر بن محمد شریف اٹاری کرم سنگھ تلونڈی تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۴۴۔ عبدالرحمٰن بن قاضی رحمت اللہ منڈیالہ تیگہ تحصیل کاموئکی ضلع گوجرانوالہ

۴۴۵۔ محمد شفیق الرحمٰن بن عبدالکریم چک 177 ماڑی اٹاری تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

۴۴۶۔ عبدالرؤف بن فضل کریم محلہ قادروالا احمد نگر تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

۴۴۷۔ عبدالرؤف بن محمد عبداللہ سلیم مکان 30/8 داتا کالونی کوٹ لکھپت لاہور

۴۴۸۔ نوراحمد رسولی بن عبدالباقی صوبہ خراسان تربت جام شہر کستارگاہ روڈ گلی خورشید جب مسجد احمدیہ غزل مولوی رسولی ایران

۴۴۹۔ صبغۃ اللہ بن حبیب اللہ صوبہ بدخشاں محلہ پیابندگاؤں آتین جلوشہر بدر افغانستان

۴۵۰۔ ہدایت اللہ المحمدی بن مسلم اختر محمد قریہ افسئی ضلع برگمطال صوبہ نورستان شرقی افغانستان

۴۵۱۔ عبدالاحد بن داد محمد قریہ پرنس وسطی نورستان افغانستان

۴۵۲۔ حافظ نثار احمد بن فضل داد پنڈ گجراں تحصیل وضلع ہری پور ہزارہ

۴۵۳۔ محمود الرحمٰن بن محمد امین محلہ ایمن آباد نزد اصغر مال چوک محمدیہ مسجد اہلحدیث راولپنڈی

۴۵۴۔ محمد سرفراز بن حاجی مثال خاں سموالہ ڈاکخانہ حاجیہ گلی تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۴۵۵۔ خلیل الرحمٰن افغانستان

۴۵۶۔ عبدالمنان ترمذی ملتان

۴۵۷۔ محمد ناصر بن ادریس رقم الشارع 2028 کمفوتح چیفا کولغ کریان 16150 کوتابھارو کلنتن ملیزیا

شوال ۱۴۱۶ھ تا شعبان ۱۴۱۷ھ

حدیث وتفسیر

۴۵۸۔ محمد اشرف بن غلام محمد کوٹ رنجیت تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۵۹۔ محمد عمر ربانی بن محمد سرور نورپر تحصیل وضلع قصور

۴۶۰۔عبدالعزیز بن عبدالجبار ولسوالی درواز قریہ کوف بدخشان افغانستان

۴۶۱۔محمد ابراہیم بن نظر محمد قریہ زردیو ولسوالی بہارک بدخشان افغانستان

۴۶۲۔بشیر اللہ راول بن حق نظر قریہ سیاہ جر ولسوالی چاہ آب تخار افغانستان

۴۶۳۔عبدالحکیم بن سفر محمد قریہ طوگانی ولسوالی شہر بزرگ بدخشان افغانستان

۴۶۴۔شکیل احمد بن میر افضل پنڈ گجراں محلہ کنڈ تحصیل خانپور ضلع ہری پور

۴۶۵۔محمد شریف راشد بن عنائت اللہ جلہن تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۴۶۶۔محمد رفیق انور بن محمد انور تر ڈا مکھنے والا تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۶۷۔ذکر اللہ سجاد بن جمعہ خان قریہ چوگانی ولسوالی شہر بزرگ بدخشان افغانستان

۴۶۸۔عبدالعزیز سکندر بن حاجی سکندر قریہ چپہ خانہ ولسوالی رزاق تخار افغانستان

۴۶۹۔صفی الرحمٰن بن سید گل قریہ لولک ولسوالی برگمتال نورستان افغانستان

۴۷۰۔حافظ افتخار احمد بن علی محمد رچند براستہ فاروق آباد تحصیل وضلع شیخوپورہ

۴۷۱۔حافظ ابوبکر عتیق بن محمد بشیر طیب سنبلہ کلاں ڈاکخانہ ایمن آباد تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۴۷۲۔قاری اشتیاق احمد بن غلام رسول شاہ پورہ کھیالی ابوبکر پارک فیصل کالونی گوجرانوالہ

۴۷۳۔قاری محمد شعیب بن محمد اسماعیل مصطفیٰ پارک عقب اعوان ٹاؤن لاہور

۴۷۴۔قاری حفیظ الرحمٰن بن قاری ممتاز الرحمٰن بوٹر پیسٹ مظفر آباد آزاد کشمیر

۴۷۵۔حافظ عبدالجبار امین بن قاری محمد امین مکان 1649 ایم زیڈ اے پوکڑہ روڈ اتفاق سٹریٹ پیرودھائی راولپنڈی

۴۷۶۔محمد ریاض بن محمد یونس جھبراں تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۴۷۷۔عبدالمقیت زاہد بن عبدالقیوم سموالہ نزد حویلیاں تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۴۷۸۔عبدالستار ساجد بن عبدالمجید چک پی ۸۲ (POF) تحصیل وضلع رحیم یار خان

۴۷۹۔احسان اللہ ظہیر بن حاجی عبدالرحیم قریہ گرگان ولسوالی رستاق تخار افغانستان

۴۸۰۔رفیع اللہ عثمانی بن محمد عثمان قریہ کنتوا ولسوالی واما نورستان افغانستان

۴۸۱۔ثناء اللہ اسد بن محمد الیاس چک 468 گ ب رجانہ روڈ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

۴۸۲۔ محمد اکرم گجر بن شیر محمد چک 94 گ ب تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۴۸۳۔ حافظ محمد اسماعیل بن محمد عیسیٰ چک ۱۲ گھگھ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال

۴۸۴۔ محمد عتیق الرحمٰن بن محمد نصر اللہ چک ۴ جی ڈی براستہ رینالہ خورد تحصیل وضلع اوکاڑہ

۴۸۵۔ قاسم طاہر بن عبدالجبار طاہر سنبلہ کلاں ڈاکخانہ ایمن آباد تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۴۸۶۔ محمد ادریس نسیم بن سردار خان منوریاں ڈاکخانہ کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور

۴۸۷۔ محمد یوسف احرار بن محمد اسماعیل لڑی ڈاکخانہ پتھکہ مظفر آباد آزاد کشمیر

۴۸۸۔ محمد شفیع ثاقب بن محمد حنیف جوئیہ چک ۴ ون آئی تحصیل وضلع اوکاڑہ

۴۸۹۔ محمد افضل ظہیر بن محمد یونس چک ۴ جی ڈی تحصیل وضلع اوکاڑہ

۴۹۰۔ عبدالدیان بن حافظ محمد الیاس اثری آبادی مہر وزیر گلی نمبر ۱۰ گلہ گوگا پہلوان نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۴۹۱۔ ابوریحان عبدالحفیظ فاروقی مولوی عبدالمجید نئی بستی گاڑ ڈاکخانہ سرائے صالح تحصیل ہری پور

۴۹۲۔ ابواویس گل ولی خان بن زمان مینی محلہ گلبہار ۲ تحصیل وضلع صوابی

۴۹۳۔ ابوعبدالرحمٰن مساعد الراشد ریاض سعودی عرب

۴۹۴۔ عبدالرحمٰن بن مساعد الراشد ریاض سعودی عرب

۴۹۵۔ سلیمان بن مساعد الراشد ریاض سعودی عرب

۴۹۶۔ عہود بنت مساعد الراشد ریاض سعودی عرب

۴۹۷۔ الدکتور عبدالرحمٰن الفریعوی سعودی عرب

۴۹۸۔ احمد المنیعی

۴۹۹۔ سعد بن عبداللہ بن سعدان القضاعی الریاض ۱۱۶۳۴۲ ص ب ۸۶۶۶۲

۵۰۰۔ أبوالخیر عمر بن موفق النشوقاتی معہد الفتح الاسلامی دوار البیطرۃ دمشق سوریا

شوال ١٤١٧ھـ تا شعبان ١٤١٨ھـ

۵۰۱۔ عبدالسلام بن حسین الفلیلکاوی۔ السرۃ۔ الکویت ص ب ١١٤٧ ر ب ٤٥٧١٢

۵۰۲۔ قاری عبدالرشید صدیق بن محمد صدیق ڈھولن ہٹھار، تحصیل وضلع قصور
۵۰۳۔ خاور رشید بن عبدالرشید محلہ مختار کالونی عقب لاہور چونگی نمبر۱، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۵۰۴۔ افضل سہیل بن محمد صفدر چچو کی ملیاں شیخوپورہ
۵۰۵۔ اظہار الدین بن سید عمر ضلع سوات تحصیل الپوری بشام کوز بانٹ کوٹ
۵۰۶۔ عبدالجبار بن محمد شفیق سنہسرہ گورایہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۵۰۷۔ محمد حنیف بن خلیل احمد چک 293 ٹی ڈی اے ڈاک خانہ خاص تحصیل کروڑ ضلع لیہ
۵۰۸۔ قاری ریاض محمد بن عنایت محمد چاہ مرادعلی موضع ساندہ ڈاکخانہ ٹبہ سلطان پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی
۵۰۹۔ قاری نصیر احمد بن بشیر احمد چک 472 گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد
۵۱۰۔ محمد زکریا بن محمد رفیق مکان 479 محلہ جندے شاہ مزار دولت گیٹ ملتان
۵۱۱۔ حافظ محمد شاہد بن شمعون محلہ چاہ تیلیاں والا گلی ۲ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ
۵۱۲۔ ارشد محمود بن عبدالمجید ڈاکخانہ بودلہ گاؤں لڑی تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۵۱۳۔ حافظ محمد احمد بن نیک نیو کرول شالیمار ٹاؤن باغبانپورہ لاہور نمبر۹
۵۱۴۔ خلیل احمد بن قاری سیف اللہ محلہ چاہ باویاں والا گلی منشی عبدالواحد نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ
۵۱۵۔ غلام اللہ بن محمد بشیر خاص مقام کھرکوہ گرلونگ ڈاکخانہ وتحصیل ڈوغنی ضلع گنگچھے سکردو بلتستان
۵۱۶۔ مخدوم محمد اقبال بن محمد عارف نوکھر تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
۵۱۷۔ حافظ محمد صادق بن عبدالرحیم سبیلا ہاؤس نزد نسیم کلاتھ مارکیٹ مکان 383/1 محلہ اسلام گنج کراچی ۵ نشتر روڈ
۵۱۸۔ قاری محمد الطاف بن ملک کرم علی ڈاکخانہ وموضع ھتھیجی تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور
۵۱۹۔ قاری محمد ارشد بن عبدالرزاق دھیر داڈوگراں ڈاکخانہ تھابل تحصیل وضلع شیخوپورہ
۵۲۰۔ رضوان اللہ بن نذیر احمد مکان ۴۲ گلی ۱۳ بلاک وائی پیپلز کالونی گوجرانوالہ
۵۲۱۔ حجاج الدین چوہدری امان اللہ گل چک گلاں تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ
۵۲۲۔ حافظ نثار مصطفیٰ بن محمد بوٹا مستری گلی عاشق کانٹے والا محلہ فیصل آباد اگوکی سیالکوٹ

۵۲۳۔ساجد جاوید اختر بن بشیر احمد پوسٹ آفس مرجال تحصیل وضلع نارووال
۵۲۴۔نصیر احمد بن عبدالرشید ڈاکخانہ پٹلکہ تحصیل وضلع مظفر آباد آزاد کشمیر
۵۲۵۔حافظ عصمت اللہ خان عبداللہ خان مقام بدھیاں ڈاکخانہ وتحصیل پسرور
۵۲۶۔حافظ عتیق الرحمٰن قاضی بن قاضی محمد عثمان کوٹ قاضی کلاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۵۲۷۔ایوب صابر بن عبدالرشید میاں قریشیاں ڈاکخانہ وتحصیل رحیم یار خاں
۵۲۸۔جعفر اقبال بن بشیر احمد وارڈ نمبر ۵ محلّہ کچکوٹہ نزد مسجد اہلحدیث تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ
۵۲۹۔سجاد احمد بن عبدالعزیز اعوان کہکہ تحصیل وضلع ہری پور ہزارہ
۵۳۰۔عبدالواحد ربانی بن عبدالغفور مغل قلعہ چندا محلّہ رحیم پارک گوجرانوالہ
۵۳۱۔حسن مجاہد بن محمد ہاشم گاؤں افسئی صوبہ نورستان افغانستان
۵۳۲۔ظہیر الدین بن شیر محمد گاؤں برگمعال نورستان افغانستان
۵۳۳۔محمد طاہر بن شاہ محمد وسطی نورستان افغانستان
۵۳۴۔عبدالمنان راسخ بن عبدالرحمٰن راسخ نوشہرہ روڈ نزدک چوک نیائیں گلی حاجی امام دین والی گوجرانوالہ
۵۳۵۔عبدالباقی حکمتیار بن جلال الدین افسئی شرقی نورستان افغانستان
۵۳۶۔عبدالاحد بن محمد صوبہ تخار ضلع پنگی قلعہ ارق افغانستان
۵۳۷۔عبدالباقی بن جمال الدین صوبہ تخار ضلع پنگی قلعہ عفلان افغانستان
۵۳۸۔عبدالمنان افغانی بن محمد سرور گاؤں زرد یو۔ بدخشاں افغانستان
۵۳۹۔عبدالکبیر افغانی بن عبدالجبار گاؤں توحید آباد بدخشان افغانستان
۵۴۰۔عامر بشیر بن محمد ادریس حسین خان والا چک ۸ تحصیل چونیاں ضلع قصور
۵۴۱۔محمد علی بن محمد اشرف چک ۲۸۸ ج ب تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ
۵۴۲۔محمد شریف عثمانی بن عبدالغنی منڈی عثمان والا روڈ تحصیل وضلع قصور
۵۴۳۔یاسر عرفات بن حافظ عبدالمجید بمبانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
۵۴۴۔حافظ محمد عبداللہ بن حافظ محمد رفیق صاحب محلّہ بخشے والا گوجرانوالہ

۵۴۵۔ سردارالدین بن نظام الدین چکدرہ دیر سرحد پاکستان

۵۴۶۔ عبداللہ بن علی بن عائض الزہرانی المدینۃ المنورۃ ص ب ۵۱۴۲

۵۴۷۔ مبارک بن دبیان الشلاحی (أحد أبناء عمومۃ الشیخ صلاح بن عائض الشلاحی)

۵۴۸۔ جاسم بن محمد النجی (خریج الجامعۃ الإسلامیۃ)

۵۴۹۔ ابراہیم بن شریف المعلی الجزائری

۵۵۰۔ رجب بن عبدالمقصود المصری

شوال ۱٤۱۸ھ تا شعبان ۱٤۱۹ھ

۵۵۱۔ الشیخ الفاضل عبداللہ بن محمد الکندری حفظہ اللہ تعالیٰ

۵۵۲۔ الولد الکریم عایض بن صلاح بن عایض الشلاحی حفظہ اللہ تعالیٰ

۵۵۳۔ عبدالرؤف بن مبارک بن جمعۃ البحرانی المالکی بحرین عراد طریق ۲۳ مجمع ۲۴۰ منزل ۷۸۰

۵۵۴۔ نورالدین بن صلاح الدین طالب مدینہ منورہ ص ب ۲۱۸ سعودیہ عربیہ

۵۵۵۔ عبدالمالک مجاہد بن عبدالجبار محمود آباد گلی ۲ مکان ۱۱۰۶ کراچی ۴۴

۵۵۶۔ عبدالقدیر بن محمد رفیق سلفی مسلم فرنیچر ہاؤس چوک راہوالی کینٹ گوجرانوالہ

۵۵۷۔ محمد فاروق خان بن محمد حنیف خان کھنہ تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال

۵۵۸۔ ابوذر غفاری بن عبدالغفور ٹھٹھہ دادو ڈاکخانہ کوٹ طاہر تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ

۵۵۹۔ حافظ محمد سلیم بن محمد ابراہیم بدو کے باجوہ تحصیل و ضلع سیالکوٹ

۵۶۰۔ عطاء اللہ بن محمد حسن ڈھولن ہٹھار تحصیل و ضلع قصور

۵۶۱۔ حافظ محمد زبیر بن عبدالحمید گلی مہروزیر والی محلّہ باغبانپورہ گوجرانوالہ

۵۶۲۔ عبدالمنعم ثانی بن محمد حنیف چوکی نزد پرانی منڈی وارڈ ۲۲ ضلع قصور

۵۶۳۔ محمد سلیم مجاہد بن شان محمد چک ۱۸۹ گ ب تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۵۶۴۔ عبدالحلیم بن مولانا محمد علی جانباز محلّہ پریم نگر ناصر روڈ سیالکوٹ

۵۶۵۔ طاہر حسین بن محمد عبداللہ دوابیاں والا تحصیل و ضلع شیخوپورہ

۵۶۶۔ زاہد حسین بن محمد عبداللہ دوابیاں والا تحصیل وضلع شیخوپورہ

۵۶۷۔ نسیم احمد بن محمد امین لدھڑ، تحصیل وضلع سیالکوٹ

۵۶۸۔ امجد علی بن رحمت علی لدھڑ، تحصیل وضلع سیالکوٹ

۵۶۹۔ عطاء الرحمٰن بن محمد صدیق سپنوال تحصیل وضلع نارووال

۵۷۰۔ عبیداللہ بن رحمت اللہ توحید ہارڈ ویئر سٹور، تھانہ روڈ، نارنگ منڈی، شیخوپورہ

۵۷۱۔ غلام یسین خاں بن محمد انور خان میاں ہرپال ڈاکخانہ پنجگرائیں باجوہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۵۷۲۔ حافظ نعیم اعجاز بن محمد صفدر رتہ جھول تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۵۷۳۔ احسان اللہ قمر بن انعام اللہ فیروز وٹواں، تحصیل وضلع شیخوپورہ

۵۷۴۔ محمد حسین بن عبدالرزاق چک ۳۷ ج ب تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۵۷۵۔ نیاز رسول بن محمد اسماعیل چک ۳۵۱ ج ب تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۵۷۶۔ سیف اللہ بن محمد حنیف رکن تحصیل ملکوال ضلع منڈی بہاؤالدین

۵۷۷۔ محمود احمد بن سلطان احمد نواں پنڈ چک ۸۷ تحصیل وضلع شیخوپورہ

۵۷۸۔ محمد زاہد بن محمد حمزہ توحید آباد کالونی کوٹ سمابہ تحصیل وضلع رحیم یار خان

۵۷۹۔ بشیر الرحمٰن بن محمد منشا چورکوٹ ڈاکخانہ کھڈیاں تحصیل وضلع قصور

۵۸۰۔ کفایت اللہ شاکر بن عبدالمنان رتہ جھول تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۵۸۱۔ ملک محمد فاروق بن محمد یعقوب محلہ رسولنگر نارووال

۵۸۲۔ صغیر احمد ربانی بن شیر احمد نواب کوٹ ڈاکخانہ مہمونوالی تحصیل وضلع شیخوپورہ

۵۸۳۔ محمد سرفراز بن محمد عارف اجمل ٹاؤن نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ

۵۸۴۔ ابوبکر صدیق بن گلزار احمد محلہ قادر آباد جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ

۵۸۵۔ محمد سفیان بن محمد یسین ٹھینگ موڑ نزد جامع مسجد اقصی تحصیل وضلع قصور

۵۸۶۔ محمد سلیم ملک بن محمد صادق احمد نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۵۸۷۔ محب اللہ بن محمد عمر نورستانی محلہ حسین شاہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۵۸۸۔ احسن ضیاء بن محمد صدیق محلہ کلوڑاں وارڈ ۵ گلی ۵ نزد باب عمر جھنگ

۵۸۹۔ عبدالمنعم نثار بن محمد عبداللہ نثار سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۵۹۰۔ قیصر شہباز بن محمد اسلم لدھڑ تحصیل وضلع سیالکوٹ

۵۹۱۔ عبدالباسط ثانی بن محمد خالد علامہ مشرقی پارک شیخوپورہ

۵۹۲۔ محمد طیب محمدی بن رحمت اللہ ارشد گلی مانا گجر آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۵۹۳۔ شہزاد احمد بن رحمت علی کوٹ عنایت خاں تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۵۹۴۔ محمد قاسم بن عبدالصبور سرمک سکردو بلتستان

۵۹۵۔ غلام حسن بن فدا علی چپلو ضلع گھنگھچے سکردو بلتسان

۵۹۶۔ عبدالقادر بن غلام محمد کوروغرقپی گوند ڈاکخانہ تحصیل چپلو ضلع گھنگھچے سکردو بلتستان

۵۹۷۔ مجیب الرحمٰن صارم بن محمد قاسم پشاورک شرقی نورستان افغانستان

۵۹۸۔ عبدالکریم بن عبدالرحیم پچگرام شرقی نورستان افغانستان

۵۹۹۔ سلطان شاہ بن سلطان محمد افزوک شرقی نورستان افغانستان

۶۰۰۔ عبدالقیوم اریب بن غلام اللہ واما وسطی نورستان افغانستان

۶۰۱۔ محمد بن عبداللہ سلفی واما وسطی نورستان افغانستان

۶۰۲۔ محمد سرور بن بدرالدین کنتوا وسطی نورستان افغانستان

۶۰۳۔ نعمت اللہ بن عبداللہ شیر گل شرقی نورستان افغانستان

۶۰۴۔ عنایت اللہ بن خلیل احمد قفروک شرقی نورستان افغانستان

۶۰۵۔ عبدالبصیر بن احمد شہر بزرگ بدخشاں افغانستان

۶۰۶۔ محمد اشرف بن غلام اللہ شہر بزرگ بدخشاں افغانستان

۶۰۷۔ عزیز اللہ بن دولت محمد شہر بزرگ بدخشاں افغانستان

۶۰۸۔ فضل القادر بن عبدالخبیر بہارک بدخشاں افغانستان

۶۰۹۔ نجم الدین بن سید احمد بہارک بدخشاں افغانستان

۶۱۰۔ عبدالباسط افغانی بن محمد اعظم ارگو بدخشاں افغانستان

۶۱۱۔ نجیب الرحمٰن بن محمد قاسم راغ بدخشاں افغانستان

۶۱۲۔عبدالماجد بن مولانا فاروق صاحب راشدی، گلشن آباد گلی نمبر ۶ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ
۶۱۳۔احسان اللہ شمس بن سید محمد تھانہ ایون گاؤں بمبریت شیخاندہ تحصیل وضلع چترال
۶۱۴۔سعید محمد بن خاں محمد واما وسطی نورستان افغانستان
۶۱۵۔محمد یوسف سلفی بن محمد اشرف محلہ حیدرآباد گلی نمبر ۱۲ نزد جامعہ سلفیہ فیصل آباد
۶۱۶۔میاں محمد عارف بن محمد بشیر فیروز والا روڈ گوجرانوالہ
۶۱۷۔عابدہ بنت عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۶۱۸۔راشدہ بنت عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۶۱۹۔زاہدہ بنت عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۶۲۰۔الشیخ سعد بن عبداللہ بن سعد السعد ان ریاض سعودی عرب
۶۲۱۔الشیخ عبدالرشید بن عبدالرحمٰن پسرور
۶۲۲۔الشیخ عبدالقادر بن عبدالکریم بن عبدالعزیز کوڑے کوٹ سرگودھا

شوال ۱٤۱۹ھ تا شعبان ۱٤۲۰ھ

۶۲۳۔عبدالحسیب احسن بن عبدالقیوم سلفی مرجال ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع نارووال
۶۲۴۔محمد اختر بن بشیر احمد جاجوپور ڈاکخانہ خاص تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
۶۲۵۔حفیظ الرحمٰن بن محمد علی سوکنونڈ ڈاکخانہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
۶۲۶۔حافظ عرفان اللہ عبدالحکیم کوٹ ہیبت تونسہ روڈ کوٹانے والیاں دکانیں بستی لاڈ والا ڈیرہ غازیخاں
۶۲۷۔غلام رسول بن سلطان احمد کریم آباد ڈاکخانہ ہلمت تحصیل آٹھ مقام ضلع مظفرآباد آزادکشمیر
۶۲۸۔شاہد محمود بن حاجی نذیر احمد جھلن ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۶۲۹۔حافظ عطاء الرحمٰن بن نذیر احمد گلی ۲۵ نیوکرول شالیمار ٹاؤن لاہور
۶۳۰۔محمد زبیر ظہیر بن غلام محمد جھجھ کلاں تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ ڈاکخانہ حجرہ شاہ مقیم
۶۳۱۔محمد زبیر بن محمد یونس بلاک اے مکان ۸۵ گارڈن ٹاؤن ساہیوال
۶۳۲۔عتیق اللہ بن حاجی عبدالقیوم صاحب مکان ۲۱۹ میوروڈ دھرم پورہ نزد پولیس چوکی لاہور
۶۳۳۔نصر اللہ حسن بن محمد حسن پوسٹ آفس چھورکا تحصیل شیگر ضلع سکردو بلتستان

۶۳۴۔ عبدالمجید عابد بن محمد شریف ناگرے دادن ڈاکخانہ ڈھپئی تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۶۳۵۔ محمد شفیق بن نذیر احمد چک ہری ہر ڈاکخانہ برج کلاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ
۶۳۶۔ شفیق اللہ بلتی بن امان اللہ گاؤں تھلے ڈاکخانہ خاص تحصیل ڈوغنی ضلع گھانچے بلتستان
۶۳۷۔ محبوب الٰہی بن شہادت علی گاؤں کالیہ ڈاکخانہ آنبہ تحصیل وضلع شیخوپورہ
۶۳۸۔ احمد حسن شہزاد بن محمد صدیق الحسن بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ
۶۳۹۔ خلیل الرحمٰن بن غلام رسول ڈھومیانہ چک ڈاکخانہ خاص تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
۶۴۰۔ افتخار حسین بن محمد ریاض جبال ڈاکخانہ خاص تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال
۶۴۱۔ قاری محمد عاصم سلفی بن محمد شریف سلفی عرفات کالونی حیدری روڈ جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث گوجرانوالہ
۶۴۲۔ محمد جاوید الاسلام بن عبداللطیف فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸ پلاٹ 5/74 بلاک 5 کریم آباد
۶۴۳۔ حافظ محبوب الرحمٰن بن محمد حسین راج کوٹ گوندلانوالہ روڈ گوجرانوالہ
۶۴۴۔ حافظ شاہد محمود بن محمد عنایت محلّہ بختے والا بازار مہر نوروالا گلی ۱۳ مکان ا گوجرانوالہ
۶۴۵۔ عبدالرزاق بن قربان محمد ضلع راغ صوبہ بدخشاں افغانستان
۶۴۶۔ محمد ظریف بن عبدالحمید ضلع راغ صوبہ بدخشاں افغانستان
۶۴۷۔ فضل الہادی بن عبدالحکیم ضلع راغ صوبہ بدخشاں افغانستان
۶۴۸۔ ابوحمزہ صدرالدین بن غلام اللہ ضلع راغ صوبہ بدخشاں افغانستان
۶۴۹۔ فضل الوہاب بن عبدالواحد ضلع قلعہ صوبہ کنر افغانستان
۶۵۰۔ فریداللہ محمد اکرم ضلع شہداء صوبہ بدخشاں افغانستان
۶۵۱۔ محمد امین بن ترسن محمد ضلع ینگی قلعہ صوبہ تخار افغانستان
۶۵۲۔ عبدالباری بن محمد اسلم ضلع ینگی قلعہ صوبہ تخار افغانستان
۶۵۳۔ محمد شعیب بن عبدالحی قریہ ٹولوک ولایت نورستان افغانستان
۶۵۴۔ عبدالظاہر بن عبدالکریم قریہی گنجلو کشال ولایت نورستان افغانستان
۶۵۵۔ نجیب الحق بن محمد کبیر قریہ سعید آباد ولایت نورستان افغانستان
۶۵۶۔ عبدالرحمٰن سبحانی بن مولانا جان محمد قریہ پشاورک نورستان افغانستان

۶۵۷۔فضل الاحد بن فضل الرحمٰن قریہ برگمطال نورستان افغانستان
۶۵۸۔سعید الرحمٰن بن شمس الرحمٰن قریہ شدگل نورستان افغانستان
۶۵۹۔رحمت الدین بن شمس الرحمٰن قریہ شیرگل نورستان افغانستان
۶۶۰۔محمد موسیٰ بن کمال الدین قریہ اسٹیوی پارون نورستان افغانستان
۶۶۱۔عطاء اللہ بن محمد فاروق قریہ شدگل پارون نورستان افغانستان
۶۶۲۔عبداللہ بن محمد عثمان قریہ افسئی نورستان افغانستان
۶۶۳۔رحیم الدین بن نصیر الدین قریہ کلم نورستان غربی افغانستان
۶۶۴۔محمد اسماعیل بن محمد داود قریہ کلم نورستان غربی افغانستان
۶۶۵۔محمد یحییٰ بن نظام الدین قریہ کلم نورستان غربی افغانستان
۶۶۶۔محمد شفیع بن عبداللہ قریہ بجگل نورستان غربی افغانستان
۶۶۷۔محمد ابرار کلیم بن ہزار میر قریہ کلتن نورستان غربی افغانستان
۶۶۸۔لطیف اللہ بن غلام اللہ قریہ شامہ نورستان وسطی افغانستان
۶۶۹۔خیر الدین بن شعیر احمد قریہ شامہ نورستان وسطی افغانستان
۶۷۰۔محمد اسحاق بن محمد یعقوب قریہ شامہ نورستان وسطی افغانستان
۶۷۱۔محمد اسحاق بن حضرت عمر قریہ شامہ نورستان وسطی افغانستان
۶۷۲۔طاہر مجید بن عبدالمجید جبال تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال
۶۷۳۔محمد زرین بن محمد شریف کا مبیلئی باجوڑ ایجنسی سلارزو سرحد
۶۷۴۔عبدالرقیب بن مولانا عبدالصمد صاحب رؤوف چک ۴۹۳ گ ب وڈ نوالہ براستہ ماموں کانجن تحصیل تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد
۶۷۵۔ابو احمد محمد عرفان بن عبدالغفور کینٹ گوجرانوالہ
۶۷۶۔محمد اکرم راخیل بن عبدالرحمٰن بستی البدر حویلی لکھا تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ
۶۷۷۔عبدالعظیم بن محمد سلیم کیلانی محلّہ مکی کالونی منڈی وار برٹن شیخوپورہ
۶۷۸۔محمود الحسن یزدانی بن مولانا انعام اللہ یزدانی فیروز وٹواں شیخوپورہ

۶۷۹۔ قاسم بن سرور مکان ۴۶ ایل بلاک علامہ اقبال کالونی سمندری روڈ فیصل آباد

۶۸۰۔ سلام الغفور بن صاحب پارونٰ نورستان افغانستان

۶۸۱۔ ابوالحسن مبشر احمد بن محمد بشیر ہیلاں۔ پھالیہ منڈی بہاؤ الدین

۶۸۲۔ شیخ یحییٰ بن سہل المطر فی مدینہ منورہ سعودی عرب

۶۸۳۔ شیخ بدر عماش المطر فی مدینہ منورہ سعودی عرب

۶۸۴۔ شیخ بلال یوسف المطر فی مدینہ منورہ سعودی عرب

۶۸۵۔ صہیب بن الدکتور عاصم القریوتی مدینہ منورہ سعودی عرب

۶۸۶۔ صفوان بن الدکتور عاصم القریوتی مدینہ منورہ سعودی عرب

شوال ۱۴۲۰ھ تا شعبان ۱۴۲۱ھ

۶۸۷۔ عبدالجلیل بن عبدالجلال کشتوری نورستان افغانستان

۶۸۸۔ شبیر احمد شاکر بن احمد دین بھرار ڈاکخانہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ

۶۸۹۔ حافظ محمد ابوسفیان بن محمد بشیر طیب مسکن الطیب سنبلہ کلاں ڈاکخان ایمن آباد کاموںکی گوجرانوالہ

۶۹۰۔ مقبول الرحمٰن بن بصیر الدین گیاہ شریف ڈاکخانہ کنڈل شاہی تحصیل آٹھ مقام ضلع مظفر آباد

۶۹۱۔ محمد صابر بن محمد صدیق کریم آباد سوتی ڈاکخانہ ہمت تحصیل آٹھ مقام ضلع مظفر آباد

۶۹۲۔ عبدالباسط بن شرف الدین کنتوا نورستان افغانستان

۶۹۳۔ خادم حسین بن جعفر علی خاص مقام براہ پائیں تحصیل خپلو ضلع گانچھے بلتستان

۶۹۴۔ عزیز الرحمٰن بن محمد صدیق ریناله خورد تحصیل وضلع اوکاڑہ

۶۹۵۔ حافظ محمد نعمان بن قاری منظور احمد پپلی والا ڈاکخانہ انور انڈسٹری گوجرانوالہ

۶۹۶۔ مطیع اللہ بن محمد فاروق کنٹر افغانستان

۶۹۷۔ محمد یوسف صابر بن عبدالستار ۸۹ گ ب تپلی تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۶۹۸۔ خلیل احمد فاروقی بن محمد شفیع گوناغور تحصیل کاموںکی ضلع گوجرانوالہ

۶۹۹۔ خورشید احمد خاں بن محمد یونس خاں ماڈل کالونی راولپنڈی

۷۰۰۔ محمد نسیم آصف بن محمد حسین چک گلاں ڈاکخانہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ

۷۰۱۔ عبدالحلیم ضحاک بن عبدالولی ولایت تخار افغانستان

۷۰۲۔ نذر اللہ سیف بن نبی الہ بدخشاں افغانستان

۷۰۳۔ عبدالرحمٰن حسینی بن محمد حسین بدخشاں افغانستان

۷۰۴۔ احمد وسیم صمی بن عبدالقدوس بدخشاں افغانستان

۷۰۵۔ آصف ندیم بن محمد صفدر چک گلاں ڈاکخانہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ

۷۰۶۔ محمد فیصل خاں بن عبدالحمید خاں ڈاہرنوالی تحصیل وضلع حافظ آباد

۷۰۷۔ محمد ہاشم بن عبدالحفیظ بدخشاں افغانستان

۷۰۸۔ عبدالغفار بن عبدالغفور پیٹر وک نورستان افغانستان

۷۰۹۔ محمد ایوب بن محمد عبداللہ پارون نورستان افغانستان

۷۱۰۔ محمد ہمایوں بن عبدالقیوم ارنس نورستان افغانستان

۷۱۱۔ عبداللہ مسلم دوست بن محمد حضرت کنٹر افغانستان

۷۱۲۔ محمد حامد بن عبدالعلیم پروان افغانستان

۷۱۳۔ عبدالحی عتید بن محمد عالم بدخشاں افغانستان

۷۱۴۔ نور اللہ بن محمد گل تخار افغانستان

۷۱۵۔ محمد مزمل خان بن محمد انور خان میال ہڑپال تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۷۱۶۔ رقیب اللہ بن مولوی عبداللہ برگمطال نورستان افغانستان

۷۱۷۔ مجیب الرحمٰن بن ہزار میر کلم نورستان افغانستان

۷۱۸۔ عبدالرؤوف بن محمد انور مجاہد آباد نورستان افغانستان

۷۱۹۔ سردار ولی بن محمد یعقوب مروی نورستان افغانستان

۷۲۰۔ احسان اللہ بن اللہ دتہ ماچھیکے گورائیہ ڈاکخانہ فیروز والا گوجرانوالہ

۷۲۱۔ عتیق اللہ بن محمد غوث چپوال نورستان افغانستان

۷۲۲۔ عبدالسلام خورشید بن محمد سعید احمد سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۷۲۳۔ فضل الٰہی بن محمد طوطا ڈغونی ضلع گانچھے سکردو بلتستان

۷۲۴۔ محمد زبیر بن محمد اسحاق کلاسوالہ پسرور سیالکوٹ

۷۲۵۔ محمد بن عبدالوہاب پپڑوک نورستان افغانستان

۷۲۶۔ عبدالاحد بن عبدالصمد بدخشاں افغانستان

۷۲۷۔ حزب اللہ فائق بن عبدالحکیم بدخشاں افغانستان

۷۲۸۔ محمد راشد خان بن محمد ارشد خان قلعہ ملہ ڈاکخانہ بوتالہ شرم گوجرانوالہ

۷۲۹۔ عبدالرحمٰن بن عبدالعظیم بدخشاں افغانستان

۷۳۰۔ سراج الدین بن رحیم اللہ لولوک نورستان افغانستان

۷۳۱۔ بشیر احمد بن عبداللہ بدخشاں افغانستان

۷۳۲۔ حبیب الرحمٰن بن منیر احمد موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ

۷۳۳۔ حافظ شاہد محمود بن محمد رفیق شیخو کالونی سیالکوٹ روڈ فتو منڈ گوجرانوالہ

۷۳۴۔ عبدالحق بن عبدالکریم شرگل نورستان افغانستان

۷۳۵۔ حفیظ الرؤوف المعروف بعبد الحفیظ بن عبدالرؤوف محلّہ اسلام نگر سوئی گیس روڈ شاہدرہ لاہور

۷۳۶۔ کلیم انور بن محمد انور ہری پور شہر

۷۳۷۔ فضل الرحمٰن بن حائستہ الرحمٰن کا جیلی ڈاکخانہ پشت علاقہ سلارزی باجوڑ ایجنسی سرحد

۷۳۸۔ حافظ عثمان غنی بن محمد عزیر گلی کرنالیانوالی محلّہ اسلام آباد تو لیکی روڈ کامونکی

۷۳۹۔ عبدالکبیر فضلی بن فضل محمد لولوک نورستان افغانستان

۷۴۰۔ خلیل الرحمٰن بن محمد صفدر تخار افغانستان

۷۴۱۔ نورالدین بن خیرالدین پپڑوک نورستان افغانستان

۷۴۲۔ احمد انیس بن عبدالواحد چک نمبر 11/F تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر

۷۴۳۔ نذیر احمد سبحانی بن محمد اصغر چک 149 ای بی تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن

۷۴۴۔ عبدالخبیر بن محمد صادق بدخشاں افغانستان

۷۴۵۔ حافظ عبدالرؤف بن محمد حسن چک 6 بی سی تحصیل وضلع بہاولپور

۷۴۶۔ عبداللہ نسیم بن محمد نسیم بدخشاں افغانستان
۷۴۷۔ خیر احمد بن سعید احمد چکدرہ ضلع دیر سرحد
۷۴۸۔ عابد الٰہی بن محمد اسماعیل سمبڑیال روڈ ڈسکہ سیالکوٹ
۷۴۹۔ قاری منیر احمد بن رحمت اللہ منیر پور ملیاں تحصیل وضلع شیخوپورہ
۷۵۰۔ ابراہیم محمدی بن محمد اسلم حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ
۷۵۱۔ محمد اشتیاق بن خالقداد جھنگڑا تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۷۵۲۔ عبدالقدوس بن عبدالغنی محلّہ کبیر رائیکی کالا باغ تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۷۵۳۔ محمد رحمانی بن رحمت اللہ بیگ پور تحصیل وضلع قصور
۷۵۴۔ جمال الدین بن معین الدین ہرات افغانستان
۷۵۵۔ ہدایت اللہ بن خلیل اللہ پپٹر وک نورستان افغانستان
۷۵۶۔ زکریا بلتی بن محمد یحییٰ غواڑی تحصیل خپلو ضلع گانچھے سکردو بلتستان
۷۵۷۔ محمد اسماعیل بن محمد یوسف کریس خپلو ضلع گانچھے سکردو بلتستان
۷۵۸۔ حافظ عبدالجبار بن غلام رسول میانوالی بنگلہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
۷۵۹۔ حافظ محمود احمد بن محمد شریف پرانا سوہاوہ ڈاکخانہ رتہ باجوہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
۷۶۰۔ محمد خالد بن محمد جمال کنڑ افغانستان
۷۶۱۔ کاشف ندیم بن منظور احمد تحصیل فیروز والا سکیم نمبر ۳ ضلع شیخوپورہ
۷۶۲۔ ابوعبداللہ محمد عارف بن سعید بن قاسم مدینہ منورہ سعودی عرب
۷۶۳۔ عبداللہ بن محمد عارف بن سعید بن قاسم مدینہ منورہ سعودی عرب
۷۶۴۔ عمر بن محمد عارف بن سعید بن قاسم مدینہ منورہ سعودی عرب
۷۶۵۔ عثمان بن محمد عارف بن سعید بن قاسم مدینہ منورہ سعودی عرب
۷۶۶۔ علی بن محمد عارف بن سعید بن قاسم مدینہ منورہ سعودی عرب
۷۶۷۔ حامد بن احمد بن اکرم بن سید محمود بخاری مدنی مدینہ منورہ سعودیہ
۷۶۸۔ زوجتہ ام عبدالرحمٰن عائشہ بنت عبدالحکیم الانصاریہ مدینہ منورہ سعودیہ

۷۶۹۔ زوجتہ جویریۃ بنت محمد بن رزق الطرہونی السلمیۃ مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۰۔ ابوعبیدہ عبدالرحیم بن حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۱۔ ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۲۔ ابوبکر عبداللہ بن حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۳۔ بشریٰ بنت حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۴۔ ماریہ بنت حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۵۔ سمیہ بنت حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۶۔ رقیہ بنت حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۷۔ منیرہ بنت حامد بن احمد مدینہ منورہ سعودیہ

۷۷۸۔ محمد عبداللہ بن اصغر علی شاہد خلاص پور شکر گڑھ نارووال

۷۷۹۔ شیخ زاہد بن احمد بن اکرم بخاری مدنی منورہ سعودیہ عربیہ

۷۸۰۔ ابوتراب عبدالستار بن بشیر احمد بن عبدالحق نور پوری سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۷۸۱۔ الشیخ عبداللہ بن صالح بن محمد العبید واؤلاود الریاض ص ب ۵۳ الرمز ۱۱۳۷۲ ہاتف ۲۹۳۰۶۸۸۔ ۰۰۹۶۶۱

۷۸۲۔ الشیخ صالح العصیمی الریاض

۷۸۳۔ الشیخ عبداللہ ناجی المدینۃ المنورۃ مکتبۃ الحرم النبوی

۷۸۴۔ احسان اللہ بن عبدالوہاب درواز بدخشاں افغانستان

۷۸۵۔ عمر فاروق السعیدی بن عبدالعزیز السعیدی مدرس جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی المتوطن منکیرہ بھکر

۷۸۶۔ عطاء اللہ ساجد بن محمد شفیع مدرس جامعہ اسلامیہ الساکن بمبارک کالونی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

شوال ۱۴۲۱ھ تا رجب ۱۴۲۲ھ

۷۸۷۔ محمد رمضان عفیف بن محمد عبداللہ جھجھ کلاں دیپالپور اوکاڑہ

۷۸۸۔ عبدالباسط بن محمد نذیر پھرہالہ ہری پور

۷۸۹۔ محمد صفدر بن عبدالغنی پرانا کرول وار کینٹ لاہور

۷۹۰۔ محمد سعید بن محمد اسلم ریالہ ایبٹ آباد

۷۹۱۔ محمد بشیر بن محمد علی غلو کھور غواڑی چلو گنگھچے بلتستان

۷۹۲۔ محمد پرویز بن غلام محمد ۱۲۶ جنوبی سرانوالی سرگودھا

۷۹۳۔ اظہر اقبال بن نصیر احمد شادی خانوالہ کاموں کے گوجرانوالہ

۷۹۴۔ عبدالمتین بن احمد خان مکول بالا ایبٹ آباد

۷۹۵۔ عبداللطیف بن محمد غفران توحید آباد نورستان افغانستان

۷۹۶۔ حافظ محمد اشفاق بن صابر علی ممتاز کالونی گوجرانوالہ

۷۹۷۔ محمود اللہ بن احمد نوآباد بدخشاں افغانستان

۷۹۸۔ عبدالواحد لبیب بن محمد حسن سیدان شہر بزرگ بدخشاں افغانستان

۷۹۹۔ نصیر احمد بن محمد حنیف 138/9-L مظفر آباد ساہیوال

۸۰۰۔ محمد ایوب بن محمد زماں عظیم گڑھ جہانگیر چھوٹا لاہور صوابی سرحد

۸۰۱۔ عبدالحلیم بن حاجی محمد نور کشتوز بریکوٹ نورستان افغانستان

۸۰۲۔ عبیداللہ بن حمید اللہ جوڑا قصور

۸۰۳۔ محمد اشرف بن محمد اکبر جورا قصور

۸۰۴۔ حافظ خالد محمود سیف بن عبدالرشید جاوید یوسف پارک بشیر کالونی بیگم کوٹ لاہور

۸۰۵۔ شاہد محمود ربانی بن حاجی محمد صدیق مالا بکن کے دیپالپور اوکاڑہ

۸۰۶۔ عزیز الرحمٰن ساجد بن محمد دین چوک سرور شہید کوٹ ادو مظفر گڑھ

۸۰۷۔ محمد عبداللہ فاروقی بن احمد ین جھجھ کلاں، دیپالپور، اوکاڑہ

۸۰۸۔ محمد عبداللہ بن محمد الیاس نزد نیو سبز منڈی محلہ رحمان پورہ شیخوپورہ

۸۰۹۔ عبدالباقی مصطفوی بن محمد صفا سرغیلان بدخشاں افغانستان

۸۱۰۔ نعمت اللہ بن دوست محمد خضر وک نورستان افغانستان

۸۱۱۔ محمد یسین بن محمد دین درگاہ پور کاموں کے گوجرانوالہ

۸۱۲۔ عبدالقدیر بن شاہ ولی خضروک نورستان افغانستان

۸۱۳۔ نوراللہ بن لعل محمد علی آباد قندز افغانستان

۸۱۴۔ روح الامین بن امین امین کالونی سیٹیلائٹ ٹاؤن سکردو بلتستان

۸۱۵۔ خبیب احمد بن بلال احمد بلغار ڈوغنی کنگچھے بلتستان

۸۱۶۔ حافظ طارق ندیم بن محی الدین محلہ غازی آباد گلی نمبر 1 اوکاڑہ

۸۱۷۔ عبدالودود بن عبدالغفور سفیان وردوج بدخشاں افغانستان

۸۱۸۔ کفایت اللہ بن محمد اسحاق خانپور ٹکنی بالا چکدرہ دیر سرحد

۸۱۹۔ عزۃ اللہ عابد بن گل محمد زرد یو شہداء بدخشاں افغانستان

۸۲۰۔ قاری محمد فیاض بن عنایت محمد ساندہ میلسی وہاڑی

۸۲۱۔ حافظ محمد یوسف بن محمد ایوب مکان C138 گمٹی بازار کوچہ قادریہ لاہور

۸۲۲۔ محمد خورشید بن بنیامین نگری بالا ایبٹ آباد

۸۲۳۔ عبداللہ خان بن غلام محمد وزیر پور شگر سکردو بلتستان

۸۲۴۔ عتیق الرحمٰن بن محمد عثمان دو بلی چونیاں قصور

۸۲۵۔ عبدالودود بن محمد علی شہر بزرگ بدخشاں افغانستان

۸۲۶۔ عبدالرحمٰن بن محمد روزی غواڑی چھلو گنگچھے سکردو بلتستان

۸۲۷۔ سید اکرام شاہ بن سید غلام مصطفیٰ شاہ محلہ خان بہادر گلی بلبو گل زمان معرفت واجد دوکاندار مانسہرہ

۸۲۸۔ محمد عزیز بن امیر محمد زوال باباتیمر گرہ دیر سرحد

۸۲۹۔ حافظ طاہر محمود بن محمد یونس چھینیانوالہ کمشنر روڈ فتو منڈ گوجرانوالہ

۸۳۰۔ محمد افضل بن محمد امین گلزار کالونی فتو منڈ سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

۸۳۱۔ علی مرتضی بن غلام نبی رحمت کالونی گوجرانوالہ روڈ شیخوپورہ

۸۳۲۔ حامد سعید بن عبدالحمید چک 46/T-D-h بھکر

۸۳۳۔ نجم الدین بن جمعہ خاں راغ رونیج بدخشاں افغانستان

۸۳۴۔ غلام رسول بن غلام حسین براہ پائین براہ بالا چھلو گنگچھے سکردو بلتستان

۸۳۵۔ عبدالحمید بن حبیب اللہ لشاروا مظفر آباد

۸۳۶۔ عبدالحلیم صابر بن شیر گل افسئی برگمتال نورستان افغانستان

۸۳۷۔ خالد محمود بن محمد رفیق کھیالی بائی پاس نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ

۸۳۸۔ محمد شکیل بن شیخ عبدالستار مبارک کالونی گلہ گھڑتلیاں والا گلی ۶ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۸۳۹۔ محمد حنیف بن حاجی حضرت دھنہ غوری، بغلان افغانستان

۸۴۰۔ حمید اللہ بن محمد حیات من مدیریۃ فاش قریہ شہراں ولایہ بدخشان افغانستان

۸۴۱۔ مولانا محمد صفدر عثمانی بن غلام محمد بھٹہ جامعہ عثمانیہ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۸۴۲۔ مولانا عبدالرشید صاحب اثاروی بن قطب الدین ماموں کانجن

۸۴۳۔ آصف اقبال بن محمد یوسف محلہ اسماعیل آباد گلی ۳ فیصل آباد

۸۴۴۔ ابوالولید خالد بن فتحی بن خالد النجدی الانصاری من غزۃ ہاشم القرارۃ فی فلسطین

۸۴۵۔ الولید ابوخالد بن ابی الولید المذکور بالأعلی

۸۴۶۔ محمد زماں بن محمد اشرف بخشے والا بازار غلام محمد ٹھیکیدار گوجرانوالہ

۸۴۷۔ ابوبکر بن محمد اسحاق حسین خانوالہ ہٹھار قصور

شوال ۱۴۲۲ھ تا رجب ۱۴۲۳ھ

۸۴۸۔ قاری رائے محمد اعظم بن رائے محمد اسحاق گلا وٹواں فیروز وٹواں شیخوپورہ

۸۴۹۔ محمد عارف بن محمد طفیل دھرنگ تحصیل کاموکے گوجرانوالہ

۸۵۰۔ محمد منیر احمد بن محمد اسلم ساہوکی ملیاں ڈاکخانہ منوں پورہ شیخوپورہ

۸۵۱۔ عابد علی بن عبدالرحمٰن کالا باغ محلّہ بتہ کیری ایبٹ آباد

۸۵۲۔ مشتاق احمد بن لعل اکبر کالا باغ محلّہ بتہ کیری ایبٹ آباد

۸۵۳۔ سجاد حسین بن محمد اکرم محلہ گڑا کائی ڈاکخانہ سمندر کتھہ ایبٹ آباد

۸۵۴۔ محمد عارف بن خورشید عالم پبلہ ڈوگرہ ڈاکخانہ تولہ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال

۸۵۵۔ عبدالستار بن عبدالرحمٰن مٹھی ڈاکخانہ سوہاوڑہ تحصیل شکر گڑھ نارووال

۸۵۶۔ عبدالرزاق بن عتیق الرحمٰن بھوکن ڈاکخانہ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور اوکاڑہ

۸۵۷۔ محمد رمضان بن محمد یعقوب چک ۱۲ جی ڈی تحصیل وضلع اوکاڑہ

۸۵۸۔ محمد شاہد اقبال بن محمد سردار مرجال براستہ ظفروال تحصیل وضلع نارووال

۸۵۹۔ محمد نذیر بن لال دین مرجال براستہ ظفروال تحصیل وضلع نارووال

۸۶۰۔ سعید الرحمٰن بن محمد یعقوب چھپڑی ڈاکخانہ بودلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۸۶۱۔ حافظ شمس ملک بن محمد زکریا محلّہ دارالسلام نزد پوسٹ آفس فاروق آباد شیخوپورہ

۸۶۲۔ حافظ عبدالغفار بن عبدالحنان گمطالہ وادی نیلاں ڈاکخانہ چندومیرا ایبٹ آباد

۸۶۳۔ محمد اکبر صدیقی بن ملک اکرم علی ہتھیجی شریف تحصیل احمد پور شرقیہ بہاولپور

۸۶۴۔ محمد اکبر بن محمد رفیق چک 15/7 آدھی والا خانیوال

۸۶۵۔ محمد عاطف بن محمد اشرف پیپلز کالونی وائی بلاک گل ۲۴ گوجرانوالہ

۸۶۶۔ قیصر محمود بن عنصر محمود فیروز پور ڈاکخانہ کھنہ تحصیل شکرگڑھ نارووال

۸۶۷۔ محمد کاشف کلیر بن لیاقت علی سرفراز کالونی نزد جامعہ فرقانیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۸۶۸۔ لیاقت اللہ بن عاشق علی محمدی پور چونیاں قصور

۸۶۹۔ محمد شعیب الرحمٰن یزدانی بن محمد عطاء اللہ حنیف چک 86/w-b ڈاکخانہ 84/w-b میلسی وہاڑی

۸۷۰۔ حافظ اکرام الحق بن عبدالرشید فضل کالونی بندروڈ لاہور

۸۷۱۔ حمید اللہ طارق بن جہانخاں راغ بدخشاں افغانستان

۸۷۲۔ حمید اللہ ثاقب بن امام محمد راغ بدخشاں افغانستان

۸۷۳۔ عبدالواسع بن محمد علی راغ بدخشاں افغانستان

۸۷۴۔ احمد صدیق بن شمس الدین راغ بدخشاں افغانستان

۸۷۵۔ محمد انس بن محمد یتیم بہارستان بدخشاں افغانستان

۸۷۶۔ محمد نسیم بن امام گل تنگی قلعہ تخار افغانستان

۸۷۷۔ نعمت خان بن منشی خان نگری ڈاکخانہ پھرباڑی ہری پور ہزارہ

۸۷۸۔ حافظ محمد شاہد بن محمد رفیق منڈی جھبراں شیخوپورہ

۸۷۹۔ محمد شعیب بن محمد یحییٰ چک 173/E-B بوریوالا وہاڑی

۸۸۰۔ قاری عبدالرافع بن سعادتخاں زردیو بدخشاں افغانستان

۸۸۱۔ زین العابدین بن حافظ منیر احمد کھیاڑے کلاں ننکانہ شیخوپورہ

۸۸۲۔ حافظ سعید عمران بن محمد سردار مکان 52/B سجاد کالونی عامر روڈ شاہدرہ لاہور

۸۸۳۔ محمد سلیم عاصم بن محمد امین ہردوسیہول مسلم، فیروز والا، شیخوپورہ

۸۸۴۔ محمد فرقان غنی بن چوہدری عبدالغنی مکان اگلی ۵ عزیز کالونی سوئی گیس روڈ شاہدرہ لاہور

۸۸۵۔ سعداللہ بن محمد رفیق گلی ٦ اتفاق کالونی نزد محمدی مسجد لاجپت روڈ شاہدرہ لاہور

۸۸٦۔ سیف اللہ بن محمد رفیق گلی ٦ اتفاق کالونی نزد محمدی مسجد لاجپت روڈ شاہدرہ لاہور

۸۸۷۔ محمد عامر بن محمد انور مین سٹریٹ گلزار کالونی لاجپت روڈ نزد طالب حسین جنرل سٹور شاہدرہ لاہور

۸۸۸۔ عبیداللہ یوسف بن محمد یوسف ......ایضاً......

۸۸۹۔ سعداللہ مجید بن عبدالمجید مکان 9/B گلی ۱۰ محراب والی اسلام نگر شاہدرہ لاہور

۸۹۰۔ عبدالقدوس سلفی بن منظور احمد جامع مسجد ابوبکر الریان اہلحدیث کوٹ الٰہی بخش قصور

۸۹۱۔ عبدالکریم بن محمد انور شہر بزرگ نورستان افغانستان

۸۹۲۔ محمد عمر بن عبداللطیف یفتل سفلی بدخشان افغانستان

۸۹۳۔ ابوحذیفہ فضل ربی بن عبدالواحد یفتل سفلی بدخشان افغانستان

۸۹۴۔ محمد زبیر بن خلیل اللہ جوڑا قصور

۸۹۵۔ صدیق احمد بن حافظ غلام حیدر بیٹ میر ہزار خان جتوئی مظفر گڑھ

۸۹٦۔ کفایت اللہ بن عنایت اللہ گتری دھڑا گوئی کوٹلی آزاد کشمیر

۸۹۷۔ عبدالحسیب الحسن بن محمد صدیق الحسن بھومن دیپالپور اوکاڑہ

۸۹۸۔ حافظ صلاح الدین بن امجد بن حافظ محمد عطاء اللہ خیر پور ڈاہا احمد پور شرقیہ بہاولپور

۸۹۹۔ محمد اشرف عاصم بن محمد حسین روسہ ٹبہ چک 1 چونیاں قصور

۹۰۰۔ محمد ظہیر اکبر سبحانی بن محمد اکبر کنجوانی سٹی تاندلیانوالہ فیصل آباد

۹۰۱۔ محمد صدیق ربانی بن چراغ دین چک 549 گ ب ڈاکخانہ 547 گ ب تاندلیانوالہ فیصل آباد

۹۰۲۔ حافظ محمد ممتاز بن محمد پناہ چک 12/B-C بہاولپور
۹۰۳۔ حافظ حبیب الرحمٰن بن عنایت اللہ محلّہ توحید پورہ قلعہ دیدار گوجرانوالہ
۹۰۴۔ محمد عارف افضل بن محمد اسلم چک 705 گ ب کمالیہ ٹوبہ ٹیک
۹۰۵۔ عبدالغفور سبحانی بن احمد دین اٹاری کرم چونیاں قصور
۹۰۶۔ محمد طارق جاوید بن رحمت اللہ جامع مسجد امام بخاری رچنا ٹاؤن فیروز والا شیخوپورہ
۹۰۷۔ عبدالحکیم بن محمد شہر بزرگ بدخشان افغانستان
۹۰۸۔ محمد زکریا بن محمد سرور اڈا نور پور نہر قصور
۹۰۹۔ منصور احمد بن محمد حسین محلّہ سید پارک دھلے گوجرانوالہ
۹۱۰۔ حافظ محمد اکبر بن رحمت علی محلّہ بھوتن پورہ قلعہ دیدار گوجرانوالہ
۹۱۱۔ محمد یسین بن نذیر احمد کلاسکے وزیر آباد گوجرانوالہ
۹۱۲۔ حافظ محمد ثناء اللہ بن لیاقت علی بھروکے خورد ڈسکہ سیالکوٹ
۹۱۳۔ حافظ یاسر بن نیامت علی اتفاق کالونی لاچپت روڈ شاہدرہ لاہور
۹۱۴۔ روح الامین بن نور محمد شدگل شرقی نورستان افغانستان
۹۱۵۔ محمد خلیل بن عبدالستار گھڑتلیاں والا گلہ محلّہ مبارک کالونی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ
۹۱۶۔ محمد زبیر بن نظام دین شام کوٹ کہنہ ڈاکخانہ کوٹھہ چونیاں قصور
۹۱۷۔ محمد ابوبکر صدیق عثمانی بن محمد یونس محلّہ غریب آباد قیام پور روڈ شیخوپورہ
۹۱۸۔ حافظ سیف اللہ بن محمد بشیر مکان P۲۳۲ گلی ۳ بولے دی جھگی سرگودھا روڈ فیصل آباد
۹۱۹۔ حمد اللہ بن فضل مولی گندوز افغانستان
۹۲۰۔ حمزہ بن جلال الدین گندوز افغانستان
۹۲۱۔ عبدالولی بن عبدالحق چارسدہ پشاور
۹۲۲۔ عبدالستار قاسم بن رحمت اللہ ساہوکی ملیاں تحصیل وضلع شیخوپورہ
۹۲۳۔ عبدالکبیر بن عبدالرحمٰن راغ بدخشاں افغانستان
۹۲۴۔ محمد عمر بن محمد صدیق محلّہ گلزار کالونی سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

۹۲۵۔ مولانا محمد زمان بن سعید احمد منگل چائی جدون صوابی سرحد

۹۲۶۔ ابوعکاشہ عبداللطیف الدعوہ ماڈل سکول L-4/2 روڈ اوکاڑہ

۹۲۷۔ خالد بن سالم بن الخمیس البحرین الرفاع الشرقی المنزل ۳۰۱ طریق ۳۷۰۳ مجمع ۹۳۷ تلفون ۰۰۹۷۳/۹۸۲۳۹۱۵

۹۲۸۔ حافظ محمد لقمان بن محمد شفیق بن اخی محمد شریف بن عبدالحق سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۹۲۹۔ حافظ محمد حماد امین بن محمد امین چاولہ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی جے ۲۱۷

شوال ۱۴۲۳ھ تا رجب ۱۴۲۴ھ

۹۳۰۔ محمد رفیق طاہر بن حافظ عبدالغفور صاحب محمدی محلّہ سمیعہ آباد ۲ چوک کمہاراں ملتان

۹۳۱۔ عبدالصمد سیف بن عوج علی ہلیلی والا ڈاکخانہ محمد پور دیوان تحصیل جامپور ضلع راجن پور

۹۳۲۔ مجیب الرحمٰن بن سیاف بن عمر دین چک ۲۰۲ مرادلی تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر

۹۳۳۔ محمد ظہیر بن لال خان بھلومار تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

۹۳۴۔ اسداللہ علیم بن محمد اسلم محلّہ رحمان پورہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۹۳۵۔ محمد شفیق اعوان بن عبدالرشید لیپا تحصیل ہٹیاں بالا ضلع مظفر آباد

۹۳۶۔ محمد سرور بن محمد ابراہیم اتاری کرم سنگھ ڈاکخانہ تلونڈی چونیاں قصور

۹۳۷۔ محمد عمران انور بن محمد انور کوٹ عنایت خاں وزیر آباد گوجرانوالہ

۹۳۸۔ نصر اللہ سبحانی بن محمد سرور نور پور نہر ڈاکخانہ کھڈیاں قصور

۹۳۹۔ محمد اسامہ بن محمد یوسف مرالی والہ گوجرانوالہ

۹۴۰۔ محمد فاروق بن عبدالحمید بہالیاں ڈاکخانہ پتھکہ مظفر آباد

۹۴۱۔ فؤاد احمد بن تاج دین کٹھہ چوگلی ڈاکخانہ باڑیاں آٹھ مقام مظفر آباد

۹۴۲۔ عبدالستار بن منیب اللہ بزرگ شہر بدخشاں افغانستان

۹۴۳۔ محمد منیر قمر بن عبداللطیف پلاٹ ۴ ۵۷ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

۹۴۴۔ محمد زاہد ربانی بن محمد بشیر محلّہ داود آباد چھوٹو دنیا ہری پور ہزارہ

۹۴۵۔عبدالوحید بن عبدالرشید محلہ بختے والا گلی ۵ گوجرانوالہ

۹۴۶۔عبدالقدوس بن امان اللہ مسلم آباد کوئٹہ بلوچستان

۹۴۷۔ظہیر احمد بن محمد زمان محلہ پھول ڈاکخانہ سمندر کھتہ ایبٹ آباد

۹۴۸۔محمد جمیل بن سیف اللہ حضرت کیلیانوالہ وزیرآباد گوجرانوالہ

۹۴۹۔خالد جاوید بن محمد حنیف چک ۳۵۱ گ ب ناگرہ ٹوبہ ٹیک

۹۵۰۔سجاد الرحمٰن بن محمد ریاض محلہ نیریاں کالا باغ ایبٹ آباد

۹۵۱۔محمد فیاض بن محمد سلمان سلفی محلہ چاکر گاؤں کیری لائیکی کالا باغ ایبٹ آباد

۹۵۲۔عبدالقادر بن محمد عبداللہ محلہ نظام آباد لاہور

۹۵۳۔عثمان اسلم بن محمد اسلم حضرت کیلیانوالہ وزیرآباد گوجرانوالہ

۹۵۴۔حبیب الرحمٰن بن عبدالہادی دھیری دیر سرحد

۹۵۵۔ساجد عزیز بن عبدالعزیز چک ۲۱۱ گ ب سمندری فیصل آباد

۹۵۶۔عبدالعلیم یزمانی بن محمد رفیق چک 57/D-B یزمان بہاولپور

۹۵۷۔محمد ابرار شاہ بن محمد بختیار شاہ M/C 687 گرین ٹاؤن کراچی ۴۳

۹۵۸۔عبدالقہار سلفی بن محمد ابراہیم چوہدری کالونی فیصل آباد روڈ اوکاڑہ

۹۵۹۔عبدالظاہر بن عبدالرحمٰن محلہ عبد کپہ غواڑی گانچھے اسکردو بلتستان

۹۶۰۔محمد اسماعیل بن محمد وزیر پور شگر اسکردو بلتستان

۹۶۱۔محمد انور صدیقی بن محمد فضل وزیر پور شگر اسکردو بلتستان

۹۶۲۔سعید احمد بن محمد شریف ریس کورس گلی ۲ نزد پرانی چونگی چھپر والی گوجرانوالہ

۹۶۳۔محمد الیاس بن عبدالجلیل گمنہ ڈاکخانہ راج پیاں کہوڑی مظفرآباد

۹۶۴۔عبداللہ ثانی بن عبداللطیف چک 43T.D.h بھکر

۹۶۵۔محمد زاہد اثری بن محمد یونس اثری مدینہ مارکیٹ مظفرآباد

۹۶۶۔ریاض الدین بن محمد اسحاق قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۶۷۔عبدالظاہر بن محمد شریف قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۶۸۔عبدالحلیم بن مراد محمد قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۶۹۔محمد سلیمان بن محمد یونس قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۷۰۔امین اللہ بن محمد عالم قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۷۱۔محمد اسلم سلفی بن بگا سکندر پور ڈاکخانہ سید پور قصور

۹۷۲۔غلام اللہ بن میرا جان شگل کنٹر افغانستان

۹۷۳۔عبدالرحمٰن بن مشتاق احمد جامپور راجن پور

۹۷۴۔محمد عیسیٰ بن حضرت قل رگوکان بدخشان افغانستان

۹۷۵۔عبداللہ اول بن فیض اللہ قطاع راغ بدخشان افغانستان

۹۷۶۔مسعود احمد بن عبیداللہ پوشال نورستان غربی افغانستان

۹۷۷۔گل خطاب بن الیاس محلّہ بتہ کیری گاؤں نگری بالا ایبٹ آباد

۹۷۸۔شعیب عباد بن ریاض کلم نورستان غربی افغانستان

۹۷۹۔حافظ محمد زید بن محمد جان اسلام پٹ نورستان وسطی افغانستان

۹۸۰۔عمر فاروق بن حافظ طارق محمود گلی کھٹیکاں بازار چوڑی گراں نیائیں چوک گوجرانوالہ

۹۸۱۔عبدالقابض بن سعادت خان زردیو بدخشان افغانستان

۹۸۲۔رحمت شاہ بن گل احمد لولوک نورستان شرقی افغانستان

۹۸۳۔قاری محمد اسلم بن عیش بہادر بنگلہ علی خیل کلورکوٹ بھکر

۹۸۴۔قاری محمد مشتاق احمد بن نواب دین ڈسکہ سیالکوٹ

۹۸۵۔عبدالباری بن شوکت چمتال بلخ مزار شریف۔افغانستان

۹۸۶۔شفیق اللہ بن عبدالکریم۔جرجان۔تخار۔افغانستان

۹۸۷۔عبدالصبور بن قدر محمد گندہ چشمہ تخار۔افغانستان

۹۸۸۔عبدالناصر بن محمد شفیق وزیر اکبر خاں کابل افغانستان

۹۸۹۔حافظ محمد لقمان بن محمد شفیق سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۹۹۰۔قاری عبدالحکیم بن محمد جاں میدان دیر۔سرحد

۹۹۱۔محمد بن قاسم نورستانی وادی کلم، غربی نورستان۔افغانستان

۹۹۲۔محمد حسین الظاہری بن ولی محمد ۲۸ لالہ زار کالونی اوکاڑہ

۹۹۳۔محمد طاہر بن قاری محمد طیب صاحب سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۹۹۴۔بشیر احمد بن محمد رحیم گوٹھ خلیفہ قاسم ڈاکخانہ پنگریو تحصیل ٹنڈو بھاگو ضلع بدین۔سندھ

۹۹۵۔حافظ عبدالحکیم بن ابراہیم بدین شہر خاص غریب آباد نمبر ۶

۹۹۶۔عبدالقادر بن محمد سومار بدین شہر خاص غریب آباد نمبر ۶

۹۹۷۔نور الامین بن گل امین مروان محلہ دیگاں خیل سرحد

۹۹۸۔محمد اسرار بن اشیزن گاؤں شیوہ تحصل وضلع صوابی۔سرحد

۹۹۹۔صدیق اللہ بن امین الحق جرجوڑے دیر سرحد

۱۰۰۰۔محمد طیب بن روح الامین انعام خورد چندگئی ماموند باجوڑ

۱۰۰۱۔وحید گل بن محمد جان ڈانڈوگئی باجوڑ سلارزئی

۱۰۰۲۔ابوبکر بن جاداد خان قریہ کوثر باجوڑ ایجنسی۔سرحد

۱۰۰۳۔سمیع اللہ بن محمد اشرف درآب پور تحصیل جلالپور ضلع ملتان

۱۰۰۴۔عبدالقیوم بن عبدالستار چوک چورہٹہ ڈیرہ غازیخان

۱۰۰۵۔حافظ عتیق الرحمٰن بن ملک عبدالمجید ملک پورہ ہری پور ہزارہ

۱۰۰۶۔حافظ ریاض احمد بن محمد یوسف چک ۲۵۵ ڈبلیو بی دنیاپور لودھراں

۱۰۰۷۔محمد فیاض بن محمد الیاس ڈبہ باٹھ کلاں چتوکی قصور

۱۰۰۸۔محمد اشرف بن حاکم علی چک ۱۷۳۔۹ایل چیچہ وطنی ساہیوال

۱۰۰۹۔شوکت علی بن محمد شریف چک ۱۷۳۔۹ایل چیچہ وطنی ساہیوال

۱۰۱۰۔ابومحمد فیض اللہ بن سید محمد قطان راغستان۔بدخشاں۔افغانستان

۱۰۱۱۔بحر الدین بن صفی اللہ قطان راغستان۔بدخشاں۔افغانستان

۱۰۱۲۔عبدالرقیب بن محمد شریف قطان راغستان۔بدخشاں۔افغانستان

۱۰۱۳۔نظام الدین بن محمد ہاشم قطان راغستان۔بدخشاں۔افغانستان

۱۰۱۴۔عبیداللہ بن محمد صاحب ماٹونگی کنٹر افغانستان

۱۰۱۵۔ابوبکر قاسم بن محمد السلفی قطان کوٹ۔ننگرہار افغانستان

۱۰۱۶۔سراج الدین بن مولوی کمال شتیال۔کوہستان۔بلتستان

۱۰۱۷۔محمد سدید بن محمد عمر قطان ارگو بدخشاں افغانستان

۱۰۱۸۔محمد نادر بن محمد ہابیل قطان جرم بدخشاں افغانستان

۱۰۱۹۔نوراللہ محمدی بن علی مردان قطان بزرگ شہر بدخشاں افغانستان

۱۰۲۰۔محمد عمران بن غلام رسول قادر آباد چوک مکان ۲۳۰۳/D فیصل آباد

۱۰۲۱۔عبدالرحمٰن بن صاحب درسر یکوٹ سوات

۱۰۲۲۔حسین احمد المدنی بن محمد نواز۔سندرال خوشاب

۱۰۲۳۔عبدالرزاق بن ابراہیم ابراہیمی مدرس مدرسہ شمس العلوم کینٹ روڈ بدین سندھ

۱۰۲۴۔محمد بلال بن ملار جلالپوری مدرس مدرسہ شمس العلوم کینٹ روڈ بدین سندھ

۱۰۲۵۔محمد خان بن محمد یوسف بغاری مدرس مدرسہ شمس العلوم کینٹ روڈ بدین سندھ

۱۰۲۶۔ابوطیب غلام اللہ توکلی بن نیاز محمد قطان راغ بدخشاں۔افغانستان

شوال ۱٤۲٤ھ تا رجب ۱٤۲۵ھ

۱۰۲۷۔عمران الدین بن نصر الدین یفتل بدخشاں۔افغانستان

۱۰۲۸۔حیات اللہ بن محمد اسرائیل یفتل بدخشاں۔افغانستان

۱۰۲۹۔بحرالدین بن غلام اللہ راغستان بدخشاں۔افغانستان

۱۰۳۰۔ضیاء الحق بن اسلام الدین۔جلال آباد۔افغانستان

۱۰۳۱۔عبدالقدوس بن عبدالجبار۔کابل۔افغانستان

۱۰۳۲۔افسر خاں بن صالح محمد۔کنٹر۔افغانستان

۱۰۳۳۔عبدالعزیز بن فضل الرحیم۔کنٹر۔افغانستان

۱۰۳۴۔عبیدالرحمٰن بن محمد رمضان پیٹروک۔شرقی نورستان۔افغانستان

۱۰۳۵۔ سمیع الحق بن محمد سالم کلم غربی نورستان۔ افغانستان

۱۰۳۶۔ حزب اللہ بن محب اللہ۔ جرم۔ بدخشاں۔ افغانستان

۱۰۳۷۔ محمد عمر بن محمد مراد بہارستان۔ افغانستان

۱۰۳۸۔ رحمت اللہ بن غلام رسول یفتل بدخشاں۔ افغانستان

۱۰۳۹۔ نجیب اللہ بن فضل الرحیم، کنڑ۔ افغانستان

۱۰۴۰۔ حبیب اللہ بن صاحب اللہ بجائیگل وسطی نورستان افغانستان

۱۰۴۱۔ محمد سلیمان بن جمعہ دین بجائیگل، غربی نورستان۔ افغانستان

۱۰۴۲۔ طارق علی بن علی افسر بترکیری ڈاکخانہ کالا باغ۔ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۰۴۳۔ ارشد علی بن محمد سلیمان بترکیری ڈاکخانہ کالا باغ۔ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۰۴۴۔ محمد سلیم بن نذیر احمد حسین خانوالہ ہٹھار۔ قصور

۱۰۴۵۔ حافظ منیر احمد بن عبدالغفور چک ۲۹ تحصیل پتوکی ضلع قصور

۱۰۴۶۔ محمد نصیر بن محمد نذیر نگری بالا ایبٹ آباد

۱۰۴۷۔ محمد ارشاد بن محمد حسن۔ کسالہ گراں، نگری بالا۔ ایبٹ آباد

۱۰۴۸۔ محمد عارف بن خوشی محمد جھجھ خورد۔ حجرہ شاہ مقیم۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ

۱۰۴۹۔ اختر علی بن عمر دین امان والا حجرہ شاہ مقیم۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ

۱۰۵۰۔ امان اللہ بن نذیر الرحمٰن مٹہ سرے بالا۔ قلاش تہوار گرہ۔ دیر

۱۰۵۱۔ تسلیم اختر بن ولایت خاں۔ ٹھمکہ۔ گجرات

۱۰۵۲۔ حافظ محمد اشرف طاہر بن عبدالرحیم لسبیلہ چوک کراچی ۵ مکان ۳۲۳ طاہر منزل

۱۰۵۳۔ محمد علی بن حق نواز محلّہ پیر قتال چوک چورہٹہ۔ ڈیرہ غازی خاں

۱۰۵۴۔ لیاقت علی عاصم بن عیش بہادر۔ بھٹہ محبت۔ شیر گڑھ۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ

۱۰۵۵۔ محمد علی جوہر بن عبدالخالق نواگسنی، باجوڑ ایجنسی، دیر۔ سرحد

۱۰۵۶۔ حافظ لیاقت علی بن فقیر خان، بڈھ پیر کوہاٹ روڈ پشاور

۱۰۵۷۔ محمد اشرف بن عبدالقیوم کیالہ ڈاکخانہ پل پیکہ مظفر آباد

۱۰۵۸۔حامد طاہر بن عبدالجبار طاہر سیٹیلائٹ ٹاؤن نزد سول ہسپتال کامونکی
۱۰۵۹۔جمیل الرحمٰن بن عبدالنافع کنٹر افغانستان
۱۰۶۰۔امین الحق بن عبداللہ توحید آباد کوٹیگرام تحصیل اردن زئی دیر
۱۰۶۱۔محمد اسماعیل بن محمد موسیٰ گاؤں L-9/272 ڈاکخانہ L-9/164 چیچہ وطنی ساہیوال
۱۰۶۲۔محمد مصطفیٰ بن اسلام دین سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
۱۰۶۳۔محمد فہد بن محمد اکرم سائن پال تحصیل پھالیہ منڈی بہاؤ الدین
۱۰۶۴۔محمد عمر فاروق بن محمد شفیع T-h چک 351 ج کلیاں داس، گوجرہ۔ٹوبہ ٹیک
۱۰۶۵۔سلمان طاہر بن طاہر تاشفین سرکلر روڈ نزد جامع مسجد اہلحدیث خدابخش سنٹر سمندری فیصل آباد
۱۰۶۶۔اکرام الٰہی بن محمد امین عابد محلّہ امام بارگاہ شکر گڑھ۔نارووال
۱۰۶۷۔راشد محمود بن محمد یسین مسلم چک، انورانڈسٹری۔گوجرانوالہ
۱۰۶۸۔سمیع اللہ بن محمد ہدایت۔سائن پال۔پھالیہ۔منڈی بہاؤ الدین
۱۰۶۹۔محمد حمزہ سلفی بن عبدالحمید المری خیر پور سادات علی پور مظفر گڑھ
۱۰۷۰۔محمد زکریا بن محمد صدیق چاہ مہلتاں والا، اہلی موتی دیپالپور اوکاڑہ
۱۰۷۱۔حافظ عثمان غنی بن محمد صدیق چاہ مہنتاں والا، اہلی موتی دیپالپور اوکاڑہ
۱۰۷۲۔حافظ محمد اشرف بن محمد اسماعیل توحید پور اہلی موتی۔دیپالپور۔اوکاڑہ
۱۰۷۳۔حافظ نعمان بن محمد عبداللہ بستی البدر حویلی لکھا۔اوکاڑہ
۱۰۷۴۔حافظ عبداللہ بن حافظ محمد یونس زرگر راٹھوراں والا گلی ڈاکٹر اسلم والی مکان ۲۵۰ حویلی لکھا دیپالپور اوکاڑہ
۱۰۷۵۔عبدالرؤف شاکر بن محمد احمد چک بہاول داس، دیپالپور۔اوکاڑہ
۱۰۷۶۔بلال احمد بن محمد عیسیٰ بھومن شاہ بہاول داس دیپالپور۔اوکاڑہ
۱۰۷۷۔محمد ایوب بن عبدالحمید کوٹری والا رنگ پور مظفر آباد
۱۰۷۸۔زاہد محمود بن محمد شریف مصطفیٰ آباد ونیکے تارڑ۔حافظ آباد
۱۰۷۹۔ماجد راغب بن خوشی محمد چک L/31 اوکاڑہ

۱۰۸۰۔شفیق الرحمٰن بن محمد امین رحیم پارک گلی نمبر ۱ چندا قلعہ گوجرانوالہ

۱۰۸۱۔شفیق اللہ بن نواب حسین، چک نواں کوٹ لانیانوالہ۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ

۱۰۸۲۔عبدالحسیب فاخر بن محمد اسلم ۱۴ شیر ربانی ٹاؤن اوکاڑہ

۱۰۸۳۔حافظ احسان اللہ بن حافظ عبداللطیف چک ۲۴۳ رب روشن والا فیصل آباد

۱۰۸۴۔عبدالغفار عاصم بن محمد اسماعیل چک 50/12L چیچہ وطنی ساہیوال

۱۰۸۵۔طارق محمود بن بابو خاں جودھ پور کبیر والا خانیوال

۱۰۸۶۔محمد عامر فاروق بن فاروق اصغر چک 256 گ ب پھلور۔ٹوبہ ٹیک

۱۰۸۷۔عبدالغفور بن عبدالکریم الچوڑی۔ شگر، سکردو بلتستان

۱۰۸۸۔عبدالمجید ندیم بن عبدالحمید خلتی چھورکاہ۔ شگر، سکردو بلتستان

۱۰۸۹۔محمد ریاض بن محمد حنیف ریلوے اسٹیشن گوجرانوالہ

۱۰۹۰۔محمد صدیق بن محمد حسین کیوڑی۔ اچھاں خاص گھنہ۔ مظفر آباد

۱۰۹۱۔حافظ تنویر حسین بن ملک محمد لطیف ٹپیالہ دوست محمد، فیروز والا شیخوپورہ

۱۰۹۲۔محمد عمران بن محمد داود گوجرہ ڈسکہ سیالکوٹ

۱۰۹۳۔سفیان مبارک بن رحمت اللہ پل والہ جاکے چیمہ ڈسکہ سیالکوٹ

۱۰۹۴۔فیض الرحمٰن بن محمد یعقوب سرفراز کالونی نزد جامع مسجد قدس گوجرانوالہ

۱۰۹۵۔حفیظ الرحمٰن بن فضل الرحمٰن توحید آباد وزیر پور شگر سکردو

۱۰۹۶۔محمد امجد بن سیف اللہ جھیے وال کھڈیاں قصور

۱۰۹۷۔فہام اللہ بن امان اللہ گل تبلیغی مرکز امام احمد بن حنبل اہلحدیث کچا ایمن آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۰۹۸۔عتیق الرحمٰن یزدانی بن محمد اسماعیل سلیم۔ ڈھنگ شاہ۔ قصور

۱۰۹۹۔عمر زمان بن محمد اکرم دوکان اگلی ۴ رحمان پارک جی ٹی روڈ، داؤکے۔ مریدکے

۱۱۰۰۔عبدالحی بن بشیر احمد سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

۱۱۰۱۔محمد سہیل بن بشیر احمد شہزادہ، شہید کالونی گلی ۷ گھوڑ دوڑ روڈ گوجرانوالہ

۱۱۰۲۔قیصر علی بن امانت علی چائے والا، جلن نوشہرہ ورکاں۔ گوجرانوالہ

۱۱۰۳۔ابوبکر بن حامداد خان۔کوثر۔باجوڑ ایجنسی

۱۱۰۴۔عبدالعزیز بن فضل الرحیم شگلی افغانستان

۱۱۰۵۔محمد اسماعیل بن ابراہیم سرائے صالح ہری پور ہزارہ

۱۱۰۶۔نصر اللہ بن محمد۔ملک آباد چرگوزئی۔دیر

۱۱۰۷۔حفیظ الرحمٰن حفیظ بن محمد صدیق چک نمبر۵ (I/R) رینالہ خورد اوکاڑہ

۱۱۰۸۔شفیق الرحمٰن ہزاروی بن فردوس خاں ٹینڈا۔ہری پور ہزارہ

۱۱۰۹۔سعید اللہ بن محمد اشرف خاں منڈی ثمر باغ۔دیر

۱۱۱۰۔محمد ریافت بن محمد صابر نگری بالا ایبٹ آباد

۱۱۱۱۔علی اکبر بن مرزا رستم بیگ۔لوہلے راجپوتاں منڈی عثمان والا چونیاں قصور

۱۱۱۲۔محمد شہزاد ملک بن فوجی رحیم الدین ملک گلی ۳۲ عثمان پارک فرید ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۱۱۳۔عبدالسلام بن گل زریں ڈیرہ۔دیر

۱۱۱۴۔عابد الٰہی بن نور حسین بدھوکوٹ۔نارووال

۱۱۱۵۔حافظ محمد یونس بن محمد منشا بھومن شاہ۔دیپالپور۔اوکاڑہ

۱۱۱۶۔عبدالقدیر بن محمد شفیع۔گوناعور۔کاموںکے۔گوجرانوالہ

۱۱۱۷۔محمد جواد بن تاج ولی خاں۔گل آباد ٹی ریلوے اسٹیشن پشاور

۱۱۱۸۔عبدالصبور بن عبداللہ شریف خانہ باجوڑ ایجنسی سرحد

۱۱۱۹۔نور محمد بن عبدالجلیل چاکر رستاق۔تخار۔افغانستان

۱۱۲۰۔احمد خالد بن عبدالمجید ریلوے اسٹیشن لائن پشاور کینٹ سرحد

۱۱۲۱۔عارف جاوید محمدی بن محمد شفیع گل روڈ گلی نمبر۵ گوجرانوالہ

۱۱۲۲۔شمس الحق بن احمد۔دروز۔بدخشان افغانستان

۱۱۲۳۔اسد اللہ بن احمد خاں۔دروز۔بدخشاں۔افغانستان

شوال ۱۴۲۵ھ تا رمضان ۱۴۲۶ھ

۱۱۲۴۔الشیخ بدر بن علی بن طامی العتیبی المملکۃ العربیہ السعودیہ الطائف الحویۃ۔ص ب ۳۸۶ الھاتف ۰۲/۷۲۵۲۸۷۲

۱۱۲۵۔عبدالرحمٰن بن بدر بن علی بن طامی العتیبی ....

۱۱۲۶۔الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن عثمان سندی المدنی

۱۱۲۷۔ الشیخ عبداللہ بن سعود بن شائع السہلی النجدی

۱۱۲۸۔الشیخ نادر بن زابن حنس العتیبی النجدی

۱۱۲۹۔الشیخ داعیہ محمد بن مرزوق الدعجانی الطائفی

۱۱۳۰۔الشیخ مرزوق بن محمد بن مرزوق الدعجانی الطائفی

۱۱۳۱۔الشیخ عوض بن مجری العازمی العتیبی النجدی

۱۱۳۲۔الشیخ محمد بن عوض بن مجری العازمی العتیبی النجدی

۱۱۳۳۔ابوبکر قمر بن خالد محمود محلّہ عبداللہ کپیٹن فیروز وٹواں شیخوپورہ

۱۱۳۴۔راشد محمود بن محمد ضیاء الدین گاؤں گھنیاں مظفرآباد آزاد کشمیر

۱۱۳۵۔محمد یاسر حقانی بن محمد یوسف گاؤں تتریلا ایبٹ آباد

۱۱۳۶۔ذوالفقار بن محمد رمضان گاؤں اٹاری ورک قصور

۱۱۳۷۔حفیظ الرحمٰن بن محمد داود گاؤں دون سہری کلکوٹ دیر کوہستان

۱۱۳۸۔تاج محمد بن عبدالمجید گاؤں گانتی والی نورستان

۱۱۳۹۔محمد عمر فاروق بن نور احمد گلا وٹواں شیخوپورہ

۱۱۴۰۔محمد عظیم بن محمد مصطفیٰ چک ۷۵ فتح تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور

۱۱۴۱۔محمد کلیم اللہ بن محمد عبداللہ محلّہ بختے والا گوجرانوالہ

۱۱۴۲۔محمد عمران صدیقی بن محمد سرور محلّہ فیصل آباد گوجرانوالہ

۱۱۴۳۔عرفان بیگ بن شبیر بیگ محلّہ سلامت پورہ راہوالی کینٹ گوجرانوالہ

۱۱۴۴۔محمد ادریس عاصم بن محمد اکرم گاؤں تاڑاگڑھ تحصیل وضلع قصور

۱۱۴۵۔اسلام دین بن محمد یونس بدخشاں افغانستان

۱۱۴۶۔شاہد عمران بن محمد اسحاق مقام دھورکوٹ مانانوالہ شیخوپورہ

۱۱۴۷۔عتیق الرحمٰن ناصر بن محمد اسلم جاوید سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۱۱۴۸۔صفی الرحمٰن بن خلیق الرحمٰن لکھوی چک ۱۷/ ۱۸ رینالہ خورد

۱۱۴۹۔عمران عنایت بن عنایت اللہ نواں پنڈ رمضان خانوالہ وارڈ نمبر۴ ظفروال تحصیل وضلع نارووال

۱۱۵۰۔محمد عبداللہ المعروف نبی احمد بن عبدالغفور مہنگا۔ پسرور سیالکوٹ

۱۱۵۱۔محمد عمران امجد بن محمد یسین نزد پاک آئل مل ڈھڑانوالہ چشتیاں بہاولنگر

۱۱۵۲۔عطاء اللہ امجد بن محمد عمر چک کلیانہ پاکپتن

۱۱۵۳۔عطاء الرحمٰن فاروقی بن عبدالرحمٰن چک لوہاری والہ دیپالپور اوکاڑہ

۱۱۵۴۔رحیم الدین بن جمعہ دین گاؤں افزوک نورستان

۱۱۵۵۔حافظ عبدالرحیم بن عبدالحمید چک کلیانہ پاکپتن

۱۱۵۶۔محمد اشفاق بن محمد اسماعیل گاؤں گھیناں راچیاں مظفرآباد آزاد کشمیر

۱۱۵۷۔عبدالرشید بن محمد صالح عتیق مرجال نارووال

۱۱۵۸۔محمد شیراز بن بالا خاں تتریلا ایبٹ آباد

۱۱۵۹۔حافظ فیض الرحمٰن بن عبدالمجید چک ۱۱۳۱ جنوبی سرگودھا

۱۱۶۰۔حافظ محمد طاہر حسین بن حاجی محمد موسیٰ محلہ رحمان پورہ ساہیوال

۱۱۶۱۔نصر اللہ شاہد بن مولانا عبدالمجید عزیز محلہ کچی کوٹھی شہر پیرمحل ٹوبہ ٹیک

۱۱۶۲۔محمد زکریا بن شفیق الرحمٰن غونہ عور کامونکی گوجرانوالہ

۱۱۶۳۔محمد شوکت بن منظور حسین چندا قلعہ راجپوت کالونی گوجرانوالہ

۱۱۶۴۔محمد آصف بن محمد یوسف نگری پائیں۔ ایبٹ آباد

۱۱۶۵۔محمد طیب ظہیر بن علی اصغر ندیم چک 140/P بنگلہ منٹھار رحیم یار خاں

۱۱۶۶۔عبداللطیف بن محمد کریم باجوڑ ایجنسی جار قاضی ڈھری۔ سرحد

۱۱۶۷۔محمد اکرام ساجد بن عبدالغفار شیر نگر۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ

۱۱۶۸۔محمد ابراہیم خلیل بن قاری نور محمد شکور آباد کالونی پل ڈاٹ ڈیرہ غازی خان

۱۱۶۹۔سعید اللہ بن محمد غنی باجوڑ ایجنسی عنایت کلے عمرے

۱۱۷۰۔عبدالکبیر معروف فضل محمد بن فضل الرحمٰن پشگی مرکز پارون۔نورستان۔افغانستان

۱۱۷۱۔نور اللہ بن بہاول خان۔کنٹر۔افغانستان

۱۱۷۲۔محمد رمضان بن محمد حسن حویلی لکھا۔چک جموں دیپالپور۔اوکاڑہ

۱۱۷۳۔محمد اشرف بن محمد شہباز۔چک ۱۷/۱۸ رینالہ خورد اوکاڑہ

۱۱۷۴۔غلام مصطفیٰ بن سلیم خان۔منڈیاں۔ایبٹ آباد

۱۱۷۵۔فیاض لطیف بن عبداللطیف ڈہر کیلاں ڈاکخانہ ہٹیاں بالا مظفر آباد

۱۱۷۶۔فقیر اللہ بن الحاج فقیر محمد فقیر آباد۔نورستان

۱۱۷۷۔حبیب الرحمٰن بن محمد حسین افسی۔نورستان۔افغانستان

۱۱۷۸۔عبدالغفور بن شیخ احمد، افسی۔نورستان

۱۱۷۹۔ابوبکر صدیق سلفی بن عبداللہ سلیم بلال پارک گلی ۲ مکان ۳ بازار بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور

۱۱۸۰۔حمید الرحمٰن بن محمد گلزار عقب باغ آزاد کشمیر

۱۱۸۱۔شاکر اللہ دیروی بن غلام خالد دیر ماتن درہ ڈھری۔سرحد

۱۱۸۲۔محمد عارف بن حاجی بنارس خاں محلہ توحید آباد ڈاگی صوابی

۱۱۸۳۔محمد عمران ربانی بن محمد افضل چندا قلعہ عقب عاطف منزل گوجرانوالہ

۱۱۸۴۔سیر شریف بن محمد شریف محلہ پریم نگر۔سیالکوٹ

۱۱۸۵۔عالمگیر خاں بن محمد یوسف کسالہ ایبٹ آباد

۱۱۸۶۔عماد الدین بن محمد ہابیل تخت بھائی۔سرحد

۱۱۸۷۔عبدالرزاق بن محمد رفیق۔دیپالپور۔اوکاڑہ

۱۱۸۸۔ذبیح اللہ بن محمد امین سیٹلائٹ ٹاؤن۔گوجرانوالہ

۱۱۸۹۔حافظ افتخار بن محمد ابراہیم باڑی کوٹ۔باغ۔آزاد کشمیر

۱۱۹۰۔عبدالرحیم بن گل محمد۔کندوز۔افغانستان

۱۱۹۱۔ہدایت اللہ بن شیخ عبدالہادی دیولی کبل سوات۔سرحد

۱۱۹۲۔عبداللہ احسانی بن نوشاد پشاور۔سرحد

۱۱۹۳۔فضل قادر بن محمد منیر اولندر الپوری شانگلہ۔سرحد

۱۱۹۴۔شاہ احمد بن عالم زیب گندوڑی۔بشام شانگلہ۔سرحد

۱۱۹۵۔محمد شعیب بن رحمان گل چمن آباد۔دیر۔سرحد

۱۱۹۶۔شاہد اللہ بن جہاں بادشاہ۔ٹیکلئی بالا۔چکدرہ۔دیر۔سرحد

۱۱۹۷۔فضل علیم بن فرید کوکاری بابوزی سوات۔سرحد

۱۱۹۸۔عبدالحمید بن سید عبدالودود کامبٹ ثمر باغ۔دیر۔سرحد

۱۱۹۹۔محمد ابراہیم بن بشیر احمد حسین خانوالہ ہٹھار۔تحصیل وضلع قصور

۱۲۰۰۔چوہدری محمد اقبال بن محمد دین رنگلہ۔تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ

۱۲۰۱۔محمد اسلم بن عنایت اللہ لوڑھکی گورائیہ تحصیل ڈسکہ۔ضلع سیالکوٹ

۱۲۰۲۔حافظ اسداللہ بن نعمت اللہ فیض آباد بدخشاں۔افغانستان

۱۲۰۳۔حافظ ابومحمد امین اللہ بن الحافظ محمد گل جامعہ تعلیم القرآن حیدر کالونی پشاور

۱۲۰۴۔محمد عمر بن سکوجان الاستاذ بجامعۃ تعلیم القرآن حیدر کالونی پشاور

۱۲۰۵۔قاری عبداللہ ظہیر بن سدھانوالی نزد نارنگ منڈی شیخوپورہ

شوال ١٤٢٦ھ تا رمضان ١٤٢٧ھ

۱۲۰۶۔ناظم حسین تبسم بن محمد اسلم منگوکے ورکاں۔نوشہرہ ورکاں۔گوجرانوالہ

۱۲۰۷۔قاری اعجاز احمد بن سید محمد محلّہ سوہاوہ ڈسکہ سیالکوٹ

۱۲۰۸۔فلک شیر بن محمد بوٹا مکان ۴۴ کمیٹی گھر بھوپال والا سیالکوٹ

۱۲۰۹۔محمد زبیر شاکر بن رفاقت علی دھوڑ کوٹ ڈاکخانہ مانوالہ۔شیخوپورہ

۱۲۱۰۔عبدالشکور بن عبدالغفور۔مین بازار۔شاہ پور کھیالی۔گوجرانوالہ

۱۲۱۱۔شاہد انجم بن محمد یونس۔تحصیل چیچہ وطنی۔ساہیوال

۱۲۱۲۔ذبیح اللہ ثاقب بن محمد یونس۔سوداگر پورہ۔پسرور۔سیالکوٹ

۱۲۱۳۔طارق اقبال بن محمد یونس نمبل ڈاکخانہ شیر گڑھ۔اگی۔مانسہرہ

۱۲۱۴۔محمد ابوبکر بن محمد اسحاق چمن شاہ روڈ۔گلی اشہزادہ شہید کالونی گوجرانوالہ

۱۲۱۵۔شیراز احمد بن محمد یعقوب کوٹ محمد شفیع موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ

۱۲۱۶۔محمد عاصم بن محمد حنیف محلّہ اصغر کالونی گوجرانوالہ

۱۲۱۷۔نصیر احمد ناصر بن بشیر احمد خرم ہٹھار ڈاکخانہ ڈھولن ہٹھار قصور

۱۲۱۸۔سفیر شاہ بن ظہور شاہ گلی ۶ محلّہ چار باغ جنگل خیل کوہاٹ

۱۲۱۹۔فخر الزمان بن خواج محمد میرا پائیسی ڈاکخانہ بودلہ۔ایبٹ آباد

۱۲۲۰۔محمد عمران ثاقب بن عبدالحنان محلّہ اسلام پورہ خانپور

۱۲۲۱۔موسیٰ کلیم بن محمد حسین محلّہ برچھونگ کیرس چلو گھنگچھے سکردو

۱۲۲۲۔محمد اکرام عاصم بن محمد انور شیر نگر ڈاکخانہ شیر گڑھ د۔پالپور اوکاڑہ

۱۲۲۳۔محمد طارق طفیل بن حاجی محمد طفیل نیو صادق کالونی بیرون حرم گیٹ ملتان

۱۲۲۴۔محمد اشفاق بن محمد رمضان گلی ۳ محلّہ فیصل کالونی۔گوجرانوالہ

۱۲۲۵۔محمد قاسم بن عبدالحفیظ گلی ۲ کمبوواں محلّہ فاروق گنج جنڈیالہ روڈ۔شیخوپورہ

۱۲۲۶۔محمد جہانگیر بن محمد ابراہیم خاں، بیلہ چنیر ڈاکخانہ ہجرہ۔پونچھ۔آزاد کشمیر

۱۲۲۷۔محمد مشتاق بن رحمت اللہ چک 109/E-B ڈاکخانہ تحصیل عارفوالہ۔پاکپتن

۱۲۲۸۔محمد ادریس بن نور اللہ منڈی یزماں بہاولپور چک 50/D B شرقی

۱۲۲۹۔رضوان اللہ بن عنایت اللہ چھورکاہ، شگر، سکردو بلتستان

۱۲۳۰۔عبدالصمد بن محمد اسلم اڈا چو چک۔رینالہ خورد اوکاڑہ

۱۲۳۱۔ملک سعید بن محمد حسن ملک آباد کالونی مانکرائے۔ہری پور

۱۲۳۲۔زبیر خان بن محمد نذیر مقام نگری۔ایبٹ آباد

۱۲۳۳۔وحید اللہ بن عبدالرحمٰن مکان ۳ سیکٹر ۲ مجید کالونی جامع مسجد قائد آباد لانڈھی کراچی

۱۲۳۴۔محمد صدیق بن محمد سلیم خاں، ڈھینڈہ۔ہری پور

۱۲۳۵۔کامران خلیل بن عبدالرزاق سبیلہ چوک اسلام گنج مکان 383/1 کراچی 5

۱۲۳۶۔محمد رفیق بن محمد حنیف شیر نگر دیپالپور۔اوکاڑہ

۱۲۳۷۔جلیل الرحمٰن بن محمد ادریس پکھوکی۔تلونڈی۔چونیاں۔قصور

۱۲۳۸۔محمد طیب بن محمد رسول بمقام نچاولا ضلع وتحصیل پشاور

۱۲۳۹۔تاج محمد بن فیض محمد اسد آباد کیرالہ، کنٹر افغانستان

۱۲۴۰۔ضیاء اللہ بن وحید اللہ واحد گڑھی۔پشاور

۱۲۴۱۔حامد جمیل بن نصیب جمیل مقام کاغزئی کوہاٹ

۱۲۴۲۔مولانا نعیم الحق بن عبدالحق چاہ جتاں والا نزد ہرووالا موضع کوٹھے والا بدلا روڈ۔ملتان

شوال ۱۴۲۷ھ تا رمضان ۱۴۲۸ھ

۱۲۴۳۔عطوف الرحمٰن بن رشید احمد محلّہ رسولنگر کلر آبادی پسرور روڈ گوجرانوالہ

۱۲۴۴۔عبدالوحید بن محمد منشا چک 12/186 تحصیل رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

۱۲۴۵۔قمر الزمان بن محمد سعی گاؤں چک خواجہ ڈاکخانہ خاص نور جمال جنوبی تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین

۱۲۴۶۔حامد مشتاق بن محمد مشتاق سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۱۲۴۷۔محمد نواز بن ابوذر بلتستان ضلع گنگچھے تحصیل ڈوغونی بلغار یونیوا

۱۲۴۸۔محمد طاہر بن گوہر الرحمٰن تحصیل وضلع ہری پوری ڈاکخانہ بلند میر گاؤں اخون بانڈی

۱۲۴۹۔حبیب الرحمٰن بن عبدالرشید بھٹوی سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۱۲۵۰۔حافظ عمر فاروق بن عبداللہ سلیم گلی ۲ مکان ۳ بلال پارک بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور

۱۲۵۱۔مقصود الرحمٰن بن محمد اکرم شہر رسولنگر تحصیل وزیر آباد گوجرانوالہ

۱۲۵۲۔محمد مدثر بن محمد یعقوب مصطفیٰ پارک عقب اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

۱۲۵۳۔عابد سلفی بن طالب الرحمٰن چک 31/20L تحصیل وضلع اوکاڑہ

۱۲۵۴۔عبدالصمد بن محمد شفیع تحصیل وضلع خانیوال چک 168/R10 ماڑی آلہ ڈاکخانہ آلیہ نگر

۱۲۵۵۔محمد صالح بن محمد علی بلتستان ضلع گنگچھے تحصیل چھلو مقام براہ پائین

۱۲۵۶۔دوست محمد بن محمد اسلام ننگلام کنٹر افغانستان

۱۲۵۷۔عبدالمقیت بن عبدالقیوم سلفی تحصیل وضلع نارووال بمقام وڈا کخانہ مرجال

۱۲۵۸۔حبیب الرحمٰن بھٹوی بن عبدالغفار بھٹہ گاؤں بھٹہ محبت ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپالپور ڈاکخانہ شیر گڑھ

۱۲۵۹۔عطاء اللہ بن محمد صدیق مقام وڈاکخانہ چکی شیخ جی داخلی لاؤ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

۱۲۶۰۔امان اللہ بن بنیامین تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال محلّہ رشید پورہ جنوبی

۱۲۶۱۔بلال احمد بن افتخار احمد منگوکی ورکاں تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۱۲۶۲۔اشفاق محسن بن محمد شفیق محلّہ اسماعیل پورہ تاہیر یانوالہ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور

۱۲۶۳۔نعیم احمد بن عزیز الرحمٰن تتریلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۲۶۴۔ابوالقاسم بن محمد اسحاق تحصیل لعلی عین کروڑ لیہ ڈاکخانہ چک 83/14-L مقام چک 84/14-L

۱۲۶۵۔محمود حسین بن محمد اسماعیل تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ ڈاکخانہ دوداپل چک 137/M-L

۱۲۶۶۔ہارون رشید بن عبدالحکیم ضلع وتحصیل ایبٹ آباد ڈاکخانہ باگن محلّہ ننڈو

۱۲۶۷۔عبدالرحمٰن ساجد بن شوکت محلّہ اسلام پورہ نزد تبلیغی مرکز کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک

۱۲۶۸۔عبداللہ سلیم بن قاری عبدالرحیم بستی البدر بونگہ بلوچاں پھولنگر ضلع قصور

۱۲۶۹۔عبدالحفیظ بن محمد رمضان پسرور روڈ جنڈیالہ باغوالہ گوجرانوالہ

۱۲۷۰۔راشد منہاس بن غلام سرور گاؤں جانوئی تحصیل ثارہ ضلع نیلم وادی گریس آزاد کشمیر

۱۲۷۱۔کلیم راشد بن محمد مرزا دھولہ ڈاکخانہ ہرڑ تحصیل وضلع سیالکوٹ

۱۲۷۲۔محمد ریاض بن عبدالمجید کھنہ ڈاکخانہ خاص تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال

۱۲۷۳۔عبدالرشید بن مختار احمد ضلع بہاولنگر تحصیل فورٹ عباس چک 238/9-L

۱۲۷۴۔مسعود احمد بن عبدالواسع دریا رود ملازئی خانوزئی پشین بلوچستان

۱۲۷۵۔وحید الرحمٰن شاہ بن نذیر احمد شاہ گاؤں لوات مالا ضلع نیلم تحصیل آٹھ مقام آزاد کشمیر

۱۲۷۶۔رضوان سعید بن محمد سعید نور حیات کالونی گلی ۱۲ نزد جامع مسجد حنفی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

۱۲۷۷۔نوید الاسلام بن محمد حسین تحصیل وضلع مظفر گڑھ ڈاکخانہ پتلہ گاؤں چمرا گرانکو

۱۲۷۸۔کامران خالد بن منظور حسین تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر ڈاکخانہ 3/G ہائی سکول مقام 5/G

۱۲۷۹۔ساجد اقبال بن محمد داود ڈاکخانہ کوٹ رادھا کشن گاؤں نیا کی کوٹ سردار محمد خان چک ۵۴ تحصیل وضلع قصور

۱۲۸۰۔سلطان محمود بن علی حیدر ڈاکخانہ مجو چک ضلع گوجرانوالہ تحصیل نوشہرہ ورکاں بمقام دھتل سرا
۱۲۸۱۔شریف اللہ بن حاجی حمداللہ ضلع پشین تحصیل خانوزوئی علاقہ رور ملازئی کلی دریا
۱۲۸۲۔عبدالقادر بن محمد ابراہیم اے کیو برادرز اسلامی لائبریری نیو چوہدری کالونی فیصل آباد روڈ اوکاڑہ
۱۲۸۳۔عبدالمعید بن محمد حنیف علیوٹ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی
۱۲۸۴۔محمد یحییٰ امین بن محمد امین شہزاد محلہ مسلم پارک رفیق آباد نارنگ منڈی تحصیل مریدکے ضلع شیخوپورہ
۱۲۸۵۔سعیداللہ بن حافظ عبدالصمد مین روڈ غریب آباد تہکال بالا یونیورسٹی ٹاؤن پشاور
۱۲۸۶۔تقی اللہ بن نواب خاں افغانستان ولایت بغلان والسوالی پلخمری قریہ امرخیل
۱۲۸۷۔محمد حنیف بن عبدالقیوم افغانستان ولایت کنٹر والسوالی شیگل قریہ نصرت آباد مونے
۱۲۸۸۔عبدالرحمٰن جانباز بن محمد یسین محلہ نورانی آباد لیہ روڈ چوک سرور شہید تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ
۱۲۸۹۔محمد ارشاد حسین بن محمد حسین گاؤں منڈل ڈاکخانہ لیہ تحصیل ہٹیاں ضلع مظفرآباد آزاد کشمیر
۱۲۹۰۔ضیاء الحق بن محمد اکرم افغانستان صوبہ بدخشاں کشم
۱۲۹۱۔سمیع الرحمٰن بن غلام رسول تحصیل وضلع جھنگ اڈا روڈ سلطان عوامی ہوٹل ڈاکخانہ خاص
۱۲۹۲۔وسیم عباس بن محمد شریف تحصیل وضلع بہاولپور سمال انڈسٹری ستلج کالونی بہاولپور
۱۲۹۳۔عبیداللہ بن عبداللہ ضلع دیر تحصیل ثمر باغ گاؤں شوشالہ
۱۲۹۴۔شاہد جمیل فاروقی بن محمد جمیل اختر فاروقی مکان ۱۳ مغل سٹریٹ مین بازار لکھوڈیر روڈ شالامار ٹاؤن لاہور
۱۲۹۵۔عبدالسلام بن نور احمد ضلع دیر تحصیل وڈاکخانہ ثمرباغ گاؤں صبر شاہ
۱۲۹۶۔عبدالشکور بن فیض احمد تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر ڈاکخانہ چک b-126 مراد چک C126 مراد
۱۲۹۷۔رؤوف احمد بن عبدالواحد خاں محلہ کجل پورہ تحصیل وضلع بہاولپور
۱۲۹۸۔رحمت اللہ بن محمد عثمان افغانستان ولایت مزار شریف ولسوالی مار بل
۱۲۹۹۔سجاد عاصم بن محمد رفیق مہیس بوبے والی تحصیل وضلع نارووال
۱۳۰۰۔فیض اللہ کاشف بن محمد اسحاق ضلع گنگچھے تحصیل خپلو بمقام گمر بھٹونگ بلتستان
۱۳۰۱۔یاسر یوسف بن سردار یوسف تحصیل وضلع ایبٹ آباد گاؤں وڈاکخانہ باگن
۱۳۰۲۔عبدالحکیم بن محمد خاں کلی علی آباد غوث آباد کوئٹہ بلوچستان

۱۳۰۳۔حافظ شاہد محمود بن محمد سرور گلی ۳ کوٹ سلیم ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ

۱۳۰۴۔عبدالغفار بن مختار احمد چک 403/E-B ڈاکخانہ بوریوالہ تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

۱۳۰۵۔سہیل احمد بن یار جان افغانستان ولایت کنڑ قریہ کندہ گل

۱۳۰۶۔فاروق انجم بن محمد یوسف علامہ مشرقی پارک نزدیک ریلوے پھاٹک گوجرانوالہ روڈ شیخوپورہ

۱۳۰۷۔کلیم اللہ شاکر بن محمد اشرف فیاض گاؤں سوداگر پورہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۱۳۰۸۔عبداللہ بن پر محمد تحصیل ضلع پشاور محلّہ سکول گلبرک نمبر ۴ چرخہ خیل پشاور

۱۳۰۹۔عبدالقیوم بن محمد یوسف گاؤں کھنہ لبانہ تحصیل وڈاکخانہ مرید کے ضلع شیخوپورہ

۱۳۱۰۔طاہر منیر بن محمد منیر مکان ۵ محلّہ عنایت کالونی ماڈل ٹاؤن موڑ گلبرک ۳ بلاک ۷ لاہور

۱۳۱۱۔محمد شفیق بن عبدالغفور ضلع نارووال تحصیل شکرگڑھ مقام وڈاکخانہ کھنہ

۱۳۱۲۔ظہور احمد بن محبوب خاں تحصیل وضلع ایبٹ آباد ڈاکخانہ ناڑہ گاؤں دیوال

۱۳۱۳۔شاہد رضا بن اکبر علی تحصیل وضلع نارووال مقام وڈاکخانہ بڈھا پنڈ

۱۳۱۴۔مجاہد محمدی بن حکیم سید ننگلام کنڑ افغانستان

۱۳۱۵۔حبیب الرحمٰن بن عبدالمجید بھٹی گلی ۱۰ مکان ۹۰۳ نزد مسجد اقصیٰ شاہدرہ لاہور

۱۳۱۶۔محمد شریف بن محمد وارث گاؤں بر یکے نول بستی جوڑا ڈاکخانہ کھڈیاں خاص قصور

۱۳۱۷۔محمد عرفان بن میاں عبدالغفور بنگلہ پلی نزد بنگلہ ریسٹ جی ٹی روڈ مرید کے تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ

۱۳۱۸۔عتیق الرحمٰن بن ناصر محمود سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۱۳۱۹۔فضل ربی بن عبدالرب ضلع مہمند ایجنسی یکہ غنڈ گاؤں دروازگی مچنی

۱۳۲۰۔عبدالرحیم بن محمد اسلم گاؤں رکڑ ضلع پونچھ تحصیل ہجیرہ ڈاکخانہ دھر آزاد کشمیر

۱۳۲۱۔اسداللہ بن محمد اسلم گاؤں ڈیرہ چاہل بیدیاں روڈ تحصیل وضلع لاہور

۱۳۲۲۔محمود خان بن ضیاء المرسلین ضلع وتحصیل ایبٹ آباد محلّہ قاضی لوئر ملک پورہ

۱۳۲۳۔قیصر الیاس بن محمد الیاس تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بمقام دوبرجی راجمند

۱۳۲۴۔محمد ناظم بن خادم حسین علاولپور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ ڈاکخانہ باسوپنو۔

۱۳۲۵۔محمد عظمت بن محمد دین گاؤں درگاپور تحصیل کاموکے ضلع گوجرانوالہ

۱۳۲۶۔نجیب اللہ بن صاحبزادہ علاقہ سندری کنڑ افغانستان

۱۳۲۷۔مسیح اللہ بن محمد نبی کرہالہ کنڑ افغانستان

۱۳۲۸۔نیاز احمد بن محمد سلیمان نگری بالا ایبٹ آباد

۱۳۲۹۔عثمان بن عزیز الرحمٰن گلونوشاہ ڈھیری سوات

۱۳۳۰۔ولایت علی بن بشیر احمد چک نمبر ۴ جی ڈی رینالہ خورد اوکاڑہ

۱۳۳۱۔حیات اللہ بن عبدالولی سندری کنڑ۔افغانستان

۱۳۳۲۔عبدصادق بن نور بادشاہ مہمند ایجنسی سرحد

۱۳۳۳۔ابوخالد لائق احمد بن مولوی گل احمد غزنی افغانستان

۱۳۳۴۔سیف اللہ بن حاجی غلام سرور میدان افغانستان

۱۳۳۵۔عنایت الرحمٰن بن نقیب اللہ کنڑ افغانستان

۱۳۳۶۔عبداللہ بن محمد عمر پشاور مسلم ٹاؤن گلی ۴ مکان 594

۱۳۳۷۔فیروز شاہ بن الحاج حبیب نور محلّہ مہمند کالونی گلی ۵ مکان ۵۵ پشاور

۱۳۳۸۔محمد محسن بن شیر محمد کندوز افغانستان

۱۳۳۹۔حیات اللہ بن عبدالقہار کیلیا افغانستان

۱۳۴۰۔عبدالسلام بن عبدالخالق کنڑ افغانستان

۱۳۴۱۔اسد اللہ بن فضل دین دیرہ پایاں تحصیل تمرگرز وال بابا

۱۳۴۲۔سمیع اللہ بن ملوک دیرہ پایاں تحصیل تمرگرز وال بابا

۱۳۴۳۔محمد بن عبدالقادر کنڑ افغانستان

۱۳۴۴۔زینب بنت رمضان زوجہ عبدالقیوم ظہیر نیس پاک کالونی لاہور

۱۳۴۵۔حکیم مدثر محمد خاں ولد محمد بن یعقوب 485 گ ب سمندری

۱۳۴۶۔رشید احمد لکھوی بن عبدالحفیظ نشتر روڈ۔دیپالپور اوکاڑہ

۱۳۴۷۔قاسم بن محمد قاسم ضاہر ابومحمد الاثری۔القرعون، البقاع الغربی لبنان

۱۳۴۸۔حسام الدین بن سلیم الکیلانی الحسنی الحمصی حمص

۱۳۴۹۔عماد بن عبدالحمید بن علی بن احمد الجیزی المصری ۵ ج حارہ کشک زقاق رشاد متفرع من شارع تعد زغلول بالجیزۃ جمہوریۃ مصر العربیۃ

۱۳۵۰۔محمد منیر اظہر بن عبدالکریم چک نمبر ۱۸۷ے آر کرملی والا تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

۱۳۵۱۔رحمت اللہ ثاقب بن تاج دین چک چوہدری تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

شوال ۱٤۲۸ھ تا رجب ۱٤۲۹ھ

۱۳۵۲۔ضیاء الرحمٰن بن عبدالقدیر سموالہ ڈاکخانہ چندولیرا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۵۳۔خان ویز بن محمد سلطان نکتھی تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۵۴۔عمران مختار بن مختار احمد جھجھ کلاں تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۱۳۵۵۔عنایت اللہ بن عبدالفتاح ریالہ ڈاکخانہ چندولیرا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۵۶۔محمد داود بن منظور حسین نکئی کھوڑا ڈاکخانہ سرساڈہ تحصیل کوٹلی آزاد کشمیر

۱۳۵۷۔حماد الرحمٰن بن سلطان بدخشاں افغانستان

۱۳۵۸۔افتخار بن محمد یعقوب دیوال ڈاکخانہ ناڑہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۵۹۔محمد نواز بن محمد صدیق دیرداڈوگراں ڈاکخانہ تھابل تحصیل وضلع شیخوپورہ

۱۳۶۰۔حافظ عبدالرحمٰن محسن بن قاری محمد اشرف شاہد جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث ۴۰ فٹ بازار محمدی چوک عبدالمالک تحصیل فیروزوالا ضلع شیخوپورہ

۱۳۶۱۔عبدالناصر تبسم بن محمد ذاکر قریشی والا چک 15/15-L تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

۱۳۶۲۔محمد عمران سلفی بن محمد مقبول الیاس سلفی ہاؤس محمدی چوک گوہر محمد سرائے سندھو تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال

۱۳۶۳۔محمد خبیب بن غلام رسول ملیاں کلاں تحصیل وضلع شیخوپورہ

۱۳۶۴۔محمد بلال اشرف بن محمد اشرف چک 644/TDh سٹریٹ علی

۱۳۶۵۔خرم شہزاد بن محمد نذیر ساہی کالونی گلی 1 مکان 139-49 ٹیل سرگودھا

۱۳۶۶۔تنویر خان بن وزیر خان LWB پکھی موڑ وہاڑی

۱۳۶۷۔حفیظ الرحمٰن بن زردار خاں دیوال ڈاکخانہ ناڑہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۶۸۔محمد ارشد بن محمد سلیمان پکسیری میرا پائیں ڈاکخانہ بودلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۶۹۔سمیع اللہ بن جمروز خاں قریہ افسئی ولسوالی برگمتال ولایت نورستان ملت افغانستان

۱۳۷۰۔سیف الرحمٰن بن فضل الرحمٰن اخروٹہ ڈاکخانہ تنزیلہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۷۱۔محمد خالد جاوید بن شاہ علی جاوید 7 بلاک گلی 1 مکان 39 نیو ملتان، ملتان

۱۳۷۲۔حافظ فیاض احمد نذر حسین بھٹی بھٹی ڈھلواں نزد جوئیاں ولاموڑ تحصیل وضلع شیخوپورہ

۱۳۷۳۔محمد ساجد بن محمد محبوب نگری بالا ڈاکخانہ کالا باغ تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۷۴۔محمد قدیر بن حاکمداد دھنک ڈاکخانہ چندو میرا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۳۷۵۔حافظ مجیب الرحمٰن بن عطاء الرحمٰن جامعہ محمدیہ توحید آباد ہاؤسنگ کالونی شیخوپورہ

۱۳۷۶۔حافظ بنیامین اثری بن عبداللطیف یزمان منڈی وارڈ4 نزد ٹی فلاور ماڈل سکول ضلع بہاولپور

۱۳۷۷۔رانا محمد سجاد بن رانا محمد ارشاد۔دھامیاں تحصیل سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

۱۳۷۸۔مطیع اللہ بن عبدالہادی رسیرہ ہاتن مدہ ضلع دیر پاکستان

۱۳۷۹۔صدیق اللہ بن گل صدیق دندہ نو ولایت کنر ملت افغانستان

۱۳۸۰۔حافظ محمد نعیم الرحمٰن بن محمد طفیل مکان 23 گلی 2 محلّہ ستارہ کالونی 2 چونگی امر سدھو لاہور کینٹ لاہور

۱۳۸۱۔عدنان شاہد بن شاہد محمود بھلیہ روڈ محلّہ کرامت آباد سانگلہ ہل ضلع ننکانہ

۱۳۸۲۔محمد زکریا بن محمد نور قریہ کشتور ولسوالی کامدیش ولایت نورستان ملت افغانستان

۱۳۸۳۔حافظ محمد آصف عثمانی بن محمد یعقوب مرجال براستہ ظفروال تحصیل وضلع نارووال

۱۳۸۴۔حافظ فرخ عمران بن عمر حیات گورایہ الاوا تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۳۸۵۔اختر الرحمٰن بھٹی بن لیاقت علی مکان ا hiT475 ۲ ٹاؤن شپ لاہور

۱۳۸۶۔سفیر اللہ بن محمد خالق بیاڈ کوہستان تحصیل کاکوٹ ضلع دیروالا

۱۳۸۷۔نصیر احمد بن مانک مقام چک 16 شمالی ڈاکخانہ چک 15 شمالی، تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

۱۳۸۸۔بلال احمد راٹھور بن عبدالحمید راٹھور لوئر پلیٹ نیلم روڈ وارڈ نمبر 10 مظفر آباد آزاد کشمیر

۱۳۸۹۔خالد محمود بن عبدالغنی مگری ڈاکخانہ ہیرا یاڑی تحصیل وضلع ہری پور

۱۳۹۰۔محمد ابراہیم بن محمد منشی خاں دھنواں محلہ اکالی تحصیل وضلع کوٹلی

۱۳۹۱۔حافظ عمر فاروق کروڑی بن محمد اسحاق چک 83ML تحصیل کروڑ الی عین ضلع لیہ

۱۳۹۲۔محمد عمر فاروق بن عبدالحمید کنجاہ محلہ عیدگاہ سرکلر روڈ تحصیل وضلع گجرات

۱۳۹۳۔سید کمال الدین بن سید محمد شریف قریہ افسئی ولسوائی برگمتال ولایت نورستان ملت افغانستان

۱۳۹۴۔محمد کاشف عمران بن مرزا غلام رسول چک S/R77 تحصیل وضلع ساہیوال

۱۳۹۵۔سجاد الرحمٰن بن غلام حسین کوٹیڑہ جی تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

۱۳۹۶۔خلیل الرحمٰن بن محمد اشرف موکھل سندھواں تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۳۹۷۔حافظ راشد محمود بن حاجی بشیر احمد گلی مسجد انوار مصطفیٰ والی محلہ مدینہ کالونی حافظ آباد

۱۳۹۸۔حافظ محمد سلیم یوسف بن محمد یوسف انصاری بلال پارک گلی نمبر ۴ کاموں نکے گوجرانوالہ

۱۳۹۹۔محمد عمران بن محمد اسماعیل گلی ۶ محلہ علی پارک نزد جامع مسجد خالد فرید ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۴۰۰۔حافظ عثمان بن عبداللطیف خرم ٹریڈرز شیخوپورہ روڈ گوجرانوالہ

۱۴۰۱۔حافظ محمد طارق بن محمد صادق چک 18/10L تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۱۴۰۲۔عبدالمالک بن مقبول الٰہی چک 405 گ ب تحصیل تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد

۱۴۰۳۔قاری تنویر احمد بن حبیب اللہ چوڑا تحصیل وضلع قصور

۱۴۰۴۔حافظ محمد امجد بن محمد اسلم کوٹ قادر بخش تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۱۴۰۵۔محمد ثاقب خاں بن محمد احسان الحق خاں وارڈ 13 ڈاکخانہ کنجاہ ضلع گجرات

۱۴۰۶۔نور الحی بن عبدالحی بدخشاں افغانستان

۱۴۰۷۔حافظ مظہر سبحانی بن محمد دین کوٹ نثار شاہ ڈاکخانہ مجو چک تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۱۴۰۸۔امتیاز حیدر بن غلام حیدر قاسم پور تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

۱۴۰۹۔محمد فریاد بن امانت علی بھکھی آناورن منڈی جھبراں شیخوپورہ

۱۴۱۰۔محمد عمار بن عبدالغفور بٹ بن باجوہ پسرور ضلع سیالکوٹ

۱۴۱۱۔محمد صفدر بن محمد حنیف بستی برخوردار شیر سلطان جتوئی مظفر گڑھ

۱۴۱۲۔سید بلال بن سید یحییٰ کنر افغانستان

۱۴۱۳۔شیر محمد بن خان محمد عیداں وردگ افغانستان

۱۴۱۴۔محمد اسماعیل بن حکمت اللہ ننگر ہار افغانستان

۱۴۱۵۔نعمت اللہ بن عبداللطیف ننگر ہار افغانستان

۱۴۱۶۔عبداللہ بن ملا فیض محمد قریہ کیب علیا ولسوالی جرم ولایت بدخشاں ملت افغانستان

۱۴۱۷۔محمد اسماعیل بن عبدالرزاق کنر افغانستان

۱۴۱۸۔محمد جمیل بن محمد اسماعیل سلفی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

۱۴۱۹۔احسان اللہ بن عبدالرزاق کنر افغانستان

۱۴۲۰۔حنیف اللہ بن عبدالاحد قریہ دیوانہ بابا ولسوالی برگمعال ولایت نورستان ملت افغانستان

۱۴۲۱۔حافظ ضیاء اللہ بن مولانا رحمت اللہ کہکشاں کالونی گلی ا ڈھڈی ولا جڑانوالہ روڈ فیصل آباد

۱۴۲۲۔عبدالعظیم بن عبدالملک قریہ چغاء کفتر علی ولسوالی ینگی قلعہ ولایت تخار ملت افغانستان

۱۴۲۳۔عنایت الرحمٰن بن عبدالسلام کنر افغانستان

۱۴۲۴۔محبّ اللہ بن ولی محمد کنر افغانستان

۱۴۲۵۔عنایت الرحمٰن بن گل ولی خاں کنر افغانستان

۱۴۲۶۔مجیب الرحمٰن الداخل بن مولوی انار گل مدینہ محلّہ شگئی تحصیل پبی ضلع نوشہرہ۔سرحد

۱۴۲۷۔عبداللہ بن جمعہ خاں قندوز۔افغانستان

۱۴۲۸۔سید وصیل مومن خاں کابل۔افغانستان

۱۴۲۹۔محمد عرفان بن محمد زمان خان مکاں ۱۰۷ بلاک ۴۹ تحصیل و ضلع ڈیرہ غازیخان

۱۴۳۰۔ابو ہریرہ بن محمد اکبر قریہ افسئی ولسوالی برگمعال ولایت نورستان ملت افغانستان

۱۴۳۱۔زین الحق بن عبدالرحمٰن قندوز۔افغانستان

۱۴۳۲۔عبدالوہاب بن خاں کاپیھا۔افغانستان

۱۴۳۳۔محمد عثمان بن محمد حیات۔واہگر ے ڈاکخانہ فیض پور خورد تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ

۱۴۳۴۔حافظ قاسم محمود بن عبدالرؤف نزد نگینہ مدینہ مسجد محلّہ احمد پورہ مرید کے ضلع شیخوپورہ

۱۴۳۵۔حافظ محمد اشرف بن محمد صدیق ڈاہر ڈاکخانہ حسو کے تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۱۴۳۶۔حافظ نصیر حمزہ بن امیر حمزہ مین سٹریٹ گلزار کالونی لاچت روڈ شاہدرہ روڈ۔لاہور

۱۴۳۷۔حافظ غلام مجتبیٰ بن محمد بشیر گلی ۱ مکان ۱ محلہ روشن پارک کالا خطائی روڈ حاجی کوٹ شاہدرہ لاہور

۱۴۳۸۔زیاد بن محمد طیب محمدی چوک محمدی مسجد لاچت روڈ شاہدرہ لاہور

۱۴۳۹۔ساجد محمود بن محمد شریف مین بازار راجہ جنگ ضلع قصور

۱۴۴۰۔ابوبکر بن فضل الرحمٰن مین بازار بیگم کوٹ مکان ۵۰ لاہور

۱۴۴۱۔نذیر احمد بن محمد یسین بھوئیکی اوتاڑ تحصیل پتوکی ضلع قصور

۱۴۴۲۔محمد اسد اللہ بن محمد ارشد مین بازار بیگم کوٹ گلی نمبر ا۔مکان ا۔لاہور

۱۴۴۳۔حافظ ابوبکر صدیق بن عبدالواحد شرقپور خورد ڈاکخانہ کوٹ عبدالمالک تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ

۱۴۴۴۔حافظ فیصل صدیقی بن محمد صدیق زین پور شریف ڈاکخاہ چک مبارک تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

۱۴۴۵۔حافظ عفان احمد ربانی بن محمد صابر گلی مسجد قدس کھوکھر کی سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

۱۴۴۶۔حافظ عبدالقیوم بن محمد ہاشم گلی ۹ محمد نگر مرضی پورہ بورے والا۔ضلع وہاڑی

۱۴۴۷۔محمد عرفان ثاقب بن عبدالغفار شیر نگر ضلع اوکاڑہ

۱۴۴۸۔شہزاد حسین بن سردار صابر حسین نلوٹھہ تحصیل حویلیاں ضلع ایبٹ آباد

۱۴۴۹۔ریاست خاں بن علی استان۔نلوٹھہ تحصیل حویلیاں ضلع ایبٹ آباد

۱۴۵۰۔امین الحق بن عبدالظاہر خالد بن ولید کالونی رنگ روڈ۔پشاور

۱۴۵۱۔افتخار احمد بن تاج دین میر پور خاص سندھ

۱۴۵۲۔عبداللہ بن محمد سلیم تھرپارکر۔جامعہ بحر العلوم سلفیہ۔میر پور خاص۔سندھ

۱۴۵۳۔ذوالفقار بن دل مراد، جامعہ بحر العلوم سلفیہ، سیٹلا ئٹ ٹاؤن، سندھ

۱۴۵۴۔قاری عبدالحمید صدیقی بن علی محمد جامعہ بحر العلوم سلفیہ، سیٹلا ئٹ ٹاؤن، سندھ

۱۴۵۵۔محمد عمر بن عبدالکریم جامعہ بحر العلوم سلفیہ، سیٹلا ئٹ ٹاؤن، سندھ

۱۴۵۶۔محمد صادق بن راض محمد جامعہ بحر العلوم سلفیہ، سیٹلا ئٹ ٹاؤن، سندھ

۱۴۵۷۔محمد بلال بن محمد ملار جامعہ بحر العلوم سلفیہ، سیٹلا ئٹ ٹاؤن، سندھ

۱۴۵۸۔محمد بن اللہ ورایو مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث گھسن آباد حیدر آباد

۱۴۵۹۔حافظ عبدالخالق قدوسی بن حافظ عبدالمنان شاہد۔محلّہ باغبانپورہ۔گلی مہر شفیع والی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۴۶۰۔حافظ عبدالسلام زاہد بن حافظ عبدالمنان شاہد۔محلّہ باغبانپورہ۔گلی مہر شفیع والی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۴۶۱۔نصرۃ اللہ بن محمد بن بدیع الدین شاہ راشدی المکتبۃ الراشدیہ نیوسعید آباد حیدرآباد سندھ

۱۴۶۲۔سرور الٰہی بن نور الٰہی منظور کالونی کراچی ۴۴ مکان ۸۲ گلی ۶ سیکٹر جی گوجر چوک

۱۴۶۳۔ابوعبداللہ محمد بن مختار مسجد التقی مشروع ۱۰۱۵ وجدہ سکینہ بنغازی لیبیا مقابل البرید الرئیسی

۱۴۶۴۔مختار بن محمد بن مختار مسجد التقی مشروع ۱۰۱۵ وجدہ سکینہ بنغازی لیبیا مقابل البرید الرئیسی

۱۴۶۵۔افطمہ بنت محمد بن مختار مسجد التقی مشروع ۱۰۱۵ وجدہ سکینہ بنغازی لیبیا مقابل البرید الرئیسی

۱۴۶۶۔ سید محسن بن حفیظ فضل باعمر سلطنت عمان محافظۃ ظفار ص ب ۲۱۶۰ رمز بریدی ۲۱۱

۱۴۶۷۔ فاطمہ بنت سید محسن بن حفیظ فضل باعمر سلطنت عمان محافظۃ ظفار ص ب ۲۱۶۰ رمز بریدی ۲۱۱

۱۴۶۸۔ زینب بنت سید محسن بن حفیظ فضل باعمر سلطنت عمان محافظۃ ظفار ص ب ۲۱۶۰ رمز بریدی ۲۱۱

۱۴۶۹۔ اسماء بنت سید محسن بن حفیظ فضل باعمر سلطنت عمان محافظۃ ظفار ص ب ۲۱۶۰ رمز بریدی ۲۱۱

۱۴۷۰۔ مبارکۃ زوجۃ سید محسن بن حفیظ فضل باعمر سلطنت عمان محافظۃ ظفار ص ب ۲۱۶۰ رمز بریدی ۲۱۱

۱۴۷۱۔علی حسن عبداللہ المغربی دولۃ الامارات العربیہ المتحدہ دبی ص ب ۲۰۰۲۷ الجمیر اء

۱۴۷۲۔امینہ سعدیہ بنت عبدالحنان محلّہ احمد پورہ گلی ۳ گوجرانوالہ

۱۴۷۳۔محمد صدیق سلفی رحمانی بن غلام محمد موڑ ایمن آباد ریلوے روڈ محلّہ ابوبکر صدیق گلی ۴ مکان ۴۵ گوجرانوالہ

۱۴۷۴۔قمر حسن بن کرامت علی قذافی پارک مرید کے شیخوپورہ روڈ شیخوپورہ

شوال ۱۴۲۹ھ تا شعبان ۱۴۳۰ھ

۱۴۷۵۔فیصل الرحمٰن بن محمد دین گاؤں چٹی ڈھکی ڈاکخانہ کیلگ تحصیل وضلع ہری پور

۱۴۷۶۔محمد ابوبکر محمدی بن محمد ابراہیم گاؤں کھوتڑے ڈاکخانہ واہنڈو تحصیل کاموکے ضلع گوجرانوالہ

۱۴۷۷۔شکیل احمد بن اصلاح الدین گاؤں گھینان ڈاکخانہ رچیاں تحصیل وضلع مظفرآباد

۱۴۷۸۔ شفقت علی بن شوکت علی گاؤں چٹی ڈھکی ڈاکخانہ کیلگ تحصیل وضلع ہری پور
۱۴۷۹۔ محمد رضوان بن عبدالجبار گاؤں نگروٹہ انصاریاں ڈاکخانہ سکھو چک تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال
۱۴۸۰۔ اسد اللہ بن محمد یونس گاؤں چٹی ڈھکی ڈاکخانہ کیلگ تحصیل وضلع ہری پور
۱۴۸۱۔ عبدالعزیز قریشی بن معراج محمد قریشی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث چشمہ جات جنگل خیل تحصیل وضلع کوہاٹ
۱۴۸۲۔ محمد عارف بن محمد صدیق گاؤں ہرچوکی ہٹھار ڈاکخانہ منڈی کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور
۱۴۸۳۔ حافظ محمد ابرار بن محمد حنیف گاؤں ملک پور ڈاکخانہ بھٹہ کوہاٹ تحصیل کینٹ ضلع لاہور
۱۴۸۴۔ محمد طیب بن عبدالکریم گاؤں افسیٰ تحصیل وضلع برگمٹال نورستان افغانستان
۱۴۸۵۔ عبیداللہ بن حافظ محمد ریاض محلہ مسلم پارک نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ
۱۴۸۶۔ قاری ظہیر احمد بن محمد عاشق گلی نوبل فین والی مین بازار شاہین آباد ڈاکخانہ کلاسکے گوجرانوالہ
۱۴۸۷۔ محمد امین ساجد بن عبدالرزاق وھیر داڈوگراں ڈاکخانہ تھابل تحصیل وضلع شیخوپورہ
۱۴۸۸۔ زاہد جاوید بن محبت علی دھیر داڈوگراں ڈاکخانہ تھابل تحصیل وضلع شیخوپورہ
۱۴۸۹۔ ضیاء الرحمٰن بن فضل الرحمٰن گاؤں کیلگ تحصیل وضلع ہری پور
۱۴۹۰۔ حماد الحق نعیم بن نعیم الحق نعیم محلہ احمد پورہ گلی ۳ گوجرانوالہ
۱۴۹۱۔ محمد عابد جاوید بن ہدایت علی گاؤں سنیاری کلاں ڈاکخانہ یسر کلاں تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال
۱۴۹۲۔ نزاکت علی بن گوہر الرحمٰن گاؤں دیوال ڈاکخانہ ناڑہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۱۴۹۳۔ قاسم ریاض بن محمد ریاض چک چودھری تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
۱۴۹۴۔ امیر حمزہ بن بابو خاں جودھپور ڈاکخانہ خاص تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال
۱۴۹۵۔ نصیر احمد بن محمد منیر چک مدرسہ بستی موسی کھیڑا ڈاکخانہ اسٹیشن چک مدرسہ بستی موسی کھیڑا تحصیل وضلع بہاولنگر
۱۴۹۶۔ رفیق الرحمٰن بن حافظ عبدالرحمٰن کاہنیانوالہ لاہور روڈ شیخوپورہ
۱۴۹۷۔ راشد محمود بن محمد یونس گاؤں دیوال ڈاکخانہ ناڑہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد
۱۴۹۸۔ ساجد محمود بن محمد اسلم نزد ٹیوب ویل ٹینکی حویلیاں ضلع ایبٹ آباد
۱۴۹۹۔ عبدالرحمٰن انجم بن عبدالجبار انجم چک ۱۵۸ مراد تحصیل حاصلپور ضلع بہاولپور

۱۵۰۰۔عبدالحی بن محمد امین اسٹیوی۔ پارون۔نورستان افغانستان

۱۵۰۱۔میزان اللہ بن محمد حسین اسٹیوی پارون نورستان

۱۵۰۲۔عارف محمود بن ذوالفقار بستی کنیرہ ڈاکخانہ خاص تحصیل جلالپور ضلع ملتان

۱۵۰۳۔نوید بن عبدالعزیز محلہ ڈونگیاں باگن تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۵۰۴۔فیصل محمود بن محمد حسن چک ۱۵ ون آر ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع اوکاڑہ

۱۵۰۵۔عصمت اللہ بن محمد اسحاق رومبور شیخاندہ ڈاکخانہ ایون تحصیل وضلع چترال

۱۵۰۶۔احمد سعید سرور بن محمد سرور مین بازار کشمیر مارکیٹ منڈیالہ تیگہ تحصیل وضلع گوجرانوالہ

۱۵۰۷۔محمد عابد بن اللہ دین چک ڈیرشکر گنج ڈاکخانہ وتحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

۱۵۰۸۔احتشام شفیق بن محمد شفیق مصری شاہ چوک ناخدا گلی ۶ مکان ۱۱ لاہور

۱۵۰۹۔نبیل احمد بن عبدالستار جوہر ٹاؤن مکان ۱۴۷ اے ون لاہور

۱۵۱۰۔طارق جمیل بن ملنگ جان گاؤں بارہ گبرال ڈاکخانہ کلام تحصیل وضلع سوات

۱۵۱۱۔عمر واحد بن فقیر گل گاؤں مالی گبرال ڈاکخانہ کلام تحصیل وضلع سوات

۱۵۱۲۔رفیع اللہ بن رضا جان گاؤں سونیا تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

۱۵۱۳۔حمد اللہ بن محمد نعیم مسلم آباد ائیر پورٹ روڈ کوئٹہ۔ بلوچستان

۱۵۱۴۔ابوسلمان حضرت محمد بن الحافظ محمد اکل شیخ آباد نمبر۲ بیرون لاگوری گیٹ پشاور

۱۵۱۵۔ابوظہیر سیف اللہ بن الحافظ محمد اکل شیخ آباد نمبر۲ بیرون لاگوری گیٹ پشاور

۱۵۱۶۔ابوحذیفہ ولی اللہ بن محمد رسول شیخ آباد نمبر۲ بیرون لاگوری گیٹ پشاور

۱۵۱۷۔حکیم ابوعبداللہ حافظ محمد عیسیٰ بن علم دین سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۱۵۱۸۔ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی بن عبدالعزیز منکیرہ ضلع بھکر

۱۵۱۹۔محمد ارشد کمال بن شیر محمد چک ۱۸ تحصیل چونیاں ضلع قصور

شوال ۱۴۲۰ھ تا شعبان ۱۴۲۱ھ

۱۵۲۰۔محمد عبداللہ منیر بن منیر احمد پیپلز کالونی مکان ۱۴۲ گلی ۶ ساہیوال

۱۵۲۱۔ظہیر احمد بن محمد عرفان جورا تحصیل آٹھ مقام ضلع نیلم آزاد کشمیر

۱۵۲۲۔ قاری عنایت اللہ ربانی بن عبدالغفار وارڈ 12 محلّہ ٹیچر کالونی علی پور ضلع مظفر گڑھ

۱۵۲۳۔ حافظ محمد اشرف ربانی بن عبدالرحمٰن محلّہ مجاہد پورہ بازار ا۔ گلی ۳۲۔ گوجرانوالہ

۱۵۲۴۔ سعید الرحمٰن بن نور زماں۔ ترچھیا تحصیل حویلیاں ضلع ایبٹ آباد

۱۵۲۵۔ محمد توصیف بن محمد سلیم کلاس والا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

۱۵۲۶۔ موحد بن محمد عارف ولایت کونڑ ولسوالی مانیونگی ننگلام

۱۵۲۷۔ محمد اسحاق بن زید اللہ افغانستان تخار ضلع ینگی قلعہ

۱۵۲۸۔ اللہ نواز بن محمد شفیع محمد پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

۱۵۲۹۔ محمد حسین بن عبدالرشید افغانستان صوبہ بدخشاں شہر وحدت

۱۵۳۰۔ عمران علی بن رحمت علی چک 25/M.B تحصیل وضلع خوشاب

۱۵۳۱۔ محمد فاروق بن عبدالمجید مکان 11 گلی 4 محلّہ نیو فیصل کالونی سیکٹر 1/14 اسلام آباد

۱۵۳۲۔ عمر فاروق بن ارشد محمود رشید کالونی گلی نمبر 9 فیروز والا روڈ۔ گوجرانوالہ

۱۵۳۳۔ محمد قاسم بن محمد اسلم محلّہ بٹالہ نگری بالا تحصیل وضلع ایبٹ آباد

۱۵۳۴۔ محمد اسماعیل خاں بن محمد افسر خاں جھنڈالی تحصیل راولاکوٹ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

۱۵۳۵۔ شفیق الرحمٰن بن امیر محمد ولایت لوگر ولسوالی خوشی دوبندی افغانستان

۱۵۳۶۔ غلام اللہ بن محمد صاحب ولایت کونڑ ولسوالی مانیونگی کولک افغانستان

۱۵۳۷۔ اعجاز الحق بن عبداللطیف خاں برکوٹ سنگر تحصیل بالاکوٹ ضلع مانسہرہ

۱۵۳۸۔ محمد عمران بن غلام قادر شیخ دعوی موضع نواں کوٹ تحصیل چوبارہ ضلع لیہ

۱۵۳۹۔ محمد عمران تبسم آزاد بن محمد شفیع ٹنڈو آدم روڈ مکان ۱۳ محلّہ ہاؤسنگ سوسائٹی

۱۵۴۰۔ عبدالسلام بن مختار احمد شہنوال P/O شاہکوٹ نو تحصیل چونیاں ضلع قصور

۱۵۴۱۔ سیف الرحمٰن بن محمد رفیق شاہد واڈھی تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا

۱۵۴۲۔ عبدالرحمٰن بن شفیق الرحمٰن نزدی ٹوٹی ایم سکول مکان 3/175 محلّہ منڈی ٹاؤن بھکر

۱۵۴۳۔ نعمان خالق بن خالق حسین گلی 5 شمشیر ٹاؤن سرگودھا

۱۵۴۴۔ عبدالرحیم عزیزی بن محمد افضل بستی عزیز آباد تحصیل وضلع خانیوال

۱۵۴۵۔ضیاء الرحمٰن سیف بن حافظ عطاء الرحمٰن قدیر آباد کچہری چوک ملتان
۱۵۴۶۔احسان اللہ سلفی بن ثناء اللہ سلفی ننگل ساہداں تحصیل مریدکے ضلع شیخوپورہ
۱۵۴۷۔عبدالمجید بن ابوالبرکات احمد گلی ۳ آبادی مہروزیر نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ
۱۵۴۸۔محمد عثمان بن بلال احمد گلی 2 مسجد اہلحدیث چنیوٹ شہر
۱۵۴۹۔محمد لقمان بن قاری محمد زکریا شاہد گلی سرورجٹ والی حبیب اللہ ٹاؤن نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ
۱۵۵۰۔عبدالخالق بن بنیامین چک 63 گ ب اکال گڑھ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد
۱۵۵۱۔عبدالسلام بن محمد اسلم حنیف چک 642 گ ب ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع فیصل آباد
۱۵۵۲۔احسان اللہ بن ارشداللہ مچنی تحصیل وضلع پشاور
۱۵۵۳۔عبدالوہاب بن عبدالبصیر افغانستان صوبہ کابل سروبی قریہ حمزین
۱۵۵۴۔نصراللہ بن غلام صدیق افغانستان صوبہ کونڑ قریہ نرہنگ
۱۵۵۵۔حمیداللہ بن غلام صدیق افغانستان صوبہ کونڑ قریہ نرہنگ
۱۵۵۶۔عبدالمحسن بن علی زرال بیاڑ تحصیل کلکوٹ کوہستان ضلع اپر دیر صوبہ سرحد
۱۵۵۷۔بشیر احمد بن منصور صوبہ تخار افغانستان ضلع خانقاہ چال
۱۵۵۸۔فضل الرحمٰن بن حضرت حسن بیاڑ تحصیل کلکوٹ کوہستان ضلع اپر دیر صوبہ سرحد
۱۵۵۹۔احسان اللہ بن فتح القدیر افغانستان صوبہ ننگرہار قریہ مورہ
۱۵۶۰۔احسان اللہ بن عباس خاں صوبہ سرحد ضلع اپر دیر تحصیل کلکوٹ کوہستان ڈاکخانہ بیاڑ
۱۵۶۱۔محمد ابراہیم بن جمعہ خاں ولایت تخار ولسوالی ینگی قلعہ افغانستان
۱۵۶۲۔فیروز الدین بن نادر خاں افغانستان ولایت بامیاں ولسوالی قیمر قریہ چلمیش
۱۵۶۳۔زید حارث بن آصف علی مرکز طیبہ مریدکے ضلع شیخوپورہ
۱۵۶۴۔عطاء الرحمٰن بن حبیب اللہ مجاہد جمیل آباد گلی ۷ ڈاکخانہ نشاط آباد فیصل آباد
۱۵۶۵۔خالد محمود بن عبدالرشید بستی گوکل 182 ٹی ڈی اے بھکر
۱۵۶۶۔رفیع اللہ بن حبیب الرحمٰن گاؤں ٹاپوکور کورونہ ورسک روڈ پشاور
۱۵۶۷۔فضل الرحیم بن تاج الدین گاؤں گرنی تحصیل جنڈولہ ضلع ٹانک

۱۵۶۸۔ حافظ عطاء الرحمٰن بن محمد اسماعیل بمقام لبوہ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال
۱۵۶۹۔ سجاد احمد حریری بن عبدالقدوس گہینہ تحصیل و ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر
۱۵۷۰۔ محمد جواد بٹ بن عبدالوحید بٹ چٹی ڈھکی تحصیل و ضلع ہری پور
۱۵۷۱۔ حافظ رضوان طفیل بن محمد طفیل منصور والی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ
۱۵۷۲۔ حافظ عاصم بلال بن محمد شفیع پوڑانوالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
۱۵۷۳۔ عتیق الرحمٰن بن قاری محمد یسین حافظ آباد محلہ ہن بخاری
۱۵۷۴۔ حافظ عبدالمنان بن محمد رشید محلہ رسولنگر کلر آبادی نزد چھچھر والی گوجرانوالہ
۱۵۷۵۔ محمد عثمان بن محمد رشید محلہ رسولنگر کلر آبادی نزد چھچھر والی گوجرانوالہ
۱۵۷۶۔ محمد سلیم محمدی بن عطاء اللہ ورک محلہ سلطان پورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ
۱۵۷۷۔ محمد شاہد بن بشیر احمد چک 155 گ ب چاہلاں تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک
۱۵۷۸۔ محمد عبداللہ بن امجد حسین پیرکوٹ ڈاکخانہ احمد نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ
۱۵۷۹۔ أحمد بن محمد اللوجی کمپالا یوگنڈا
۱۵۸۰۔ محمد یوسف بن عباس علی نیو اسلامیہ پارک گلی نمبر ۳۲ ایس مکان ۱۲ نزد رفیق بک سنٹر لاہور
۱۵۸۱۔ محمد ظفریاب انجم بن محمد بلال قریشی گلی نمبر 1 کینال پارک مرید کے شیخوپورہ
۱۵۸۲۔ عمر بن أحمد الصومالی
۱۵۸۳۔ عکاشہ مدنی بن محمد مدنی جامعہ علوم اثریہ جہلم
۱۵۸۴۔ حافظ ساجد مدنی بن محمد مدنی جامعہ علوم اثریہ جہلم
۱۵۸۵۔ حافظ عدیل احمد بن جمیل احمد مین روڈ گرجاکھ گلی بابو فیض اللہ والی
۱۵۸۶۔ شفیق الرحمٰن بن محمد اختر کھیالی شاہ پور بازار محلہ ابوبکر پارک گوجرانوالہ
۱۵۸۷۔ ظہور احمد بن محمد داود۔ راڑا کیمپ، تحصیل و ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر
۱۵۸۸۔ محمد احمد واسطی بن دوست محمد خانوزئی ضلع پشین بلوچستان
۱۵۸۹۔ محمد ابوبکر دانیال البرطانوی 211 Tildesley Road Puteny London Swit 3az

باب نمبر ۲۵

سرفراز کالونی میں رہائش

حافظ صاحب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں پڑھاتے تھے وہیں ایک کمرے میں رہتے تھے۔ اس دوران حافظ صاحب کی شادی ہوئی مولانا عبدالوحید ساجد ﷾ مدرس مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کی ہمشیرہ حافظ صاحب کی اہلیہ ہیں، (مولانا عبدالوحید ساجد) خود فرماتے ہیں: آپ راقم الحروف کے صرف استاد ہی نہیں بلکہ ماموں زاد بھائی، بہنوئی اور محسن ومربی بھی ہیں، میرے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا اگر ایک دن میں فون نہ کرتا تو دوسرے دن وہ خود فون کرتے اگر دو چار دن گزر جاتے ملاقات نہ ہوتی تو گھر کہتے اس کو بلاؤ وہ آیا نہیں ہے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳)]

اس وقت حافظ صاحب کی رہائش آبائی گاؤں نور پور میں تھی۔ پھر جلد ہی حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ کے قریب سرفراز کالونی میں ایک مکان کرائے پر لے لیا اور وہاں اہلیہ کے ساتھ رہائش پذیر ہوئے اور پھر سرفراز کالونی کے ہی ہو کر رہے۔

حافظ صاحب، حافظ محمد شریف سیالکوٹی کے بیٹوں کے مکان میں رہتے تھے، تیس روپے کرایہ دیتے رہیں۔ انھوں نے حافظ صاحب کو کہا تھا آپ ساری عمر اس میں رہائش رکھیں تو ہم تیس روپے سے اکتیس روپے تک بھی کرایہ نہ بڑھائیں گیں، اور جس دن آپ نے ہمارا مکان خالی کر ہم اسے ایک دن بھی اپنے پاس نہ رکھیں گے، اسے فروخت کر دیں گے۔

اس کے بعد حافظ صاحب چھ سال حاجی رحمت صاحب کے مکان میں رہے۔ یہ کل چار احاطہ جگہ تھی ایک احاطہ میں مکان بنا ہوا تھا اور باقی تین احاطہ خالی جگہ تھی۔ حافظ صاحب اور آپ کے والد محترم نے وہاں مختلف سبزیاں وغیرہ اگائیں تھیں۔ حاجی رحمت صاحب کے بیٹے حافظ عباس صاحب نے بتایا کہ انھوں نے یہاں یہ سمجھ لو کہ چھوٹا سا باغ ہی بنایا تھا۔

پھر حافظ صاحب نے اپنا مکان خرید لیا، جہاں اب حافظ صاحب کی رہائش ہے، مجھے پروفیسر اسلم صاحب

نے بتایا یہ مکان حافظ صاحب نے ایک ہزار روپے کا خریدا تھا، اور اس کے ساتھ والی جگہ جو کارنر پر ہے وہ بھی ہزار روپے میں خریدی تھی، اور اس وقت ہزار روپے کی یہ جگہ مہنگی تھی، اس وقت اردگرد سب کھیت ہی تھے۔

عمران مغل صاحب سرفرسز کالونی کے رہائشی ہیں کارخانے دار ہیں، فرماتے ہیں ہم کسی شہر میں بھی جاتے ہیں وہاں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں آپ گوجرانوالہ کہاں رہتے ہیں؟ ہم بتاتے ہیں جامعہ محمدیہ کے قریب۔ یہ سن کر لوگ کہتے ہیں وہاں حافظ عبدالمنان نورپوری ہیں وہ اللہ کے ولی ہیں تو پھر میں بڑے فخر سے کہتا ہوں اللہ کا شکر ہے میں ان کا ہمسایہ ہوں۔

ہمسائے ماں پیو جائے:

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: اطلب الجار قبل الدار......گھر سے پہلے پڑوسی کو دیکھو۔ پنجابی کا مشہور مقولہ ہے: ہمسائے ماں پیو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ماں باپ کی طرح پڑوسیوں کے ساتھ بھی احسان کا حکم دیا ہے۔[النساء ۳۶] وہ آدمی بڑا ہی خوش قسمت ہے جس کو اچھا پڑوسی مل جائے۔ میں اپنے آپ کو اس لحاظ سے بڑا ہی خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب حفظہ اللہ جیسے فرشتہ صفت انسان کے پڑوس میں رہنے کی نعمت عطا کی جن کو اگر میں شیخ العرب والعجم، بحرالعلوم، محدث العصر، سید العلما کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا اور ان کی عملی زندگی کما امن الناس کی عملی تصویر تھی۔[(الحرمین اپریل ۲۰۱۲)]

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: میں نے حضرت حافظ عبدالمنان سے باقاعدہ مدرسہ میں ایک کتاب سراجی کا کچھ حصہ پڑھا ہے مگر عملی طور پر جو کچھ ان سے پڑھا ہے وہ شاید کسی سے بھی نہ پڑھا ہو۔ میرے بڑے بھائی حافظ عبدالسلام بھٹوی اور حافظ عبدالمنان (شیخین) کی رہائش ایک ہی جگہ سرفراز کالونی میں تھی۔ پھر بندہ ناچیز کو بھی تقریباً ۸۵۔۱۹۸۴ میں دونوں بزرگوں کے پڑوس میں رہائش کے لیے اللہ نے جگہ دے دی۔ (الحمد للہ علیٰ ذٰلک) اور تب سے آج تک تقریباً ۲۷۔۲۸ سال حافظ صاحب کے پڑوس میں رہ کر زندگی گزارنے کا موقعہ ملا۔[(الحرمین اپریل ۲۰۱۲)]

حافظ صاحب کے محلے کے علما کرام:

حافظ فھد اللہ صاحب فرماتے ہیں: ہمارے محلے میں فجر سے پہلے کا منظر کچھ یوں ہوتا ہے کہ پہلے

حافظ عبدالمنان صاحب جامعہ محمدیہ میں درس کے لیے جاتے تھے۔تو قاری طیب بھٹوی صاحب مسجد تکبیر میں اور حافظ عمران عریف صاحب مسجد الفتح میں اور حافظ زکریا صاحب مسجد الرشید میں۔لیکن آج (حافظ صاحب کی وفات کے دن) منظر ہی بدل گیا کسی نے جانا تو کیا تھا بلکہ لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کے محلے میں کافی علما کرام رہتے ہیں یہ حافظ صاحب ہی کی برکات ہیں حافظ صاحب نے سرفراز کالونی میں مکان کرائے پر لیا تو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے بھی اسی محلے میں مکان کرائے پر لے لیا۔پھر قاری محمد طیب بھٹوی صاحب نے بھی اسی محلے میں رہائش اختیار کی،اب اس محلے میں علما کی ایک جماعت رہائش پذیر ہے،قاری محمد طیب بھٹوی صاحب اور ان کے تین بیٹے مولانا طاہر طیب بھٹوی،مولانا سعید طیب بھٹوی،حافظ مسعود بھٹوی حفظہم اللہ عالم دین ہیں۔مولانا عبداللہ نثار صاحب اور ان کے چار بیٹے،الحمدللہ عالم دین حافظ قرآن ہیں،مولانا عبدالمنعم نثار،مولانا عبدالمحسن نثار،حافظ یاسر نثار،حافظ انس نثار حفظہ اللہ ان کے علاوہ حافظ محمد عمران عریف صاحب،مولانا حافظ عبداللہ شرقپوری ولد اصغر علی، ان کے بھائی قاری محمد زکریا بن اصغر علی صاحب، قاری فہد اللہ بن اصغر علی صاحب،مولانا نذیر حماد صاحب اور ان کے بیٹے حافظ حسان ،یہ قاری حنیف ربانی صاحب کے داماد ہیں، دوسرے بیٹے حافظ محمد مکی صاحب،یہ بھی حافظ قرآن اور عالم دین ہیں ۔ ماسٹر خالد صاحب،یہ اس وقت جامع مسجد ابرہیم گیپ چوک میں خطیب ہیں۔ یہ سب بزرگ حافظ صاحب کے محلّہ کے ہیں۔حافظ صاحب کے بھائی محمد شریف بن عبدالحق کے بیٹے محمد شفیق صاحب یہ بھی خطیب تھے ،فوت ہوگئے ہیں آگے ان کے بیٹے قاری،حافظ ،اور عالم دین ہیں۔حافظ محمد لقمان شفیق،قاری سفیان شفیق،قاری عدنان شفیق حفظہم اللہ،قاضی عبدالرزاق رحمہ اللہ صاحب بھی اسی محلے کے تھے،مولانا عبدالرفیق البستانی رحمہ اللہ صاحب بھی اسی محلے کے تھے۔ حافظ صاحب کے بیٹے عبدالرحمان ثانی اور حافظ عبداللہ صاحب ۔مولانا راحیل صاحب خطیب جامع مسجد رحمت جو کہ حافظ صاحب کے ارادت مندوں میں سے ہیں ،ان کے علاوہ بھی حافظ صاحب کے محلے میں کئی عالم دین ہیں ،مولانا محمد الیاس بن حاجی محمد اسحاق، مولانا عبدالرزاق بن شفقت رسول ،مولانا عبدالسلام خورشید بن محمد سعید احمد،مولانا ابوتراب عبدالستار بن بشیر احمد بن عبدالحق نورپوری،مولانا محمد مصطفیٰ بن اسلام دین،مولانا فیض الرحمٰن بن محمد یعقوب سرفراز کالونی نزد جامع مسجد قدس ،مولانا عتیق الرحمٰن ناصر بن محمد اسلم جاوید ،مولانا حامد مشتاق بن محمد

مشتاق، مولانا حبیب الرحمٰن بن عبدالرشید بھٹوی، مولانا عتیق الرحمٰن بن ناصر محمود ، مولانا حکیم ابوعبداللہ حافظ محمد عیسیٰ بن علم دین۔ یہ تمام علماء کرام حافظ صاحب کے محلّہ سرفراز کالونی کے ہیں، یہ تمام علماء کرام آپ کے عقیدت منداور آپ سے فیض یاب ہیں۔

باب نمبر۲۶

اسفار

بے مقصد صرف ہواخوری یا ذہنی عیاشی کے لیے حافظ صاحب نے کوئی سفر نہیں کیا۔حافظ صاحب نے تین حج کیے ہیں ،اور نورستان کا سفر کیا ہے۔اس کے علاوہ حافظ صاحب پاکستان سے باہر کسی ملک نہیں گئے ،پاکستان میں مختلف شہروں میں تبلیغ اور دروس کے لیے جاتے رہے ہیں ،خصوصا تقریبات بخاری کے لیے کئی شہروں میں جایا کرتے تھے،

ہر بڑے مدرسے کی خواہش ہوتی تھی کہ ہم تقریب صحیح بخاری کے موقع پر حافظ نور پوری صاحب کو مدعو کریں۔امام بخاری کی سیرت وفقاہت کا حق وہی ادا کر سکتے ہیں۔

راولپنڈی میں مولانا گل ولی صاحب، سیالکوٹ میں مولانا جاوید اقبال صاحب جامعہ محمدیہ ملکے کلاں کی تقریب میں، مولانا محمد جانباز صاحب اپنے مدرسے میں، مرکز المعهد العالی ننگل ساداں مریدکے میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب ،لاہور دار الحدیث محمدیہ لوکو ورکشاپ میں، کراچی جامعہ ابی بکر میں، اوڈ نوالہ میں ،اوکاڑہ میں، منڈا والا میں ،شیخوپورہ میں ،فیصل آباد دارالقرآن میں اور ان کے علاوہ پتا نہیں کہاں کہاں حافظ صاحب کو تقریبات کے لیے لوگ بلایا کرتے تھے۔ایک دفعہ عارف والہ میں حافظ صاحب کا درس تھا ،اس پانچ چھ گھنٹے کے سفر میں مَیں حافظ صاحب کے ساتھ گیا تھا۔ایک دفعہ قاری گل ولی صاحب کے ہاں بھی حافظ صاحب کے ساتھ گیا تھا ،سیالکوٹ میں مولانا جاوید اقبال صاحب کے ہاں تو متعدد مرتبہ گیا ہوں۔مولانا جاوید اقبال صاحب مجھے کہا کرتے تھے آپ رینٹ پر گاڑی لے کر حافظ صاحب کو ساتھ لے کر آجائیں۔اور پھر مولانا جاوید اقبال صاحب ڈرائیور کو کرایہ دینے کے ساتھ مجھے بھی پانچ سو روپیہ دیا کرتے تھے۔یہ ساری بہاریں حافظ صاحب کی وجہ سے تھی۔

اب میں نے ایک حقیقت لکھ دی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ سے مجھے پیسے ملتے تھے، بس جس نے دیے ہیں اس کا ذکر کر دیا ہے،مزید کا سوچنا بھی جائز نہیں ۔ورنہ میں ایسے حقائق بھی لکھوں

کہ آپ حیران ہو جائیں، لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

پہلا حج

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾.

حافظ صاحب نے پہلا سفر حج ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں کیا تھا۔

۱۱ اپریل ۲۰۱۲ بروز بدھ کو مفتی عبدالرحمن عابد صاحب کا کوٹلہ تپہ نندی پور کے قریب درس تھا۔ مولانا لقمان القاسم صاحب نے مجھے بھی دعوت دی۔ میں نے اس پروگرام میں مفتی صاحب کی ملاقات کے لیے شرکت کی اور لقمان صاحب سے کہا کہ آپ مفتی صاحب کو کہیں گوجرانوالہ سے مجھے اپنی گاڑی میں ساتھ لے جائیں۔

اگر یہ پروگرام بن جائے تو میں ضرور ان شاء اللہ آؤں گا۔ چنانچہ پروگرام بن گیا گوجرانوالہ سے مجھے مفتی صاحب نے ساتھ بٹھایا، مفتی صاحب سے یہ میری پہلی تفصیلی ملاقات تھی۔ گاڑی میں بیٹھا سلام دعا ہوئی، ماحول خوشگوار ہوا، میں نے حافظ صاحب کا تذکرہ شروع کر دیا جو کہ میرا مقصود تھا، میں نے مفتی صاحب سے سوال کیا: آپ حافظ صاحب کے متعلق وہ بات بیان کریں جو آپ نے حافظ صاحب میں دوسروں سے ممتاز دیکھی ہو، مفتی صاحب فرمانے لگے: میں نے عرب و عجم میں حافظ صاحب جیسا عالم باعمل کوئی نہیں دیکھا نہ سعودیہ میں ایسا کوئی عالم دیکھا ہے نہ پاکستان میں، یہاں آپ یہ بات یاد رکھیں مفتی صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی ہیں، ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء کا عرصہ جامعہ اسلامیہ میں مقیم رہے ہیں۔ وہاں انھوں نے سعودی شیوخ سے پڑھا ہے، کئی شیوخ کی زیارت و ملاقات کی ہے، کئی علما کے متعلق سنا بھی ہے ایسے جہاں دیدہ عالم دین کا جو ایک بڑی جماعت کے منصب افتاء پر فائز بھی ہو، حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بیان معمولی نہیں۔

میں نے مفتی صاحب سے دوسرا سوال کیا کہ آپ نے حافظ صاحب کے ساتھ کوئی سفر کیا ہو۔ مفتی صاحب فرمانے لگے: حافظ صاحب نے ۱۹۹۰ میں پہلا حج کیا تھا۔ یہ حج میں نے حافظ صاحب کے ساتھ کیا ہے۔ ہم سارے حج میں اکٹھے رہے ہیں۔ اس حج میں ہمارے ساتھ مولانا شفیق الرحمن فرخ صاحب استاذ جامعہ ابن تیمیہ، مولانا یحییٰ مجاہد بھی موجود تھے۔ ہم نے یہ مکمل حج پیدل کیا ہے۔ حرم سے

منیٰ اور منیٰ سے عرفات پیدل سفر کیا ہے۔ ہمارا یہ سفر، یہ حج بہت ہی اچھا رہا ہے، تمام مقامات میں ہم وہاں ٹھہرے اور پہنچے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ ٹھہرے اور گزرے تھے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سو فیصد سنت کے مطابق ہمارا یہ حج رہا ہے، تمام مناسک حج سنت کے مطابق ادا کیے ہیں۔

منیٰ میں ایک صاحب نے حافظ صاحب کے نام پر ایک جگہ کا انتظام کیا تھا، جہاں لوگوں کو حافظ صاحب کے نام پر اس نے اکٹھا کیا تھا کہ پاکستان سے نورپوری صاحب تشریف لا رہے ہیں انھوں نے حافظ صاحب کو دعوت دی تھی کہ منیٰ میں بہت زیادہ رش ہوتا ہے وہاں ٹھہرنا مشکل عمل ہے میں آپ کے لیے الگ ایک پرسکون جگہ کا اہتمام کرتا ہوں۔ حافظ صاحب اور ہم ساتھی جب اس جگہ پر پہنچے تو دیکھا وہاں واقعتاً کوئی رش نہیں تھا۔ کیونکہ یہ الگ جگہ تھی یہ جگہ پل جہاں ختم ہوتا ہے اس کے قریب تھی۔

تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد میں وہاں سے ویسے ہی باہر نکلا تو ذرا دور ایک جگہ پر تختی لگی ہوئی تھی اس پر لکھا تھا «بداية المنى» یعنی منیٰ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ میں یہ تختی پڑھ کر حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہا حافظ صاحب ہم یہاں منیٰ سے باہر بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے ایک تختی دیکھی ہے اس پر «بداية المنى» لکھا ہوا ہے، وہاں سے منیٰ شروع ہوتا ہے۔ لیکن وہ صاحب جنھوں نے اہتمام کیا تھا وہ نہ مانیں اور اسی بات پر بضد ہوئے کہ یہی منیٰ ہے۔ ہم نے کہا کسی شرطے (پولیس والے) سے پوچھ لیتے ہیں، جب ہم باہر آئے اور ایک شرطے سے پوچھا منیٰ کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ تو اس نے بتایا منیٰ آگے ہے یہ منیٰ نہیں ہے۔ اس کے بتانے کے بعد حافظ صاحب پھر وہاں نہیں ٹھہرے۔ وہ صاحب بڑا اصرار کرتے رہے لیکن پھر حافظ صاحب وہاں ٹھہرنے کے لیے رضا مند نہ ہوئے رضامند کیسے ہوتے کیونکہ منی سے باہر ہمارا قیام ہی غلط تھا، پھر ہم منیٰ میں مسجد خیف میں ٹھہرے وہاں ہمیں بڑی اچھی جگہ مل گئی۔ مسجد میں اے سی لگا ہوا تھا، پرسکون ماحول تھا۔ مسجد خیف وادی منیٰ میں بڑی خوبصورت مسجد ہے اس کے متعلق مشہور ہے یہاں کئی انبیاء کرام نے نمازیں ادا کیں ہیں۔

منیٰ سے جب عرفات کی طرف ہم آئے تو حافظ صاحب نے کہا ہم نے وادی عرنہ میں ٹھہرنا ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے وقوف عرفہ سے پہلے خطبہ حج یہاں ارشاد فرمایا تھا۔ اور ظہر کے وقت ظہر اور عصر کی نمازیں یہاں اکٹھی پڑھی تھیں۔ ہم بھی انشاء اللہ اسی طرح کریں گے پھر اس کے بعد عرفات کے میدان میں جائیں گے۔ میں نے یہاں مفتی صاحب کو بتایا واقعتاً اسی طرح بات ہے، حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ میں حج

کے موضوع پر مقالہ بیان کیا تھا تب بھی یہ بات بیان کی تھی اور اس پر بڑی توجہ دلائی تھی۔

مفتی صاحب نے بتایا عرفات کے میدان میں نبی ﷺ نے جبل رحمت کے پیچھے وقوف کیا تھا اس لیے ہماری بھی یہی خواہش تھی کہ وہیں وقوف کریں۔ ہم جبل رحمت کی طرف چلے لیکن ہوا یہ کہ پیچھے کی طرف جانے کی بجائے ہم اوپر والے رستے کی طرف چل پڑے، ہمیں رستے کا علم نہیں تھا۔ لوگ جبل رحمت کے اوپر چڑھنے کی وجہ سے وہ رستہ اختیار کرتے تھے اور وہاں رش بھی بہت زیادہ تھا، ہم رش میں پھنس گئے اتنا زیادہ رش تھا کہ ہم چاروں ساتھی بچھڑ گئے۔ مفتی صاحب نے بتایا سارا سامان میرے پاس تھا کھانے پینے کا سامان میں نے اٹھایا ہوا تھا۔ رش سے بچنے کے لیے میں ایک سائیڈ پر ہوا رستے کی سائیڈ پر چھوٹی دیوار تھی رش سے بچنے کے لیے میں اسے پھلانگنے لگا تو میری ایک ٹانگ ادھر اور ایک ٹانگ دوسری طرف تھی کہ میں رش کی وجہ وہاں لٹک گیا، اب مجھے تو یقین ہوگیا کہ کہیں سے کوئی میرے اوپر گرے گا اور میری ٹانگ ران سے ٹوٹ جائے گی۔ یہ میرے اوپر آزمائش کا وقت تھا میں نے سوچا کہ ہاتھ میں اٹھائے ہوئے سامان کو پھینک دوں پھر سوچتا اگر سامان پھینک دیا تو پھر کھائیں گے کیا؟ یہاں سے دور دور تک کھانا نہیں ملتا، خیر یہ خیال بھی آتا رہا اور جاتا رہا۔ اتنی دیر میں مجھے نہیں پتا کیا ہوا بس یوں لگا کہ کسی نے مجھے اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیا ہے۔ میں صحیح سالم دوسری طرف کھڑا ہو گیا اور رش سے بھی بچ گیا۔ مفتی صاحب یہ بات سناتے وقت کہنے لگے مجھے تو کوئی فرشتہ ہی لگتا تھا جس نے مجھے اٹھا کر دوسری طرف کھڑا کر دیا۔ اس رش سے نکل کر میں جبل رحمت کے پیچھے آ گیا مفتی صاحب نے بتایا ہماری آپس میں یہ بات طے تھی کہ اگر ہم منتشر ہو گئے تو مشعر حرام میں اکٹھے ہوں گے چنانچہ ہم مزدلفہ میں مشعر حرام میں دوبارہ اکٹھے ہوئے۔ تو سب نے بتایا ہم بھی جبل رحمت کے پیچھے آ گئے تھے۔ مفتی صاحب نے بتایا مسجد خیف میں اے سی چل رہے تھے رات کو وہاں کولنگ (Coolng) بہت زیادہ ہو جاتی تھی ہمارے پاس لائیلون کی چٹائی تھی ہم نے مسجد سے باہر وہ چٹائی بچھائی اور اس پر سوئے اس چٹائی پر ہمارے ساتھ حافظ صاحب بھی سوئے۔

ہم نے حافظ صاحب کو بالکل بے تکلف پایا، کسی قسم کا تکلف ناز ونخرہ ہم نے حافظ صاحب میں نہیں دیکھا اور نہ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہم میں کوئی ایسی ہستی اور شخصیت موجود ہے جس کی خدمت کے بوجھ سے ہم نے کوئی تھکان یا پریشانی محسوس کی ہو۔ جہاں ہم بیٹھتے وہاں حافظ صاحب بیٹھتے جہاں ہم

سوتے وہاں حافظ صاحب سوتے جو ہم کھاتے وہی حافظ صاحب کھاتے، ہم نے کئی بار حافظ صاحب سے کہا آپ کیا پسند کرتے ہیں ہم وہ لے آتے ہیں لیکن حافظ صاحب نے ایک دفعہ بھی کوئی چیز ہمیں نہیں بتائی، بار بار اصرار کرنے پر بھی نہیں بتائی یہی کہا جو آپ لے کر آئیں گے وہی کھائیں گے جو سب کھائیں گے وہی کھائیں گے۔

یہ تو حافظ صاحب کا عمل تھا جبکہ ہم نے دوسرے علما کے نخرے دیکھے ہیں۔ ان کے نخرے ہی دیکھیں ہیں اور تو کچھ نہیں ہوتا صرف نخرے ہی ہوتے ہیں۔علم کی بات پوچھو پھر بھی نخرہ، کھانے کی پوچھو پھر بھی نخرہ، جن کے پاس علم نہیں ہوتا ان کے پاس نخرے ہوتے ہیں اور جن کے پاس علم ہوتا ہے ان میں نخرے نہیں ہوتے، علم اور عمل ہوتا ہے

مفتی صاحب نے بتایا حافظ صاحب کی آمد کا پتا جس پاکستانی کو بھی ہوا وہ آپ سے ملنے آیا، باب بلال کے پاس پاکستانی لوگ اکھٹے ہوتے ہیں، ایک دفعہ حافظ صاحب ادھر آئے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور مسائل پوچھنے لگے۔ کافی بڑا مجمع ہو گیا اس مجمع کو دیکھ کر پولیس والے آ گئے ان شرطوں نے پوچھا یہاں کیا ہو رہا ہے تو لوگوں نے بتایا یہاں پاکستان سے ایک شیخ آئے ہوئے ہیں وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے ہیں۔ فتویٰ کا نام سن کر شرطوں نے حافظ صاحب کو وہاں سے اپنے ساتھ لے لیا کیونکہ وہاں کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں۔ اور پھر اس طرح کا مجمع دیکھ کر تو سعودی حکومت فوراً حرکت میں آ جاتی ہے۔ ادھر پاکستانی لوگ پریشان ہو گئے کہ حافظ صاحب گرفتار ہو گئے ہیں شرطے حافظ صاحب کو لے گئے ہیں۔ اتنے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے بھائی حافظ عابد الٰہی صاحب پہنچ گئے۔ انھوں نے جا کر انہیں بتایا یہ پاکستان کے بہت بڑے شیخ ہیں سلفی العقیدہ ہیں۔ حافظ عابد الٰہی صاحب کی باتیں سن کر انھوں نے حافظ صاحب کو چھوڑ دیا اور کہا اب یہاں فتویٰ نہ دیں۔

شیخ ابن باز سے ملاقات:

مفتی صاحب نے بتایا حافظ صاحب کی ملاقات وہاں الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سے بھی ہوئی۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نمازوں کے اوقات میں جہاں سے گزرتے تھے وہاں ایک دفعہ میں رستہ میں کھڑا ہو گیا اور محافظ دستے سے گزرتا ہوا شیخ صاحب کو ملا اور انہیں بتایا کہ پاکستان سے حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ تشریف لائے ہیں آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے یہ بات سن کر ملاقات کے

لیے انہیں بلایا۔ جب حافظ صاحب آئے تو شیخ صاحب بیٹھے ہوئے تھے حافظ صاحب کے آنے پر شیخ صاحب کھڑے ہو کر انہیں ملے وہاں تقریباً پانچ دس منٹ کی مجلس ہوئی کیونکہ محافظ شرطے وہاں زیادہ دیر کسی کو ملنے نہیں دیتے۔

مفتی صاحب نے مجھے بتایا شیخ ابن باز صاحب رحمہ اللہ حافظ صاحب کو پہلے جانتے تھے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے حافظ صاحب کو جاننے کے متعلق اس تعارف کا ایک یہاں مفتی صاحب نے ایک واقعہ سنایا فیصل آباد کے رستے میں شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں ہے پن چک، یہاں کے مولوی عباس صاحب حافظ صاحب کے شاگرد ہیں۔ مولوی عباس صاحب کا بریلویوں سے دیہات میں جمعہ پڑھانے کے متعلق اختلاف ہو گیا اختلاف طول اختیار کر گیا تو بات یہاں تک پہنچی کہ دیہات میں خطبہ جمعہ پڑھنے کے دلائل اہلحدیث حضرات لکھیں، اور نہ پڑھنے کے دلائل بریلوی حضرات لکھیں۔ پھر دونوں اپنے اپنے دلائل لکھ کر سعودی عرب کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کو بھیجیں، دونوں فریق انہیں قاضی تسلیم کریں اور وہ جو فیصلہ کریں دونوں فریق اسے قبول کریں۔ چنانچہ یہ بات فریقین میں طے ہوئی۔ تو مولوی عباس صاحب حافظ صاحب کے پاس آئے اور انہیں ساری بات سے آگاہ کیا اور حافظ صاحب کو دیہات میں خطبہ جمعہ پڑھانے کے متعلق دلائل لکھنے کا کہا، حافظ صاحب نے دیہات میں جمعہ پڑھنے کے دلائل لکھ کر اسے دے دیے، اس نے حافظ صاحب کی تحریر اور بریلوی مولوی صدیق صاحب کی تحریر شیخ ابن باز کو ارسال کر دیں۔ شیخ ابن باز نے دونوں تحریریں پڑھ کر اپنا فیصلہ لکھا اور اسے حافظ صاحب اور مولوی صدیق کی طرف ارسال کر دیا۔ افادہ عام کے لیے وہ فیصلہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

مِنْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بَازْ اِلَى الاخُوَيْنِ الْكَرِيْمَيْنِ عَبْدِ الْمَنَّانِ بْنِ عَبْدُالْحَقِّ النُّوْرفُوْرِىْ و مُحَمَّد صَدِّيْق، وَفَّقَهُمَااللّٰهُ لِقَوْلِ الْحَقِّ والْعَمَلِ بِهٖ وَ زَادَهُمَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْاِيْمَان.

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ وَصَلَنِيْ كِتَابَاكُمَا وَ تَاَمَّلْتُ مَا ذَكَرْتُمَا فِيْهِمَا مِنَ اخْتِلَافِ بَيْنَكُمَا فِيْ حُكْمِ اِقَامَةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرىٰ وَ تَحْكِيْمِكُمَالِيْ فِيْ هٰذَا وَ اَسْئَالُ اللّٰهُ

اَنْ یَّجْعَلَنَا وَ اِیَّاکُمْ مِنْ دُعَاةِ الْهُدٰی وَ اَنْصَارِ الْحَقِّ وَ اَنْ یَّمْنَحَنَا جَمِیْعًا الْفِقْهَ فِیْ دِیْنِهٖ وَالثَّبَاتَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ خَیْرُ مَسْئُوْلٍ، وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْحَقَّ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ مَتٰی وَجَدَهَا اَخَذَهَا وَلَا یَخْفٰی اَیْضًا اَنَّ الْمَرْجِعَ فِیْ مَسَائِلِ الْخِلَافِ هُوَ کِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ وَ صَفْوَتِهٖ مِنْ خَلْقِهٖ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ کَمَا قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾.

وَ قَالَ سُبْحَانَهٗ ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ﴾ وَ قَالَ عَزَّوَ جَلَّ ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾

وَ قَدْ تَاَمَّلْتُ اَدِلَّةَ الْفَرِیْقَیْنِ الْقَائِلِیْنَ بِوُجُوْبِ اِقَامَةِ الصَّلَاةِ الْجُمُعَةِ فِی الْقُرٰی وَالْقَائِلِیْنَ بِعَدَمِ وُجُوْبِهَا وَ عَدَمِ صِحَّتِهَا ، وَ رَاَیْتُ اَدِلَّةَ اَصْحَابِ الْقَوْلِ الْاَوَّلِ وَ هُمُ الْجُمْهُوْرُ اَوْضَحَ وَ اَکْثَرَ وَ اَصَحَّ وَ مِمَّا یُوْضِحُ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَرَضَ عَلٰی عِبَادِهٖ اِقَامَةَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ﴾ الآیة .

وَقَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ: «لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ». [رواه الامام مسلم فی صحیحه]

وَ لَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَقَامَ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ هِیَ فِیْ اَوَّلِ الْهِجْرَةِ فِیْ حُکْمِ الْقُرٰی وَ اَقَرَّ اَسْعَدَبْنَ زُرَارَةَ عَلٰی اِقَامَةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِیْ نَقِیْعِ الْخَضْمَاتِ وَ هُوَ فِیْ حُکْمِ الْقَرْیَةِ وَلَمْ یَثْبُتْ اَنَّهٗ ﷺ اَنْکَرَ ذٰلِكَ وَالْحَدِیْثُ فِیْ ذٰلِكَ حَسَنُ الْاَسْنَادِ وَ مَنْ اَعَلَّهٗ بِابْنِ اِسْحَاقَ فَقَدْ غَلَطَ لِاَنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ تَصْرِیْحُهٗ بِالسَّمَاعِ ، وَلِاَنَّهٗ ﷺ قَالَ صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ، وَقَدْ رَاَیْنَاهُ

صَلَّى الْجُمُعَةَ فِيْ الْمَدِيْنَةِ مِنْ حِيْنَ هَاجَرَ اِلَيْهَا ، وَلِاَنَّهُ ﷺ اَقَرَّ اَهْلَ جُوَاثَا وَ هِيَ قَرْيَةٌ مِنْ قُرىٰ الْبَحْرَيْنِ عَلىٰ اِقَامَةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ ، وَالْحَدِيْثُ بِذٰلِكَ مُخْرَجٌ فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِ ولِاَنَّهَا اِحْدٰى الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَوَجَبَ اَدَاؤُهَا عَلٰى اَهْلِ الْقُرىٰ كَاَهْلِ الْاَمْصَارِ وَ كَصَلَاةِ الظُّهْرِ فِيْ حَقِّ الْجَمِيْعِ فِيْ غَيْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ اِنَّمَا تُرِكَتْ اِقَامَتُهَا فِي الْبَادِيَةِ وَالسَّفَرِ لِعَدَمِ اَمرِهٖ ﷺ لِلْبَوَادِيْ وَالْمُسَافِرِيْنَ بِاِقَامَتِهَا ، وَلِاَنَّهُ ﷺ لَمْ يُقِمْهَا فِي السَّفَرِ فَوَجَبَتْ اِقَامَتُهَا فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ الَّذِيْ سِوٰى ذٰلِكَ هُوَ الْقُرىٰ وَالْاَمْصَارُ ، وَ لِاَنَّ فِيْ اِقَامَتِهَا مَصَالِحَ عَظِيْمَةً مِنْ جَمْعِ اَهْلِ الْقَرْيَةِ فِيْ مَسْجِدٍ وَاحِدٍ وَ وَعْظِهِمْ وَ تَذْكِيْرِهِمْ كُلَّ اَسْبُوْعٍ بِمَا شَرَعَ اللّٰهُ فِيْ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ وَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْاَدِلَّةِ يَتَّضِحُ لِكُلِّ مُنْصِفٍ صِحَةَ قَوْلِ الْجُمْهُوْرِ وَ اَنَّهُ اَقْرَبُ اِلٰى بَرَاءَةِ الذِّمَّةِ وَ صَلَاحِ الْاُمَّةِ اَمَّا اَثَرُ عَلِيٍّ t فَهُوَ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ ، وَلَا يَصِحُّ الْمَرْفُوْعُ كَمَا نَبَّهَ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْهُمْ النَّوَوِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَعَ اَنَّ فِيْ صِحَةِ الْمَوْقُوْفِ نَظَرًالِاَنَّ فِيْ اَسَانِيْدِهٖ عِنْدَ عَبْدِ الرَّزَّاقِ الثَّوْرِيَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَ لَمْ يُصَرِّحْ بِالسَّمَاعِ وَ هُوَ مَوْصُوْفٌ بِالتَّدْلِيْسِ وَ جَابِرَ الْجُعْفِيْ وَالْحَارِثِ الْاَعْوَرَ وَ كِلَاهُمَا ضَعِيْفٌ .

وَ فِيْ سَنَدِهٖ عِنْدَبْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ الْاَعْمَشُ وَلَمْ يُصَرِّحْ بِالسَّمَاعِ وَ هُوَ مُدَلِّسٌ مَعْرُوْفٌ لٰكِنْ عَنْعَنَهٗ وَ عَنْعَنَةُ الثَّوْرِي مَحْمُوْلَةٌ عَلَى السَّمَاعِ فِيْمَا خَرَّجَهٗ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَمَّا غَيْرَ الصَّحِيْحَيْنِ فَلَيْسَ هُنَاكَ مَانِعٌ مِنْ تَعْلِيْلِ رِوَايَتِهِمَا بِذٰلِكَ اِذَا لَمْ يُصَرِّحَابِالسَّمَاعِ .

هٰذَا مَا ظَهَرَ لِيْ وَ اَسْئَالُ اللّٰهَ اَنْ يُّوَفِّقَنِيْ وَ اِيَّاكُمَا وَ سَائِرَ اِخْوَانِنَا لِاَصَابَةِ الْحَقِّ وَ اَنْ يَمُنَّ عَلَيْنَا جَمِيْعًا بِاِيْثَارِ الْحَقِّ عَلٰى مَا سِوَاهُ وَ اَنْ يُّعِيْذَنَا جَمِيْعًا مِنَ التَّعَصُّبِ وَ اِتِّبَاعِ الْهَوٰى فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ اَنَّهُ وَلِيُّ ذٰلِكَ وَالْقَادِرُ

عَلَيْه، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلرَّ ئِيْسُ الْعَامُ لِاَدَارَاتِ الْبُحُوْثِ الْعِلْمِيَّةِ وَالْاَفْتَاءِ وَالدَّعْوَةِ وَالْاَرْشَادِ.

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز دو محترم بھائیو عبدالمنان عبدالحق نورپوری اور محمد صدیق کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو قول حق اور عمل بالحق کی توفیق دے اور ان کے علم و ایمان میں اضافہ فرمائے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد! میرے پاس تم دونوں کی تحریریں پہنچی۔ اور گاؤں میں نماز جمعہ قائم کرنے کے حکم میں تم دونوں کے ذکر کردہ اختلاف میں۔ میں نے غور وفکر کیا ہے اور تم نے مجھے فیصل تسلیم کیا ہے۔ اور اللہ سے سوال کرتا ہوں وہ ہمیں اور تمہیں ہدایت کی دعوت دینے والے اور حق کے مددگار بنائے۔ اور وہ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما دے اور اسی پر ثابت قدم رکھے، بے شک وہ سب سے اچھا مسئول ہے۔ اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حق مومن کی گم شدہ متاع ہے جب وہ اسے پاتا ہے تو پکڑ لیتا ہے اور یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اختلافی مسائل میں مرجع اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ ہے۔ جس طرح کے اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے اولی الامر کی پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ کے ساتھ اور آخرت کے دن کے ساتھ۔ یہ بہتر ہے اور اچھا ہے انجام کے اعتبار سے۔ [النساء: ۵۹ پ ۵] اور اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے اور جس چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا حکم اللہ کی طرف ہے۔ [الشوریٰ ۱۰ پ ۲۵] اور اللہ عز وجل نے فرمایا ہے کہہ دو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پس اگر تم پھر جاؤ تو رسول کا بوجھ اس پر ہے اور تمہارا بوجھ تم پر ہے۔

اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور نہیں ہے رسول پر مگر پہنچانا ظاہر۔ [النور ۵۴ پ ۱۸] اور جو لوگ گاؤں میں نماز جمعہ قائم کرنے کے وجوب کے قائل ہیں اور جو وجوب کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اس کو صحیح سمجھتے ہیں میں نے دونوں فریقوں کے دلائل پر غور کیا ہے تو میں پہلے قول والوں کے دلائل کو واضح اور اکثر پایا ہے اور وہ جمہور ہیں۔ اور جو

دلائل اس کو واضح کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی نماز قائم کرنا اپنے بندوں پر فرض کی ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف کوشش کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (الآیۃ) الجمعۃ ۹ پ ۲۸] اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگ ضرور بالضرور جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں گے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ (مسلم الجمعۃ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ) اور اس لیے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں جمعہ کی نماز قائم کی اور مدینہ ہجرت کے وقت گاؤں کے حکم میں تھا۔[اور نقیع الخصمات میں نماز جمعہ قائم کرنے پر حضرت اسعد بن زرارہ کو مقرر کیا، اور وہ گاؤں کے حکم میں تھا اور نبی ﷺ سے اس کا انکار ثابت نہیں، اور یہ حدیث سند حسن سے ہے اور جس نے ابن اسحاق کے ساتھ اس حدیث کی علت نکالی ہے اس نے غلطی کی ہے کیونکہ سماع کی تصریح ثابت ہے۔

[(ابوداود، الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ)]

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے دیکھا کہ میں پڑھتا ہوں۔

[(بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ)]

اور ہم نے دیکھا کہ جس وقت سے آپ مدینہ پہنچے اسی وقت سے نماز جمعہ پڑھی اور نبی ﷺ نے "جواثا" والوں کو نماز جمعہ قائم کرنے پر برقرار رکھا اور وہ بحرین کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔ اور اس کی حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ (بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی المدن والقریٰ) اور اس لیے کہ نماز جمعہ جمعہ کے دن پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ہے تو اس کا ادا کرنا شہر والوں کی طرح گاؤں والوں پر بھی واجب ہے۔ اور جس طرح جمعہ کے دن کے علاوہ ظہر کی نماز تمام کے حق میں ہے اسی طرح جمعہ کے دن نماز جمعہ سب کے لیے ہے۔ اور جنگل اور سفر میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جاتی کیونکہ اس کے قائم کرنے کا بوادی اور مسافرین کو ی ﷺ کا حکم نہیں ہے، اور آپ نے سفر میں اس کو قائم نہیں کیا تو اس کے علاوہ جمعہ کو قائم کرنا واجب ہوا اور جو اس کے علاوہ ہے وہ گاؤں اور شہر ہی ہیں۔ اور جمعہ قائم کرنے میں بڑی حکمتیں ہیں کہ گاؤں والے ایک مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور ہر ہفتہ جمعۃ

المبارک کے دو خطبوں میں اللہ کے دین کے لیے وعظ ونصیحت ہوتی ہے۔

ہمارے ذکر کردہ دلائل سے ہر منصف پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جمہور کا قول صحیح ہے اور حق کے قریب ہے بنسبت مخالفین کے اور جمہور کا قول ہی مسلمانوں کے دین اور دنیا کے معاملہ میں نفع بخش ہے اور براءِ ذمہ کے قریب ہے اور اسی میں امت کی اصلاح ہے۔

اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے تو وہ موقوف ہے اور مرفوع ثابت نہیں جس طرح اسی بات پر بہت زیادہ محدثین نے متنبہ کیا ہے ان میں سے امام نووی رحمہ اللہ ہیں، اور موقوف کی صحت میں بھی نظر ہے کیونکہ عبدالرزاق کے ہاں اس کی اسانید میں ثوری رحمہ اللہ ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی اور وہ موصوف بالتدلیس ہیں، اور جابر جعفی اور حارث اعور بھی ہیں اور وہ دونوں ضعیف اور ابن شیبہ کے ہاں اس کی سند میں اعمش ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی اور وہ مشہور مدلس ہیں لیکن جب ثوری اور اعمش صحیح بخاری اور مسلم میں آئیں تو ان کی معنعن روایت سماع پر محمول ہوگی لیکن صحیحین کے علاوہ جب وہ دونوں سماع کی تصریح نہ کریں تو ان کی روایت کی تعلیل میں کوئی رکاوٹ نہ ہے۔

یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تم دونوں کو اور ہمارے سب بھائیوں کو قبول حق کی توفیق دے اور وہ ہم پر احسان کرے کہ ہم حق کو باطل پر ترجیح دے سکیں اور وہ ہمیں تعصب اور خواہش پرستی سے بچائے، تمام حالتوں میں۔ وہ اس کا ولی اور اس پر قادر ہے۔" والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الرئیس العام: لِإِدَارَاتِ الْبُحُوْثِ الْعِلْمِيَّةِ وَالْإِفْتَاءِ وَالدَّعْوَةِ وَالْإِرْشَادِ

مولانا شفیق الرحمان فرخ صاحب نے بتایا: اس حج میں میں بھی حافظ صاحب کے ساتھ تھا۔ حافظ صاحب کی ملاقات علامہ البانی رحمہ اللہ سے بھی ہوئی تھی۔

دوسرا حج

حافظ صاحب نے پہلا سفر حج ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں کیا تھا۔ اور دوسرا حج اگلے سال ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں کیا۔

محمد سبطین جوئیہ ضلع سرگودھا کے ایک بزرگ ہیں، انھوں حج کرنا تھا، یہ کسی ایسے آدمی کی تلاش میں تھے جو انہیں صحیح سنت کے مطابق حج کرائے، ان کو کسی نے بتایا اگر آپ صحیح حج کرنا چاہتے ہیں تو پھر ایک ہی شخص ہے جو آپ کو صحیح حج کرا سکتا ہے اور وہ ہیں حافظ عبدالمنان نورپوری۔ان بزرگوں نے پھر حافظ صاحب سے رابطہ کیا اور آپ سے حج کا وعدہ کردیا، چنانچہ حافظ صاحب ان کے ساتھ ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں حج پر گئے۔

ایک دفعہ مجھے حافظ صاحب نے بتایا: میں نے مولانا عبداللہ صاحب سے کہا مجھے مدرسہ سے رخصت چاہیے میں حج کے لیے جا رہا ہوں۔ مولانا عبداللہ صاحب نے کہا آپ پچھلے سال حج کر آئے ہیں اس سال نہ جائیں اسباق کون پڑھائے گا۔ فرض آپ کا ادا تو ہوگیا ہے۔ نہ جاؤ میں نے کہا میں نے صوفی صاحب سے وعدہ کرلیا ہے اور انھوں نے پیسے بھی جمع کروا دیے ہیں لہٰذا میں نے جانا ہے۔ مولانا صاحب فرمانے لگے اگر آپ نے جانا ہے تو اپنی مرضی سے جائیں آپ کو ہماری طرف سے اجازت نہیں ہے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے کہا چھٹی کے بغیر تو میں جا سکتا ہوں۔ مولانا صاحب کہتے ہیں ہاں آپ چھٹی کے بغیر جا سکتے ہیں، حافظ صاحب کہتے ہیں ٹھیک ہے پھر میں چھٹی کے بغیر ہی جا رہا ہوں۔ مولانا صاحب کا مطلب یہ تھا کہ تو اپنی مرضی سے جا رہا ہے ہماری اجازت نہیں لہٰذا ہم تجھے تنخواہ نہیں دیں گے۔ میں نے سوچا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں تنخواہ نہیں ملتی تو نہ ملے۔

میں نے گھر آ کر عبدالرحمٰن کو کہا میں چھٹی کے بغیر حج پر جا رہا ہوں۔ میں نے چھٹی مانگی تھی نہیں ملی تو جب تنخواہ کا وقت آئے گا تو تو نے تنخواہ نہیں مانگنی۔ اگر خود دیں گے تو ٹھیک ہے نہ دیں گے تو تو نے تنخواہ نہیں مانگنی۔ بہرحال جب تنخواہ کا وقت آیا تو مدرسہ والوں نے تنخواہ نہ دی۔ عبدالرحمٰن ابھی چھوٹا تھا یہ پریشان ہوگیا اس نے مدرسہ والوں سے تنخواہ تو نہ مانگی لیکن مجھے خط لکھ دیا مدرسہ والوں نے تنخواہ نہیں دی۔ میں مکہ میں تھا وہاں خط مجھے ملا، میں نے خط پڑھ کر جواب لکھا کہ آپ نے فکرمند نہیں ہونا ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ اور دوسری آیات لکھیں اور لکھا کہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے سوچا یہ ابھی چھوٹا ہے پریشان ہوگیا ہے اب اسے بتا دوں کہ میں تیری والدہ کو خرچہ دے کر آیا ہوں۔ میں جب واپس آؤں گا تو مدرسہ جاؤں گا وہاں پڑھاؤں گا۔ وہ مجھے تنخواہ دیں یا نہ دیں میں مدرسہ پڑھاؤں گا وہ مجھے تنخواہ نہیں دیں گے تو میں مانگوں گا بھی نہیں۔ اگر

مولوی صاحب مجھے یہ کہہ دیں: تجھے جواب ہے تو نے مدرسہ پڑھانے نہیں آنا کرنا، تو پھر میں نہیں جاؤں گا۔ بصورت دیگر میں مدرسہ ضرور جاؤں گا۔ مدرسہ کے ہم پر بڑے احسانات ہیں، یہ خط میں نے لکھ کر گھر بھیج دیا۔ مولوی نوردین صاحب یہ ہمارے محلے میں رہتے تھے جامعہ محمدیہ میں پہلے خادم تھے۔ اب خادم نہیں تھے۔ یہ اپنے شوق سے ہی میرے خطوط کی فوٹو کاپی کروا کر اپنے پاس رکھا کرتے تھے، انھوں نے یہ خط بھی عبدالرحمٰن سے وصول کرلیا، اس کی فوٹو کاپی کروائی۔ اس نے یہ خط پڑھ کر جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کو دکھا دیا عبدالرحمٰن کو اس بات کا پتا نہیں تھا کہ مولوی نوردین صاحب نے یہ خط انتظامیہ کو جا کر دکھانا ہے، اس نے یہ خط شیخ یوسف بان سوتر والے کو دیا، شیخ صاحب نے انتظامیہ کو اور مولانا صاحب کو جا کر کہا آپ اس کی تنخواہ بند کر رہے ہیں اور وہ آپ کے متعلق یہ لکھ رہا ہے۔ یہ خط پھر مولانا عبداللہ صاحب کے پاس شیخ بان سوتر والے لے کر گئے اور انہیں پڑھایا۔

پھر جب میں حج سے واپس آیا تو جامعہ گیا، جامعہ کے گیٹ کے ساتھ اساتذہ کا حاضری رجسٹر رکھا ہوا تھا میں اس پر حاضری لگانے لگا تو مولوی صاحب ہنسنے لگ گئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو کہنے لگے تجھے پتا نہیں مدرسہ کا وقت بدل گیا ہے؟ اور ایک قانون بھی پاس ہوا ہے۔ میں نے کہا مجھے نہیں پتا قانون کیا پاس ہوا ہے مولانا صاحب فرمانے لگے قانون یہ پاس ہوا ہے کہ جو استاد وقت مقررہ سے لیٹ آئے گا وہ رجسٹر پر حاضری نہیں لگائے گا۔ اس کی چھٹی متصور ہوگی۔ یہاں مجھے حافظ صاحب نے ایک دلچسپ بات سنائی کہ جب یہ قانون پاس ہوا تو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب کو کہا اگر اس کی چھٹی ہی متصور ہونی ہے تو پھر وہ اس دن سبق نہ پڑھائے گھر چلا جائے کیونکہ چھٹی تو اس کی متصور ہوگی، سبق پڑھائے پھر بھی نہ پڑھائے پھر بھی، اس پر مولانا صاحب فرمانے لگے: نہیں! سبق اس کو مکمل پڑھانے پڑیں گیں۔

تیسرا حج:

حافظ صاحب نے تیسرا حج ۲۰۰۲ء میں کیا ہے۔ شاہ فہد نے جامع امام کی طرف سے ہر ملک سے آٹھ آٹھ علما کرام کو حج کرانیکا اعلان کیا۔ پاکستان سے اس سال شاہ فہد کی دعوت پر جن علما کرام نے حج کیا وہ یہ تھے۔ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب، مولانا ارشاد الحق اثری صاحب، مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب، عبدالحق امیر جماعت اسلامی کوئٹہ، مولانا حنیف شاہ صاحب، مولانا عبدالمالک جماعت

اسلامی منصورہ لاہور۔

مولانا ارشاد الحق اثری نے مجھے بتایا: جب ہم حج پر گئے تو ذوالحجہ کے دنوں میں حافظ صاحب نے روزے رکھنے شروع کر دیے ان دنوں حافظ صاحب کی طبیعت خراب تھی صحت اچھی نہیں تھی، ہم نے حافظ صاحب سے کہا آپ روزے نہ رکھیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، لیکن حافظ صاحب روزے رکھتے اور کہتے مجھے روزہ کچھ نہیں کہتا بالآخر حافظ صاحب کی طبیعت زیادہ ہی خراب ہوگئی، ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا انھوں نے چیک اپ کیا شوگر ہائی تھی ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ روزے نہ رکھیں، پھر حافظ صاحب نے نہیں رکھے۔ اثری صاحب فرماتے ہیں ہم نے حافظ صاحب کو کہا ہم آپ کو پہلے کہتے تھے آپ روزے نہ رکھیں اب آپ نے ڈاکٹر کی بات مان لی ہے ہماری نہیں مانی۔

اس حج پر حافظ صاحب غزوہ خندق کی جگہ پر بھی گئے، وہاں عربی شیخ جو ساتھ گئے تھے، انھوں نے علما کے سامنے یہ سوال رکھ دیا: بتاؤ غزوہ خندق کس مہینہ ہوئی؟ وہاں موجود علما کرام میں سے کسی نے کوئی مہینہ بتایا تو کسی نے کوئی۔ لیکن حافظ صاحب نے صحیح مہینہ بتایا کہ وہ شوال ۵ ہجری کو ہوئی۔ بظاہر یہ سوال معمولی سا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا صحیح جواب وہی دے سکتا ہے جس کی سیرت نبی ﷺ پر مکمل گہری نظر ہو، اور حافظہ اس کا پختہ ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو جب کبھی بھی کوئی سوال کرے اس کی زبان سے فوراً صحیح جواب صادر ہو، ہر چیز روشن ہو جائے۔

سفرنورستان کی روئیداد

حرف آغاز

دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب روسی فوج نے ایک آزاد اورخودمختار اسلامی ملک ''افغانستان'' پر یلغار کی اوراس کی آزاد حیثیت کوختم کر کے ناجائز قبضہ جمانے کی کوشش کی، تو مجاہدین افغانستان نے پرزور مزاحمت کی جو پانچ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود جاری تھی۔

جب سے افغانستان میں حریت پسند افغان مجاہدین اورکارمل وروسی افواج کے درمیان جنگ شروع تھی، تحریک مجاہدین پاکستان خدمت انسانی اوراخوت اسلامی کے جذبہ سے افغان مجاہدین کی امداد واعانت میں مصروف عمل تھی۔ حضرت الاستاذ قاری محمد یحییٰ بھوجیانی کی قیادت میں ہمارے رفقا کرام نے ملک کے مختلف اضلاع، قصبات اور دیہات کے دورے کر کے کئی ٹرک سامان خورونوش، لباس، بستر، ادویات، خیمہ جات اورنقدی کی صورت میں افغان مجاہدین کا بھرپورتعاون کیا۔

(اس سلسلہ میں ہمیں مولانا محمد خالد گرجاکھی کی خصوصی راہنمائی حاصل رہی، مزید جن احباب نے اس کارخیر میں ہمارا ہاتھ بٹایا ان میں مولانا شمشاد سلفی، قاری عصمت اللہ ظہیر، جناب صدیق الحسن رانا، مولانا محمد اعظم، حافظ مولانا الیاس اثری، مولانا محمد یعقوب سیالکوٹی، مولانا محمد ادریس کیلیانوالہ، مولانا ذکی الرحمٰن، حافظ احمد عمران، مولانا محمد فاضل، مولوی سلیم اللہ اور حافظ افتخار الٰہی تنویر کے اسمائے گرامی بطورخاص قابل ذکر ہیں اللہ تعالیٰ تمام معاونین کرام کواجرعظیم سے نوازے۔ آمین)

خداوند قدوس کے فضل وکرم اور افغان مہاجرین کی سلفی تنظیم کی سعی وکوشش سے اب افغانستان کے ایک علاقے نورستان میں مکمل اسلامی حکومت قائم ہوچکی ہے شرعی حدود کا نفاذ ہے، زانی کورجم کیا جاتا ہے، چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، بے نماز کوسزا دی جاتی ہے غرضکہ تمام شعبہ ہائے زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جا چکا ہے ،اسی اسلامی ریاست نورستان کے خارجی امور کے رئیس

مولانا محمد ابراہیم نورستانی کی دعوت پر ہمارے کئی بزرگ نورستان تشریف لے گئے جن میں مولانا محمد خالد، مولانا ذکی الرحمٰن اور شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان شامل ہیں۔ اول الذکر دونوں اصحاب کے تاثرات، کافرستان سے نورستان تک اور آئینہ نورستان کے نام سے الگ الگ شائع کیے جا چکے ہیں اب ہم مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کے دورہ نورستان کی روئیداد شائع کر رہے ہیں جس میں موصوف نے نورستان میں اسلامی حکومت کے خدوخال کا مکمل جائزہ پیش کیا ہے۔

آخر میں ہم تمام اہل اسلام سے بالعموم اور اپنے سلفی بھائیوں سے بالخصوص اپیل کریں گے کہ وہ نورستان کی سلفی تنظیم، دولت انقلابی اسلامی کے ساتھ مکمل تعاون فرمائیں تاکہ اس خالص اسلامی وسلفی ریاست کو مضبوطی حاصل ہو۔ آمین یارب العالمین۔

آغاز سفر

راقم الحروف اپنے دونوں ساتھیوں ذکی الرحمٰن لکھوی اور محمد اشفاق نورپوری کے ہمراہ ۲۴ شعبان ۱۴۰۴ھ کو گوجرانوالہ سے روانہ ہوا۔ پشاور پہنچ کر رئیس الجامعہ الاثریہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نورستانی سے ملاقات کی انھوں نے مولانا محمد عمر صاحب قریشی کو ہماری راہنمائی کی خاطر ہمارے ساتھ روانہ کیا جس پر ہم ان دونوں حضرات کے انتہائی شکرگزار ہیں چنانچہ قریشی صاحب ہمیں حضرت مولانا شیر محمد صاحب نورستانی کے قافلہ میں ملا کر واپس تشریف لے آئے مولانا شیر محمد صاحب ہمارے ساتھ بڑے حسن سلوک سے پیش آئے چنانچہ کچھ وقت ہم ان کے قافلہ کے ساتھ چلے پھر بندہ کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ہم پیچھے رہ گئے اور قافلہ آگے چل دیا آخر دوسرے دن آرام آرام سے چلتے ہم بھی پہنچ ہی گئے۔

ہمارے سفر کی پہلی منزل

اہل نورستان کو ہم سے پہلے پہنچنے والے قافلہ کے ذریعہ ہماری آمد کی اطلاع ہو چکی تھی، چنانچہ برگمتال سے کوئی تین چار گھنٹے کی مسافت پر نورستانی نوجوان ہمارے لیے گھوڑے لیے کھڑے تھے، ہم نے کہا ہم نے ارادہ کر رکھا ہے کہ مرکز تک پیدل ہی جائیں گے، نیز اس پہاڑی راستہ پر پیدل چلنے میں ہم زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں آپ لوگوں کا بہت شکریہ، اس مختصر بات چیت کے بعد ہم سب روانہ ہو گئے تھوڑا سا آگے پہنچے ایک بانڈے اور ڈیرے کے پاس بابا عبدالرزاق نامی بزرگ گائیں چرا رہے تھے

انھوں نے ہمیں دیکھتے ہی ایک گائے پکڑی اسے دوہا ایک بڑے کاسہ میں تازہ دودھ پیش کیا اور رات وہیں ٹھہرنے کی ،درخواست کی ہم نے رات ان کے پاس ٹھہرنے سے معذرت کر لی اور آگے چل دیے۔ یاد رہے گھوڑوں والے نوجوان ہمارے ساتھ رہے چنانچہ ہم اٹھائیس شعبان بروز بدھ بوقت مغرب بابا عبدالکریم کے باڈے اور ڈیرے پر پہنچ گئے اور رات وہیں ٹھہرے انھوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی جمعرات انتیس شعبان کو صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم آگے بڑھے۔

راستے کا پہلا گاؤں

جب ہم برگمعال کے قریب پہنچے تو وہاں برگمعال شرقی کے امیر حضرت مولانا عبدالحق صاحب، برگمعال غربی کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب اوراہالیان برگمعال کافی تعداد میں موجود تھے انھوں نے برگمعال پہنچ کر ہمیں ایک مہمان خانہ میں بٹھا دیا اور قہوہ پیش کیا، پھر وہ لوگ ہمارے اور اکثر علمائے اہلحدیث کے شیخ اور استاذ حافظ محمد صاحب گوندلوی مرحوم رحمہ اللہ کے متعلق ہم سے سوالات کرنے لگے آیا وہ ابھی تک حدیث پڑھا رہے ہیں؟ ان کی صحت وطبیعت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ ہم نے جواباً کہا بحمداللہ تعالیٰ اس سال تو حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ صحیح بخاری پڑھاتے رہے، آئندہ سال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے پڑھاتے ہیں یا نہیں، ان کی صحت وطبیعت ماشاء اللہ اچھی ہے، البتہ کمزوری ہے۔ پھر اہل مجلس سے ایک بولا: میں نے حافظ محمد گوندلوی سے فلاں کتاب پڑی دوسرا بولا میں نے ان سے فلاں کتاب پڑھی تیسرا بولا میں پاکستان گیا تو میری بڑی خواہش وکوشش تھی کہ ان سے استفادہ کروں، فلاں عذر کی بنا پر ان سے استفادہ نہ کر سکا۔ وہاں پہنچ کر علم ہوا حضرت حافظ صاحب گوندلوی مرحوم کی مقبولیت نورستانی علما کے دلوں میں بھی پاکستانی علما کے دلوں میں ان کی مقبولیت سے کوئی کم نہیں، نیز نورستان میں کئی ایک مواضع اور مقامات پر حضرت حافظ صاحب گوندلوی مرحوم کے شاگرد اور واقفان حال ہم سے ان کی مزاج پرسی کرتے اور ان کے حق میں دل کی گہرائیوں سے دعائیں فرماتے رہے۔

مرکز (دارالحکومت) پہنچنے پر شاندار استقبال

تھوڑی دیر برگمعال ٹھہرنے کے بعد مرکز کی طرف چل دیے۔ برگمعال کے شرقی وغربی امیر اور کثیر تعداد میں شہری ہمارے ساتھ ہو لیے۔ ان میں قریۂ افسی کے مولانا محمد عبداللہ صاحب رکن مرکزی

مجلس شوریٰ بھی شامل تھے۔ چنانچہ یہ تمام لوگ دولت انقلابی اسلامی کے مرکز نیکموک تک ہمارے ساتھ چلے، یہ کوئی ایک گھنٹے کی مسافت ہے۔ جونہی ہم نیک موک کے قریب پہنچے تو وہاں فوجی، پولیس والے اور اہالیان نیک موک کثیر تعداد میں موجود تھے۔ نماز ظہر سے قبل ہم نیک موک پہنچ گئے۔

امیر دولت سے پہلی ملاقات

ہم دولت اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد افضل صاحب حفظہ اللہ سے ملاقات کے لیے ان کے دفتر میں چلے گئے۔ یہ ملاقات نماز عصر تک جاری رہی۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب ترجمانی کرتے رہے، امیر صاحب نے ہمارے وہاں جانے پر بڑی مسرت وفرحت کا اظہار فرماتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ ہم نے جواباً عرض کیا کہ ہم نے سنا کہ نورستان میں ہمارے بھائیوں نے خالص کتاب وسنت پر مبنی نظام قائم کر رکھا ہے تو ہمارے دلوں میں شوق پیدا ہوا کہ ایسے مجاہدین جنھوں نے نو ماہ تک جہاد کر کے اپنے علاقہ کو آزاد کروایا، پھر اس آزاد خطہ میں خالص کتاب وسنت پر مبنی نظام قائم کیا ایسے مجاہدین کو قریب سے دیکھنا چاہیے اسی غرض سے ہم نے دور دراز، دشوار گزار پہاڑی اور برفانی مسافت طے کی، یہ ہمارا آپ پر کوئی احسان نہیں یہ تو صرف اخوت دینی اور جذبہ ایمانی کا تقاضا تھا جسے ہم لوگوں نے پورا کرنے کی یہ حقیر سعی وکوشش کی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے آمین۔

امارت وامامت

اگلے دن جمعہ المبارک رمضان المبارک کا پہلا روزہ تھا ہم تیرہ رمضان المبارک تک نیک موک میں ہی رہے اس عرصہ کے دوران پانچ دفعہ روزانہ باوقات نماز امیر صاحب کی زیارت ہو جاتی اور وقتاً فوقتاً اوقات نماز کے علاوہ بھی شرف ملاقات حاصل ہو جاتا۔ امیر صاحب پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کرتے اور اکثر اوقات جماعت خود کراتے حتی کہ کئی مرتبہ نماز تراویح تک خود پڑھاتے قیام اللیل کی جتنی ہیئات وکیفیات کتب حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان سے اکثر کو صلاۃ اللیل پڑھاتے وقت متعدد راتوں میں امیر صاحب نے ادا کیا۔

ذلك بمحض فضل الله

ایک دن ہم جناب امیر صاحب کے دفتر میں تھے کہ امیر صاحب نے ہمیں بتایا کہ ہم نے ہر قسم

کے شرک، بدعت، قبر پرستی اور کتاب وسنت کے خلاف تمام رسم ورواج کو اپنے ملک سے مٹادیا ہے۔ ذلك بمحض فضل الله وتوفيقه ہم کیا دیکھتے ہیں کہ دفتر کی ایک دیوار پر روضہ کی تصویر آویزاں ہے، اس بندہ نے کہا جناب امیر صاحب قبروں کی تصویروں کو اس انداز سے آویزاں کرنا تو قبر پرستوں کی علامات میں شامل ہے بس اس کے بعد امیر صاحب بذات خود اٹھے اسی وقت قبر کی تصویر کو اتار دیا اور فرمایا ہمارے علم میں نہ تھا کہ یہ کسی قبر کی تصویر ہے ہم تو سمجھتے تھے یہ کسی مسجد کی تصویر ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

مرکز میں قیام کے دوران ایک روز ہم عدالت میں بھی گئے۔ وہاں قاضی نور محمد صاحب موجود تھے، ان سے ملاقات ہوئی، بندہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ فیصلے کیسے کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہم ہر فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق کرتے ہیں بندہ نے پھر پوچھا آیا آپ اپنے فیصلہ جات میں عصری اور جدید قوانین سے مدد لیتے ہیں؟ تو انھوں نے جواباً فرمایا ہم تو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کتاب وسنت کے منافی اقوال سے بھی مدد نہیں لیتے پھر ہم عصری اور جدید قوانین سے کیونکر مدد لے سکتے ہیں؟ جب کہ ان کے وضع کرنے والے سرے سے مسلمان ہی نہیں، یاد رہے کہ عصری اور جدید قوانین سے مراد انگریزی قوانین ہیں اس کے بعد انھوں نے فرمایا ہم تو ہر فیصلے میں بس خالص کتاب وسنت ہی کو سامنے رکھتے ہیں ادھر ادھر نہیں جھانکتے۔

پہلے شاگرد سے ملاقات اور واقعہ قصاص

مرکز میں پہنچنے کے دوسرے روز یکم رمضان المبارک کو ہمیں مولانا جمعہ دین صاحب ملے، یہ مولانا جمعہ دین صاحب منڈاگل کے قریب ایک گاؤں میں رہتے ہیں، اپنے علاقہ کے معاون قاضی ہیں اور یہ ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں، مل کر بہت خوش ہوئے ان کے علاقہ میں ایک آدمی نے دوسرے کو قتل کر دیا تھا چنانچہ اس واردات سے کوئی تین چار روز بعد قتل ثابت ہونے پر قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر پاکستان کے کسی روزنامہ میں بھی چھپی تھی، مولانا جمعہ دین صاحب نے بتایا کہ میں قصاص کے اس فیصلہ میں بطور معاون قاضی شامل تھا نیز جناب امیر صاحب نے اس مقدمہ میں انصاف کرانے کی غرض سے خاص دلچسپی لی چنانچہ جس روز قاتل کو قصاص میں قتل کیا

گیا اس روز بھی امیر صاحب بذات خود وہاں موجود تھے۔ مولانا جمعہ دین صاحب نے مزید بتایا کہ یہ قاتل جناب امیر صاحب کے رشتہ داروں سے تھا۔

وسطی نورستان کو رخت سفر

تیرہ رمضان المبارک کو باجازت امیر صاحب نیک موک سے وسطی نورستان (وادی پارون اور وادی کنتوا) کی طرف روانہ ہو گئے اور اسی روز بوقت شام گاؤں پیٹروک پہنچ گئے۔ یہ حبیب الرحمٰن کا گاؤں ہے یہ حبیب الرحمٰن بھی ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہ چکے ہیں اور ہمیں مرکز میں ملے بھی تھے مگر جب ہم ان کے گاؤں میں پہنچے تو وہاں موجود نہ تھے کسی کام کے لیے کہیں گئے ہوئے تھے کیونکہ انہیں ہماری ان کے گاؤں میں آمد معلوم نہ تھی، پھر جب ہم پاکستان آئے تو وہ ہمیں راستہ میں ملے، وہ پاکستان سے سودا خرید کر واپس اپنے گھر جا رہے تھے۔ یہ ملاقات برگمٹال سے پاکستان کی طرف رستے میں ہوئی۔ دولت اسلامی کے نائب امیر اور رئیس القضاۃ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اسے گاؤں پیٹروک کے رہنے والے ہیں ہماری ان سے یہیں ملاقات ہوئی وہ عربی زبان میں ہم سے بات چیت کرتے رہے، جونہی ہم پیٹروک پہنچے تو اہل گاؤں بڑی گرم جوشی سے ہمیں ملے اور دولت اسلامی کے رئیس معدنیات محترم حاجی عثمان صاحب نے ہمیں اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ حاجی صاحب موصوف کا صاحبزادہ محمد امان ہمارے محلہ سرفراز کالونی گوجرانوالہ کی جامع مسجد قدس اہلحدیث میں قاری محمد فاروق صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کر رہا ہے۔ خیر حاجی صاحب نے ہماری خوب مہمان نوازی کی اور ان کے بھانجے مولانا عبدالحمید صاحب بھی اس سلسلہ میں پیش پیش رہے۔ چودہ رمضان المبارک صبح سویرے حاجی صاحب ہمیں اپنے ہمراہ اپنے بانڈے اور ڈیرے پر لے گئے، ان کا ڈیرہ ہمارے راستہ پر ہی پیٹروک سے کوئی ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے وہاں پہنچ کر انھوں نے ایک بکرا ذبح کیا کچھ تو ہمیں وہیں کھلا دیا اور کچھ بطور زاد راہ ہمارے حوالے کر دیا نیز جناب امیر صاحب کے حکم کے مطابق انھوں نے اپنے صاحبزادے محمد امان کے بڑے بھائی محمد ہمایوں کو بطور دلیل وراہنما ہمارے ساتھ بھیجا جس پر ہم حضرت الامیر اور حاجی صاحب موصوف کے بہت شکر گزار ہیں محمد ہمایوں بڑے باہمت نوجوان ہیں، رستے میں بیمار ہو جانے کے باوجود ہم سے بڑھ کر چلتے رہے نیز مریض ہونے کے باوصف ہمارا سامان اٹھانے تک سے انھوں نے گریز نہ کیا، حالانہ ہم ان کی بیماری کے پیش نظر سامان خود اٹھانے

کے لیے پرزور اصرار کرتے اور آگے بڑھ کر سامان کو ان کی پشت وکمر سے زبردست اتارنے کی کوشش بھی کرتے، پھر انہیں اردو زبان سیکھنے کا بہت شوق تھا اسی لیے وہ سفر کے دوران میرے ساتھیوں سے اردو کے کئی ایک جملے کاپی پر لکھوا کر یاد کرتے رہے۔

سفر کا دوسرا دشوار مرحلہ

ہمارا یہ مختصر سا قافلہ چودہ رمضان المبارک کوئی نو دس بجے حاجی صاحب موصوف کے ڈیرے سے چلا اور آگے آنے والے ایک بہت اونچے اور برفانی پہاڑ کے نیچے شام کو جا ٹھہرا وہاں ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہم نے رات بسر کی اور فجر کی نماز پڑھ کر ہم وہاں سے چل دیے یہ پندرہ رمضان المبارک کا روز تھا۔ کوئی بارہ بجے کے قریب ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ بفضل اللہ تعالیٰ علینا وتوفیقہ وادی پالان اور پیٹرک کے درمیان والے اس اونچے پہاڑ کی چڑھائی اور اترائی کا انتہائی دشوار گزار ہونا نورستان میں مشہور ہے۔ خیر اللہ تعالیٰ کے محض احسان وانعام سے ہم نے اس گھاٹی کو بھی طے کر لیا اور غروب آفتاب کے وقت ہم اس وادی پارون کے ایک بانڈے اور ڈیرے پر پہنچ گئے رات وہیں رہے، ڈیرہ والوں نے خوب مہمان نوازی کی چنانچہ انھوں نے مکھن، لسی، دہی، گھی اور گندم وکئی کی چپاتیاں پیش کیں، اس ڈیرہ پر عبدالحنان نامی ایک نوجوان تھا وہ ہماری مہمان نوازی میں پیش پیش رہا، کہنے لگا میں نے آپ کو پاکستان میں دیکھا ہے میرے ساتھی محمد اشفاق نورپوری کا بیان ہے کہ یہ عبدالحنان ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں رہ چکا ہے سولہ رمضان المبارک کو صبح کی نماز سے فارغ ہونے پر ڈیرہ والے ہم سے کہنے لگے ناشتہ کیے بغیر ہم آپ کو ہرگز نہیں جانے دیں گے، چنانچہ ناشتہ کر کے سورج طلوع ہونے کے بعد ہم اس ڈیرے سے چلے۔

ایک گاؤں میں

کوئی نو دس بجے اس جانب سے وادی پارون کی پہلی بستی آٹیوی میں پہنچ گئے اور سیدھے مسجد میں جا ٹھہرے، بستی کے لوگ جوق در جوق ہمیں ملنے کے لیے آنے لگے چنانچہ ان میں گاؤں کی مجلس شوریٰ کے رئیس مولانا عبدالعزیز صاحب جمعیت نوجواناں اور قریہ کے امیر حضرت مولانا میر محمد صاحب، جناب مولانا محمد خاں صاحب، واما کے مولانا محمد عمر صاحب حقانی اور مولانا جمال الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ جمال الدین صاحب بھی کسی وقت ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہ

چکے ہیں مل کر بہت خوش ہوئے اور ہمارے لیے قہوہ اور نورستانی حلوہ بنا کر لے آئے ظہر سے پہلے ہی ہم وہاں سے چل دیے۔ گاؤں کے لوگ ہمیں الوداع کرنے کے لیے ہمارے ساتھ گاؤں سے باہر تک آئے اور جمال الدین اپنے ساتھی گل محمد سمیت ہمارا سامان اٹھائے کافی دور تک ہمارے ساتھ چلے ہم نے ان دونوں نیز گاؤں والوں کا بہت شکریہ ادا کیا، ہاں مرکز کی طرف سے پوری وادی پارون کے امیر حضرت مولانا امیر محمد صاحب کسی کام کی خاطر غربی نورستان کی وادی کلم میں گئے ہوئے تھے اس لیے جاتے ہوئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ چلتے چلتے ہم وادی پارون سے مرکزی مجلس شوری کے رکن مولانا محمد افضل صاحب کے گاؤں پرونس پہنچ گئے مسجد میں چند منٹ کے لیے رکے مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی انھوں نے ہمارا سامان اٹھالیا دور تک ہمارے ساتھ چلے آئے اور ظہر کے بعد ہم بستی دیوا میں پہنچ گئے۔

عبداللہ طویل

یہ مولانا عبداللہ طویل (شیر گل) کا گاؤں ہے۔ یہ مولانا عبداللہ طویل بھی ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں اور مرکز کی طرف سے اس علاقہ کے کمانڈر ہیں مل کر بہت خوش ہوئے اور ہمارے دور دراز پہاڑی علاقہ میں پہنچنے پر دیگر نورستانیوں کی طرف بہت متعجب ہوئے، انھوں نے ہمیں رات اپنے پاس رکھ لیا پھر دوسرے دن سترہ رمضان المبارک نماز ظہر کے بعد ہم دیوا سے چلے، مولانا عبداللہ صاحب طویل نے اپنے بھانجے محمد سلیمان کو ہمارے ساتھ روانہ کیا۔

شرقی نورستان کے آخری گاؤں

چلتے چلتے مغرب سے پہلے ہی ہم گاؤں پشکی میں پہنچ گئے اور حاجی نادر شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرے حاجی صاحب موصوف اور ان کے دونوں بھائیوں مولانا عبدالحی صاحب اور عبدالجبار صاحب نے ہماری مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اٹھارہ (۱۸) رمضان کو بھی انھوں نے ہمیں جانے نہ دیا رات کو مولانا میر عالم سے ملاقات کے بعد کوئی رات بارہ بجے تک تبادلہ خیال ہوتا رہا اور مولانا محمد عمر حقانی واما والے جو ہمیں اسٹیوی میں ملے تھے دیوا اور پشکی میں بھی ہمارے پاس پہنچ جاتے رہے وہ مجلس کو خوب گرماتے۔

محمد سلیمان صاحب تو پشکی پہنچتے ہی مغرب سے پہلے واپس دیوا روانہ ہو گئے، کیونکہ ان کا ایک قریبی سخت بیمار تھا، چنانچہ وہ اسی بیماری میں چل بسا، انا للہ وانا الیہ راجعون، نیز محمد ہمایوں بھی پشکی ہی سے واپس ہو گئے اور ہم انیس (۱۹) رمضان المبارک صبح کو نماز پڑھ کر وادی کنتوا کو روانہ ہوئے، حاجی نادر شاہ صاحب اور ان کے بھائی مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی عبدالجبار کو ہمارے ساتھ بھیجا۔

تیسری وادی میں

ہم بوقت ظہر وادی کنتوا کی اس طرف سے پہلی بستی مُم پہنچ گئے جہاں وادی کنتوا کے امیر مولانا محمد عبداللہ الامام اپنی بستی سے کوئی دو تین گھنٹے کی مسافت طے کر کے اپنے کثیر ساتھیوں سمیت موجود تھے۔ مولوی عبدالجبار صاحب تو تھوڑی سی دیر مُم میں رہنے کے بعد اسی روز واپس آ گئے اور مُم والوں نے ہمیں رات وہیں ٹھہرا لیا اور ہماری خوب مہمان نوازی کی اہل گاؤں سے ملاقات ہوئی جن میں مُم کے امیر مولانا محمد دین صاحب، حاجی فیض الرحمٰن صاحب اور مولانا نظام الدین صاحب کے والد گرامی مولانا جمعہ خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یاد رہے یہ نظام الدین صاحب اور وادی کنتوا کے امیر مولانا عبداللہ الامام دونوں ایک عرصہ ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے مدرسہ میں عبداللہ نامی طالب علم کئی تھے اس لیے ان میں امتیاز کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ وادی کنتوا کے امیر مولانا عبداللہ کو عبداللہ بن الفضل اور عبداللہ الامام کہا جانے لگا، الامام اس لیے کہ وہ جامعہ میں نمازوں کے امام تھے اور دیوا کے مولانا عبداللہ شیر گل کو عبداللہ طویل کے لقب سے یاد کیا جانے لگا کیونکہ ان کی قامت قدرے طویل ہے اور قریہ علیا کے عبداللہ عبداللہ بن الحاج کے نام سے پکارا جانے لگا یہ تینوں عبداللہ نورستانی ہیں ان سے عبداللہ بن الحاج کے ساتھ نورستان میں قیام کے دوران ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ بندہ نے وہاں جمعہ کے خطبہ میں عبداللہ الامام سے متعلق کہا ہمارے مدرسہ میں تو یہ صرف نماز پڑھانے والے پیش امام تھے مگر اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں نماز پڑھانے والے امام کے ساتھ ساتھ اسلامی حدود وتعزیرات تک نافذ کرنے والا امام بنا دیا ہے نیز اس اجر وثواب میں ہمارے مدرسہ والے اور الامام کے تمام اساتذہ کرام بھی یقیناً شامل ہیں حتی کہ ان کے اساتذہ کے اساتذہ الخ۔

اسلام پیٹ اور گھوڑے پر سواری

بیس رمضان المبارک کوئی آٹھ نو بجے ہم قریہ قم سے وادی کنتوا کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ الامام کے گاؤں اسلام پیٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم اسلام پیٹ سے تقریباً میل دور ہوں گے کیا دیکھتے ہیں کہ اسلام پیٹ والے ایک گھوڑا لیے وہاں موجود ہیں میرے دونوں ساتھیوں، مولانا محمد عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں نے اس بندہ کو گھوڑے پر سوار کرنے پر اتنا اصرار کیا کہ اسے گھوڑے پر سوار ہونا ہی پڑا، بس گھوڑے پر بیٹھنا ہی تھا بندہ کو علم دین حاصل کرنے سے پہلے کی اپنی حالت یاد آ گئی: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. پڑھتے ہوئے تواضع اور خضوع سے بندہ کا سر اسی وقت بارگاہ الٰہی میں جھک گیا اور نمناک آنکھوں سے اس حقیر پر تقصیر نے اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اسی حالت میں ہم ظہر کے قریب اسلام پٹ میں پہنچ گئے اسلام پٹ والے ہمیں بڑے جوش وخروش سے ملے ہم کہتے رہے ہم صرف ایک دو روز یہاں قیام کریں گے مگر انھوں نے ہمیں عید الفطر تک ٹھہرانے پر اتنا اصرار کیا کہ ہمیں ان کے ہاں عید الفطر تک قیام کرنا پڑا ،اسلام پٹ والوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی اس سلسلہ میں امیر کنتوا مولانا محمد عبداللہ صاحب، ان کے بھائی عبدالجلال صاحب، مولانا شرف الدین کے بھائی، حاجی عبدالمتین، حاجی صاحب کے داماد عبدالجلیل، حاجی محمد یوسف صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ گھوڑا پیش کرنے والے مولانا شرف الدین صاحب تھے۔

طالب علم سے ملاقات

مولانا عبداللہ الامام کے والد گرامی حضرت مولانا افضل صاحب سے بھی ملاقات ہوتی رہتی اور کبھی کبھی مسائل پر تبادلہ خیال بھی ہو جاتا۔ دار العلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں زیر تعلیم اسلام پٹ کے طلبہ سے بھی ملاقات ہوئی جن میں مولانا جمال الدین صاحب بھی شامل تھے، انہیں تحقیق مسائل کا بہت شوق وذوق ہے، اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

خلفائے راشدین کی یاد

اسلام پٹ میں پٹ نورستانی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہماری زبان میں اونچی جگہ ہوتا ہے اس

قریہ کا نام اسپٹ تھا اس نورستانی لغت میں راکھ کو کہتے ہیں پھر اسپٹ کو اسلام پٹ سے تبدیل کر دیا گیا کنٹواوہ علاقہ ہے جہاں اب تک زنا کے تین مجرموں کو رجم کیا جا چکا ہے جن میں دو عورتیں تھیں۔ یہ تینوں شادی شدہ تھے اور ایک زانی کو سو کوڑے لگا کر سال بھر کے لیے شہر بدر کیا گیا کہ وہ غیر شادی شدہ تھا۔ یہی وہ وادی ہے جہاں سگریٹ وتمبا کو نوشوں، نسوار وتمبا کو خوروں اور نشہ آور اشیا کھانے پینے والوں کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، داڑھی کترانے والوں کو بھی تعزیراً کوڑے مارے جاتے ہیں۔ بلا عذر شرعی نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کو جرمانہ کیا جاتا ہے وہاں کئی لوگوں نے ہمیں بتایا کہ اہل اسلام پٹ تمام کے تمام سلفی ہیں اس علاقہ میں حدود وتعزیرات اسلامیہ کی پوری کاروائی ہم حضرت مولانا محمد عبداللہ الامام سے لکھوا کر لائے ہیں نیز بندہ نے مرکزی امیر جناب مولانا محمد افضل صاحب ﷾ سے تحریراً تقریباً بائیس سوالات کیے جن کے جوابات بھی انھوں نے ہمیں لکھ کر دیے، پھر واپس آتے وقت اپنے ایک دوست سے ان سوالات کا مسودہ مل گیا جو مخالفین دولت اہل دولت پر آئے دن کرتے رہتے ہیں اور ان سوالات کے جوابات بھی خود حضرت الامیر نے قلمبند فرمائے ہمیں امید ہے یہ تینوں مسودات ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یادِ عرب

عید الفطر کے دن بعد نماز عصر ہم اسلام پٹ سے قریہ علیا کی طرف روانہ ہو گئے، کیونکہ جناب محمد رحیم خان نے ہمیں وہاں مدعو کیا ہوا تھا، ہم نے نماز مغرب وہاں جا کر ادا کی اہل قریہ سے ملاقاتیں ہوئی، جناب محمد رحیم خان نے وہ مہمان نوازی کی جس سے اولیتعرب کی مہمان نوازیوں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔

پاکستانی علما کا کردار:

بندہ نے وہاں نورستانی لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں کہ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتے ہیں، وہ بھی برضا ورغبت خواہ ان احکام کا تعلق سزا ہی سے کیوں نہ ہو، تو جناب محمد رحیم خان نے جواباً فرمایا دراصل یہ کام پاکستانی علما کا ہے بدیں وجہ کہ نورستانی لوگ دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے پاکستان گئے، وہاں سے دینی علوم کے ساتھ آراستہ ہو کر واپس وطن لوٹے تو انھوں نے واپس آکر اپنے وطن نورستان میں اسلامی نظام قائم کر لیا، بیان کو جاری رکھتے ہوئے انھوں

نے فرمایا دیکھیے (دولت اسلامیہ کے) امیر مولانا محمد افضل صاحب (وادی کنٹوا کے امیر) مولانا محمد عبداللہ الامام اور (دولت کے رئیس امورالخارجیہ) مولانا محمد ابراہیم صاحب بھی پاکستان میں دینی علوم کی تحصیل فرما چکے ہیں۔

مرکز دولت اسلامی کی واپسی:

۲ شوال کو ہم محمد رحیم خان کے پاس ناشتہ کرنے کے بعد صبح صبح ہی اسلام پٹ واپس لوٹ آئے اور پاکستان واپس آنے کی غرض سے نماز ظہر کے بعد ہم نے اسلام پٹ سے سفر کا آغاز کر دیا اسلام پٹ سے امیر علاقہ مولانا محمد عبداللہ الامام، مولانا محبّ اللہ صاحب، مولانا محمد اکبر صاحب، جناب خیر اللہ صاحب، جناب عبدالشکور صاحب اور دیگر احباب ہمارے ساتھ ہو لیے اور مغرب کے وقت ہم مُم کے قریب محمد رحیم خان کے رشتہ داروں کے مکان پر پہنچ گئے، انھوں نے بھی اپنے گذشتہ روایتی طریقہ میں بہترین مہمان نوازی کی اور صبح تین شوال کو ہم بعد از ناشتہ چلے اور مولانا محمد عبداللہ الامام اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ قریہ مم کے امیر محمد دین صاحب، جناب جمعہ گل صاحب اور نظام الدین بن جمعہ خان صاحب بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ یہ تینوں ہمیں اپنے پاس ٹھہرانے کی غرض سے پہلے ہی اسلام پٹ پہنچے ہوئے تھے وہاں سے ہی ہمارے ساتھ آ رہے تھے چنانچہ اس مقام سے اسلام پٹ کے کچھ دوست تو واپس چلے گئے اور باقی دو تین دن کی مسافت طے کرتے ہوئے ہمارے ہمراہ اسٹیوی تک پہنچے جس پر ہم ان کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ مم سے چل کر مغرب سے کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے قبل پشکی میں پہنچ گئے، رات وہاں حاجی نادر شاہ، مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی عبدالجبار کے ہاں ٹھہرے۔ چار شوال کو صبح بعد از ناشتہ ہم پشکی سے روانہ ہوئے تو مولانا عبدالحی صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوئے پھر ہم بستی زم اور پشکی سے گذرتے ہوئے مولانا عبداللہ طویل (شیر گل) کے گاؤں دیوا میں پہنچے تو نماز ظہر باجماعت مولوی شیر گل کی امامت میں ادا کی۔ انھوں نے ہمیں دوپہر کا کھانا کھلایا اور عصر کے قریب جب ہم دیوا سے روانہ ہوئے تو مولوی عبداللہ طویل (شیر گل) بھی ہمارے ساتھ چل پڑے شام کے قریب ہم پرونس پہنچ گئے۔ وہاں ہم مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا محمد افضل صاحب کے مہمان خانہ میں رات ٹھہرے۔ اس مقام پر پشکی کے مولانا محمد افضل صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو دولت کے مرکز نیک موک میں کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد اپنے گاؤں پشنگی میں واپس جا رہے تھے پرونس میں شام کا کھانا تو ہمیں مولانا

عبدالقادر صاحب سلفی نے کھلایا کہ انہیں علم ہوا یہ لوگ ہمارے پاس آئے ہیں۔ عقیقہ کی مناسبت سے کھانا تو انھوں نے تیار کیا ہوا ہی تھا غنیمت جانتے ہوئے انھوں نے ہم دس بارہ افراد کو بھی دعوت دے دی اور صبح کو مولانا محمد افضل صاحب پرونسی نے خود ہمیں کھانا کھلایا، یہ پانچ شوال کی بات ہے۔

دو دن اسٹیوی میں:

جب ہم پرونس سے چل کر عصر سے پہلے اسٹیوی پہنچے تو تھوڑی دیر بعد افضلین پرونس کے مولانا محمد افضل اور پشنگی کے مولانا محمد افضل ہمارے پاس پہنچ گئے اور اسلام پٹ سے لے کر پرونس تک تمام بستیوں سے آئے ہوئے لوگ سات شوال کو ہمیں اسٹیوی سے پٹپر وک کی طرف روانہ کرنے کے بعد واپس ہوئے جس پر ہم ان کا تہ دل سے بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ پانچ شوال سے سات شوال تک دو تین دن اسٹیوی والوں نے ہمیں باصرار اپنے پاس ٹھہرا لیا اس اصرار میں وادی پارون کے امیر محمد صاحب مولانا محمد خان صاحب، جمال الدین صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب، حاجی جمعہ خان صاحب اور دیگر احباب پیش پیش تھے اسٹیوی میں یہ دو تین روز ہم حاجی جمعہ دین کے مہمان خانہ میں ٹھہرے، انھوں نے خوب مہمان نواز فرمائی۔

بانڈے میں ایک رات

اسٹیوی والوں نے پاکستان آنے والے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ کیا، رات ہم پہاڑوں میں ایک بانڈے پر رہے اور آٹھ شوال کو پپٹر وک پہنچ گئے جب کہ عصر کے بعد ہم حاجی عثمان صاحب کے ڈیرے پر تھوڑی دیر ٹھہرے۔ وہاں کھانا کھایا اور لسی پی رات ہم پپٹر وک میں حاجی عثمان صاحب کے ہاں ٹھہرے اور اگلے روز ۹ شوال کو ہم مرکز نیکموک میں پہنچ گئے جب کہ راستے میں ہم نے پل رستم میں مولانا محمد انور صاحب کے پاس چائے پی اور پپٹر وک میں پرونس سے پاکستان آنے والے کمال الدین صاحب کا قافلہ ہمیں مل گیا، چنانچہ نیکموک تک وہ ہمارا سامان اپنے گھوڑے پر لادے لائے۔

امیر صاحب سے آخری ملاقات

نیکموک میں امیر صاحب کی ملاقاتیں ہوتی رہیں، انہیں ہم نے سفر کی روئیداد پیش کی اور ایک دو روز کے بعد جب ہم نیک موک سے چلے تو اسٹیوی کے جمال الدین کا قافلہ ہمیں مل گیا جو پاکستان آرہا

تھا، چنانچہ انھوں نے ہمارا سامان گھوڑے پر لادلیا پھر یہ جمال الدین اوران کے ساتھ چترال میں ہمیں بس پر بٹھا کر واپس ہوئے فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء.

قرآن وسنت کے پابند داعی

سابقہ تحریر سے یہ بات عیاں ہے کہ تمام نورستانی لوگ بہت مہمان نواز ہیں البتہ وادی کنتوا والے اس وصف میں بہت آگے ہیں، جتنے علاقے میں ہم گھومتے پھرتے کوئی نورستانی بے نماز نہ دیکھا اورایسے ہی بے روز نہ دیکھا نہ سنا، پھر نورستانیوں میں کوئی داڑھی منڈانے والا دیکھنے میں نہیں آیا ۔نورستانی عورتیں پردہ کی انتہائی پابند ہیں ہم نے وہاں غیر نورستانیوں مسافر عورتوں کو بے پردہ پایا مگر کوئی ایک بھی نورستانی عورت بے حجاب نہ پائی، نیز جتنے علاقے میں ہم گئے کہیں بھی باجے گاجے کی آواز تک نہ سنی، کیونکہ انھوں نے اس پر پابندی لگا رکھی ہے اور ویسے بھی لوگ ازروئے دینداری ایسی خرافات سے نفرت کرتے ہیں، البتہ نورستانی قوم مادی وسائل میں بہت پیچھے ہے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں ان لوگوں کا تعاون کریں ۔تعاون کے بجائے ان کی مخالفت کرنا پھر ان پر کیمونسٹ اور وہریہ یا روس نواز ہونے کی پھبتی کسنا اسلام اور مسلمانوں کی کون سی خدمت ہے؟ یاد رہے دولت اسلامی والے نہ کیمونسٹ ہیں نہ سوشلسٹ نہ روس نواز نہ چین نواز نہ مشرک نہ بدعتی خرافی اور نہ ہی اہل ہوی ومذہبی وہ تو خالص کتاب وسنت کے پابند وداعی اور پکے سچے سیدھے سادھے مسلمان ومومن ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔آمین یارب العالمین۔

سفر سندھ

حافظ عبدالسلام زاہد صاحب فرماتے ہیں: راقم الحروف ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک میر پور خاص سندھ جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔ ۲۰۰۸ء میں مذکورہ جامعہ کے ذمہ داران کی خواہش پر راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب سے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس کے لیے وقت لیا نیز بعد از نماز عشاء خطاب کے لیے حضرت مولانا محمد نواز چیمہ صاحب سے بھی وقت لیا۔ لیکن چیمہ صاحب اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہ جا سکے تو مناظر اسلام محقق عالم دین حضرت مولانا صفدر عثمانی صاحب حفظہ اللہ سے درخواست کی جنھوں نے شرف قبولیت بخشا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق راقم الحروف اور حضرت حافظ صاحب لاہور ائرپورٹ سے بذریعہ جہاز کراچی پہنچے اور وہاں سے جامعہ کے استاذ محترم جناب قاری عبدالحمید صدیقی صاحب جو کہ ہمارے منتظر تھے ان کی معیت میں بذریعہ کار میر پور خاص پہنچے۔

ابو الانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری فرماتے ہیں: بحر العلوم میر پور خاص سندھ کی سالانہ کانفرنس 2008ء میں تھی رات کو میری تقریر تھی تو صبح درس صحیح بخاری کی تقریب تھی جس میں خصوصی خطاب استاد محترم کا تھا' رات کو اٹھے تو ہم نے دیکھا ہم سے قبل استاد محترم نماز تہجد ادا فرما رہے تھے یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے قدموں پر ہر وقت ورم رہتا اگر کوئی پوچھتا تو ٹال دیتے یہ کبھی نہیں کہا کہ رات کے قیام کی وجہ سے ہوا ہے۔ [(ترجمان الحدیث خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۳۷)]

باب نمبر ۲۷

حرفت وصنعت

حافظ صاحب نے تعلیم کے ساتھ ساتھ حرفت وصنعت میں بھی مہارت حاصل کی تھی، انسان کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی فن ضرور ہونا چاہیے، تاکہ کسی کی محتاجی نہ ہو، انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے کھائے تو اس جیسی عزت کوئی نہیں۔ حافظ صاحب نے کئی فنون سیکھے تھے، لیکن پیشہ کسی کو نہیں بنایا۔ حافظ صاحب بہترین کاتب بھی تھے، بہترین درزی بھی تھے، الیکٹریشن کاریگر بھی تھے، طب کا علم بھی سیکھا تھا، ڈرپ اور انجکشن لگانے کی بھی مہارت تھی۔ اس کے علاوہ گھر کے کام کاج بھی حافظ صاحب خود کرلیا کرتے تھے۔ یہ سب معلومات درج ذیل عنوانات کے تحت آپ ملاحظہ فرمائیں۔

بہترین درزی

حافظ صاحب نے درزی کا کام بقاعدہ سیکھا تھا، حافظ صاحب نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے: ۱۳۷۸ھ کی تعطیلات میں تھوڑا سا خیاطت (سلائی) کا کام اپنے گاؤں کے خیاط (درزی) غلام محمد سے سیکھا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں ایک درزی کے پاس جایا کرتا تھا۔ وہ مجھے بٹن لگانے کیلئے بٹھا دیتا میں بٹن لگایا کرتا تھا۔ جب وہ کپڑا کٹائی کرتا تو میں اس کی طرف دیکھتا روزانہ کپڑے کاٹتے دیکھتے رہتا۔ اور پھر ایک دن میں نے گھر اپنا سوٹ خود کاٹنا شروع کر دیا، پہلی دفعہ سوٹ بالکل صحیح نہ کاٹا گیا۔ پھر میں نے دوسری دفعہ سوٹ کاٹا تو وہ بالکل صحیح کاٹا گیا۔ اس کے بعد کئی دفعہ میں نے اپنے کپڑے خود ہی کاٹ کر سلائی کیے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا: ایک دفعہ میں نے درزی سے کپڑے سلائی کروائے تو اس نے بازو تنگ کر دیئے۔ وضوء کرتے وقت اس کی آستین اوپر نہیں چڑھتی تھی۔ حافظ صاحب ﷺ کھلے آستین والے بغیر بٹن کے سوٹ پہنا کرتے تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے کہ کھلے آستینوں والے کپڑے سینا بھی کسی کسی کا کام ہے۔ ہر کسی سے کھلی آستین والے کپڑے صحیح سلائی نہیں

ہوتے۔ بازو تنگ ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے کپڑے خود ہی سلائی کرنا شروع کر دیئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ بہترین خیاط بھی تھے۔ لیکن آپ نے اسے مشغلہ نہیں بنایا۔ صرف اپنے کپڑے سلائی کرنے تک اسے محدود رکھا۔

حافظ صاحب اپنے کپڑے خود ہی سلائی کر لیتے تھے بعض اوقات درزی سے بھی سلوا لیتے تھے، ایک دفعہ حافظ صاحب درزی کے پاس سوٹ سلوانے کے لیے گئے اس نے جب آپ کی شلوار کا ماپ لیا تو ہنس پڑا۔ کیونکہ حافظ صاحب شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھتے تھے حافظ صاحب کی شلوار نصف پنڈلی تک ہوتی تھی جو کہ ایک مسلمان کا لباس ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، آپ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر بڑی سخت وعید بھی سنائی ہے وہ درزی چھوٹی شلوار کی وجہ سے جب ہنسا تو حافظ صاحب کو غصہ آ گیا اور سخت لہجے میں کہا تو نے سنت کا مذاق اڑایا ہے حدیث کا مذاق اڑایا ہے رسول اللہ ﷺ کی بات کا استہزاء کیا ہے، یہ بات سن کر وہ کانپ گیا اور اپنی حرکت پر بڑا ہی نادم ہوا۔

ثانی صاحب نے مجھے بتایا حافظ صاحب نے محلے کے کچھ افراد کے کپڑے بھی سلائی کیے ہیں۔ میں نے بھی حافظ صاحب سے کپڑے کی کٹائی سیکھی ہے۔ دو دفعہ کپڑے کٹائی کیے ہیں ایک دفعہ شلوار کی کٹائی کی تھی۔ حافظ صاحب کھلی آستین بغیر بٹن والی قمیص پہنا کرتے تھے اور اپنی قمیص خود ہی سلائی کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب نے بتایا، میں نے درزی سے کپڑے سلائے تو اس نے آستین تنگ رکھ دیے پھر وضو کرنے کے لیے جب آستین اوپر چڑھانا ہوتیں تو چڑھتی نہیں تھیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں کئی درزیوں کو آستین والے کپڑے سلائی کرنے نہیں آتے، بازو اوپر سے کھلے اور نیچے سے تنگ کر دیتے ہیں آستین چڑھاتے وقت پریشانی ہوتی ہے اس لیے اکثر و بیشتر کپڑے خود ہی سلائی کر لیتا ہوں۔

الیکٹریشن کاریگر:

حافظ صاحب الیکٹریشن کے کام کو بھی جانتے تھے۔ حافظ صاحب نے اپنے گھر کی مکمل وائرنگ خود کی ہے۔ انڈر گراؤنڈ وائرنگ ہے، ہتھوڑے چھینی سے خود ساری وائرنگ کی۔ کسی الیکٹریشن کاریگر کو نہیں بلایا۔ ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر گیا تو لائٹ بند تھی۔ میں حافظ صاحب کے پاس بیٹھا رہا ہے، کچھ دیر بعد لائٹ آئی تو ٹیوب آن کرنے کے لیے میں اٹھا تو مختلف سوئچ آن کیے لیکن بس ٹیوب

والا بٹن آن نہ ہوا تو حافظ صاحب نے مجھے کہا سب سے پہلا بٹن نیچے کرو۔

پھر حافظ صاحب نے بتایا: اصول یہ ہوتا ہے کہ لائٹ والا بٹن سب سے پہلا ہوتا ہے۔ کمرے میں جب داخل ہوں تو سب سے پہلا بٹن نیچے کردو لائٹ چل جائے گی۔ میں نے کہا حافظ کئی جگہ پر ایسا نہیں ہوتا لائٹ والا بٹن سوئچ بورڈ کے درمیان میں کہیں ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے، انہیں علم نہیں ہوتا وہ بٹن غلط لگے ہوتے ہیں کیونکہ لائٹ بند ہو کمرہ میں اندھیرا ہو تو سب سے پہلے بٹن کو آسانی سے نیچے کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے لائٹ والا بٹن ہمیشہ پہلا ہوتا ہے اور پہلا رکھنا چاہیے۔

حافظ صاحب وائرنگ کا کام جانتے تھے اور کرتے بھی تھے، جب قاضی عبدالرزاق صاحب نے اپنا گھر بنایا تو حافظ صاحب نے ان کے گھر کی وائرنگ کی اور یہ وائرنگ حافظ صاحب نے مزدوری لینے کے لیے نہیں کی تھی بلکہ محبت اور خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر کی تھی جس محبت کو قاضی صاحب بھی تا زندگی یاد رکھتے رہے۔

ڈرپ لگانے کی مہارت

حافظ صاحب انجکشن لگانے کے بھی ماہر تھے۔ عبدالرحمن ثانی صاحب نے مجھے بتایا گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو حافظ صاحب اسے انجکشن خود ہی لگاتے تھے۔ اور اگر ڈرپ لگنے کی نوبت آتی تو حافظ صاحب خود ہی ڈرپ لگا لیتے تھے

ایک دفعہ حافظ صاحب کے بیٹے عبدالرحمن ثانی بیمار ہو گئے۔ ان کے علاج معالجہ کے لیے ایک ڈاکٹر صاحب گھر آئے۔ انھوں نے ثانی صاحب کو چیک کیا ثانی صاحب کی طبیعت زیادہ خراب تھی انہیں بوتل لگنی ضروری ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب انہیں بوتل لگانے لگے، سوئی وین میں لگانے کی کوشش کرتے لیکن خون سوئی میں نہ آتا۔ تین مرتبہ ڈاکٹر صاحب نے کوشش کی لیکن خون سوئی میں نہ آیا۔ بوتل صحیح طریقہ سے نہیں لگ رہی تھی حافظ صاحب پاس ہی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو کہنے لگے آپ پیچھے ہوں اور یہ سوئی مجھے پکڑاؤ۔ محمد زمان صاحب عمران سویٹ والے کہتے ہیں میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں حافظ صاحب نے جب سوئی لگائی تو پہلی دفعہ سوئی لگتے ہی اس میں خون آ گیا۔

اسے حافظ صاحب کی کرامت کہیں، معجزہ کہہ لیں یا بوتل لگانے کا ماہر کہہ لیں، جو مناسب سمجھتے

ہیں کہہ لیں۔ بہر حال یہ تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ حافظ صاحب ذہین وفطین سمجھدار، فہم وفراست کے مالک، عقل ودانش رکھنے والے انسان تھے۔ کاموں کی پیچیدگیاں باریکیاں جان لیتے تھے۔

ڈرائیونگ:

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، یہ تقریباً اڑھائی سال حافظ صاحب کے ساتھ رہے ہیں، انھوں نے مجھے بتایا: ایک دفعہ ہم عبدالرحمٰن ثانی صاحب کے سسرال گئے، ان کا گاؤں حافظ آباد کی طرف ہے، اس کا نام پھلوکی ہے۔ واپسی پر حافظ صاحب کہنے لگے مجھے بھی گاڑی چلانے کا طریقہ سکھاؤ، میں نے کہا حافظ صاحب آپ اسٹیرنگ پر بیٹھیں حافظ صاحب اسٹیرنگ والی سیٹ پر بیٹھے اور ساتھ میں بیٹھ گیا، پھر حافظ صاحب نے گاڑی چلائی نورپور تک حافظ صاحب نے گاڑی ڈرائیو کی۔ تنویر صاحب فرماتے ہیں میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے اپنے گاؤں آنے کا وعدہ لیا تو حافظ صاحب نے انکار کیا تو میں نے کہا حافظ صاحب میں نے آپ کو ڈرائیونگ سکھائی ہے نا؟ اب آپ میری بات مان لیں میری یہ بات کرنے کی دیر تھی حافظ صاحب نے فوراً کہا کب ٹائم چاہیے؟ ٹھیک ہے ہم آجائیں گے۔

نشانہ بازی:

حافظ فہد اللہ صاحب فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ عالم باعمل مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ مرد مجاہد بھی تھے۔ مسجد قدس کے باہر حافظ زکریا اور دیگر لوگ ایئرگن کے ساتھ چھپکلیوں کو نشانہ لگا کر مار رہے تھے حافظ صاحب باہر نکلے تو کہنے لگے کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے بتایا نشانے لگا رہے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا: لاؤ مجھے دو اب ان لوگوں کے ذہن میں خیال آیا کہ نہیں لگے گا۔ لیکن حافظ صاحب نے نشانہ لگایا اور چھپکلی کو گرایا اور اجر کمایا۔ اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نشانہ بازی سیکھو تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام نشانہ باز تھے۔ [الحدیث]

باب نمبر ۲۸

منہج نورپوری

حافظ صاحب ہر معاملہ میں کتاب وسنت کو ہی مقدم رکھتے تھے، وعظ ونصیحت میں بھی اور فتویٰ نویسی میں بھی، حافظ صاحب اللہ اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی بات اور عمل کو پیش نہیں فرماتے تھے، اور نہیں ہی حافظ صاحب نے کبھی اپنی رائے اور اپنا عمل پیش کیا تھا، میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے پوچھا: آپ رات کب سوتے ہیں اور کب اٹھتے ہیں؟ حافظ صاحب کہنے لگے آپ نے یہ پوچھ کر کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا آپ کی طرح عمل کی کوشش کریں گیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: میرا عمل تو حجت ہے ہی نہیں، عمل تو رسول اللہ ﷺ کا حجت ہے۔

اس کائنات میں اصل مطاع صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی کائنات کا خالق و مالک ہے۔ لہذا ہر طرح کے قانونی اور سیاسی اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ آج کی زبان میں یوں کہیے کہ قانونی اور سیاسی مقتدر اعلیٰ صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ قانون سازی اور حلت وحرمت اور اوامر ونواہی کے اختیارات اسی کے لیے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس اللہ کے احکام کی اس کی منشا کے مطابق بجا آوری کا رسول کی اطاعت کے بغیر کوئی ذریعہ نہیں۔ لہذا رسول کی اطاعت بھی حقیقتاً اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کی اور رسول کی اطاعت ایک ہی اطاعت قرار پاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی بھی حکم دیں خواہ یہ حکم قانون سے تعلق رکھتا ہو یعنی حلت وحرمت سے متعلق ہو یا اوامر ونواہی سے تو ایسا حکم ماننا بھی ہم پر ایسے ہی فرض ہے جیسے اللہ کی اطاعت فرض ہے۔ آپ مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ اور خاتم النبیین بھی ہیں۔ لہذا آپ کا ایک ایک قول اور فعل قیامت تک مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع ہے۔ رہے زمانہ کے تقاضے تو دراصل یہی عقل کا میدان ہے کہ انسان کتاب وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل اس انداز سے تلاش کرے اور ایسی تدابیر اختیار کرے جس سے

کتاب وسنت کی نص یا اصل پر زد نہ پڑتی ہو اور عقل کی اسی کاوش کا نام قیاس اور اجتہاد ہے۔ جس کا دروازہ تا قیام قیامت کھلا ہوا ہے۔ دور حاضر کے تقاضوں کے بہانے یا جدید نظریات سے مرعوب ہوکر سنت سے یا قرآن کی دوراز کار تاویلات کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ حافظ نورپوری صاحب ہر معاملہ میں کتاب وسنت کی ہی بات کرتے تھے۔

مولانا محمد رفیق طاہر فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی زندگی محدثین اولین کی زندگیوں کی طرح مثالی زندگی تھی، کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے والے تھے، اور ہر کسی کو اسی بات کی نصیحت فرماتے ﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ﴾ (جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے صرف اور صرف اس ہی کی پیروی کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی پیروی نہ کرو)۔

کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلہ میں کسی بھی ہستی کے قول وعمل کو کچھ بھی اہمیت نہ دیتے:

دین کیا ہے؟ محمد مصطفیٰ سے لیتا ہوں سب
اس بلندی کے سوا میرا کوئی طغرا نہیں

اور سائل کو دلیل پیش کر کے چوں وچراں نہ کرنے دیتے، اور دلیل کے سامنے سر تسلیم فوراً خم کر دیتے۔ [(مجلّہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۳۴)]

حافظ صاحب نصوص کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے جہاں قرآن وحدیث کی نص آجاتی وہاں اپنی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے تھے، فوراً قرآن وحدیث کی بات قبول کرتے خواہ وہ بات انسانی محدود عقل میں آئے یا نہ آئے۔ مثلاً حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنے والا وضوء اور نماز دونوں دہرائے، اس بات پر وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش فرمایا کرتے تھے:

''حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک صحابی بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا آپ ﷺ نے اس کو کہا جا وضوء کر پس وہ گیا وضوء کیا پھر آیا آپ ﷺ نے اس کو پھر کہا جا وضوء کر (گیا وضوء کیا) پھر آیا پس ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا ہے وضوء

کرنے کا پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنے والے کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔"

[(مرعاۃ المفاتیح ۲/ ٤٧٧)]

جبکہ دوسرے تمام علما اس بات پر حافظ صاحب سے سوال کرتے کہ کسی بھی محدث نے اس چیز کو نواقض وضوء میں شامل نہیں کیا آپ کیوں کرتے ہیں؟ حافظ صاحب فرماتے تھے: وضوء ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا علم نہیں البتہ جس شخص کی دوران نماز شلوار ٹخنوں سے نیچے ہو وہ وضوء اور نماز دونوں دھرائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو دونوں چیزیں دہرانے کا کہا تھا۔

دوسرے علما اسے صرف تہدید وتشدید پہ محمول کرتے۔ لیکن حافظ صاحب حدیث کو اسی طرح قبول کرتے جیسے وہ وارد ہوئی ہے۔

فضیلت کا دارومدار اجتہاد کی صحت پر ہے:

بعض لوگ محض عقل ورائے کے زور پر قیاس واجتہاد کے نام پر فقہ وعقائد میں نئے نئے مسائل تراشتے اور فرضی باتیں گھڑتے رہتے ہیں۔ عامۃ الناس ایسے لوگوں کو بہت بڑے اصحاب علم وفضل خیال کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ اس غلطی کے ازالہ کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت نوٹ فرمائے۔

«ليس الفضل بكثرة الاجتهاد و لكن بالهدىٰ والسداد كما جاء في الاثر ما ازداد مبتدع اجتهادا الا ازداد من الله بعدا» .

"فضیلت کا سبب کثرت اجتہاد نہیں بلکہ ہدایت اور اس پر استقامت ہے، جیسا کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ بدعتی جتنا اجتہاد کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔"

[(فتاویٰ ، ج، ۵/ ص، ۲۵۲)]

دوسرے لفظوں میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہنا یہ چاہتے ہیں کسی عالم کے لیے یہ بات تعریف و فضیلت کا سبب نہیں کہ وہ زیادہ اجتہاد کرے بلکہ اس کے لیے قابل تعریف اور باعث فضیلت بات یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے مطابق اور صحیح اجتہاد کرے۔

اسی وجہ سے حافظ صاحب امام بخاری اور امام ابن تیمیہ بہت متاثر تھے، حافظ صاحب کہا کرتے تھے امام بخاری اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پر بہت عبور تھا، یہ دونوں بزرگ قرآن مجید سے بہت استدلال واجتہاد کرتے ہیں۔

تمسك بالكتاب والسنة:

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: اسلام نے زندگی کے ہر لمحہ پر انسان کی راہنمائی کی ہے' یہی وجہ ہے کہ قیامت تک پیش آنے والا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر عمل کرنا مشکل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جنس بشر سے مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کر سکیں' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بھی قیامت تک اللہ رب العزت ایسے انسان پیدا کرتا رہے گا جو نبی نہیں ہونگے مگر اللہ کریم کی زمین پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہونگے اور دین اسلام کو اپنی عملی زندگی میں اپنا کر اتمام حجت کریں گے کہ کوئی شخص بھی اسلام کے کسی بھی حکم کے متعلق یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یہ حکم تو ناممکن العمل ہے۔

ایسی ہی ہمہ جہت شخصیات میں دور حاضر کی عظیم شخصیت جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل' تقویٰ پرہیز گاری' سادگی خودداری اور عمل وخلوص' جیسی خوبیوں سے حظ وافر عطا فرمایا تھا اور جو قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾ کی عملی تصویر تھے جنہیں دنیا مجتہد' فقیہ' شیخ الحدیث' شیخ التفسیر' عالم باعمل' متقی پرہیز گار' ولی اللہ اور محدث نور پوری کے نام سے جانتی مگر پکارتی صرف حافظ عبدالمنان کے اسم گرامی سے تھی' اس لیے کہ شیخ محترم اس سے زیادہ کسی کو کچھ کہنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے زندگی بھر جس قدر تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی قدر اپنے بندوں کے دلوں میں محبوب اور بلند کر دیا کہ جس کا مظاہرہ ان کے جنازہ کے موقعہ پر دیکھنے میں آیا۔ علما کرام کا ایک جم غفیر کہ جو ان کی حیثیت اور مقام ومرتبے سے آشنا تھا وہ تو اپنے قافلے کے سالار کو الوداع کہنے کے لیے تشریف لائے تھے کہ وہ ان کے ساتھی تھے یا پھر انھوں نے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور وہ آج اپنے استاد محترم کے آخری دیدار کے لیے حاضر خدمت تھے۔

حضرت حافظ صاحب مرحوم نے اپنی پوری زندگی میں کوشش کی کہ وہ ہر ہر معاملے میں قرآن مجید

اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ حجامت، وضع قطع، کھانا پینا، عبادات، معاملات، بول چال، حتی کہ اٹھنے بیٹھنے کے انداز بھی وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اپناتے اور اس پر ناصرف کہ وہ خود سختی سے عمل کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی تلقین کرتے اور حتی الوسع اس پر عمل بھی کراتے اور اس کے لیے وہ اپنا تمام تر اثر ورسوخ بروئے کار لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ صفحہ ۱۹)]

اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا جن کی وجہ سے وہ اپنے ہم عصر علما میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے حقیقتاً وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت تھے کہ ان کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس مسئلہ پر عمل کرنا تو ممکن ہی نہیں لہٰذا اس آیت مبارکہ یا حدیث مبارک پر عمل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انھوں نے عملی طور پر لوگوں کے سامنے عمل بالکتاب والسنۃ کو نکھار کر پیش کیا ہے بس انسان کو لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق بن جانا چاہیے۔

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنان نور پوری کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو عاملین بالحدیث ہیں یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا نہ کبھی کسی سے خوش طبعی کی ہے کبھی سنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا، کئی مرتبہ مختلف مقامات پر یا اجتماعات پر ان سے ملاقات کا موقع میسر آیا کبھی ان کو کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حالانکہ بڑے بڑے بزرگ بھی کسی نہ کسی موقع پر طنز ومزاح کرتے دیکھے گئے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ میری زبان سے بھی کوئی غیر شائستہ بات نہ نکلے اور میرے وجود سے بھی کسی غیر اخلاقی عمل کا وقوع نہ ہو اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب تھے، تھوڑا بہت کسی بات پر مسکرا دیں تو وہ الگ بات ہے ویسے تو ہر کام میں دین و شریعت کو سامنے رکھتے تھے۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ صفحہ ۱۲)]

وضو کے پندرہ فرائض:

حافظ صاحب وضو کے پندرہ فرائض بیان فرمایا کرتے تھے اور ہر فرض پر رسول اللہ ﷺ کا حکم سنایا کرتے تھے، اور پھر فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کا حکم، امر بھی فرض ہوتا ہے جس طرح اللہ کا حکم

فرض ہے۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو فرض کا درجہ نہیں دیتے وہ آپ ﷺ کے حکم کی حیثیت کو کم کرتے ہیں۔

حافظ صاحب وضوء کے جو پندرہ فرائض قرار دیتے تھے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ نیت واخلاص:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» .

"اعمال صرف نیتوں کے ساتھ ہیں۔" [بخاری ومسلم]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ [الزمر : ۲]

"دین واطاعت کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کر۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ [الزمر : ۳]

"دین خالص اللہ کے لیے۔"

۲۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ» .

"جو کوئی وضوء پر اللہ کا نام ذکر نہ کرے اس کا کوئی وضوء نہیں"

[ابو داوٗد، کتاب الطهارة، باب التسمية الوضوء، ترمذی، ابن ماجه، بیهقی، دار قطنی و مستدرك حاكم)]

۳۔ کلی کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ» .

"جب تو وضوء کرے تو کلی کر۔" (ابوداؤد)

۴۔ ناک میں پانی چڑھانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ فِیْ اَنْفِہٖ مَاءً» .

"جب تم میں سے کوئی وضوء کرے تو وہ اپنی ناک میں پانی ڈالے۔" [بخاری، ابوداؤد]

۵۔ ناک جھاڑنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثُمَّ لِیَنْتَثِرْ» .

"پھر اپنی ناک کو جھاڑے۔" [بخاری، ابوداود]

۶۔ ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَ بَالِغْ فِیْ الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا» .

"اور ناک کے اندر پانی چڑھانے میں مبالغہ کر مگر کہ تو روزے دار ہو۔"

[ابو داوٗد، ترمذی]

۷۔ چہرہ دھونا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ﴾ .

[المائدہ: ٦]

"اے ایمان والو جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھولو۔"

۸۔ داڑھی کا خلال کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی مبارک کا خلال کیا اور فرمایا:

«ھٰکَذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ» . [ابو داوٗد، مستدرك]

''میرے رب نے مجھے ایسے ہی حکم دیا ہے۔''

۹۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ﴾ [المائدہ: ٦]

''اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھولو۔''

۱۰۔ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ». [ابو داوٗد، ترمذی]

''اور انگلیوں کے درمیان خلال کر۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَلِّلْ بَیْنَ اَصَابِعِ یَدَیْكَ وَ رِجْلَیْكَ». [ترمذی]

''اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔''

۱۱۔ سر کا مسح کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ امْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾ [المائدہ: ٦]

''اور اپنے سروں کا مسح کرو۔''

۱۲۔ کانوں کا مسح کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ». [ابو داوٗد، ترمذی]

''دونوں کان سر سے ہیں۔''

۱۳۔ ٹخنوں تک پاؤں دھونا:

رسول اللہ ﷺ نے پاؤں دھوتے وقت ایڑیاں تر نہ کرنے والوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا:

«وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ» .

''ان ایڑیوں کے لیے آگ کی ویل ہے۔'' [بخاری مسلم اور دیگر کتب حدیث]

۱۴۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا:

اس فرض کے دلائل ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کے فرض ہونے کے دلائل میں بیان ہو چکے ہیں۔ وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۔ دائیں جانب سے ابتداء کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا لَبِسْتُمْ وَ إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِمَيَامِنِكُمْ» .

''جب تم لباس پہنو اور جب تم وضوء کرو تو اپنی دائیں جانبوں سے شروع کرو۔''

[ابو داود]

جو لوگ وضو کے چار فرائض قرار دیتے ہیں وہ اس صرف اس وجہ سے چار قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں صرف چار اعضا دھونے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تو فرض مانتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے حکم کو فرض نہیں مانتے ،جبکہ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو بھی فرض قرار دیا ہے۔

باب نمبر ۲۹

اتباعِ سنت میں شیفتگی

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے والد محترم کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کی خوبیاں اور کرامات تو بہت زیادہ ہیں بہت ہی متقی تھے میں جب بھی کوئی آیت یا حدیث پڑھتا ہوں تو خود بخود ذہن میں آتا ہے یہ عمل ابو جی میں تھا، ابو جی بالکل ایسے کرتے تھے۔[(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر۱۳)]

حافظ شاہد صاحب لکھتے ہیں: حضرت حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ کی ایک اور امتیازی صفت اتباع سنت میں ان کی وارفتگی اور فریفتگی تھی۔ وضع قطع، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، عادات واطوار، اخلاق و کردار اور عبادات ومعاملات میں آپ کا اتباع سنت کا والہانہ جذبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یاد دلاتا ہے۔ جو مسنون امر آپ کے علم میں مستند ٹھہرتا، آپ ہمیشہ اس کا التزام کرتے اور سر مو اس سے انحراف گوارا نہ کرتے۔ مسنون عمل کا تعلق خواہ کسی بڑے عمل سے ہو یا بہ ظاہر وہ معمولی دکھائی دیتا ہو، آپ ہمیشہ اس کی پابندی کیا کرتے تھے، مثلاً حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے ممانعت والی روایت کو مستند قرار دیتے تھے اور ہمیشہ بیٹھ کر جوتا پہنا کرتے تھے۔ میرے علم کے مطابق تادم وفات آپ نے کبھی کھڑے ہو کر جوتا نہیں پہنا۔ اس سلسلے میں ایک بار حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ اس سلسلے کی مختلف روایات میں تو ہر ایک کی سند میں کوئی نہ کوئی راوی مدلس ہے؟ آپ فرمانے لگے:

"ایک روایت اگر متعدد طرق سے مرسلاً مروی ہو تو تعدد طرق کی وجہ سے اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے، ایسے ہی اگر ایک روایت میں راوی مدلس ہو اور مدلس راویوں والے اس کے متعدد طرق ہوں تو اسے تقویت کیوں حاصل نہیں ہوتی؟[(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۵۹)]

امام بخاری کے اشعار اور حافظ صاحب کا عمل:

حافظ صاحب کی زندگی دیکھ کر مجھے تو امام بخاری کے اشعار یاد آتے تھے۔ کہ حافظ صاحب ان پر

صحیح عمل پیرا ہیں۔

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں امام بخاری سے کچھ ناصحانہ اشعار نقل کیے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ امام بخاری میں شعر گوئی کا ملکہ بھی موجود تھا اور اچھے شعر کہنے پر قادر تھے۔ امام حاکم نے جو اشعار نقل کیے ہیں ان میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک یہ ہیں:

اغتنم في الفراغ فضل ركوع
فعسى أن يكون موتك بغتة
كم صحيح رأيت من غير سقم
ذهبت نفسه الصحيحة فلتة

''فارغ وقت میں نفل ونوافل کو غنیمت سمجھو۔ ہوسکتا ہے کہ تجھے اچانک موت آ جائے۔ میں نے کتنے ہی تندرست اور صحت مند لوگوں کو دیکھا ہے کہ تندرست نفس یکا یک ختم ہوا۔ اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔''

امام بخاری کی یہ نصیحت بہت مفید ہے کہ فارغ وقت اللہ کی عبادت میں گزاریں اور عجیب اتفاق ہے کہ امام بخاری کی اچانک موت ہوگئی کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ موت ہو جائے گی۔ اور یہی معاملہ حافظ صاحب سے ہوا، یعنی کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ حافظ صاحب اتنی جلدی چلے جائیں گیں۔

بیٹھ کر جوتا پہننا:

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: ۲۷ سال میں کبھی میں نے حاف عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کو کھڑے ہوکر جوتا پہنتے نہیں دیکھا، اس لیے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دو رکعت پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب جب بھی جس وقت بھی جس مسجد میں بھی تشریف لے جاتے جب تک دو رکعت نماز نہیں پڑھی، نہیں بیٹھے۔ [(الحرمین، اپریل ۲۰۱۲)]

جسے حق سمجھتے اس پر عامل ہو جاتے تھے، چاہے دیگر علما آپ کی مخالفت ہی کرتے ہوں وہ کسی کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ کو جب سے علم ہوا کہ کھڑے ہوکر جوتا پہننا ممنوع ہے اور آپ رحمہ اللہ کے نزدیک اس بارے وارد

حدیث ثابت ہوچکی تھی تو آپؒ آخری دم تک جوتا بیٹھ کر یا پھر جھک کر ہی پہنتے رہے۔اگرچہ بعض معاصرین محدثین نے اس حدیث کوضعیف قرار دیا ہے اور بعض اس کی توجیہ کرتے ہیں کہ اس سے کوئی خاص جوتا مراد ہے جسے کھڑے ہوکر پہننے میں مشقت ہو۔لیکن آپ اسے عموم پر ہی رکھتے تھے اور اس پر عامل تھے۔رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: بالوں میں بھی آپ بہتری پر عمل کرتے ہوئے جمہ، لمہ، وَفرہ انواع کو ہی اختیار کرتے تھے۔

خطبہ جمعہ میں سورۃ قٓ کی تلاوت:

اتباع سنت میں حافظ صاحب کسی بھی مصلحت کو رکاوٹ نہیں بننے دیتے جس سنت کا علم ہوا اس پر عمل کرنے کا سوچا۔خطبہ جمعہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اور سنت کتب حدیث میں پڑھتے رہتے ہیں لیکن اس پر عمل کرتے ہوئے کسی کو دیکھا اور سنا نہیں۔

عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان قالت لقد كان تنورنا وتنور رسول الله ﷺ واحدا سنتين أو سنة وبعض سنة وما أخذت ق والقرآن المجيد إلا عن لسان رسول الله ﷺ يقرؤها كل يوم جمعة على المنبر إذا خطب الناس.

”ام ہشام رضی اللہ عنہا بن حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہمارا تنور اور رسول اللہ ﷺ کا تنور دو سال یا ایک سال یا سال کے کچھ حصہ تک ایک ہی تھا اور میں نے سورت ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک ہی سے سن کر یاد کی ہے آپ ﷺ اس سورہ کو ہر جمعہ کو منبر پر جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو پڑھا کرتے تھے۔“[صحیح مسلم]

عن عمرة بنت عبد الرحمن عن أخت لعمرة قالت أخذت ق والقرآن المجيد من في رسول الله ﷺ يوم الجمعة وهو يقرأ بها على المنبر في كل جمعة.

”عمرۃ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا کی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے سورت

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی جمعہ کے دن سن کر یاد کی ہے اور آپ ﷺ ہر جمعہ میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔''

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ نے ایک دفعہ جامع مسجد قدس اہلحدیث سرفراز کالونی میں خطبہ جمعہ میں سورۃ قٓ مکمل پڑھی۔ مجھے اس بات کا پتا چلا تو میں نے حافظ صاحب سے پوچھا: سنا ہے آپ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں سورۃ قٓ کی تلاوت فرمائی تھی، حافظ صاحب کہنے لگے ہاں میں نے پہلے مسنون خطبہ پڑھا پھر سورۃ قٓ کی تلاوت کی، اور اس کے بعد لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس سورۃ کی خطبہ جمعہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی، اتنی دیر میں خطبہ کا وقت ختم ہوگیا تھا۔ مسنون خطبہ بھی پڑھا، سورۃ قٓ کی تلاوت بھی کی اور لوگوں کو وعظ بھی کیا سارے کام کیے ہیں۔ حافظ صاحب یہ بات بیان کرنے کے بعد فرمانے لگے: ہاں! کیا خیال ہے آپ کا؟ یعنی اس طرح جمعہ پڑھانا کیسا ہے؟ کیا اعتراض ہے اس میں؟ میں نے کہا اعتراض تو کوئی نہیں، لیکن لوگ ذرا تعجب کر رہے تھے انھوں نے بھی اس طرح کے جمعہ کے متعلق سنا نہیں ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے یہ تو رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے میں نے کوئی اپنی طرف سے تو نہیں کیا۔

حافظ صاحب کا یہ عمل بتاتا ہے کہ آپ کو حدیث رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت تھی، اس پر عمل کرتے تھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی ڈر نہیں تھا، واقعی حافظ صاحب قرآن کی اس آیت کے مصداق تھے۔

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [المائدة: ٥٤]

عید کی نماز میدان میں:

ایک دفعہ عید سے دو تین دن پہلے بارشیں ہوئیں، بارشوں کا موسم تھا۔ جناح پارک کی ساری گراؤنڈ میں پانی جمع ہوگیا۔ مسجد کی انتظامیہ اور نمازیوں نے کہا عید اس دفعہ مسجد میں ہی پڑھ لیتے ہیں، حافظ صاحب فرمانے لگے ان شاء اللہ ہم اس دفعہ بھی نماز عید باہر ہی پڑھیں گے۔ خالد صاحب بتاتے ہیں ہم نے گراؤنڈ میں انتظام شروع کر دیا عید کی رات پھر بارش ہوگئی۔ ساتھیوں نے پھر زور لگایا اور

حافظ صاحب کو مجبور کیا اب تو نماز عید مسجد میں ہی پڑھیں گے، لیکن حافظ صاحب بالکل نہ مانیں۔ خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: قاری محمد طیب بھٹوی صاحب اور ماسٹر خالد صاحب نے کہا دوسرے تمام علما کرام کہتے ہیں بارش کی صورت میں عید کی نماز مسجد میں پڑھنی جائز ہے ہم نے علما سے پوچھا ہے، ادھر حرم میں بھی عید کی نماز مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ حافظ صاحب نے کہا: آپ امام کعبہ سے بھی پوچھ آئیں تب بھی عید کی نماز ہم باہر گراؤنڈ میں ہی پڑھیں گے۔ یہ حافظ صاحب کی سنت سے محبت تھی، اسی معاملہ میں آپ فرماتے تھے بارش کی صورت میں مسجد میں نماز پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں جو روایت اس بارے پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔ خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب نے ہمیں جامعہ محمدیہ کی گراؤنڈ میں نماز عید کا انتظام کرنے کا کہا ہم نے وہاں انتظام کیا۔ وہاں ہم نے کلاس روم کے برآمدوں میں صفیں بچھا دیں۔ عورتوں کو چھتوں پر چڑھا دیا اور عید کی نماز حافظ صاحب نے گراؤنڈ میں پڑھائی۔ پھر ظہر اور عصر کے وقت حافظ صاحب نے ان بھائیوں کو کہا جو آپ کو مسجد میں نماز پڑھنے پر مجبور کر رہے تھے: بتاؤ نماز باہر پڑھی گئی ہے یا نہیں؟ اتنی جلدی آدمی کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ حافظ صاحب مخلص آدمی تھے، سنت پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ کی محنت پر رحمت فرماتے تھے اور آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ عمل سنت کے مطابق کر گزرتے تھے۔

فقیر الی اللہ الغنی کا سابقہ:

حافظ صاحب اپنا نام اس طرح لکھا کرتے تھے: یہ فقیر الیٰ اللہ الغنی عبدالمنان بن عبدالحق، حافظ صاحب اس طرح اپنا نام قرآن مجید کی آیت پر عمل کرتے ہوئے لکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾ [محمد:۳۸] حافظ صاحب نے اپنے متعلق جو مضمون لکھا ہے، اس کا عنوان بھی حافظ صاحب نے ''فقیر الیٰ اللہ الغنی عبدالمنان بن عبدالحق'' رکھا ہے۔

قرآن کی آیت پر عمل:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ......وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا...﴾ [البقرة:۲۸۲]

حافظ صاحب جب بھی لین دین کا کسی سے معاملہ کرتے تو تحریر ضرور لکھتے۔ ۱۳ نومبر ۲۰۰۲ فجر کے بعد حافظ صاحب کے گھر گیا وہاں میں نے حافظ صاحب کی کاپی میں سے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

من مسمی عبدالمنان بن عبدالحق نورپوری سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ، جناب ہدایت اللہ صاحب تارڑ ساکن سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے مبلغ چھیاسی ہزار روپے قرض لیے ہیں۔ اور یہ تحریر وثیقہ لکھ رہا ہوں تاکہ سند رہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سعادت دارین سے ہمکنار فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ابن عبدالحق

۱۵/ ۶/ ۱۴۱۸ھ سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

نیچے ہدایت اللہ صاحب کے دستخط ہیں۔

دروازے پر دستک:

حافظ صاحب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو دروازے پر دستک دیتے پھر اپنی جیب سے چابی نکالتے اور دروازہ کھولتے۔ ایک دفعہ جامع مسجد قدس سے نماز پڑھ کر حافظ صاحب کے ساتھ میں گھر آیا تو حافظ صاحب کا عمل دیکھ کر میں بڑا خوش ہوا کہ کس طرح حدیث کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔

حالانکہ دروازہ حافظ صاحب نے خود ہ کھولنا تھا پھر بھی پہلے دستک دی ہے جبکہ عام لوگ سنت کے اس طریقہ سے بالکل ہی غافل ہیں وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ یہ مسنون عمل ہم نے اختیار کرنا ہے اپنا گھر سمجھ کر خاموشی سے داخل ہو جاتے ہیں لیکن حافظ صاحب جب بھی گھر میں داخل ہوتے تھے السلام علیکم اونچی آواز سے کہتے تھے۔

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب جب شادی کے بعد ہمارے گھر تشریف لاتے تو دستک دے کر تھوڑا پیچھے ہو جاتے دروازہ کھلتا تو ہم دیکھتے آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ [(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳)]

بغلوں کے بال اکھاڑنا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ چیزیں فطری ہیں،

ختنہ کرنا، زیر ناف بالوں کا صاف کرنا، مونچھوں کا کتروانا، ناخن کٹوانا اور بغل کے بالوں کو اکھاڑنا۔[صحیح بخاری]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت ہیں، مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخنوں کا کاٹنا، جوڑ دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجا کرنا مصعب راوی بیان کرتے ہیں کہ دسویں چیز میں بھول گیا شاید وہ کلی کرنا ہو۔[صحیح مسلم]

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نور پوری فرماتے ہیں:

کسی شخص نے بغلوں کے بالوں کو اکھاڑنے اور منڈوانے میں سنت نبوی ''طریقہ نبوی'' دریافت کیا' تو فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغلوں کے بال مونڈھتے نہیں تھے بلکہ اکھاڑتے تھے وہ آدمی سوچنے کے بعد کہنے لگا یہ بات کہنا آسان ہے مگر اس پر عمل بہت مشکل ہے حافظ صاحب فرمانے لگے کوئی نبوی طریقہ مشکل نہیں وہ آدمی کہنے لگا آپ کا کیا عمل ہے تو استاد محترم نے فوراً قمیص اٹھائی اور بغلیں دکھائیں کہ یہ دیکھو میں بغلوں کے بال اکھاڑتا ہوں۔[(ترجمان الحدیث خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۳۷)]

میں نے مولانا صفدر عثمانی صاحب سے پوچھا آپ کو اس واقعہ کا کیسے پتا ہے کیا آپ کے سامنے حافظ صاحب نے اس آدمی کو بغلیں ننگی کر کے دکھائیں تھی۔ عثمانی صاحب کہنے لگے مجھے حافظ صاحب نے خود یہ واقعہ سنایا تھا، حافظ صاحب فرمانے لگے وہ آدمی مانتا نہیں تھا اور بار بار یہی کہتا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے تو میں نے اسے دکھایا یہ دیکھ لے۔ یہاں شاید عام آدمی پریشان ہو جائے کہ بغلیں دکھانا کوئی اچھا عمل نہیں تو پریشان ہونے والے آدمی کے لیے عرض ہے بغلیں ستر نہیں ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں اتنی کشادگی رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔

[صحیح البخاری]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی دعا میں بجز نماز

استسقاء کے نہیں اٹھاتے تھے نماز استسقاء میں آپ ﷺ دست مبارک اتنے بلند کرتے کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگتی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔[صحیح البخاری]

یہاں یہ بھی وضاحت کرتا چلا جاؤں کہ اکثر لوگ حتیٰ کے بڑے بڑے علما جب سجدہ کرتے ہیں تو بازو بالکل اپنے جسم کے ساتھ سمیٹ لیتے ہیں، یہ طریقہ سجدہ کا مسنون نہیں ہے۔ سجدہ میں بازو جسم سے پسلیوں سے دور رکھنے چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اگر صف میں کھڑے ہوں تو کوشش یہی کرو کہ بازو جسم سے الگ رہیں اور اگر اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو پھر جتنے بازو ہو سکے انہیں کھولو، سمٹ کر سجدہ کرنا زمین کے ساتھ چمٹ کر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کی کیفیت ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبدِ اللهِ بنِ مالكٍ ابنِ بحينة أن رسول اللهِ ﷺ إذا سجد يجنح في سجودِهِ حتى يرىٰ وضح ابطيهِ ۔وفي رِوايةِ الليثِ ان رسول اللهِ ﷺ كان إذا سجد فرج يديهِ عن إبطيهِ حتىٰ إني لأرىٰ بياض إبطيهِ۔ [صحيح مسلم]

تو میں عرض یہ کر رہا تھا بغلیں ستر نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے اتنے اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ آپ کی بغلیں نظر آتیں۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا تھا بازو اوپر اٹھائیں یا پا سجدہ میں کھول دیں بغلیں کیسے نظر آتیں ہیں۔ میرے ذہن میں تھا کہ جب قمیض پہنی ہو تو پھر بغلیں کیسے ظاہر ہوتی ہیں؟ تو حافظ صاحب نے مجھے بتایا رسول اللہ ﷺ نے زیادہ تر ان سلیں چادریں ہی زیب تن کیں ہیں۔ دو چادریں احرام کی طرح آپ نے استعمال کی ہیں ایک تہبند ہوتی اور دوسری اوپر اوڑھتے، تو جب چادر اوڑھی ہو تو بازو کھولنے کے وقت بغلیں ظاہر ہو جاتیں ہیں۔

بچوں کے نام، اللہ کے محبوب نام:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے ناموں میں سے اللہ کے ہاں پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔[صحیح مسلم]

حافظ صاحب سُنت سے بہت زیادہ محبت کرنے والے انسان تھے، ہر کام میں کوشش یہی ہوتی کہ سنت رسول ﷺ کے عین مطابق ہو۔ ایک دفعہ ماسٹر خالد صاحب نے حافظ صاحب کو بڑے شوق

سے یہ بات سنائی کہ فلاں شخص کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، اس نے مجھ سے پوچھا اس کا نام کیا رکھوں تو میں نے کہا محمد احمد رکھو، تو اس نے یہ نام رکھ لیا ہے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے نام تو اچھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ بات بتائی ہے۔

ماسٹر صاحب جتنے ولولے سے یہ بات سنا رہے تھے اب اس میں کمی آ چکی تھی۔ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو آپ نے اس کا نام عبدالرحمان رکھا، عبدالرحمٰن دو اڑھائی سال کا ہی تھا کہ فوت ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو دوسرا بیٹا عطا کیا، حافظ صاحب نے اس کا نام بھی عبدالرحمٰن رکھا اور اس کے نام کے ساتھ ثانی لگا دیا، تیسرے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا۔ لوگوں نے اپنے بچے کا کوئی نام رکھا ہو وہ بچہ اگر فوت ہو جائے تو پھر دوبارہ کسی بچے کا وہ نام رکھنا قطعاً گوارہ نہیں کرتے کہیں یہ بھی فوت نہ ہو جائے یہ وہم کے مریض لوگوں کا خیال ہے۔ جبکہ توحید پرست آدمی اللہ اور اس کے رسول کی بات کو سینے سے لگاتا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک دفعہ درس میں کہا: مولانا محمد عبداللہ صاحب کا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھا۔ کتنا اچھا نام ہے۔ [مقالات نور پوری]

پوتوں کے نام:

حافظ صاحب کے بیٹے عبدالرحمان ثانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا تو اس کا نام حافظ صاحب نے عبیدالرحمان رکھا، باپ کا نام عبدالرحمٰن جو اللہ کو محبوب ہے اب اس کے بیٹے کا نام بھی اسی کی تصغیر سے رکھا، اللہ تعالیٰ نے دوسرا بیٹا دیا تو اس کا نام حافظ صاحب نے عابدالرحمٰن رکھا جو کہ عبد سے اسم فاعل ہے اسی سے مشتق ہے، پھر تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام عبادالرحمٰن رکھا جو کہ عبد سے مبالغہ کا صیغہ ہے فعّال کے وزن پر، پھر چوتھا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام عویبدالرحمٰن رکھا جو کہ عابد کی تصغیر ہے، پھر پانچواں بیٹا ہوا تو اس کا نام عبودالرحمٰن رکھا ہے پھر چھٹا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام عبدان الرحمٰن رکھا ہے تو پھر ساتواں بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام عبیدان الرحمٰن رکھا۔ مذکورہ سات نام اس بات کی عکاسی کر رہے ہیں کہ حافظ صاحب کو فرمان مصطفےٰ دل و جان سے عزیز تھا، رحمان کی محبوب چیز ہی آپ کو محبوب تھی۔ ایسا محب کون ہے اور کہاں ہے؟ ''عبدالرحمان اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو اس محبوب نام کو نہیں چھوڑا اس کے مشتقات ہی چن لیے تاکہ محبت قائم رہے۔

لیٹرین اور غسل خانہ الگ الگ:

حافظ صاحب لیٹرین اور غسل خانہ الگ الگ بنانے کے قائل تھے۔ ایک ہی دروازے میں لیٹرین اور غسل خانہ بنانے کو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف سمجھتے تھے: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کہ وہ پھر اسی جگہ غسل بھی کرے۔ [سنن ابوداد]

حافظ صاحب نے اپنے گھر میں لیٹرین اور غسل خانہ الگ الگ بنائے تھے۔ جب کبھی اس کے متعلق بات ہوتی تو حافظ صاحب سامعین کو اس طرف رغبت دلاتے کہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ بنانی چاہیے۔

قمری تاریخ

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ﴾

قمری تقویم ہی حقیقی تقویم ہے، وقت کی پیمائش کا قدرتی طریقہ قمری تقویم ہے شمسی نہیں۔

حافظ صاحب قمری تاریخ کے مطابق شب و روز بسر کرتے تھے۔ آپ کی گھڑی پر بھی قمری تاریخ تھی، نئے چاند کے طلوع ہونے کا حافظ صاحب کو علم ہوتا تھا ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں کسی صاحب نے کہا آج 28 تاریخ ہے، حافظ صاحب نے سنتے ہی کہا آج تاریخ 2 ہے جو تم بتا رہے ہو یہ نہیں چاند کل کا طلوع ہو چکا ہے، میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کوئی رمضان یا محرم یا ربیع الاول کا بھی مہینہ نہیں جس کا شور ہر طرف ہو جاتا ہے کہ شور کی وجہ سے حافظ صاحب کو علم ہو بلکہ حافظ صاحب خود چاند کی تاریخوں کا حساب رکھتے تھے۔ حافظ صاحب کو ہر مہینے کے نئے چاند کا علم ہوتا تھا، کیونکہ آپ نے ایام بیض کے روزے رکھنا ہوتے تھے، حافظ صاحب سے جب کوئی پوچھتا آپ یہاں کب آئے ہیں تو قمری سن بتاتے۔

میں نے سوال کیا حافظ صاحب آپ نے حج کب کیا تو حافظ صاحب نے بتایا ۱۴۱۰ھ ہجری کو۔

دائیں جانب اختیار کرتے:

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک کر سکتے تھے اپنے کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کو پسند کرتے تھے، اپنی طہارت میں اور اپنی کنگھی کرنے میں اور اپنی جوتیاں پہننے میں۔

[صحیح البخاری]

حافظ صاحب جب تحریر لکھتے اس تحریر میں اپنے دستخط کرتے تو اس کے آخر میں تاریخ اس طرح لکھتے: ابن عبدالحق

۱۵/ ٦/ ١٤١٨ھ سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

یعنی دائیں طرف سے تاریخ شروع کرتے۔ اس کی مثال حافظ صاحب کے احکام مسائل میں تقریباً ہر سوال کے جواب کے بعد دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک دفعہ میری بیگم حافظ صاحب کے گھر گئی، تو حافظ صاحب کی بیٹی نے بتایا: ابو جی ہر معاملہ میں شریعت کے احکامات پر ہی عمل کرتے تھے، حتیٰ کہ ناخن کاٹتے وقت بھی شریعت پر عمل کرتے۔ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے ناخن کاٹنے شروع کرتے تھے۔

بالوں کی وضع قطع:

مولانا محمد یونس عتیق حفظہ اللہ وزیر آبادی فرماتے ہیں: شادی کے موقع پر برات لے جانے کو رسم قرار دیتے۔ اسی طرح لباس پہننے میں، جوتا پہننے میں، کنگا کرنے میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا۔

[(مجلہ المکرم «اشاعت خاص» نمبر ۱۳ صفحہ ۱۰۵)]

حافظ صاحب روزانہ کنگھی کرنے کے قائل نہیں تھے، اس کے لیے آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا:

«عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا».

[قال الألباني: صحیح. [سنن أبي داود:٤١٥٩) الغب، تسريح الشعر يوما بعد يوم]

اس لیے حافظ صاحب روزانہ کنگھی نہیں کرتے تھے، غسل فرمانے کے بعد بالوں کو پیچھے کر کے رومال سے بہت خوبصورت پگڑی باندھ لیتے۔

حافظ صاحب چھوٹے بال رکھنے اور کٹانے کے قائل نہیں تھے۔ حافظ صاحب کا موقف تھا یا

حلق (ٹنڈ) کرواؤ یا زلفیں (پٹے) رکھو۔ ایک دفعہ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا یہ حجامت جو لوگ کرواتے ہیں۔ درمیانے بال رکھتے ہیں کیا یہ درست نہیں؟ تو حافظ صاحب کہنے لگے یہ انگریز کی نقالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال تین طرح ہوتے تھے وَفْرَہ، لِمَّہ، جُمَّۃ .

حافظ صاحب سر کے بال چھوٹے چھوٹے کٹانے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ سر کے بالوں کے متعلق حافظ صاحب کا موقف یہ تھا:

سر منڈانا درست ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اِحْلِقُوْہُ كُلَّهُ أَوِاتْرُكُوْہُ كُلَّهُ» .

''سارے سر کا حلق کرو یا سارے سر کو چھوڑ دو۔''

[ابو داوٗد المجلدالثانی، کتاب الترجل، باب فی الصبی له ذوابة]

نیز قرآن مجید میں ہے:

﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ﴾ [الفتح :۲۷]

''تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے ان شاء اللہ اس حال میں کہ تم سر منڈائے اور بال ترشوائے ہوئے ہوں گے کسی کا خوف تم کو نہ ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے احرام کھولنے پر سر منڈایا تھا نیز آپ ﷺ نے دعا فرمادی:

«اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ» .

''اے اللہ رحمت کر سر منڈانے والوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اور بال ترشوانے والوں پر۔''

[بخاری شریف، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عندالحلال]

ہاں افضل سنت یہی ہے کہ ''وفرہ، جمہ اور لمہ'' بال رکھے جائیں رہی حدیث «سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ» تو اس کا مقصود یہ ہے کہ جو خارجی ہے وہ سر منڈاتا ہے یہ مقصود نہیں کہ جو سر منڈاتا ہے وہ خارجی ہے۔

سر کے بالوں کو عربی میں تین ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے: جُمَّہ، وَفْرَہ ، لِمَّہ۔ اگر کسی شخص کے سر پر اتنے لمبے بال ہوں جو کانوں تک پہنچ جائیں تو ان بالوں کو جمہ کہتے ہیں اور اگر کان کے لو

تک بال ہوں تو ان کو وفرہ کہتے ہیں اور جو بال کان کی لو اور کاندھے کے بین بین ہوتے ہیں یعنی کان کی لو سے نیچے ہوان کو لمہ کہتے ہیں۔

ابوداد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفرہ والے تھے اور ان بالوں میں مہندی کا رنگ تھا۔ حافظ صاحب کا مؤقف بھی یہی تھا اور عمل بھی یہی تھا، حافظ صاحب کے سر کے بال وفرہ یا جمہ ہوتے تھے۔ جب کبھی حافظ صاحب مسجد میں وضوء کے لیے سرخ رومال سے باندھی ہوئی پگڑی اتارتے تو آپ کے سر کے بال دیکھنے کا موقع ملتا درمیان سے مانگ ہوتا ہے اور وفرہ بال ہوتے بڑے خوبصورت لگتے۔

براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«ما رأيت من ذي لمة أحسن في حلة حمراء من رسول الله ﷺ شعره يضرب منكبيه» . [صحيح مسلم]

داڑھی کی ترغیب:

اور اگر کسی میں کوئی کوتاہی دیکھتے تو کمال حکمت سے اسے سمجھاتے اور کہتے "آپ نے تو ایک مسئلہ پوچھا ہی نہیں؟ وہ پوچھتا ہے کون سا مسئلہ رہ گیا ہے؟ تو حافظ صاحب اس کو فرماتے: داڑھی رکھنے والا مسئلہ! تو اس طرح آپ اس کو سمجھاتے اور بدعملی چھوڑنے کی ترغیب دلاتے۔ اس طرح کئی لوگوں نے برے اعمال ترک کر دیے اور سنت نبویہ پر عمل کیا۔ فلله الحمد على ذالك

تحیۃ المسجد:

حافظ عبدالمنان نور پوریؒ نے زندگی بھر جو کہا وہ کیا اور جو کیا وہ کہا اور جو پڑھا اس پر عمل کیا۔ دو رکعت پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب جب بھی اور جس مسجد میں بھی تشریف لے جاتے جب تک دو رکعت ادا نہ کر لیتے بیٹھتے نہیں تھے، خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

جمعہ کی صرف ایک اذان:

حافظ صاحب اکثر اس بات کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے کہ صبح کی دو اذانیں نبی کریم ﷺ کے دور میں ثابت ہیں۔ لیکن آج ہم نے وہ اذان چھوڑ دی ہے اور جمعہ کی دو اذانیں نبی ﷺ سے ثابت

نہیں اور نہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہوتی تھیں وہ ہم نے شروع کر لیں ہیں۔ ہمیں سنت والا عمل اختیار کرنا چاہیے، صبح کی دو اذانیں اور جمعہ کی صرف ایک اذان ہی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

محبت رسول ﷺ کا ایک عجیب واقعہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ».

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے سب سے زیادہ مجھے پیارے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے ان کی تمنا ہوگی کہ کاش کہ اپنے گھر والے اور مال کے بدلہ میں میرا دیدار کر لیں۔[صحیح مسلم]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔[بخاری]

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ نے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب سے کہا آپ حافظ صاحب کے ساتھ کافی دیر رہے ہیں آپ نے ان کی خدمت کی ہے آپ حافظ صاحب کا کوئی واقعہ، کوئی بات سنائیں۔ تو مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرمانے لگے: ایک دفعہ میں اس بیٹھک میں آیا، حافظ صاحب اپنی مسند پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں غالباً ابن قیم کی زادالمعاد تھی اور رو رہے تھے۔ میں قریب ہوا اور رونے کہ وجہ پوچھی تو کہنے لگے کوئی بات نہیں لیکن ساتھ ساتھ روتے جاتے۔ میں نے انہیں حوصلہ دینے کی کوشش کی اور کہا کیا وجہ ہے؟ آپ وجہ تو بتائیں، کیا معاملہ ہے کیوں رو رہے ہیں۔ وجہ کا پتا چلے گا تو اس کا حل بھی نکل آئے گا۔ آپ نہ روئیں اور مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟ میں نے اصرار کیا، میرے اصرار کرنے پر فرمانے لگے آپ اقرار کریں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا، میں نے اقرار کر لیا کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر پڑھ رہا تھا یا یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات یاد آئی تو رونا آ گیا ہے۔ ساجد صاحب فرمانے لگے حافظ صاحب کی زندگی میں مَیں نے کسی کو نہیں بتایا اب بتا رہا ہوں۔

ساجد صاحب نے یہ واقعہ سنایا تو اہل مجلس پر رقت طاری ہوگئی، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے یاد آنے پر آنسو بہنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ جو محبوب کی وفات پر رو پڑا ہے۔ خلوت میں رونا اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ اور اخلاص جب اہل دنیا پر ظاہر ہو جائے تو پھر اس میں ریا کاری کا خدشہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اللہ کا بندہ ایسا تھا جو اس خدشہ کے پیش نظر عہد و پیماں لے رہا ہے کہ کسی کو نہیں بتانا۔ اللّٰھم ألحقه بنبيك الكريم واجعله من الذين أنعمت عليهم من النبيين والصديقين.

حافظ صاحب کی تحریر میں جب نبی ﷺ کا نام آتا تو مکمل درود صلی الله علیه وسلم لکھتے۔ میں نے کہا حافظ صاحب کئی لوگ تو صرف ''ص'' لکھ دیتے ہیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے وہ بخیلی کرتے ہیں، یہ لوگ بخیل ہیں۔

نیکیوں میں سبقت

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾. [البقرة:١٤٨]

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾. [البقرة:١٦٨]

امام غزالی نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جونہی اس کے دل میں اللہ کے نام پر اپنا مال خرچ کرنے کا داعیہ پیدا ہو تو وہ اس نیک کام میں قطعاً تاخیر نہ کرے کیونکہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالنے لگتا ہے کہ اگر اپنا مال خرچ کر دے گا تو کنگال ہو جائے گا اسی طرح وہ اس کو فقر افلاس سے ڈراتا ہے اور صدقہ خیرات کرنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے لہذا توقف تاخیر کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ شیطان کا داؤ چل جائے اور اس نیکی سے ہاتھ دھونا پڑے۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ الأَعْمَشُ -وَلاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ- قَالَ: «التُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلاَّ فِي عَمَلِ الآخِرَةِ». [ابو داود]

''مصعب بن سعد نے اپنے والد سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس کے بارے میں حدیث کے راوی اعمش کہتے ہیں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس حدیث کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور وہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توقف و تاخیر ہر عمل میں بہتر ہے مگر آخرت کے عمل میں نہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں توقف نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو فورا کر لینا چاہیے کیونکہ نیک کام میں تاخیر کا مطلب بہت سی آفات اور کوتاہیوں کا خطرہ مول لینا ہے علاوہ ازیں دنیاوی امور کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی دنیاوی کام کو کیا جائے تو ابتدا میں عام طور پر اس کے انجام کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ آیا اس کا انجام یقینی طور پر اچھا ہوگا جس کی وجہ سے اس کو فورا کر لینا ضروری ہو یا اچھا نہیں ہوگا کہ اس کے کرنے میں تاخیر کی جائے لہذا تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے دنیاوی کام میں توقف و تاخیر اختیار کر لو اور کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کر لو اس کے خلاف دینی کاموں کا انجام چونکہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا علم نہ ہو اس لیے ان میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہوتی علاوہ ازیں قرآن کریم میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ نیکی بھلائی کے کاموں میں سبقت عجلت کرو اور مغفرت وبخشش کی طرف لپکو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی:

﴿فمن یرِدِ اللہ ان یھدِیہ یشرح صدرہ لِلاسلامِ﴾[الانعام : ۱۲۵]

اللہ تعالی جس شخص کو ہدایت بخشنا چاہتا ہے یعنی خاص ہدایت کہ جو اس کو مرتبہ اختصاص تک پہنچا دے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے بایں طور کہ اس کو شرائع اسلام اخلاص کے ساتھ قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا آیت کی تفسیر میں فرمایا جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس حالت و کیفیت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کو پہچانا جا سکے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی نشانی ہے، دار الغرور (دنیا سے) دور ہونا، آخرت کی طرف رجوع کرنا اور پوری طرح متوجہ رہنا جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا جہان ہے، اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیاری کرنا۔

''شرح صدر'' یعنی سینہ کا کھل جانا وہ نعمت ہے جو ہدایت و رستی اور تمام دینی و دنیاوی امور میں

بہتری و بھلائی کا ذریعہ ہے، یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص شرح صدر کی حالت کو پہنچ گیا ہے؟ اس کو پہچاننے کے لئے تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک تو دار الغرور ''دنیا'' سے بعد یعنی زہد و قناعت اختیار کرنا کہ یہ جگہ مکر و فریب سے بھری ہوئی ہے اور شیطان اس کے ذریعہ لوگوں کو فریب دیتا ہے دوسرے دنیا کی طرف سے بے پرواہ ہو کر آخرت کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا اور ہر صورت میں اسی کی بہتری و بھلائی کو ملحوظ رکھنا اور تیسرے یہ کہ موت آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کر لینا یعنی توبہ و انابت کے ذریعہ اپنی لغزشوں اور گناہوں سے اظہار بیزاری کرنا، عبادات اور اچھے کاموں میں سبقت کرنا اور اپنے اوقات کو طاعات الٰہی میں مشغول رکھنا، جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں تو جان لینا چاہئے کہ اس نے گویا تمام شرائع اسلام کو پورے یقین و اخلاص کے ساتھ قبول کر لیا ہے اور وہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے جہاں احکام الٰہی کی بجا آوری مزاج و طبعیت پر گراں گزرنے کے بجائے روحانی و جسمانی کیف و سرور اور لذت بہم پہنچاتی ہے۔ واضح رہے کہ شرح صدر یعنی سینہ کی کشادگی سے مراد قلب میں قبول حق کی استعداد و صلاحیت کا پیدا ہو جانا ہے اور قلب مومن جو نور ہدایت سے پر ہو، وہ بذات خود بڑے عظیم رتبہ کا حامل ہے۔

حافظ شاہد صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا رہن سہن اور عادات و شمائل ایسے تھے کہ گویا آپ ہر دم آخرت کی فکر اور روزِ حشر کے لیے تیاری میں مگن ہیں۔ امام ہشیم بن بشیر الواسطی رحمہ اللہ نے منصور بن زاذان رحمہ اللہ (م ۱۳۰ھ) کے بارے میں کی ہے:

«كَانَ مَنْصُورٌ، لَوْ قِيلَ لَهُ: إِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَلَى الْبَابِ، مَا كَانَ عِنْدَهُ زِيَادَةٌ فِي الْعَمَلِ» [سير أعلام النبلاء: ٥/ ٤٤٣]

''منصور کو اگر کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر آپ کی روح قبض کرنے کے لیے پہنچ گئے ہیں تو وہ مزید کوئی نیک عمل کرنے کی کوشش نہ کرتے۔''

جوڑا خرچ کرنا:

حافظ صاحب کس طرح نیکیوں میں سبقت کرنے والے تھے؟ اللہ تعالیٰ کے رستے میں آپ خرچ تو کرتے تھے لیکن اس خرچ کرنے میں بھی آپ فضیلت کو مدنظر رکھتے تھے۔ آپ خرچ کرتے وقت جفت چیز خرچ کرتے، مولانا طاہر محمود سلفی صاحب نے مجھے بتایا: جامعہ محمدیہ کے ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا

کیا یہ کوئی مسئلہ ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ کرنا ہو تو دو دو چیزیں کریں ،سلفی صاحب کہتے ہیں پہلے تو میں اس کی بات نہ سمجھا ، پھر اس نے بتایا: حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب رحمہ اللہ جب خرچ کرتے تھے تو جفت خرچ کرتے تھے۔ یعنی اگر کسی کو انھوں نے بیس روپے دینے ہیں تو دو دو دس دس کے نوٹ دیتے تھے ۔سلفی صاحب کہتے ہیں: مجھے اس وقت پتہ چلا کہ اس حدیث «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ . . .» پر بھی عمل کرنا چاہیے اور یہ عمل اس طرح کرتے ہیں جس طرح حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کرتے تھے۔

آپ دیکھیں! حافظ صاحب کے اس عمل کو عام آدمی تک بھی جانتا تھا۔ حافظ شاہد محمود صاحب نے بتایا میں ایسے آدمی کو جانتا ہوں جو حافظ صاحب کے اس عمل کو دیکھ کر اسی طرح عمل کرتا ہے۔ مولانا طاہر محمود سلفی صاحب کہنے لگے بعض دفعہ حدیث نظر میں ہوتی ہے، لیکن اس پر چونکہ کسی کا عمل نہیں دیکھا ہوتا تو وہ حدیث پڑھ کر ویسے ہی گزر جاتے ہیں، لیکن جب اس پر کسی کو عمل کرتے دیکھتے ہیں تو پھر (علیٰ وجہ البصر) اس حدیث کا علم ہو جاتا ہے۔

کھانا اور نماز

جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے رکن شیخ محمد یوسف بان سوتر والے نے حافظ صاحب کے گھر افطاری کی۔ افطار کے وقت حافظ صاحب نے کھجوریں اور دودھ پیش کیا۔ حافظ صاحب افطاری کرتے ہی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے نماز کا وقت ہو گیا ہے مسجد میں چلتے ہیں۔ شیخ صاحب فرمانے لگے ادھر ہی پڑھ لیں، حافظ صاحب کہنے لگے نماز مسجد میں ہی ہوتی ہے مسجد میں جا کر پڑھنی ہے، پھر وہ حافظ صاحب کے ساتھ گئے اور نماز مسجد میں جا کر پڑھی۔ واپسی پر کھانا چونکہ حافظ صاحب کے ہی گھر تھا، شیخ صاحب نماز پڑھ کر حافظ صاحب کے گھر جب آئے تو کہنے لگے اب فلاں دن ہمارے گھر افطاری کرنی ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے آپ کے گھر افطاری نہیں کرنی۔ شیخ صاحب کہنے لگے کیوں؟ حافظ صاحب نے کہا ایک دفعہ آپ نے افطاری کروائی تھی اور نماز پڑھنے کے لیے ان میں سے مسجد میں کوئی نہیں آیا تھا۔ آپ نماز گھر میں ہی پڑھاتے ہیں اس لیے ادھر افطاری کرنی ہی نہیں۔ شیخ صاحب کہنے لگے آپ افطاری ہمارے گھر کرنا اور نماز مسجد میں جا کر پڑھنا۔ حافظ صاحب کہنے لگے اس شرط پر افطاری آپ کے گھر ہو گی کہ وہاں موجود تمام افراد نماز مغرب مسجد میں جا کر پڑھیں، شیخ صاحب نے یہ شرط تسلیم کر لی

اور پھر حافظ صاحب نے افطاری کا وعدہ ان سے کیا۔ یہ تھے حافظ نورپوری صاحب جبکہ ہم نے دوسرے علما بھی دیکھیں ہیں جو افطاری ایسی کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں۔ اور پھر جب ان سے کوئی پوچھتا ہے آپ مغرب کے وقت نظر نہیں آئے تھے تو بڑے معصومانہ انداز سے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں انھوں نے دعوت کی تھی تو اٹھنے ہی نہیں دیا۔

چائے میں پانی

حافظ صاحب کے ساتھ کئی پروگرام اور دعوتوں میں مَیں شریک ہوا ہوں، دعوت کے اختتام پر میزبان جب چائے پیش کرتے تو کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت بالکل قریب ہوتا۔ تو دعوت میں شریک سب لوگ چائے کے گرم کپ ہاتھ میں پکڑ کر بیٹھے رہتے لیکن حافظ صاحب چائے کے کپ میں پانی ڈالتے اور تین چار گھونٹ لگا کر چائے کا کپ سیکنڈوں میں ہی پی کر مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے۔ اس قسم کے واقعات کے شاہد بہت سارے لوگ ہیں ہر آدمی اپنے انداز سے بات بیان کرتا۔ اس طرح کا واقعہ مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے حافظ صاحب کے گھر مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب ﷾ کی موجودگی میں سنایا، تو ان کا انداز بیان اور الفاظ ایسے تھے کہ ہم سب سامعین کو بڑا لطف آیا۔ جاوید صاحب فرمانے لگے: ایک دعوت میں علما کرام شریک تھے نماز کے لیے اذان ہوئی ہم سب ادھر ہی بیٹھے چائے کے کپ پکڑے گپیں لگاتے رہے اور نورپوری صاحب رحمہ اللہ چائے پی کر مسجد میں جا پہنچے۔ نورپوری صاحب فرسٹ پوزیشن حاصل کر گئے باقی سب پیچھے رہ گئے۔ حافظ صاحب جب بھی کسی دعوت میں شریک ہوتے وہاں اگر نماز کا وقت ہو جاتا پھر حافظ صاحب وہاں نہیں ٹھہرتے تھے۔ فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے اور اگر اس وقت چائے پیش کی جاتی تو حافظ صاحب چائے کے کپ میں پانی ڈالتے اور چار یا پانچ گھونٹ میں چائے پی کر فوراً مسجد میں پہنچ جاتے۔

ابن بشیر الحسینوی نے مجھے فون پر بتایا: میں فیصل آباد گیا تھا وہاں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے ملاقات ہوئی اور حافظ صاحب کا تذکرہ ہوا۔ اثری صاحب بتانے لگے کہ ایک دفعہ یہاں فیصل آباد جلسہ میں حافظ نورپوری صاحب تشریف لائے تھے، ہم نماز اس سے پہلے کھانا کھا رہے تھے، کھانے کے بعد چائے لائی گئی جب چائے آئی تو نماز کا وقت قریب ہی تھا اور چائے بھی گرم تھی حافظ صاحب نے چائے کے کپ میں پانی ڈالا اور تین چار گھونٹ میں چائے کا کپ پی لیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے

لگے جماعت کھڑی ہونے والی ہے چائے میں پانی ڈال کر پی لو اور نماز با جماعت ادا کرو۔

کئی لوگ حافظ صاحب کے اس عمل پر بڑا تعجب کرتے ہیں، اس میں تعجب والی کون سی بات ہے آپ نے دیکھا ہوگا بڑے بڑے اپنے آپ کو عقل مند کہلانے والے لوگ چائے پینے سے پہلے پانی پیتے ہیں۔ بلکہ اب تو امیر لوگوں کا فیشن اور رواج بن گیا ہے وہ چائے پینے سے پہلے پانی پیتے ہیں اور مہمان کو چائے کے ساتھ ایک جگ اور گلاس پانی کا بھی پیش کرتے ہیں، تو جو لوگ چائے سے پہلے پانی پیتے ہیں وہ بھی تو پانی میں چائے یا چائے میں پانی ملاتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے حافظ صاحب ملا کر پیتے ہیں اور وہ پانی پی کر ملاتے ہیں۔ البتہ اس عمل میں تاثیر کے حوالے سے فرق ہے گرم گرم چائے گلے اور انتڑیوں کو گرم رکھتی ہے۔لیکن حافظ صاحب کو انتڑیاں گرم رکھنے کی فکر نہیں تھی۔

خطبہ جمعہ کے لیے جلدی جانا:

حافظ عبدالسمیع آثم صاحب کی بیٹی فوت ہوگئی تھی۔ یہ سحری کا وقت تھا اور صبح جمعہ کا دن تھا۔ نماز جنازہ کا ٹائم دس بجے کا رکھا گیا۔ میں نے حافظ نورپوری صاحب کو فون پر اطلاع کر دی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا نماز جنازہ آپ نے پڑھانی ہے۔ حافظ صاحب نے کوئی بات نہیں کی فوراً کہہ دیا ٹھیک ہے" ان شاء اللہ" میں نے کہا حافظ صاحب میں آپ کو لینے کے لیے ساڑھے آٹھ بجے آؤں گا، ۹ بجے جنازہ ہے۔ حافظ صاحب نے کہا ٹھیک ہے، میں مقررہ وقت سے دس پندرہ منٹ لیٹ پہنچا حافظ صاحب دروازے کے باہر ہی مجھے ملے اور کہنے لگے پانی پی لو پھر چلتے ہیں، میں نے کہا حافظ صاحب جلدی ہے میں پہلے ہی لیٹ ہوگیا ہوں، میں حافظ صاحب کو ساتھ لے کر جنازہ گاہ پہنچ گیا۔

حافظ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد میں نے حافظ صاحب سے کہا میں نے سیالکوٹ جمعہ پڑھانے جانا ہے یہ ساتھی آپ کو واپس چھوڑ آئیں گے۔ حافظ صاحب کہنے لگے میں نے واپس نہیں جانا، میں ادھر سے پیدل ہی جامعہ محمدیہ نیائیں چوک چلا جاؤں گا، میں نے بھی جمعہ پڑھانا ہے کوئی بات نہیں آپ چلے جائیں۔ میں نے کہا نہیں حافظ صاحب یہ ساتھی آپ کو مسجد تک چھوڑ آئیں گے۔ حافظ صاحب کہنے لگے کوئی بات نہیں یہاں سے چوک نیائیں قریب ہی ہے میں پیدل ہی چلا جاؤں گا اتنا پیدل چلنے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر حافظ صاحب قبر کی طرف چل پڑے تدفین کے بعد حافظ صاحب جامعہ محمدیہ نیائیں چوک آئے اور خطبہ جمعہ کے لیے بیٹھ گئے۔

جمعہ کے دن آٹھ بجے ہی سے نماز جنازہ کے لیے تیار رہنا اور پھر ادھر ہی سے خطبہ جمعہ کے لیے مسجد جانا یہ ان کے اخلاص اور ان کے عمل صالح کی دلیل ہے۔ ظاہر بات ہے سردیوں میں صبح فجر کی نماز پڑھائی اور پھر درس دیا پھر گھر آئے آٹھ تو اتنے میں ہی بج جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نماز جنازہ، تدفین اور پھر خطبہ جمعہ، سارا دن اعمال صالحہ میں بسر ہوا۔ اے اللہ ان کی صالحات کو قبول فرما۔

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں: والد گرامی جمعہ پڑھانے کے لیے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے گھر سے تشریف لے جاتے اور حسب توفیق رکعتیں پڑھتے خطبہ جمعۃ المبارک چوک نیائیں والی مسجد میں ارشاد فرماتے، آپ نے اس مسجد میں کئی موضوعات پر نماز عصر کے بعد درس بھی دیا ہے جو کہ مقالات نور پوری کے نام سے کتاب چھپی ہوئی ہے۔[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ)]

نماز میں انہماک:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: آپؒ نماز بڑے خشوع خضوع اور انہماک کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، چنانچہ میں نے آپؒ کو دورانِ نماز کبھی بھی خارش کرتے ہوئے نہیں دیکھا، فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح انسان کو نماز میں فضول عادت سی پڑ جاتی ہے۔

حافظ ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب سے پہلی ملاقات 1996ء کو مرکز ابن القاسم ملتان میں ہوئی۔ ان دنوں راقم مرکز میں درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا۔ مرکز ابن القاسم میں پہلی مرتبہ بلوغ المرام کے اختتام پر درس حدیث کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے۔

پہلی مرتبہ ان کی دبدبہ انگیز شخصیت' حسین' وجیہہ چہرہ' سنت کے مطابق لباس اور سر پر عمامہ زیب تن دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ شیخ محترم نے نماز فجر کی امامت کروائی اور نماز میں سورہ ملک تلاوت کی آپ کی قرات سنت کے مطابق تھی۔ ایک ایک حرف واضح کر کے صحیح تلفظ سے پڑھ رہے تھے۔

حافظ صاحب جب ﴿وللذين كفروا بربهم عذاب جهنم وبئس المصير﴾ والی آیت پر پہنچے تو آپ پر رقت طاری ہوگئی کافی دیر خاموشی سے رہے۔ پیچھے کھڑے طلبہ نے لقمہ دینا شروع کر دیا۔ ان ناسمجھوں کو کیا معلوم کہ آپ آیت عذاب پر رک کر جہنم کی ہولناکیوں سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ بعد

ازنماز آپ نے طلبہ کو کچھ نہ کہا یہ ان سے میری پہلی ملاقات کی روداد تھی جس نے ان کی علمی وجاہت اور عمل بالکتاب والسنہ کا گہرا اثر مجھ پر چھوڑا۔ [(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ صفحہ ۴۱)]

نماز باجماعت کا اہتمام:

﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾.[البقرة:٤٣]

حافظ صاحب نماز باجماعت کو فرض سمجھتے تھے،اکیلے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔حافظ صاحب نے ہمیشہ نماز باجماعت ہی ادا کی ہے۔

حافظ صاحب نے اپنے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے متعلق اشعار میں لکھا ہے:

وَ حَنِيْفُنَا وَ عَطَائُنَا يَتَحَدَّثُ
مَا فَاتَ شَيْخَا لِيْ مُدَى الْأَزْمَان

اور ہمارے عطاء اللہ حنیف بیان کرتے ہیں
نہیں فوت ہوئی میرے شیخ سے بڑا لمبا زمانہ

خَمْسِين عَامًا فِيْ صَلَاةِ فِيْ جَمَا
عَاتِ لِتَحْرِيْم لَهَا خُلَّانِيْ

پچاس سال میں ایک نماز کی (بھی)
جماعت کے ساتھ (تکبیر) تحریمہ، اے میرے دوست!

تَكْبِيْرَةٌ أُوْلٰى وَهٰذَا دَأْبُه
فَلَقَالَهٗ تِلْمِيْذُهٗ الفَوْجَانِيْ

تکبیر اُولیٰ (نہیں فوت ہوئی) اور یہ آپ کی عادت تھی
پس بیان کیا ہے اس کو آپ کے شاگرد بھوجیانی نے

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی روٹین تھی تو شاگرد (نورپوری رحمہ اللہ) کی بھی یہی روٹین تھی۔اپنی زندگی کے آخری دن کی نماز بھی نورپوری رحمہ اللہ نے باجماعت ادا کی ہے۔

ایک دفعہ رمضان المبارک میں جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ حافظ صاحب کو ساتھ لے کر شہر کسی آدمی سے جامعہ کے فنڈ کے لیے آگئی۔کیونکہ پہلے مولانا عبداللہ صاحب انتظامیہ کے ساتھ فنڈ اکٹھا کرنے

کے لیے مالدار لوگوں سے ملنے جایا کرتے تھے۔ اب کی مرتبہ حافظ صاحب ساتھ تھے۔ اس آدمی کے گھر بیٹھے تھے کہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا تو حافظ صاحب عشاء کی نماز کے لیے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آئے، نمازیوں نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ اس وقت آج حافظ صاحب کدھر آئیں ہیں۔ تو پتا چلا کہ جامعہ کی انتظامیہ اور ان کے امیر میاں محمد یوسف صاحب بھی ان کے ساتھ ہیں۔ رمضان میں فنڈ مہم کے لیے آئے ہیں۔ حافظ صاحب نے یہاں عشاء کی نماز قاری محمد اسلم المعروف قاری فرشتہ صاحب کے پیچھے ادا کی۔ پھر اس کے بعد حافظ صاحب کسی آدمی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، کسی کو بلایا نہیں، سائیڈ پر ہو کر بیٹھے نہیں، پیچھے میٹنگ ھال میں گئے نہیں، بلکہ وہیں حافظ صاحب نے دو دو کر کے چار رکعات نوافل ادا کیے۔ پھر اس کے بعد نماز تراویح شروع ہوئی تو حافظ صاحب نے مکمل آٹھ رکعات تراویح ادا کیں نماز تراویح ختم ہونے کے بعد حافظ صاحب واپس گئے۔

ظاہراً یہ عمل معمولی سا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیا بات ہے اور کیا کمال ہے، نماز عشاء پڑھی اور پھر تراویح پڑھی۔ تو میں کہتا ہوں یہ کمال اس وقت نظر آتا ہے جب دوسرے علما کا عمل سامنے آتا ہے جو کسی کے گھر دعوت کھانے بیٹھیں تو نمازیں بھی وہیں گزرتی ہیں۔ اور نماز تراویح کا اہتمام تو شاید ہی کوئی مولوی صاحب کرتے ہوں ورنہ اکثر کی حالت دگر گوں ہوتی ہے۔ بے مقصد فضول مجلسوں میں وقت ضائع کر دیں گے مسجد کے سائیڈ والے کمرے میں بیٹھ کر گپیں ہانکتیں رہیں گے، نماز تراویح نہیں پڑھیں گے۔ لیکن حافظ صاحب نے کبھی ادھر ادھر بیٹھ کر فضول وقت ضائع نہیں کیا تھا، کوئی سیاسی یا غیر سیاسی میٹنگ مجلس بلا کر کبھی کسی کی غیبت چغلی نہیں کی تھی۔ وہ تو صرف نیکیاں اکٹھی کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

رمضان المبارک میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فلاں صاحب کے گھر، شیخ صاحب کے گھر، بٹ صاحب کے گھر بڑے مولوی صاحب آئے ہیں، حافظ صاحب آئے ہیں، علامہ صاحب آئے ہیں، قاری صاحب آئے ہیں اور وہ شیخ صاحب بٹ صاحب بڑے خوش ہیں کہ ہمارے پاس ایک نامور قد آور شخصیت آئی ہے۔ اور مولوی صاحب، قاری صاحب، حافظ صاحب بڑے خوش ہیں کہ میری شیخ صاحب کے پاس دعوت ہے۔ ماشاء اللہ دونوں طرف سے دس دس آدمی بھی ساتھ ہیں اور آؤ بھگت ہو رہی ہے کھانے کی ڈشیں آ جا رہی ہیں۔ دنیا کے اس ماحول میں پوری طرح یہ مجلس برپا ہے، نمود ونمائش کی جا رہی ہے رنگ برنگے کھانے کھائے جا رہے ہیں، یہ ماشاء اللہ علما دین اور دین کی خدمت ہو رہی

ہے۔اورادھر مسجد میں مولوی صاحب اور انتظامیہ مسجد ھٰذا کے سوا عام لوگ نماز پڑھ رہے ہیں،اور وہ کہہ رہے ہیں آج ما شاء اللہ حاجی صاحب کے گھر علامہ صاحب ، شیخ صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ایسی صورتحال میں حافظ صاحب کا عمل بالکل جداگانہ تھا جہاں کہیں جاتے باجماعت نماز مسجد میں ادا کرتے اور جس کے گھر دعوت ہوتی کھانے کے بعد فوراً اٹھ جاتے۔

حافظ عبدالسلام زاہد صاحب فرماتے ہیں: راقم الحروف ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک میرپور خاص سندھ جامعہ بحرالعلوم السّلفیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔۲۰۰۸ء میں مذکورہ جامعہ کے ذمہ داران کی خواہش پر راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب سے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس کے لیے وقت لیا نیز بعداز نماز عشاء خطاب کے لیے حضرت مولانا محمد نواز چیمہ صاحب سے بھی وقت لیا۔لیکن چیمہ صاحب اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہ جا سکے تو مناظر اسلام محقق عالم دین حضرت مولانا صفدر عثمانی صاحب ﷾ سے درخواست کی جنھوں نے شرف قبولیت بخشا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق راقم الحروف اور حضرت حافظ صاحب لاہور ائر پورٹ سے بذریعہ جہاز کراچی پہنچے اور وہاں سے جامعہ کے استاذ محترم جناب قاری عبدالحمید صدیقی صاحب جو کہ ہمارے منتظر تھے ان کی معیت میں بذریعہ کار میرپور خاص پہنچے۔لاہور سے روانگی کا وقت رات ۹:۳۰ تھا تقریباً ساڑھے سات بجے لاہور ائر پورٹ پر پہنچے اور ضروری کاغذی کاروائی کے بعد راقم وضوء کر کے نماز کے لیے مخصوص کمرے میں جا کر نماز مغرب سے فارغ ہوا تھا کہ حضرت حافظ صاحب وضوء کر کے تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ نماز پڑھیں تو میں نے عرض کیا کہ میں تو نماز پڑھ چکا ہوں فرمایا اکیلے بغیر جماعت کے؟ عرض کیا جی ہاں یہاں تو باجماعت کے لیے معقول جگہ نہیں ہے۔فرمایا بھلا بغیر جماعت کے نماز ہوتی ہے۔؟ چلو جماعت کروائیں تو پھر راقم نے تکبیر کہی اور حافظ صاحب کی امامت میں پہلے مغرب اور پھر عشاء کی نماز ادا کی۔[(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۷۶)]

حافظ عبدالسلام زاہد صاحب کو حافظ صاحب کا انتظار کرنا چاہیے تھا، کیونکہ حافظ صاحب نے بھی تو نماز پڑھنا ہی تھی۔

پہلے نماز پھر درس:

مولانا عارف اثری صاحب نے اپنی مسجد (جامع مسجد صدیق میاں سانسی روڈ) کے لیے حافظ

صاحب سے درس کا ٹائم لیا، درس مغرب کی نماز کے بعد تھا، حافظ صاحب اس دن مولانا عارف صاحب کا انتظار کرتے رہے کہ ابھی آتے ہیں اور چلتے ہیں، اثری صاحب مغرب کی اذان کے وقت حافظ صاحب کے گھر آئے۔ حافظ صاحب کہنے لگے اب تو کافی دیر ہو گئی ہے نماز مغرب کا وقت اب ادھر ہی ہو گیا ہے نماز ادھر ہی پڑھ لیتے ہیں، اثری صاحب معذرت پیش کرنے لگے بس دیر ہو گئی ہے موٹر سائیکل کا انتظار کرتے دیر ہو گئی، کسی ساتھی کو کہا تھا تو وہ ادھر ادھر ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اثری صاحب حافظ صاحب کو مجبور کرنے لگے اب وہیں چلیے وہاں جا کر ہی نماز ادا کریں گے دوست احباب درس سننے کے لیے آئے ہوئے ہیں، حافظ صاحب بالآخر اثری صاحب کے ساتھ چل پڑے جب ان کی مسجد میں پہنچے تو نماز مغرب ہو چکی تھی، حافظ صاحب نے وہاں تمام نمازیوں کو کہا: ہم نے ابھی نماز پڑھنی ہے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر اس کے بعد درس ہو گا جس نے جانا ہے وہ چلا جائے۔ چنانچہ اثری صاحب اور دوسرے ایک دو ساتھی جو مسجد میں لیٹ آئے تھے حافظ صاحب نے ان کو نماز پڑھائی اور پھر نماز کے بعد درس دیا۔ اس کے بعد اثری صاحب حافظ صاحب کو کہنے لگے پھر اب دوبارہ درس رکھیں گے ان شاء اللہ اب کی مرتبہ جلدی آئیں گے۔

رمضان کی راتوں کو جلسے کی بجائے قیام کو پسند کرتے:

حافظ صاحب رمضان المبارک کی راتوں کو قیام کیا کرتے تھے، طاق راتوں کو خاص طور پر اس کا اہتمام کرتے، بلکہ حافظ صاحب آخری سارے عشرے ہی میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے قیام کرنے کے قائل و فاعل تھے، طاق راتیں جن میں قیام کرنے کے لیے عموماً لوگ کسی بارونق مسجد کا انتخاب کرتے ہیں، علماء کرام تقاریر کرتے ہیں حافظ صاحب ایسے قیام اور ایسے جلسوں کو پسند نہیں کرتے تھے، رمضان المبارک کی راتوں میں درس اور تقریر کے قائل نہیں تھے آپ نے کبھی رمضان کی راتوں میں عشاء یا تراویح کے بعد درس کا ٹائم نہیں دیا کیونکہ یہ راتیں قیام کی ہیں، نا کہ جلسے جلوس کی۔

نوافل پر دوام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ

عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ».

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں: جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ میری فرض کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے (یعنی ان طاعات وعبادات کے ذریعہ جو فرائض کے علاوہ اور فرائض سے زائد ہیں) میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ (کیونکہ وہ فرائض ونوافل دونوں کو اختیار کرتا ہے)۔'' [صحیح بخاری]

حافظ کاشف صاحب مدرس جامعہ التربیۃ الاسلامیہ نے بتایا میں ایک دفعہ بدھ کے دن حافظ صاحب کے پاس گیا اور انہیں جمعہ کے دن کے کھانے کے لیے دعوت دی کہ آپ نے جمعہ کے دن ہمارے پاس کھانا کھانا ہے۔ تو حافظ صاحب کہنے لگے جمعہ کے دن تو میں نے روزہ رکھا ہوتا ہے۔ میں نے کہا نفلی روزہ ہے، آپ دعوت قبول کر لیں لیکن حافظ صاحب نے کہا کسی اور دن دعوت کر لیں۔

حافظ کاشف صاحب واقعہ بیان کر کے فرمانے لگے: میں نے تو انہیں بدھ کے دن دعوت دی تھی تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ حافظ صاحب کہہ دیتے ٹھیک ہے میں آپ کی دعوت قبول کر لیتا ہوں۔ نفلی روزہ ہی ہے پھر کسی دن رکھ لیں گے۔ لیکن حافظ صاحب نے اپنے عمل کو نہیں چھوڑا۔ عمل پر دوام کرنا ہی سنت نبوی ہے۔ حافظ صاحب اس کی پابندی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حافظ صاحب نے گرمیوں سردیوں میں کبھی سوموار جمعرات کا روزہ نہیں چھوڑا تھا۔ اور جب جمعہ کا روزہ رکھنا شروع کیا تب سے ناغہ نہیں کیا۔

حافظ عبدالسلام زاہد گوجرانوالہ فرماتے ہیں: معاصر علما سے حضرت کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ بعض علما دعوت کھانے کیلئے نفلی روزہ کھول لیا کرتے ہیں۔ قطع نظر مسئلہ کی تحقیق اور موقف سے جبکہ حضرت حافظ صاحب دعوت سے بچنے کیلئے روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اس کی واضح مثال یوم الجمعہ کا روزہ ہے جب سے حضرت نے جامعہ محمدیہ شہر میں خطبہ جمعہ شروع کیا تو حضرت حافظ صاحب نے جمعرات کے ساتھ جمعہ کا روزہ بھی معمول بنا لیا۔

نوافل کا اہتمام:

مولانا یونس عتیق صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سنن ونوافل کا غیر معمولی

التزام کیا کرتے تھے جب آپ فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن سے فارغ ہوتے تو آپ کے ارد گرد لوگ مسائل دریافت کرنے کے لیے بیٹھ جاتے، اسی دوران میں جب نمازِ اشراق کا وقت ہوتا تو دو نفل پڑھ کر گھر روانہ ہوتے تھے۔ اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ سنن رواتب کا بھی شدید التزام کیا کرتے تھے، اگر کسی مصروفیت کی بنا پر نماز سے قبل سنن رواتب ادا نہ کر پاتے تو فرض نماز ادا کرنے کے بعد نماز سے پہلے والی نفلی رکعات کی قضا دیا کرتے تھے، حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ مدت العمر نمازِ تہجد کی پابندی کرتے رہے، تہجد میں آپ زیادہ سے زیادہ وتر سمیت تیرہ رکعات پڑھنا مسنون قرار دیتے تھے۔ جبکہ رمضان میں سحری سے پہلے آپ دو رکعتوں میں دو پارے سنایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا حدیث قدسی میں فرمان ہے:

«وما تقرب إليّ عبدي بشيءٍ أحب إلي مما افترضت عليه وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتىٰ أحببته الخ» .

[بخاري، الرقاق، باب التواضع (٦٥٠٢)]

فرائض کی ادیگی کے بعد کثرت سے نوافل کا اہتمام کرنا مثلاً تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، فرض نماز سے قبل و بعد، تہجد، اشراق اور قیام اللیل کے نوافل ہیں۔ [(مجلّہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۰۷)]

ظہر کی بارہ رکعات:

مولانا شہباز شاکر صاحب مدرس جامعہ التربیۃ الاسلامیہ نے بتایا کہ ایک دفعہ میں مولانا عثمان غنی صاحب، ایک اور ساتھی حافظ نور پوری صاحب کو ملنے گئے۔ ظہر کی نماز جامع مسجد القدس (المعروف حافظ صاحب والی) میں پڑھی۔ حافظ صاحب جماعت سے ایک رکعت لیٹ تھے۔ بعد میں حافظ صاحب نے پوری کی۔ نماز کے بعد ہم حافظ صاحب کو ملے حافظ صاحب نے ہمارا حال پوچھا، ہمیں بڑے اچھے انداز سے ملے پھر ہمیں کہنے لگے آپ بیٹھیں میں سنتیں پڑھ لوں۔ ہم بیٹھ گئے حافظ صاحب نے سنتیں پڑھنا شروع کیں تو دو دو کر کے حافظ صاحب نے آٹھ رکعات پڑھیں۔ یعنی ظہر کی بارہ رکعات پوری کیں۔

مولانا شہباز شاکر صاحب نے جب یہ بات مجھے سنائی تو تبصرہ اس انداز سے کیا کہ دیکھو حافظ صاحب کو پتا ہے یہ مجھے ملنے آئیں ہیں، میرا انتظار کر رہے ہیں لیکن حافظ صاحب نے آٹھ رکعات پوری پڑھیں ہیں اور پھر ہمیں ٹائم دیا ہے ہماری بات سنی ہے۔

نفلی روزوں کا التزام:

ابو ہرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال بارگاہ الہٰی میں پیش کیئے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جب اللہ تعالی کے سامنے پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں۔ (جامع ترمذی)

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثانی حفظہ اللہ تلمیذ محدث نورپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں نے عرض کیا استاد جی آپ کی طبیعت بہت خراب رہتی ہے بار بار دوائی کھانے کا مسئلہ ہے اگر دوائی نہ کھائیں تو تکلیف بڑھ جاتی ہے آپ روزہ نہ رکھا کریں فرماتے ہیں' کیا اچھا نہیں کہ موت روزہ کی حالت میں آ جائے یہ تو آ کر ہی رہے گی' اس نے کونسا چھوڑ دینا ہے تو ہم روزہ کیوں چھوڑیں۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ء صفحہ ۳۸)]

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: رمضان المبارک میں آپ ہمیشہ بخاری شریف کے کتاب الصیام کا درس دیا کرتے، جب جنت کے دروازوں میں سے باب الریان کا ذکر آتا تو فرمایا کرتے کہ صرف رمضان المبارک کے روزوں کے لئے یہ دروازہ نہیں کیونکہ وہ فرض ہیں جو ہر مسلمان رکھتا ہے۔ یہ دروازہ اس کے لئے ہے جو فرض کے علاوہ نفلی روزے کثرت سے رکھتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سوال کہ کوئی تمام دروازوں سے پکارا جائے گا اور آپ کا جواب کہ آپ ان میں سے ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات نوافل کی ہے ورنہ فرائض تو تمام مسلمان پورے کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ کو یہ مقام نوافل کی وجہ سے حاصل تھا۔[(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۹)]

حافظ صاحب کی اس کی وضاحت اس طرح کرتے تھے: جنت کے دوسرے سات دروازے سے جن لوگوں نے داخل ہونا ہے وہ فرضی رودزوں کے تارک تو نہیں ہوں گے فرضی روزے رکھنے والے ہوں گے، اس دروازے سے نفلی روزے والے ہی داخل ہوں گے۔

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنانؒ نورپوری ہمیشہ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے اور جب سے جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دینا شروع کیا تب سے (بوجوہ) جمعہ کا روزہ بھی ساتھ ملا لیا۔ اب آپ ہفتہ میں تین روزے جمعرات، جمعہ، سوموار اور ایام بیض تیرہ چودہ اور پندرہ ہر قمری ماہ کے اور محرم الحرام کے پورے، شعبان المعظم کے سوائے چند آخری

ایام کے پورے، عشرہ ذوالحجہ کے ۹ روزے رکھا کرتے تھے۔ جس کا اثر یہ تھا کہ بہت سے لوگ آپ کے قریب بیٹھنے والے صرف آپ کو دیکھ کر یہ روزے رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ شوگر کے مریض عام طور پر رمضان المبارک کے فرضی روزے بھی چھوڑ دیتے ہیں مگر حافظ صاحب ہائی درجہ کی شوگر کے پرانے مریض، بلڈ پریشر، ہارٹ کے مریض، انجیو پلاسٹی کرا چکے تھے مگر روزہ اور وہ بھی نفلی پر اتنی پابندی سے عمل پیرا تھے۔[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳صفحہ۱۵۰)]

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: مجھے شیخ شفیق الرحمن فرخ حفظہ اللہ نے بیان کیا کہ 2009 میں عمرہ پر گئے تو ہمارے ساتھ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ بھی تھے ہم نے تین ماہ قیام کیا تو محترم حافظ صاحب نے مسلسل تین ماہ کے نفلی روزے رکھے۔ سبحان اللہ۔ [(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳صفحہ۱۸۲)]

شاہ فہد کی طرف سے حج کا جوشیڈول پاکستان آیا تھا اس میں آٹھ علما کرام شاہ فہد کی دعوت پر حج کرنے گئے تھے، حافظ صاحب کے ساتھ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب بھی تھے۔ اثری صاحب نے مجھے بتایا جب ہم حج پر گئے تو ذوالحجہ کے دنوں میں حافظ صاحب نے روزے رکھنے شروع کر دیے ان دنوں حافظ صاحب کی طبیعت خراب تھی صحت اچھی نہیں تھی، ہم نے حافظ صاحب سے کہا آپ روزے نہ رکھیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، لیکن حافظ صاحب روزے رکھتے اور کہتے مجھے روزہ کچھ نہیں کہتا بالآخر حافظ صاحب کی طبیعت زیادہ ہی خراب ہو گئی، ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا انھوں نے چیک اپ کیا شوگر ہائی تھی ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ روزے نہ رکھیں، پھر حافظ صاحب نے نہیں رکھے۔ اثری صاحب فرماتے ہیں ہم نے حافظ صاحب کو کہا ہم آپ کو پہلے کہتے تھے آپ روزے نہ رکھیں اب آپ نے ڈاکٹر کی بات مان لی ہے ہماری نہیں مانی۔

قیام اللیل:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالی ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں، جس وقت کہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے، اور فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھے پکارے، تو میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اسے بخش دوں۔ [صحیح بخاری]

فرماتے ہیں: طالب علمی کے دور سے لے کر آخر دم تک حضرت الحافظ قیام لیل یعنی تہجد کی پابندی کرتے رہے نیز مسنون نفلی روزوں کے بھی پابند رہتے تھے۔حتی کہ کہیں درس دینے جاتے تو بھی اگر ان کا نفلی روزہ رکھنے کا دن ہوتا تو وہ روزے سے ہی ہوتے۔حالانکہ آپ شوگر کے مرض میں مبتلا بھی تھے تاہم روزے کی پابندی کیا کرتے تھے۔

ایک بھائی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے: حافظ صاحب رحمہ اللہ شب زندہ دار بھی تھے،اس کی گواہی ممتاز عالم دین علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت مولانا عبدالباقی حفظہ اللہ جو کہ ان کے اپنے بقول الحمد اللہ 115 سال کی عمر میں ابھی بقید حیات ہیں۔ایک دفعہ گوجرانوالہ تشریف لائے تھے کہ حضرت حافظ صاحب سے ملنے چلے گئے۔رمضان کا مہینہ تھا،تراویح حضرت حافظ صاحب خود پڑھاتے تھے تو مولانا عبدالباقی صاحب نے نماز تراویح کے بعد حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کی۔حضرت حافظ صاحب ان کو زبردستی اپنے گھر لے گئے،اور ان کو رات اپنے گھر قیام پر اصرار کیا۔تو شیخ عبدالباقی نے ان کے ہاں قیام فرمایا،شیخ عبدالباقی صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو تقریبا!۲ بجے کے قریب حافظ صاحب نے مولانا عبدالباقی صاحب کو جگایا اور فرمایا کہ نماز ادا کرتے ہیں،شیخ عبدالباقی صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو اتنی لمبی تراویح کے بعد صبح اس ٹائم بھی حافظ صاحب نے ۲ سپارے نماز کے اندر پڑھ کر ختم فرمائے۔

باقی آپ کے تقوی اور علمی قابلیت کا اعتراف آپ کے استاد محترم مولانا جمعہ خاں صاحب بھی کیا کرتے تھے۔مولانا جمعہ خاں صاحب حنفی المسلک سے تعلق رکھتے تھے،اور ان کی اپنی مسجد بھی حضرت حافظ صاحب کی مسجد کے بالکل قریب ہی ہے۔۔۔لیکن مولانا جمعہ خان صاحب نمازیں حضرت حافظ صاحب کے پیچھے ہی اکثر ادا کیا کرتے تھے،ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ آخر آپ اپنی مسجد چھوڑ کر حضرت حاظ صاحب کے پیچھے کیوں آتے ہیں؟تو فرمایا کہ جو نماز پڑھنے کا مزہ حافظ صاحب کے پیچھے آتا ہے کہیں اور نہیں آتا ہے۔سبحان اللہ

مولانا ابن بشیر الحسینی فرماتے ہیں: محترم حافظ صاحب کی نفل ونوافل کی پابندی مشہور ہے مولانا عبداللہ نثار رحمہ اللہ فرمارہے تھے کہ: حضرت حافظ صاحب شب زندہ دار تھے کبھی تہجد نہیں چھوڑی اور نہ کبھی نماز اشراق میں کوتاہی کی۔نفلی روزوں کا بہت زیادہ اہتمام کرنے والے تھے۔کبھی ایام بیض کے روزے

تو کبھی سوموار اور جمعرات کا روزہ۔

حافظ صاحب کا رمضان میں یہ معمول تھا کہ آپ ہر رات پچھلے پہر مسجد قدس میں ڈیڑھ گھنٹہ قیام کرتے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ قیام میں آپ دو رکعات پڑھتے ان رکعات میں دو پارے تلاوت کرتے، اس طرح ایک ماہ میں دو مرتبہ قرآن مجید مکمل کرتے۔

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی نے مجھے بتایا کہ میں جب جامعہ محمدیہ میں ہوتا تھا اس وقت سردیوں میں حافظ صاحب کے پاؤں قیام اللیل کی وجہ سے پھولے (متورم) ہوتے تھے میں حافظ صاحب سے پوچھتا کہ اس کی وجہ کیا ہے تو حافظ صاحب یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ بس سردیوں میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

حافظ ابوبکر ساجد صاحب کہتے ہیں: جب ہم محمدیہ میں پڑھتے تھے اس وقت گاڑی کا ڈرائیور زر بادشاہ تھا، یہ بزرگ آدمی تھے میں نے ان سے پوچھا آپ حافظ صاحب کے ساتھ رہتے ہیں ان کی کوئی بات ہی بتاؤ۔ تو وہ کہنے لگے یہ (نورپوری صاحب) عجیب آدمی ہے، میں جب بھی انہیں صبح کی نماز اور درس کے لیے لینے گیا ہوں انہیں نماز پڑھتے یا قرآن پڑھتے پایا ہے، کبھی غلطی سے جلدی چلا گیا ہوں تب یہ شخص (حافظ صاحب) نماز میں مشغول تھے، کبھی اسے سویا ہوا نہیں پایا۔

سفر میں تہجد کا اہتمام:

حافظ عبدالسلام زاہد صاحب فرماتے ہیں: ۲۰۰۸ء میں میرپورخاص سندھ جامعہ بحرالعلوم السّلفیہ میں حافظ صاحب کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسی سفر میں کئی اور واقعات کا مشاہدہ بھی راقم کو ہوا ان میں تہجد کا اہتمام بھی ہے۔ اپنے اس سفر میں رات تقریباً تین بجے میرپورخاص پہنچے کھانا کھانے کے بعد میزبانوں نے ہمیں سونے کے لیے کمرے میں پہنچایا اور فرمایا کہ یہ آپ کے بستر ہیں یہاں آپ آرام فرمائیں۔ تو حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں اب سونے کا ٹائم ہے کہ بیدار ہونے کا وقت ہے؟ آپ ہمیں مسجد کا راستہ بتائیں میزبان ہمیں مسجد میں لے گئے اور تالا کھول دیا۔ اور حضرت حافظ صاحب اذان فجر تک نماز تہجد ادا کی۔ راقم بھی مسجد میں ہی رہا اور اپنی بساط کے مطابق عبادت کی۔ [(مجلہ الکرم" اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۷۷)]

مذکورہ واقعہ سے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شب زندہ داری، عبادت و ریاضت اور نوافل و فرائض کی پابندی اور اہتمام اور سفر و حضر کا فرق کیے بغیر تعلق باللہ میں استحکام میں کمی نہیں آنے دیتے

اور نہ ہی کوتاہی وغفلت کا شکار ہوتے۔

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: کالاصوبیاں واہنڈو کی جانب ایک گاؤں ہے وہاں کے نمبردار صاحب حافظ صاحب کو اپنے گاؤں بلایا کرتے تھے، اس گاؤں کی مسجد کا انتظام وانصرام نمبردار صاحب ہی کیا کرتے تھے، تقریباً چھ ماہ بعد وہاں ہم جاتے تھے، ایک دفعہ ہم وہاں رات کو مسجد میں ہی سوئے، کیونکہ حافظ صاحب نے خود نمبرادار صاحب سے معذرت کر کے گھر سونے کی بجائے مسجد کو ترجیح دی تھی، میں بھی مسجد میں حافظ صاحب کے قریب سویا ہوا تھا، رات کو میں نے کچھ آواز سنی کہ کوئی آدمی نلکے سے پانی استعمال کر رہا ہے پھر کچھ دیر بعد مجھے آواز سنائی دی، میں نے سوچا کہ اٹھ کر دیکھتا ہوں ادھر کون ہے؟ کہیں حافظ صاحب کو کوئی تکلیف ہی نہ پہنچا دے، مسجد کے ایک سائیڈ میں پرالی پڑی ہوئی تھی اس طرف سے مجھے آواز سنائی دی میں جلدی سے اٹھا اور پرالی کی طرف چل پڑا تو جب قریب ہوا تو دیکھا حافظ صاحب سجدہ میں گئے ہوئے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سوچوں میں گم ہو گیا، پھر میں نے بھی وضو کیا اور آ کر حافظ صاحب کے ساتھ مل گیا پھر جو حافظ صاحب جو کرتے ساتھ ساتھ میں بھی کرتا۔

آخری تہجد:

حافظ عمران عریف مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی منگل اور بدھ کی درمیانی رات ۲ بجے طبیعت خراب ہوئی۔ آپ کو تیز تیز سانس آ رہا تھا جس کی وجہ سے گلے سے آواز نکل رہی تھی۔ پاس سوئے ہوئے بڑے بیٹے عبدالرحمن آواز سن کر جاگ گئے اور پوچھا کہ کیا طبیعت خراب ہے؟ شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ رات دوائی نہیں کھائی تھی اب میں دوائی کھا لیتا ہوں۔ گھر میں بنائی ہوئی دوا اور ڈاکٹر کی دوا کھائی۔ بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ ۲۰۰ سے اوپر تھا۔ آہستہ آہستہ کچھ طبیعت بہتر ہوئی۔ بیماری کے باوجود حسب معمول صبح اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھی پھر درس کے لیے تیار ہو گئے گھر والوں کے اصرار کے باوجود کہ آپ کی طبیعت خراب ہے درس کے لیے نہ جائیں آپ درس کے لیے تشریف لے گئے دونوں بیٹے بھی احتیاطاً ساتھ چلے گئے واپس آ کر ناشتہ نہ کیا یہ کہہ کر میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور جامعہ میں پڑھانے کے لیے چلے گئے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۶۶)]

قرآن مجید سے غیر معمولی شغف:

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَالَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلاَ رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلاَ رِيحَ لَهَا».

ابوموسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا وہ مسلمان جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال سنگترے کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی بہت لطیف اور اس کا مزہ بھی بہت اچھا اور وہ مسلمان جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے اور وہ منافق جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کے پھول کی سی ہے جس میں نہ خوشبو ہے اور اس کا مزہ نہایت تلخ ہے۔ [بخاری، ۵۰۲۰]

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا: حافظ صاحب ذکر اذکار کا بڑا اہتمام کرتے تھے، قرآن مجید کے عاشق تھے، قرآن مجید کثرت سے پڑھتے رہتے تھے۔

حافظ صاحب واقعی قرآن کے عاشق تھے، حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں درس قرآن شروع کیا اس وقت نماز فجر خود پڑھاتے تھے، حافظ صاحب نماز فجر میں تین رکوع پڑھتے تھے، دو رکوع ایک رکعت میں اور ایک رکوع ایک رکعت میں، شروع قرآن سے بالترتیب آپ تین رکوع پڑھتے تھے، کئی مرتبہ حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ میں قرآن ختم کیا ہے، آپ سرفراز کالونی سے لے کر جامعہ محمدیہ تک گاڑی پر بیٹھ کر قرآن پڑھا کرت تھے، اور نماز فجر سے پہلے جماعت کھڑی ہونے تک قرآن پڑھتے رہتے تھے، آپ جب سرا قرآن پڑھتے تھے تو آپ کے ہونٹ حرکت کرتے تھے، حافظ صاحب سنتوں کے بعد سر نیچے کر کے بیٹھتے تھے اور پڑھتے رہتے تھے۔۔ پھر جب حافظ صاحب کو ۲۱ شعبان ۱۴۲۵ھ میں دل کا عارضہ یا فالج کا اٹیک ہوا تھا آپ کو ڈیڑھ مہینہ افاقہ نہ ہوا، تو پھر اس کے بعد آپ نے نماز فجر نہیں پڑھائی، امام کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔

اور نماز فجر سے پہلے تہجد میں بھی کم از کم دو سیپارے تو ضرور پڑھتے تھے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حفظ قرآن شروع کردیا رمضان میں چھ ماہ رہتے تھے، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان کا چاند طلوع ہوگیا، لیکن میں انیسواں اور بیسواں پارہ حفظ نہ کر سکا، پھر بھی میں اپنے گاؤں نور پور نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنانے چلا گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ دنوں میں اٹھارہ پارے نمازِ تراویح میں سنا دیے، اور جب انیسویں اور بیسویں پارے کی باری آئی تو صبح سے لے کر شام تک یاد کر کے میں نے باری باری یہ دونوں پارے بھی سنا دیے، پھر بقیہ دنوں میں مکمل قرآن مجید بھی نمازِ تراویح میں سنا دیا۔ والحمد لله علی ذلك

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد نمازِ تہجد میں آپ بالالتزام اس کی تلاوت کرتے اور کبھی آپ نے اس سلسلے میں لاپرواہی نہیں کی۔

ہر سال رمضان میں سحری سے پہلے دو رکعتوں میں باجماعت دو پارے سنایا کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رمضان شروع ہونے کے بعد اپنے تصنیفی و علمی کام چھوڑ کر سارا وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اپنی کتاب نظر ثانی کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کی تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ رمضان میں تلاوت قرآن کی مصروفیت کی بنا پر میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں صحیح بخاری کے طلبہ کو بھی ایک سال میں مکمل قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر بھی پڑھایا کرتے تھے۔ نیز آپ نے علوم القرآن کے سلسلے میں ایک مستقل کتاب «زبدة التسفير لوجه التفسير» بھی تالیف کی جو مطبوع ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے، یہ ایک مرتبہ ہی شائع ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اشاعت کی توفیق مجھے عطا کی۔ الحمد للہ (محمدی)

کثرت مساجد:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے بنی نجار! تم اپنا یہ باغ میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اس کی قیمت اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں لیں گے۔ [بخاری]

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ کسی شخص کو مسجد میں حاضر ہوتے اور اس کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ بے شک اللہ تعالی فرماتا ہے عزوجل

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ﴾.

''اللہ تعالی کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور زکو دیتے ہیں۔''

حافظ صاحب کا موقف تھا ہر گلی میں مسجد ہو، جب حافظ صاحب کی ساتھ والی گلی میں مسجد بلال کا ارادہ کیا گیا تو کئی لوگوں نے اعتراض کیا، ادھر مسجد کی کیا ضرورت ہے قریب ہی تو مسجد القدس ہے، ادھر ابن عباس ہے، حافظ صاحب نے کہا ہر گلی میں مسجد ہونی چاہیے، جتنی مسجدیں زیادہ ہوں گی اتنے نمازی زیادہ ہوں گے، عورتیں مسجد میں آئیں گی، ان کے لیے آسانی ہوگی، حافظ صاحب نے ان لوگوں کے اعتراض کو وہیں دبا دیا۔ حافظ صاحب کی ذات ہمارے لیے ایک سند کی حیثیت رکھتی تھی، ایسی معتبر شخصیت تھی کہ کسی کو آپ کی بات رد کرنے کی مجال نہ تھی، یہ ساری باتیں کتاب وسنت کے ماتحت تھیں۔

جب ماسٹر خالد صاحب نے مسجد عثمان بن عفان بنائی تو حافظ صاحب نے انہیں کہا ابھی مسجد پکی تعمیر نہ کرو اور جگہ لے لو، مسجد کو وسیع کرو۔ حافظ صاحب مسجد کو وسیع کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے جتنی جگہ مسجد کی ہوگی اللہ تعالیٰ اتنے ہی نمازی پیدا کر دیں گے۔ حافظ صاحب کی رغبت دلانے سے بڑا حوصلہ ہوتا تھا، یہ یقین ہوتا تھا اب حافظ صاحب کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں اللہ ہماری ضرور مدد فرمائے گا۔

مولانا عمران ربانی نے مجھے بتایا: حافظ صاحب مسجد بنانے میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے، ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے ساتھ تھا، ایک پروگرام سے واپس آرہے تھے، جب ہم چندا قلعہ بائپاس سے گزرے تو میں نے کہا حافظ صاحب آپ دعا کریں یہاں کوئی مسجد بن جائے، حافظ صاحب فرمانے لگے ان شاء اللہ بن جائے گی۔ مولانا عمران ربانی صاحب فرماتے ہیں پھر جامع مسجد قدس (المعروف حافظ صاحب والی) میں حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے عرض کیا حافظ صاحب آپ دعا فرمائیں چندا قلعہ بائی پاس میں ہماری مسجد بن جائے حافظ صاحب نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے

اور بڑی لمبی دعا کی۔ دعا کے بعد حافظ صاحب پوچھنے لگے کیا وہاں کوئی جگہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں حافظ صاحب وہاں ایک جگہ ہے۔ اس کے مالک سے ہم نے ملاقات کرنی ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے، مجھے بھی ساتھ لے جانا۔ مولانا عمران ربانی صاحب فرماتے ہیں: پھر ہم نے اس جگہ کے مالک سے ملاقات کا پروگرام رکھا اور حافظ صاحب کو بتایا تو حافظ صاحب بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ چندا قلعہ پر ہم پہنچے۔ وہاں ہم گئے لیکن مالک سے ملاقات نہ ہوسکی۔ سپر ایشیا کی مسجد میں نماز پڑھ کر حافظ صاحب واپس آ گئے اور فرمانے لگے: کوئی بات نہیں، آج اگر ملاقات نہیں ہوئی تو پھر ملاقات ہو جائے گی۔ حافظ صاحب کو مسجد بنانے کی تڑپ تھی۔ نیکی کے ہر کام میں حافظ صاحب کا جذبہ وافر ہوتا تھا۔

حافظ صاحب کے محلے کی مساجد:

حافظ صاحب کے محلے میں جتنی بھی مساجد ہیں، سب مساجد کے نمازی حافظ صاحب سے بہت محبت کرتے تھے، اور ہر معاملہ میں حافظ صاحب سے رہنمائی لیتے تھے۔ حافظ صاحب کے محلے کی تمام مساجد میں حافظ صاحب کی رغبت اور محبت شامل ہے۔ آپ کے محلے کی مساجد درج ذیل ہیں: جامع مسجد قدس (المعروف حافظ عبدالمنان صاحب والی) جامع مسجد تاج، جامع مسجد شفیق، جامع مسجد رحمت، مرکز ابن عباس، جامع مسجد عثمان بن عفان، جامع مسجد بلال، جامع مسجد مدنی۔

کچھ مدت کے لیے آپ مسجد رحمت اہل حدیث نزد سرفراز کالونی میں درس دیا کرتے تھے، اور آپ اس مسجد کو آباد کرنے کے لئے سردی، گرمی اور حتی کہ بارش کے مواقع میں بھی ضرور پہنچ جایا کرتے تھے، گلیوں میں بارش کے پانی سے بھی گزرنا پڑتا تو جوتا ہاتھ میں پکڑے شلوار اوپر اٹھائے ہوئے پانی سے گزرتے جاتے۔

باب نمبر ۲۰

مسلمان گھرانہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے:

۱۔صدقہ جاریہ

۲۔علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔

۳۔صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔[صحیح مسلم،۱۶۳۱]

تیسری چیز اولاد صالح ہے ظاہر ہے کہ کسی انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی ہوتی ہے اس لیے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لیے دنیا میں سکون و راحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے۔

حافظ صاحب نے اپنے اہل خانہ کی تربیت اسلام کی تعلیمات کے مطابق کی ہے، گھر میں بھی کوئی خلاف شرع کام نہیں ہونے دیا۔

حافظ عبدالسلام زاہد صاحب فرماتے ہیں: ہمارے گوجرانوالہ کے اصحاب العلم اور اصحاب المال میں سے ہر ایک اپنے جیسے لوگوں میں حضرت حافظ صاحبؒ کے بارے یہ تبصرہ کرتا ہوا دیکھائی دیتا ہے کہ اگر کہا جائے کہ ہمیں گوجرانوالہ میں کوئی مسلمانوں کا گھر دیکھنا ہے تو ہر دو فریق کا ایک ہی جواب ہے کہ حضرت نورپوریؒ کا گھرانہ دیکھ لو۔[(ترجمان الحدیث خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲)]

اہل خانہ کی تربیت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾.[التحریم:٦]

مسلمانوں کو محض اپنی ذات کی اصلاح پر ہی اکتفا نہ کر لینا چاہیے بلکہ اہل وعیال پر بھی اتنی ہی توجہ دینا چاہیے اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر چلانا چاہیے اور اس کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کرنا چاہئے۔ ڈرا کر سمجھا کر، پیار سے، دھمکی سے، مار سے جس طرح بھی بن پڑے۔ انہیں اس راہ پر لانے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص راعی (نگہبان) ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی کہ اس نے ان کی اصلاح کیوں نہ کی تھی امام بھی راعی ہے، اسے اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے، اسے اپنی رعیت سے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے خاوند کے گھر کی راعی ہے، اسے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔[بخاري، كتاب الوصايا، باب قوله تعالى من بعد وصى . . .]

اس لحاظ سے ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح کرے ورنہ اس سے باز پرس ہوگی۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب کی خوبیوں پر تو ہر کوئی قلم اٹھائے گا لیکن جس طرف میں قارئین کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ حافظ صاحب کے اہل خانہ ہیں آپ کی نیک صفت اہلیہ اور بیٹیاں جو سارا دن اور رات کسی وقت بھی حضرت حافظ صاحب کے آرڈر کو سننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ رہتی تھیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انکو سوائے مہمان نوازی کے کوئی اور کام نہیں ہوتا تھا حالانکہ گھر میں دیگر بہت سی مصروفیات ہوتی تھیں اور پھر حافظ صاحب کے لیے گرمی سردی میں سحری کا بندوبست کرنا کسی قربانی سے کم نہیں تھا۔ میری دلی دعاء ہے میری روحانی ماں اور ان کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین [(مجلّہ بکرم، اشاعت خاص نمبر ۱۳)]

اولاد کے لیے حافظ صاحب کی محنت:

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی میں نے گھر میں ابو جی سے کیا نورانی قاعدہ پڑھا اور انہوں نے مجھے نماز کا طریقہ بھی ساتھ کھڑے ہو کر سکھایا اور کچھ دعائیں بھی مجھے یاد کروائیں نورانی قاعدہ مکمل ہونے کے بعد مجھے قرآن کریم ناظرہ شروع کروا دیا کچھ پارے پڑھے تو پھر کہنے لگے کہ اب حفظ شروع کرو میں نے حفظ شروع کر دیا۔ پانچ پارے مکمل ہوئے تو قدس مسجد میں قاری صاحب کے پاس داخل کروا دیا اور مجھے روزانہ اپنے ساتھ درس فجر کے لیے بھی لے

جایا کرتے اور کہتے کہ درس کے بعد تم اپنا سبق یاد کرلیا کرو ایسے ہی میرا قرآن کریم مکمل ہوا تو گھر میں میری منزل سنا کرتے اور مجھے کہا کرتے ہر نماز کے بعد ایک پارہ سنایا کرو ایسے ہی آپ کے بڑے بھائی عبدالرحمٰن ثانی صاحب بھی ایک پارے کو روزانہ دس بار دہراتے اور پھر سناتے۔

مولانا یونس عتیق صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب نے جامعہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کو بھی دینی تعلیم خود دی۔ اور بیٹوں کے لیے بھی بھرپور کوشش کی۔ حاضرین مجلس نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا۔ جب مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن کو اوپر اٹھا کر کہا تھا اللہ تعالیٰ تمام افراد کو ایسی نیک اولاد عطا فرمائے جو اس بچے جیسے ہوں۔ اس وقت آپ کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن محلہ کی جامع مسجد قدس میں قرآن حفظ کر رہے تھے۔ اور پروگرام بھی اسی مسجد میں تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو نیک اور والدین کی اطاعت کرنے والی اولاد عطا فرمائی۔ کیونکہ جب حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے جامعہ سے فارغ ہو کر مرکز طیبہ مرید کے میں پڑھانا شروع کیا تھا۔ تو استاذ محترم نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمٰن کو بڑی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ کہ وہ اپنی تنخواہ سے اپنے اخراجات پورے کر کے باقی رقم ہمیں لا کر جمع کرا دیتا ہے۔ اور ہم نے اس کی کمیٹی ڈال دی ہے تاکہ اس کی شادی کے اخراجات پورے ہو جائیں۔ جہاں حافظ صاحب نے طلبہ کو اعمال صالح کی تلقین کی وہاں اپنی اولاد کی تربیت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب حافظ صاحب کے مکان پر قربانی کا ذکر ہوا تو بتانے لگے کہ ہم نے خود اپنے لیے قربانی کا ایک جانور خریدا ہے۔ اس کے چند دن بعد کسی آدمی نے ہمیں ایک جانور لا کر دیا۔ اور کہا کہ آپ ہماری طرف سے اس جانور کو قبول فرمائیں اور اپنی طرف سے اس کی قربانی کر دیں۔ تو بیٹا حافظ عبدالرحمٰن بولا ''ابو جان ہم یہ دونوں جانور قربانی کریں گے۔ اور یہ بعد والا جانور نہ بھی آتا تو ہم پہلے اپنے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرتے۔'' لہٰذا ہم نے دونوں جانور قربانی کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نسبت بیٹے کو زیادہ جذبے والا بنایا ہے۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے پتا چلتا ہے کہ جب وہ کسی کو نیک کام کرتے دیکھتے یا نیک جذبہ دیکھتے تو کیسی دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔ اور کتنی خوشی کا اظہار کرتے۔ اسی لیے تو حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی اس بچے کو دیکھ کر کہا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو ایسی ہی نیک اولاد عطا فرمائے'' [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۰۴)]

بیٹیوں کو صحیح بخاری کا درس:

حافظ صاحب نے اپنی بیٹیوں کو گھر میں خود ہی صحیح بخاری پڑھائی ہے اور اس کی تکمیل پر انہیں اسناد بھی دیں ہیں۔ان کی اسناد کے نمبر یہ ہیں۔ ۶۱۹، ۶۲۰ ہیں۔

بیٹے سے قرآن سننا:

حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حفظ القرآن مکمل کیا تو والد صاحب رحمہ اللہ رمضان میں مجھے نور پور لے گئے اور نمازِ تراویح میں میرے پیچھے کھڑے ہو کر آپ نے مکمل قرآن مجید سنا، اور اگلے سال مجھے وزیر آباد لے جا کر بھی مکمل قرآن مجید سنا، پھر کئی بار اپنی مسجد قدس اہلحدیث سرفراز کالونی میں میرے پیچھے کھڑے ہو کر قرآن مجید سنتے رہے۔

بچوں سے قرآن سننا:

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: ہمیں کہا کرتے قرآن نماز میں پڑھا کرو نماز میں پڑھنے سے بہت پکا ہوتا ہے اور کہتے تھے پریشان نہ ہوا کریں حفظ کرنے کے فوراً بعد قرآن پکا نہیں ہوتا تقریباً ۶ سال کے بعد پکا ہوتا ہے پھر ابو جی نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے رمضان میں پہلی دفعہ قرآن سنانا شروع کیا اور اٹھارہواں انیسواں پارہ مجھے بالکل یاد نہیں تھا تو میں نے اسی دن شام تک وہ پارہ یاد کر لیا اور رات کو نماز تراویح میں سنا دیا ایسے ہی اگلے دن کیا تو کسی کو بھی پتہ بھی نہ چلا کہ میں نے آج یاد کیا ہے پھر ہم نے ابو جی سے پوچھا کہ آپ نے کتنی دیر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا تو ابو جی نے بتایا پانچ ماہ میں کیا تھا۔ الحمدللہ۔ ان کا قرآن بہت پکا تھا کہ ہم ان کو سنا رہی ہوتیں تو ابو جی نیند میں ہوتے سو رہے ہوتے تو اٹک بھی آتی تو فوراً بول پڑتے ہم حیران رہ جاتیں کہ ابو جی کو نیند میں بھی غلطی کا پتہ چل جاتا ہے۔

آپ اسے جو مرضی سزا دیں

حافظ صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا محلے میں کسی سے لڑ پڑا جیسے بچے لڑتے ہیں۔ حافظ صاحب کے بچے نے دوسرے بچے کو مارا۔ حافظ صاحب کو جب پتا چلا تو اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر ان کے گھر چلے گئے اور کہا اس نے آپ کے بیٹے کو مارا ہے میں اسے لے کر آیا ہوں آپ اسے جو مرضی سزا دیں۔ یہ واقعہ میں نے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کی زبانی سنا ہے۔ انھوں نے رجینا میرج ھال میں

رمضان المبارک میں تربیت اولاد کے موضوع پر درس دیتے ہوئے بیان کیا ہے۔

بھٹوی صاحب واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں اگر بچے کو پتا چلا جائے کہ مجھے باپ نے بھی نہیں بچانا بلکہ باپ بھی مجھے ان کے گھر والوں کے سپرد کر دے گا تو پھر بچہ کبھی بھی دوبارہ وہ غلطی نہیں کرے گا۔

بچوں کی شادی، بالکل سادھی

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: ابو جی نے اپنے بچوں کی شادیاں انتہائی سادگی سے اور سنت کے مطابق کیں نہ کوئی رسم رواج نہ جہیز لیا نہ دیا نہ بارات آئی نہ گئی۔ امی جی، ابو جی اور بھائی جا کر بھابھی کو لے آئے ایسے ہی ہمارے نکاح سادگی کے ساتھ مسجد میں کیے ادھر سے بھی تین چار افراد سے زیادہ لوگ نہیں آئے گھر کے اندر بھی پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آج شادی ہے۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ)]

حافظ شاہد صاحب فرماتے ہیں: ہر طرح کے خلافِ شریعت معاشرتی رسم و رواج کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی زندگی میں آپ کی پانچ بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں، آپ چونکہ بارات لانے کو غلط سمجھتے تھے، اس لیے ایک بھی موقع پر آپ کے گھر میں بارات نہیں آئی، اور نہ آپ نے بیٹیوں کی شادی میں اپنے کسی رشتے دار کو مدعو کیا۔ بڑی سادگی سے دو تین افراد کی موجودگی میں خود نکاح پڑھایا اور کسی اسراف و تبذیر اور خلافِ شریعت عمل کا ارتکاب کرنے کے بغیر انہیں رخصت کر دیا۔ اسی طرح اپنے بڑے صاحبزادے کے نکاح کے موقع پر برات لے کر نہ گئے، آپ مع اہلیہ بیٹے کے ساتھ گئے اور نکاح کر کے بہو لے آئے، البتہ تمام عزیز و اقارب کو دعوتِ ولیمہ میں مدعو کیا۔ [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۸۴)]

حافظ نبیل صاحب داماد نورپوری فرماتے ہیں: ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو جب میرا نکاح ہوا نکاح والے دن حافظ صاحب کے گھر آئے میرے ساتھ والدہ کی جگہ پر خالہ، بڑی ہمشیرہ اور بہنوئی شیخ نعیم صاحب وغیرہ تھے۔ ادھر حافظ صاحب کے گھر میں ان کے کوئی رشتہ دار نہ تھے حتی کہ بچوں کے ماموں وغیرہ بھی نہ تھے۔ نماز مغرب سے قبل ہی نکاح فارم گھر میں بیٹھ کر پر کیا اور مغرب کی نماز قدس مسجد میں پڑھنے چلے گئے نماز حافظ صاحب نے پڑھائی اور ایک صاحب نے اعلان کیا سب بیٹھے رہیں نکاح ہو گا پھر

حافظ صاحب نے خود نکاح پڑھایا مجھے حافظ صاحب کا داماد ثانی ہونے کا شرف حاصل ہوا میری شادی سے قبل حافظ صاحب کے دو بچوں کی شادی ہو چکی تھی۔ بڑے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن ثانی کی شادی یوسف پھلوکی والے جو کہ اب قلعہ دیدار سنگھ میں رہتے ہیں کے ہاں ہوئی بڑی بیٹی کی شادی جس خوش نصیب سے ہوئی وہ حافظ صاحب کے شاگرد عبدالرؤف بن فضل کریم فاضل مدینہ یونیورسٹی ساکن احمد نگر تحصیل وزیر آباد ہیں، ان کی شادی ۲۰۱۰ء میں ہوئی (دوسری بیٹی کا نکاح حافظ نبیل صاحب سے ہوا۔) حافظ صاحب نے اپنی تیسری بیٹی کی شادی کی جس خوش نصیب سے ہوئی اس کا نام جہانگیر عباس بن حاجی نذیر احمد ساکن رانا کالونی گوجرانوالہ ہے۔ اس کے بعد چوتھی اور پانچویں بچیوں کی شادی تاریخ طے ہوئی تو زیورات بنوانے کے لیے مجھے خدمت کا موقع دیا، مارچ ۲۰۱۱ء چوتھی بیٹی کی شادی جس خوش نصیب لڑکے سے ہوئی وہ لکھوی خاندان کے چشم و چراغ عثمان بن رفیق الرحمٰن لکھوی ساکن رینالہ خورد (حال دبئی) ہیں۔ اپریل ۲۰۱۱ء میں پانچویں بیٹی کی شادی جس خوش نصیب سے ہوئی وہ خاور رشید (جو کہ حافظ صاحب کے شاگرد ہیں) کے بھائی ارمغان شفیق سے ہوئی (یہ بات غلط ہے، ارمغان شفیق خاور رشید صاحب کے بھائی نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد کے بھائی ہیں۔) جو کہ لاہور کے رہنے والے ہیں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی غیر شادی شدہ ہیں۔ [مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۵۲]

یہاں یہ بات اس معاشرے کے حوالے سے بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایک ماہ کے فاصلے سے حافظ صاحب نے دوسری بیٹی کی شادی فرمادی، مارچ ۲۰۱۱ کو ایک بیٹی کی شادی کی اور اپریل ۲۰۱۱ کو دوسری بیٹی کی شادی کی، حافظ صاحب شادی بڑی سادگی سے کرتے تھے، یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ فضول خرچی اور بے مقصد جگہ پر رقم لگانے کو پسند نہیں کرتا۔ ایک طرف آدمی اسلام کا پابند ہوتا اور دوسری طرف فضول خرچی سے بچ جاتا ہے۔

بیٹیوں سے محبت:

برا ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں چلا گیا تو ان کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں انہیں بخار آ گیا تھا، تو میں نے ان کے والد (ابوبکر) کو دیکھا کہ انہوں نے ان کا رخسار چوما اور پھر پوچھا بیٹی طبیعت کیسی ہے؟

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: ابو جی ہم سب سے بے پناہ محبت کرتے تھے ہم میں سے کسی کو

روتا ہوا دیکھ کر ساتھ ہی رو پڑتے دل بہت نرم تھا، ہم سے کسی کو بیمار دیکھتے تو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور بار بار خیریت دریافت کرتے اور کسی کو پریشان دیکھتے تو فوراً پوچھتے کیا ہوا پریشان کیوں ہو؟ ہم کہتیں کچھ بھی نہیں، تو پھر امی سے کہتے یہ پریشان ہے مجھے تو بتاتی نہیں آپ پوچھیں کیا طبیعت تو ٹھیک ہے۔

بیٹی کے نکاح کے وقت آنسو:

محترم جناب خالد حسین (سیکٹر مسئول سرفراز کالونی) نے بتایا: ایک دفعہ حافظ صاحب نے مسجد قدس میں نماز پڑھائی، نماز کے بعد حافظ صاحب نے اعلان کیا کہ ابھی یہاں میری بیٹی کا نکاح ہوگا دوست احباب تشریف رکھیں۔ خالد صاحب فرماتے ہیں جب حافظ صاحب نے اعلان کیا تب نمازیوں کو پتا چلا کہ حافظ صاحب کی بیٹی کا نکاح ہے۔ اس سے پہلے کسی کو پتا ہی نہیں تھا۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ کسی مولوی صاحب کی بیٹی کی شادی ہو تو مسجد کے نمازیوں کو بھی پتا نہ ہو، بالخصوص انتظامیہ کو پتا نہ ہو۔ کیونکہ اکثر علما حضرات اپنی بیٹیوں کی شادی کے موقع پر انتظامیہ سے یا نمازیوں میں سے اپنے معتقدین حضرات سے ضرور تعاون لیتے ہیں۔ انتظامیہ اور معتقدین اتنے مخلص ہوتے ہیں کہ تعاون کریں یا نہ کریں یہ بات ہر کسی کو ضرور بتاتے پھرتے ہیں مولوی صاحب کی بیٹی کی شادی ہے مجھے بتا رہے تھے ان کا مقصد تھا کچھ تعاون کرو۔ اور جس نے تعاون کیا ہوتا ہے وہ ہر ایک کو اپنی پارسائی اور سخاوت بتانا فرض سمجھتا ہے۔

خالد صاحب نے جب یہ بتایا کہ حافظ صاحب نے جب اعلان کیا تب پتا چلا، میں نے کہا یہ بہت بڑی بات ہے یہ حافظ صاحب کا استغنا ہے۔ پھر حافظ صاحب نے نکاح پڑھایا تو دوران نکاح حافظ صاحب کی آواز لڑکھڑا گئی، آپ کپکپی آواز سے بولتے پھر آپ کو رونا آ گیا۔ حافظ صاحب کی اس حالت کو دیکھ کر کئی سامعین کے آنسو نکل آئے۔ اس مجلس میں مولانا خاور رشید بٹ صاحب بھی تشریف فرما تھے انھوں نے مجھے بتایا حافظ صاحب کو میں نے اس مجلس میں روتے ہوئے دیکھا تھا۔

پوتوں سے محبت:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پکڑتے تھے اور ایک ران پر مجھے اور دوسری ران

پر حسن کو بٹھلا دیتے تھے، پھر دونوں کو ملاتے اور فرماتے اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما، اس لئے کہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں [بخاری، ۶۰۰۳]

حافظ صاحب کی وفات کے بعد ایک دن میں حافظ صاحب کے گھر گیا، وہاں حافظ صاحب کے ڈیسک پر ایک ڈائری پڑی ہوئی تھی جس میں حافظ صاحب نے علما کرام اور جماعتی احباب وغیرہ کے نام لکھے تھے۔ تمام نام خود حافظ صاحب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اس کاپی کے آخری صفحہ پر خوش خط انداز میں لکھا تھا: عبیدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم دین۔

حافظ صاحب کے بیٹے عبداللہ نے بتایا: ابو جی جب پین میں سیاہی ڈالتے تھے تو اسے چیک کرنے کے لیے کسی صفحہ پر پہلے کچھ لکھتے تھے تو یہ بھی میرا خیال ہے آپ نے اسی وقت لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں: لکھا جب بھی ہو، جو لکھا ہے وہ پوتے کی محبت پر دلالت کرتا ہے، اگر پوتے سے محبت نہ ہوتی تو اس کا نام نہ لکھتے، کچھ اور لکھ کر پین سیاہی چیک کر لیتے، لیکن جس سے محبت ہوں اسی کا نام لکھا جاتا ہے،۔ یہ لکھا ہوا عبیدالرحمٰن کے لیے ایک تاریخی سند ہے کہ دادا جان نے اپنے ہاتھ سے میرا نسب نامہ لکھا ہے۔

نواسے سے محبت:

حافظ صاحب اپنے نواسے سے بڑی محبت کرتے تھے، اس محبت کو آپ کے نواسے نے اپنے مضمون میں بیان فرمایا ہے، یہ مضمون مجلہ ''المکرم'' میں شائع ہوا تھا۔

میرے پیارے نانا جان

تحریر: معاویہ (نواسہ نور پوری)

میرے پیارے نانا جان جو کہ بہت ہی خیال کرنے والے ابو جان تھے جو بھی ان کو کہتا تھا وہ مانتے تھے جب بھی میں کسی سفر پر جاتا تو مجھے اپنی گود میں بٹھایا کرتے تھے میں شرماتا ہوا اور آگے ہو جاتا پھر مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیتے تھے میں ان سے قرآن پڑھتا تھا اٹک یا غلطی پر مجھے بالکل بھی ڈانٹتے نہیں تھے۔ میں خوشی سے ان کے پاس پڑھتا تھا میں حساب کتاب ان سے پڑھتا تھا اور جس سوال کی مجھے سمجھ نہ لگتی وہ مجھے تفصیل سے سمجھا دیتے تھے تو اگر مجھے کسی سوال کی سمجھ نہ آتی تو کہتے واہ بھئی معاویہ اور مجھے یہ بھی کہتے تھے کہ آپ قرآن مجید ان شاء اللہ جلدی حفظ کر لو گے اور کہتے تھے جلدی

جلدی شروع کرلو ایک یا دو آیت یاد کرلیا کرو اور میری انگلی پکڑ کر مجھے مسجد میں لے کر جایا کرتے تھے اور میں ان کے ساتھ جمعہ پڑھنے بھی جایا کرتا تھا اور انہوں نے مجھے ایک تقریر لکھ کر دی تھی وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز فرض ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾.

''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

صحیح بخاری میں ایک اعرابی نے حضور سے پوچھا «ماذا فرض الله علی من الصلاة» اللہ تعالیٰ نے نماز سے مجھ پر کیا فرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خمس صلوات فی الیوم واللیلة» دن رات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر یہ نماز صرف فرض ہی نہیں بلکہ اسلام وایمان کی بنیادی رکنوں میں ایک اہم رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت فرمایا ہے:

«بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ ,وَالْحَجِّ».

''اسلام کی پانچ چیزوں پر بنیاد رکھی گئی ہے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾.

''تو اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔''

تو ثابت ہوا کہ جن چیزوں پر اسلام و ایمان کا دار و مدار ہے ان میں نماز بھی شامل ہے تو جو باقاعدہ مواظبت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اپنا فریضہ ادا کرتا ہے اپنے ایمان و اسلام کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے ساتھ ساتھ اجر وثواب بھی حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''من جاء بالحسنة فله عشر امثالها'' جو ایک نیکی لاتا ہے تو اس کے لیے اس کی دس مثلیں ہیں تو اس طرح نمازی دن رات میں پانچ نمازیں

پڑھے گا اور اس کے اعمال نامہ میں ۵×۱۰ پچاس نمازیں لکھی جائیں گی صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے «هن خمس وهن خمسون» وہ پانچ ہیں اور وہ پچاس ہیں۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَانَ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ» .

جوکوئی پانچ نمازوں پر محافظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔

کتبہ ابن عبدالحق

۱۴۳۳/۱/۲۸ھ سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

میں ابو جی کے پاس پیسے لینے گیا تو ابو جی نے کہا کیا کرنے ہیں میں نے کہا چیز لینی ہے ابو جی نے کہا کیا لینا ہے۔ میں نے کہا پاپڑ تو ابو جی نے کہا......کھاؤ پاپڑ تے جاؤ آکڑ......اسی طرح ہم سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے آمین۔ اور ہمیں بھی قرآن وسنت پر زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور مجھے بھی عالم باعمل بنائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللهم بارك لی فی علمی و عملی رب زدنی علما۔

غص بصر میں ابو جی کا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عمل تھا جب بھی راستے میں کوئی عورت گزر رہی ہوتی نظر نیچی کر کے گزر جاتے گھر میں کوئی غیر عورت آجاتی تو اس حدیث پر عمل تھا: «اِتَّقُوا النِّسَآءَ» آپ بہت پرہیز کرتے تھے۔

گھر کے کام:

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ -تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ . [رواه البخاری]

اسود کہتے ہیں: میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں خانگی کام کرتے رہتے تھے،

اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے،اس وقت سارا کام کاج چھوڑ دیتے تھے،اور گھر والوں سے کوئی مطلب نہیں رکھتے تھے۔''

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: آپ اپنے گھر کے لیے گندم کا توڑا خود اپنے کندھے پر اٹھا کر پسوانے کے لیے جایا کرتے تھے۔طلبہ سے کوئی بھی کام کروانا پسند نہیں کرتے تھے۔ہمیشہ گھر کے لیے سبزی وغیرہ خود خریدتے تھے۔اگر راستے میں کہیں ملاقات ہوجاتی تو لاکھ اصرار کے باوجود ہاتھ میں پکڑے ہوئے سامان کو اٹھانے نہ دیتے۔دوکاندار کے پاس جا کر اپنی باری کا انتظار کرتے کبھی آگے بڑھ کر اپنے سے پہلے آنے والوں سے پہلے چیز لینے کی کوشش نہ کرتے۔الا یہ کہ دوکاندار کی نظر پڑ جاتی تو وہ شیخ رحمہ اللہ کو پہلے فارغ کر دیتا۔[(مجلّہ المکرّم''اشاعت خاص'' نمبر۱۳صفحہ۱۵۸)]

میری والدہ اور اہلیہ حافظ صاحب کے گھر تعزیت کے لیے گئیں،حافظ صاحب کی بیٹی نے اسے بتایا: ابا جان جیسا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کبھی گھر پر انھوں نے کسی کو نہیں ڈانٹا تھا۔کبھی غصے نہیں ہوتے تھے،ہمیں کبھی برے الفاظ و القاب سے نہیں پکارا۔اشیائے خوردونوش کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔روزانہ تازہ سبزی بازار سے خرید کر لاتے تھے،سبزی میں سلاد ضرور لاتے تھے۔مولی،کھیرا،مرچ،ٹماٹر یہ چیزیں ضرور لاتے۔اور حافظ صاحب کا عمل قرآن کے مطابق ہوتا،قرآن کی ہر ایک آیت پر عمل کی کوشش کرتے۔مجھے بیگم نے جب یہ باتیں بتائیں تو میں نے کہا وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں،ہم جب بھی حافظ صاحب کے گھر گئے ہیں کھانا کھایا ہے تو کھانے میں سلاد ضرور ہوتا تھا،ہری مرچ،ادرک،ٹماٹر،مولی،کھیرا یہ چیزیں سلاد کے طور پر ہوتیں،اور سبزی تازہ پکی ہوتی۔

اولاد کے تاثرات

حافظ صاحب نے اپنی اولاد تربیت کی خالصتاً اسلامی نکتہ نظر سے کی ہے۔آپ کی اولاد آپ پر فدا ہوتی تھی، اور بے حد محبت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ سب کو ایسی اولاد عطا فرمائے۔اس محبت کو آپ حافظ صاحب کے بیٹے اور بیٹی کے مضمون سے جان سکتے ہیں۔

والد محترم کی شفقتیں اور معمولات

تحریر: عبداللہ بن حافظ عبدالمنان نورپوری

میرے والد محترم ہمارے لیے بڑے ہی مشفق، ہمدرد، مربی اور رحم دل تھے۔ایک عظیم مدرس باکمال مصنف وخطیب اور عالم باعمل تھے۔ان کے علم وفضل کا دائرہ بہت وسیع تھا وہ میرے حقیقی باپ ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی باپ اور بڑے ہی محسن تھے۔میرے ساتھ ان کی شفقت ان کی محبت اور پیار بے حد تھا کہ اگر مجھے تھوڑی سی بھی تکلیف ہوتی تو بار بار مجھ سے حال دریافت کرتے کہ مجھے اپنی تکلیف کا احساس ہی نہ رہتا اور بار بار یہ جملہ بولتے (کوئی نہیں گھبرائی دا نہیں) اللہ فضل کرے گا اور دوسروں کو تسلی دیتے۔کہتے ماشاء اللہ قائم اے اور اگر گھر میں نہ ہوتے تو فون کر کے حال پوچھتے اور اسی طرح کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی چاہے کوئی اپنا ہو یا غیر تو فوراً عیادت کے لیے جاتے ایسے ہی ہر کسی کے جنازے میں شرکت کرتے جیسا کہ حدیث میں ہے: حق المسلم علی المسلم ست بالمعروف .

میرے والد انتہائی سادہ تھے مگر انہوں نے باوقار زندگی بسر کی، یوں تو ہر باپ اپنی اولاد سے شفقت کرتا ہے لیکن میرے والد محترم نے ساری مصروفیات کے باوجود اپنے اہل وعیال کی تمام ضروریات نہ صرف پوری کیں بلکہ انہیں بڑے احسن انداز سے نبھایا اور وہ سب بہن بھائیوں سے بے پناہ محبت وشفقت سے پیش آتے لیکن میرے ساتھ ان کی خصوصی محبت تھی میری کسی بات کو نہیں ٹالتے تھے۔ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی میں

نے گھر میں ابوجی سے کیا نورانی قاعدہ پڑھا اور انہوں نے مجھے نماز کا طریقہ بھی ساتھ کھڑے ہو کر سکھایا اور کچھ دعائیں بھی مجھے یاد کروائیں نورانی قاعدہ مکمل ہونے کے بعد مجھے قرآن کریم ناظرہ شروع کروا دیا کچھ پارے پڑھے تو پھر کہنے لگے کہ اب حفظ شروع کرو میں نے حفظ شروع کر دیا۔ پانچ پارے مکمل ہوئے تو قدس مسجد میں قاری صاحب کے پاس داخل کروا دیا اور مجھے روزانہ اپنے ساتھ درس فجر کے لیے بھی لے جایا کرتے اور کہتے کہ درس کے بعد تم اپنا سبق یاد کر لیا کرو ایسے ہی میرا قرآن کریم مکمل ہوا تو گھر میں میری منزل سنا کرتے اور مجھے کہا کرتے ہر نماز کے بعد ایک پارہ سنایا کرو ایسے ہی آپ کے بڑے بھائی عبدالرحمٰن ثانی صاحب بھی ایک پارے کو روزانہ ۱۰ بار دہراتے اور پھر سناتے اللہ تعالیٰ نے والد محترم کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کی خوبیاں اور کرامات تو بہت زیادہ ہیں بہت ہی متقی تھے میں جب بھی کوئی آیت یا حدیث پڑھتا ہوں تو خود بخود ذہن میں آتا ہے یہ عمل ابوجی میں تھا ابوجی بالکل ایسے کرتے تھے جب کبھی رات کو بیدار ہوتا تو میں نے ابوجی کو اکثر اوقات قرآن مجید کی تلاوت یا مطالعہ میں مصروف یا نفل پڑھتے یا اپنے رب سے دعا کرتے پایا یہی ولیوں کی خوبیاں ہوتی ہیں۔

والدگرامی کے روزانہ کے معمولات

والدگرامی فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل اٹھتے نماز تہجد ادا کرتے اس میں اپنی منزل میں سے ایک پارہ پڑھتے تھے بعض اوقات اس سے کم بھی پڑھ لیتے تھے۔ فجر کی دو رکعتیں گھر میں ادا کر کے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں نماز فجر ادا کرتے اور درس قرآن ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست ہوتی۔ اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے بسا اوقات مہمان ساتھ ہوتے ان کی مہمان نوازی کرتے جب مہمان نہ ہوتے تو مطالعہ فرماتے یا پھر تصنیف کا کام جاری رکھتے جب جامعہ میں اسباق کا وقت شروع ہوتا تو جامعہ میں تشریف لے جاتے دوران تدریس موبائل فون بند رکھتے اگر بند کرنا بھول جاتے تو فون اٹھاتے ہی کہتے مولانا میں سبق پڑھا رہا ہوں بعد میں کر لینا جامعہ سے گھر آ کر اہل خانہ سے پوچھتے کوئی چیز لانی ہے۔؟ لانی ہوتو لا دیتے وگرنہ ظہر کی نماز تک آرام کرتے نماز ظہر قدس مسجد میں پڑھاتے مسجد میں کوئی نہ کوئی سوال پوچھنے یا ملنے آیا ہوتا اس کے ساتھ بیٹھے رہتے پھر اس کو گھر لا کر اس کی تواضع کرتے اس کے جانے کے بعد کچھ دیر آرام یا تصنیف یا خطوط کا جواب دیتے نماز عصر بھی قدس مسجد میں ہی پڑھاتے اس وقت بھی کوئی نہ کوئی ملنے آیا ہوتا۔ ان

کے ساتھ بھی دیر تک بیٹھے رہتے فارغ ہونے کے بعد گھر تشریف لاتے نماز مغرب کے بعد بھی ایسا ہی معمول ہوتا۔ نماز عشاء سے قبل کھانا تناول فرماتے بعد از عشاء درس بخاری قدس مسجد میں ہی ارشاد فرماتے۔ رمضان المبارک میں یہ درس بعد از نماز عصر ارشاد فرماتے۔

والد گرامی جمعہ پڑھانے کے لیے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے گھر سے تشریف لے جاتے اور حسب توفیق رکعتیں پڑھتے خطبہ جمعۃ المبارک چوک نیائیں والی مسجد میں ارشاد فرماتے آپ نے اس مسجد میں کئی موضوعات پر نماز عصر کے بعد درس بھی دیا ہے جو کہ مقالات نور پوری کے نام سے کتاب چھپی ہوئی ہے۔

والد گرامی کا رمضان المبارک میں معمول:

والد صاحب بتا رہے تھے کہ جب میں نے قرآن مجید حفظ کیا اس وقت سے ہی تراویح پڑھانا شروع کر دی۔ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے میری ڈیوٹی ایک مسجد میں لگائی کہ خطابت اور امامت آپ نے کرنی ہے۔ مسجد والوں کو جب معلوم ہوا کہ میں حافظ ہوں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ رمضان المبارک میں قرآن سناؤ گے میں نے کہا کہ سناؤں گا۔ مولانا عبداللہ صاحب کو جب پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ میں نے کسی دوسرے لڑکے سے وعدہ کیا ہوا ہے قرآن سنانے کا تو میں نے کہا کہ وہی لڑکا سنائے میں پیچھے سنوں گا۔

جب رمضان المبارک شروع ہوا تو حسب وعدہ لڑکا آ گیا۔ میں نے اس کے پیچھے تراویح پڑھی وتر ادا کیے بغیر گھر چلا گیا تہجد کے وقت مسجد میں آیا تو ایک بزرگ موجود تھے میں نے کہا بزرگو پارہ سنو گے بزرگ تیار ہو گئے۔ دو رکعتوں میں ایک پارہ پڑھا ایک وتر پڑھا دیا اگلے روز بزرگ کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے اس طرح پورے رمضان میں مَیں نے پورا قرآن سنایا اس وقت سے میرا معمول رمضان المبارک میں پچھلی رات قرآن سنانے کا بن گیا۔ مسجد قدس میں بھی آپ کا معمول پہلی رات تراویح پڑھتے اور پچھلی رات دو رکعتوں میں دو پارے پڑھتے اس طرح دو مرتبہ قرآن مجید مکمل سناتے۔

والد گرامی اور نفلی روزے:

جیسے ہی رمضان المبارک گزرتا ساتھ ہی نفلی روزے بھی شروع کر دیتے۔ شوال کے چھ روزے

رکھتے۔ ہر ماہ کی قمری تاریخ ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہر سوموار، جمعرات اور جمعۃ المبارک کو روزے رکھتے۔ ذوالحجہ پہلے نو دن محرم الحرام اور اکثر شعبان کے بھی روزے رکھتے تھے۔

اسی طرح ایام گزرتے رہے حتیٰ کہ فروری کی ۱۵ تاریخ آ گئی اسی روز والد گرامی میرے ساتھ ہی درس قرآن ارشاد فرمانے گئے واپس آ کر جامعہ میں چلے گئے۔ظہر کی نماز کے بعد سیالکوٹ کا وعدہ تھا وہاں چلے گئے۔آپ نے آخری سفر عبدالرزاق (گاڑی والے) کے ساتھ کیا اور آخری نماز مغرب مرکز ابن حنبل میں ادا کی۔نماز کے بعد گھر تشریف لائے خط کا جواب لکھتے ہوئے فالج کا اٹیک ہوا جب کہ وہ اپنی مسند تصنیف پر بیٹھے تھے۔

والد گرامی پر فالج کا جب اٹیک ہوا تو اس وقت نماز عشا کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ والد صاحب کو حافظ عبداللہ شرقپوری اور اکرم صاحب (بلال ایشیا والے) صفدر بلوچ کی گاڑی پر صدیق صادق ہسپتال لے گئے۔اہل محلّہ بھی جوق در جوق ہسپتال پہنچ گئے۔ہسپتال والوں نے کہا کہ انہیں لاہور لے جائیں۔ ماموں جی عبدالوحید ساجد صاحب نے لاہور کے معروف ہسپتال شیخ زید کے پروفیسر ڈاکٹر نادر ظفر صاحب سے رابطہ کیا میں اپنے گھر آ گیا اور ماموں جی بھائی جان عبدالرحمٰن ثانی اکرم صاحب حافظ عبداللہ صاحب شرقپوری الدعوہ ایمبولینس پر والد صاحب کو لے کر چلے گئے۔ وہاں رات ایک بجے تک چیک اپ کرنے کے بعد کمرہ میں منتقل کر دیا میں ۱۷ فروری بروز جمعۃ المبارک مغرب کے بعد ہسپتال کے کمرہ نمبر ۳۰۶ میں پہنچا۔ جہاں وہ بستر علالت پر لیٹے ہوئے تھے۔کوئی بات نہ کر سکتے تھے صرف ہونٹ ہلتے دیکھ کر برداشت نہ ہوا بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں دل میں دعائیں کرنے لگا۔"اے میرے اللہ میرے والد کو جلد از جلد شفایاب فرما" میں اس دن سے ماموں جی، بھائی جان اور زکریا جو کہ میرے چچازاد بھائی ہیں ان کے ساتھ ہسپتال میں رہنے لگا۔رفتہ رفتہ ابو جی کی حالت کمزور ہوتی گئی۔

۱۸ فروری بروز ہفتہ دوپہر ڈاکٹر نادر نے چیک اپ کرنے کے بعد کہا کہ انہیں ICU میں شفٹ کرنا ہے میں اور بھائی بے ساختہ رو پڑے مجھے اور بھائی جان کو رفیق لکھوی (جو کہ میری ہمشیرہ کے سسر ہیں) نے دلاسہ دیا کچھ دیر بعد رفیق صاحب روانہ ہو گئے اور والد گرامی ICU میں شفٹ ہو گئے میں اور ماموں جی رات کو گھر آ گئے۔گھر میں بڑی بے چینی رہی میں پھر دوسرے روز ہسپتال پہنچ گیا۔ہسپتال

میں لوگوں کا تانتا بندھا رہا والد صاحب کی تیمارداری کے لیے اسی طرح دن گزرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں کبھی تسلی دیتے اور کبھی کہتے کہ بس دعا کریں۔

۲۴ فروری کو ڈاکٹر نے بتایا کہ والد گرامی گہرے قومے میں چلے گئے ہیں زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں۔ ۲۵ فروری کو رات ۹:۰۰ بجے ICU سے پیغام ملا کہ والد صاحب کو مصنوعی سانس والی مشین لگائی ہے۔ ہم فیصلہ کر چکے تھے مشین نہیں لگوانی ہم نے ڈاکٹر کے مشورہ سے VIP روم میں والد گرامی کو منتقل کر دیا۔ رات ۱۲:۰۰ بجے کمرہ میں آئے اور ۲۶ فروری علی الصبح تہجد کے وقت ۲:۴۵ پر والد گرامی کا سانس ختم ہو گیا۔ بھائی جان پاس موجود تھے۔ میں اس وقت ہسپتال کے دوسرے کمرہ میں آرام کر رہا تھا۔ خبر ملتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ یقین نہیں آ رہا تھا۔ مجھے اور میرے بھائی جان کو حوصلہ دینے والوں میں زکریا بھائی اور میرے بہنوئی (نبیل) تھے۔ اور انہوں نے ہی والدہ ماجدہ کو والد صاحب کی وفات کی خبر دی جب ہم تھوڑا سا سنبھلے ادھر ہی جنازہ کا وقت متعین کر دیا کہ نماز عصر کے بعد ۴:۰۰ بجے ادا کیا جائے گا۔ زکریا بھائی نے فوری ایمبولینس والے کو فون کیا تقریباً پونے چار بجے ایمبولینس پہنچ گئی۔ بہنوئی نے مجھے بھائی جان اور والد گرامی کو ایمبولینس میں بٹھا کر روانہ کر دیا اور وہ اپنے گھر چلے گئے۔ ہم والد گرامی کی میت لے کر فجر کی نماز کے وقت اپنے گھر پہنچ گئے۔ جب میں گھر پہنچا تو ہر چیز ویران لگ رہی تھی۔ باہر چلا پھرا تو ایسے لگا کہ سارا محلہ والد گرامی کی جدائی میں رو رہا ہے۔ جناح پارک (جہاں والد گرامی کی نماز جنازہ ادا ہونی تھی) دیکھا کہ صفوں کے لیے لائینیں لگ رہی ہیں اور والد گرامی کا آخری دیدار کروانے کے لیے بھی انتظامات ہو رہے تھے ادھر چارپائی کے ساتھ بانس لگائے جا رہے تھے تاکہ کندھا دینے والوں کو آسانی ہو۔

نماز ظہر کے بعد والد گرامی کو غسل دینے کا پروگرام تھا نماز کے بعد زکریا بھائی، نبیل بھائی اور ماموں جی اور خالو جی میں اور بھائی جان نے غسل دیا۔ غسل کے بعد باہر لے جایا گیا عورتوں کے رش کی وجہ سے جلد ہی چارپائی کو جناح پارک میں لے گئے سیکورٹی والوں نے والد گرامی کا دیدار کروانا شروع کر دیا اسی دوران نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ میں بھائی جان اور ماموں جی نے اکٹھے نماز عصر مسجد بلال میں ادا کی۔ جیسے ہی نماز عصر سے فارغ ہوئے تو علاقے کی تمام مساجد سے والد گرامی کے جنازے کے اعلان ہونے لگ گئے۔ مولانا عبداللہ نثار صاحب اعلان کرنے لگے نہ کر سکے پھر ان کے بیٹے نے جلدی سے

آگے بڑھ کر اعلان کیا۔

"حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا نماز جنازہ ۴ بجے جناح پارک میں ادا کیا جائے گا شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔"

جب ہم جناح پارک میں داخل ہوئے یک لخت خیال آیا کہ اسی پارک میں والد گرامی ہر سال نماز عیدین پڑھاتے تھے۔ آج ان کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔ آس پاس نظر دوڑائی ایسا لگا کہ سارا گوجرانوالہ ادھر ہی جمع ہو گیا ہے۔ گھروں کی چھتوں پر عورتوں کا رش اور پارک فل باہر سڑک تک لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے جو آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے موجود تھے۔ اور حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ کیسا عالم جلیل آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ جو لوگ اللہ کے لیے اپنی ہر صلاحیت صرف کر دیتے ہیں دنیا کس طرح ان سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ والد گرامی کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

والد گرامی کا جنازہ ان کے دیرینہ ساتھی حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی ﷾ نے پڑھایا۔ جناح پارک میں تین مرتبہ نماز جنازہ ادا ہوئی کچھ دیر والد گرامی کا دیدار کروانے کے بعد تدفین کے لیے ہاشمی کالونی کے قبرستان میں لے گئے وہاں پر بھی لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں والد گرامی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ جب قبر تیار ہو گئی تو سلفی خاندان کے چشم و چراغ مکرم مسجد کے خطیب حافظ اسعد محمود سلفی صاحب نے رقت آمیز دعا منگوائی۔

آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انہیں فصل بہار میں

ابو جی کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات

بنات حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہن

بے شک ہمارے ابو جی اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھے۔ قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ وہ انسانیت کی اعلیٰ ترین اقدار کے حامل تھے۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ کتاب وسنت کے شیدائی اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے دل و جان سے پابند تھے۔ نیکی ان کا شعار تھا اور خیر ان کی پہچان، گمنامی کی صفوں سے اٹھے اور اپنی سعی و جستجو عمل پیہم، خلوص مسلسل محنت، لیاقت و قابلیت اور علمی و عملی لگن سے شہرت کے آسمان تک گئے۔ لوگوں سے ان کی وابستگی بھی اللہ کے لیے تھی اور ان سے انقطاع بھی اللہ کی خاطر تھا۔ ابو جی نے زندگی کے ہر قدم میں دین کو دنیا پر ترجیح دی اور ہر معاملے میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھا۔ وہ اسی دنیا کے باشندے تھے اور اسی زمین کی مٹی سے ان کا ہیولا بنایا گیا تھا لیکن ان کی روحانیت کی پرواز بہت بلند تھی۔ ابو جی کا علمی مقام بہت بلند تھا وہ گفتار کے ماحول میں رہتے تھے لیکن کردار کی فضا ان کا مسکن تھا۔ وہ فرشتہ صفت انسان تھے اللہ اور رسول کی اطاعت گزاری ان کا ماحول تھا۔ اللہ ان کی دعاؤں کو قبول اور ان کی التجاؤں کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ ابو جی کے پاس ایک صاحب آ گئے انہوں نے دعا کی درخواست کی کہ میری زمین پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے آپ دعا کریں اور پڑھنے کے لیے دعا بتا دیں۔ ابو جی نے انہیں دعا بتائی۔

«اللهم اغفرلنا واكفناهم بما شئت واصرف عنا كيدهم فانك بكل شیء علیم و علی کل شیء قدیر»

انہوں نے بتایا کہ میں یہ دعا پڑھتا ہوا اپنی زمین پر گیا وہ سب لوگ ادھر بیٹھے ہوئے تھے اچانک بہت بڑا سانپ آ گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے قبضہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ہمارے ابو جی نے زندگی ایسے گزاری جیسے گزارنے کا حق ہے ایسے انسان صدیوں بعد ہی پیدا

ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ کے نیک بندے تو بہت ہیں مگر جو صفات اور خوبیاں ابو جی کے اندر تھیں وہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابو جی کی ہر خوبی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ان کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اپنا ہو یا پرایا ہر کسی کو خندہ پیشانی اور خلوص سے ملتے تھے۔ رشتے داریوں کے متعلق ﴿الذین یصلون ما امر الله به ان یوصل﴾ کے مصداق تھے۔ ایک دفعہ ہمارے عزیزوں میں کسی بات پر ناراضگیاں ہوگئیں اور ان کے دو فریق بن گئے۔ دونوں فریقوں نے صلح کے لیے ابو جی کو بلایا تو ابو جی کی یہ عادت تھی۔ جس فریق کے پاس بیٹھتے اس کو ہی دباتے تو دوسرا فریق سمجھتا کہ اس کو نہیں کہتے مجھے ہی کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا تو ایک دن سب کا پروگرام بنا کہ ان کے پاس چلتے ہیں پہلے فریق کو مل آئے دوسرے کے پاس آئے تو اسے دکھ ہوا کہ پہلے اس کے پاس کیوں گئے ہیں میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ ظاہر ہے کسی کے پاس تو پہلے جانا ہی تھا پتہ چلا کہ دوسرے فریق نے گھر بدل لیا ہے اس کا ایڈریس پوچھتے اس کی دکان پہ گئے اس نے ایڈریس بتانے سے انکار کر دیا اور کہا وہی آپ کے عزیز ہیں اس کے پاس جائیں ابو جی ہنسنے لگے اور کہا کہ ہم خود ہی ڈھونڈ لیں گے اور پھر ڈھونڈ لیا ان کے گھر گئے تو وہ سب حیران ہو گئے کہ کسی کو گھر کا پتہ ہی نہیں تھا تو یہ کیسے پہنچ گئے ہم تھوڑی دیر بیٹھے اور اپنے گھر آ گئے ہمیشہ یہ کہتے جو کہتا ہے کہ ہمارے گھر نہ آؤ اس کے گھر زیادہ جانا چاہیے یہی تو صلہ رحمی ہے ابو جی یہی کہتے کہ صلہ رحمی یہ نہیں جو صلہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے صلہ رحمی تو یہ ہے جو قطعہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

خطبہ جمعہ ہو یا کوئی درس ان کا انداز بیاں ایک ہی تھا لفظ کیا حرف حرف کی سمجھ آتی تھی کبھی کسی سے یہ نہیں سنا تھا کہ سمجھ نہیں آئی آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی آواز سے نوازا تھا کہ جب بولتے تو سب خود بخود ہی خاموش ہو جاتے کس کو بھی غیر شرعی کام کرتے ہوئے دیکھتے تو ضرور کہتے ساری زندگی قرآن و حدیث سے ہٹ کر نہ کوئی بات کی اور نہ کوئی کام کیا۔ پردے کے معاملے میں انہوں نے ہماری تربیت بہت اچھے طریقے سے کی امی کے بھتیجے بھانجے ابو جی کے بھتیجے

ہمارے خالو بہنوئی سب غیر محرم بیٹھک میں بیٹھتے کوئی بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ ابو جی بہت کھلے دل کے مالک تھے جیسا کہ حدیث نبوی میں لیس الغنى من كثره العرض ولكن الغنى غنى النفس کے مصداق تھے جب بھی ان سے کچھ مانگا کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اپنی جیب کی طرف دیکھا بس فوراً حاضر کر دیا ہم پیسے لیتے وقت ان سے پوچھتیں پیسے ہیں۔ تو کہتے پیسے بڑے اور جتنے بھی ہوتے پکڑا دیتے۔

بچوں سے بے حد شفقت کرتے تھے بالکل بھی کسی کو رونے نہیں دیتے تھے کوئی بھی چیز کھانے سے پہلے بچوں کو دیتے پھر خود کھاتے تھے کبھی تو ساری چیز ہی بچوں کو دے دیتے اکثر تو آپ روزے سے ہوتے افطاری کے ٹائم بھی اگر ان کے پاس بچے ہوتے تو کھجوریں وغیرہ بچوں کو دے دیتے۔ بچوں کو بلا جھجک جتنے پیسے وہ مانگتے دے دیتے کبھی کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے جب کبھی ہمارا زیادہ شور سنتے تو اونچی آواز میں کہتے امن کرو امن، اس کے بعد ہم سب چپ ہو جاتے کافی دیر تک کسی کی آواز تک نہیں نکلتی تھی، ہم سب سے بے پناہ محبت کرتے تھے ہم میں سے کسی کو روتا ہوا دیکھ کر ساتھ ہی رو پڑتے دل بہت نرم تھا ہم سے کسی کو بیمار دیکھتے تو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور بار بار خیریت دریافت کرتے اور کسی کو پریشان دیکھتے تو فوراً پوچھتے کیا ہوا پریشان کیوں ہو۔؟ ہم کہتیں کچھ بھی نہیں تو پھر امی سے کہتے یہ پریشان ہے مجھے تو بتاتی نہیں آپ پوچھیں کیا طبیعت تو ٹھیک ہے ہم میں سے کوئی کہتی کہ ابو جی سسرال میں دل نہیں لگتا دعا کریں تو بہت حوصلہ دیتے کہ کوئی نہیں پریشان نہ ہوا کریں ۱۰ سال کے بعد بیٹیاں اپنے گھر میں سیٹ ہوتی ہیں۔

گھر کے چھوٹے بڑے کام خود ہی کر لیتے تھے الیکٹریشن کا بہت باریکی والا کام بھی خود ہی کر لیتے تھے گھر کے کاموں میں امی کا ہاتھ بٹاتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم يكون فى مهنة اهله فاذا سمع الاذان خرج اگر ہم ان سے کوئی ایسی چیز مانگتے جو ملتی نہیں تھی تو اس کو ذہن میں رکھتے ہم بھول جاتے لیکن وہ ڈھونڈ لاتے چاہے اس کو کئی دن لگ جاتے پھر ہم نے کہنا ابو جی اس کی ضرورت نہیں تھی تو کہتے اس دن ملی نہیں تھی آج مل گئی ہے لے آیا ہوں۔

گھر کا ماحول پاکیزہ سادہ اور اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت صاف ستھرا بھی تھا ہمارے ابو جی بہت صفائی پسند اور نفاست پسند تھے ہر کام میں صفائی کو پسند کرتے تھے اگر کبھی برتن دھونے والے

پڑے ہوتے تو ہمیں ڈرانے کے لیے کہتے برتن جمع نہیں کرتے ساتھ ساتھ دھو لیتے ہیں ورنہ برتن بددعائیں دیتے ہیں ہر کام میں ہماری تربیت کرتے بہت ہی سادگی پسند تھے ہمارے گھر میں فرنیچر اور ڈیکوریشن نام کی کوئی چیز نہیں زمین پر بیٹھنا، کھانا کھانا پسند کرتے، میز پہ بیٹھنے کو تکلف سمجھتے۔ ہم ماشاء اللہ چھ بہنیں ہیں کسی کو بھی سکول نہیں بھیجا، گھر میں یا مدرسے میں تعلیم دلوائی۔ امی جی نے کبھی کبھار کہہ دینا آپ نے بیٹیوں کو سکول نہیں بھیجا تو آگے سے یہی جواب دیتے کہ ہماری بیٹیاں سکول کی پڑھی ہوئی بچیوں سے اچھی ہیں اپنے کپڑے بھی خود ہی سلائی کیا کرتے اور اپنے والد صاحب کو بھی خود ہی کر دیتے ہم نے بھی ابو جی سے ہی سلائی سیکھی ہے۔

کیا کیا ہم ان کے ہجر میں صدمے اٹھائیں گے
اوصاف ان کے یاد کریں گے تمام عمر
روئیں گے اور جلیسوں کو بھی رلائیں گے
ڈھونڈیں گے زمانے میں سب ولی اللہ
ایسا نہ پائیں گے کوئی ایسا نہ پائیں گے
غم خواری کرنے والے تو دنیا سے اٹھ گئے
اب کس کو اپنے غم کی کہانی سنائیں گے
وقعت رہی اپنی نہ آبرو رہی
اے بے مزہ حیات فقط تو رہی

ابو جی کی یہ عادت تھی کہ کھانا ۲ ٹائم کھاتے تھے رات کا کھانا مغرب کے فوراً بعد کھا لیتے تھے ہم سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تو پھر اپنے بچپن کی باتیں اور پڑھائی کے دور کی باتیں بتاتے ہم بہت غور سے سنتی تھیں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے۔

اور ہمیں کہا کرتے قرآن نماز میں پڑھا کرو نماز میں پڑھنے سے بہت پکا ہوتا ہے اور کہتے تھے پریشان نہ ہوا کریں حفظ کرنے کے فوراً بعد قرآن پکا نہیں ہوتا تقریباً ۶ سال کے بعد پکا ہوتا ہے پھر ابو جی نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے رمضان میں پہلی دفعہ قرآن سنانا شروع کیا اور اٹھارہواں انیسواں پارہ مجھے بالکل یاد نہیں تھا تو میں نے اسی دن شام تک وہ پارہ یاد کر لیا اور رات کو نماز تراویح میں سنا دیا

ایسے ہی اگلے دن کیا تو کسی کو بھی پتہ بھی نہ چلا کہ میں نے آج یاد کیا ہے پھر ہم نے ابو جی سے پوچھا کہ آپ نے کتنی دیر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا تو ابو جی نے بتایا پانچ ماہ میں کیا تھا۔ الحمدللہ۔ ان کا قرآن بہت پکا تھا کہ ہم ان کو سنا رہی ہوتیں تو ابو جی نیند میں ہوتے سو رہے ہوتے تو اٹک بھی آتی تو فوراً بول پڑتے ہم حیران رہ جاتیں کہ ابو جی کو نیند میں بھی غلطی کا پتہ چل جاتا ہے۔

ابو جی کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی آپ کی اولاد آپ کی ذات کردار سے بہت متاثر ہے ابو جی بیک وقت مدرس، مصنف، خطیب، معلم اور عالم باعمل تھے۔ ابو جی نے اپنے بچوں کی شادیاں انتہائی سادگی سے اور سنت کے مطابق کیں نہ کوئی رسم رواج نہ جہیز لیا نہ دیا نہ بارات آئی نہ گئی۔ امی جی، ابو جی اور بھائی جا کر بھابھی کو لے آئے ایسے ہی ہمارے نکاح سادگی کے ساتھ مسجد میں کیے ادھر سے بھی تین چار افراد سے زیادہ لوگ نہیں آئے گھر کے اندر بھی پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آج شادی ہے ہم اپنے ابو جی کے بارے میں کیا کیا لکھیں ہمارے قلم ان الفاظ کی ترجمانی نہیں کر سکتے جن کے وہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے امتی ہونے کے ساتھ ساتھ موحد گھرانے میں پیدا کیا اور ایک عالم باعمل ہمیں والد محترم کی صورت میں عطا کیا جنہیں ہم کیا لاکھوں موحدین بھلا نہ پائیں گے۔

یا رب وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں
آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انہیں فصل بہار میں

اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ہمیں صبر جمیل عطا کرے۔ دعائیں تو بہت زیادہ کیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملا عطا فرمائے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا: انا ارید وانت ترید واللّٰہ یفعل ما یرید آخر کار وقت موعود آن ہی پہنچا علم وعمل کی روشنی کا یہ چمکتا ہوا ستارہ اپنی آب و تاب چاروں اطراف میں پھیلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا زندگی اپنے انجام کو پہنچی اللہ کا حکم پورا ہوا کل نفس ذائقة الموت ۲۶ فروری نماز جنازہ میں لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر یہ حدیث ذہن میں آئی۔

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار (محبت) کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے پیار کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے پیار کرتا ہے تم سب لوگ اس سے پیار کرو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے پیار کرنے لگتے ہیں، اور پھر روئے زمین میں بھی اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔“

[مسلم(۲٦۳۷)]

جنازے میں لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر کسی نے کہا کہ امام بخاری کا دور یاد آ گیا جب لوگوں نے چھتوں پر چڑھ کر ان کا استقبال کیا تھا۔ بالکل ایسے ہی لوگ آج چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں ہر کوئی چہرہ دیکھنے کا مشتاق تھا لاکھوں پرنم آنکھوں اور دعا گو نفوس اور علما کرام کی کثیر تعداد اور ان کے شاگردوں اور ان سے محبت کرنے والوں نے ابو جی کو اپنی موجودگی میں سپرد خاک کیا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور محدثین کرام اور ائمہ عظام رحمہم اللہ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا کرے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے بیٹوں پوتوں اور نواسوں کو ان کا جانشین بنائے۔ آمین

اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده .

باب نمبر ۳۱

اخلاق واقدار کا پیکر

مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی

نیک و صالح مومن وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے اور اس کی زندگی اطاعت وفرمانبرداری کی راہ پر گزرے۔ بالخصوص حدیث میں مسلمان کے جو چھ حقوق بیان ہوئے ہیں ان کی پابندی کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ ، قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ . [مسند أحمد:٨٨٤٥]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو تو اس کی خیر خواہی کر جب وہ چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو تم دعا دو یعنی یَرحَمُكَ الله کہو جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو۔"

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: (حافظ نور پوری رحمہ اللہ) حقوق المسلم میں سے دو حقوق پر بہت توجہ رکھتے تھے (۱) سلام کہنا (۲) بیمار پرسی کرنا۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۲)]

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: اسی طرح کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی چاہے کوئی اپنا ہو یا غیر، تو فوراً عیادت کے لیے جاتے۔ ایسے ہی ہر کسی کے جنازے میں شرکت کرتے

جیسا کہ حدیث میں ہے: «حق المسلم علی المسلم ست بالمعروف»[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ)]

میں کہتا ہوں حافظ صاحب دو حقوق ہی نہیں بلکہ اس حدیث میں مذکور چھ کے چھ حقوق ہی پوری کوشش سے ادا کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں حافظ مقصود صاحب دھلے والوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو وہ فرمانے لگے حافظ صاحب کی زندگی میں مَیں نے یہی دکھا ہے کہ آپ ان چھ حقوق کو ادا کرنے میں ہی لگے رہتے تھے۔ واقعتاً حافظ صاحب اسی طرح تھے، آپ ان کی زندگی میں یہ چھ حقوق ملاحظہ فرمائیں۔

افشاء السلام

حقوق المسلم میں سب سے پہلا حق جو اس حدیث میں نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب مسلمان بھائی ملے اسے السلام علیکم کہے۔ دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بہترین مسلمان کی نشانی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ السلام علیکم بہت زیادہ کہنے والا ہو۔ کسی بھی مسلمان کے بہترین اور خیر والا ہونے کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو سلام کہے۔ لیکن آج کل جو لوگ خود کو دیندار کہلاتے ہیں ان میں بھی یہ وصف ناپید ہو چکا ہے، ولایت کی بڑی بڑی علامتیں انھوں نے گھڑی ہیں لیکن السلام علیکم کہنے کو وہ ولایت کے کسی درجے میں شمار نہیں کرتے۔ نہ انھوں نے کبھی کسی کو سلام کیا اور نہ ان کے ولیوں نے کسی کو سلام کیا۔ جبکہ دین اسلام میں السلام علیکم کو اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے اور اس وصف پہ جنت کی گارنٹی دی گئی ہے اور صرف مسلمان ہونے کی نہیں بلکہ بہترین مسلمان ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سب سے پہلے یہی بات سنی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَقِيلَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ».

''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور مشہور ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں۔ جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی تو میں بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر پہلی مرتبہ یہ بات فرمائی کہ اے لوگو! سلام کو رواج دو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سو جائیں تو نماز پڑھا کرو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔''

مسلمان ہو گئے اور ان کے دل نے یقین کرلیا یہ بات ارشاد فرمانے والا سچا نبی ہی ہوسکتا ہے، جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ یہ واقعتاً وہی پیغمبر ہے جس کی صفات ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

حافظ نور پوری صاحب میں یہ صفت کمال درجہ کی پائی جاتی تھی رستے میں چلتے ہر کسی کو سلام کہتے کسی مسلمان بھائی کو آتے دیکھتے تو سلام میں ابتداء کرنے والے آپ ہی ہوتے۔

میں نے بھی کئی مرتبہ اس چیز کا مشاہدہ کیا ہے، میں جب بھی حافظ صاحب کے ساتھ میں گاڑی کے پیچھے بیٹھا ہوتا تو دوران سفر یہی دیکھتا بار بار ہاتھ اٹھا کر حافظ صاحب السلام علیکم کہتے۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ حافظ صاحب کا وظیفہ سفر میں السلام علیکم ہوتا تھا۔ حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھ کر جب کہیں جاتے یا واپس آتے تو گاڑی جب مولانا عبداللہ نثار صاحب کی مسجد کے پاس سے گزرتی تو ادھر ہاتھ اٹھا کر حافظ صاحب السلام علیکم کہتے، یہ عمل میں نے خود دیکھا ہے۔

محمد عمران مغل صاحب سرفراز کالونی کے رہائشی ہیں ان کا اپنا کیری ڈبہ ہے اکثر مقامات پر حافظ صاحب کو ساتھ لے کر جاتے رہے ہیں انھوں نے مجھے بتایا کہ دوران سفر میں نے حافظ صاحب کا ہاتھ نیچے رکھا ہوا نہیں دیکھا، رستے میں جو کوئی بھی ملتا اسے السلام علیکم کہتے بار بار ہاتھ اٹھاتے جب پیدل چلتے، جو بھی ملتا اسے السلام علیکم کہتے حافظ صاحب کا ہاتھ بار بار اٹھتا رہتا تھا، آج بھی حافظ صاحب کا یہ عمل آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے۔

حافظ صاحب کی زندگی کے آخری ایام میں مَیں فجر کا درس دینے کے لیے جامع مسجد حسن بن علی فیروز والا روڈ میں جانا شروع ہوا، میں موٹر سائیکل پر جاتا تھا نیائیں چوک سے شیخوپورہ موڑ تک مجھے یہی احساس رہتا تھا کہ حافظ صاحب کی گاڑی ادھر سے گزرے گی انھوں نے مجھے سلام کہنا ہے، اندھیرے

میں گاڑی کے اندر سے تو کوئی نہیں پہچانا جاتا لیکن مجھے یہ ضرور پتا تھا جس گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے ہاتھ اٹھتا نظر آئے گا وہی حافظ صاحب ہوں گے، کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوتا تھا۔

مولانا عبدالدیان اثری صاحب فرماتے ہیں: میں حافظ صاحب کے ساتھ ایک سفر میں حافظ صاحب کے ساتھ تھا گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا حافظ صاحب کا ہاتھ نیچے نہیں ہوا، بار بار گاڑی کے اندر سے ہی ہاتھ اٹھا کر السلام علیکم کہتے۔ میں نے کہا حافظ صاحب آپ ہر ایک کو سلام کہتے جا رہے ہیں ان میں کسی کو آپ جانتے بھی نہیں تو حافظ صاحب نے فوراً جواب دیا حدیث میں آتا ہے:

«و تقرأ السلام علیٰ من عرفت و من لم تعرف».

''جس کو پہچانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا ہر ایک کو سلام کہہ۔''

ایک دفعہ مجھے ایک ساتھی نے بتایا ایک جگہ چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایک بڑے چوٹی کے خطیب بھی تھے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو وہ خطیب صاحب مجھے اٹھ کر ملے اور میں بڑا حیران ہوا کہ یہ مجھے کیسے ملے ہیں اور کیوں ملے ہیں؟ یہ تو کبھی کسی کو نہیں ملتے۔ ان کا اس طرح ملنا اور سلام کہنا کسی مفاد کے لیے تھا وہ ساتھی کہنے لگے ان دنوں انہیں مجھ سے کوئی ذاتی کام تھا وہ اس ذاتی کام کے لیے مجھے اس انداز سے ملے تھے۔ لوگ تو ملتے ہیں دینوی مفاد کے لیے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے، مقصد حاصل ہو گیا تو سلام ختم۔ لیکن حافظ صاحب کا یہ عمل ساری زندگی رہا ہے سب سے رہا ہے اور صرف اللہ کی رضا کے لیے رہا، سلام لینے والا اپنی عزت افزائی پر شرم وحیا کا مجسمہ بن جاتا کہ اتنے بڑے شخص نے مجھے سلام کیا، میرے پاس آکر مجھے سلام کہا ہے۔ حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ میں درس کا آغاز کیا تو یہاں کے ایک دو پہلوان صاحب نیا انداز دیکھ کر اپنی پہلوانی کے جوہر دکھانے لگے۔ وہ اپنی مرضی کا مسئلہ حافظ صاحب سے سننا چاہتے تھے۔ حافظ صاحب کتاب وسنت کی بات کر کے مسئلہ ختم کر دیتے۔ پہلوان حضرات اپنا نیا انداز اختیار کرتے تو حافظ صاحب کہتے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کہا ہے وہ آپ کو بتا دیا ہے، میرے پاس سے یہی جواب ملے گا، اس سے پہلوان صاحب ناراض ہو گئے پھر کچھ دن مسجد میں ایک سائیڈ پر ہو کر اپنی مجلس لگا کر بیٹھ گئے۔ حافظ صاحب اپنی مجلس سے فارغ ہوتے تو ان کے پاس آتے اور انہیں سلام کہتے ان کی خیریت دریافت کرتے حال چال پوچھتے حافظ صاحب کے اس عمل سے وہ پہلوان حافظ صاحب کے قریب بیٹھنا شروع ہو گئے اور پھر جو بات حافظ

صاحب کہتے اسے صحیح سمجھتے اور دوسری باتوں کو غلط سمجھتے۔

جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث میں ایک اسحاق پہلوان صاحب ہوتے تھے انھوں نے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے دروس وخطبات سنے ہیں۔ باہر سے آنے والے علما کرام کے دروس سنتے تھے۔ اب جب حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو روزانہ صبح حافظ صاحب کا درس سنتے اور بعد میں حافظ صاحب سے سوالات کرتے، پھر حافظ صاحب کے جوابات پر تنقید کرتے۔ حافظ صاحب پھر انہیں ایسے جواب دیتے کہ اکھاڑے سے دوبارہ اٹھ ہی نہ سکتے۔ وہ حافظ صاحب کو کہتے: حافظ صاحب میں دین پڑھا ہوا ہوں میں نے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے درس سنے ہیں لیکن آپ مجھے چپ کرا دیتے ہیں۔ یہ پہلوان صاحب بڑے مضبوط آدمی تھے جلدی سے کسی سے پچھاڑے نہیں جاتے تھے اور نہ ہی جلدی سے کسی کی بات کو قبول کرتے تھے۔

اسحاق پہلوان صاحب داڑھی کالی کیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کے پاس بیٹھنے سے یہ اثر ہوا کہ داڑھی کالی کرنا چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے عاجزی وانکساری میں عزت رکھی ہے یہ حافظ صاحب کی عاجزی تھی بڑے بڑے پہلوان آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے۔

گھنٹی کی بجائے سلام

حافظ صاحب السلام علیکم اونچی آواز اور خوبصورت تلفظ کے ساتھ کہتے تھے، لوگ تو اپنے موبائل میں مختلف قسم کے ساز بطور گھنٹی کے استعمال کرتے ہیں یہ شیطان کے چیلے ہیں اس کی آواز کو پسند کرتے ہیں، اور رحمان کے بندے رحمان کی آواز کو پسند کرتے ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنے موبائل میں گھنٹی کی آواز کے لیے اپنی ہی آواز میں السلام علیکم کے الفاظ ریکارڈ کروائے تھے جب فون آتا تو حافظ صاحب کی آواز میں السلام علیکم کی صدا گونجتی، جس سے پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کو بڑا مزہ آتا اور ہر کوئی یہی خواہش کرتا میں بھی اپنے موبائل میں یہی آواز ریکارڈ کرلوں۔ جس موبائل سیٹ میں حافظ صاحب نے آواز ریکارڈ کروائی تھی وہ موبائل سیٹ حافظ صاحب کے گھر سے ہی کوئی اٹھا کر لے گیا، لوگ کسی کو بھی معاف نہیں کرتے۔ حافظ صاحب کو جن لوگوں نے بلاوجہ تکلیفیں دی ہیں اللہ انہیں معاف کرے اور حافظ صاحب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

حافظ صاحب السلام علیکم کہنے میں پہل کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس وصف سے بہت سارے لوگ متاثر ہو کر ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے، جس سے اسلام کا شعار زندہ ہوتا۔ السلام علیکم کی صدا سے فضا معطر ہو تو اس معاشرے پہ ضرور اللہ کی سلامتی نازل ہوتی ہے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازار صرف اس ارادے سے جاتے تھے کہ السلام علیکم کہنا ہے اسلام کے شعار کو زندہ کرنا ہے سلام کو عام کرنا ہے۔

جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث کے بالکل سامنے ادارہ خدمت خلق کے نام سے حکیم صاحب کی دوکان ہے یہ حکیم صاحب اہلحدیثوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، کسی اور کے پیچھے تو بالکل ہی نہیں پڑھتے۔ یہ جامعہ محمدیہ میں داخل ہونا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ میں فجر کا درس شروع کیا تو جب باہر آکر گاڑی میں بیٹھتے اس وقت سامنے دوکان پر حکیم صاحب براجمان ہوتے۔ اردگرد مریض بیٹھے ہوتے حافظ صاحب انہیں دیکھتے وہ حافظ صاحب کو دیکھتے حافظ صاحب انہیں وہی سے اونچی آواز سے السلام علیکم کہہ دیتے۔ ایک دن حافظ صاحب نے آگے ہو کر حکیم صاحب سے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا بس پھر کیا ہوا انقلاب برپا ہو گیا۔ حکیم حامد صاحب روزانہ فجر کا درس سننے کے لیے مسجد میں آتے اور حافظ صاحب کے بالکل سامنے پھٹی پر قرآن مجید کھول کر سارا درس سنتے اور پھر جا کر دوکان پر بیٹھتے۔ سبحان اللہ، اسے کرامت کہتے ہیں حکیم صاحب کی پارٹی کے اور بھی لوگ روزانہ مسلسل حافظ صاحب کا درس سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔ یونس صاحب اور ان کا بیٹا روزانہ بلا ناغہ درس سننے کے لیے آیا کرتے تھے نماز اپنی پڑھ کر آتے درس ادھر آکر سنتے۔

سلام میں پہل:

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عزیزم مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد نے اپنے گاؤں؛ میر پور شاہ کوٹ ضلع ننکانہ" میں اپنے اساتذہ اور دیگر کچھ کبار علما حفظہم اللہ کو مدعو کیا حضرت نور پوری مرحوم بھی ان کے استاذ تھے وہ بھی تشریف لے گئے' جب نور پوری مرحوم تشریف لائے تو تمام علما عظام سے وہ ملے اور بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے اور معانقہ بھی کرتے تھے وہ یہ عمل کر کے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے اتنے میں مَیں مسجد میں داخل ہوا تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور میری طرف بڑھے مصافحہ اور معانقہ کیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا بڑا پن تھا ورنہ میری کیا حیثیت ہے (من آنم کہ من دانم)] (ترجمان الحدیث خصوصی اشاعت، جون، جولائی،

۲۰۱۲صفحہ ۹)]

مولانا رحمت اللہ شاکر صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ جامع مسجد کریمیہ میں ملاقات کا موقعہ ملا وہاں بھی معاملہ کچھ عجیب ہی ہوا۔ حافظ صاحب سنتیں ادا کر رہے تھے میں نے سوچا کہ جونہی حافظ صاحب فارغ ہوتے ہیں آگے بڑھ کر سلام کروں گا اسی اثناء میں کوئی ساتھ باتیں کرنے لگا میں مصروف ہوگیا۔ حافظ صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے پاس آ کر سلام میں پہل کر گئے اور فرمایا مولانا رحمت اللہ صاحب کی حال اے۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ یہ کام تو مجھے کرنا چاہیے تھا لیکن عظیم لوگوں کی سوچ بھی عظیم ہی ہوا کرتی ہے کے مصداق حافظ صاحب نے عملی نمونہ پیش فرما دیا۔ [(مجلّہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۳۹)]

حافظ محمد عمران صاحب سابق مدرس جامع مسجد شہداء عرفات کالونی کچی پمپ والی، انھوں نے اپنا ایک واقعہ تحریر کر کے بھیجا ہے: جب میں جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں پڑھتا تھا تو ایک دن صبح کلاس شروع ہونے سے پہلے مجھے کسی کام کی وجہ سے جامع مسجد ابن عباس کی طرف جانا پڑا جب میں باہر نکلا تو دور سے حافظ صاحب کو دیکھا، اب میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ میں حافظ صاحب سے سلام میں پہل کرنی ہے لیکن ارداہ کرنے کے باوجود بھی جب حافظ صاحب میرے قریب پہنچے تو میں ابھی سلام کہنے والا تھا کہ حافظ صاحب نے فوراً کہہ دیا السلام علیکم۔ اس واقعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا حافظ صاحب اس کے ساتھ سلام میں پہل کرتے تھے۔

راستے میں سلام:

حافظ صاحب گھر سے مسجد کی طرف جاتے رستے میں ہر کسی کو السلام علیکم کہتے۔ حافظ صاحب کی آواز سن کر کئی دوکاندار ٹیپ بند کر دیتے ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں درس کے بعد حافظ صاحب نے بیان کیا ایک دوکاندار گانے لگاتا تھا جب میرا گزر ہوتا اس نے ٹیپ بند کر دینی اور میرے جانے کے بعد پھر چلا دینی۔ نماز پڑھنے جانا مجھے دیکھ کر اس نے بند کر دینی جب مسجد سے واپس آتا پھر آواز آتی، تو میں نے اسے کہا میری وجہ سے گانے بند کرتے ہو میں نے تجھے کیا کہہ لینا ہے اللہ سے ڈرو اور اس سے ڈر کر ساری عمر ٹیپ بند رکھو۔

محترم جناب خالد حسین (سیکٹر مسئول سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب کے ساتھ گھر

والے، فیملی ساتھ ہوتی پھر بھی حافظ صاحب ہم سے سلام لیتے تھے۔ جبکہ ہماری فیملی ساتھ ہو تو ہم جھجک جاتے ہیں۔ حافظ صاحب کی فیملی باپردہ ہوتی تھی اور آپ رستے میں ملنے والوں کو سلام کہتے تھے۔

بیہوشی میں سلام:

وفات کے آخری ایام میں جب حافظ صاحب ہسپتال میں تھے ابھی کچھ ہوش تھی تو اپنا دایاں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھاتے تھے دیکھنے والے یہی بتاتے ہیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ السلام علیکم کہہ رہے ہیں، میں جب ہسپتال گیا آپ کے پاس کھڑا ہوا آپ سکتے میں تھے میں یہی محسوس کر رہا تھا ابھی حافظ صاحب اٹھیں گے اور اٹھتے ہی السلام علیکم کہیں گے جب مجھے اطلاع ملی کہ حافظ صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ تو میرے دل نے کہا فرشتوں نے انہیں ضرور کہا ہوگا:

﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

جس نے گالی دی اسے بھی سلام کہی:

حافظ صاحب کے محلے میں ایک آدمی تھا۔ عبدالرحمن ثانی صاحب نے بتایا اس کا نام طفیل تھا۔ حافظ صاحب اس کے پاس سے گزرتے تو السلام علیکم کہتے۔ وہ اس کے جواب میں «لا حول ولا قوة إلا بالله» کہہ دیتا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے اسے السلام علیکم کہنا نہیں چھوڑا۔ میں جب بھی اس کے پاس سے گزرتا اسے السلام علیکم ضرور کہتا وہ اس کے جواب میں لاحول ہی کہتا لیکن میں جب بھی گزرتا السلام علیکم کہتا۔ بالآخر وہ نرم ہو ہی گیا اور پھر سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہتا۔ اور جب قریب المرگ ہوا تو اہل خانہ کو اس نے کہا میرا جنازہ حافظ عبدالمنان صاحب پڑھائیں۔ سلام کہنے میں حافظ صاحب جیسا سخی آدمی کم ہی کسی نے دیکھا ہوگا، زبانی کلامی سلام کہنے کے ساتھ تحریری طور پر بھی سلام کہنے میں سب سے آگے تھے۔

خطوط میں سلام:

حافظ صاحب اپنے خطوط کے آخر میں یہ عبارت بھی لکھا کرتے تھے: تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیہ سلام پیش فرما دیں۔ حافظ صاحب کے احکام ومسائل اس بات کے شاہد ہیں آپ ملاحظہ فرمالیں۔

حافظ صاحب کو اگر کوئی ایسا خط موصول ہوتا جس کے شروع میں السلام علیکم نہ لکھی ہوتی تو حافظ

صاحب سائل کو اس طرح توجہ دلاتے۔

اما بعد آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ جس کے آغاز میں نہ تو بسم اللہ لکھی گئی اور نہ ہی مکتوب الیہ کو سلام لکھا گیا۔

حافظ صاحب کی السلام علیکم کی آواز ابھی بھی ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ اہل خانہ، اہل محلہ، اہل عقیدت، اہل حدیث، اہل سنت ابھی بھی حافظ صاحب کی السلام علیکم آواز کو محسوس کرتے ہیں یہ آواز ابھی تک تازہ لگتی ہے۔ انشاء اللہ حافظ صاحب اپنے اس عمل کی بدولت تدخلو الجنة بسلام کے مقام کو ضرور پہنچ چکے ہوں گے۔ اور متقین کے زمرے میں شامل ہو کر فرشتوں کی سلام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۔ حاجت برآری:

اس حدیث میں دوسرا حق رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا ہے:

«وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ».

''جب مسلمان بھائی بلائے تو اس کی بات کو قبول کرے۔''

کئی لوگ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ جب مسلمان بھائی دعوت کرے تو ضرور کھائے، ہاں دعوت قبول کرنا مسلمان کا حق ہے۔ لیکن بڑا حق دعوت کرنا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے أطعمو الطعام سے بیان فرمایا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھائی کو حاجت ہو تو وہ تجھے بلائے تو اس کی ضرورت کو ضرور پہنچ۔ یہ خوبی بھی حافظ صاحب میں کمال درجہ کی تھی۔

حارثہ بن وہب، خزاعی روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو جنت والے نہ بتلا دوں؟ وہ ضعیف اور مسکین ہے جو اللہ کی قسم کسی بات پر کھاتا ہے تو اللہ اس کو ضرور پورا کر دیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والے نہ بتلا دوں؟ وہ تمام سرکش اور اپنے کو بڑا سمجھنے والے لوگ۔ ہیں۔ اور محمد بن عیسی نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا کہ ہم سے حمید طویل نے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ والوں میں ایک لونڈی تھی جو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔ [صحیح بخاری]

حافظ صاحب رسول اللہ ﷺ کی اس سنت پر بھی عمل کی پوری کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ اس کی

مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو کاروبار کے لیے پیسے دیئے اس نے میرے پیسے، ساری رقم ہی دبا لی، میں نے اس بات کا ذکر ایک آدمی سے کیا اس نے مجھے کہا میرے پاس اس آدمی سے پیسے نکلوانے کا رستہ ہے۔ میں آپ کی ضرور مدد کروں گا، اس آدمی نے اس وقت مجھے یہ رستہ نہ بتایا۔ کچھ دنوں بعد مجھے بلا کر اس آدمی نے بتایا میں حافظ نور پوری صاحب کے پاس گیا تھا اور آپ کا سارا قصہ سنایا تھا حافظ صاحب میری بات سن کر میرے ساتھ مرید کے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے پاس گئے اور انہیں جا کر آپ کا قصہ سنایا اور کہا حافظ بھٹوی صاحب یہ آدمی جس نے پیسے دبائے ہیں آپ کی جماعت کا ہے آپ اس سے پیسے لا کر دیں۔

بھٹوی صاحب نے اس آدمی کو فون کیا اور کہا میرے پاس بزرگ صرف اس کام کے لیے آئے ہیں ان کی یہ فرمائش اور حکم کو پورا کرو، پھر بھٹوی صاحب نے موبائل حافظ صاحب کو دیا حافظ صاحب نے بڑے زور سے کہا طیب کے پیسے واپس کرو۔ وہ اگر اگلے جہاں چلا گیا تو اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔ مجھے اس آدمی نے بتایا تقریباً دس منٹ تک حافظ صاحب اسے یہی کہتے رہے اس کے پیسے واپس کرو حافظ صاحب اس کی کوئی بات نہیں سنتے تھے بار بار اسے یہی کہتے تھے اس کے پیسے واپس کرو۔ اس آدمی نے جب مجھے یہ بات سنائی تو میرا سارا دکھ اس کیفیت میں بدل گیا کہ میرے لیے حافظ صاحب مرید کے گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں ساری عمر حافظ صاحب کو دعائیں دیتا رہوں گا اور اب حافظ صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لیے بخشش کی، بلندی درجات کی دعا کرتا رہوں گا۔ لیکن اس بندے نے حافظ صاحب کی بھی حیا نہیں کی، اور ابھی تک مجھے پیسے واپس نہیں کیے۔

کفیل کو عربی زبان میں خط لکھنا:

حاجی اکرم صاحب جو حافظ صاحب کی مسجد کی انتظامیہ کے تھے انھوں نے مجھے بتایا ہمارے محلے کا ایک آدمی سعودیہ کام کرنے کے لیے گیا ہوا ہے ادھر اس کا کفیل اسے تنگ کرتا تھا، اس نے حافظ صاحب کو بتایا کہ میرا کفیل مجھے تنگ کرتا ہے حافظ صاحب نے عربی زبان میں خط لکھ کر کفیل کو بھیج دیا۔ حافظ صاحب اس کفیل کو نہیں جانتے تھے اور نہ کفیل حافظ صاحب کو جانتا تھا لیکن کفیل کو جب حافظ صاحب کا خط ملا تو پڑھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اس نے تنگ کرنا کیا چھوڑا اس آدمی کی خدمت میں مصروف ہو

گیا۔

نوے ہزار روپے کی ضمانت دی:

حافظ صاحب جب فوت ہوئے اس وقت حافظ صاحب نے 90000 نوے ہزار روپے کی کثیر رقم کی ایک آدمی کی ضمانت دی تھی، بات یہ تھی کہ ایک آدمی نے کسی کے 90000 نوے ہزار دینے تھے، لینے والا تقاضا کرتا تھا دینے والے کے پاس پیسے نہیں تھے۔ دینے والا حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ میری سفارش کر دیں۔ مجھے کچھ مہلت لا دیں میرے لیے آسانی ہو جائے گی، حافظ صاحب اس آدمی کے ساتھ قرض خواہ کے پاس چلے گئے اور اس کی ضمانت دی یہ فلاں تاریخ تک آپ کو پیسے دے دے گا۔ قرض خواہ نے حافظ صاحب کی قدر کی اور اسے مہلت دے دی، لیکن قرضدار نے مقررہ وقت میں پیسے نہ دیئے، تو حافظ صاحب 90000 نوے ہزار روپے کسی سے لے کر قرض خواہ کے پاس گئے اور وہ رقم ادا کی، اب مجھے پتا نہیں یہ رقم حافظ صاحب کے ذمہ قرض ہے، کس طرح ادا ہوئی ہے؟ یا نہیں ہوئی تو کون ادا کرے گا؟ کیسے کرے گا؟ یہ تو حافظ صاحب کے بیٹے کو ہی صحیح پتا ہو گا یا حافظ عبدالوحید ساجد صاحب کو پتا ہو گا۔ یہ دونوں بزرگ ایسی باتیں کسی کو نہیں بتاتے، میں بھی نہ لکھتا اگر قاری طیب بھٹوی صاحب نے اپنے مضمون میں اس کو بیان نہ کیا ہوتا، انھوں نے بڑے اچھے پیرائے میں اسے بیان کیا ہے، جس سے قرض دار کی توہین کا پہلو قطعاً نہیں نکلتا بلکہ حافظ صاحب کی پاکدامنی کا اظہار ہوتا ہے، اور یہی ان کا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اس واقعہ کو قاری طیب بھٹوی صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے: وعدہ کی پاسداری: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ﴾ وعدہ پورا کرو۔

حافظ صاحب کی یہ صفت تھی کہ جو وعدہ کر لیا، اس میں پھر جیتے جی کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ وعدہ درس، تقریر کا ہو یا وعدہ لین دین کا ہو۔ چنانچہ ہمارے محلّہ سرفراز کالونی میں ایک بزرگ مسجد قدس کے بانیوں میں سے تھے، جو فوت ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ ان کا ایک بیٹا حافظ صاحب کے پاس آیا اور رونے لگا کہ حافظ صاحب فلاں نمازی کے میں نے پیسے دینے ہیں، اس سے مجھے وقت لے دو، میں اس کو دے دوں گا، یعنی آپ ضمانت دے دیں۔ حافظ صاحب نے ازراہ شفقت شاید اس

کے باپ کی نیکی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس قرض خواہ کو فون کر کے ضمانت دے دی کہ اتنے ماہ بعد یہ رقم دے دے گا۔ اس نے کہا جی ٹھیک ہے۔

آج کے معاشرے میں کون کس کی ضمانت دیتا ہے، اگر دے بھی تو کون کسی کی جگہ رقم ادا کرتا ہے یہ دوہرا عمل کرنے والے حافظ نور پوری رحمتہ اللہ علیہ صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔ اے اللہ حافظ صاحب کے درجات بلند فرما۔

مسئلے کا حل لکھ کر خود سائل کے گھر پہنچایا:

قاری سفیان صاحب جو حافظ صاحب کے پوتے لگتے ہیں ان کے والد کا نام شفیق ہے، یہ جامع مسجد اہلحدیث دلاور چیمہ تحصیل وزیر آباد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہاں کسی صاحب نے وراثت کا مسئلہ پوچھا اور قاری صاحب کو کہا آپ جمعرات کو جب گھر جائیں گے تو حافظ صاحب سے یہ مسئلہ حل کروا لانا، قاری سفیان صاحب جمعرات کو گھر آئے اور انھوں نے حافظ صاحب کو وراثت کا وہ سوال دیا اور کہا کل جمعہ کے دن میں نے واپس جانا ہے۔ آپ کل تک لکھ دیں تا کہ میں اسے ساتھ لے جاؤں، قاری سفیان صاحب کہتے ہیں: میں نے جمعہ کے دن دوبارہ حافظ صاحب سے نہ پوچھا بس ایک جھجک تھی۔ حافظ صاحب نے اس کا جواب لکھ کر جمعہ کے دن خطبہ پڑھانے سے پہلے ہمارے گھر خود آ کر اس کا جواب دے دیا، لیکن مجھے اس کی خبر نہ ہوئی میں جمعہ کے دن عصر کے وقت میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آج میں نے جانا ہے وہ سوال کا جواب چاہیے تھا تو حافظ صاحب کہنے لگے وہ تو میں نے آپ کے گھر جمعہ سے پہلے دے دیا تھا۔ قاری صاحب کہتے ہیں یہ بات سن کر میں اپنے سوال پر شرمسار ہوا اور حافظ صاحب کے عمل پر اندر سے بڑا خوش ہوا کہ انھوں نے لکھ دیا ہے اور پھر خود چل کر میرے گھر دے دیا۔ حافظ صاحب کا جواب لکھنا اور خود چل کر گھر پہنچانا ان کی عظیم شخصیت اور اخلاص پر دلالت کرتا ہے، دین کا مسئلہ خود لکھا اور پھر خود ہی سائل کے گھر جا کر دیا یہ حافظ صاحب کی عاجزی اور انکساری ہے تکبر اور فخر حافظ صاحب میں نہیں تھا، اور اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اتنی جلدی لکھتا نہ اگر لکھ دیتا تو گھر نہ پہنچاتا بلکہ جب سائل دوبارہ آ کر پوچھتا تو اسے جھڑکتا، پہلے لکھوا لیتے ہو پھر لینے نہیں آتے۔ میں آپ کا نوکر ہوں وغیرہ وغیرہ باتیں ہوتیں جو کہ اکثر ہوا کرتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حافظ نور پوری رحمہ اللہ علیہ اعمل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عاجزی میں بلندی ہے۔

حافظ صاحب وائرنگ کا کام جانتے تھے اور کرتے بھی تھے، جب قاضی عبدالرزاق صاحب نے اپنا گھر بنایا تو حافظ صاحب نے ان کے گھر کی وائرنگ کی اور یہ وائرنگ حافظ صاحب نے مزدوری لینے کے لیے نہیں کی تھی بلکہ محبت اور خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر کی تھی جس محبت کو قاضی صاحب بھی تازندگی یاد رکھتے رہے۔

قاری عبداللہ صاحب نے بتایا حافظ صاحب کے کچھ عزیز حافظ آباد میں رہائش پذیر ہیں، حافظ صاحب ان کے اصرار پر وہاں ان سے ملنے گئے۔ تو مسجد میں درس بھی ارشاد فرمایا لوگ بہت خوش ہوئے کہ آج حافظ صاحب ہمارے پاس تشریف لائے ہیں درس کے بعد گاؤں کا چودھری کہنے لگا ناشتہ آج ہم کروائیں گے بتائیں آپ کیا کھائیں گے یا پسند کرتے ہیں؟ اتنے میں ایک عقیدت مند سادہ لوح انسان ہاتھ میں ایک چائے کا پیالہ اور ایک ہاتھ میں دو تین رس (پاپے) اٹھائے آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب ناشتہ کریں چودھری دیکھ کر کہنے لگا ''اُو پچھ تے لیناسی جھلیاں والے ای کم کیتے ای۔'' تو حافظ صاحب فرمانے لگے ''جھلیاں والے نہیں پیغمبراں والے کم کیتے ای۔'' اور آپ نے ناشتہ فرمایا گویا آپ کا اشارہ ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کی طرف تھا کہ جب ان کے پاس مہمان آئے تو ابراہیم علیہ السلام ٹھنڈے گرم اور کیا کھانا پینا کے تکلفات کے چکر میں نہیں پڑے بلکہ فوراً گائے کا بچھڑا بھون کر ضیافت میں پیش کر دیا۔ [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۴۹)]

اصل عاجزی اس چیز کا نام ہے کہ غریب آدمی کی بھی قدر کی جائے اس کی دعوت کو قبول کیا جائے۔ کئی لوگ غریب آدمی کی دعوت قبول نہیں کریں گیں عذر اور بہانے تراشیں گے اور امیر آدمی کی دعوت کو ضرور آئیں گے بلکہ دوسرے کام چھوڑ کر آئیں گے۔ لیکن حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب غریبوں سے محبت کرنے والے انسان تھے انہیں کھانے پینے سے غرض نہیں تھی انہیں تو اللہ کی رضا مقصود تھی۔

۳۔ خیر خواہی

اس حدیث میں حقوق المسلمین میں سے تیسرا حق جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا وہ یہ ہے:

«وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ» مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی جائے۔

تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کس چیز کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی،

اور تمام مسلمانوں کی۔[صحیح مسلم]

اس حق کے پیش نظر حافظ صاحب کا سارا وقت عامۃ المسلمین کی ہدایت وارشاد کی خاطر درس و تدریس، دعوت وتبلیغ، دینی مسائل واحکام کی تحریر وتقریری ذمہ داری اور تصنیف وتالیف میں گزرتا تھا۔ جب کوئی شخص آپ کے گھر میں دینی راہنمائی کے لیے آتا تو آپ اپنے علمی و تصنیفی مشاغل چھوڑ کر ہمہ تن گوش اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور جتنی دیر وہ چاہتا، آپ کے پاس بیٹھا رہتا۔ آپ نے کبھی کسی قسم کی ناگواری اور اکتاہٹ کا اظہار نہیں کیا، بلکہ آنے والے شخص کی وقت اور موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتے اور اصرار کے ساتھ اسے چائے پلاتے یا کھانا کھلاتے۔

سفر وحضر میں جہاں بھی حافظ صاحب دروس کے لیے جاتے لوگ عموماً دروس کے بعد آپ کے اردگرد بغرض استفادہ اکٹھے ہو جایا کرتے تھے، عموماً یہ بابرکت مجالس کافی دیر تک لگی رہتی تھیں اور حافظ صاحب رحمہ اللہ ہر شخص کے سوال کا جواب دیا کرتے تھے۔ فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی سفر پر میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، تو اس دوران میں آپ کے موبائل پر بار بار لوگوں کے فون آرہے تھے، میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس سے بہتر ہے بندہ اپنے پاس موبائل ہی نہ رکھے۔ یہ سن کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: اس سے بھی تو لوگوں کو فائدہ ہی ہو رہا ہے..!

عموماً لوگ ملک اور بیرون ملک سے دینی راہنمائی کے لیے آپ کو خطوط لکھا کرتے تھے، آپ ہر خط کا جواب لکھتے اور اپنی جیب سے ڈاک کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حیران کن بات یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ جو بھی جواب یا فتویٰ لکھتے، اس کو دو دفعہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے، ایک نقل سائل کو روانہ کرتے اور دوسری اپنے پاس محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اور آج جوابات وفتاویٰ کا یہی محفوظ ذخیرہ ''احکام ومسائل'' کے نام سے مطبوعہ صورت میں لوگوں کے درمیان متداول ہے جو لوگوں کے لیے ایک بیش قیمت متاع ہے اور لکھنے والے کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔ یقیناً اس عمل میں بھی آپ کے پیش نظر عامۃ الناس کی خیر خواہی اور راہنمائی ہی تھی۔ اللهم اغفر له وارحمه وارفع درجته في أعلیٰ علیین.

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: میں نے نصیحت طلب کی تو شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے: ﴿اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم﴾ سبحان اللہ۔ اس نصیحت سے بھی شیخ رحمہ اللہ کے انتہاء درجہ متبع

سنت ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اور ہر کسی کو یہی آیت کریمہ نصیحت کیا کرتے تھے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۸۰)]

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: آپ کی مجلس و محفل میں بیٹھ کر دل دنیا سے بے زار اور آخرت کی طرف مائل ہو جاتا تھا، اور مجلس برخواست ہونے کے بعد محسوس ہوتا تھا کہ دل کی حالت اب ویسی نہیں رہی جو آپ کی صحبت و کلام سے مستفید ہونے سے پہلے تھی۔ ان بابرکت مجلسوں میں دینی مسائل، تربیتی توجیہات اور اخلاقی نصائح کے سوا کوئی اور موضوع زیرِ بحث نہیں آیا کرتا تھا۔ غیبت وچغل خوری اور تنقیص وتشنیع سے مبرا ان مجالس میں ہر کوئی خیر و بھلائی ہی سے اپنا دامن بھرتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل کی وسعت وطہارت اور عفت سے نوازا تھا، جب بھی آپ کے پاس کوئی طالب علم یا عالم دین راہنمائی کے لیے آتا تو آپ بشاشت قلبی اور وسعت ظرفی سے اس کے ساتھ تعاون کرتے اور خصوصاً علمی و دینی منصوبہ جات میں دوسروں کی مکمل حوصلہ افزائی فرماتے، اسی وجہ سے ہر کوئی آپ ہی سے مشورہ کرنے اور راہنمائی کا متلاشی ہوتا، کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ آپ جیسی خیر خواہی، فراخ دلی کا حامل اور راز داری کا پاسبان شاید ہی کہیں اور ملے۔ کئی مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کا رد فرماتے تو اس کا نام صیغہ راز ہی میں رکھتے، اس میں بھی وہ سنتِ رسول پر ہی عمل کرتے تھے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۵۷)]

حافظ بھٹوی صاحب کو ایک نصیحت

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حافظ صاحب کی وفات کے تیسرے روز حافظ صاحب کے گھر کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے مجھے حافظ صاحب نے ایک نصیحت کی تھی۔ آپ بھی وہ سن لیں تاکہ کسی کا فائدہ ہو جائے۔ میں ادھر محلے میں ایک دوکان سے سودا سلف وغیرہ ادھار لیتا تھا۔ دوسرے مہینے کے شروع میں جو تنخواہ ملتی اسے دے دیتا۔ حافظ صاحب نے مجھے کہا آپ سودا وغیرہ ادھار نہ لیا کریں۔ آپ کسی سے پیسے ادھار لے لیا کریں ادھار سودا نہ لیا کریں۔

بھٹوی صاحب فرمانے لگے پھر میں نے اسی پر عمل کیا تو بڑے فائدے میں رہا۔ آج تک اسی پر کاربند ہوں۔ میں نے بھٹوی صاحب سے اس کی تفصیل پوچھی کہ کیا فائدہ ہوا تو وہ فرمانے لگے: جب سودا ادھار لیتے تھے تو دوکان دار کو کہتا آدھ پاؤ برفی دے دو اس نے کہنا پاؤ لے جاؤ آدھ پاؤ کیا کرنی

ہے میں نے کہا چلو کر دو۔ پیسے نقد اسے دینے نہیں ہونے تھے اس وقت تو لے لیتے لیکن جب پیسے دیتے تو ساری تنخواہ ادھر ہی دینا پڑتی۔ لیکن جب نقد شروع کیا تو پھر جتنے پیسے جیب میں ہوتے ہیں یا جتنی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اتنی ہی لیتا ہوں۔ اگر دوکان دار کہہ بھی دے زیادہ لے لو تو کہہ دیتا ہوں پیسے ہی اتنے ہیں۔ دوسرا فائدہ نقد لینے میں یہ ہوا کہ دوکاندار جب لکھے گا نہیں تو حساب کتاب کرنا ہی نہیں پڑے گا ادھار میں دوکاندار جو مرضی لکھ لے ہم مولوی لوگوں نے کون سا دیکھنا ہوتا ہے اور ایک ایک چیز چیک کرنا ہوتی ہے۔ اس کے لکھے ہوئے کو ہی ماننا پڑتا ہے، کیونکہ بحث وتمحیص سے علما کی شان میں فرق آتا ہے۔

راشدی صاحب سے خیر خواہی:

مولانا فاروق راشدی صاحب نے مجھے بتایا: ایک دو سال پہلے کسی نے میرے متعلق یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ یہ بات کسی نے حافظ صاحب کو بتا دی۔ حافظ صاحب نے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب کو میرے پاس پیغام دے کر بھیجا اگر یہاں سے جانے کا معاملہ ہوا تو آپ یہاں جامعہ محمدیہ میں آ جانا میں آپ کی بات انتظامیہ سے کرواؤں گا۔ راشدی صاحب یہ بات سنا کر کہنے لگے علما کا اتنا خیر خواہ میں نے ان کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا۔

خیر خواہانہ خط کا مشورہ، ان الفاظ کے علاوہ کوئی اور لفظ نہ لکھیں:

حافظ محمد ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: دارالحدیث محمدیہ۔ جلال پور پیروالا کے ایک استاد مولانا ابو داوٗد انس سلفی حفظہ اللہ نے صحیح بخاری کی ثمانیات جمع کیں جس میں کل سترہ احادیث ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک علمی کام ہے۔ اس کا نام انھوں نے عون المنعم الباری رکھا۔ 1431ھ کے آغاز میں ہمارے محسن، صاحب علم وقلم پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ نے عون المنعم الباری فی ثمانیات الامام البخاری' کا مسودہ راقم کی طرف ارسال فرمایا اور اس پر عربی میں تعلیق لکھنے کا حکم دیا۔ ویسے محترم سعیدی صاحب کا ہم جیسے کوتاہ علم کے بارے حسن ظن ہے۔ وگرنہ ہمارا حال۔

پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل جیسا ہے

اس رسالے کی تحقیق ونظر ثانی ہمارے شیخ مکرم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے کی ہے۔ رسالے کے آغاز میں ہمارے شیخ نے عربی میں تقریظ تحریر فرمائی جو ایک علمی شاہکار ہے۔ یہ تقریظ عربی

ادب کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ کی علمیت اور عربی پر عبور علمی حلقوں میں معروف و مسلم ہے، ارشاد القاری اور دیگر عربی زبان میں آپ کی کتب آپ کی ذہانت وفطانت' فقاہت و ثقاہت اور عربی زبان میں' مہارت تامہ پر واضح دلیل ہیں۔

اپنے محسن بزرگ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی ﷾ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ناچیز نے ''عون المنعم الباری' پر بفضل الٰہی تعلیق کا آغاز کیا۔ بندہ حقیر پر تقصیر جب ثمانیات کی چوتھی حدیث پر پہنچا تو اصل مصدر کی طرف رجوع کیا۔ صحیح بخاری کی مراجعت سے معلوم ہوا کہ چوتھی حدیث ثمانی نہیں بلکہ سباعی سند والی ہے۔ اس سلسلہ میں راقم نے اپنے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے راہنمائی کے لیے رجوع کیا شیخ موصوف نے میرے خط کے جواب میں مفصل خط لکھا جس میں انھوں نے مربی استاد کی حیثیت سے میری راہنمائی بھی فرمائی اور مجھے لطیف نصیحت سے بھی نوازا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کے بارے حسن ظن رکھا جائے۔ عاجزی و انکساری اپنا وصف بنایا جائے۔ اس نصیحت سے مجھ جیسے ناکارہ کو بہت فائدہ ہوا۔ مجھے انتہائی خوشی وشادمانی بھی محسوس ہوئی کہ ہمارے شیخ نے اصلاح فرمائی ہے۔ دل سے دعا نکلی کہ ''اے اللہ ان جیسے شیوخ کی زندگی دراز فرمانا تاکہ ان کا سایہ عاطفت ہمیشہ ہمارے اوپر قائم رہے'' لیکن اللہ عزوجل نے انہیں جلد ہی اپنے پاس بلا لیا۔ یہ میرے مولا کی رضا وقضا ہے اور ہم عاجز اس کی رضا پر راضی ہیں۔ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراق شیخنا الاجل لمحزونون

ہو گئے محروم ہم اس گوہر نایاب سے
ہو گیا خالی شبستان آہ اس مہتاب سے
سسکیاں سی اٹھ رہی ہیں منبر و محراب سے
جیسے مجبوراً بچھڑ جائے کوئی احباب سے

شیخ محترم نے جو خط ناچیز کی طرف ارسال فرمایا وہ قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لیے حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم ریاض احمد صاحب حفظھما اللہ الصمد

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب جناب کا مکتوب گرامی موصول ہوا ''ثمانیات بخاری'' پر نظرثانی کرتے وقت اس فقیر الی اللہ الغنی کی توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوئی جس طرف آپ نے اب کے توجہ دلائی۔ عبدان والی اس سند کے اندر عبداللہ بن محمد کا واسطہ واقعی نہیں ہے امام بخاری نے عبدان والی اسی سند کے ساتھ ایک حدیث کتاب التہجد باب من نام عندالسحر رقم الحدیث (1132) اور ایک حدیث کتاب الرقاق؛ باب القصد والمداومۃ علی العمل رقم الحدیث (6461) میں بھی ذکر ہے ان دونوں مقاموں پر بھی عبداللہ بن محمد کا واسطہ نہیں ہے البتہ صفحہ نمبر 6461 سے پہلے والی سند میں امام بخاری کے استاد عبداللہ بن محمد موجود ہیں

بہر حال کتاب الجنائز' باب ماجاء فی عذاب القبر حدیث نمبر ۱۳۷۲ میں عبدان والی سند سباعی ہے۔ ثمانی نہیں۔

غالب خیال ہے مولانا انس صاحب سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ عبدان والی سند لکھ رہے تھے نظر اوپر چلی گئی تو عبداللہ بن محمد کا واسطہ درمیان میں درج ہو گیا۔ عمداً انھوں نے یہ کام نہیں کیا۔

اس لئے آپ کا لکھنا ''انھوں نے عبداللہ بن محمد کا واسطہ ذکر کر کے اسے ثمانیات بخاری میں شامل کرنے کی سعی کی ہے'' سراسر درست نہیں پھر یہ آپ کے اس سے پہلے بیان ''لگتا ہے مولانا سلفی صاحب کو سہو ہوا ہے'' اور اس کے بعد بیان ''معلوم ہوتا ہے مؤلف ثمانیات میں مطلوبہ روایت کو لکھتے لکھتے اس میں عبداللہ بن محمد کا اضافہ سہواً کر بیٹھے ہیں'' کے سراسر خلاف ہے۔

میرا مشورہ ہے کہ آپ مؤلف ثمانیات سے رابطہ کریں وہ بھی صرف ان الفاظ میں کہ ''اس فقیر الی اللہ الغنی نے ''ثمانیات بخاری'' میں چوتھے نمبر پر درج کردہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر والی عبدان کی سند صحیح بخاری میں دیکھی تو مجھے اس میں عبداللہ بن محمد کا واسطہ نہیں ملا برائے مہربانی ایک دفعہ پھر آپ صحیح بخاری دیکھیں اور میری خطا کی مجھے اطلاع دیں آپ کا شکر گزار ہوں گا ان شاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا'' ان الفاظ کے علاوہ کوئی اور لفظ نہ لکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمل، رزق، عمر اور اولاد میں برکت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیہ سلام پیش فرمادیں۔

ابن عبدالحق بقلمہ

1431/6/27ھ سرفراز کالونی گوجرانوالہ

حضرت حافظ صاحب کا مشورہ بالکل درست تھا۔ راقم نے جب مولانا انس سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ۔کو خط لکھا تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا" ہمارے پاس جو صحیح بخاری کا نسخہ ہے اس میں اس راوی کا اضافہ موجود ہے۔ صحیح البخاری مع فتح الباری 181/3) طبع ءاحیاء التراث العربی بیروت 1405ھ

مولانا سلفی صاحب کا مکتوب گرامی درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخی الفاضل المکرم مولانا حافظ ریاض احمد صانہ اللہ الصمد

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

لیلۃ الخمیس 25 رجب کو آپ کا نامہ گرامی ملا پڑھ کر میں بہت خوش ہوا کہ آپ ثمانیات کی تعلیق وتشریح کا کام کر رہے ہیں بڑی مصروفیات کے باوجود اجزاکم اللہ تعالیٰ خیراً واتاکم حسن الدنیا والاخرۃ چوتھے نمبر پر درج کردہ حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا واسطہ ہمارے پاس جو صحیح البخاری مع فتح الباری کا نسخہ ہے اس میں راوی کا ذکر ہے صحیح البخاری مع فتح الباری ج3/ص181 طبع احیاء التراث العربی 1305ھ بیروت

لیکن اس راوی کا ذکر اس سند میں غلط ہے۔ کیونکہ صحیح البخاری کا جو عام درسی نسخہ ہے اس میں اس راوی کا ذکر نہیں اور صحیح البخاری کا ایک محقق نسخہ دیکھا جو عرب کا مطبوعہ ہے اس میں بھی اس راوی کا ذکر نہیں اور عمدہ القاری شرح صحیح البخاری میں علامہ عینیؒ نے اس حدیث کے رجال سات بیان فرمائے ہیں لہٰذا اس حدیث کو ثمانیات میں شامل نہ کریں۔

جزاکم اللہ جزاءً وفراً

فقط والسلام

طالب الحسنیین انس بن حسین مدرس جامعہ دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالا

۲۷رجب ۱۴۳۱ھ

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ صفحہ ۴۳)]

علامہ صاحب سے خیر خواہی:

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ نے بتایا حافظ صاحب رحمہ اللہ نے علامہ صاحب رحمہ اللہ کو عربی میں خط لکھا تھا جس میں حافظ صاحب نے علامہ صاحب کو داڑھی اور شلوار کی طرف توجہ دلائی تھی۔ دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی حافظ صاحب سب سے آگے تھے۔ جہاں برائی دیکھی کوئی غلطی دیکھی اس کی اصلاح کی۔ اگر بالمشافہ موقع نہیں ملا یا مناسب نہیں سمجھا تو خط کے ذریعے دعوت دی۔

۵۔ بیمار پرسی

مذکورہ حدیث میں حقوق المسلم میں پانچواں حق رسول اللہ ﷺ نے مسلمان بھائی کی عیادت کرنا بتایا ہے: «وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ»

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیمار آدمی کی عیادت کرنے والا جنت کے میوہ زار میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے۔[صحیح مسلم]

بیمار کی عیادت والا وصف بھی حافظ صاحب میں کمال درجے کا تھا جس کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی فوراً اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، جامعہ محمدیہ میں فجر کا درس دینے کے بعد اکثر حافظ صاحب کسی بیمار کی عیادت کے لیے جایا کرتے تھے حافظ صاحب کے ساتھ گاڑی میں شیخ یوسف بان سوتر والے ہوتے تھے انہیں بھی ساتھ جانا پڑتا ایک دفعہ انھوں نے حافظ صاحب کو کہا حافظ جی آپ کو پتا چلے کہ فلاں آدمی کا گدھا بیمار ہے آپ اس کا بھی پتا لینے چلے جائیں گے۔

حافظ صاحب نمازیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے نام وایڈریس کا حافظ صاحب کو پتا ہوتا تھا۔ اکثر وبیشتر شیخ محمد یوسف بان سوتر والے کو کہا کرتے تھے یہ ہماری سستی ہے ہمیں نمازیوں کا پتا نہیں ہوتا ان کے گھر کا پتا نہیں ہے، کوئی بیمار ہو جائے ہمیں پتا نہیں چلتا ہے، ان کا خیال رکھا کرو، دوسرے سارے جماعتی کام کرتے ہو یہ جماعتی کام کیوں نہیں کرتے؟

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: ہمارے شہر میں ان کی بہت عزت وتوقیر اور عظمت تھی' حضرت نورپوری مرحوم کا عام معمول تھا جب ان کو علم ہوتا کہ کوئی عالم دین یا کوئی جماعتی ساتھی بیمار ہے تو صبح کے درس کے بعد حضرت شیخ نورپوری مرحوم اپنے چند رفقاء

کے ساتھ تیمارداری کے لیے اس بیمار ساتھی کے گھر پہنچ جاتے اور پوری طرح بیمار پرسی فرماتے اور دعائیں بھی دیتے۔[(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۳)]

بیمار پرسی کا طریقہ:

حافظ صاحب جب کسی کی عیادت کرنے کے لیے جاتے تو اسے تکلف میں مبتلا نہیں کرتے تھے۔ بیمار جب آپ سے پوچھتا حافظ صاحب میں کوئی چیز بنواتا ہوں تو حافظ کا جواب یہ ہوتا کوئی چیز نہ تیار کراؤ میرا تو روزہ ہے، کتنے علماء ایسے ہیں جن کی تیمارداری کے لیے حافظ صاحب گئے تو ساتھ میں بھی گیا تھا، حافظ صاحب کا روزہ ہوتا تھا۔ اس نیکی میں حافظ صاحب کی وجہ سے ساتھ گیا تھا، اور کوئی لے کر نہیں جاتا، گاڑی میں جگہ ہو پھر بھی نہیں لے کر جاتے، کسی کو بھی لے کر نہیں جاتے، کیونکہ دل میں جگہ نہیں ہوتی۔ اور حافظ صاحب خود کہتے تھے جانا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ مولانا صفدر عثمانی صاحب کے پاس گئے، حافظ عبدالسمیع صاحب کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے جب ان کے گھٹنے میں درد پیدا ہوا۔ مولانا شاہد گرجاکھی کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے جب ان کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ ان تمام علما کے پاس حافظ صاحب نے کچھ نہیں کھایا تھا، کیونکہ حافظ صاحب کا روزہ تھا۔

شیرا کوٹ میں طہٰ مان صاحب کی عیادت کے لیے گئے۔ مولانا طہٰ مان کے ہاں جب حافظ صاحب جانے لگے تو مجھے اور مولانا عثمان غنی صاحب کو حافظ صاحب نے کہا آپ نے بھی جانا ہے تو بیٹھ جاؤ ہم بڑی خوشی سے بیٹھ گئے کیونکہ ہمیں حافظ صاحب کی رفاقت نصیب ہو رہی تھی۔ جب ہم طہٰ مان صاحب کے ہاں پہنچے تو انھوں نے کہا حافظ صاحب میں لسی بنا لاتا ہوں حافظ صاحب نے کہا میرا تو روزہ ہے ان ساتھیوں کو پلاؤ۔ ہم نے کہا حافظ صاحب آپ کا روزہ ہے تو پھر یہاں ہمارا بھی روزہ ہے۔ یعنی روزے والا ہی معاملہ ہے لیکن طہٰ مان صاحب عالم دین تھے مہمان نوازی کی اہمیت کو جانتے تھے۔ کوئی دنیا دار ہوتا تو ضرور ٹال دیتا لیکن یہ عالم دین تھے فوراً لسی بنانے چلے گئے اور پھر ہم چار ساتھیوں کے لیے دہی کی بہترین لسی لے کر آئے اور خود ہی گلاس میں ڈال ڈال کر پلاتے جاتے۔ یہ محبت صرف ہمیں دیندار لوگوں میں دیکھنے کو ملی ہے۔

حافظ عبدالمنان صاحب مدرس جامع مسجد الفاروق باغبانپورہ کی تیمارداری کے لئے گئے حافظ صاحب کے الفاظ بیمار کے لیے مرہم ہوئے تھے، یم تقریبا آٹھ دس افراد تھے، حافظ صاحب نے ہمیں

چائے اور بسکٹ کھلائے ۔اللہ تعالیٰ ان کے مال و دولت میں برکت عطا فرمائے ۔آمین

پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب کی عیادت

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا:

جب کسی چھوٹے سے چھوٹے آدمی کا بھی پتا چل گیا کہ وہ بیمار ہے تو اس کی بھی عیادت کے لیے چلے گئے۔ میں بیمار ہوا تو حضرت حافظ صاحب تشریف لائے، ان کے دونوں بیٹے ساتھ تھے، حافظ صاحب کے داماد بھی ساتھ تھے، پھر اگلے دن خود حافظ صاحب بے ہوش ہو گئے، اور ہوش میں نہیں آئے، میں ساری عمر اپنی بیمار پرسی والا واقعہ نہیں بھول سکتا۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب کی عیادت:

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: کئی مرتبہ استاد محترم کو معلوم ہوتا کہ میری طبیعت زیادہ خراب ہے تو شیخ محترم جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث سے نماز فجر کے بعد درس سے فارغ ہو کر تشریف لاتے اور کئی ایک مرتبہ شیخ محمد یوسف صاحب بان سوتر والوں کو بھی ہمراہ لے آتے کہ مولانا صفدر عثمانی صاحب کی طبیعت ناساز ہے ان کی بیمار پرسی کر لیں۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲)]

مولانا عبداللہ سلیم صاحب کی عیادت:

۲۱۔ اگست ۲۰۰۹ کو مولانا عبداللہ سلیم صاحب فردوس الرحمان مسجد میں نماز فجر کا وضو کرتے وقت پھسل گئے جس سے ان کا بازو ٹوٹ گیا۔ ۲۴ اگست بروز سوموار کو حافظ عبدالمنان صاحب ان کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ حافظ صاحب کے ساتھ میں بھی گیا تھا، حافظ صاحب نے بیمار پرسی کی اور مولانا عبداللہ سلیم صاحب حفظہ اللہ سے بیمار پرسی میں تاخیر ہونے پر معذرت کرنے لگ گئے۔ مولانا عبداللہ سلیم صاحب شرماتے ہوئے کہنے لگے اس میں معذرت والی کون سی بات ہے ایک تو آپ عیادت کے لیے آئے ہیں اور پھر معذرت بھی۔ عبداللہ سلیم صاحب سوچنے لگ گئے عیادت بھی اور معذرت بھی، ہمدردی کا کیسا جذبہ ہے۔

حافظ صاحب فرمانے لگے دو دن پتا ہی نہیں چلا اور کل یہ علم نہیں تھا کہ آپ ہسپتال ہیں یا گھر آچکے ہیں، تاخیر کی معذرت چاہتے ہیں۔ حافظ صاحب کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ گھر پر ہیں یا ہسپتال میں ہیں، ایک دن قبل حافظ صاحب نے مجھے کہا کہ فون کر کے پتا کرو کہ وہ کدھر ہیں؟ میں نے اسی وقت فون کیا لیکن کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ رابطہ نہیں ہو رہا حافظ صاحب کہنے لگے کہ آج آپ ان کا پتا لینا تو پھر ہم ان شاء اللہ کل چلیں گے تو اس طرح دوسرے دن حافظ صاحب رحمہ اللہ ان کی عیادت کے لیے آئے۔

مولانا عبداللہ سلیم صاحب کے ہاں مناظرے کا واقعہ:

مولانا عبداللہ سلیم صاحب کے ہاں حافظ صاحب نے ایک مناظرے کا واقعہ سنایا کہ واہ کینٹ میں دیوبندیو کے ایک مولوی صاحب کے ساتھ ''فاتحہ خلف الامام'' پر مناظرہ تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب نے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کو اس مناظرے کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ مجھے بھی جانے کو کہا کہ آپ ان کے معاون بن کر جائیں، جب ہم وہاں پہنچے تو ہماری طرف سے مولانا اسماعیل ذبیح صاحب صدر مناظر بن گئے اور مناظر بھٹوی صاحب۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو دیوبندی عالم نے ﴿اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا﴾ آیت پڑھی اور کہا اس آیت میں استماع اور انصات کا حکم ہے۔ لہٰذا امام قرأت کر رہا ہو تو پیچھے کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے جواب میں حافظ بھٹوی صاحب نے کہا: اس آیت میں استماع اور انصات کا حکم ہے اور استماع اور انصات میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف پڑھنے اور نہ پڑھنے میں ہے۔ لہٰذا آپ ایسی دلیل پیش کریں جس میں یہ ہو کہ نہ پڑھو۔

حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے بھٹوی صاحب کو مشورہ دیا کہ اس بات پر آپ قائم رہیں، اس مولوی صاحب کو یہاں سے ہلنے نہیں دینا اس سے نہ پڑھنے کی دلیل مانگتے رہو، (یعنی وہ آیت جس میں نہ پڑھنے کا حکم ہو، پیش کرو) بھٹوی صاحب کہنے لگے میں نے یہ بات اسی لیے کی ہے کہ اس پر قائم رہوں۔ حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کمال کے مناظر تھے جب تک ایک بات مکمل نہیں ہوتی تھی دوسری کی طرف نہ جاتے اور نہ جانے دیتے۔ مد مقابل پریشان ہو جاتا کہ میں کہاں پھنس گیا ہوں۔

میری عیادت کے لیے میرے گھر تشریف لائے، میں روزانہ جامعہ محمدیہ میں فجر کے وقت جایا کرتا تھا کچھ دن نہ گیا تو حافظ صاحب اور مولانا عثمان غنی صاحب میرے گھر آ گئے، مجھے پتا تھا حافظ

صاحب نے روزہ رکھا ہوا ہے پھر بھی میں نے ناشتے کا پوچھا تو وہی جواب ملا جس کا مجھے علم تھا۔ حافظ صاحب کافی دیر میرے پاس بیٹھے اور کتنی باتیں بتاتے رہے، حافظ صاحب کے جانے کے بعد میں سوچتا رہا انہیں کوئی مفاد نہیں تھا پھر بھی یہ میرا حال پوچھنے آئے ہیں۔ پھر کیا ہوا بس میری محبت حافظ صاحب سے بڑھ گئی اور بڑھتی گئی، دل سے ابھی تک دعائیں نکلتی ہیں اور یہی باتیں ہوتی ہیں کہ حافظ صاحب ہمارے گھر آئے۔ جب میرا بچہ چھت سے گرا تھا تو حافظ صاحب گھر آئے تھے انھوں نے کھایا کچھ نہیں تھا، بچے کو گود میں اٹھایا تھا دعائیں پڑھی تھیں۔ یہی چیزیں انسان کی باقیات صالحات ہوتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمان واصل صاحب کی عیادت:

مولانا عبدالرحمان واصل صاحب بیمار ہوئے تو حافظ صاحب عیادت کے لیے ان کے گھر گئے واصل صاحب نے حافظ کو بتایا آپ ہی اکیلے عالم ہیں جو میری عیادت کے لیے آئے ہیں۔ سارے شہر سے میری عیادت کے لیے اور کوئی عالم نہیں آیا، حافظ صاحب نے یہ واقعہ ایک روز فجر کے درس کے بعد پاس بیٹھے لوگوں کو سنایا اور پھر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم بالکل ہی اس معاملے میں بے حس ہو گئے ہیں کسی عالم دین کا بھی حال پوچھنے نہیں جاتے۔ حافظ صاحب اس واقعہ کو بیان کرتے اور پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو رغبت دلاتے کہ بیمار پرسی کے لیے جایا کرو۔

مولانا حیات صاحب ڈسکوی رحمہ اللہ کی عیادت:

حافظ صاحب جب کبھی دوسرے شہر میں درس کے لیے جاتے تو اور کسی جگہ نہیں جاتے تھے درس دیا اور سیدھے واپس آگئے ہاں جب یہ پتا چلتا کہ اس شہر میں فلاں بیمار ہے۔ کوئی مولوی صاحب بیمار ہیں تو پھر آپ ضرور ان کی تیمارداری کے لیے جاتے تھے۔ سیالکوٹ سے واپسی پر ایک دفعہ ڈسکہ مولانا حیات صاحب کے گھر گئے تھے۔ اس وقت مولانا صاحب بیمار تھے، حافظ صاحب ان کے پاس کافی دیر بیٹھے رہے مولانا حیات صاحب حافظ صاحب کے آنے سے بے حد خوش ہوئے اور حافظ صاحب کو کہنے لگے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس میں حق ادا کرسکوں مجھے آپ کے آنے سے بہت سکون ملا ہے۔

ڈاکٹر شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کی عیادت:

حافظ صاحب ڈاکٹر شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے پشاور گئے تھے۔ تو انھوں نے

آپ سے معانقہ کیا اور آپ کو پیشانی پر بوسہ دیا، اور کافی دیر وہاں علمی باتیں ہوتی رہیں۔ اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ حافظ صاحب! آپ نے اپنی کتاب ''ارشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' میں بڑا نرم انداز اپنایا ہے۔ کاش یہ میری تالیف ہوتی...! کیونکہ ڈاکٹر شمس الدین صاحب کے مزاج میں تشدد کا عنصر غالب تھا) [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۷)]

یہ بات میں نے حافظ صاحب سے کئی مرتبہ سنی ہے، حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: ان کا مطلب یہ تھا اس میں مَیں دیو بندیوں کو خوب رگڑتا۔ (یعنی رد کرنے کے ساتھ ذرا ہوش بھی دلاتا اور ٹھیک بھی کرتا)

حافظ عمران عریف صاحب حفظہ اللہ کی عیادت:

حافظ عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: میں خود ایک دفعہ بیمار ہوا، رمضان کا مہینہ تھا۔ شیخ میری تیمارداری کے لیے میرے گھر تشریف لائے ہاتھ میں سیب، کھجوریں اور ایک دو چیز اور بھی تھی۔ آپ کچھ دیر میرے پاس بیٹھے، صحت کے لیے دعا کی۔ میں نے گزارش کی کہ آپ نے یہ تکلف کیوں کیا تو شیخ فرمانے لگے کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۶۰)]

مولانا محمد عظیم حاصل پوری صاحب کی تیمارداری:

مولانا محمد عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: جامعہ محمدیہ سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامع مسجد تاج میں رہائش پذیر رہا جو کہ آپ کی کالونی میں جامعہ محمدیہ للبنات کے ساتھ ملحق ہے۔ حافظ صاحب کو پتا چلا کہ راقم بیمار ہے تو بعد از نماز فجر درس سے فراغت کے بعد سیدھے تاج مسجد میں پہنچے اور فرمانے لگے مولانا سنا ہے آپ بیمار ہیں کچھ دیر بیٹھے دعائے صحت فرمائی اور میں اٹھنے لگا تو آپ سمجھ گئے کہ شاید ضیافت کے لیے اٹھنے لگا ہوں تو فرمانے لگے مولانا میرا روزہ ہے آپ تشریف رکھیں اور پھر دعائیں دیتے ہوئے چل دیئے۔ آپ کی یہی عادات حسنہ تھیں جو دل کو موہ لیتی تھیں۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ]

مولانا ذوالفقار احمد ذکی صاحب کی تیمارداری:

مولانا ذوالفقار احمد ذکی فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ کا میرے گھر تشریف لانا اور مجھے پریشانی کے وقت قرآن وحدیث کے مطابق وظیفہ بتانا سعادت کی بات ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہوا کہ ۳۰/۶/۲۰۰۲ء

اور ۲۰۰۳/ ۷/ ۱ کی درمیانی شب کو ہم تمام اہل خانہ اپنے گھر محلہ فیض عالم کی چھت پر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک چھت پر آہٹ محسوس ہوئی جوکہ دو آدمی منڈھیر سے چھلانگ کر میری طرف دوڑ رہے تھے کہ میں نے ان کو للکارا کہ تم کون ہو؟ تو پہلے سے میرے سرہانے دو آدمی کھڑے تھے مجھ پر حملہ آور ہوئے ان دونوں نے میری کنپٹیوں پر پسٹل کے بٹ مارنے شروع کر دیئے تو میرا سر چکرانے لگا اور میں چارپائی پر گر گیا ایک ڈاکو نے میرے دائیں جبڑے پر پسٹل کا بٹ مارا جس سے میرا جبڑا سن ہوگیا اور اس سے خون بہنیلگا جو ڈاڑھی کو تر کرتے ہوئے بستر پر جذب ہونے لگا اتنے میں تمام اہل خانہ بیدار ہو گئے ....تین تولہ زیور ایک لائسینسی پٹیر گن اور لائسینسی پسٹل اٹھائیس ہزار سات سو روپے نقدی میرے ہی رومال میں باندھ کر لے گئے۔ بڑے حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو مولانا عبدالوحید ساجد صاحب کے ہمراہ میرے گھر تشریف لائے حافظ صاحب کو دیکھ کر میں آبدیدہ ہوگیا حافظ صاحب میری حالت دیکھ کر فرمانے لگے ظالموں نے تجھ پر تشدد کیا اور قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ وہ اپنے انجام کو پہنچیں گے، ذکی صاحب تم خود بھی اور گھر والوں کو کہہ دو یہ وظیفہ کثرت سے پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَاشِئْتَ

حافظ صاحب کے بتائے ہوئے وظیفہ کو ہم نے کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا اس بات کو ابھی پانچ یا چھ دن ہی گزرے تھے...... ڈاکو ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے پکڑے گئے تھے مگر کسی ایم، این، اے کے فون پر انکو چھوڑ دیا گیا تھا۔ بعد میں ایک ڈکیتی کے دوران وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

حقیقت یہی ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی زبان سے نکلی ہوئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتے۔ حافظ صاحب بھی ان بندوں میں سے تھے۔ نبی ﷺ کی اس حدیث کا مصداق تھے جو کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«اِنَّ مِنْ عِبَادَاللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ».

''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ضرور انکی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔''

[(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۱۲۸)]

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: محلہ میں کوئی شخص بیمار ہو جاتا اور حافظ صاحب کو پتا چل جاتا تو یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ حافظ صاحب اس کی بیمار پرسی کرنے کیلئے نہ گئے ہوں۔ اکثر احباب جماعت تو چھوٹی موٹی بیماری اور تکلیف کا حافظ صاحب کو علم ہی نہ ہونے دیتے کہ ایسے ہی آپ کو کیا تکلیف دینی ہے۔

بلکہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ صرف بیمار پرسی نہیں کرتے تھے بلکہ کچھ نہ کچھ حسب استطاعت خدمت ضرور کر کے آتے، جس کو وہ مناسب سمجھتے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳صفحہ ۱۴۶)]

شیخ محمد یوسف رحمہ اللہ بان سوتر والے (صدر جامعہ محمدیہ) بھی آپ کے ساتھ ہی نمازِ فجر کے لیے گاڑی پر آیا جایا کرتے تھے۔ درس سے فراغت کے بعد جب حافظ صاحب کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنے جاتے تو وہ از راہِ خوش طبعی کہا کرتے تھے: ''حافظ صاحب! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کا گدھا بیمار ہے تو آپ ضرور اس کی بھی عیادت کرنے چلے جائیں گے..!''

مولانا عثمان اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں: مسلمان بھائی کی زیارت و تیمارداری شیخ کا خاص وصف تھا۔ غالباً ۲۰۰۱ء کی بات ہے کہ صبح ساڑھے سات بجے حافظ صاحب مولانا خالد گرجاکھی حفظہ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ میں نے اندر مسجد میں جا کر مولانا خالد صاحب رحمہ اللہ کو حافظ صاحب کی آمد کی اطلاع دی تو مولانا خالد صاحب بڑے خوش ہوئے۔ حافظ صاحب مولانا خالد صاحب کی لائبریری میں داخل ہوئے تو مولانا خالد گرجاکھی رحمہ اللہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حافظ صاحب سے کہا کہ میری جگہ پر تشریف لایئے تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں بڑوں کی جگہ پر نہیں بیٹھوں گا۔ مولانا خالد صاحب رحمہ اللہ نے آمد کا مقصد پوچھا تو فرمانے لگے کہ صرف حال احوال دریافت کرنے اور زیارت کرنے حاضر ہوا ہوں۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳صفحہ ۱۳۵)]

شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: شیخ نور پوری تو بعض اوقات بریلوی مکتبِ فکر کے علما کی بھی خبر گیری کر لیا کرتے تھے جیسا کہ ہم نے سنا ہے' اسی طرح وہ اپنے جماعتی ساتھیوں کے بارے میں سنتے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو کوشش کر کے ان کی نماز جنازہ ادا کرنے جاتے پھر وہ لوگ دیکھتے کہ شیخ موصوف آئے ہوئے ہیں تو وہ حضرت نور پوری مرحوم کا اعلان کر دیتے کہ وہ نماز جنازہ کی امامت فرمائیں گے تو حضرت پوری دعائیں پڑھ کر نماز پڑھاتے تاکہ حق المسلم ادا ہو جائے۔ پھر دوسرے دن تعزیت کے لیے بھی تشریف لے جاتے۔ [(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۳)]

سعید مجددی صاحب کی تیمارداری:

اپنے تو اپنے رہے سعید مجددی صاحب بیمار ہوئے تھے تو حافظ صاحب ان کی تیمارداری کے لیے

تشریف لے گئے تھے۔ مجھے اس واقعہ کا پتا چلا تو میں نے حافظ صاحب سے پوچھا حافظ صاحب نے بتایا ہاں میں گیا تھا لیکن انھوں نے اندر نہیں جانے دیا تھا۔ ملاقات کی ڈاکٹروں نے اجازت نہیں دی تھی اگر اجازت مل جاتی اور ان سے ملاقات ہو جاتی تو خیر کی ہی بات ہوتی تھی۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: جب آپ کسی دوسرے شہر میں درس وتبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تو عموماً وہاں درس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس دن ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو سارا دن اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔''

[ترمذی، الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض (٩٦٩)]

حضرت شیخ رحمہ اللہ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بھی مسلمان بھائی کی بیماری کا علم ہونے پر تیمارداری سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ آپ اس عمل میں اتنے آگے تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے شہر کی بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والی ایک بہت بڑی شخصیت ''علامہ سعید احمد مجددی'' جن دنوں بیمار تھے ان کی تیمارداری کے لیے بھی حضرت شیخ چلے جایا کرتے تھے۔ (حافظ شاہد محمود صاحب کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب ''سعید احمد مجددی صاحب'' کے پاس کئی مرتبہ گئے ہیں، تو اس بارے صحیح بات یہ ہے کہ حافظ صاحب دو مرتبہ گئے تھے۔)

میں حافظ صاحب سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا بریلوی مسلک کے مولوی صاحب کی تیمارداری؟ لیکن میرے ذہن میں فوراً رسول اللہ ﷺ کا عمل آ گیا اور میں نے حافظ صاحب سے نہ پوچھا۔

اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حافظ صاحب فوت ہوئے تو سعید مجددی صاحب کے رفقا کی ایک جماعت حافظ صاحب کے گھر تعزیت کے لیے تشریف لائی۔ انھوں نے عبدالرحمان ثانی صاحب سے تعزیت کی، اور کہا جب مجددی صاحب بیمار تھے تب حافظ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔

۶۔ اتباع جنازہ

اس حدیث میں حقوق المسلمین میں سے چھٹا حق جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا وہ یہ ہے:

جب مسلمان بھائی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہو۔ «وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ»

رسول اللہ ﷺ نے اس کو مسلمان کا حق قرار دیا ہے جسے آج ہم کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے، لیکن حافظ صاحب کا عمل اس معاملہ میں بھی سب سے زیادہ تھا، میں نے کم ہی کوئی ایسا جنازہ پڑھا ہے جس میں نور پوری صاحب نے شرکت نہ کی ہو۔

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا: حافظ صاحب کو علم ہو جاتا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے تو وہاں ضرور پہنچتے تھے، چاہے دور دراز جانا پڑتا۔ یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ اپنے مشاغل سے وقت نکال کر چلے جانا۔

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی حفظہ اللہ تلمیذ محدث نور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استاد محترم کی آنکھ کا آپریشن تھا ڈاکٹر نے دھوپ میں جانے سے منع کیا اس کے باوجود بیمار آدمی کی بیمار پرسی کرتے اور نماز جنازہ میں شرکت کرتے۔

جنازے پر گیا ہوں، آپ تھانے جاکر پرچہ لکھوا آئیں:

حافظ صاحب کو ۲۱ شعبان ۱۴۲۵ھ میں دل کا عارضہ لاحق ہوا آپ کو ڈیڑھ مہینہ افاقہ نہ ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے صحت عطا کی۔ آپ صحت یاب ہو کر ہسپتال سے گھر آئے ابھی آپ کو آرام کرنا تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا فلاں صاحب فوت ہو گئے ہیں اس کا جنازہ ہے، حافظ صاحب اسی وقت اس کے ساتھ چل دیئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ حافظ صاحب کے جانے کے بعد مولانا عبدالوحید ساجد صاحب گھر آئے حافظ صاحب کا پوچھا تو پتا چلا حافظ صاحب جنازہ پڑھانے گئے ہیں تو بڑے پریشان ہوئے۔ جب حافظ صاحب گھر آئے تو ساجد صاحب اور ثانی صاحب حافظ صاحب کو کہنے لگے آپ کو نہیں جانا چاہیے تھا۔ ابھی آپ کو آرام کرنا چاہیے، آپ نے معذرت کر لینی تھی۔ لیکن حافظ صاحب انہیں کہتے یہ آرام ہی ہے میں نے وہاں کوئی بڑی محنت کی ہے؟ گاڑی پر بیٹھ کر گیا ہوں اور اسی طرح واپس آ گیا ہوں، ساجد صاحب نے پھر کہنا شروع کر دیا آپ کو نہیں جانا چاہیے تھا، یہ مسلسل یہی بات کہتے جا رہے تھے، تو حافظ صاحب نے انہیں جواب دیا: میں جنازے پر گیا ہوں، آپ تھانے جاکر پرچہ لکھوا آئیں، جاؤ پرچہ کٹوا آؤ۔ جب حافظ صاحب نے یہ کہا پھر چپ ہو گئے۔ یہ حقوق کے حوالے

سے حافظ صاحب کی استقامت تھی۔

قاری عبیداللہ صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی بھرپور کوشش:

قاری عبیداللہ صاحب نوشہرہ روڈ میں رہتے تھے یہ حافظ صاحب کا درس سننے کے لیے جامعہ محمدیہ جایا کرتے تھے، فوت ہو گئے۔ جنازے سے پانچ منٹ قبل میں ان کے گھر گیا اور پوچھا جنازہ کس نے پڑھانا ہے، مجھے بتایا گیا ٹاہلی والی مسجد کے قاری محمد شریف صاحب پڑھائیں گے، میں سمجھ گیا کہ حافظ صاحب کو اطلاع نہیں کی گئی۔ میں نے فوراً حافظ نورپوری صاحب کو فون کیا حافظ صاحب کہنے لگے مجھے تو پتا ہی نہیں، میں نے کہا میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں حافظ صاحب کہنے لگے آجائیں۔ میں موٹر سائیکل پر حافظ صاحب کی طرف روانہ ہوا تو مجھے رستے میں ہی حافظ صاحب کا فون آگیا: میں آرہا ہوں آپ شیخوپورہ موڑ پر کھڑے ہوں، میں شیخوپورہ موڑ پر کھڑا ہوا تو ایک مرتبہ حافظ صاحب کا فون آیا میں پہنچ رہا ہوں آپ ادھر ہی کھڑے رہیں پھر جلد ہی حافظ صاحب آگئے اور میرے پیچھے بیٹھ گئے۔ میں لے کر سیدھا قبرستان آگیا ابھی جنازہ قبرستان آیا ہی تھا، حافظ صاحب کے آنے کی اطلاع دی گئی، حافظ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی پھر قبر میں دفنانے تک ٹھہرے رہے، اور قبر پر دعا بھی کی۔

حافظ صاحب نے مجھے بتایا: میرے پاس گھر میں آدمی بیٹھے تھے مسئلہ پوچھ رہے تھے میں نے انہیں مسئلہ بتایا اور پھر آپ کے فون کا بتایا کہ قاری عبیداللہ صاحب فوت ہو گئے ہیں، یہ بتا کر ان سے اجازت چاہی اور گھر سے جی ٹی روڈ پر پیدل آگیا، جی ٹی روڈ پر کھڑا ہوا اور کسی رکشہ والے کا انتظار کرنے لگا تو ایک ساتھی موٹر سائیکل پر میرے پاس ہی آرہے تھے، مجھے دیکھ کر وہی کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے مسئلہ پوچھنا تھا۔ میں نے کہا جنازے میں شریک ہونا ہے آپ شیخوپورہ موڑ تک لے جائیں اور ساتھ ساتھ مسئلہ بھی پوچھ لیں، شیخوپورہ موڑ تک اس آدمی کے ساتھ آئے اور اس کے بعد میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ رستے میں دو دفعہ حافظ صاحب نے مجھے فون کیا، حافظ صاحب کا یہ عمل بتاتا ہے حافظ صاحب میں خلوص تھا۔ اکیلے ہی گھر سے نکل آئے فوراً اٹھ آئے، یہ نہ شہرت کی جگہ تھی نہ نام آوری کا مقام تھا۔ پس ایک مسلمان کی وفات کی خبر سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کنگنی والا سے نیائیں چوک قبرستان کی طرف چل پڑے نہ غصے ہوئے کہ مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں لہٰذا میں نے جانا ہی نہیں، اور اگر مجھے

لے کر جانا ہے تو گاڑی کا انتظام کرو، حافظ صاحب میں ایسی قبیح خصلتیں بالکل نہیں تھیں۔ حافظ صاحب مخلص آدمی تھے مسلمان کا جنازہ پڑھنے کو اپنا حق سمجھتے تھے

حافظ صاحب باہمت آدمی تھے، نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے، قاری عبیداللہ صاحب کے جنازے کے بعد مجھے ساتھی پوچھنے لگے آپ اتنی جلدی حافظ صاحب کو کیسے لے آئے؟ تو میں نے کہا حافظ صاحب خود ہی گھر سے نکل کر آ چکے تھے حافظ صاحب شیخوپورہ موڑ تک پہنچے اور ادھر میں شیخوپورہ موڑ تک پہنچا، بس یہ حافظ صاحب کی ہمت ہے جو ہم جلدی پہنچ گئے۔ قاری عبیداللہ صاحب کے جنازے میں شہر کے نامور علما موجود نہیں تھے لیکن حافظ صاحب موجود تھے قاری صاحب کسی جماعت کے رکن نہیں تھے اس لیے کوئی جماعت جنازے میں شریک نہیں ہوئی۔

قاری عبیداللہ کی نماز جنازے پڑھنے کے بعد مجھے یہ بڑا افسوس ہوا کہ شہر کے بڑے بڑے چوٹی کے شیوخ الحدیث اور خطیب حضرات میں سے کوئی نہیں آیا تھا۔ حافظ نورپوری صاحب موجود تھے اہتمام کے ساتھ پہنچے تھے۔ بس حافظ صاحب کا اور دوسرے علما شیوخ حضرات میں ایک یہ بھی فرق تھا۔

مولوی محمد سرور صاحب کی نماز جنازہ:

محمد سرور صاحب جس بہادر مجاہد نے ظلِ ہما کو قتل کیا تھا اور اس سے پہلے کئی فاحشہ عورتوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے جنازے پر شہر کے خطیب اپنی مجبوری کی وجہ سے نہیں آئے تھے، کیوں کہ انھوں نے ہر قسم کے بڑے آدمیوں کو ملنا ہوتا ہے جنازہ پڑھ کر وہ تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتے تھے وہ تو اس لیے نہیں آئے اور کئی شیوخ الحدیث شاید اس لیے نہیں آئے کہ وہ مدرسہ میں بیٹھ کر کتاب الجنائز پڑھانے کو کافی سمجھتے ہیں، لیکن حافظ نورپوری صاحب کے لیے کوئی مصلحت رکاوٹ نہیں بنتی تھی، نہ کسی بڑے سے بنا کے رکھنے کی رکاوٹ، نہ اپنی انا کی رکاوٹ، یہ تو صرف اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنے والے تھے۔ حافظ صاحب نے جب محمد سرور صاحب کا جنازہ پڑھایا تو ان کے بھائی مولانا یحییٰ شاہین صاحب لوگوں سے یہ کہتے چلے جا رہے تھے حافظ صاحب کے جنازہ پڑھانے سے ہمیں تسکین ہوگئی ہے۔ ہمیں سکون مل گیا ہے ہم مطمئن ہو گئے ہیں۔ مولانا یحیی شاہین صاحب نے اپنے مضمون میں اس بات کا اظہار بھی کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے: حضرت حافظ صاحب وفات سے پورا ایک ماہ پہلے آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت الاستاذ بندہ عاجز کے بڑے بھائی مولوی محمد سرور مرحوم کے جنازے میں تشریف

لائے۔ ان کا بنفس نفیس تشریف لانا اور بھائی جان کا جنازہ پڑھانا ہمارے لیے سعادت اور فخر کی بات تھی کیونکہ بھائی جان آخری دم تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے بیماری سے نڈھال جن چند بزرگوں کو یاد کرتے تھے ان میں حضرت حافظ صاحب کا نام سرفہرست ہوتا تھا۔ اس دن بھی حضرت صاحب کا چہرہ نیکی اورتقویٰ، طہارت کی شعاؤں سے چمک رہا تھا اور جس دن فوت ہوئے اس دن بھی آپ کا چہرہ نورانی اورروحانی کرنوں سے چمک رہا تھا۔ وجوه يومئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة[(مجلّہ المکرّم''اشاعت خاص''نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۵)]

یقیناً کسی نیک اور بڑے آدمی کا جنازہ پڑھنے سے لواحقین کو سکون ملتا ہے اور پھر حافظ صاحب جیسے انسان کے نماز جنازہ پڑھانے سے ضرور ہی اطمینان اور سکون ملتا ہے ہمارا غم دور ہو گیا ہے۔ یہی وجہ تھی بڑے بڑے علما یہ وصیت کر کے گئے کہ میرا جنازہ نور پوری صاحب پڑھائیں۔

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب کی والدہ کے جنازہ میں شرکت:

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: جنازہ فرض کفایہ ہے، مسلمان کا مسلمان کے ذمہ آخری حق ہے، اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو سب کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ شہر میں اپنے کسی عزیز واقارب یا ماں باپ کے جنازہ کے لیے حافظ صاحب کو بلانا، ان سے جنازہ پڑھوانا باعث سعادت سمجھتے تھے۔ اور اگر کسی نے پڑھانے کے لیے نہیں بھی کہا اور حافظ صاحب کو کسی واقف کی فوتگی کا علم ہو گیا ہو تو خود ہی جنازہ میں شرکت کے لیے تشریف لے جاتے الا یہ کہ کہیں درس وغیرہ کا وعدہ ہو۔

راقم کی والدہ محترمہ ہمارے گاؤں بھٹہ محبت ضلع اوکاڑہ میں فوت ہو گئیں اور ہم حافظ صاحب کو بتائے بغیر جنازہ میں شرکت کے لیے گاؤں چلے گئے۔ بعد میں حافظ صاحب کو پتا چلا کہ قاری صاحب کی والدہ فوت ہو گئیں ہیں، حافظ صاحب کار پر گھر والوں کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ اس سے پہلے حافظ صاحب نے ہمارا گاؤں نہیں دیکھا تھا، راستہ کا علم نہیں تھا۔ راستہ میں فون کر کے پوچھتے گئے۔ میرے بڑے بھائی (حافظ حنیف ربانی کے اباجی) کی رہائش واں جتالہ کنویں پر تھی اور والدہ محترمہ ان کے پاس تھیں۔ وہیں فوت ہوئیں۔ راستہ میں عبداللہ شوگر مل تھی۔ حافظ صاحب کی گاڑی گنے کی ٹرالیوں میں پھنس گئی اور جنازہ سے لیٹ ہو گئے۔ تو پوچھ کے قبرستان پہنچے۔ قبر پر دفن کے بعد دعا کی، پھر تعزیت کے لیے رہائش پر گئے اور پھر رات ہی واپس آ گئے کیونکہ پچھلی رات مسجد میں قیام میں دو پارے قرآن

سناتے تھے تاکہ اس کا بھی ناغہ نہ ہو۔ ایسے حالات میں بسا اوقات اپنے بھی ڈنڈی مار جاتے ہیں'' جی! ہمیں اطلاع ہی نہیں ملی تھی مگر حافظ صاحب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس طرح کرتے تھے۔ محلّہ میں اگر کوئی فوت ہو گیا تو جنازے کے بعد کم از کم دو دن حافظ صاحب تعزیت کے لیے ان کے پاس ضرور جاتے۔] (الحرمین اپریل ۲۰۱۲)

حافظ سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ کی والدہ کی نماز جنازہ میں شرکت:

اگر آپ نے جنازہ نہ بھی پڑھانا ہوتا، پھر بھی بڑے اہتمام سے نمازِ جنازہ میں شرکت کرتے تھے، اس سلسلے میں دور دراز کا سفر بھی کرتے اور ہر جگہ قبل از وقت پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جس دن حافظ سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ کی والدہ کا انتقال ہوا اس دن عصر کی نماز کے بعد حافظ نورپوری صاحب کا درس جامع مسجد مدینہ ریل بازار گوجرانوالہ میں تھا۔ حافظ صاحب درس کے بعد فرمانے لگے جنازہ پر جانا ہے جلدی ہے اجازت چاہیے۔ حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھے تو ڈرائیور کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ اکیلے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں حافظ صاحب نے کہا جانا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ میرے ساتھ ایک اور ساتھی بیٹھ گئے۔ ہم جوہر ٹاؤن لاہور پہنچے، مکی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ عبدالرحمٰن مکی صاحب حافظ صاحب سے فرمانے لگے: حکومت نے حافظ سعید صاحب کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی (ان دنوں حافظ سعید صاحب اریسٹ تھے) آبائی گاؤں جنازہ ہوگا وہاں حافظ سعید صاحب پہنچ گیں یہ حکومت امریکہ سے ڈرتی ہے۔ مکی صاحب کی اس بات پر بعد میں حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے تبصرہ یوں فرمایا: مکی صاحب حکومت کو مُکّی لگاتے جاتے ہیں۔

مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے طلبا نے ۲۰۰۵ کو سالانہ چھٹیوں میں فیصل آباد میں ایک تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا تھا، اس پروگرام میں حافظ نورپوری صاحب کا درس تھا، حافظ شاہد صاحب نے مجھے کہا رینٹ پر ایک گاڑی کا بندوبست کرو ڈرائیور نیک اور سلفی آدمی ہونا چاہیے۔ میں نے عامر بٹ صاحب کچی پمپ والی کو کہا آپ گاڑی لے کر آجانا اور پھر حافظ صاحب کو لے کر فیصل آباد جانا ہے۔ ان سے بات دو تین دن قبل طے ہو گئی۔ اب جس دن ہم نے فیصل آباد جانا تھا اسی دن مولانا محمد حسین شیخوپوری

کی وفات ہوئی۔ حافظ صاحب کا درس فیصل آباد میں عصر یا مغرب کے بعد تھا اور مولانا صاحب کی نماز جنازہ ظہر کے بعد تھی۔ طے یہ ہوا کہ شیخوپورہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد سیدھا فیصل آباد روانہ ہو جائیں گیں لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، جس دن مولانا محمد حسین شیخوپوری کی نماز جنازہ تھی اس دن بہت زیادہ بارش ہوئی، گوجرانوالہ سے شیخوپورہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، شیخوپورہ میں بھی بڑی تیز بارش تھی مولانا محمد حسین صاحب کی نماز جنازہ بارش میں ہی ادا کی گئی۔ رش زیادہ ہونے کہ وجہ سے ہماری گاڑی کو بتی چوک میں ایک ٹرک لگ گیا، گاڑی کا نقصان ہوا بس اس پریشانی کی وجہ سے ہم فیصل آباد نہ جا سکے، ہم نے حافظ صاحب سے معذرت کر لی حافظ صاحب قاری طیب بھٹوی صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر واپس گوجرانوالہ آ گئے۔ مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ ۶۔ اگست ۲۰۰۵ء کو فوت ہوئے تو ہم نے جنازے کے بعد آپ کو فیصل آباد پروگرام میں لے کر جانا تھا، اس لیے گوجرانوالہ سے ہی ہم نے آپ کو لے کر جانا تھا، بارش کی وجہ سے ہم قدرے تاخیر سے گاڑی لے کر آپ کے گھر پہنچے تو آپ نے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمانے لگے کہ ہمیں وہاں پہلے پہنچنا چاہیے تھا، تاکہ مولانا شیخوپوری رحمہ اللہ کے ورثاء سے ملتے اور ان سے اظہارِ افسوس کرتے۔

حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت:

حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن شیخوپوری حفظہ اللہ کے ساتھ کار پر ایک طویل سفر کرنے کا اتفاق ہوا، مولانا عبدالغفور طاہر امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ڈسکہ نے مجھے کہا حنیف ربانی صاحب حفظہ اللہ کی والدہ کے جنازہ کے لیے جانا ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں، انھوں نے گوجرانوالہ سے مجھے ساتھ لیا اور شیخوپورہ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں سے حافظ عبدالرحمٰن شیخوپوری کو ساتھ لیا اور پھر "بھٹہ محبت" کی طرف سفر شروع کر دیا۔ ہمارا یہ سفر بہت خوشگوار رہا۔ دوران سفر میں نے حافظ عبدالرحمٰن شیخوپوری حفظہ اللہ سے کہا آپ حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ہمیں کچھ بتائیں، ان سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار فرمائیں، وہ ہمیں بتانے لگے حافظ صاحب نے اس دور میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی ہے۔

ابا جان انہیں اسپیشل ملنے جایا کرتے تھے، ان کا احترام واکرام کرتے تھے۔ ان سے دعائیں کرواتے تھے اور حافظ صاحب بھی ہمارے والد محترم سے بہت محبت کرتے تھے۔

جب والد محترم فوت ہوئے حافظ صاحب تشریف لائے پھر ہمیں ملے اور واپس چلے گئے، اتنے

ہجوم میں کوئی خاص ملاقات نہ ہوئی۔ پھر حافظ صاحب نے گوجرانوالہ سے تعزیت کا خط لکھا، اس میں حافظ صاحب نے ہمیں صبر کی تلقین کی، بڑے خوبصورت خط میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں جو ہمیں صبر واستقامت کا درس دے رہی تھیں۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے بتایا: حافظ محمد اسلم شاہدروی صاحب نے والد محترم کی سیرت وسوانح کے متعلق مضمون لکھا اس دوران ان کی ملاقات حافظ نور پوری رحمہ اللہ سے ہوئی۔ انھوں نے حافظ صاحب سے کہا آپ حافظ شیخوپوری کے متعلق کچھ لکھیں حافظ صاحب نے ان سے کہا آپ اپنا مضمون مجھے دکھانا، مولانا اسلم شاہدروی صاحب نے اپنا مضمون حافظ صاحب کو دکھایا۔ حافظ صاحب نے اس مضمون کو پڑھ کر حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کے متعلق عربی اشعار لکھ دیے۔ یہ اشعار صفحہ نمبر.... پر ملاحظہ فرمائیں۔

صوفی اکبر صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ:

صوفی اکبر صاحب رحمہ اللہ جب فوت ہوئے تو حافظ صاحب نے ان کی نماز جنازہ ریاض الجنۃ فیروز والے روڈ میں پڑھائی، پھر میت ان کے آبائی علاقے ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد میں لے جائی گئی۔ حافظ صاحب نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ادھر سے ہی ڈجکوٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں شام کو پہنچے پھر وہاں بھی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی، پھر تدفین کے وقت بھی قبرستان ساتھ رہے۔ تدفین کے بعد دوست احباب اور صوفی صاحب کے اقرباء کو مل کر واپس آئے، ساری رات سفر میں رہے جب حافظ صاحب واپس آئے تو فجر کا وقت ہونے کے قریب تھا حافظ صاحب سیدھا جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آئے وہاں نماز پڑھی اور درس دیا۔ درس کے بعد اہل مجلس میں صوفی صاحب کا ذکر خیر ہوا سفر کے متعلق گفتگو کی اور پھر حافظ صاحب گھر گئے

ہمارا جنازہ نور پوری صاحب پڑھائیں

بڑے بڑے علما اپنی زندگی میں یہ وصیت کرتے تھے کہ ہماری نماز جنازہ حافظ صاحب پڑھائیں۔
یہ بات حافظ صاحب کے تقویٰ وللّٰہیت پر دلالت کرتی ہے آپ کی زندگی میں ہی آپ کو لوگ ولی اللہ مانتے تھے۔ حافظ کاشف صاحب مدرس جامعہ التربیۃ الاسلامیہ ایک دفعہ ساتھیوں میں بیٹھے، کہنے لگے ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اپنے کسی بھی عزیز کی وفات پر نماز جنازہ حافظ صاحب سے

پڑھائیں، یوں لگتا تھا حافظ صاحب امام الجنائز تھے۔ عموماً لوگوں کی خواہش ہوتی تھی کہ نمازِ جنازہ حضرت حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ سے پڑھوائیں، چنانچہ اس ضمن میں لوگ اپنی وصیت میں آپ کا نام لکھا کرتے تھے، جس کی مثالیں سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: میرے ننھیال والے سب بریلوی ہیں، میری والدی کافی بدل چکی ہیں، ختم تیجا وغیرہ بالکل نہیں کرتیں، میری ماموں بھی بریلوی ہیں لیکن انھوں نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ پڑھائیں جب انہیں حافظ صاحب کی وفات کی خبر ملی تو وہ بڑے روئے اور غمزدہ ہوئے۔

مولانا اسماعیل اسد رحمہ اللہ کی وصیت:

۱۱ دسمبر ۲۰۱۱ بروز اتوار بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۳ھ مولانا اسماعیل اسد رحمہ اللہ حافظ آبادی کی نماز جنازہ جامع مسجد مبارک حافظ آباد میں حافظ صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ سے پہلے ایک صاحب نے اعلان کیا مولانا صاحب کی نماز جنازہ نور پوری صاحب پڑھائیں گے کیونکہ مولانا اسماعیل اسد رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب پڑھائیں وصیت کے مطابق نماز جنازہ نور پوری صاحب نے پڑھائی۔

علما کرام کی نماز جنازہ:

کتنے ہی علماء کرام ہے جن کی نماز جنازہ حافظ نور پوری رحمہ اللہ نے پڑھائی ہے، قاری محمد اسلم استاد القرا کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ مولانا فاروق اصغر صارم صاحب ۲۱ جولائی ۲۰۰۶ کو فوت ہوئے، ان کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ ۱۵ مئی ۲۰۰۵ کو مولانا حیات ڈسکوی صاحب کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ اس وقت مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب نے فرمایا تھا حافظ صاحب کی موجودگی میں کسی کو نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۹ کو فوت ہوئے تو ان کے بیٹے جمال الدین افغانی نے حافظ صاحب کو ہی نماز جنازہ پڑھانے کا کہا، حافظ صاحب نماز جنازہ کے لیے گوجرانوالہ سے لاہور جاتے لیٹ ہو گئے، پھر نماز جنازہ کسی اور نے پڑھائی۔ مولانا محمد بشیر الطیب (یہ ہمارے مخلص ساتھی حافظ ابوسفیان سلفی مدرس و استاذ حدیث جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے والد محترم تھے۔) انھوں نے ۱۶ مارچ ۲۰۱۱ کو وفات پائی، ان کی نماز جنازہ حافظ

صاحب نے پڑھائی۔ شیخ ابو البرکات کی اہلیہ حافظ عبدالسمیع صاحب کی والدہ کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی۔ مولانا عبداللہ سلیم صاحب نے اپنی والدہ کی نماز جنازہ کے لیے حافظ صاحب سے گذارش کی۔

ہزاروی صاحب کی اہلیہ کی نماز جنازہ:

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری فرماتے ہیں: حضرات قارئین کرام! حضرت ہزاروی صاحب کی اہلیہ محترمہ میری سگی پھوپھی اور ساس بھی تھیں، جب وہ فوت ہوئی ہیں جنازہ کا وقت آیا، میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ جنازہ کون پڑھائے گا؟ تو چند لمحے توقف کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ نورپوری صاحب سے کہو کہ وہ جنازہ پڑھائیں۔ نیک آدمی ہیں اکثر جنازے وہی پڑھاتے ہیں۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۳)]

مولانا عبداللہ نثار صاحب کی اہلیہ کی نماز جنازہ:

حافظ صاحب کی تدفین سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کے بعد مولانا عبداللہ نثار صاحب نے مرکز ابن عباس میں کھڑے ہو کر گفتگو کی۔ حافظ صاحب کے متعلق خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا ۲ فروری ۲۰۱۲ء کو اسی جگہ جہاں آج حافظ صاحب کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہے میری اہلیہ کی نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی تھی۔ کیا پتا تھا کہ ۲۴ دن کے بعد اسی جگہ حافظ صاحب کی میت ہو گی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ حافظ صاحب میری اہلیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے تھے اور میرے بیٹوں کو صبر کی تلقین فرما رہے تھے، لیکن کیا پتا تھا کہ آج ہمیں آپ پر صبر کرنا ہوگا۔

حافظ عبدالسمیع آثم صاحب کی بیٹی کی نماز جنازہ:

حافظ عبدالسمیع آثم صاحب کی بیٹی فوت ہوگئی تھی۔ یہ سحری کا وقت تھا اور صبح جمعہ کا دن تھا۔ نماز جنازہ کا ٹائم دس بجے کا رکھا گیا۔ میں نے حافظ نورپوری صاحب کو فون پر اطلاع کر دی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا نماز جنازہ آپ نے پڑھانی ہے۔ حافظ صاحب نے کوئی بات نہیں کی فوراً کہہ دیا ٹھیک ہے ''إن شاء اللہ'' میں نے کہا حافظ صاحب میں آپ کو لینے کے لیے ساڑھے آٹھ بجے آؤں گا، ۹ بجے جنازہ ہے۔ حافظ صاحب نے کہا ٹھیک ہے، میں مقررہ وقت سے دس پندرہ منٹ لیٹ پہنچا حافظ صاحب دروازے کے باہر ہی مجھے ملے اور کہنے لگے پانی پی لو پھر چلتے ہیں، میں نے کہا حافظ صاحب جلدی ہے میں پہلے ہی لیٹ ہو گیا ہوں،

میں حافظ صاحب کو ساتھ لے کر جنازہ گاہ پہنچ گیا، حافظ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

خودنمائی سے بچتے:

آپ کے ساتھ متعدد مرتبہ نماز جنازہ میں شمولیت کا موقع ملا، لیکن کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے آپ کو نمایاں کر کے یا کسی اور طرزِ عمل سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہو کہ آپ کو نمازِ جنازہ پڑھانے کا موقع ملے، حالانکہ کئی لوگ آگے بڑھ کر خود کو اس انداز سے نمایاں کرتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اپنی زبان سے کہہ دیتے ہیں، بالخصوص کسی بڑے جنازے میں تو لوگوں سے الجھ پڑتے ہیں کہ نمازِ جنازہ انہیں پڑھانے دی جائے، لیکن حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ ان تمام رذائل اور صفات مذمومہ سے پاک تھے، آپ جتنا چھپتے تھے، لوگ اتنا آپ کو ڈھونڈتے اور آپ جس قدر پیچھے ہٹتے، لوگ اس سے کہیں زیادہ محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کو آگے کیا کرتے تھے۔ اگر کسی نے پڑھانے کے لئے نہیں بھی کہا اور حافظ صاحب کو کسی واقف کی فوتگی کا پتا چل گیا تو خود ہی جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے۔

علامہ البانی اور شیخ ابن باز کی غائبانہ نماز جنازہ:

علامہ البانی رحمہ اللہ کی وفات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز سوموار، سوا پانچ بجے نماز مغرب سے چند منٹ قبل ہوئی۔ جب علامہ البانی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر حافظ صاحب کو ملی تو حافظ صاحب نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نماز جمعہ کے بعد جامعہ محمدیہ میں پڑھائی۔ اسی طرح شیخ ابن باز کی وفات کی خبر ملی تب ان کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

حافظ صاحب کو اہل علم سے بہت محبت تھی ان کے قدردان تھے، ان کی نماز جنازہ پڑھنے کو اپنا حق سمجھتے تھے میرے خیال میں ہمارے شہر میں کسی اور نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، جبکہ حافظ صاحب اس سلسلہ میں ذرا برابر بھی کوتاہی اور غفلت نہیں کرتے تھے۔

تعزیت:

تعزیت کا مفہوم یہ ہے کہ لواحقین کو صبر سکون کی تلقین کی جائے اور انہیں تسلی تشفی دی جائے۔
تعزیت کے لیے بہترین الفاظ وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے:

«إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شئى عنده بأجل مسمى».

''وہ چیز بھی اللہ ہی کی ملکیت ہے جو اس نے لے لی ہے اور وہ چیز بھی اسی کی ملکیت میں ہے

جو اس نے دے رکھی ہے اور اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے"

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میرا بھائی شعیب فوت ہوا تب تین دن حافظ صاحب ہمارے گھر آتے رہے اور میرے والد صاحب سے تعزیت کرتے، حافظ صاحب کے الفاظ یہ ہوتے تھے: علماء کرام تو خود وعظ کرتے ہیں دوسروں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں ان کے لیے صبر کرنا تو کوئی مشکل نہیں، آپ دلیر ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اجر عطا فرمائے گا۔ بچے کی وفات پر صبر کا تو اجر ہی بہت ہے۔ حافظ صاحب کی آمد اور ان کی باتوں سے والد صاحب کو بہت حوصلہ ہوتا تھا، جب حافظ صاحب ہمارے گھر آتے تھے تو ہمارا غم اتنے ہی سے کافور ہو جاتا تھا۔

حافظ الیاس اثری صاحب کی اہلیہ جب وفات پا گئی تو حافظ صاحب صبح نماز فجر کے درس کے بعد اثری صاحب کے گھر گئے، میں حافظ صاحب کے ساتھ تھا، وہاں حافظ الیاس صاحب کے پاس تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے بیٹھے رہے، نمازِ جنازہ کا وقت تقریباً دس بجے تھا، حافظ صاحب آٹھ بجے تک حافظ الیاس صاحب کے پاس بیٹھے رہے اور پھر جامعہ محمدیہ میں اسباق پڑھا کر نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مولانا فاروق اصغر صارم صاحب عصر کے وقت فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ دوسرے دن صبح دس بجے تھی، حافظ صاحب اسی دن مغرب کے بعد قاری محمد طیب بھٹوی صاحب کے ساتھ موٹر سائیکل پر ان کے گھر آئے تھے۔ حافظ صاحب اس حق کا بھی خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ مولانا یوسف گکھڑوی صاحب کے بیٹے حافظ عطاء السلام صاحب کی اہلیہ کی وفات کے بعد ان کے گھر گئے، باؤ امین صاحب کے گھر، حاجی یعقوب مغل صاحب کے پوتے کی وفات کے بعد تعزیت کے لئے گئے۔

یہ چند ایک سرسری طور پر لکھ دیے ہے، ویسے ایسے لوگوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔

تعزیت کے لیے خط لکھنا:

میں ایک دفعہ حافظ صاحب کے گھر گیا حافظ صاحب اپنی مسند پر بیٹھ کر خط لکھ رہے تھے، میں نے پوچھا حافظ صاحب یہ جواب کس سوال کا لکھ رہے ہیں؟ تو حافظ صاحب فرمانے لگے: حافظ عبدالرؤف صاحب (یہ حافظ صاحب کے داماد تھے، احمد نگر میں ان کی رہائش ہے) کی والدہ وفات پا گئی ہے۔ اور حافظ صاحب سعودیہ سے آ نہیں سکے تو میں انہیں تعزیت کے لیے سعودیہ خط لکھ رہا ہوں، یہ بتا کر حافظ صاحب نے مجھے کہا آپ بھی یہ خط پڑھ لیں، میں نے کہا یہ تو آپ انہیں لکھ رہے ہیں ان کے لیے خاص ہوگا حافظ صاحب کہنے لگے میرے خطوط کسی کیلیے خاص نہیں ہوتے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی آپ پڑھیں میں نے وہ

خط پڑھا تو اس میں قرآنی آیات کے ذریعے صبر کی تلقین کی گئی تھی۔ مندرجہ ذیل آیات اس خط میں تحریر تھیں۔

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾.

﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾.

مولانا طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: اکثر لوگ بلکہ بسا اوقات اپنے بھی ڈنڈی مار جاتے ہیں کہ ہمیں تو اطلاع ہی نہیں ملی تھی، مگر حافظ صاحب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس طرح کرتے تھے۔ محلّہ میں اگر کوئی فوت ہو گیا تو جنازے کے بعد کم از کم دو دن حافظ صاحب تعزیت کے لئے ضرور ان کے پاس جاتے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۶)]

باب نمبر۲۲

مہمان نوازی

مہمان نوازی کرنا ایمان ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

عن عبد الله بن عمرو أن رجلا سأل رسول الله ﷺ أي الإسلام خير قال تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف .

''عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کس قسم کا اسلام بہتر ہے؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ جس کو جانتے ہو اور جس کو نہ جانتے ہو (سب کو) سلام کرو۔''

عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال: «ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه» .

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا ایمان اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

مہمان نوازی ایمان سے نصیب ہوتی ہے، بڑے بڑے مالدار ایمان کے اس شعبے سے محروم ہیں۔ دنیا دار شخص خود چائے پی رہا ہوگا اس کی دوکان پر کوئی مہمان آجائے تو اس کا پیٹ جلنا شروع ہو جاتا ہے، مہمان کو پوچھے گا بھی نہیں۔ اسے حقیر اور ذلیل سمجھے گا اور یہ ذہن بنائے گا کہ اسے پانی کا گھونٹ بھی دنیا میں میسر نہیں آنا چاہیے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں دنیا پر صرف انھی کا حق ہے، اور جنہیں کچھ نہیں ملا انہیں ہم بھی کچھ نہیں دیں گیں، اگر اللہ نے انہیں نہیں کھلایا تو ہم کیوں کھلائیں ﴿أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ﴾ یہ لوگ دوسروں کو حقیر سمجھ کر خود نیکی سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ایسے لوگوں کے لیے حافظ صاحب کی زندگی بہترین نمونہ ہے جن کے اعمال ہم اپنی زندگی میں دیکھتے رہے ہیں۔ وہ آنے والے کو نہیں دیکھتے تھے کہ اسے کھلا کر مجھے کیا ملنا ہے، ان کی نظر اور طمع اللہ

سے ہوتی تھی۔ وہ انہیں کھلا کر اللہ سے اجر کے امید وار ہوتے تھے۔ حافظ صاحب ﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۞ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا﴾ کی عملی تصویر تھے۔

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا:

حضرت حافظ صاحب کے گھر کوئی بھی گیا ہے وہ ضیافت بغیر واپس نہیں آیا، وہ طالب علم ہو یا عالم دین، واقف ہو یا ناواقف، آپ نے یہ نہیں پوچھا تھا کیا کھاؤ گے کب کھاؤ گے؟ بلکہ سنت ابرہیمی کی طرح جو ہوتا لے آتے تھے۔

مہمانوں کی وجہ سے گھر کا نقشہ:

حافظ صاحب نے اپنا رہنا سہنا ہی اس انداز کا بنایا تھا کہ کوئی بھی مہمان آئے تو بغیر کسی رکاوٹ کے وہ بیٹھک میں آجائے، حافظ صاحب نے اپنے گھر کا نقشہ بھی خود ہی بنایا ہے۔ حافظ صاحب ایک دفعہ فرمانے لگے جب یہ مکان بنانا تھا تو میں نے مستری کو کہا اس طرح بنانا ہے کہ بیٹھک ایک طرف ہو اور اس کا دروازہ بھی گھر کے دروازے کے اندر ہو، باہر سے آنے والا بیٹھک میں آئے وہ گھر کے دروازے سے آئے تو اس کی نظر اندر صحن میں نہ جائے، تو مستری صاحب کہنے لگے یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے اسے کہا یہ طریقہ میں تجھے بتاتا ہوں، پھر یہ نقشہ اور طریقہ میں نے اسے بتایا۔ جن لوگوں نے حافظ صاحب کا گھر دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ باہر سے آنے والا شخص حافظ صاحب کے گھر میں جب داخل ہوتا ہے تو وہ دروازے سے اندر داخل ہو کر بائیں طرف بیٹھک میں چلا جاتا ہے اور اس کی نظر بھی اندر صحن میں نہیں جا سکتی، اور نہ ہی حافظ صاحب کو مہمان کے آنے پر گھر والوں کو سائیڈ پر کرنے کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی بالکل سامنے دیوار ہے اس کے بائیں جانب گھر کا صحن ہے باہر سے آنے والے آدمی کی نگاہ صحن کے اندر جا ہی نہیں سکتی۔ بیٹھک کے دروازے کے بالکل سامنے لیٹرین اور غسل خانہ ہے، حافظ صاحب کے گھر کا نقشہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حافظ صاحب کے ذہن اور سوچ کی عکاسی کرتا ہے کہ حافظ صاحب کے ذہن میں شروع ہی سے یہ بات تھی کہ ادھر مہمان آیا کریں گے ان کی سہولت کے لیے ان کو بٹھانے کے لیے ایک اچھا انتظام ہونا

چاہیے، اگر رات کسی مہمان کو ٹھہرنا بھی پڑے تو قضائے حاجت وغیرہ کی پریشانی نہ ہو اور مہمان کو اندر بلانے میں بھی خاص اہتمام کی ضرورت نہ پڑے۔ یقیناً حافظ صاحب کا گھر مہمانوں کے لیے ہی بنا تھا، ہر وقت مہمانوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔ اور ہر وقت ان کی مہمانی ہوتی تھی۔ حافظ صاحب شیخ محمد یوسف بان سوتر والے کو بھی اکثر وبیشتر کہا کرتے تھے جامعہ محمدیہ میں ایسا انتظام کرو کہ آنے والے مہمانوں کو کچھ کھلایا پلایا جائے اور ان کے مسائل کو حل کیا جائے یہاں کوئی عالم مفتی مستقل بٹھاؤ۔

حافظ صاحب نے اپنی بیٹھک ہی اپنی لائبریری کو بنایا تھی، یہی لائبریری تھی یہی بیٹھک، یہی حافظ صاحب کی مسند تھی، یہی دستر خوان مستقل بچھا رہتا تھا، مہمانوں کی آمد ورفت اس بیٹھک میں سارا دن ہوتی رہتی۔ حافظ صاحب کی بیٹھک میں بیٹھے محسوس ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کی زندگی کا نصب العین پڑھنا یا پڑھانا، دعوت وتبلیغ کرنا، مہمانوں کی تواضع کرنا۔ تحریر کرنا، سوالات کے جوابات دینا کتاب لکھنا۔

حافظ صاحب نے خود اپنے گھر ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ باہر سے آنے والے مہمان کو روٹی ملتی اس کے مسائل حل ہوتے وہ حافظ صاحب سے گھنٹہ گھنٹہ گفتگو کرتا، حافظ کی مجلس سے محظوظ ومستفید ہوتا۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہر آنے والے مہمان کی موسم کے مطابق مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، واقف ہو یا ناواقف، جیسے ہی آپ کے گھر میں داخل ہوتا، آپ فوراً اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ کو آواز دیتے اور کوئی مشروب لانے کا کہا کرتے تھے، اور اگر کوئی بچہ گھر میں نہ ہوتا تو مہمان کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہوتے اور خود برتن اٹھا کر مہمان کو کھانا یا چائے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا ایسا متواتر ومحبوب عمل تھا کہ آپ کے گھر میں آنے والا شخص ممکن ہی نہیں کہ کچھ کھائے پیے بغیر واپس آیا ہو۔

حافظ صاحب! میں نے سحری کھانی ہے؟

باغبان پورہ ایک بزرگ ہیں نہایت نیک انسان ہیں حافظ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے ہیں، ان کا پروگرام بنا کہ میں حافظ صاحب کے پاس ہی کہیں ٹھہا تا ہوں، ان کی ملاقات اور زیارت ہوتی رہے گی، تو اس سے دل کو سکون ملتا رہے گا۔ اس کام کی لیے وہ حافظ صاحب کی مسجد میں خدمت سر انجام دینے کے لیے تشریف لے گئے، وہاں مسجد کے خادم مقرر ہو گئے ارادہ یہ تھا کہ حافظ صاحب کو

قریب سے دیکھوں گا، یہ بزرگ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کا مہینہ آیا رمضان کا پہلا دن تھا حافظ صاحب رات کے پچھلے پہر نماز پڑھا کر گھر چلے گئے مجھے کسی نے نہ سحری کھلائی اور نہ ہی کسی نے پوچھا اور وقت ختم ہونے کے قریب ہوگیا میں نے سوچا کہ یہاں اور تو کوئی جاننے والا نہیں حافظ صاحب کے گھر ہی چلتا ہوں، گھر کے قریب پہنچا حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھ کر درس کے لیے روانہ ہو رہے تھے، میں جلدی سے حافظ صاحب کو جا ملا خود ہی پوچھنے لگے کہ کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا سحری کھانی ہے کسی نے روٹی کا نہیں پوچھا۔ حافظ صاحب یہ بات سن کر فوراً گاڑی سے اترے اور بزرگوں کو گھر لے گئے بیٹھک میں بٹھایا، اور خود کھانا لا کے دیا اور فرمایا کہ تسلی سے کھائیں کھانا کھانے کے بعد چلے جانا۔ اب میں درس کے لیے جا رہا ہوں میں نے جب یہ واقعہ سنا تو زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا۔ میرا دل کہنا لگا یہی وجہ تھی کہ حافظ صاحب کو ہر کوئی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

کوئی اور ہوتا تو کچھ اور ہی کہتا، معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔ یہ بزرگ اب مجھے ملے تو رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں نے یہ وصیت کی تھی میرا جنازہ نور پوری صاحب پڑھائیں، کیا پتا تھا انھوں نے میری زندگی میں جانا ہے۔ اب یہ بزرگ ہی نہیں رو رہے بلکہ زمین وآسمان رو رہے ہیں۔ غریب رو رہا ہے، امیر رو رہا ہے، امیر کو کوئی نقصان پہنچتا تو وہ دُعا کرانے کے لیے دوڑتا، غریب کو بھوک لگتی تو وہ روٹی کھانے کے لیے آتا۔

کھل کر کھاؤ، کلوا منہا رغدا

حافظ صاحب کھانا اس طرح کھلاتے جس طرح ماں اپنے بچے کو کھلاتی ہے، جب مہمان آتا تو حافظ صاحب کا انداز یہ ہوتا: دستر خوان خود بچھاتے، اندر سے کھانا خود اٹھا کر لاتے، اور پھر مہمان کو کھانے پر دلیر کرتے، اور اسے کہتے: کھاؤ، اور کھاؤ، اگر وہ کم کھاتا تو اسے کہتے: نام تو آپ کا لگ گیا ہے اب کھل کر کھاؤ اور کھاؤ۔

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ آپ جب بھی کوئی مہمان جاتا تو آپ عموماً اپنے چھوٹے بیٹے کو آواز دیتے (عبداللہ) بس اتنی آواز دینا ہوتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد کوئی نہ کوئی چیز موسم کے مطابق ضیافت کے لیے موجود ہوتی تھی (مجلہ المکرم ''اشاعت خاص''، نمبر ۱۳ صفحہ ۱۶۳)

مہمان مسجد میں آتا حافظ صاحب گھر لے آتے:

جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں فجر کے وقت کوئی مہمان آجاتا تو ادھر ہی سے گھر فون کر دیتے اتنے آدمی آرہے ہیں کھانا تیار کر دو اور پھر مہمان کو گاڑی میں ساتھ بٹھا کر گھر لاتے اور کھانا کھلاتے۔ سبحان اللہ ایسا مہمان نواز میں نے اور کوئی نہیں دیکھا۔ باتوں کے ہیرو بڑے سنے اور دیکھے ہیں لیکن جب قریب ہوتے ہیں تو کردار اور عمل کے زیرو ہوتے۔

سحری ادھر سے کرنی ہے:

سجاد صاحب (یہ لاہور کے رہنے والے ہیں اردو بازار میں سٹیشنری کی دوکان ہے) فرماتے ہیں: ہم رمضان المبارک میں آخری دھاکہ حافظ صاحب کے پاس چلے جاتے تھے حافظ صاحب رات کے پچھلے پہر قیام کرتے تھے، چار رکعات پڑھتے تھے ان چار رکعات میں حافظ صاحب کبھی تین سپارے اور کبھی چار سپارے پڑھتے تھے ہم قیام حافظ صاحب کے پیچھے کرتے۔ حافظ صاحب نے ہمیں کہا سحری آپ نے ہمارے ہاں کرنی ہے، سجاد صاحب فرماتے ہیں ایک دو دفعہ ہم نے سحری باہر سے کھائی تو حافظ صاحب ناراض ہوئے اور کہنے لگے سحری آپ نے ہمارے ہاں ہی کرنا ہوگی۔

ایک دفعہ سحری حافظ صاحب کے پاس کی، فجر کے وقت حافظ صاحب کا درس واپڈا ٹاؤن کسی مسجد میں تھا۔ وہاں کسی سفیر نے مدرسہ کے تعاون کے لیے اپیل کی، حافظ صاحب نے اس کی تائید کی اور سب سے پہلے جیب سے سو کا نوٹ نکال کر اسے دے دیا حافظ صاحب کے اس عمل کو دیکھ کر لوگوں نے اس سفیر کو بڑا چندہ دیا۔

مہمان نوازی میں سب سے آگے

ایک دفعہ مولانا عبداللہ نثار کے پاس ہم تین ساتھی (حافظ شاھد محمود صاحب، مولانا عثمان غنی صاحب، طیب محمدی) بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا صاحب فرمانے لگے کوئی بھی مہمان جو باہر سے آتا اور وہ اس مسجد میں نماز پڑھتا۔ میں اس سے ضیافت کا پوچھتا تو کہتا کہ حافظ صاحب کے پاس گئے تھے ان سے پانی پی آئے ہیں، ان سے روٹی کھا لی ہے۔ حافظ صاحب نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں مہمان نوازی میں حافظ صاحب کی مثال کوئی نہیں۔

ایک دفعہ میں لاہور سے واپس آ رہا تھا کہ گاڑی جب کنگنی والا بائی پاس کے قریب پہنچی تو میں نے پروگرام بنایا کہ حافظ صاحب سے مل کر جانا چاہیے اور جس کام کے لیے لاہور آیا تھا اس کام کے متعلق بھی حافظ صاحب کو بتاؤں گا کیونکہ صبح درس کے بعد میں نے حافظ صاحب کو بتایا تھا آج میں آپ کی کتاب چھپوانے کے لیے لاہور جا رہا ہوں۔ چنانچہ میں یہ پروگرام لے کر حافظ صاحب کے گھر پہنچا مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ جب میں حافظ صاحب کے گھر پہنچا تو مولانا عبدالوحید ساجد صاحب بیٹھے ہوئے تھے یہ حافظ صاحب کے برادر نسبتی ہیں حافظ صاحب کے بیٹوں کے ماموں ہیں۔ سلام دعا کے بعد میں نے عرض کی: میں لاہور سے آ رہا ہوں ابھی بات چل رہی تھی کہ حافظ صاحب مولانا عبدالوحید ساجد صاحب سے فرمانے لگے: کھانا لاؤ مولوی صاحب لاہور سے تشریف لا رہے ہیں، یہ بات کہتے ہی حافظ صاحب نے دسترخوان بچھایا اور مولانا عبدالوحید صاحب اندر سے فوراً کھانا لے آئے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ روایتی انداز میں حافظ صاحب نے کھانے کی دعوت نہ دی بلکہ انبیاء کی سنت پر عمل کیا جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن گواہی دیتا ہے کہ جب فرشتے انسانی شکل میں ان کے پاس آئے تو ابراہیم علیہ السلام فوراً ہی کھانا لے کر آ گئے۔ میں نے کہا اتنی جلدی تو اپنے گھر سے کھانا نہیں ملتا جتنی جلدی آپ نے کھانا پیش کر دیا ہے۔

اپنے اساتذہ کی دعوت

ایک دن میں حافظ صاحب کے گھر گیا دروازہ کھٹکھٹایا مجھے اندر آنے کا حکم ہوا میں جب بیٹھک میں داخل ہوا تو وہاں مولانا عبداللہ چھتوی صاحب اور مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کھانا تناول فرما رہے تھے۔ میں ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا یہ بزرگ کھانے سے فارغ ہوئے واپس جانے لگے سب باہر نکل رہے تھے تو میں بھی ساتھ کھڑا ہو گیا مجھے حافظ صاحب نے ہاتھ سے پکڑ کر روکا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں بیٹھ گیا حافظ صاحب مہمانوں کو دروازے تک الوداع کہہ کر واپس آئے تو مجھے کہنے لگے مولوی صاحب کھانا کھاؤ، کھانا کافی تھا جو دسترخوان پر موجود تھا۔ حافظ صاحب اس طرح کھانے کا کہہ رہے تھے جس طرح باپ اپنے بیٹے کو کھلاتا ہو بلکہ جس طرح حافظ صاحب مجھے کھلاتے ہوں۔

مہمان کیلیے خود برتن اور کھانا لانا:

حافظ صاحب کے گھر جب کوئی مہمان آ جاتا تو حافظ صاحب فوراً اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دیتے

،اور وہ اندر سے کوئی چیز لے آتا ،اور اگر وہ گھر نہ ہوتا تو حافظ صاحب خود اٹھتے اندر جاتے اور اپنے ہاتھوں میں مہمانوں کے لیے کوئی چیز پکڑے ہوئے آتے۔

حافظ محمد ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: راقم کا جب بھی گوجرانوالہ جانا ہوا' اپنے شیخ سے لازمی ملتا۔ مولانا اعظم صاحب کے جنازے میں شرکت کا موقع ملا۔ نماز جنازہ کے بعد راقم اپنے دوست مولانا شمس الدین (مدرس مسجد مکرم گوجرانوالہ) کے ہمراہ حضرت حافظ صاحب سے ملنے ان کے گھر پہنچا۔ حافظ صاحب بڑے تپاک سے ملے۔ مکتبے میں ہمیں بیٹھا کر گھر سے بذات خود ٹھنڈا مشروب لے آئے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت ہو کر ان کے اندر کتنی عاجزی وانکساری ہے۔ خندہ پیشانی سے پیش آرہے ہیں۔ کسی کو بھی حقیر نہیں سمجھتے ہیں ایسے ہی متواضع لوگوں کے بارے محمد عربی ﷺ نے فرمایا ہے:

«من تواضع لله رفعه الله». [الحديث]

غرض ہم شیخ سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے آپ ذرا بھر اکتائے اور نہ ہی ہمیں سوالات کرنے سے روکا' کافی دیر ان سے علمی مجالست قائم رہی۔

جی ٹی روڈ گوجرانوالہ جامعہ محمدیہ کے قریب حکیم شاہد کے بارے سنا کہ وہ ماہر حکیم ہیں۔ راقم پچھلے سال 2011ء کو گوجرانوالہ روانہ ہوا راستہ میں سوچا کہ کیوں نہ ہو آج جامعہ محمدیہ سیدھا جاؤں اور حضرت حافظ صاحب کے درس بخاری میں شرکت کروں۔ راقم حکیم سے نمبر لے کر سیدھا جامعہ میں آیا۔ ہمارے شاگرد رشید مولانا قاسم ورک نے استقبال کیا قاسم صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب درس بخاری ارشاد فرما رہے ہیں ناچیز موقع غنیمت جانتے ہوئے درس بخاری میں شریک ہوا۔

طلبہ بخاری حدیث کی عبارت پڑھ رہے تھے۔ حافظ صاحب محدثانہ انداز میں حدیث کی وضاحت' ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر فرما رہے تھے۔ طلبہ سوال کرتے تو احسن انداز سے جواب دیتے تھے۔ درس کے اختتام پر راقم آگے بڑھ کر شیخ سے ملنے لگا موصوف مسند علمی سے اٹھ کر اس ناچیز سے بڑے خوش ہو کر ملے۔

خیر وعافیت دریافت فرمائی۔ راقم نے عرض کیا کہ حکیم شاہد سے دوائی لینے آیا تھا موقع پا کر آپ کے درس بخاری میں شرکت کی ہے۔ وللہ الحمد

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا "حکیم صاحب سے فارغ ہو کر ہمارے ہاں آنا اور دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ تناول کیجئے گا" راقم نے شیخ مکرم کی دعوت قبول کرتے ہوئے آنے کا وعدہ کر لیا۔

راقم نے اس دن نماز ظہر سرفراز کالونی مدنی مسجد اہل حدیث میں ادا کی نماز کے بعد حضرت حافظ صاحب کے ساتھ گھر آئے۔ اسی اثناء میں حافظ صاحب کے ایک دو شاگرد اور تشریف لے آئے۔ حافظ صاحب نے خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ انہیں مکتبہ میں بٹھایا۔ گھر تشریف لے گئے اور مہمانوں کا کھانا لے آئے۔ آپ نے اس روز بریانی اور گوشت روٹی پکوا رکھی تھی تمام مہمانوں نے جی بھر کر کھانا کھایا۔

غرض آپ کا دستر خوان وسیع تھا آپ فراخ دل مہمان نواز تھے تمام زندگی صبر و شکر سے گزاری'

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ ۴۶)]

مہمان نوازی کا انوکھا واقعہ

مولانا عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ نے جامعہ مسجد قدس (جو حافظ صاحب کے محلّہ میں ہے اور حافظ صاحب والی مسجد کے نام سے مشہور ہے) میں تقریر کی، تقریر کے بعد حافظ صاحب نے مولانا عبداللہ شیخوپوری صاحب کو رات ٹھہرنے کا کہا اور صبح ناشتہ کی دعوت دی۔ مولانا شیخوپوری صاحب فرمانے لگے حافظ صاحب! دوست اسی طرح مجھ کو رات ٹھہرا لیتے ہیں پھر صبح ناشتے کے لیے ان کو پریشان ہونا پڑتا ہے، کافی دیر تک ناشتہ تیار نہیں ہوتا وہ دن بھی سارا ضائع ہو جاتا ہے۔ حافظ صاحب نے مولانا شیخوپوری صاحب کو کہا آپ صبح فجر کی نماز مسجد میں پڑھنا وہاں سے سیدھا گاڑی پر بیٹھ کر شیخوپورہ کے لیے روانہ ہو جانا آپ کا وقت بالکل ضائع نہیں ہوگا۔ یہ بات سن کر مولانا رات ٹھہرنے پر راضی ہو گئے۔

حافظ صاحب رات کے پچھلے پہر بیدار ہوئے اپنی اہلیہ کو بیدار کیا اور ناشتہ تیار کرنے کا کہا۔ حافظ صاحب نے وضوء کر کے نماز پڑھی۔ صبح کی نماز سے پہلے حافظ صاحب نے مولانا صاحب کو بیدار کیا مولانا شیخوپوری صاحب نے اٹھ کر طہارت کی وضو کر کے جب واپس آئے تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دستر خوان لگا ہوا ہے اور اس پر کھانا تیار ہے۔ مولانا شیخوپوری صاحب نے کھانا کھایا اور کہنے لگے میں پاکستان کے تقریباً تمام شہروں میں گیا ہوں لیکن اتنی جلدی کھانا تیار ہوتے نہیں دیکھا، میں نے کہا کہ حافظ صاحب میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ صبح لیٹ نہیں ہوں گے اور آپ نمازِ فجر کے فوراً بعد

چلے جائیں، اس لیے آپ کا ناشتا تیار ہے، آپ نماز کے فوراً بعد نکل سکتے ہیں۔ حافظ شیخوپوری صاحب یہ سب دیکھ کر بڑے حیران اور محظوظ ہوئے، کھانا کھانے کے بعد وہ مسجد میں گئے نماز پڑھی اور پھر ادھر ہی سے شیخوپورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ جاتے وقت حافظ صاحب نے انہیں کہا آپ کا وقت بالکل ضائع نہیں ہوا۔

طہارت خانے میں وضو کرنے گئے، تو ہم نے ان کے آنے تک دستر خوان لگا کر وہاں کھانا لگا دیا ہوا تھا، جب حافظ شیخوپوری رحمہ اللہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں کھانے سے مرصع دستر خوان دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ اور ناشتہ کرنے کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے ہی روانہ ہو گئے۔

کھانا کھلانے کے انوکھے واقعات

جس دن حافظ سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ کی والدہ کا انتقال ہوا اس دن عصر کی نماز کے بعد حافظ نورپوری صاحب کا درس جامع مسجد مدینہ ریل بازار گوجرانوالہ میں تھا۔ حافظ صاحب درس کے بعد فرمانے لگے جنازہ پر جانا ہے جلدی ہے اجازت چاہیے۔ حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھے تو ڈرائیور کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ اکیلے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں حافظ صاحب نے کہا جانا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ میرے ساتھ ایک اور ساتھی بیٹھ گئے۔ ہم جوہر ٹاؤن لاہور پہنچے، مکی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ عبدالرحمن مکی صاحب حافظ صاحب سے فرمانے لگے: حکومت نے حافظ سعید صاحب کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی آبائی گاؤں جنازہ ہو گا وہاں حافظ سعید صاحب پہنچ گئیں یہ حکومت امریکہ سے ڈرتی ہے۔ (ان دنوں حافظ سعید صاحب اریسٹ تھے) مکی صاحب کی اس بات پر بعد میں حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے تبصرہ یوں فرمایا: مکی صاحب حکومت کو مُکی لگاتے جاتے ہیں۔ جب ہم واپس آئے تو شاہدرہ موڑ پر حافظ صاحب نے گاڑی رکوائی اور خود نیچے اتر کر چوک کی طرف چل دیے میں سوچ میں مبتلا ہو گیا کہ حافظ صاحب کہاں گئے ہیں فوراً میں بھی نیچے اترا اور حافظ صاحب کے پیچھے ہو لیا حافظ صاحب p.c.o والی دوکان پر گئے جو چوک پر تھی وہاں گھر فون کیا کہ ہم چار ساتھی آ رہے ہیں آپ کھانا تیار کر دیں ہم اس وقت شاہدرہ موڑ ہیں پونے گھنٹے تک گھر پہنچ جائیں گے۔ گاڑی میں بیٹھ کر میں نے حافظ صاحب سے کہا ہمیں کھانے کی کوئی طلب نہیں آپ نے گھر والوں کو کیوں تکلیف دی ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے کھانے کی طلب کیوں نہیں اتنی دور آئے ہو اور کھانے کی طلب نہیں۔ میں بڑا حیران ہوا حافظ صاحب نے ہم سے پوچھا

بھی نہیں مشورہ بھی نہیں کیا اور گھر کھانے کا کہہ دیا ہے۔ یہ حافظ صاحب کا اخلاص پر مبنی عمل تھا۔ ورنہ جنھوں نے نہ کھلانا ہو ان کے پاس ہزار بہانے ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر ہی شاگردوں سے کھانے پر ہوتی ہے۔ اور جنھوں نے کھلانا ہو اللہ سے اجر لینا ہو وہ پوچھتے نہیں، کھلاتے ہیں۔

پھر جب ہم گھر پہنچے تو ہمارے اندر آنے سے پہلے دسترخوان کھانے سے سجا ہوا تھا۔ جسے دیکھ کر ہم تینوں حیران رہ گئے اور الحمدللہ، ماشاء اللہ، بارک اللہ کے الفاظ سے حافظ صاحب کے لیے دعائیں نکلنا شروع ہو گئیں۔

جامعہ البانیہ ڈار پلازہ سیالکوٹ میں حافظ صاحب کا صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس تھا۔ سیالکوٹ روڈ خراب تھا وزیر آباد کے رستے واپس آئے۔ کھانا ہم نے سیالکوٹ سے کھا لیا تھا۔ جب ہم نے وزیر آباد کراس کیا تو حافظ صاحب نے گھر فون کیا چار ساتھی ہم آ رہے ہیں بیٹھک میں چائے اور جو میٹھا گھر ہے رکھ دو۔ جب ہم گھر پہنچے تو بیٹھک میں چائے اور مٹھائی پڑی ہوئی تھی۔ رستے میں ہم نے بڑی معذرت کی کہ حافظ صاحب ہمیں چائے کی حاجت نہیں آپ رہنے دیں۔ ڈرائیور کہنے لگا مجھے جلدی ہے کوئی بات نہیں ہم پھر کبھی آپ سے پی لیں گیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے آپ کو اتنی ہی دیر لگے گی جتنی دیر آپ پینے میں لگائیں گیں۔ جب ڈرائیو نے گھر داخل ہو کر دسترخوان پر چائے تیار دیکھی تو حیران ہو گیا اور واپسی پر مجھ سے کہنے لگا ایسا شخص میں نے نہیں دیکھا۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: استاذِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں بیٹھا تھا تو آپ کو کسی نے فون کیا کہ ہم آپ سے ملنے آ رہے ہیں، یہ فون کرنے والے ناواقف تھے اور کوئی دینی مسئلہ پوچھنے کے لیے آپ کے پاس آنا چاہتے تھے۔ جیسے ہی فون بند ہوا، حافظ صاحب رحمہ اللہ نے گھر والوں کو کہہ دیا کہ دو بندے آ رہے ہیں، ان کے لیے کھانا تیار کر دیں، چنانچہ جب وہ آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت تک کھانا بھی دسترخوان پر رکھا جا چکا تھا۔ [(مجلہ المکرم 'اشاعت خاص' نمبر۱۳ صفحہ ۸۲)]

مولانا عمران عریف صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مہمان نوازی میں مثالی حیثیت رکھتے تھے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: «من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه» کی عملی تصویر تھے۔ ان کے گھر میں اگر ساتھ پڑوس سے بھی کوئی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو

آپ اس کی بھی ضیافت ضرور فرماتے میں شیخ کے محلے کا رہنے والا ہوں۔ اگر کسی کام کی غرض سے شیخ رحمہ اللہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوتا تو کبھی بھی ضیافت کے بغیر واپس نہیں آنے دیتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات ضرورت پڑنے کے باوجود میں شیخ رحمہ اللہ کے گھر جانے سے اجتناب کرتا کہ آپ کو میرے جانے سے ضیافت کا اہتمام کرنا پڑے گا اور فون پر ہی کوشش کر کے مسئلہ حل کر لیتا۔

[(مجلہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۶۲)]

دودھ اور کھجوروں سے ضیافت:

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: غالبا ۲۰۰۵ء کی بات ہے کہ راقم نے گوجرانوالہ کی طرف پہلا سفر کیا اس دوران شیخ نور پوری رحمہ اللہ سے بھی ملاقات کرنی تھی تو ساتھی مجھے شیخ کے گھر لے گئے دروازہ کھٹکھٹایا ایک بچہ باہر نکلا شیخ رحمہ اللہ کا پوچھا تو بتلایا گیا کہ وہ گھر میں موجود ہیں، آئیں بیٹھک میں بیٹھیں شیخ صاحب آتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ رحمہ اللہ تشریف لائے ملاقات کے بعد گھر واپس گئے اور اسی وقت دودھ اور کھجور پیش کیں اور بیٹھ گئے، کافی دیر علمی گفتگو ہوتی رہی، پھر اجازت لی اور واپس فیصل آباد پہنچا۔ [(مجلہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۸۰)]

یہاں حسینوی صاحب نے لفظ استعمال کیا ہے ''شیخ صاحب آتے ہیں۔'' یہ ان کی غفلت ہے یا حافظ صاحب کے گھر والوں کے مزاج سے ناواقفیت ہے، حافظ صاحب کے گھر والے بھی حافظ صاحب ہی کہتے تھے شیخ صاحب نہیں کہتے تھے۔ (یہ جملے میں نے اس لیے لکھے ہیں کہ حسینوی صاحب اچھی طرح جانتے ہیں: علم الروایۃ میں ایک لفظ بدلنے سے کتنا فرق پڑتا ہے۔)

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب فرماتے ہیں: میں جب بھی کبھی ادارے میں یا گھر میں حضرت حافظ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو کمال درجہ شفقت ومحبت سے فرماتے ''قاری صاحب کی حال چال اے، خیریت اے، ٹھیک او، بال بچے ٹھیک نے آؤ فر تہاڈی کوئی خدمت کریے'' اف اللہ اب یہ میٹھے بول سننے کے لیے کان ترسیں گے۔ [(مجلہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر۱۳صفحہ۱۹۴)]

بے مثال مہمانی، اتنی زیادہ آلو والی روٹیاں

عامر بٹ صاحب پکی پمپ والا کے، انہیں کوئی مسئلہ درپیش تھا۔ مجھے کہنے لگے حافظ صاحب

سے مسئلہ پوچھنا ہے ان کے گھر جانا ہے۔ آپ نے ہمارے ساتھ جانا ہے۔ پروگرام طے ہوا چنانچہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد ہم حافظ صاحب کے گھر پہنچے ہم تین ساتھی تھے۔ حافظ صاحب نے ہمیں دیکھتے ہی «اهلاً و سهلاً و مرحباً» کہا حافظ صاحب اکثر و بیشتر آنے والے مہمانوں کو یہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ حافظ صاحب ہمیں بیٹھک میں بٹھا کر خود اندر چلے گئے اور مہمان نوازی کا کہہ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم نے جو مسئلہ پوچھنا تھا پوچھا پھر اندر سے ہمارے لیے روٹیاں آئیں حافظ صاحب نے دستر خوان لگایا اس پر برتن رکھے اور ہمیں کھانے کا کہا۔ ہم نے رسماً کہا حافظ صاحب کھانے کی تو کوئی طلب نہیں تھی آپ نے یہ تکلف کیا ہے۔ پھر ہم نے جو کھانا شروع کیا تو دیکھا وہ آلو والی روٹیاں تھیں اور بہت مزیدار تھیں۔ جب وہ روٹیاں ختم ہونے لگیں تو حافظ صاحب نے عبداللہ کو آواز دی وہ اور روٹیاں لے آیا۔ پھر جب وہ ختم ہونے لگی تو عبداللہ کو آواز دی وہ اور روٹیاں لے آیا۔ ہم حافظ صاحب کو کہتے اب نہ منگوائیں، بہت کھالی ہیں لیکن اندر سے بہترین آلو والی روٹیاں مسلسل آتی ہی جا رہی تھیں، عامر بٹ صاحب کہنے لگے حافظ صاحب ہم دروازہ اندر سے بند کر دیتے ہیں یا آپ روٹیاں بس کر دیں، لیکن صاحب کہتے آپ نہ کھانا ہمیں کھانے دیں۔

لڈو کے ساتھ چائے بھی پلا دی:

یک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر بیٹھا ہوا تھا شہر سے دو آدمی آئے انھوں نے ہاتھ میں دو لڈو پکڑے ہوئے تھے اور حافظ صاحب کو کہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا کیا ہے ہم آپ کے پاس لڈو لے کر آئے ہیں۔ حافظ صاحب نے ان کی بات سنی بیٹھک سے اٹھ کر اندر گئے اور دو کپ چائے کے لے کر آ گئے۔ مجھے تو حافظ صاحب نے پہلے ہی چائے پلا دی تھی۔ اب حافظ صاحب فرمانے لگے آپ لڈو کھائیں ان دونوں آدمیوں کے سامنے حافظ صاحب نے وہی لڈو رکھ دیے۔ وہ لڈو وہی آدمی کھا گئے اور چائے بھی پی گئے۔ لڈو میں سے کچھ بھی باقی نہ بچا جو حافظ صاحب اندر اہل خانہ کے لیے لے جاتے۔

جس نے آخرت کا ثواب اکٹھا کرنا ہو وہ اسی طرح کرتا ہے اور جس نے دنیا بنانی ہو وہ حساب کتاب سیدھا کرتا رہتا ہے۔ اور سوچتا ہے دو لڈو لے کر آئیں ہیں میں انہیں کچھ کھلاؤں گا تو یہ لڈو مجھے مہنگے پڑیں گے لہٰذا نفع اسی میں ہے کہ لڈو رکھ کر اور انہیں بڑی مہربانی کہہ کر بھیج دو۔ یہ ہوشیار چالاک

بننے والا دنیا و آخرت میں خسارہ ہی اٹھائے گا اور حافظ صاحب جیسے دنیا و آخرت کے نفع و اجر کو حاصل کرتے ہیں۔

تنخواہ دینے والے ملازم کی گاجر کے حلوے سے مہمانی

عبدالواجد گوندل صاحب دارلکتب گوجرانوالہ کہتے ہیں: میں اور جامعہ محمدیہ کا کیشئر محمد ثاقب، حافظ صاحب کے گھر گئے۔ ثاقب صاحب نے حافظ صاحب کو جامعہ محمدیہ کی طرف سے تنخواہ دینی تھی اور مجھے ساتھ لے گئے۔ ہم جب حافظ صاحب کے گھر گئے تو حافظ صاحب نے ہمیں بٹھاتے ہی دسترخوان بچھا لیا اور خود اندر چلے گئے اور پلیٹ میں گاجروں کا بنا ہوا بہترین حلوہ لے آئے۔ اور ہم سے کہنے لگے کھاؤ، ہم نے کہا حافظ صاحب آپ بھی کھائیں تو حافظ صاحب فرمانے لگے میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے، آپ کھائیں۔ گوندل صاحب فرمانے لگے میری حافظ صاحب کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی جو آج تک مجھے یاد ہے اور ان کی مہمان نوازی کا ذکر میں بار بار کرتا ہوں۔ کہ خود تو روزے دار ہیں اور دوسروں کو کھلا رہے ہیں۔ اور جو چیز کھلا رہے ہیں وہ کوئی عام ادنیٰ سی نہیں بلکہ اعلیٰ اور عمدہ چیز ہمیں کھلائی ہے حالانکہ ہم تو ملازم کی حیثیت سے جامعہ کی تنخواہ دینے گئے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ ایسوں کو دروازے کے باہر سے ٹرخا دیتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب جیسا آدمی کم ہی میں نے دیکھا ہے۔

مہمان کو گھر لے آنا:

مہمان نوازی کا وصف حافظ صاحب کا اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ جو شخص بھی حافظ صاحب سے ملنے آتا اسے یہ ضرور پتا ہوتا تھا اگر کھانے کا ٹائم ہوا تو حافظ صاحب نے کھانا ضرور کھلانا ہے، کھانے کے بغیر حافظ صاحب نے ہمیں آنے نہیں دینا۔ اگر کوئی حافظ صاحب کے گھر جاتا اسے اطلاع ملتی حافظ صاحب گھر نہیں مسجد گئے ہیں۔ وہ مسجد قدس میں جاتا جہاں حافظ صاحب نماز پڑھا کرتے تھے۔ حافظ صاحب وہاں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوتے اور سوال جواب کی مجلس لگی ہوتی۔ حافظ صاحب مہمان کو دیکھتے تو اہل مجلس سے اجازت چاہتے کیونکہ لوگوں کے سوالات ختم ہو چکے ہوتے اور مہمان کو ساتھ لے کر گھر آجاتے، اور گھر آتے ہی اسے کھانا کھلاتے۔ مہمان مسجد میں آتا اس کے ساتھ فوراً گھر کی طرف چلے آتے، جبکہ دوسرے علما اور لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مہمان گھر آجائے اسے لے کر مسجد میں

آجاتے ہیں، آجاؤ مسجد میں بیٹھتے ہیں وہاں کوئی آدمی آئے گا وہ مہمان کے بہانے ساتھ مجھے بھی کھلائے گا نہیں کوئی آئے گا تو چلو مہمان سے گلو خلاصی تو ہوگی۔ حافظ صاحب نے کبھی یہ مہمان سے نہیں پوچھا تھا کہ گرم پیؤ گے یا ٹھنڈا پیؤ گے۔ کیا کھانا ہے؟ حافظ صاحب مہمان کے سامنے مشروب یا طعام پیش کرتے تھے۔ دوسرے حضرات پوچھتے ہیں کیا کھاؤ گے؟ اب کوئی مہمان بتائے گا تو پھر یہ حضرات لے کر آئیں گے ورنہ مہمان کی الحمدللہ کے ساتھ ان کی طبیعت میں فرحت کی لہر ہی دوڑے گی، الحمدللہ آئی بلا ٹل گئی۔

ایک دفعہ صبح فجر کی نماز میں مولانا خالد سیف گکھڑوی صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، حافظ صاحب نے انہیں کہا ہمارے ساتھ چلو ہم آپ کو ناشتہ کرواتے ہیں حافظ صاحب یہ جملے رسماً نہیں بولتے تھے بلکہ عبادتاً بولتے تھے۔ پھر حافظ صاحب نے انہیں ساتھ بٹھا لیا اور گھر جا کر ناشتہ کرایا۔ جب حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث سے چلنے لگے تو گھر فون کر دیا ہم تین افراد (ڈرائیور، مہمان) آ رہے ہیں آپ کھانا تیار کر دیں۔

مولانا تاج دین شاکر صاحب نے یکم مارچ ۲۰۱۳ء کا جمعہ جامعہ رحمانیہ (مولانا جانباز صاحب والا) ناصر روڈ سیالکوٹ میں پڑھایا، میری ان سے ملاقات ہوئی میں نے حافظ نورپوری صاحب کا تذکرہ شروع کر دیا تو انھوں نے مجھے بتایا ۱۹۸۵ء میں مَیں، نصر جاوید، سیف اللہ خالد، او ٹی کا کورس کرنے کے لیے گکھڑ آئے تھے ان دنوں ہم جامعہ محمدیہ میں مَیں حافظ صاحب کو ملنے آئے، حافظ صاحب ہمیں جامعہ میں ملے اور فرمانے لگے آؤ تمھاری ضیافت کریں، پھر ہمیں اپنے گھر لے گئے اور ہماری خوب مہمان نوازی کی، میں حافظ صاحب کی مہمان نوازی دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ شاکر صاحب نے مجھے بتایا میں نے اس دوران دو مرتبہ حافظ صاحب کے گھر کھانا کھایا۔

غریب سفیر کو گھر بلا کر کھانا کھلانا:

پسرور روڈ میاں والی بنگلہ سے آگے سراں والی ہے، وہاں سے ایک سفیر اصغر یزدانی صاحب حافظ کی مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ اصغر یزدانی صاحب بالکل سادے اور غریب آدمی ہیں شکل وشبہات سے ہی کمزور ہی محسوس ہوتے ہیں۔ انھوں نے مجھے واقعہ سنایا رمضان کے مہینے میں رات کے

پچھلے پہر حافظ صاحب نے مسجد قدس میں دو رکعات پڑھائیں، ان میں دو سپارے پڑھے پھر وتر پڑھے اور گھر چلے گئے۔ پھر جلد ہی ایک جوان سا لڑکا مسجد میں آیا اور کہنے لگا ادھر اصغر یزدانی صاحب آئے تھے کدھر ہیں؟ میں اس کے پاس گیا تو وہ کہنے لگا میرے ساتھ گھر آؤ، میں نے کہا آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگا مجھے حافظ صاحب نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا کون سے حافظ صاحب نے بھیجا ہے؟ وہ کہنے لگا میں حافظ عبدالمنان صاحب کا بیٹا ہوں انھوں نے مجھے آپ کو بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ یزدانی صاحب فرماتے ہیں: میں حافظ صاحب کے گھر گیا، دسترخوان بچھا ہوا تھا حافظ صاحب مجھے کہنے لگے آؤ کھانا کھاؤ، روزہ رکھوں جو کھانا میں نے کھایا وہی کھانا حافظ صاحب کھا رہے تھے۔ کسی سفیر، گمنام آدمی کو گھر بلا کر کھانا کھلانا بڑی نیکی کا کام ہے، جن لوگوں سے کسی قسم کا تعاون اور احسان کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو ایسے لوگوں کو کھانا کھلانا اخلاص اور رضائے الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ حافظ صاحب اس آیت ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ کی عملی تصویر تھے۔ لوگ مالداروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان کی دعوت کرتے ہیں تاکہ ان سے کچھ انعام واکرام ملے۔ حافظ صاحب غریب لوگوں کی دعوت کرتے تھے تاکہ اللہ سے انعام واکرام ملے۔

اعتکاف والوں کی دعوت:

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: ایک دفعہ رمضان میں حافظ صاحب گھر سے انڈے بنا کر لائے اور سب اعتکاف والوں کو کھلائے۔ حافظ صاحب بلا امتیاز سب سے برابر سلوک کرتے تھے۔

دیکھو! ایک مولوی صاحب اعتکاف کرنے والوں کے لیے اپنے انڈے لے کر جا رہے ہیں، خود اپنے ہاتھ سے کھلانے والا سخی کم ہی کسی نے دیکھا ہوگا۔

میں نے حافظ صاحب کے گھر کئی مرتبہ روٹی کھائی ہے، کئی دفعہ انڈے بھی ہوتے تھے، وہ انڈے اتنے مزیدار بنے ہوتے تھے کہ چھوڑ باتیں ہی دو، بڑی جگہ سے انڈے کھائے ہیں لیکن حافظ صاحب کے گھر سے جو انڈے کھائے ہیں ان کا ذائقہ آج بھی منہ میں ہے۔ ایک دفعہ میں نے حافظصاحب سے کہا انڈے بہت مزیدار ہیں، تو حافظ صاحب کہنے لگے اسے مچھلی انڈہ کہتے ہیں، یعنی وہ انڈہ اس طرح

بنے ہوتے تھے کہ انہیں مچھلی انڈہ کہتے ہیں۔

مولانا رفیق سلفی صاحب حفظہ اللہ کی بمعہ اہلیہ دعوت

مولانا رفیق سلفی صاحب حفظہ اللہ مدرس جامعہ محمدیہ فرمارہے تھے ایک دفعہ حافظ صاحب کا پروگرام دارالعلوم ڈھلیانہ ضلع اوکاڑہ میں تھا، حافظ صاحب مجھے کہنے لگے صبح آپ کے علاقہ میں جانا ہے آپ کا ارادہ ہوتو ساتھ چلنا، مولانا رفیق سلفی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہمارا ایک دو دن بعد کا ارادہ تھا، اپنے گاؤں ہم نے جانا ہے، میرے ساتھ گھر والوں نے بھی جانا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے کوئی بات نہیں گاڑی میں پیچھے ساری جگہ خالی ہے۔ آپ ضرور ساتھ چلنا گھر والے بھی ساتھ ہونگے تو آسانی سے بیٹھ جائیں گے، میں نے کہا ٹھیک ہے، حافظ صاحب کہنے لگے آپ نے صبح فجر کے فوراً بعد ہی ہمارے گھر آجانا ہے، حافظ صاحب اس بات کی بار بار تاکید کرنے لگے کہ آپ نے صبح فجر کے فوراً بعد ہی جلدی ہمارے گھر آجانا ہے، مولانا رفیق سلفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے تو یہی سمجھا کہ صبح جلدی روانہ ہونا ہے اس لیے کہہ رہے ہیں لیکن جب صبح حافظ صاحب کے گھر بمع اہلیہ پہنچا تو حافظ صاحب نے بڑی پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا، حافظ صاحب نے ہمیں بہترین ناشتہ کروایا اور پھر اس کے بعد ہم روانہ ہوئے۔ حافظ صاحب کا یہ عمل دیکھ کر میں بڑا محظوظ ہوا کہ کس طریقے سے انھوں نے ہماری دعوت کی ہے۔ مولانا رفیق صاحب جب یہ واقعہ مجھے سنارہے تھے تو حافظ صاحب کی محبت پر فریفتہ بھی ہورہے تھے، اور ساتھ ساتھ کہتے جارہے تھے۔

حافظ صاحب کی مہمان نوازی بڑی عام تھی، مہمان نوازی میں وہ سب سے آگے تھے، واقعتاً حافظ صاحب کی یہ خوبی تھی کہ وہ کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے تھے جب بھی دیکھتے فلاں صاحب آرہے ہیں یا کسی نے ادھر سے ہوکر جانا ہے تو بڑے غیر محسوس طریقے سے اس کی دعوت کا انتظام کر لیتے۔ مولانا رفیق سلفی صاحب کی جس طرح انھوں نے دعوت کی ہے ایسی مثالیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

مہمان کا انتظار

ایک دفعہ میرا اور مولانا عثمان غنی صاحب کا پروگرام بنا کہ حافظ صاحب کے گھر چلنا ہے۔ ہم تیار ہوگئے اور پھر ہم نے یہ پروگرام بنایا ابھی ٹھہر کر جائیں گے جب حافظ صاحب نے کھانا کھالیا ہوگا۔ نماز

مغرب کے فوراً بعد ہمیں نہیں جانا چاہیے، چنانچہ ہم کچھ دیر ٹھہر کر گئے تو ہمارے بیٹھتے ہی حافظ صاحب اندر گئے اور پھر خالی ہاتھ واپس آ گئے اور بیٹھک میں پڑا ہوا دسترخوان سیدھا کرنے لگ گئے۔ ہم نے محسوس کر لیا کہ اندر کھانے کا کہہ کر آئے ہیں۔ ہم نے کہا حافظ صاحب ہمیں کھانے کی طلب نہیں آپ رہنے دیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے مجھے تو کھانے دو۔ میں نے ابھی کھانا ہے پھر اندر سے تین آدمیوں کا کھانا آیا۔ تین آدمیوں کے برتن آئے اور ہمیں مجبورا کھانا پڑا۔ واپسی پر ہم آپس میں باتیں کرنے لگے جب ہم گئے تو حافظ صاحب لکھ رہے تھے۔ انھوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ جبکہ حافظ صاحب کھانا صرف دو ٹائم ہی کھاتے تھے۔ یعنی دوپہر کو انھوں نے نہیں کھایا تھا۔ اور اب جو ابھی تک نہیں کھایا تھا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی مہمان کے منتظر تھے کوئی مہمان آ جائے تو کھاؤں گا۔

یہ حافظ صاحب کی آخری بیماری سے تقریباً تین قبل کی بات ہے، اس دن حافظ صاحب کے گھر کڑھی پکی ہوئی تھی، مہمانوں کے لیے کڑھی کے ساتھ پکوڑے الگ آئے تھے، کھانے کے دوران حافظ صاحب پکوڑوں والی پلیٹ اٹھا کر سارے پکوڑے میری پلیٹ میں ڈال دیے تھے، اور کہتے جا رہے تھے: کھاؤ۔ اب اس طرح کا کوئی نظر نہیں آتا۔

آپ کے گھر سے کھانا کھانے کی طمع

ڈاکٹر ذوالفقار صاحب سیالکوٹ کے مخیّر حضرات میں شامل ہوتے ہیں۔ انھوں نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ ہم حافظ نورپوری صاحب کے گھر کئی دفعہ گئے ہیں انھوں نے ہماری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ ہم نے بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کھائی ہے لیکن ہمیں نورپوری صاحب کے کھانے میں ایک خاص ہی لذت آتی ہے۔ ہم ان کے پاس اسپیشل صرف کھانے کے لیے بھی گئے ہیں۔ مغرب کے بعد ان کے گھر جاتے ہیں اس وقت ان سے گفتگو بھی ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ کھانا بھی کھاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے پتا چلتا ہے حافظ صاحب مہمان دیکھتے ہی کھانا پیش فرمایا کرتے تھے حتی کہ آنے والے کو بھی یقین ہو جاتا تھا کہ حافظ صاحب ہمیں کھانا کھلائیں گے کئی لوگ کھانا کھانے کی نیت سے حافظ صاحب کے گھر آتے کھانا بھی کھائیں گے اور حافظ صاحب سے گفتگو بھی کریں گے۔

مہمانوں سے چاہت

٦ مارچ بروز جمعرات میں اور حافظ شاہد محمود صاحب دوام حدیث طبع کروانے لاہور گئے، واپسی

پر ہمارا پروگرام بنا کہ حافظ صاحب کے پاس جاتے ہیں اور دوام حدیث کے متعلق اور کچھ دوسرے امور پر گفتگو کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کی ملاقات سے دل کو تسکین ہوتی ہے، ہم نے مغرب کی نماز مولانا عبداللہ نثار صاحب کی مسجد میں پڑھی جو حافظ صاحب کے گھر کے قریب ہی ہے۔ نماز پڑھ کر ہم حافظ صاحب کے گھر پہنچے تو حافظ صاحب کے گھر کے باہر ایک گاڑی کھڑی تھی۔ ہم نے سوچا حافظ صاحب کا کہیں جانے کا پروگرام لگتا ہے، دروازہ کھٹکھٹایا عبدالرحمٰن ثانی صاحب تشریف لائے ہم نے ان سے پوچھا کہ حافظ صاحب کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا حافظ صاحب ابھی مسجد سے نہیں آئے آپ اندر تشریف رکھیں۔ عبدالرحمٰن ثانی صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب نے مرید کے جانا ہے ہم نے یہ سن کر واپسی کا ارادہ کر لیا اور فوراً واپس آ گئے۔ حافظ شاہد صاحب ابھی مجھے گھر چھوڑ کر گئے ہی تھے کہ مجھے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فون آ گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا آپ آئے تھے اس وقت آپ کہاں ہیں آپ اگر ادھر ہی ہیں تو آ جائیں، میں نے کہا ہم تو اس وقت گھر پہنچ گئے ہیں، حافظ صاحب نے اس محبت بھرے انداز سے کہا کہ مجھے افسوس ہوا کہ ہم حافظ صاحب کو مل کر کیوں نہیں آئے۔ اس بات کی اہمیت کا پتا مجھے اس وقت چلتا ہے جب میں کسی اور کے پاس ملنے جاتا ہوں تو وہ صاحب گھر ہونے کے باوجود ملنے کو تیار نہیں ہوتے۔ پھر حافظ صاحب یاد آتے ہیں۔

مولانا رحمت اللہ شاکر صاحب فرماتے ہیں: مہمان نوازی انبیاء کا شیوہ ہے۔ اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے۔ حضرت حافظ صاحب اس پر اس طرح کا ربند تھے کہ ہر دروازے سے اندر آنے والے کو مہمان ہی تصور کرتے تھے۔ اور خالی چلا جائے ناممکن ہے ہمارے ایک بہت پیارے دوست مولانا بنیامین از ہر آف ملتان، حضرت حافظ صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جب مدرسے سے کھانا نہ ملتا یا کسی وجہ سے رہ جاتے تو حضرت حافظ صاحب کے پاس چلے جاتے ہمیں پتا ہوتا تھا کہ کھانے کے وقت پر ہمیں ضرور کھانا مل جائے گا۔ اور واقعی کھانا مل جاتا تھا پھر حضرت حافظ صاحب پوچھتے مولانا کیوں آئے سی۔ تو ہم کہتے استاد جی ویسے دل کیتا سی کہ استاد جی نوں مل آیئے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۱)]

جو گھر تھا لے آئے:

محمد شفیع الحق متعلم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں: اسی طرح حافظ صاحب مہمانوں کی آمد پر

انتہائی بے تکلفی سے کام لیتے تھے۔ جو گھر ہوتا سامنے رکھ دیتے۔ یہ واقعہ ان کی سادگی کا میں نے جامعہ محمدیہ کے استاد اقبال قاسم صاحب سے سنا: آپ کے گھر مہمان آئے، فجر کے بعد کا وقت تھا۔ جب جانے لگے تو حافظ صاحب نے کہا: ناشتہ میری طرف سے کر جاؤ۔ حافظ صاحب کے اصرار پر انہیں رکنا پڑا۔ حافظ صاحب باورچی خانے گئے۔ جگ میں پانی اور رس لے آئے اور انہیں پیش کر دیئے۔

[(اخبار طلبا، اپریل ۲۰۱۲)]

حافظ صاحب کے گھر جو تھا وہی لے آئے اور اپنی مہمان نوازی والی روٹین پوری کی۔ ہم ایک دفعہ ایک بزرگ صاحب کے گھر گئے انھوں نے ہمیں رسماً بھی نہیں پوچھا: کیا کھانا ہے۔

عمل کا اثر

حافظ صاحب کی وفات کے بعد ایک دن میں حافظ صاحب کی مسجد میں گیا نمازیوں سے حافظ صاحب کے بارے میں پوچھنے لگا، مجھے دو نمازی ملے ایک اکرم صاحب اور دوسرے رانا اقبال صاحب، انھوں نے کئی باتیں حافظ صاحب کی بتائیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی بتائی کہ حافظ صاحب رمضان میں رات کے پچھلے پہر ادھر دو رکعات پڑھاتے تھے سحری کے وقت نماز سے فارغ ہونے کے بعد حافظ صاحب دُور سے آئے ہوئے سفیروں کو اپنے ساتھ گھر لے جاتے تھے اور انہیں سحری کھلاتے، روزہ رکھاتے، حافظ صاحب کے اس عمل کو دیکھ کر اور کئی لوگ بھی اپنے ساتھ سفیروں اور دوسرے لوگوں کو گھر ساتھ لے جاتے اور انہیں سحری کھلاتے۔ میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان کے سامنے حافظ صاجب کا عمل ہوتا ہے۔ گھروں میں لوگ اپنی بیگموں کو باتیں سناتے ہیں حافظ صاحب کھانا کھلاتے ہیں آپ بھی کھلایا کریں، حافظ صاحب کے گھر والے بھی کھانا پکا کر رکھتے ہیں آپ بھی پکایا کریں۔ کئی لوگ حافظ صاحب کے گھر اپنی بیگموں کو اس لیے لے کر جاتے کہ ان کے گھر کا ماحول اور طریقہ کار دیکھا جائے کس طرح مہمانوں کا کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اُن کے باورچی خانے کی مصروفیات کیا ہوتیں ہیں، حافظ صاحب نے خود مجھے بتایا تھا کہ ہمارے محلے کی کئی عورتیں ہمارے گھر آ کر روٹی پکانے کا طریقہ سیکھتی ہیں۔ حافظ صاحب کے گھر کا کھانا بہترین اور لذیذ ہوتا تھا تازہ گرم گرم روٹی اور تازہ سالن مہمانوں کے سامنے پیش ہوتا تھا اور ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس گھر میں اپنی برکات نازل فرمائے۔

ہمارے گھر حافظ صاحب کی وفات کے بعد ایک عورت آئی، اس نے بتایا میں گھر میں آٹا گوندھ رہی تھی کہ حافظ صاحب کی وفات کی خبر سنائی دی میں نے اسی وقت اندر بیٹھے ہی اپنا دوپٹہ سر پر باندھ لیا اور اچھی طرح سے اپنے چہرے پر لپیٹ لیا، پھر تھوڑی دیر سکتہ میں رہی اور اسی وقت ارادہ کر لیا اب ساری عمر پردہ کرنا ہے دیور جیٹھ سب سے پردہ کرنا ہے۔ یہ سوچ کر کہ حافظ صاحب فوت ہو گئے ہیں اور انھوں نے کتنی پاکیزہ زندگی بسر کی ہے، اور میں نے بھی فوت ہونا ہے تو میں کیوں نہ پاکیزہ زندگی بسر کروں۔ حافظ صاحب کی وفات کی خبر سن کر بڑے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں میں جانتا ہوں وہ جمعرات اور سوموار کا روزہ رکھتے ہیں اور حافظ صاحب کے عمل کو دیکھ کر رکھتے ہیں، اور ایسے بندے بھی موجود ہیں جو شعبان اور محرم کے تقریباً مکمل روزے رکھتے ہیں سوائے چند ایک کے، انھوں نے بھی یہ عمل حافظ صاحب کے عمل سے متاثر ہو کر کیا ہے۔

باب نمبر ۲۳

طرز زندگی

حافظ صاحب کی زندگی میں مزاح مذاق نہیں تھا، طعن وطنز قسم کی شنیع خصلتوں سے حافظ صاحب کی ذات کا دور سے بھی تعلق نہیں تھا، حافظ صاحب کے زمانہ طالب علمی کے ایک ساتھی (جن کا کلینک ہمارے نوشہرہ روڈ پر ہیں) نے مجھے بتایا: حافظ صاحب نے کبھی دوستوں اور اندرونی مجلسوں میں بھی مذاق نہیں کیا تھا، ہمیشہ سنجیدہ رہے ہیں۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: ممدوح موصوف وضع قطع میں ہمیشہ طرز اسلاف کو اختیار کرتے اور اتباع سنت کے متلاشی رہتے بقول فضیلۃ الشیخ اثری ﷾ آپ کو جس بات کا بھی علم ہوتا کہ یہ سنت ہے اس پر ایک بار ضرور عمل کرنے کی کوشش کرتے فرائض و واجبات کی پابندی تو خارج از بحث ہے۔ موصوف مستحبات پر بھی بڑے اہتمام سے عمل کرتے، بغور دیکھا گیا ہے کہ آپ کی لبیں یا ناخن اس طرح کاٹے اور تراشے ہوتے تھے کہ ابھی ابھی یہ عمل انجام دیا ہو، سر پر عمامہ نما سفید یا سرخ (سعودی) رومال جس کے نیچے جالی دار ٹوپی تیل سے اس طرح تر ہوتی جیسا کہ بعض احادیث میں نبی کریم ﷺ کے کثرت سے تیل لگانے کا ذکر آتا ہے، تہبند یا شلوار استعمال کرتے مگر بھولے سے بھی ٹخنوں سے نیچے نہ آتی، چلتے تو نگاہ ہمیشہ نیچی رکھتے چھوٹا ہو یا بڑا اسلام کہنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے، سادگی مگر نفاست آپ کا معیار تھا مجلس میں دیر سے آنا اور پھر پھلانگتے ہوئے آگے بڑھنے کی بجائے وقت پر تشریف لا کر جہاں جگہ ملتی تشریف رکھتے۔

احساس مروت یہ تھا کہ شاید کسی شاگرد یا ساتھی نے آپ کو قمیص اتارے دیکھا ہو، اپنا کام خود کرتے، خودنمائی اور خودستائشی سے حد درجہ نفرت تھی کسی پروگرام میں بطور مہمان خصوصی بھی مدعو ہوتے تو حاضرین کو تب پتا چلتا جب نام پکارنے پر آپ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے اگر اشتہار میں آپ کے اسم گرامی کے ساتھ حسب رواج القابات کا لاحقہ ہوتا تو احتجاج فرماتے اور بسا اوقات ایسے پروگرام میں

شرکت سے معذرت کر لیتے۔ سادگی اور قناعت کے ساتھ حد درجہ مہمان نواز تھے اور «انزلوا الناس منازلھم» کے تحت سلوک فرماتے حتی المقدود جو کچھ میسر ہوتا اسے پیش کرنے میں بخل اور تکلف سے کام نہیں لیتے۔[(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

حافظ صاحب کے روزانہ کے معمولات:

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: والد گرامی فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل اٹھتے نماز تہجد ادا کرتے اس میں اپنی منزل میں سے ایک پارہ پڑھتے تھے بعض اوقات اس سے کم بھی پڑھ لیتے تھے۔ فجر کی دو رکعتیں گھر میں ادا کر کے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں نماز فجر ادا کرتے اور درس قرآن ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست ہوتی۔ اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے بسا اوقات مہمان ساتھ ہوتے ان کی مہمان نوازی کرتے جب مہمان نہ ہوتے تو مطالعہ فرماتے یا پھر تصنیف کا کام جاری رکھتے جب جامعہ میں اسباق کا وقت شروع ہوتا تو جامعہ میں تشریف لے جاتے دوران تدریس موبائل فون بند رکھتے اگر بند کرنا بھول جاتے تو فون اٹھاتے ہی کہتے مولانا میں سبق پڑھا رہا ہوں بعد میں کر لینا جامعہ سے گھر آ کر اہل خانہ سے پوچھتے کوئی چیز لانی ہے؟ لانی ہو تو لا دیتے وگرنہ ظہر کی نماز تک آرام کرتے نماز ظہر قدس مسجد میں پڑھاتے مسجد میں کوئی نہ کوئی سوال پوچھنے یا ملنے آیا ہوتا اس کے ساتھ بیٹھے رہتے پھر اس کو گھر لا کر اس کی تواضع کرتے اس کے جانے کے بعد کچھ دیر آرام یا تصنیف یا خطوط کا جواب دیتے نماز عصر بھی قدس مسجد میں ہی پڑھاتے اس وقت بھی کوئی نہ کوئی ملنے آیا ہوتا۔ ان کے ساتھ بھی دیر تک بیٹھے رہتے فارغ ہونے کے بعد گھر تشریف لاتے نماز مغرب کے بعد بھی ایسا ہی معمول ہوتا۔ نماز عشاء سے قبل کھانا تناول فرماتے بعد از عشاء درس بخاری قدس مسجد میں ہی ارشاد فرماتے۔ رمضان المبارک میں یہ درس بعد از نماز عصر ارشاد فرماتے۔

والد گرامی جمعہ پڑھانے کے لیے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے گھر سے تشریف لے جاتے اور حسب توفیق رکعتیں پڑھتے خطبہ جمعۃ المبارک چوک نیائیں والی مسجد میں ارشاد فرماتے آپ نے اس مسجد میں کئی موضوعات پر نماز عصر کے بعد درس بھی دیا ہے جو کہ مقالات نورپوری کے نام سے کتاب چھپی ہوئی ہے۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ)]

سادگی

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: سادگی اس قدر تھی کہ سادہ لباس، سادہ جوتی اور سادھے برتن استعمال کرنا پسند فرماتے تھے۔ وفات سے ایک سال قبل ایک دن آپؒ وزیرآباد کی مسجد میں درس دینے کے لیے تشریف لے گئے تھے کہ درس کے بعد مسجد والوں نے گھر کھانے کے لیے بلایا تو انھوں نے بہت سے برتن حاضر کر دیئے لیکن آپؒ نے جس برتن میں سالن ڈال کر روٹی کھائی تھی اسی برتن میں سویاں ڈال کر کھانی شروع کر دی تھیں۔ گھر والے حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے، آپؒ نے فرمایا: اتنے زیادہ برتن استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ برتن ایک ہی کافی ہوتا ہے۔ میں ایک دن آپؒ کے گھر آپ کی زیارت کی غرض سے گیا ہوا تھا، آپؒ نے جمعہ کا غسل کپڑے دھونے والے صابن سے ہی فرما لیا تھا۔

حافظ صاحب جب کسی کے جنارے پر جاتے جنازہ لیٹ ہوتا تو آپ زمین پر ہی بیٹھ جاتے۔ میت کو جب قبر میں دفنانے کے لیے جب قبرستان لایا جاتا، اس کی تدفین کی تیاری ہوتی تو حافظ صاحب قبرستان میں زمین پر بیٹھ جاتے۔ حافظ صاحب کی زندگی میں تکلف نہیں تھا کسی پر بوجھ نہیں بنتے تھے۔

مفتی عبدالرحمان عابد صاحب سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان سے کہا حافظ صاحب کی کوئی بات ہی سناؤ، تو انھوں نے بتایا: حافظ صاحب نے اور میں نے حج اکٹھا کیا ہے، کئی باتیں انھوں نے بتائیں ان میں ایک بات ہی بھی بتائی: مسجد خیف میں اے سی چل رہے تھے رات کو وہاں کولنگ (Coolng) بہت زیادہ ہو جاتی تھی ہمارے پاس لائیلون کی چٹائی تھی ہم نے مسجد سے باہر وہ چٹائی بچھائی اور اس پر سوئے اس چٹائی پر ہمارے ساتھ حافظ صاحب بھی سوئے۔

ہم نے حافظ صاحب کو بالکل بے تکلف پایا، کسی قسم کا تکلف ناز ونخرہ ہم نے حافظ صاحب میں نہیں دیکھا اور نہ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہم میں کوئی ایسی ہستی اور شخصیت موجود ہے جس کی خدمت کے بوجھ سے ہم نے کوئی تھکان یا پریشانی محسوس کی ہو۔ جہاں ہم بیٹھتے وہاں حافظ صاحب بیٹھتے جہاں ہم سوتے وہاں حافظ صاحب سوتے جو ہم کھاتے وہی حافظ صاحب کھاتے، ہم نے کئی بار حافظ صاحب سے کہا آپ کیا پسند کرتے ہیں ہم وہ لے آتے ہیں لیکن حافظ صاحب نے ایک دفعہ بھی کوئی چیز ہمیں نہیں بتائی، بار بار اصرار کرنے پر بھی نہیں بتائی یہی کہا جو آپ لے کر آئیں گے وہی کھائیں گے جو سب

کھائیں گے وہی کھائیں گے۔

یہ تو حافظ صاحب کا عمل جبکہ ہم نے دوسرے علما کے نخرے دیکھے ہیں۔ ان کے نخرے ہی دیکھیں ہیں اور تو کچھ نہیں ہوتا صرف نخرے ہی ہوتے ہیں۔ علم کی بات پوچھو پھر بھی نخرہ، کھانے کی پوچھو پھر بھی نخرہ، جن کے پاس علم نہیں ہوتا ان کے پاس نخرے ہوتے ہیں اور جن کے پاس علم ہوتا ہے ان میں نخرے نہیں ہوتے، علم اور عمل ہوتا ہے

شیخ یوسف بان سوتر والے خوش طبع آدمی تھے۔ حافظ صاحب سے عمر میں بڑے تھے۔ حافظ صاحب سے خوش طبعی کر لیا کرتے تھے، لیکن حافظ صاحب سیریس رہتے تھے ایک دفعہ لوگوں کے سامنے انھوں نے حافظ صاحب کی ذات وقبیلہ واضح کرنے کے لیے پوچھا حافظ جی تہاڈی ذات کی اے۔ حافظ صاحب نے کہا کھوتے چارنے والے کمہار۔ حافظ صاحب نے اس انداز سے حقیقت کا برملا اظہار کیا کہ سننے والوں کو کوئی تشنگی باقی نہ رہی۔

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی ذات بظاہر سادہ لباس، سادہ جوتا، سر پر سادہ رومال باندھے ایک عام درویش معلوم ہوتے مگر دیکھنے والا ان کی شخصیت کو دیکھ کر پہچان جاتا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جانثار ہے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۹)]

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: ہمارے والد محترم بہت ہی سادگی پسند تھے ہمارے گھر میں فرنیچر اور ڈیکوریشن نام کی کوئی چیز نہیں، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانا پسند کرتے، میز پہ بیٹھنے کو تکلف سمجھتے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ)]

ہم دیہاتی آدمی ہیں:

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے گاڑی میں دروازے کے ساتھ ایک ڈنڈا ویسے ہی رکھا تھا۔ ایک دفعہ لاہور لوکو ورکشاپ میں درس بخاری دینے کے بعد واپس آ رہے تھے رات کا وقت تھا میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ ادھر آرام فرمائیں سو جائیں میں گاڑی ڈرائیو کرتا رہوں گا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا آپ کے بائیں جانب سیٹ کے نیچے ایک ہینڈل ہے، اسے پکڑ کو اوپر اٹھائیں تو سیٹ پیچھے چلی جائے گی۔ حافظ صاحب نے جب ہاتھ نیچے کر کے

اس ہینڈل کو پکڑنا چاہا تو ہاتھ ہینڈل کی بجائے اس ڈنڈے کو لگا حافظ صاحب نے اسے ہی اوپر اٹھایا تو ڈنڈا یکدم اوپر ہوا حافظ صاحب کہنے لگے لو یہ تو تمھاری گاڑی ٹوٹ گئی ہے اور حافظ صاحب پریشان سے ہو گئے۔ میری ہنسی نکل گئی میں نے کہا حافظ صاحب کچھ نہیں ٹوٹا یہ تو ڈنڈا ہے جو میں نے ویسے ہی ساتھ رکھا ہوا تھا وہ اوپر ہوا ہے اور کچھ نہیں ہوا، میری بات سن کر حافظ صاحب کہنے لگے ہم پینڈو آدمی ہیں ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ یہ حافظ صاحب کی سادگی بھی تھی اور عاجزی بھی تھی۔ یہ واقعہ سناتے ہوئے تنویر صاحب ہنس رہے تھے اور میں بھی ہنسنے لگ گیا۔ اللہ اکبر ایک سادہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے کیا مقام عطا کیا تھا۔

لباس:

حافظ عمران عریف حفظہ اللہ (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: میں نے ساری زندگی شیخ رحمہ اللہ کو انتہائی سادہ زندگی گزارتے دیکھا ہے سادہ کرتہ شلوار، اوپر سادہ سے رومال کی پگڑی اور نیچے سادہ ربڑ کے جوتے۔

میں نے ساری زندگی آپ کو اوپر جرسی پہنے نہیں دیکھا آپ قمیض کے نیچے سادہ سی کوئی جرسی شاید زیب تن کرتے تھے۔ سخت سردی میں موٹی چادر (لوئی) اوڑھتے تھے۔ کالر اور کف والی قمیض بھی زیب تن نہیں کرتے تھے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۵۸)]

لباس کے متعلق اصل بات جو سمجھ لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ لباس کا مقصد صرف ستر پوشی، موسم کے اثرات سے حفاظت اور زینت ہی نہیں ہے بلکہ لباس ایسا ہو جس سے تقویٰ کا اظہار ہو رہا ہو یعنی لباس سے یہ ظاہر ہو کہ پہننے والا اپنے دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہے اور بحیثیت بندہ کے جو ذمہ داریاں ہیں ان کا احساس بھی رکھتا ہے۔

گھڑی:

حافظ عمران عریف حفظہ اللہ (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: استاذ محترم نے تقریباً ساری زندگی ایک ہی گھڑی پہن کر گزار دی وہ گھڑی آپ کے پاس تقریباً ۴۰، ۵۰ سال رہی، اس سال میں حج پر گیا تو میرے انتہائی مہربان مرکزی جمعیت پنجاب کے ناظم اعلیٰ ''میاں محمود عباس'' نے ایک گھڑی مجھے بطور تحفہ دی گھڑی اچھی تھی میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ کیونکہ استاذ محترم عرصہ دراز سے

ایک ہی گھڑی پہنتے چلے آ رہے ہیں میں یہ گھڑی استاذ محترم کو بطور تحفہ دوں گا۔ کیونکہ شیخ رحمہ اللہ میرے بھی اور میاں محمود عباس علیہ السلام کے بھی استاذ محترم ہیں۔ میں نے جب شیخ کو گھڑی پیش کی کہنے لگے میں نے چند دن پہلے ہی ساجد صاحب سے (یعنی شیخ الحدیث مولانا عبدالوحید ساجد مکرم مسجد والے) جو کہ شیخ کے Brother in lhw تھے۔ یہ نئی گھڑی منگوائی ہے کیونکہ پہلی گھڑی اب ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ لہٰذا اب مجھے گھڑی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میں نے اصرار کیا تو شیخ نے وہ گھڑی رکھ لی۔

[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۱۵۸)]

جوتا:

حافظ صاحب نے ساری زندگی نائیلون کا جوتا (بوٹ) ہی پہنا ہے۔ زندگی کے آخری سال چمڑے کا جوتا استعمال کیا ہے۔ حافظ صاحب نے بالکل سادہ زندگی بسر کی ہے، اپنے آپ کو تکلفات اور تزئینات سے محفوظ رکھا ہے، بے مقصد کاموں میں وقت، پیسہ، خرچ کرنے کی بجائے دینی علمی اصلاحی اور تعمیری کاموں میں اپنی زندگی سرف کی ہے۔

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے بتایا ایک دفعہ حافظ صاحب جامعہ محمدیہ ملکے کلاں سیالکوٹ میں آئے تو ان کے پاؤں میں نائیلون کی چپل تھی۔ میں نے دیکھ کر کہا آج آپ یہ چپل پہن کر ہی آ گئے ہیں۔ تو کہنے لگے بس اپنی روٹین سے یہی جوتا پہن کر آ گیا ہوں۔ دوسرا جوتا پہننے کی طرف توجہ ہی نہیں ہوئی۔ یہ حافظ صاحب کی سادگی تھی ورنہ کئی لوگ تو کہیں جانے کے لیے کپڑے جوتے کا ہفتہ ہفتہ پہلے ہی انتظام کرتے ہیں اور اپنا وقت ان چیزوں پر صرف کر دیتے ہیں۔

حافظ صاحب جوتا بیٹھ کر پہنا کرتے تھے۔

خورونوش:

مفتی عبدالرحمٰن عابد صاحب فرماتے ہیں: ۱۹۹۰ء میں مَیں نے اور حافظ صاحب نے حج اکٹھے کیا ہے، سارے حج میں حافظ صاحب نے ہم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا۔ ہم آپ سے کھانے کے متعلق کوئی پسندیدہ چیز پوچھتے ہی رہ گئے لیکن آپ نے ہمیں کسی چیز کا نام نہیں بتایا۔ بس یہی کہتے جو سب کھائیں گے وہی میں کھاؤں گا۔

حالانکہ آدمی سفر پر گیا ہو تو اپنی پسندیدہ چیز کھانے کو دل کرتا ہے اور پھر اپنے ایسے ساتھیوں کے

ساتھ ہو جو خدمت گزاری پر فخر کریں اور استاد کی فرمائش پوری کرنے کی سعادت سمجھیں ایسے خادمین کی موجودگی میں فرمائش نہ کرنا خودداری کی اعلیٰ مثال ہے جو اس دور میں صرف حافظ صاحب کی زندگی میں ہی نظر آتی ہے۔ہم نے حافظ صاحب کو بالکل بے تکلف پایا، کسی قسم کا تکلف ناز ونخرہ ہم نے حافظ صاحب میں نہیں دیکھا اور نہ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہم میں کوئی ایسی ہستی اور شخصیت موجود ہے جس کی خدمت کے بوجھ سے ہم نے کوئی تھکان یا پریشانی محسوس کی ہو۔ جہاں ہم بیٹھتے وہاں حافظ صاحب بیٹھتے جہاں ہم سوتے وہاں حافظ صاحب سوتے جو ہم کھاتے وہی حافظ صاحب کھاتے، ہم نے کئی بار حافظ صاحب سے کہا آپ کیا پسند کرتے ہیں ہم وہ لے آتے ہیں لیکن حافظ صاحب نے ایک دفعہ بھی کوئی چیز ہمیں نہیں بتائی، بار بار اصرار کرنے پر بھی نہیں بتائی یہی کہا جو آپ لے کر آئیں گے وہی کھائیں گے جو سب کھائیں گے وہی کھائیں گے۔

یہ انداز حافظ نورپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جبکہ ہم نے دوسرے علما کے نخرے دیکھے ہیں۔ ان کے نخرے ہی دیکھیں ہیں اور تو کچھ نہیں ہوتا صرف نخرے ہی ہوتے ہیں۔علم کی بات پوچھو پھر بھی نخرہ، کھانے کی پوچھو پھر بھی نخرہ، جن کے پاس علم نہیں ہوتا ان کے پاس نخرے ہوتے ہیں اور جن کے پاس علم ہوتا ہے ان میں نخرے نہیں ہوتے، علم اور عمل ہوتا ہے۔

قاری عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب کے کچھ عزیز حافظ آباد میں رہائش پذیر ہیں حافظ صاحب ان کے اصرار پر وہاں ان سے ملنے گئے۔ تو مسجد میں درس بھی ارشاد فرمایا لوگ بہت خوش ہوئے کہ آج حافظ صاحب ہمارے پاس تشریف لائے ہیں درس کے بعد گاؤں کا چودھری کہنے لگا ناشتہ آج ہم کروائیں گے بتائیں آپ کیا کھائیں گے یا پسند کرتے ہیں؟ اتنے میں ایک عقیدت مند سادہ لوح انسان ہاتھ میں ایک چائے کا پیالہ اور ایک ہاتھ میں دو تین رس (پاپے) اٹھائے آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب ناشتہ کریں چودھری دیکھ کر کہنے لگا ''او پچھ تے لیناسی جھلیاں والے ای کم کیتے ای۔'' تو حافظ صاحب فرمانے لگے ''جھلیاں والے نہیں پیغمبراں والے کم کیتے ای۔'' اور آپ نے ناشتہ فرمایا گویا آپ کا اشارہ ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کی طرف تھا کہ جب ان کے پاس مہمان آئے تو ابراہیم علیہ السلام ٹھنڈے گرم اور کیا کھانا پینا کے تکلفات کے چکر میں نہیں پڑے بلکہ فوراً گائے کا بچھڑا بھون کر ضیافت میں پیش کر دیا۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۴۹)]

اصل عاجزی اس چیز کا نام ہے کہ غریب آدمی کی بھی قدر کی جائے اس کی دعوت کو قبول کیا جائے۔ کئی لوگ غریب آدمی کی دعوت قبول نہیں کریں گیں عذر اور بہانے تراشیں گے اور امیر آدمی کی دعوت کو ضرور آئیں گے بلکہ دوسرے کام چھوڑ کر آئیں گے۔ لیکن حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب غریبوں سے محبت کرنے والے انسان تھے انہیں کھانے پینے سے غرض نہیں تھی انہیں تو اللہ کی رضا مقصود تھی۔

ایک بھائی نے لکھا ہے: ایک دفعہ ایک ساتھی کے گھر دعوت تھی مختلف قسم کے کھانے پکے ہوئے تھے، میں نے کہا استاد جی یہ بھی کھائیں۔ اور یہ ڈش بھی نوش فرمائیں' تو استاد صاحب" فرمانے لگے کھانا تو کھانا ہے صحت اور زندگی کیلئے بیمار ہونے اور مرنے کیلئے تو نہیں کھانا' زیادہ کھانا کھانے سے انسان بیمار ہوجاتا ہے' ہم نے کئی دفعہ دیکھا کہ روزہ کی افطاری کے وقت بھی بالکل معمولی اور مختصر کھانا کھاتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا شعیب الرحمان یزدانی صاحب مجھے بازار میں ملے تو کہنے لگے مولانا مالک بھنڈر صاحب نے ہمیں بتایا کہ حافظ صاحب کے متعلق آج تک کسی کو یہ پتا نہیں چلا کہ حافظ صاحب کون سی چیز کھانے میں پسند کرتے تھے۔ مزیداری کی بات یہ ہے کہ حافظ صاحب کے گھر والوں کو بھی نہیں پتا حافظ صاحب کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے۔ یعنی حافظ صاحب کی پسندیدہ ڈش کون سی ہے، اس کا کسی کو نہیں پتا چلا۔ دوست احباب حافظ صاحب کی ضیافت کرتے اور پوچھتے حافظ صاحب کیا چیز ہم پکائیں لیکن حافظ صاحب نے کبھی کسی کو نہیں بتایا تھا کہ فلاں کھانا اور اس قسم کا کھانا پکانا۔

میں نے خود کئی مرتبہ حافظ صاحب سے پوچھا اور بڑی بے تکلفی سے پوچھا حافظ صاحب آپ کیا پسند فرمائیں گے لیکن حافظ صاحب نے کبھی بھی نہیں بتایا تھا۔ بس یہی کہا تھا جو پکائیں گے کھالوں گا۔
ایک دفعہ حیدری روڈ میں الجنت ٹیلرز والوں نے حافظ صاحب کی دعوت کی اور حافظ صاحب کو لانے کے لے میری ڈیوٹی لگائی، میں نے حافظ صاحب سے دعوت کے ساتھ جامع مسجد رحمانیہ میں درس کا ٹائم لے لیا۔ جس دن دعوت تھی اس دن مجھے الجنت ٹیلرز والے نے پوچھا ہم کیا پکائیں حافظ صاحب کیا پسند کرتے ہیں میں نے کہا حافظ صاحب کی پسند کا تو مجھے علم نہیں اور نہ ہی انھوں نے بتایا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ کریلے اور گوشت پکالیں کیونکہ حافظ صاحب کو شوگر ہے تو شاید کریلے شوق سے کھائیں۔ انھوں نے پھر کریلے گوشت ہی پکائے لیکن حافظ صاحب نے اپنی روٹین اور معمول کے مطابق ہی کھائے اور

گھر والوں کو ڈھیروں دعائیں دیں۔

حافظ صاحب کی اس خوبی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہم دوسرے لوگوں کی سیرت وسوانح میں یہ پڑھتے ہیں کہ یہ حضرت گوشت کے بڑے شوقین تھے یا یہ حضرت گوشت کے تو اتنے شوقین نہیں تھے البتہ گوشت کا شوربہ یا گوشت کی یخنی بڑے شوق سے نوش فرماتے تھے اور مشروبات میں فلاں شربت یا کوک کی بوتل پسند فرماتے۔

دوسرے لوگوں کی سیرت میں ان کے خوردونوش کے پسندیدہ طعام وشراب کا پڑھتے یا سنتے ہیں تو پھر حافظ نورپوری صاحب کی زندگی یاد آتی ہے جو واقعتاً حقیقتاً سادگی کا ایک نمونہ تھی، تعیش اور عیش پرستی سے پاک وصاف تھی۔ مرغوب اور پسندیدہ کھانوں کی طرف طبیعت بالکل مائل نہیں تھی جو ملا میسر ہوا صابر شاکر بن کر کھالیا۔

ہوٹل کا کھانا:

حافظ صاحب نے کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا تھا اور نہ آپ سے کبھی یہ سنا گیا ہے کہ فلاں ہوٹل کی روٹی مزیدار ہے، فلاں جگہ کا کھانا لذیذ ہے، یعنی میں بتانا یہ چاہتا ہوں حافظ صاحب نے زبان کے چسکہ کے لیے کبھی کھایا ہی نہیں تھا۔ باہر ہوٹل سے کھانے کی آپ کی عادت نہیں تھی۔ ایک دفعہ حافظ صاحب نے مجھے بتایا: ایک آدمی مجھے کہنے لگا میں نے آپ کو کھانا کھلانا ہے، وہ مجھے موٹر سائیکل پر بٹھا کر لے گیا اور کافی دور جا کر ایک ہوٹل پر ٹھہرا وہاں سے اس نے روٹی کھلائی، وہ روٹی ککھ (کچھ) مزیدار نہیں تھی، روٹی کھانے کے بعد وہ بھی کہنے لگا حافظ صاحب آپ کے گھر کی روٹی اس سے اچھی ہوتی ہے۔ بہر حال بتانا یہ چاہتا ہوں حافظ صاحب باہر ہوٹل کی روٹی نہیں کھاتے تھے۔ چسکے سے آپ کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ جب کہ عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہر وقت باتیں ہی چسکے کی ہوتی رہتی ہیں، فلاں ہوٹل کا کھانا مزیدار ہے تو فلاں ہوٹل کا کھانا ذائقے والا نہیں۔ آج لاہو صرف کھانا کھانے جانا ہے کل گوجرانوالہ سے کھانا ہے ان لوگوں نے اپنا وقت انہیں کاموں کے لیے وقف کیا ہوا ہے، ان لوگوں کو تو ابھی تک یہ شعور ہی نہیں کہ ذائقے کا تعلق صرف حلق تک ہے حلق سے نیچے ذائقے کا تعلق نہیں، معدے میں پہنچ کر سب کھانے ایک رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ جہاں یہ لوگ روپیہ پیسہ ضائع کرتے ہیں وہاں یہ لوگ اس سنت سے بھی انحراف کرتے ہیں کہ کھانے میں عیب نہیں لگانا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا تھا۔ تو یہ لوگ جہاں بیٹھتے ہیں کسی نہ کسی ہوٹل کے کھانے کے عیوب نکالتے رہتے ہیں، اگر کسی ہوٹل کے کھانے کی تعریف کریں گے تو ایک دو دفعہ اس ہوٹل کا کھانا کھانے کے بعد اس میں بھی بدمزگی پیدا کریں گے۔

کھانے کی تعریف:

میں نے حافظ صاحب کو کبھی کسی کھانے میں عیب نکالتے نہیں دیکھا، بلکہ آپ کھانے کی تعریف کیا کرتے تھے، ایک دفعہ میں نے حافظ صاحب کی دعوت کی، کھانے کے بعد چائے پیش کی، والدہ صاحبہ نے چائے میں چھوٹی الائچی ڈالی تھی۔ حافظ صاحب نے جب چائے پی الائچی کی خوشبو محسوس کی تو حافظ صاحب نے فوراً تمام مہمانوں کے سامنے چائے کی تعریف کی اور فرمانے لگے چائے میں الائچی پڑی ہوئی ہے، یہ الائچی والی چائے ہے، الائچی کی خوشبو آرہی ہے۔ حافظ صاحب کے اس انداز سے میں اور میرے والد صاحب بڑے خوش ہوئے، ہمیں بڑی فرحت محسوس ہوئی۔ حافظ صاحب لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے، لوگ نقد دل دے کر ہی جاتے تھے۔

کفایت شعاری

ایک ہی برتن استعمال

مولانا محمود القاسم صاحب نے بیان کیا کہ حافظ صاحب کا سیالکوٹ جامعہ محمدیہ ملکے کلاں میں پروگرام تھا۔ پروگرام کے بعد جامعہ کے سرپرست ندیم صاحب کے گھر کھانے کی دعوت تھی۔ حافظ صاحب نے ایک پلیٹ میں سالن ڈالا اور روٹی کھائی پھر اسی برتن میں چاول ڈالے چاول کھانے کے بعد اسی برتن میں میٹھی چیز ڈال لی۔ ندیم صاحب حافظ صاحب کو بار بار کہتے حافظ صاحب نیا برتن لے لیں یہ برتن لے لیں، لیکن حافظ صاحب اسی ایک برتن ہی میں یکے بعد دیگرے مختلف چیزیں ڈال کر تناول فرماتے رہے۔ بالآخر ندیم صاحب نے سوال ہی کر دیا حافظ صاحب! نیا برتن لینے میں کوئی حرج ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا اس کا جواب آپ کی گھر والی دے گی۔ اس سے پوچھ لینا زیادہ برتن استعمال ہوں حرج ہوتا ہے یا نہیں۔ یعنی جب زیادہ برتن دھونے پڑیں تو پھر حرج تو ہوتا ہی ہے۔

عمران مغل صاحب سرفراز کالونی کے رہائشی ہیں کہتے ہیں: میں کئی پروگرام میں حافظ صاحب کے ساتھ گیا ہوں (ان کا کیری ڈبہ ہے یہ حافظ صاحب کو ساتھ لے جاتے تھے) کہتے ہیں: حافظ صاحب کھانا کھاتے تو ایک ہی برتن استعمال کرتے، سالن بھی اسی میں ڈالتے چاول بھی اسی میں کھاتے، کوئی میٹھی چیز ہوتی تو بھی اسی میں کھاتے، اور برتن آخر میں اس طرح صاف کرتے کہ جیسے استعمال ہی نہیں ہوا بالکل صاف ہوتا۔

اخلاص:

اسلامی اخلاق و آداب، کے مصنف جناب مفتی عبدالرحمٰن صاحب نے تحریر کیا ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نفس کے تقاضوں پر آخرت کے فائدوں کو ترجیح دے۔ دنیا کی شہرت پر خوش ہونے کے بجائے آخرت کی رسوائی سے ڈرے، اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں

سے منافقت پیدا نہ کرے، اپنے اعمال حسنہ کو نمائش کی بجائے ترغیب کا ذریعہ بنائے، اپنی عبادتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے، فوائد دنیوی کا ذریعہ نہ بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ مخلوق کی خوشنودی پر اللہ کی رضا کو ترجیح دے اور اپنی تعریف وتوصیف کا خواہاں ہونے کی بجائے اپنی ذلت ورسوائی سے ڈرے۔ اظہار علمیت کے لیے تصنع و بناوٹ سے کام نہ لے۔

عدل وانصاف:

حافظ صاحب پہلے مختلف مدارس میں امتحان لینے جایا کرتے تھے، جامعہ اسلامیہ مکرم مسجد ماڈل ٹاؤن میں جب حافظ محمد الیاس اثری صاحب کی زیر سرپرستی جامعہ کا انتظام چلتا تھا اس وقت حافظ صاحب امتحان لینے آتے تھے۔ اور بھی مدارس میں امتحان لینے جاتے تھے، پھر حافظ صاحب نے امتحان لینا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے پوچھا حافظ صاحب اب آپ امتحان لینے کیوں نہیں جاتے؟ تو حافظ صاحب فرمانے لگے پہلے جاتا تھا لیکن میں نے محسوس کیا اس طرح امتحان لینے میں مجھ سے انصاف نہیں ہوتا کسی کو نمبر کم اور کسی کو زیادہ لگ جاتے ہیں، انصاف نہیں ہوتا اور پھر طالب علم بھی کئی پریشان ہوتے ہیں کہ نمبر صحیح نہیں لگتے، تو میں نے سوچا میں امتحان لینے جاتا ہی نہیں۔

بیٹے کے بارے عدل

مولانا جاوید سیالکوٹی صاحب نے مجھے بتایا: حافظ صاحب کا بیٹا عبدالرحمان ثانی جب جامعہ محمدیہ میں پڑھتا تھا اس وقت یہ سالانہ امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتا تھا، میں نے حافظ صاحب سے کہا: عبدالرحمان جتنے نمبر حاصل کرتا ہے اتنا فائق ہے نہیں، ممتحن شائد آپ کا بیٹا سمجھ کر اسے زیادہ نمبر دے دیتے ہیں (یہاں یہ بات یاد رکھنا مولانا جاوید صاحب اس وقت جامعہ محمدیہ میں استاذ تھے، اور عبد الرحمان ثانی صاحب ان کے شاگرد تھے)جاوید صاحب نے مجھے بتایا حافظ صاحب نے میری بات سن کر عبدالرحمان ثانی کو آئندہ سال پچھلی کلاس میں ہی بٹھا دیا۔

یہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا انصاف پسند مزاج تھا، اور اپنے بیٹے سے صحیح سچی محبت تھی۔ جبکہ ہم نے ایسے استاذ اور اداروں کے مہتمم دیکھے ہیں جو اپنے نالائق بیٹوں کو اچھے نمبروں سے پاس کروا کر اگلی کلاسوں میں بٹھا دیتے ہیں اور فارغ التحصیل کی سند دے کر انھیں اپنے مدرسہ میں اچھی تنخواہ پر حکمران استاذ مقرر کر لیتے ہیں

یوں ان لوگوں کی دنیا اپنے گمان کے مطابق بڑی اچھی بسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔

حافظ نوپوری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو صحیح تعلیم دلوائی ،اسے وقتی اور جھوٹی شہرت سے محفوظ رکھا، یہی وجہ ہے کہ آج حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کو کہیں جانا پڑے تو اپنے اسباق حافظ عبدالرحمان ثانی صاحب کو دے کر جاتے ہیں اور طلبا بھی ان کی حد درجہ عزت کرتے ہیں۔

ڈرائیور اور دوست احباب کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے:

حافظ عمران عریف حفظہ اللہ (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: شیخ رحمہ اللہ کی عادت مبارکہ تھی کہ کثرت سے روزے رکھتے، تہجد کی نماز کی پابندی کرتے تھے اور جو ڈرائیور آپ کے ساتھ ہوتا شیخ اس کو اتنی دعوت وتبلیغ کرتے کہ وہ بھی شیخ مرحوم کی طرح ہی روزے رکھنے شروع کر دیتا اور تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دیتا اگر کوئی ڈرائیور باریش نہ ہوتا تو حضرت کی صحبت میں رہ کر وہ بھی داڑھی رکھ لیتا آپ اپنے ڈرائیور کو بھی اکثر اپنے ساتھ اپنے گھر میں کھانا کھلاتے تھے۔ رمضان المبارک میں اپنے ساتھ گھر میں سحری کرواتے تھے۔[(مجلہ المکرم"اشاعت خاص" نمبر۱۳صفحہ ۱۵۹)]

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب یہ حافظ صاحب کے ساتھ اڑھائی سال رہے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: حافظ صاحب کے ساتھ رہنے سے مجھے ایمان کی حقیقت کا پتہ چلا ہے، میرے ایمان میں مزید اضافہ ہوا، آپ کا عمل دیکھ کر اعمال صالحہ کی طرف میرا شوق بڑھا ہے، حافظ صاحب کو دیکھ کر میں نے تہجد شروع کی ہے۔

تسی کی سمجھیا اے میں اتھے بیٹھ کے دین فروخت کرناواں؟

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: نے بتایا ایک دفعہ مسجد میں کسی شہر سے دو آدمی آئے انھوں نے ہاتھ میں ایک لسٹ پکڑی ہوئی تھی اور وہ حافظ صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور لسٹ سے دیکھ کر آپ سے سوالات کرتے۔ آپ نے ان کے تمام سوالات کے جواب دیے، کافی وقت لگا۔ پھر وہ دونوں چلے گئے، تھوڑی دور جانے کے بعد ان میں سے ایک آدمی واپس آیا اس وقت حافظ صاحب بھی مسجد سے باہر آ چکے تھے۔ اس آدمی نے حافظ صاحب کو سلام کہا، اس مصافحہ کیا تو حافظ صاحب کے ہاتھ کو پیسے لگے، پیسے محسوس ہونے کی دیر تھی حافظ صاحب نے اس کو غصے کے انداز

سے کہا: میں تمہارے پاس اس لیے تو نہیں بیٹھا رہا...... تسی تے فیر ٹائم ضائع کیتا اے...... تسی کی سمجھیا اے میں ایتھے بیٹھ کے دین فروخت کرنا واں؟

خالد صاحب نے بتایا حافظ صاحب کا انداز بہت غصے والا تھا اس شخص کو دوبارہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ اپنی شرمندگی کو چھپاتا ہوا واپس چلا گیا۔

یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بریلوی حضرات جو اہلحدیثوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ اہلحدیثوں میں ولی کوئی نہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں تم نے ولی دیکھا کوئی نہیں۔ پوری بریلویت میں سے ایسا آدمی دکھاؤ جو لوگوں سے نہ مانگے اور نہ لے، کوئی دے بھی تو رد کر دے۔ اور جاؤ میں دعویٰ سے کہتا ہوں ولایت ملتی ہی توحید کی وجہ سے ہے۔

حافظ نورپوری صاحب ایسے موحد تھے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیاں کیا تھا: تیرے علاوہ کسی سے کچھ نہیں مانگنا۔ دنیا گواہ ہے حافظ نورپوری صاحب نے کسی سے کچھ نہیں مانگا۔

اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو...؟

مناظر اسلام قاضی عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں کہ جامعہ محمدیہ میں میرا اور خالد سیف گکھڑوی صاحب کا تربیتی مناظرہ تھا، میں حنفی مذہب کی تائید میں تھا، میں نے حافظ صاحب سے عرض کی کہ آپ میرے صدر بن جائیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا: میں ناجائز اور غلط بات کی تائید نہیں کر سکتا، میں نے تھوڑا اصرار کیا تو ذرا غصے سے فرمانے لگے کہ اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو...؟

اخلاص اور رسول اللہ ﷺ سے محبت:

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ کو نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت تھی، راقم ایک مرتبہ آپ کے گھر حاضر ہوا آپ اپنی مسند پر تشریف فرما تھے ہاتھوں میں غالباً حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب زاد المعاد یا اعلام الموقعین تھی آپ زار و قطار رو رہے تھے میں نے صبر کرنے کا کہا تسلی دی چپ ہوئے تو رونے کا سبب پوچھا فرمایا کچھ نہیں۔ میرے بار بار اصرار کرنے پر فرمایا وعدہ کرو کسی سے ذکر نہیں کرو گے میں نے عرض کیا جی ٹھیک ہے۔ تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وفات یاد آئی جس کے غم سے آنسو بہہ نکلے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے یاد آنے پر آنسو بہنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ جو محبوب کی وفات پر رو پڑا ہے۔ خلوت میں رونا اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ اور اخلاص جب اہل دنیا پر ظاہر ہو جائے تو پھر اس میں ریا کاری کا خدشہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اللہ کا بندہ ایسا تھا جو اس خدشہ کے پیش نظر عہد و پیماں لے رہا ہے کہ کسی کو نہیں بتانا۔

حافظ صاحب کا رونا

حافظ صاحب اخلاص اور خشیت الٰہی سے شرسار تھے حافظ صاحب کو کبھی عوام کے سامنے خطبہ اور درس کے دوران روتے نہیں دیکھا گیا آپ بہت زیادہ ریا کاری سے بچتے تھے۔ تصنع بناوٹ نام کی کوئی چیز آپ میں نہیں تھی۔

حافظ صاحب کو ۲۱ شعبان ۱۴۲۵ھ میں دل کا مرض لاحق ہوا آپ کو ڈیڑھ مہینہ افاقہ نہ ہوا، اس سال رمضان کے روزے بھی آپ نے نہ رکھے جب صحت بحال ہوئی تو آپ نے جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، خطبہ کے آخر میں آپ نے سب احباب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میرے لیے بہت دعائیں کی ہیں آپ کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ نے مجھے شفا عطا فرمائی ہے۔ ان کلمات پر حافظ صاحب کی ہچکی بندھ گئی اور رو پڑے اس کے علاوہ میں نہیں جانتا کہ حافظ صاحب عوام کے سامنے روئے ہوں۔ اور حافظ صاحب کا یہ رونا حصول رحمت الٰہی کا نتیجہ اور اثر تھا اتنی خطرناک اور لمبی بیماری کے بعد شفایاب ہونے پر شکرانے کے آنسو تھے۔ یہ ریاکاری اور دکھلاوے کے آنسو نہیں تھے۔

جب مذکورہ واقعہ مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے پڑھا تو فرمانے لگے حافظ صاحب کے رونے کا ایک واقعہ میں نے بھی دیکھا ہے۔

بٹ صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی بیٹی کا نکاح تھا، حافظ صاحب نے جامع مسجد قدس میں خود نکاح پڑھایا، دوران نکاح حافظ صاحب کی آواز لڑکھڑا گئی، آپ کپکپی آواز سے بولنے لگے، پھر آہستہ آہستہ آپ کو رونا آ گیا۔ حافظ صاحب کی اس حالت کو دیکھ کر کئی سامعین کے آنسو نکل آئے۔ اس مجلس میں مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے مجھے بتایا حافظ صاحب کو میں نے اس مجلس میں روتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ آنسو بیٹی کی جدائی کے تھے۔ بیٹیوں والوں سے پوچھو، بیٹیوں کو رخصت کرتے وقت آنسوں کیوں نکلتے ہیں؟

باب نمبر ٢٤

تقویٰ وطہارت

دین کی جڑ پرہیز گاری ہے، طمع، دین کے فساد کی جڑ ہے اور ورع (پرہیز گاری) دین کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ کئی لوگ نیکی تو کر لیتے ہے لیکن برائی سے نہیں بچتے۔ حافظ صاحب نیکیوں میں بھی آگے تھے اور بری چیزوں سے نفرت کرنے میں بھی سب سے آگے تھے۔

حضرت حافظ صاحب عصر حاضر کے ان نابغہ عصر شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغ دین، تدریس حدیث اور حفاظت حدیث کے مقدس مشن میں بسر کی آپ شہرت سے حد درجہ نفیر تھے اس کے باوجود آپ علمی حلقوں میں علم وعمل' تقویٰ کی وجہ سے مشہور ومعروف ہو چکے تھے۔

حافظ صاحب شاھد محمود صاحب فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی سیرت وکردار میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ شہرت سے اجتناب اور پر شکوہ القابات سے سخت نفرت جیسے اوصاف حمیدہ بھی پائے جاتے تھے، کیونکہ جو دل تقویٰ اور اخلاص سے معمور ہو، وہاں شہرت اور ریاکاری جیسے مذموم جراثیم نمو پا ہی نہیں سکتے، جیسا کہ امام بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«مَا اتَّقَى اللّٰهَ مَنْ أَحَبَّ الشُّهْرَةَ» [سير أعلام النبلاء: ١٩/ ٤٦٩]

''جو شہرت کی محبت رکھتا ہے، وہ اللہ کے خوف سے عاری ہے۔''

اور امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«مَا صَدَقَ عَبْدٌ قَطُّ فَأَحَبَّ الشُّهْرَةَ» [سير أعلام النبلاء: ١١/ ١٨]

''جو شخص اپنے علم وعمل میں مخلص اور سچا ہو، وہ ممکن نہیں کہ شہرت سے محبت رکھتا ہو۔''

اسی طرح عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«إِيَّاكَ وَالشُّهْرَةَ، فَمَا أَتَيْتُ أَحَدًا إِلَّا وَقَدْ نَهٰى عَنِ الشُّهْرَةِ».

[سير أعلام النبلاء: ١٣/ ٢٩٩]

''شہرت سے بچو، کیونکہ میں جس کے پاس بھی گیا اس نے شہرت سے منع کیا۔''

ائمہ سلف رحمہم اللہ کے ان ارشادات و نصائح کی عملی تعبیر حضرت حافظ صاحب میں ہر کوئی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ آپ کے طرزِ حیات اور رہن سہن سے گمان ہوتا تھا کہ قرونِ اولیٰ کے قافلے سے بچھڑا کوئی راہی ہے، جو اپنا سفر ایک نامانوس ماحول میں طے کر رہا ہے۔ آپ کے بعد ایسی روشن مثال دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔

اب ڈھونڈ اسے چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی ہر ادا سنت نبویہ کی عملی تصویر تھی۔ آپ کو دیکھنے والوں کے دل میں خوفِ خدا اور للّٰہیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ».

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔''

[(سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۹)]

اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ فِي السُّوْقِ، فَمَا رَآهُ أَحَدٌ إِلَّا ذَكَرَ اللهَ».

[(المعرفة والتاريخ: ٢/ ٦٣)]

''میں نے محمد بن سیرین کو بازار میں جاتے دیکھا تو ہر ایک انہیں دیکھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔''

[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۵۷)]

تارک سنت سے نفرت:

حافظ صاحب تارک سنت سے نفرت کرتے، زبان سے اسے برا کہنے کی بجائے عملاً اس سے نفرت کرتے جبکہ دوسرے لوگ زبان سے بڑی سخت تنقید کریں گے، بڑی جوشیلی تقریر کریں گے، لیکن عملی میدان میں وہ خود اس کوتاہی کا شکار ہوں گے، سنت کی مخالفت کریں گے، لیکن حافظ صاحب عملی طور پر مخالفین سنت، تارکین سنت اور بدعتی قسم کے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے اور ایسا رویہ اختیار کرتے کہ وہ سنت اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

ایک دفعہ حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے منبر پر بیٹھے

اذان دینے کے لیے ایک صاحب آئے جن کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی۔ انھوں نے ابھی سپیکر سیٹ ہی کیا تھا کہ حافظ نے ہاتھ کے ساتھ انہیں پیچھے ہونے کو کہا کہ آپ پیچھے ہو جائیں اور حنیف بٹ صاحب کو اشارہ کیا آپ اذان کہیں ان کی مکمل داڑھی تھی وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور حنیف بٹ صاحب نے اذان کہی۔ جس شخص کو حافظ صاحب نے اذان نہیں کہنے دی تھی اس کے دل پر بڑی گہری چوٹ لگی۔ اس چوٹ نے اس میں انقلاب برپا کر دیا، اب ان کی مکمل داڑھی ہے۔ جامعہ محمدیہ کے قریب ہی ان کی رہائش ہے۔

ماسٹر خالد صاحب نے بتایا: حافظ نعیم فیصل آبادی جامعہ محمدیہ میں پڑھتے تھے طالب علمی کے دور میں انھوں نے ایک دفعہ داڑھی کٹائی، پھر حافظ صاحب کے سامنے آکر سبق پڑھنے لگے۔ حافظ صاحب نے دیکھا کہ اس طالب علم نے داڑھی کٹائی ہے تو اسے کلاس سے اٹھنے کا حکم دے دیا، حافظ صاحب نے اسے کہا آپ یہاں سے چلے جاؤ۔ حافظ نعیم صاحب کہتے ہیں کہ میں بڑا شرمندہ ہوا اور بڑا پریشان ہوا، میں نے حافظ صاحب سے معافی مانگی اور کہا آئندہ کبھی نہیں کٹاؤں گا، حافظ صاحب پہلے تو نہ مانیں پھر جب میں نے زیادہ اصرار کیا کہ مجھے معاف کر دیں آئندہ نہیں کٹاؤں گا تو حافظ صاحب کہنے لگے یہ تحریر لکھ کر دو کہ آئندہ نہیں کٹاؤں گا، میں نے ایک سفید کاغذ پر لکھ دیا کہ آئندہ کبھی داڑھی نہیں کٹاؤں گا اس تحریر پر میں نے دستخط کیے اور میرے اس دستخط پر حافظ صاحب نے بھی دستخط کیے پھر حافظ صاحب نے یہ تحریر کلاس کے امیر مانیٹر کو دے دی، تب میں کلاس میں بیٹھا۔ یہ واقعہ مجھے ماسٹر خالد صاحب نے بتایا اور کہنے لگے حافظ نعیم اب مجھے ملا تھا تو کہہ رہا تھا میں نے داڑھی بھی پوری رکھی ہے اور روزانہ فجر کی نماز میں قرآن شروع سے تسلسل کے ساتھ ایک ترتیب سے سناتا ہوں یہ حافظ صاحب کی نصیحت تھی اس پر میں کاربند ہوں۔ انشاء اللہ حافظ نعیم صاحب کی نیکیوں کا اتنا ہی اجر حافظ صاحب کو بھی ملے گا۔

بدعتی کے پیچھے نماز جنازہ

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے حافظ کی وفات کے بعد ان کے گھر بیٹھے بات سنائی جہاں مولانا عبداللہ ناصر رحمانی، ثانی صاحب اور ساجد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ کہ ایک آدمی نیا نیا اہلحدیث ہوا، اس کا باپ فوت ہو گیا اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے حافظ صاحب بھی جنازہ گاہ پہنچے۔ میت اور اس کے عزیز واقارب بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے نماز جنازہ کے لیے جس

مولوی صاحب کو آگے کیا وہ کوئی زیادہ ہی بدعقیدہ اور بدعمل تھا۔ حافظ صاحب نے جب اسے دیکھا تو نماز جنازہ پڑھے بغیر ہی واپس آ گئے۔ میت کا بیٹا جو نیا نیا اہلحدیث ہوا تھا بعد میں حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ نے میرے باپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ حافظ صاحب نے اسے کہا: بتاؤ اگر تمہارے باپ کا جنازہ ابوجہل پڑھائے گا تو تم پڑھو گے؟ کہنے لگا نہیں۔ اسے سمجھ آ گئی کہ واقعتاً نمازہ جنازہ پڑھانے والے کا عقیدے ٹھیک نہیں تھا۔ جب جاوید صاحب نے یہ واقعہ سنایا تو میں نے ان سے پوچھا کہ حافظ صاحب کو اس مولوی کا پتا تھا؟ تو جاوید صاحب کہنے لگے وہ ادھر محلے کا ہی تھا اور زبان کا بڑا تیز تھا، بدزبان آدمی تھا اور بدعتی تھا۔

القابات سے اجتناب

حافظ صاحب اپنے لیے کسی قسم کا کوئی لقب پسند نہیں کرتے تھے جو شخص حافظ صاحب سے درس یا خطبہ جمعہ کا وقت لینے آتا تھا حافظ صاحب اسے وقت دینے کے ساتھ یہ تلقین ضرور کرتے کہ میرے نام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی لقب یا کوئی منصب نہیں لکھنا۔ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں کچھ للّٰہیت واخلاص ہوتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نام کے ساتھ کچھ نہیں لکھنا، لیکن جب لوگ لکھ دیتے ہیں پھر یہ انہیں کچھ نہیں کہتے اور وہاں جا کر درس بھی دیتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب کا انداز اور معاملہ سب سے جداگانہ تھا۔ آپ وہاں جاتے ہی نہیں تھے جہاں آپ کا کوئی لقب لکھتا اور اگر جا کر پتا چلتا تو درس نہیں دیتے تھے میں نے اپنی زندگی میں اس اصول کا اتنا پابند آدمی اور کوئی نہیں دیکھا۔

کیونکہ پابندی ہوتی ہی نہیں جو لوگ بلاتے ہیں وہ عزت ہی بہت کرتے ہیں اور مولوی صاحب اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ میں نے آپ کے پاس تقریر نہیں کرنی آپ نے میرے نام کے ساتھ القابات لگائے ہیں۔ یہ تو میں نیک اور مخلص علما کی بات کر رہا ہوں۔ اور جو دوسرے علما ہیں انھوں نے یہ تو نہیں کہنا ہوتا کہ آپ نے لقب کیوں لکھے ہیں، انھوں نے تو یہ کہنا ہوتا ہے لکھے کیوں نہیں؟ اور کم کیوں لکھے ہیں؟ لیکن حافظ صاحب کا معاملہ بہت نرالا تھا، القاب لکھنے والے کو ڈانٹ بھی دیتے تھے اور تقریر اور درس بھی نہیں دیتے تھے۔ تقریر، درس تو نفل ہوئے حافظ صاحب ایسی جگہ پر جمعہ بھی نہیں پڑھاتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ کو پڑھ کر حافظ صاحب کی استقامت کو داد دو۔

اور علما ایسے بھی ہوتے ہیں جو القابات بھی لکھاتے جاتے ہیں اور کہتے بھی جاتے ہیں میرا تو دل

نہیں چاہتا تھا بس انھوں نے لکھ دیے ہیں، لیکن حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی کو لقب لکھنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی، اور اگر کسی نے جرأت کی ہے تو پھر وہاں درس نہیں ہوا۔

بارھویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا:

بہت چھوٹے چھوٹے عالم بڑے بڑے لقب اختیار کر لیتے ہیں، میں کئی علما کو جانتا ہوں جو مختصر پڑھے ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے ساتھ بڑے بڑے القاب لکھتے ہیں، شیخ العلام، حقانی ھند، نجم الدولہ، طویل الملک، شیخ السمٰوات والارض، اس طرح کے لقب اپنے ساتھ لکھائیں گیں اور بڑا فخر کریں گیں۔ لیکن ہمارے شیخ نے کبھی شیخ الحدیث لکھانا بھی پسند نہیں کیا تھا، اگر کسی نے لکھ بھی دیا تو وہاں کبھی ہی نہیں کی تھی، فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث اس طرح کے القاب تک پسند نہیں کیے تھے، کیونکہ حافظ صاحب اپنی خودنمائی کے قائل ہی نہیں تھے، حدیث شریف میں آتا ہے:

«من تواضع لله رفعه الله. [الحديث]

اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے درجات بلند فرما دیے تھے، انھوں نے کوئی لقب اپنے نام کے ساتھ استعمال ہی نہیں کیا، یہ اللہ کا خوف ہر وقت انہیں رہتا تھا، قرآن مجید سورۃ فاطر میں ہے:

﴿انما يخشى الله من عباده العلماء﴾.

کیونکہ علما کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے وہی صحیح ڈرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور قوتوں کا صحیح اندازہ ہو، ایک صحیح عالم ہی اللہ سے ڈرتا ہے، قدیم علما نے کہا ہے: جس آدمی میں خوف خدا ہو، جلوت اور خلوت میں اللہ سے ڈرتا ہو، اور شہرت کا طالب نہ ہو، ایک دفعہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو نصیحت کی:

«إِيَّاكَ وَالشُّهْرَةَ، فَمَا أَتَيْتُ أَحَدًا إِلَّا وَقَدْ نَهَىٰ عَنِ الشُّهْرَةِ».

''شہرت سے بچنا، کیونکہ میں جس کے پاس بھی گیا اس نے شہرت سے منع کیا۔''

جب شہرت کی خواہش آدمی میں پیدا ہو جاتی تو پھر وہ کام کا آدمی نہیں رہتا، وہ متکبر ہو جاتا ہے، اور یہ عالم کی شان نہیں ہے۔

ایک شخص جن کے ساتھ مجھے ان کی مشابہت لگتی ہے وہ مولانا عبداللہ غزنوی علیہ الرحمۃ ہے،

مولانا عبداللہ غزنوی عبادت وریاضت میں امام تھے، آپ مولانا داؤد غزنوی کے دادا تھے، امام عبدالجبار غزنوی کے بھائی تھے، آپ توحید کے جرم میں باہر نکلے تھے، آپ کو توحید کے جرم میں جلا وطن کر دیا گیا تھا، بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ ایک شخص ان سے ملنے کے لیے آیا اس نے باہر کھڑے ہو کر آواز دینی شروع کر دی: حضرت العلام، شیخ الحدیث، وہ بڑے زور زور سے آوازیں دے رہا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آرہا تھا ایک پڑوسی باہر نکلا اس نے کہا کس سے ملنا ہے تو اس نے بتایا حضرت العلامہ مولانا عبداللہ غزنوی سے، پڑوسی نے کہا پھر کہو، آواز دو: عبداللہ، اس نے عبداللہ کہا تو فوراً دروازہ کھول کر باہر آگئے، یہ عبدالمنان ایسے ہی تھے، انہیں کسی لقب سے پکارو یہ جواب ہی نہیں دیتے تھے۔

مولانا طارق جاوید عارفی فرماتے ہیں: حافظ صاحب رحمہ اللہ میں بعض اوصاف اور خوبیاں ایسی تھیں جو دیگر علما میں کم ہی دکھائی دیتی ہیں، مثلاً وہ اپنے لیے بے محابا القابات پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ جس اشتہار میں ان کے لیے ایسے القابات لکھے جاتے، اس جلسے میں شرکت نہ فرماتے۔ وہ دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ میں متعدد بار تقریب تکمیل بخاری میں درس کے لیے تشریف لائے۔ نقابت کے فرائض اکثر میرے ذمہ ہوتے تھے۔ وہ جب بھی اسٹیج پر تشریف لاتے تو مجھے مخاطب کر کے کہتے: مولانا! میرے نام کے ساتھ القابات کا ذکر نہ کرنا۔ میں ان کی طبیعت سے بخوبی واقف تھا اس لیے بڑے دھیان سے ان کے نام کا اعلان کرتا بلکہ اس دوران خوف سا طاری رہتا کہ کہیں کوئی بے احتیاطی نہ ہو جائے اور حافظ صاحب ناراض ہو کر چل دیں۔ [(ضیائے حدیث، اپریل ۲۰۱۲)]

القابات کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھایا:

ایک دفعہ جھمبڑ ضلع قصور کے مولانا حسین صاحب نے حافظ صاحب سے خطبہ جمعہ کا وقت لیا۔ حافظ صاحب نے وعدہ کر لیا کہ میں جمعہ پڑھاؤں گا لیکن ساتھ یہ تلقین بھی کی کہ میرے نام کے ساتھ کوئی لقب نہیں لگانا نہ اشتہار پر لکھنا ہے اور نہ ہی اعلان کرتے ہوئے کوئی لقب پکارنا ہے۔ وہ کہنے لگے مجھے علم ہے میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا حافظ صاحب نے انہیں مزید پابند کرنے کے لیے کہا جنہیں پتا ہوتا ہے وہ کام زیادہ خراب کرتے ہیں۔ لیکن مولانا محمد حسین کہنے لگے میں مکمل احتیاط کروں گا، مولانا اپنے گاؤں واپس گئے اور اپنے ایک ساتھی مولانا یوسف صاحب کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ حافظ صاحب کو لے کر آجانا، چنانچہ مقررہ تاریخ کو حافظ صاحب مولانا یوسف صاحب کے ساتھ گاؤں پہنچ گئے، ابھی

حافظ صاحب مسجد سے باہر تھے مولانا محمد حسین کو پتا نہیں تھا کہ حافظ صاحب آگئے ہیں انھوں نے سپیکر (sphhkhr) آن (on) کیا اور حافظ صاحب کا اعلان کرنے لگے اور حافظ صاحب کو بہت سے القابات سے پکارنے لگے، انہیں اس بات کا شعور ہی نہیں تھا کہ حافظ صاحب میرا یہ اعلان سن رہے ہیں، حافظ صاحب نے اعلان سنتے ہی واپس جانے کا پروگرام بنالیا کیونکہ انھوں نے اپنا وعدہ توڑ دیا تھا۔ لیکن مولانا یوسف صاحب کے اصرار کرنے پر مسجد میں چلے گئے، حافظ صاحب نے مولانا حسین صاحب سے کہا آپ نے خود ہی اپنے وعدے کو توڑ دیا ہے القابات کہنے شروع کر دیے ہیں اس پر وہ بڑے شرمندہ ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔ حافظ صاحب نے ان کی معذرت قبول کر لی لیکن جمعہ پڑھانے سے انکار کر دیا انھوں نے بڑا زور لگایا کہ آپ جمعہ پڑھائیں، مولانا محمد حسین اور ان کے ایک دو ساتھی کہنے لگے اگر آپ نے اس مسجد میں جمعہ نہیں پڑھانا تو دوسری مسجد میں پڑھا دیں لیکن حافظ صاحب کہنے لگے میں نے اس مسجد میں جمعہ پڑھانے کا وعدہ کیا تھا نہ کہ دوسری مسجد میں۔ آپ اگر اجازت دیتے ہیں تو میں یہاں جمعہ پڑھ لیتا ہوں اگر نہیں دیتے تو میں چلا جاتا ہوں اور کسی مسجد میں پڑھ لوں گا، بالآخر حافظ صاحب نے اسی مسجد میں خطبہ جمعہ سنا۔ جمعہ کسی دوسرے مولوی صاحب نے پڑھایا۔ یوں مولانا محمد حسین صاحب نے اپنا کیا ہوا وعدہ خود ہی توڑا اور حافظ صاحب کو بھی اذیت دی۔ لیکن حافظ صاحب نے اپنا اصول نہیں توڑا کہ جو لقب دے گا وہاں درس اور جمعہ نہیں پڑھانا، اتنی دور جا کر بھی جمعہ نہ پڑھانا اور اصول کی پابندی کرنا حافظ صاحب کا ہی خاصہ تھا۔

حضرت الاستاذ صاحب رحمہ اللہ کی نہایت تواضع:

مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: آپ کی تواضع وفروتنی پر بے شمار واقعات ہیں جب بھی کوئی شخص آپ کی طرف خط لکھتے وقت اس میں شیخ الحدیث کا لفظ لکھ دیتا تو آپ اس کو کاٹ دیتے اور جوابی خط میں لکھنے والے کو آئندہ کے لیے تنبیہ فرماتے اور ساتھ وہ حدیث نبوی بھی لکھ دیتے: «قَطَعْتَ ظَهْرَ أَخِيكَ» تو نے اپنے بھائی کی (مدح کر کے) اس کی کمر توڑ دی ہے"

حافظ صاحب اشتہار پر بھی کوئی لقب نہ لکھنے دیتے۔ چنانچہ لاہور میں اندرون بھاٹی گیٹ میدان بھائیوں والا میں ہمارے ساتھی محترم بھائی سجاد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ایک مسجد بنوائی ہے یکم جنور بروز اتوار 2012ء، اس مسجد میں آپ رحمہ اللہ کا درس تھا اور تقریباً یہ لاہور میں ان کا آخری درس تھا، جب

انھوں نے آپؒ سے درس کا وعدہ لیا تو آپؒ نے اس شرط پر وعدہ دے دیا کہ اشتہار پر کوئی لقب نہیں لکھنا تو انھوں نے اجازت چاہی کہ چلو ہم کم از کم لفظِ (حافظ) تو لکھ دیں تو آپؒ نے اس کی بھی اجازت نہ دی، تو عبدالمنان نور پوری کے نام سے ہی اشتہار چھاپا گیا تھا۔ جو کہ ابھی تک لاہور کی بعض دیواروں پر چسپاں ہے۔

شیخ محترم القاب بالکل پسند نہیں کرتے تھے اگر کوئی شخص ان کو شیخ الحدیث وغیرہ جیسے القابات سے پکارتا یا لکھتا تو آپ اس پروگرام میں قطعاً شریک نہیں ہوتے تھے۔

سیرت امام بخاری پر درس نہیں دیا:

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: ایسا متعدد بار ہوا کہ شیخ کسی مقام پر خطبہ جمعہ کے لیے یا درس کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور وہاں جا کر اشتہار پر نظر پڑ گئی ہے جس میں ان کو مختلف القابات سے نوازا گیا ہوتا تو آپ وہاں نماز پڑھتے مگر درس ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ جس سال میں فارغ ہوا میرے فارغ ہونے سے پہلے شیخ گوندلوی رحمہ اللہ وفات پا چکے تھے۔ میں نے حضرت نور پوری صاحب کے پاس بخاری پڑھی ہے۔ گوندلوی صاحب رحمہ اللہ کے بعد جامعہ میں درس بخاری میرے والد محترم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ رحمہ اللہ دیا کرتے تھے، جس سال میں فارغ ہوا اس سال درس بخاری تو والد محترم نے دیا لیکن سیرت امام بخاری یا فقاہت امام بخاری حضرت نور پوری رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھی۔ اشتہار پر ان کے نام کے ساتھ فاضل جلیل لکھ دیا گیا۔ ہم طلبہ حضرت کو دعوت دینے کے لیے ان کے پاس گئے۔ اشتہار دیکھ کر کہنے لگے مولانا میں تو فاضل جلیل نہیں ہوں جو فاضل جلیل ہے اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں نے والد محترم سے بھی بات کی کہ شیخ اس وجہ سے تقریب بخاری میں شریک ہونے سے انکاری ہیں والد محترم اپنے شاگرد کے مزاج کو سمجھتے تھے فرمانے لگے کہ رہنے دیں وہ اس تقریب میں شریک نہیں ہوں گے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۶۰)]

قاری ابو سفیان صاحب (یہ حافظ صاحب کے پوتے لگتے تھے۔ ان کے والد کا نام شفیق ہے۔ شفیق صاحب کے والد کا نام محمد شریف ہے، محمد شریف صاحب حافظ صاحب کے سب سے بڑے بھائی ہیں۔) نے بتایا ہمارے والد صاحب جب لاہور تھے انھوں نے حافظ صاحب کا پروگرام رکھا، حافظ صاحب کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی صاحب کو بھی بلایا، قاری ابو سفیان صاحب کے والد شفیق

صاحب حافظ صاحب کے بھتیجے ہیں، حافظ صاحب جب لاہور پہنچے تو مسجد میں اشتہار دیکھا، حافظ صاحب کے نام کے ساتھ مقرر شعلہ بیان لکھا ہوا تھا، حافظ صاحب مسجد سے جلسہ گاہ کی طرف جانے کی بجائے بھتیجے کے گھر چلے گئے، وہاں شفیق صاحب نے حافظ صاحب کو کہا آؤ جلسہ گاہ اور تقریر کریں، حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور کہا آپ نے میرے نام کے ساتھ مقرر شعلہ بیان کیوں لکھا ہے، میں نے تقریر نہیں کرنی، اس پروگرام میں حافظ صاحب کے ساتھ مولانا حبیب الرحمان یزدانی صاحب کی تقریر تھی، یزدانی صاحب تقریر فرما رہے تھے، ان کے بعد حافظ صاحب نے تقریر کرنا تھی، شفیق صاحب حد سے زیادہ ہی منت سماجت کرنے لگے لیکن حافظ صاحب نہ مانے، تقریر نہیں کی، حافظ صاحب نے اتنی سختی کی ہے تو لوگوں نے آپ کے ساتھ لقب نہیں لکھے، ورنہ پتا نہیں لوگ آپ کو کیا کیا لقب عطا کرتے۔

لاہور اردو بازار کے قریب ایک محلّہ ''میدان بھائیاں'' ہے۔ وہاں مسجد میں حافظ صاحب کا پروگرام تھا اس کے اشتہار میں صرف ''عبدالمنان نور پوری'' لکھا تھا ''حافظ'' بھی نہیں لکھا تھا میں نے پروگرام کرانے والے بھائی سجاد سے کہا آپ نے ''حافظ'' تو لکھنا تھا وہ کہنے لگے حافظ صاحب نے ہمیں ''حافظ'' لکھنے سے بھی منع کیا تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء صاحب نے بھی اپنے مضمون میں اس اشتہار کا ذکر کیا ہے اور میں اس اشتہار کا عکس بھی طبع کیا ہے کہ صرف عبدالمنان نور پوری لکھا ہوا ہے۔

قاری جمیل حنفی سے حافظ صاحب کا تحریری مناظرہ ہوا، اس نے آپ کو شیخ الحدیث لکھا، حافظ صاحب نے اسے بھی شیخ الحدیث لکھنے سے روک دیا، حافظ صاحب لکھتے ہیں:

امابعد: آج بعد از نماز جمعہ آپ کا پانچواں رُقعہ موصول ہوا۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ بندہ ان دنوں اپنے گاؤں نور پور میں گیا ہوا ہے اور پورا رمضان المبارک وہیں گزارنا ہے اس لیے آپ کے اس رقعے کا جواب عید الفطر کے بعد لکھنا شروع کیا جائے گا ہاں اتنی بات ابھی عرض کیے دیتا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ ''شیخ الحدیث'' ایسے لقب نہ لکھا کریں آپ میرے دوست احباب سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں اس قسم کے لقبوں کے اپنے نام کے ساتھ پکارے جانے کو پسند نہیں کرتا۔

ابن عبدالحق بقلمہ

۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

حافظ صاحب اگر اسے پسند کرتے تو مد مقابل کو منع نہ کرتے۔

علمی و تحقیقی نہیں لکھنا:

جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں جب حافظ صاحب کے ماہانہ مقالہ کا پروگرام بنا تو شیخ محمد یوسف بان سوتر والے نے اشتہار چھپوانے کے لیے کہا: اشتہار پر لکھنا علمی و تحقیقی مقالہ، حافظ صاحب نے فوراً اس سے منع کر دیا اور فرمانے لگے بس صرف اتنا لکھنا ''حقیقت ایمان'' اس کے ساتھ کوئی لفظ نہیں لکھنا۔ یہ حافظ صاحب کی عاجزی وانکساری تھی نہ اپنے نام کے ساتھ کوئی لقب لکھنے دیتے اور نہ اپنے موضوع کے ساتھ کوئی ایسا لفظ لکھنے دیتے جو کسی تحقیق اور تدقیق کو ظاہر کرتا۔ لیکن آپ کا مقالہ اور درس بڑے بڑے تحقیقی اور علمی اشتہار باز علما سے ہزار درجہ تحقیقی اور علمی ہوتا۔ دراصل آپ نمود ونمائش سے کوسوں دور رہتے تھے۔

عاجزی وانکساری:

انسان اگر خدا کی معرفت و رضا یا مخلوق پر رحم و کرم کی خاطر اپنے اصل درجے اور رتبے سے کم پر راضی ہو جائے یا خود کو پست کر دے تو اس فضیلت کو تواضع کہیں گے۔ وضع (ذلت) اور تواضع میں بڑا فرق ہے۔ وضع ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے نفس کی لذت کی خاطر اپنی ذلت رسوائی اور نفس کی اہانت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ علامہ زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تواضع، خدا کی ذات وصفات کی معرفت، اس کی جلال و جبروت اور محبت وعلم اور نفس کے عیوب ونقائص کے علم سے پیدا ہوتی ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں انکسارِ قلب اور مخلوق کے حق میں رحم اور نیاز مندی کے ساتھ جھک جانے کا نام ہے اور جو پستی اور اہانت نفس کی لذت کی خاطر، خودداری اور عزت نفس کو مٹا کر اختیار کی جاتی ہے اس کا نام ''ذلت'' ہے۔ پہلی صفت فضیلت اور دوسری رذیلت۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: آپ نہایت متواضع تھے، چنانچہ اپنے بارے کوئی بھی مدح وتوصیف کا کلمہ پسند نہ فرماتے تھے بلکہ سختی سے منع فرماتے تھے، آپ کے آخری ایام میں مَیں نے آپکے سامنے کہا کہ میرے علم کے مطابق آپ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں ہے تو

آپؒ نے ایسا کہنے سے فوراً منع فرمادیا، میں نے کہا کہ صحیح بخاری کے اندر اتنا تو ہے کہ اپنے علم کے مطابق یعنی جو وصف کسی میں جانتا ہے اتنا کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں، تو فرمانے لگے، وہاں یہ تو نہیں ہے کہ سامنے منہ پر کہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیچھے ضرور کہا کرو، بلکہ یہ تو حافظ صاحب نے سائل کو بے جواب کیا تھا۔

تکبر سے بری:

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب نے کبھی امامت کی خواہش نہیں کی، یعنی یہ نہیں کبھی سوچا کہ میں ہی نماز پڑھاؤں اور کوئی نہ پڑھائے، یا میری موجودگی میں کوئی نہ پڑھائے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ حافظ صاحب مسجد میں داخل ہوئے تو تکبیر ہو رہی ہوتی حافظ صاحب ستون کے پیچھے آہستہ آہستہ چلنا شروع ہو جاتے تاکہ جب امام نماز شروع کر دے پھر ہی میں صف میں ملوں۔ کیونکہ امام اگر آپ کو دیکھ لیتا تو وہ مصلیٰ سے پیچھے ہو جاتا اور حافظ صاحب کو نماز کا کہتا لیکن حافظ صاحب اتنی دیر تک آگے نہیں ہوتے تھے جب تک نماز کی تکبیر نہ ہو جاتی آپ مصلیٰ پر کھڑے امام کا احترام جانتے تھے۔

ادھر سب کے سامنے لاؤ:

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: ہم حافظ صاحب کے ساتھ ایک دفعہ معسکر گئے وہاں ہم جب کھانا کھانے لگے تو انھوں نے حافظ صاحب کو کہا حافظ صاحب کھانا ذرا کم ہی کھانا ہم نے آپ کے لیے کھیر پکائی ہے، وہ بھی آپ نے کھانی ہے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے جو پکائی ہے وہ ساری ادھر سب کے سامنے لاؤ ابھی کھانے کے ساتھ سامنے رکھو ہم سب کھائیں گے اور کھانے کے ساتھ کھائیں گے۔

امارت سے انکار:

مرکز دعوۃ والارشاد بنانے کا جب پروگرام بنا تھا، تب اس جماعت کے زعما و عمائدین نے حافظ صاحب کو لاہور ایک جگہ پر بلایا، اور وہاں آپ کو جماعت کے امیر بننے کی دعوت دی، حافظ صاحب نے اس دعوت کو ایسا ٹھکرایا کہ پھر کسی میں دوبارہ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کو میں نے نور پوری صاحب کی وفات کے تیسرے روز سنا وہ کہہ رہے تھے: حافظ صاحب نے اس مجلس میں بار بار کہا تھا جس کو مرضی امیر بناؤ، میں نہیں بنتا۔

ہم نے بڑے ایسے جوگ دیکھے ہیں جو کہتے کچھ ہے اور کرتے کچھ ہے، جماعتوں کے امیر بھی بن جاتے ہیں اور زبان سے کہتے بھی رہتے ہیں: میرا تو دل نہیں چاہتا تھا بس انھوں نے دھکے سے ہی بنا دیا ہے۔ (ایسے شخص ایک ہی دھکے کی مار ہوتے ہیں۔) لیکن حافظ نور پوری صاحب کو کوئی دھکے سے بھی امیر نہیں بنا سکا۔

جماعتوں، تنظیموں میں شمولیت سے اجتناب

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب ۲۸ فروری ۲۰۱۲ء حافظ صاحب کی وفات کے تیسرے دن ظہر تا عصر حافظ صاحب کے گھر کے باہر دری پر مولانا عبدالوحید ساجد اور عبدالرحمن ثانی صاحب کے پاس بیٹھے رہے، وہاں اور بھی بہت سارے ساتھی تھے۔ ہم جامعہ التربیۃ الاسلامیہ کی طرف سے وفد کی شکل میں آئے تھے۔ وہاں ہماری موجودگی میں میاں جمیل ایم اے اور حافظ عمران عریف صاحب بھی تشریف لے آئے۔ پھر مولانا قاری طیب بھٹوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہاں کافی دیر تک حافظ صاحب کا تذکرہ خیر ہوتا رہا۔ حافظ بھٹوی صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب نیکی کے کام میں تعاون کرتے تھے لیکن کسی جماعت میں شمولیت اختیار نہیں کرتے تھے۔ کسی جماعت کی طرف سے آپ نے کوئی ذمہ داری قبول نہیں فرمائی۔ میاں جمیل صاحب کی موجودگی میں مَیں نے یہ بات سنا دی۔

آپ کی طرف سے توحید کے عنوان پر خطبات جمعہ کا جو اشتہار شائع ہوا تھا اس میں حافظ صاحب کا نام بھی تھا تو میں نے حافظ صاحب پوچھا کیا آپ نے توحید کے عنوان پر جمعہ پڑھایا تھا تو مجھے حافظ صاحب نے بتایا جو اشتہار خطبات جمعہ کا دعوت توحید والوں کی طرف سے شائع ہوا ہے انھوں نے مجھے پوچھا تھا کہ ہم آپ کا نام بھی لکھیں گے آپ نے بھی جمعہ توحید کے موضوع پڑھانا ہے۔ تو میں نے ان سے کہا تھا آپ میرا نام نہ لکھنا میرے منع کرنے کے باوجود انھوں نے میرا نام لکھ دیا ہے۔ میں نے خطبات میں جس موضوع کو شروع کیا ہوا ہے اسی پر جمعہ پڑھایا ہے اور آخر میں اس موضوع سے متعلقہ ایک بات تھی جو توحید کے متعلق تھی اسی کو مزید تفصیل سے بیان کر دیا تاکہ توحید پر بھی بات ہو جائے۔ اور اشتہار والی بات پر بھی عمل ہو جائے۔ یہ بات سن کر میں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ نام

لکھنے سے آپ نے منع کیوں کیا تھا؟ حافظ صاحب فرمانے لگے ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔ میں نے یہ واقعہ اس مجلس میں سنایا تو میاں جمیل صاحب فرمانے لگے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر جماعت والے حافظ صاحب کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اپنا اپنا کام نکالتے ہیں (کہ حافظ صاحب ہمارے ساتھ ہیں) تو وہ کسی بھی جماعت میں اپنی شمولیت سے بچتے تھے۔

جماعتوں، تنظیموں میں شمولیت سے اختلاف ہی بڑھتا ہے:

حافظ صاحب کسی بھی جماعت میں شامل ہونے کے قائل وفاعل نہیں تھے۔ اس کو امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد کے خلاف سمجھتے تھے، حافظ صاحب اپنے ایک مقالہ میں فرماتے ہیں:

اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور مسلمانوں کے خلیفہ کو لازم پکڑو۔ منتشر نہ ہوجاؤ، متحد ہوکر رہو۔ صحابی نے پوچھا: اگر حالات ایسے آجائیں کہ مسلمانوں کی جماعت اور مسلمانوں کا امام اور خلیفہ ہی نہ رہے۔ پھر میں کیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمام گروہوں سے الگ تھلگ رہو۔

کسی گروہ میں شامل نہیں ہونا۔ الگ تھلگ رہ کر کسی درخت کی جڑ پکڑے تم پر موت آجائے تو یہ ٹھیک ہے لیکن کسی فرقے اور گروہ میں شامل نہیں ہونا۔ اسلام اور کتاب وسنت کو نہیں چھوڑنا۔ اس پر عمل کرنا ہے، مسلمانوں کے گروہ اور فرقوں سے الگ تھلگ رہنا ہے۔

حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ فَقُلْتُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا

إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ»۔

”حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ ﷺ سے خیر و بھلائی کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں برائی کے بارے میں اس خوف کی وجہ سے کہ وہ مجھے پہنچ جائے سوال کرتا تھا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم جاہلیت اور شر میں تھے اللہ ہمارے پاس یہ بھلائی لائے تو کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی شر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کیا اس برائی کے بعد کوئی بھلائی بھی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی میں نے عرض کیا کیسی کدورت ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا میری سنت کے علاوہ کو سنت سمجھیں گے اور میری ہدایت کے علاوہ کو ہدایت جان لیں گے تو ان کو پہچان لے گا اور نفرت کرے گا میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد کوئی برائی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہو کر جہنم کی طرف بلایا جائے گا جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ ہمارے لئے ان کی صفت بیان فرما دیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ ایسی قوم ہوگی جو ہمارے رنگ جیسی ہوگی اور ہماری زبان میں ہی گفتگو کرے گی میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر یہ مجھے ملے تو آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو لازم کر لینا میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ہو نہ کوئی امام آپ نے فرمایا پھر ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تجھے موت کے آنے تک درخت کی جڑوں کو کاٹنا پڑے تو اسی حالت میں موت کے سپرد ہو جائے۔“

بظاہر آدمی یہ سمجھتا ہے اگر الگ تھلگ رہے تو پھر کس طرح یہ فرقے ختم ہوں گے، اس طرح تو زیادہ بنتے جائیں گے۔ یہ بھی تو سوچو، اگر وہ کسی گروہ میں شامل ہو جائے کیا پھر فرقے ختم ہو جائیں گے، پھر زیادہ نہ بنیں گے؟ بلکہ یہ تفرق اور اختلاف مضبوط ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ صلح کن غیر جانبدار بھی ایک فرقے میں شامل ہو گیا، اس کا ایک رکن بن گیا۔ اس نے بھی رکنیت کی رسید پر کر دی ہے۔

کیا یہ دوسرے کا اتفاق اور اتحاد کروا سکتا ہے؟ اگر اس سے کہا جائے پہلے آپ تو گروہ بندی کو

چھوڑیں۔ اپنی چارپائی کے نیچے تو پہلے دیکھو۔ پھر یہ کدھر جائے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے، اس سے اختلاف ختم ہو جائے گا کہ ہر ایک جب کتاب وسنت پر عمل کر رہا ہوگا اور اسلام کو مضبوطی سے اس نے پکڑا ہوگا اور مسلمانوں کے گروہوں اور فرقوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہوگا، تو اختلاف از خود ختم ہو جائے گا۔

ایک اس طرح کا ہوگا دوسرا ہوگا تیسرا ہوگا۔ آہستہ آہستہ ایک بہت بڑا گروہ بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو قوت دے دے گا تمام فرقوں کو تہہ تیغ کر کے اتفاق اور اتحاد پیدا ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اس وقت تمھاری کیا حالت ہوگی؟ جب مسیح علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمھارا امام تم سے ہوگا۔ امت اکٹھی ہو گی، مسلمانوں کے خلیفہ نے تمام کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو گا۔ کتاب وسنت کا پابند بنا دیا ہو گا۔ اب کی جو سیاست ہے وہ اختلافات پیدا کرتی ہے۔ یہ حزب اختلاف ہے اور یہ حزب اقتدار ہے اس طرح اختلافات ختم نہیں ہوتے۔ بلکہ اس طرح تو اختلافات بڑھ رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں مسلمانوں کے گروہوں سے الگ تھلگ رہو۔ جب مسلمانوں کا ایک امام نہیں۔ کتاب وسنت پر عمل کرتے رہو نتیجہ یہ نکلے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سب گروہ ختم کر دیں گے اور ایک امام اور خلیفہ مسلمانوں کو مل جائے گا جو اس زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔

جو طریقہ اللہ اور اس کے رسول نے بتایا ہے اس طریقہ سے اتفاق اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ کوئی پیش کرے جس سے اختلاف ختم ہو سکتا ہو، تو اس کا خیال خام ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اہلحدیث کی تو پہلے دن ہی سے یہ دعوت ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کرو۔ سیاسی امور ہیں وہ بھی کتاب وسنت سے حل ہوں گے۔ اعتقادی امور ہیں وہ بھی کتاب وسنت سے حل ہوں گے۔ فروعی امور بھی کتاب وسنت سے حل ہوں گے۔ گھر کا مسئلہ ہے، بازار کا مسئلہ ہے، قصبہ اور شہر کا مسئلہ ہے، پورے ملک کا مسئلہ ہے، پوری دنیا کا مسئلہ ہے۔ وہ کتاب وسنت سے ہی حل ہو گا۔ کتاب وسنت کو مقدم رکھو۔ اللہ کے فضل وکرم سے معاملہ درست ہو جائے گا۔

یہ ساٹھ کے قریب مسلمانوں کے ملک کتاب وسنت کو اپنے سینوں سے لگا لیں مضبوطی سے اس کا دامن پکڑ لیں۔ ہر ایک کتاب وسنت پر عمل کرے اور اس پر عمل کروائے تمام ممالک میں کتاب وسنت کی لہر دوڑ جائے۔ کتاب وسنت کا دور دورہ ہو جائے۔ سب کتاب وسنت پر عمل کر رہے ہوں اور کروا رہے ہوتو کیا پھر ان تمام مسلمانوں کے لیے اپنا ایک امام اور خلیفہ بنا لینا کوئی مشکل ہوگا؟

کافر بد، اقوام متحدہ بنا سکتے ہیں تو کیا یہ نہیں بنا سکتے؟ لیکن اس وقت تو کتاب وسنت سے دوری کے نتیجے میں اختلافات نظر آرہے ہیں اپنی ذات اور اپنے مفاد کو مقدم رکھ لیا ہے۔ کتاب وسنت کو مقدم رکھیں۔ حکمران بھی مقدم رکھیں، وزیر مشیر بھی مقدم رکھیں، جج اور وکیل بھی مقدم رکھیں، محکمہ تعلیم والے بھی مقدم رکھیں محکمہ پولیس والے، محکمہ فوج والے، تمام محکموں والے مقدم رکھیں۔ آج دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کی حکومت اور خلیفہ بھی ایک بن جائے گا۔

[مقالات نور پوری رحمہ اللہ ص ۱۵۵ تا ۱۵۷]

دھڑے بازی نہیں ہونے دی:

حافظ صاحب نے مسجد میں ایسی فضا پیدا ہی نہیں ہونے دی کہ کوئی یہ کہہ سکے یہ جماعۃ الدعوۃ کی مسجد ہے یا مرکزی جمعیت کی مسجد ہے۔ اگر آپ کے پاس جماعۃ الدعوۃ کا کوئی ساتھی آتا تو وہ دوسروں پر تنقید کرنا چاہتا تو حافظ صاحب اسے خاموش کرا دیتے اور ایسا چپ کراتے پھر اسے بولنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر کوئی مرکزی جمعیت کا ساتھی آتا اور وہ جماعۃ الدعوۃ پر تنقید کرنا چاہتا تو اسے ایسا خاموش کراتے پھر وہ بولنے کی جسارت ہی نہیں کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے اس مسجد میں جماعۃ الدعوۃ کے کارکنان بھی جلسہ کرتے اور مرکزی جمعیت کے علما بھی تشریف لاتے ہیں۔

حافظ صاحب ایک سفر کے امیر

حافظ صاحب کو کسی بھی جماعت کا امیر بننے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ حافظ صاحب کے متعلق آپ یہ بات یاد رکھیں جو لفظ بھی حافظ صاحب کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے وہ حقیقت ہوتا ہے اس میں غیر حقیقی بات کوئی نہیں ہوتی۔ مثلاً یہاں میں نے کہا ہے حافظ صاحب کو شوق نہیں تھا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ واقعتاً حقیقتاً بالکل شوق نہیں تھا۔

اور سفر میں حافظ صاحب کو جو امیر بنایا گیا ہے وہ بغیر شوق کے بنایا گیا ہے آپ یہ واقعہ پڑھیں اور امارت کا طریقہ سیکھیں۔

حبیب الرحمان اور طاہر دو بھائی تھے ان کا تعلق لکھوی خاندان سے ہیں، یہ جامعہ محمدیہ میں پڑھتے رہے ہیں، مولانا طاہر نے اپنے ولیمہ پر حافظ صاحب کو بھی مدعو کیا۔ ان کا گاؤں ضلع قصور...... مولانا بابر سینسرہ گورائیہ والے اور ذکی الرحمٰن لکھوی صاحب نے بھی ولیمہ میں شرکت کرنا تھی۔ مولانا بابر اس وقت جماعۃ الدعوۃ کے بڑے سرگرم رکن تھے......اور ذکی الرحمٰن صاحب کے تو یہ عزیز تھے۔

مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی اور مولانا بابر صاحب نے ولیمہ پر جانے کے لیے جماعۃ الدعوۃ کی مجاہدین والی گاڑی لی اور حافظ صاحب کے پاس آگئے تاکہ دعوت میں شریک ہوسکیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے انھوں نے کہا ہم اپنا کوئی امیر سفر مقرر کر لیتے ہیں، امیر کے لیے انھوں نے خود ہی حافظ صاحب کا نام پیش کر دیا حافظ صاحب نے انکار کیا تو انھوں نے اصرار کیا چنانچہ حافظ صاحب کو امیر بنا لیا گیا حافظ صاحب نے ان سے تاکیداً پوچھا آپ نے مجھے امیر بنایا ہے اب میں جو بات کروں گا اسے تسلیم کرو گے وہ کہنے لگے بالکل قبول کریں گے۔

حافظ صاحب نے کہا یہ جو گاڑی ہے اس پر ہم نے نہیں جانا اس کو یہیں چھوڑ دو کسی اور گاڑی پر چلتے ہیں، یہ بات سنکر وہ بڑے متعجب ہوئے، کہنے لگے اس گاڑی پر کیوں نہیں جانا؟ حافظ صاحب کہنے لگے یہ گاڑی مجاہدین کی ہے اسے صرف جہاد کے لیے ہی استعمال کیا جا سکتا ہے، اپنے ذاتی کام کے لیے نہیں۔ وہ کہنے لگے اس میں پٹرول ہم اپنی جیب سے ڈلوائیں گے۔ حافظ صاحب کہنے لگے بے شک پٹرول آپ ڈلوائیں لیکن گاڑی تو مجاہدین کی استعمال ہو گی ان کی کوئی بات حافظ صاحب کے سامنے نہ چل سکی بالآخر انہیں وہ گاڑی وہاں پر ہی چھوڑنا پڑی اور لوکل گاڑی پر کرایہ دے کر قصور جانا پڑا۔ حافظ صاحب یہ واقعہ سناتے ہوئے مسکرائے کہ دونوں بڑے پریشان ہوئے اور لوکل گاڑی کے کئی مشکلات اور مصائب برداشت کرنا پڑے۔

حقیقی قائد:

حافظ صاحب نے کسی جماعت کی رکنیت پر نہیں کی تھی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی شخصیت کی چاپلوسی یا کسی امیر کی غلط کاری کے دفاع کرنے سے محفوظ فرما لیا تھا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے: علم حاصل کرو جب تم پختہ عالم بن جاؤ گے تو پھر یہ لوگ آپ ہی سے مسئلے پوچھیں گے، یوں تم خود بخود قائد بن جاؤ گے، جب لوگ آپ سے پوچھ کر چلیں گے تو قائد پھر تم ہی ہوں گے۔

امت مسلماں کو ایسے راہنماؤں کی ضرورت ہے جو عصر حاضر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ کے دین کو نافذ کر سکیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ قیادت کی تربیت کے ادارے موجود نہیں۔ حد تو یہ کہ قیادت کا مفہوم بھی ہم نے محض سیاسی قیادت تک محدود کر رکھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں زندگی کے ہر مرحلے میں قیادت کی ضرورت ہے۔ جن لوگوں میں قیادت کی صلاحیت موجود ہے ان کا رخ صرف دارالحکومت ہی کی طرف ہوتا ہے جب کہ ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر کھلنے کے میدان دارالحکومت کے علاوہ بھی موجود ہیں۔ بس اس سلسلے میں تصور کے واضح ہونے کی ضرورت ہے۔ درجہ ذیل واقعہ میں قیادت کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ہارون الرشید اپنے محل میں تھا، حرم سرا کی کنیز بازار کی طرف دیکھ رہی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے ساری قوم امڈ چلی آ رہی ہے۔ خلیفہ نے پوچھا تو کیا دیکھ رہی ہے؟ کنیز نے جواب دیا، امیر المؤمنین اصل بادشاہی عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں آپ کی نہیں جو لشکریوں کے زور و جبر سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی ذکر و شغل، نوافل، روزوں میں گزری تھی جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر بھی اللہ نے انہیں بڑی مقبولیت بخشی تھی۔ حقیقت میں یہی مفہوم ہے اس حدیث کا کہ کسی بندے پر جب اللہ خوش ہوتا ہے تو زبان خلق سے اس کا اچھا ذکر کرایا جاتا ہے اور اس کی نیک نامی کا آوازہ خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے۔

لیڈر اور سربراہ دو ''مختلف چیزیں ہیں۔'' لیڈر لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے اس کے لیے سربراہ ہونا ضروری نہیں۔ لیکن سربراہ کا لیڈر ہونا ضروری ہے۔ عام طور پر سربراہ غیر معمولی حالات کے باعث آگے آتے ہیں جبکہ لیڈر اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے باعث اپنا لوہا منواتے ہیں۔

قائد وہ ہے جو قیادت کرتا ہے۔ حقیقی قائد وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کی سوچ کی راہنمائی کرے اور ان کے کرادر میں تبدیلیاں لائے۔ ایسا قائد اپنی بصیرت سے قیادت کرتا ہے نہ کہ اقتدار کی قوت سے۔

ادب، علم وفن اور سائنس کے میدانوں میں لیڈر وہ ہوتے ہیں جو اپنے اپنے میدان عمل میں اپنی برتری ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو لوگوں اور معاشرے کو متاثر کرتے ہیں۔

غیر شرعی مجلسوں سے اجتناب

حافظ صاحب نے نماز فجر کے بعد ایک اور واقعہ سنایا کہ باؤ عبدالرحیم صاحب وفات پا گئے، ہم ان کے جنازہ میں گئے، پھر اگلے دن ایک ساتھی مجھے کہنے لگے، ہمیں آج ان کے گھر جانا چاہیے، میں نے کہا جنازہ ہم نے ادا کر لیا ہے اب وہ کوئی رسم وغیرہ کریں گے تو ہمیں نہیں جانا چاہیے۔ لیکن وہ ساتھی کہنے لگے ہمیں آج بھی ضرور چلنا چاہیے۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے تو آواز آئی قرآن خوانی ہو رہی ہے، میرا وہ ساتھی جو مجھے ساتھ لے کر گیا تھا اندر چلا گیا اور میں باہر ہی سے فوراً واپس آ گیا۔ کسی کو بھی پتا نہ چلا کہ میں یہاں آیا ہوں وہ پیچھے مجھے تلاش کرتا رہا ہوگا۔

سنت کا مذاق اڑانے والا درزی

ایک دفعہ حافظ صاحب درزی کے پاس سوٹ سلوانے کے لیے گئے اس نے جب آپ کی شلوار کا ماپ لیا تو ہنس پڑا۔ کیونکہ حافظ صاحب شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھتے تھے حافظ صاحب کی شلوار نصف پنڈلی تک ہوتی تھی جو کہ ایک مسلمان کا لباس ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، آپ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر بڑی سخت وعید بھی سنائی ہے وہ درزی چھوٹی شلوار کی وجہ سے جب ہنسا تو حافظ صاحب کو غصہ آ گیا اور سخت لہجے میں کہا تو نے سنت کا مذاق اڑایا ہے حدیث کا مذاق اڑایا ہے رسول اللہ ﷺ کی بات کا استہزاء کیا ہے، یہ بات سن کر وہ کانپ گیا اور اپنی حرکت پر بڑا ہی نادم ہوا۔

داڑھی کترانے والے سے معذرت:

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف فرماتے ہیں: آپ علیہ الرحمۃ محسن ومشفق بھی تھے لیکن سنت کے مخالفین کے لیے سختی کا پہلو اختیار فرماتے۔ ہماری کلاس میں چند ایسے طلبہ تھے جو ڈاڑھی کتراتے تھے۔ حافظ صاحب نے انہیں کلاس سے نکال دیا اور فرمایا جب تک توبہ نہیں کرو گے، ڈاڑھی کو معاف کرنے کا عہد نہیں کرتے ہو تب تک میری کلاس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ جب طلبہ نے ڈاڑھی کو معاف کرنے کا عہد کیا تب آپ نے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۸۸)]

تصویر والے گھر سے باہر:

مولانا طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں ایک بزرگ حاجی نذیر احمدؒ (چاول مرچنٹ) بہت نیک اور علما سے محبت کرنے والے تھے۔ رمضان المبارک کے شروع میں مجھے کہنے لگے کہ میں نے حافظ عبدالمنان صاحب سے افطاری کے لئے وقت لیا ہے، آپ کو بھی دعوت ہے اور گھر سے آتے وقت حافظ صاحب کو ساتھ لیتے آنا۔ مغرب کے قریب محترم حافظ صاحب کو ساتھ لیا اور حاجی صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ حافظ صاحب نے اندر قدم رکھا تو فوراً جلدی سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے کہ حاجی صاحب! اندر آپ نے بت لٹکا رکھے ہیں (یعنی تصویریں لٹکائی ہوئی ہیں) نبی علیہ السلام تصویروں والے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ حاجی صاحب نے تمام تصویریں اتار کر پھینک دیں تب حافظ صاحب اندر تشریف لے گئے۔ ہے کوئی عالم جو کسی کی دعوت پر ان کے گھر جا کر اتنی جرأت کرے کہ یہاں تصویریں ہیں میں دعوت نہیں کھاؤں گا۔ الا ما شاء اللہ۔ [(مجلہ المکرم" اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۵)]

تصویر سے اجتناب:

حافظ صاحب رحمہ اللہ کیمرے سے تصویر اور ویڈیو بنانے کو حرام قرار دیتے تھے، چنانچہ ساری عمر اس سے شدید اجتناب کرتے رہے۔ آخری سالوں میں آپ اس فتنے کے شیوع وظہور کی وجہ سے عموماً اپنے دروس کے آغاز میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص میری تصویر اور مووی نہ بنائے، اور اگر کسی نے لاعلمی میں اس عمل کا ارتکاب کیا اور مجھے معلوم ہوگیا تو پھر مجھ سے جو ہوسکا میں اس کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ وہ یاد رکھے گا، اور آخرت میں بھی وہ شخص جواب دہ ہوگا۔ حافظ صاحب جہاں کہیں بھی درس دیتے، درس سے پہلے یہ حدیث ضرور سنایا کرتے تھے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ» .

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔"

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب ﷾ فرماتے ہیں: ایک دفعہ چوک نیائیں گوجرانوالہ میں قراۃ سورۃ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کا مقالہ رکھا گیا بہت سارے علما کرام اور عوام الناس مسجد میں موجود تھے جب پروگرام شروع ہوا تو وہاں ویڈیو بنانا شروع کر دی گئی حضرت حافظ صاحب چونکہ اس کو ناجائز سمجھتے تھے لہٰذا انھوں نے اعتراض کیا کہ اس کو بند کر دیا جائے، مگر انتظامیہ نے عذر پیش کیا کہ یہ ہماری ضرورت ہے اور ہم حضرت شیخ الحدیث کی یادگار کے طور پر رکھنا چاہتے ہیں تو حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾ اس مجلس سے اٹھ کر باہر آ گئے اور باہر مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر وہ سارا پروگرام سنا جہاں کیمرہ وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اسی طرح حافظ صاحب ایسی کسی بھی تقریب میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ جہاں کوئی خلاف شرع کام ہوتا ہوحتی کہ اگر آپ وہاں پہنچ جاتے اور آپ کو کسی غیر شرعی کام کی بھنک پڑ جاتی تو واپس آ جاتے اور وہاں نہ ٹھہرتے۔ [(ترجمان الحدیث خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۷)]

مرید کے ننگل ساہدہ میں رجب ۱۴۳۳ھ کو تقریب صحیح بخاری کے موقع پر حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس دے رہے تھے کہ ایک آدمی نے موبائل اونچا کیا شاید وہ تصویر بنانا چاہتا تھا، تو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے فوراً اسے روکا اور کہا اللہ تعالیٰ حافظ عبدالمنان کو جنت عطا فرمائے وہ جب بھی درس دیتے تھے تو شروع ہی میں کہا کرتے تھے جو شخص تصویر بنائے گا قیامت والے دن ہمارا ہاتھ ہوگا اور اس کا گریبان ہوگا۔

مولانا عبداللہ سلیم ﷾ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں درس قرآن کے لیے شیخوپورہ گئے، جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ویڈیو بنانے والا بندہ اپنے آلات کے ساتھ تیار کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے درس دینے سے انکار کر دیا اور واپسی کا تہیہ کر لیا۔ منتظمین نے آپ کی منت سماجت کی اور ویڈیو نہ بنانے کا وعدہ بھی کیا، لیکن آپ اس جگہ درس دینے کے لیے راضی نہ ہوئے۔ بالآخر شرکائے مجلس کے شدید اصرار پر اس شرط کے ساتھ درس دینے کے لیے تیار ہوئے کہ سب لوگ اس عمل کو گناہ سمجھیں، اس سے توبہ کریں اور آئندہ کبھی اس کا ارتکاب نہ کرنے کا وعدہ کریں، اور جو دروس اب تک یہاں ماہِ رمضان میں ویڈیو پر ریکارڈ کیے گئے ہیں، ان سب کو ضائع کریں اور سی ڈیز توڑ ڈالیں۔ جب منتظمین جلسہ نے ایسا کرنے کا پختہ وعدہ کیا تو پھر آپ نے درس دیا۔ [(مجلہ

المکرّم" اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۸۳)]

حافظ شاھد صاحب فرماتے ہیں: اسی طرح جب حافظ صاحب رحمہ اللہ سعودی حکومت کی دعوت پر علما کے وفد کے ساتھ حج کرنے گئے تو وہاں وفد کے ساتھ ایک مووی میکر تھا، جو ہر جگہ آتے جاتے پورے گروپ کی ویڈیو بناتا تھا، لیکن جب وہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی طرف آتا تو آپ اسے کیمرہ پیچھے کرنے کا کہہ دیتے اور اسے اپنی مووی نہیں بنانے دیتے تھے۔ [(مجلّہ المکرّم" اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۸۴)]

تصویر والی مجلس سے نکل بھاگنا

محترم جناب محمد زمان صاحب عمران سویٹ والے کی شادی تھی۔ نکاح کا پروگرام انھوں نے ایک دن پہلے بنایا تھا۔ نکاح کے لیے انھوں نے حافظ نور پوری صاحب کو بلایا۔ محمد زمان صاحب کہتے ہیں جب حافظ صاحب سے نکاح کا ٹائم لینے گئے حافظ صاحب اس وقت پس و پیش کرتے رہے کہ میں نہ ہی جاؤں۔ ہم نے بڑا اصرار کیا تو حافظ صاحب کہنے لگے شادیوں پر بہت کچھ غیر شرعی کام ہوتے ہیں آپ وہاں کچھ نہ کرنا۔ ہم نے ساری شرائط مان لیں، حافظ صاحب جب میرے سسرال والوں کے گھر آئے تو انہیں ایک بیٹھک میں بٹھایا گیا وہاں چاک سے بنے ہوئے شیر اور بلی کے کھلونے تھے۔ حافظ صاحب انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ دیکھو آپ نے کیا رکھا ہوا ہے۔ ہمیں وہاں بٹھا دیا ہے جہاں تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔ گھر والے کہنے لگے: حافظ صاحب ہم نے ان کی طرف توجہ نہیں کی، پتا نہیں چلا، ہم ان پر کپڑا ڈال دیتے ہیں انہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہیں تھی کہ اتنے میں مووی والا بڑا تیزی سے سیڑھیوں کے اوپر چڑھا، اس کی لائٹ حافظ صاحب نے دیکھ لی۔ اب بس حافظ صاحب کہنے لگے میں نے تو یہاں ٹھہرنا ہی نہیں، تم نے یہاں تصویر بنانے کا پروگرام بھی بنایا ہوا ہے۔ میرے سسرال والے کہنے لگے حافظ صاحب یہ آپ کی نہیں بنائے گا، یہ اوپر گیا ہے، ادھر نہیں آتا۔ بس پھر حافظ صاحب نے کسی کی نہیں سنی وہاں سے اٹھے اور چل دیے۔ حافظ صاحب کو بازو سے پکڑ کر ہم بٹھا تو نہیں سکتے تھے، لیکن آپ کی منت سماجت ہی کرتے رہے، حافظ صاحب آپ بیٹھیں لیکن حافظ صاحب وہاں سے نکلے اور اکیلے گھر واپس چلے آئے۔ پھر ہم نے پیچھے سے ایک آدمی کو دوڑایا جاؤ حافظ صاحب کو گاڑی پر بٹھا کر گھر چھوڑ آؤ۔ وہ بڑی جلدی سے گاڑی لے کر پیچھے گیا نیائیں چوک پر جا کر وہ حافظ صاحب کے

ساتھ ملا۔ زمان صاحب کہتے ہیں معلوم نہیں حافظ صاحب کس طرح اتنی تیزی سے باغبان پورہ سے نیائیں چوک تک پہنچ گئے۔

پھر زمان صاحب کا نکاح وہاں بیٹھے ایک مولوی صاحب نے پڑھایا۔ حافظ صاحب تو چلے گئے لیکن وہ مولوی صاحب بیٹھے رہے، یہ حافظ صاحب کی پاکیزگی اور خوف الٰہی والی روش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنات میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

حافظ عمران عریف صاحب لکھتے ہیں: ہماری مرکزی جمعیت کے سرپرست ''مولانا حافظ عبدالشکور صاحب'' نے میرے سپرد ایک کام کیا کہ میں استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ سے ایک شخص کا نکاح پڑھانے کا وعدہ لوں جو کہ حافظ عبدالشکور صاحب کے برادر نسبتی کا تھا۔ میں نے استاذ محترم کی بیماری سے تقریباً تین دن پہلے اس سلسلے میں اس سے رابطہ کیا مگر استاذ محترم نے میرے بار بار اصرار کرنے کے باوجود اس وجہ سے وعدہ دینے سے انکار کر دیا کہ اس طرح کے فنکشن میں غیر اسلامی رسومات اور دیگر غیر شرعی کام ہوتے ہیں ان کا اشارہ تصویر اور ویڈیو کی طرف تھا۔ ایک دن شیخ نہ مانے تو دوسرے دن دوبارہ میں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی۔ دوسرے دن میں نے شیخ سے درخواست کی کہ جس لڑکے کا نکاح پڑھانا ہے وہ باریش اور صوم و صلاۃ کا پابند ہے اور وہاں کوئی تصویر یا ویڈیو کا پروگرام نہیں ہے اور نہ ہی بارات آئے گی۔ مسجد میں نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں۔ شیخ فرمانے لگے کہ وہ یہاں تو تصویر ویڈیو نہیں بنائیں گے مگر گھر جا کر یہ سارے کام کریں گے اس لیے آپ رہنے دیں۔

اس کے باوجود میں نے اصرار کیا تو پھر اس حد تک مانے کہ لڑکے والے جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں نماز جمعہ ادا کریں اور پھر نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد میں وہیں نکاح پڑھا دوں گا۔ استاذ محترم غیر شرعی معاملات سے اس قدر اجتناب کرتے تھے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ۱۶۲)]

تصویر کے سوال پر عدل کا جواب

حافظ صاحب سے سوال کیا جاتا کیا تصویر بنانا گناہ ہے؟ حافظ صاحب فرماتے ہاں گناہ ہے۔ تو پھر کئی لوگ حافظ صاحب سے تکرار کرتے اور اپنی طرف سے بڑی بڑی باتیں کرتے جب ان کی پیش نہ چلتی تو کہتے حافظ صاحب تصویر تو آپ کی جیب میں بھی ہے۔ نوٹوں پر تصویر ہے۔ حافظ صاحب فرماتے: میری جیب میں اگر ہے تو گناہ ہی ہے۔ میری جیب میں ہونے سے یہ گناہ ختم تو نہیں ہوسکتا

ہے یہ گناہ ہی ہے۔ میری جیب میں ہے پھر بھی گناہ ہے۔ انصاف کا یہ عالم تھا کہ اپنے اوپر زد پڑنے سے مسئلہ گول نہیں کیا اسے صاف ہی رکھا ہے خود کو گنہگار کہہ لیا ہے مگر مسئلہ نہیں بدلا۔

ہمارا ہاتھ اور اس کا گریبان ہوگا

حافظ صاحب اپنے دروس کے شروع میں کہا کرتے تھے: جس کسی نے بھی تصویر بنائی قیامت کے روز ہمارا ہاتھ ہوگا اور اس کا گریبان ہوگا۔ قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: فتنوں کا دور شروع ہو چکا ہے، بڑے بڑے علما، فضلاء اور اتقیاء میڈیا کے نام پر اس طوفان میں بے قابو ہو کر بہہ گئے۔ الا من رحم ربی۔ مگر حافظ عبدالمنان صاحب استقامت کا پہاڑ بن کر اس کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہے۔ حافظ صاحب جب سے کیمرہ والے موبائل فون عام ہوئے ہیں، اپنی ہر تقریر اور درس وغیرہ سے پہلے یہ اعلان کرتے کہ کوئی شخص میری تصویر نہ بنائے ورنہ وہ خود ذمہ دار ہوگا، یعنی قیامت کو میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔ [(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۱۴۸)]

قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: جس مجلس میں ویڈیو، میوزک یا خلاف شرع کوئی بات ہوتی اس میں ایک منٹ بھی نہ ٹھہرتے۔ ایک دفعہ ڈسکہ میں کوئی عقیدت مند لے گئے مگر وہاں کوئی غیر شرعی بات دیکھی تو بغیر بتلائے واپس آ گئے۔ [(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۱۴۸]

بیاہ شادی کی دعوتوں میں اگر کوئی معصیت وغیر شرعی کام کے ارتکاب کا پتا چلتا تو وہاں حاضر نہیں ہوتے تھے، اگر گئے بھی ہوتے تو واپس آ جاتے۔ حتٰی کہ لوگوں کے ارتکابِ معاصی کی وجہ سے آخر کار شادی کی دعوتوں سے کُلیۃً کنارہ کش ہو گئے تھے، یہاں تک کہ اگر کوئی نکاح پڑھانے کے لئے بھی بلاتا تو انکار کر دیتے تھے، اگر کوئی اصرار کرتا تو فرماتے کہ زوجین کو ادھر لے آؤ اور ساتھ لڑکی کا ولی اور نکاح کے گواہ وغیرہ آ جائیں تو میں ادھر ہی نکاح پڑھا دوں گا۔

جامعہ محمدیہ نیائیں چوک کے قریب محترم جناب سیف اللہ صاحب رہتے ہیں، انہوں حافظ صاحب سے اپنا نکاح اسی طرح پڑھایا تھا، یہ نکاح کیلیے حافظ صاحب کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ ان کا نکاح حافظ صاحب کی بیٹھک میں ہوا تھا۔

زندگی کا عمل جنازے پر بھی:

حافظ صاحب زندگی میں جس چیز سے اجتناب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے

بعد بھی ایسی چیزوں سے آپ کو محفوظ رکھا۔

مولانا عظیم حاصل پوری صاحب فرماتے ہیں: عموماً نمازِ جنازہ کی ادائیگی سے پہلے میت کے فضائل ومناقب پر کچھ نہ کچھ تاثرات پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن لواحقین میں سے شیخ عبدالوحید اور دیگر بزرگوں کا کہنا تھا کہ حافظ صاحب جنازوں سے پہلے خطابات کو پسند نہیں فرماتے تھے لہٰذا کسی کا خطاب نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی ویڈیو یا تصویر بنائے گا کیونکہ آپ اس سے سختی سے منع فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جو میری تصویر بنائے گا وہ روزِ قیامت خود اس کا جواب دہ ہوگا۔

دنیا میں کوئی کیمرہ تو انکی تصویر نہ بنا سکا لیکن انکی تصویر ہزاروں سینوں میں پنہاں اور دماغوں میں مستور ہو چکی ہے۔ اور عقیدت مندوں کا عالم تو یہ ہے کہ

دل میں ہے تصویرِ یار
جب جی چاہا گردن جھکائی دیکھ لی

[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۴۵)]

مولانا عبدالرشید شاہد (داماد مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی ہر لغزش کو نیکی میں بدل کر ان کو علّیین میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان جیسی اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین [(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۱)]

بچوں کے کھلونے بچوں کو دو

ایک دفعہ گوجرانوالہ کے ایک شیخ صاحب نے حافظ صاحب کی دعوت کی اس دعوت میں مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے تو انھوں نے ہمیں ایک کمرے میں بٹھایا۔ جس کمرے میں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں چاک سے بنا ہوا بلی کا ایک مجسمہ تھا جس کو لوگ گھروں میں شوپیس (showpihch) کے طور پر رکھ لیتے ہیں۔ جب حافظ صاحب نے اس کو دیکھا تو گھر والوں سے پوچھا یہ آپ نے یہاں پر کیوں رکھا ہوا ہے؟ تو وہ کہنے لگے بچوں کا کھلونا ہے ویسے ہی اسے یہاں رکھ دیا ہے، حافظ صاحب نے جب یہ جواب سنا تو بڑے غصیلے انداز میں کہا اگر بچوں کا کھلونا ہے اور بچوں کے لیے ہے تو پھر بچوں کو دو تاکہ وہ کھیلیں یہاں کیوں رکھا ہے؟

لوگ بت خرید کر گھروں میں سجاتے ہیں انہیں کوئی نہیں سمجھاتا کہ یہ غلط عمل ہے، جہاں تصویر

سجائی ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اگر کبھی کوئی نیک آدمی مولوی صاحب آ جائیں اور وہ بات کر دیں تو یہ لوگ بچوں کے کھلونے کہہ کر مولوی صاحب کو خاموش کرا دیتے ہیں، مولوی صاحب چونکہ ان کے گھر مہمان بن کر آئے ہوتے ہیں نفسیاتی طور پر پہلے ہی رعب کا شکار ہوتے ہیں پھر ذرا سی بات سن کر تو بالکل ہی خاموش ہو جاتے ہیں۔ لیکن حافظ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کو نہ کسی کی چودھراہٹ کا ڈر تھا نہ کسی کے بڑے ہونے کا وہ ڈنکے کی چوٹ علی الاعلان بات کہہ دیتے تھے، آپ کی بات پر اگر کوئی جواب دینے کی کوشش کرتا تو اس کے بعد حافظ صاحب کے جواب پر اس کا ناطقہ بند ہو جاتا تھا۔

محفل زنانہ سے اجتناب

ایک دفعہ صبح درس کے بعد حافظ صاحب نے بیان کیا جس جگہ خلاف شرع کام ہو رہا ہو وہاں نہ جاؤ، اگر غلطی سے کہیں چلے جاؤ تو وہاں سے جلد نکل آؤ۔ پھر حافظ صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک صاحب (عبدالمنان ناگی، صاحب عبدالحق ناگی صاحب کے برخودار، حافظ صاحب نے ان کا نام ذکر نہیں کیا تھا وفات کے بعد ناگی صاحب نے خود یہ واقعہ سنایا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے اس لیے میں نام کا ذکر کر رہا ہوں۔) میرے پاس آئے اور کہا ایک آدمی کا نکاح پڑھانا ہے آپ وقت دیں۔ میں نے کہا آپ کو معلوم ہے میں نے کبھی داڑھی مونڈھے شخص کا نکاح نہیں پڑھایا، وہ کہنے لگا میں اچھی طرح جانتا ہوں آپ نے نہیں پڑھایا لیکن وہ شخص باریش ہے اس کی مکمل داڑھی ہے، میں نے کہا میرج ہال میں بے پردگی بہت زیادہ ہوتی ہے، وہ کہنے لگے: وہاں بے پردگی نہیں ہوگی۔ غرض کہ میں جو بھی عذر پیش کرتا وہ فوراً اس کا جواب دے دیتے کہ وہاں خلاف شرع کچھ بھی نہیں ہوگا، میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ چنانچہ وہ مقررہ ٹائم پر میرے پاس آئے اور سیالکوٹ روڈ پر ایک میرج ہال میں لے گئے جب وہاں پہنچے تو ابھی کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد صوفی محمد اکبر صاحب تشریف لے آئے، میں نے کہا پروگرام تو ٹھیک لگتا ہے جس میں صوفی صاحب جیسے نیک لوگ آ رہے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد میرج حال میں کچھ عورتیں آئیں۔ جن کے بال کھلے ہوئے تھے چہرے ننگے تھے میں نے جب یہ منظر دیکھا تو عبدالمنان ناگی کو کہا آپ تو کہتے تھے وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا، یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ کہنے لگے میں ابھی انہیں جا کر سمجھاتا ہوں۔ وہ اٹھ کر گئے اور انہیں سمجھانے لگے، میں ادھر سے اٹھ کر میرج ہال سے باہر آ گیا اور رکشہ میں بیٹھ کر واپس گھر آ گیا، یہ واقعہ سن کر پاس بیٹھے افراد کہنے لگے آپ انہیں بتاتے کہ

میں جارہا ہوں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کہ اگر میں انہیں بتاتا تو پھر وہ مجھے واپس نہ آنے دیتے اور میں نے محسوس کر لیا تھا کہ یہاں کام زیادہ ہی خراب ہوگا۔ کیونکہ شروع میں یہ حال ہے تو بعد میں کیا ہوگا۔ عبدالمنان ناگی صاحب فرماتے ہیں میں نے واپس آکر حافظ صاحب کو تلاش کیا تو مجھے حافظ صاحب نہ ملے پھر نکاح کے لیے کسی اور کا بندوبست کرنا پڑا۔

قارئین کرام! آپ یہاں حافظ صاحب کی نیکی، پرہیزگاری، تقویٰ ملاحظہ فرمائیں کہ جونہی محسوس کیا کہ یہاں بے پردگی ہے، ماحول نیکی والا نہیں تو کس طرح جلدی سے نکل گئے۔ اپنی جیب سے کرایہ دے کر واپس آئے اور اپنے دامن کو داغدار نہیں کیا۔

غیر محرم عورتوں سے اجتناب

حافظ صاحب نے دم درود کے لیے کوئی دوکان نہیں کھولی تھی، کوئی علیحدہ سے اس کے لیے ٹائم سیٹ نہیں کیا تھا، جس طرح لوگ مسائل کے حل کے لیے آپ کے پاس آتے اسی طرح دم کروانے کے لیے بھی آجاتے، آپ نے دم کرنے کے لیے کوئی فیس وغیرہ نہیں رکھی تھی، آپ نے کبھی مطالبہ کیا تھا اور نہ ہی اس چیز کے کبھی پیسے لیے تھے۔ آج کل تو لوگوں نے اسے کاروبار بنایا ہے، مسئلے لوگوں کو بتانے کے لیے وقت نہیں، بلکہ مسئلے آتے ہی نہیں، رٹی تقریر سنا کر اپنی فیکٹری کا چکر چلایا ہوا ہے اور دم کرنے کے لیے دوکان کھولی ہوئی ہے اگر کوئی پوچھے تو فوراً بے شرم ہو کر جھٹ بول کر کہہ دیتے ہیں ہم تو مسنون دم کرتے ہیں، لوگ بھی بڑے بے وقوف ہیں ان چلا کاٹنے والے عاملوں سے دم کروا کر مال اور عزت لوٹائیں گے لیکن عامل سنت، متبع سنت سے دم کروا مطمئن نہیں ہوں گے، حافظ صاحب لوگوں کو مسئلے بھی بتاتے اور کتاب وسنت والا دم بھی کرتے۔

حافظ صاحب عورتوں کو دم نہیں کرتے تھے۔ عورتیں آپ کے گھر آتیں لیکن حافظ صاحب انہیں نہیں ملتے تھے وہ اندر آپ کی اہلیہ کے پاس بیٹھتیں آپ پانی دم کر کے دے دیتے۔ عورتوں کے سامنے نہ جاتے اور نہ عورتیں آپ کے سامنے ہوتیں۔ لوگ آپ کے پاس آتے آپ انہیں دم کرتے لیکن دم کرنے کا نہ آپ نے کبھی مطالبہ کیا اور نہ ہی اس کا کبھی معاوضہ وصول کیا۔ لوگ اپنے گھروں کارخانوں بچوں کے لیے پانی کی بوتل میں دم کروا کر لے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دم سے انہیں شفا عطا فرماتے۔

نرس میرے قریب نہ آئے:

ایک بھائی نے لکھا ہے: تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو دل کی تکلیف ہوئی تو انجیو پلاسٹی کے لیے لاہور ڈاکٹرز ہسپتال لے گئے، حافظ صاحب کہنے لگے کوئی نرس میرے کمرے میں میرے قریب نہ آئے تب میں انجیو پلاسٹی کرواؤں گا، چنانچہ جب یہ بات ڈاکٹر صاحب سے طے پاگئی تب آپ انجیو پلاسٹی کے لیے تیار ہوئے۔

انگلش شادی کارڈ، شادی کا بائیکاٹ:

ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر گیا، وہاں حافظ صاحب کے ڈیسک پر شادی کارڈ تھا جس کی عبارت مکمل انگلش میں تھی۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا کیا آپ اس شادی پر گئے تھے۔ حافظ صاحب کہنے لگے نہیں۔ پھر حافظ صاحب فرمانے لگے: یہ کارڈ والے صاحب ایک دفعہ گھر آئے تھے اور مجھے کہنے لگے: آپ شادی پر نہیں آئے تو میں نے اسے کہا آپ نے جو کارڈ بھیجا تھا وہ انگریزی میں تھا اور مجھے انگریزی آتی ہی نہیں، نہ میں نے پڑھا اور نہ میں گیا۔

اس کے ساتھ ہی حافظ صاحب نے ایک اور واقعہ مجھے سنایا کہ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ میں سے کسی نے شادی کارڈ دیا، وہ بھی انگریزی میں تھا۔ کچھ دنوں بعد مجھے مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب نے پوچھا تجھے وہ شادی کارڈ ملا ہے۔ تو ادھر جانے کا کیا پروگرام ہے؟ میں نے کہا وہ انگریزی میں تھا، مجھے تو پتا ہی نہیں اس میں کیا لکھا ہے میں نے اسے ویسے ہی رکھ دیا ہے۔ میری یہ بات سن کر ہزاروی صاحب بڑے ہنسے اور کہنے لگے مجھے بھی سمجھ نہیں آئی میں نے بھی رکھ دیا ہے۔

مسلمان انگریز کے غلام بن چکے ہیں، اپنی مادری زبان یا اپنی سلامی زبان سے انہیں کوئی محبت نہیں، اپنے آپ کو ماڈرن ثابت کرنے کے لیے انگریز کو خوش کر رہے ہیں، شیطان نے ایسے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے کہ اگر تم انگریزی بولو گے، انگلش کارڈ چھپواؤ گے تبھی تمھارے معاشرے میں عزت ہوگی ورنہ تم حقیر سمجھے جاؤ گے، کاش ایسے لوگوں نے قرآن پڑھا ہوتا اور انہیں سمجھ ہوتی کہ عزت اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں ہے:

﴿أَلَا إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ﴾.

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

جن لوگوں کو اسلامی زبان سے محبت نہیں، حافظ صاحب کو ان سے محبت نہیں تھی، ان کی دعوت کو اپنے عمل سے ٹھکرا دیتے تھے۔

حافظ صاحب اس شادی پر نہیں گئے تھے۔ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ میں سے ایک آدمی کو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا حافظ صاحب کو جب کسی کے جنازے کا پتا چلتا تو فوراً چلے جاتے اور جب کسی برات، شادی کی دعوت دی جاتی تو نہ جاتے۔

سود کی بو سے بھی نفرت:

رحمت اللہ لون کے بیٹے راحیل صاحب حافظ صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں، انھوں نے بتایا ایک دفعہ زکوٰۃ وعشر کمیٹی کی طرف سے سرکاری لوگ آئے، انھوں نے محلے میں ایک آدمی کو زکوٰۃ وعشر فنڈ کا خازن مقرر کیا اور اس کی تصدیق کرانے کے لیے والد صاحب کے ساتھ مسجد میں آئے اور حافظ صاحب کو کہا آپ اس کی تصدیق کریں بحیثیت امام آپ کی تصدیق کافی ہوگی۔ حافظ صاحب نے زکوٰۃ وعشر کے لیے اس آدمی کے خازن ہونے کی تصدیق کر دی، بعد میں حافظ صاحب کو خیال آیا کہ یہ زکوٰۃ وغیرہ کے پیسے بینک سے آنے ہیں اور میں نے اس کام میں تصدیق کر دی ہے، اس طرح تو میں سودی نظام کا حصے دار ہوں گا، حافظ صاحب کو پریشانی لاحق ہوگئی۔ راحیل صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب فوراً ہمارے گھر آئے اور کہنے لگے والد صاحب کدھر ہیں، میں نے کہا وہ تو کارخانے چلے گئے ہیں، حافظ صاحب نے کہا میں اس لیے آیا تھا کہ میں نے پرچے پر دستخط کیے تھے مجھے بعد میں احساس ہوا کہ وہ میں نے غلطی کی ہے، مجھ سے خطا ہوگئی ہے، انسان ہوں، والد صاحب سے کہنا اس پرچے سے میرا نام کاٹ دیں وہ پرچہ وہ کاغذ آگے جمع نہیں ہونا چاہیے۔ راحیل صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا ٹھیک ہے وہ آتے ہیں تو آپ کا پیغام دے دوں گا، حافظ صاحب چلے گئے پھر ظہر کے بعد حافظ صاحب دوبارہ آئے، میں ملا مجھے کہنے لگے والد صاحب آئے ہیں میں نے کہا ابھی تک نہیں آئے جونہی آئیں گے میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا، حافظ صاحب چلے گئے پھر مغرب کے قریب تیسری بار آئے اور پھر والد صاحب گھر نہیں تھے راحیل صاحب فرماتے ہیں حافظ صاحب بڑے پریشان تھے جیسے کوئی بڑا نقصان ہو گیا ہو، حافظ صاحب ہر بار مجھے یہی کہتے وہ کاغذ آگے جمع نہیں ہونا چاہیے، والد صاحب گھر

تشریف لائے تو میں نے انہیں حافظ صاحب کا پیغام پہنچا دیا اور ساتھ حافظ صاحب کی حالت بھی بتائی کہ وہ کافی پریشان تھے۔ اور کہا تین مرتبہ حافظ صاحب ہمارے گھر آئے ہیں، والد صاحب پھر حافظ صاحب کو جا کر ملے، حافظ صاحب نے والد صاحب سے بڑی معذرت کی اور اپنی غلطی کا اظہار کیا، پھر والد صاحب نے وہ اصل کاغذ حافظ صاحب کو لا کر دیا۔ حافظ صاحب نے وہ پڑھا یہ وہی اصل کاغذ ہے جس پر دستخط کیے ہیں، پھر حافظ صاحب نے وہ کاغذ اپنے ہاتھ سے پھاڑ دیا۔ یہ حافظ صاحب کا تقویٰ اور طہارت تھا کہ جس کام سے سود کی بو محسوس کی اس سے کس طرح بچے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کی معصیت اور ناراضگی کی زد میں نہ آ جاؤں، اس خدشہ سے بار باران کے گھر کے چکر لگائے حافظ صاحب کیوں نہ ایسے کرتے جبکہ قرآن نے سود کو اللہ اور رسول سے اعلانِ جنگ قرار دیا۔ اور حافظ صاحب جیسا شخص کس طرح ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو معاف فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ یقیناً حافظ صاحب گناہوں سے جہنم کی آگ سمجھ کر بچتے تھے۔

بینک ملازم کے گھر کا کھانا:

ایک دفعہ حافظ صاحب کا وزیر آباد محمدی مسجد میں درس تھا۔ درس کے بعد جس صاحب کے گھر کھانا تھا اس کے متعلق کسی نے حافظ صاحب کو بتایا یہ صاحب بینک ملازم ہیں، حافظ صاحب نے ان کے گھر کھانا نہیں کھایا۔ وہ حافظ صاحب کی منت سماجت کرنے لگا لیکن اسے یہ پتا نہیں تھا کہ یہ عام لوگوں سے ہٹ کر چلنے والا انسان بات کا پکا ہے، وہ کہنے لگا میری کمائی کا ذریعہ اور بھی ہے میں یہ بھی کام کرتا ہوں، یہ بھی کرتا ہوں، میں آپ کو اس کمائی سے کھلاتا ہوں لیکن حافظ صاحب نہ مانے اور بغیر دعوت کھائے واپس آ گئے۔ اس واقعہ کے گواہ مولانا عبدالسمیع آثم صاحب بھی ہیں۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی ایک محتاط انداز سے بسر کی ہے، پوری زندگی یہ کوشش کرتے گزری کہ کسی قسم کی کوئی تنقید میری ذات پر نہ ہو۔ کسی سے مانگا نہیں، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، صدقہ نہیں کھایا، شک وشبہ کی چیز نہیں کھائی۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: سالوں پر محیط صحبت ومجالست کے باوصف میں نے نہیں دیکھا کہ آپ سے کبھی کوئی ایسا قول وعمل صادر ہوا ہو جو معصیت کے دائرے اور گناہ کے زمرے میں آتا

ہو، کیونکہ آپ کا طرزِ عمل اور رہن سہن مکمل طور پر اللہ کی توفیق سے صبغۃ اللہ میں رنگا ہوا تھا، جو ہر دم خیر و بھلائی اور نیکی کے راستے پر گامزن رہتا تھا۔ ایسی شہادتیں ہمیں صرف سلفِ امت کے روشن کردار کے متعلق ہی پڑھنے کو ملتی ہیں، جیسا کہ امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«صَحِبْتُ ابْنَ عَوْنٍ أَرْبَعًا وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً ، فَمَا أَعْلَمُ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ كَتَبَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةً» . [سير أعلام النبلاء: ٦/ ٣٦٦]

''میں چوبیس سال عبداللہ بن عون کی صحبت میں رہا ہوں، میں نہیں جانتا کہ کبھی فرشتوں نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔''

آپ کو دیکھنے والا بھی ہر شخص گواہی دے گا کہ واقعتاً آپ بھی ایسی ہی عفت و طہارت کے آبِ زلال میں ڈھلے ہوئے اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۵۸)]

شبہات سے پرہیز

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں کہتے سنا ہے:

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں۔ سن لو ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے۔ سن لو! اللہ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔''

[(بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا لدینه۔مسلم، کتاب المساقا باب اخذ الحلال و ترك الشبهات)]

عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اندیشہ والی چیزوں سے بچنے کی خاطر ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی اندیشہ نہیں۔''

[(ترمذی، ابن ماجه،)]

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: آپ کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شبہات

سے بھی کوسوں دور رہتے۔ غالباً ۱۹۷۳ء یا ۱۹۷۴ء کی بات ہے جامعہ میں گوشت بہت زیادہ جمع ہو گیا تھا تعطیلات کی وجہ سے طلبا کی تعداد کم تھی قاضی عبدالرزاق صاحب مرحوم نے مجھے تازہ گوشت دیا اور کہا یہ حافظ صاحب کے گھر لے جاؤ، میں گوشت لے کر گھر آیا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ آپ نے ہی کھولا اور پوچھا یہ کیا ہے۔؟ میں نے بتایا تو فرمانے لگے: ''جتھوں تے جدے کولوں لے کے آیا ایں اونوں اوتھے جا کے واپس کر، تے آئندہ اے کم نہ کریں'' یعنی جہاں سے اور جس سے یہ لے کر آئے ہو اس کو وہیں واپس کر دو اور آئندہ یہ کام نہ کرنا مجھے دروازے سے اندر نہیں جانے دیا۔[(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳)]

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جماعت والے (انتظامیہ جامعہ محمدیہ) مجھے لے کر ایک مالدار شخص کے پاس گئے تو وہ شخص سب کو بیٹھا کر مجھے ایک علاحدہ کمرے میں لے گیا اور پچاس ہزار روپے نکال کر کہنے لگا کہ میں یہ رقم آپ کو دینا چاہتا ہوں، آپ اس کو حسبِ خواہش خرچ کر لیں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا: آپ یہ رقم لے کر باہر آئیں اور سب کے سامنے مدرسے کی انتظامیہ کو دے کر اس کی رسید لیں، لیکن وہ بندہ بہ تکرار کہنے لگا کہ میں یہ رقم آپ کو دینا چاہتا ہوں، جس کے جواب میں حافظ صاحب انکار کرتے رہے اور آخر کار مجبور ہو کر اس شخص نے باہر آ کر وہ رقم انتظامیہ مسجد کے سپرد کی اور رسید لی۔[(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۶۴)]

ایک دفعہ مدینہ یونیورسٹی سے واپسی پر جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو ملنے گیا تو درس کے بعد فرمانے لگے کہ آؤ آپ کو گھر سے ناشتا کرائیں۔ جب گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہونے لگے تو کسی نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے لیے گوشت کا ایک پیکٹ بھی رکھ دیا اور ڈرائیور کو ہدایت دی کہ اسے مدرسے میں پہنچا دیں۔ جب گاڑی مدرسے سے گزر کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر کی طرف بڑھنے لگی تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ڈرائیور سے کہا: گاڑی روکو۔ پھر فرمایا: واپس مدرسے کی طرف چلو اور وہاں گوشت پہنچاؤ، پھر مجھے گھر لے کر جانا۔ اور ڈرائیور کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: میں پہلے بھی آپ کو کئی بار کہہ چکا ہوں کہ جب بھی مدرسے کی کوئی چیز گاڑی میں ہو تو پہلے مدرسے میں وہ چیز دے کر بعد میں مجھے گھر چھوڑنے جایا کرو۔

حالانکہ آپ کا گھر مدرسے سے زیادہ دور نہیں تھا، آپ کو گھر چھوڑ کر بھی وہ چیز مدرسے میں جا سکتی تھی، جبکہ ڈرائیور نے گاڑی بھی آپ کو گھر چھوڑنے کے بعد مدرسے ہی میں کھڑی کرنی تھی، لیکن آپ نے اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی شخص مدرسے کی ادنیٰ سی چیز بھی آپ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھے۔

ورع واحتیاط کی ایسی مثالیں شاید ہی کہیں اور نظر آئیں۔ ایسے نصیحت آمیز واقعات میں یقیناً ان لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے جو اپنے زیرِ نگرانی چلنے والے اداروں کی ہر چیز کو اپنے لیے مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق مباح سمجھتے اور ہر طرح سے ان کے وسائل کا استحصال کرتے ہیں۔ [(مجلّہ ''المکرّم'' ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۶۵)]

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ نے مجھے کہا کچھ کتابیں ہیں بازار سے خرید کر لا دو یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کی تقرری جامع مسجد محمدیہ نیائیں چوک میں کچھ عرصہ قبل ہوئی تھی، فرمایا کتابیں بڑی مسجد میں خادم کو دے دینا میں اس سے لے کر صبح گھر آجاؤں گا۔ چند منٹوں کے بعد مجھے فون کیا کہ کتابیں تم نے خود لے کر میرے گھر آنا ہے۔ مسجد میں کسی کے حوالے نہیں کرنی ہیں چنانچہ میں نے سارے کام چھوڑ کر کتابیں لیں اور آپ کے گھر پہنچ گیا۔ ملاقات کے بعد میں نے عرض کیا میں اگر کتابیں مسجد میں دے دیتا تو کیا حرج تھا میرا چکر بچ جاتا آپ نے صبح لے ہی لینی تھیں فرمایا: ''لوکاں دیاں گلاں کولوں وی بچنا چاہی دا اے کہ مسیت دیاں کتاباں مولوی گھر لئی جاندا اے'' کہ لوگوں کی باتوں سے بچنا چاہیے مسجد کی کتابیں مولوی گھر لے جا رہا ہے۔

صدقہ والی ڈش

جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں کوئی تقریب تھی۔ یہ تقریب صحیح بخاری کے علاوہ تھی، قاری حنیف ربانی صاحب کا درس تھا۔ حافظ نورپوری صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ بعد میں کھانے کی دعوت تھی۔ کھانے میں جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ نے بکرے کی کلیجی، گردے کپورے بھی بہترین کر کے تیار کیے تھے۔ حافظ صاحب نے دعوت کھائی اس میں کلیجی کی ڈش بھی کھائی، بعد میں پتا چلا کہ کلیجی کپورے جامعہ محمدیہ میں آئے ہوئے صدقے کے بکرے کے تھے، حافظ صاحب نے اگلے دن سو روپے کی پرچی جامعہ محمدیہ میں کٹوائی کہ صدقہ مجھے نہیں لگتا۔ امتیاز جاوید بٹ صاحب نے بھی وہ دعوت کھائی تھی حافظ صاحب نے

صبح درس کے بعد انہیں کہا آپ بھی پرچی کٹائیں آپ نے بھی صدقہ کھایا ہے۔ پھر حافظ صاحب کے کہنے پر انھوں نے بھی پرچی کٹوائی۔ حافظ صاحب صدقہ کھانے سے گریز کرتے، بالکل اجتناب کرتے تھے،

صدقہ والی دعوت:

ایک دفعہ حافظ صاحب کے محلے کے کسی فرد نے دعوت کی، دعوت میں محلے کے علما کو بلایا، دعوت کرنے والےصاحب جب حافظ صاحب کو دعوت دینے آئے تو حافظ صاحب نے ان سے پوچھا آپ یہ دعوت کیوں کر رہے ہیں یا یہ پوچھا کہ یہ دعوت کیسی ہے؟ وہ حافظ صاحب کو کوئی صاف واضح بات نہ بتائے۔ حافظ صاحب نے خود ہی ان سے کہا کیا آپ نے صدقہ کیا ہے؟ تو وہ صاحب کہنے لگے: ہاں ہم نے صدقہ کیا ہے۔ یہ بات سن کر حافظ صاحب نے ان سے کہا میں تو صدقہ نہیں کھاتا اور نہ صدقہ مجھے لگتا ہے۔ اب وہ صاحب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے، لیکن حافظ صاحب کو تو صدقہ لگتا ہی نہیں تھا۔ حافظ صاحب نے کسی صورت بھی اب نہیں جانا تھا۔ وہ صاحب چلے گئے۔ جب دعوت میں دوسرے تمام مہمان اور علما کرام تشریف لائے تو انھوں نے ایک دوسرے سے پوچھا حافظ صاحب نظر نہیں آرہے۔ پتا نہیں کیوں نہیں نظر آرہے۔ بات ختم ہوگئی۔ مسجد میں نماز کے وقت ایک مولوی صاحب نے حافظ صاحب سے پوچھا وہاں دعوت تھی آپ وہاں نظر نہیں آئے۔ تو حافظ صاحب کہنے لگے مجھے انھوں نے دعوت دی تھی تو میں نے ان سے پوچھا یہ دعوت آپ کیوں کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا یہ ہم صدقہ کر رہے ہیں۔ تو صدقہ میں نے نہیں کھانا تھا، یہ بات سن کر وہ مولوی صاحب بڑے پریشان ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو انھوں نے یہ بتایا ہی نہیں تھا اور نہ ہم نے ان سے پوچھا، اللہ ہمیں معاف فرمائے۔

یہ حافظ صاحب کی احتیاط تھی، تقویٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی جگہوں سے ویسے ہی بچا لیا تھا۔ حافظ صاحب خاموش صوفی قسم کے انسان نہیں تھے۔ بڑے محتاط اور سمجھدار تھے ٹٹول ٹٹول کر قدم رکھتے تھے۔ سونگھ سونگھ کر کھاتے تھے۔ یعنی حلال وحرام کی تمیز کر کے کھاتے تھے۔ جس کے گھر شیطانی آلات اور تصویریں ہوتیں جاتے نہیں تھے۔

صدقہ کی سویاں:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: صدقہ تو قطعاً قبول نہیں کیا

کرتے تھے اور ہدیہ بھی پیسے کی صورت میں قبول کرنے سے گریز کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہمارے ایک ساتھی محمد صاحب آف لاہور نے بتایا کہ آپؒ کو وہ اسی طرح کا کوئی ہدیہ دینے آئے تو آپؒ نے نفی کر دی، اصرار کرنے کے باوجود بھی نہیں لیتے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے آپؒ پر قسم ڈال دی کہ آپ ضرور قبول کر لیجیے تو آپؒ نے قبول فرمالیا۔ ایک دفعہ آپؒ کے محلے کا ایک (بریلوی) شخص پکی ہوئی سویّوں کی ایک پلیٹ لے کر آیا آپؒ نے اس سے پوچھا کہ یہ کیسی سویاں ہیں؟ تو اس نے کہا کہ یہ ہم نے صدقہ خیرات کی سویاں پکا کر تقسیم کی ہیں لہذا آپ قبول کر لیں، تو یہ سن کر آپؒ نے انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا اور اس شخص کو واپس بھیج دیا، یہ دیکھ کر وہ شخص حیران رہ گیا، اور کہنے لگا کہ ہمارے مولوی تو سویاں، حلوہ وغیرہ کبھی رد نہیں کرتے وہ تو فوراً پکڑ کر کھا جاتے ہیں، جبکہ آپ نے ان کے کھانے سے بڑا پرہیز کیا ہے۔ اور یہ بات مجھے حضرت الأستاذ صاحبؒ نے خود بتائی تھی۔

باب نمبر ۲۵

زہد وورع

کسی نے اپنا مسکن مسجد کو بنایا ہے تو کسی نے مدرسہ کو، مدرسہ کی لائٹ استعمال کرتا ہے مدرسہ کے HC روم میں رہتا ہے، لیکن پارسائی کو اس طرح بیان کرتا ہے میں نے کبھی مدرسہ کے پیسوں کو ہاتھ نہیں لگایا، تو واقعتاً بڑے آدمی پیسوں کو ہاتھ نہیں لگاتے، وہ صرف مدرسہ کے HC میں بیٹھتے ہیں، اور بجلی، گیس، ہیٹر اور اے سی مدرسے کا استعمال کرتے ہیں، ویسے پیسوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ ان چالبازیوں سے مبرا ومنزہ تھے، انھوں نے اپنے گھر کی بیٹھک کو ہی اپنا مسکن بنایا تھا۔

آپ علیہ الرحمۃ کے زہد وورع اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی اپنی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ نہیں کیا تھا، جب کبھی دیگر اساتذہ کی طرف سے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کیا جاتا تو آپ اس میں اپنا نام نہ لکھنے دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ اساتذہ کی طرف سے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کیا گیا تو میں نے اس میں اپنا نام لکھنے سے انکار کر دیا، جب دیگر اساتذہ کی طرف سے مجھ پر مطالبے میں شمولیت کے لیے دباؤ ڈالا گیا اور انھوں نے اصرار کیا تو میں نے انہیں یہ سبب بیان کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں کبھی کسی سے روپے پیسے کا مطالبہ نہیں کروں گا، اس لیے میں اس مطالبے میں شامل نہیں ہوسکتا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں انتظامیہ مدرسہ نے اساتذہ کا مطالبہ منظور کر لیا اور سب کی تنخواہ بڑھا دی اور دیگر اساتذہ کے ساتھ میری تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا۔ لیکن تنخواہ ملنے سے قبل ہی مدرسے کے ایک بڑے استاذ میرے پاس آئے اور مجھے ملامت کرنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ اضافے کے مطالبے میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن اضافہ ہونے پر آپ اسے قبول کرنے کیلیے تیار ہیں۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تو خاموش رہا، لیکن جب تنخواہ ملی تو میں تنخواہ لے کر ان کے پاس گیا اور کہا کہ میری تنخواہ میں جو اضافہ ہوا ہے وہ آپ لے لیں، کیونکہ میں آپ کے ساتھ اضافے کے مطالبے میں شریک نہیں ہوا تھا۔ یہ سن کر وہ بڑے شرمسار ہوئے اور انھوں نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔

اساتذہ تنخواہ کا مطالبہ کر لیا کرتے ہیں لیکن شیخ محترم نے کبھی بھی تنخواہ کا مطالبہ نہ کیا جو کچھ ملا اس پر قناعت کیا' ساری عمران کی زبان سے کبھی گلہ وشکوہ نہ سنا گیا۔

یہاں دو چیزیں اچھی طرح سمجھ لیں:

ا۔ایک ہے دوسرے سے مانگنا، مطالبہ کرنا دوسرے کے در پر جانا۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ آپ کے پاس آ کر دوسرے کا دینا، بن مانگے ملنا۔تو جو بن مانگے ملے، بغیر مطالبے کے ملے اس میں اور مانگ کر لینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مانگنے والا زمین تک رہتا ہے اور نہ مانگنے والا آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے نبی ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو یہی فرمایا تھا۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِطِيبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى» . [بخاری، ١٤٧٢]

''حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو کچھ عنائت فرمایا پھر میں نے دوسری مرتبہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر عنائت فرمایا۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا تو جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عنائت کیا اور ارشاد فرمایا حکیم! یہ مال دولت سرسبز اور شیریں ہے جو کوئی اس کو خوشی سے قبول کرے گا تو اس کے واسطے برکت عطا فرما دی جائے گی اور جو شخص لالچ سے کام لے گا تو اس کو خیر و برکت عطا نہیں کی جائے گی اور وہ

آدمی اس شخص کی طرح ہوگا جو کہ کھاتا تو ہے لیکن وہ شکم سیر نہیں ہوتا نیز اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

قناعت وخودداری:

عزت نفس بڑی قیمتی متاع ہے جس کی حفاظت و صیانت ہر خوددار انسان کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ بالخصوص علما کرام کے لیے تو یہ امر لابدی ہے۔ یہ درجہ تب حاصل ہوتا ہے جب انسان طمع و لالچ اور حرص وہویٰ کو پاؤں تلے روند ڈالے اور ملتزم بہ صبر وقناعت ہو جائے۔ قوت لا یموت پر بھی اللہ کا شکر ادا کرے۔ دامنِ خواہشات کو اپنے ہاتھوں تار تار کر کے اعلان کر دے۔

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دل خوددار میں

قانع اور خوددار آدمی پر خدانخواستہ کوئی آزمائش کا وقت بھی آ جائے تو وہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔ بقول شیخ سعدی "در پستی مردن کہ حاجت پیش کسے بردن۔"

گناہوں سے بچنے کا ایک آسان علاج یہ ہے کہ ہر چیز میں (ضرورت) پر قناعت کی جائے۔

حافظ صاحب میں قناعت و خود داری والا وصف بھی کمال درجہ کا پایا جاتا تھا۔ ان کے ظاہر اور باطن، قول وفعل اور گفتار وکردار میں کوئی تضاد نہ تھا۔ طبعیت میں استغنا اور خود داری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، سادہ طبعیت، تکلف سے پاک، شہرت ونا سوری کے تصور سے نا آشنا تھے۔

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: آپ بڑے صابر وشاکر اور قناعت پسند تھے سرفراز کالونی میں رہائش کرنے سے پہلے آپ جامعہ میں ہی رہتے تھے عموماً جو اساتذہ جامعہ میں رہتے ان کے کھانے وغیرہ کی خدمت طلبا ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ آپ کے کھانے کی ذمہ داری بھی ایک طالب کی تھی تعلیمی سال کی ابتداء تھی وہ طالب علم آپ کو کھانا دینا بھول گیا پورے دو دن اس نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کو کھانا نہیں دیا نہ ہی آپ نے طلب کیا دونوں دن پانی پی کر گزارہ کیا نہ کسی سے شکوہ کیا اور نہ طالب علم کی ڈانٹ ڈپٹ کی جب اس کو یاد آیا وہ بہت پریشان ہوا کھانا لے کر آیا اور معذرت کی اور ندامت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

رضا بالقضا کا ایسا پیکر مجسم بھی کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا، آپ کی زبان سے کبھی اپنے حالات کا شکوہ

کسی نے نہیں سنا ہوگا، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ آپ کو بھی دیگر لوگوں کی طرح ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا، مشکلات ومصائب کا منہ دیکھنا پڑا، مختلف امراض کے حملوں کا متعدد بار نشانہ بننا پڑا، لیکن آپ کی زبان سے الحمدللہ اور شکر الٰہی کے سوا کوئی دوسرا کلمہ ہم نے نہیں سنا۔ قناعت وتوکل کی ایسی شاندار مثال آج کے مادی دور اور افراتفری کے عالم میں شاید ہی کہیں ملے۔ حدیث نبوی: «مَنْ رَضِيَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ، بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيهِ وَوَسِعَهُ» [مسند أحمد: ٥/ ٢٤] کے مصداق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی برکت و رحمت سے استعفاف واستغناء جیسی نعمتوں سے نوازا تھا اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے جیسی رذالت سے محفوظ رکھا تھا۔ للہ تعالیٰ کی ذات پر توکل تو بہت زیادہ تھا۔ اور "وارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس" کا مصداق تھے۔

بیگ نہیں لیا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ».

"عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام قبول کیا اور اسے بقدر کفایت رزق عطا کیا گیا اور اللہ نے اپنے عطا کردہ مال پر قناعت عطا کردی تو وہ شخص کامیاب ہوا۔" [صحیح مسلم]

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے طلبا نے ۲۰۰۵ کو سالانہ چھٹیوں میں فیصل آباد میں ایک تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا تھا، اس پروگرام میں حافظ نورپوری صاحب کا درس تھا، حافظ شاہد صاحب نے مجھے کہا رینٹ پر ایک گاڑی کا بندوبست کرو ڈرائیور نیک اور سلفی آدمی ہونا چاہیے۔ میں نے عامر بٹ صاحب پکی پمپ والی کو کہا آپ گاڑی لے کر آ جانا اور پھر حافظ صاحب کو لے کر فیصل آباد جانا ہے۔ ان سے بات دو تین دن قبل طے ہوگئی۔ اب جس دن ہم نے فیصل آباد جانا تھا اسی دن مولانا محمد حسین شیخوپوری کی وفات ہوئی۔ حافظ صاحب کا درس فیصل آباد میں عصر یا مغرب کے بعد تھا اور مولانا صاحب کی نماز جنازہ ظہر کے بعد تھی۔ طے یہ ہوا کہ شیخوپورہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد سیدھا فیصل آباد روانہ ہو جائیں گیں لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، جس دن مولانا محمد حسین شیخوپوری کی نماز جنازہ تھی

اس دن بہت زیادہ بارش ہوئی، گوجرانوالہ سے شیخوپورہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، شیخوپورہ میں بھی بڑی تیز بارش تھی مولانا محمد حسین صاحب کی نماز جنازہ بارش میں ہی ادا کی گئی۔ رش زیادہ ہونے کہ وجہ سے ہماری گاڑی کو بتی چوک میں ایک ٹرک لگ گیا، گاڑی کا نقصان ہوا بس اس پریشانی کی وجہ سےحافظ صاحبفیصل آباد نہ جا سکے، ہم نے حافظ صاحب سے معذرت کر لی حافظ صاحب قاری طیب بھٹوی صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر واپس گوجرانوالہ آ گئے۔

حافظ صاحب واپس گوجرانوالہ چلے گئے، میں اور حافظ شاہد صاحب فیصل آباد چلے گئے وہاں پروگرام سنا، ورکشاپ والوں نے ہر فرد اور مہمان کے لیے ہدیہ کے طور پر ایک خوبصورت بیگ تیار کیا تھا، انھوں نے بیگ حافظ شاہد صاحب کو دیا کہ آپ یہ بیگ حافظ صاحب کو دے دینا۔ حافظ صاحب کو یہ بیگ دینے کے لیے میں اور خافظ شاہد صاحب گئے، ان کی خدمت میں یہ بیگ جب حافظ شاہد صاحب نے پیش کیا تو حافظ صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیا میں تو اس پروگرام میں گیا ہی نہیں، لہٰذا تم یہ بیگ واپس لے جاؤ۔ حافظ صاحب نے یہ جملے عام لوگوں کی طرح صرف زبان سے ادا نہیں کیے تھے بلکہ واقعتاً حافظ صاحب نے وہ بیگ قبول نہیں کیا تھا۔

حافظ صاحب کی قدر ہمیں مزید اس وقت ہوتی ہے جب ہم دوسرے علماء کے رویے اور انداز دیکھتے ہیں کہ زبان سے نہ بھی کرتے جاتے ہیں اور ہاتھوں سے پکڑتے بھی جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے کبھی دنیاوی مفاد کو ترجیح نہیں دی تھی بلکہ کبھی اسے کوئی حیثیت ہی نہیں دی تھی۔ ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے ساتھ سفر کر رہا تھا رستے میں ایک ٹاؤن سے گزر ہوا، میں نے کہا حافظ صاحب یہ ٹاؤن فلاں صاحب کا ہے، حافظ صاحب نے میری بات کی طرف دھیان دیا اور نہ اس ٹاؤن کی طرف دیکھا، میں شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور مجھے بات سمجھ آ گئی کہ ان دنیا کے ٹاؤن اور کاروبار سے حافظ صاحب کو کوئی سروکار ہی نہیں۔

قناعت بالقلیل:

واضح رہے کہ ''عزت نفس'' خود پسندی اور کبر نہیں ہے بلکہ وہ محمود و مستحسن ہے جس کا وجود ہر شریف اور بااخلاق انسان میں ضروری ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''مالداروں کے آگے خودی کا اظہار عین تواضع ہے۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جس شخص نے سرمایہ

دار کے سامنے فروتنی (عاجزی، مسکینی) کا اظہار کیا اور اپنے نفس کو دنیوی لالچ کی خاطر اس کے لیے پست کیا، اس کا دو تہائی دین اور نصف عزت برباد ہو گئی۔"

حافظ صاحب کی تنخواہ دوسرے اساتذہ کے برابر تھی، لیکن حافظ صاحب کے اخراجات تنخواہ سے زیادہ محسوس ہوتے تھے۔ مہمانوں کی آمد ورفت تو ہر وقت رہتی تھی، اور آپ کے پاس سے کوئی بھی مہمان کھائے پیئے بغیر واپس نہیں جاتا تھا۔ حافظ صاحب کا گھر ویسے بھی بڑا گھر سمجھا جاتا تھا، اس وجہ سے حافظ صاحب کو کئی دفعہ ادھار پیسے لینے پڑتے تھے۔ حافظ صاحب اکثر و بیشتر حافظ فہداللہ صاحب (جو مولانا عبداللہ شرقپوری صاحب کے بھائی ہیں) کی دوکان سے سودا سلف ادھار لے لیتے اور پیسے بھی ادھار لے لیتے تھے۔ ایک دفعہ خاور رشید بٹ صاحب نے میرے تین ہزار روپے دینے تھے، انھوں نے وہ پیسے حافظ صاحب کو دے دیے جب حافظ صاحب لاہور ان کے جامعہ درس کے لیے گئے تھے۔ خاور رشید بٹ صاحب نے حافظ صاحب کو کہا یہ پیسے محمد طیب محمدی صاحب کو دے دینا۔ اور مجھے مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے فون کیا کہ آپ کے پیسے میں نے حافظ صاحب کو دے دیے ہیں۔ میں ایک دو دن بعد حافظ صاحب کے گھر گیا تو حافظ صاحب نے خود ہی مجھے کہا آپ کے پیسے آئے ہیں آپ کو ابھی چاہیے تو میں ادھر ایک دوکاندار سے لے آتا ہوں۔ اس نے مجھے کہا ہوا ہے جب آپ کو پیسے چاہیے ہوں تو لے لیا کرو، وہ اچھا آدمی ہے۔ آپ ادھر بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں۔ میں نے کہا حافظ صاحب وہ اگر اچھا آدمی ہے تو میں بھی اچھا آدمی ہوں، آپ کے پاس جب ہوں گے تب دے دینا۔ میری اس طرح کی بات سن کر حافظ صاحب مسکرائے، یہی میں چاہتا تھا۔ پھر حافظ صاحب نے دو تین دن بعد جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس کے بعد مسجد سے باہر نکلتے ہوئے وہ پیسے مجھے دیے جب اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، میں حافظ صاحب کی اس حکمت عملی پر بڑا خوش ہوا کہ حافظ صاحب نے مجلس میں مجھے پیسے اس لیے نہیں دیے کہ دیکھنے والے پتا نہیں کیا سمجھتے اور میرے متعلق کیا کیا گمان کرتے کہ اس نے حافظ صاحب سے پیسے لیے ہیں۔ حافظ صاحب سے اس نے کس چیز کے پیسے لیے ہیں۔ اور اگر صحیح بات کا پتا لگ بھی جاتا تو پھر یہ گمان ہوتا خاور رشید بٹ صاحب نے کیوں دیے ہیں۔ بس میں تو حافظ صاحب کی حکمت عملی پر ہی خوش ہوتا رہا اور دعائیں دیتا رہا۔

لکھ تو میں یہ رہا تھا کہ حافظ صاحب کی تنخواہ اخراجات سے کم ہی محسوس ہوتی تھی۔ جو مہینہ ختم

ہونے سے پہلے ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن آپ نے تنخواہ کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ آپ خود اپنے استاد مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب سے اپنی تنخواہ کے زیادہ ہونے کو اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ برا سمجھتے تھے کہ میری تنخواہ میرے استاذ سے زیادہ ہو۔ اسی لیے تو آپ نے کئی دفعہ انتظامیہ کو کہا تھا جتنی دوسرے اساتذہ کی تنخواہ ہے اتنی ہی میری رہنے دو۔

مولانا عبداللہ نثار صاحب، حافظ صاحب کی وفات کے دن خودداری بیان کرتے ہوئے فرمار ہے تھے: حافظ صاحب ایک دن اسی مسجد میں نماز پڑھنے آئے اس دوران میں ایک آدمی مسجد میں آیا، اس نے حافظ صاحب کے متعلق پوچھا اسے بتایا گیا کہ یہ حافظ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ حافظ صاحب سے کہنے لگا مجھے واپڈا ٹاؤن سے فلاں شخص نے بھیجا ہے آپ کے گھر کی پیمائش کرنے کے لیے۔ میں آپ کے گھر کی پیمائش کرنا چاہتا ہوں، حافظ صاحب کہنے لگے گھر کی پیمائش آپ نے کیوں کرنی ہے تو وہ کہنے لگا انھوں نے مجھے کہا ہے۔ حافظ صاحب کا گھر گلی سے نیچے ہو گیا ہے اسے نیا بنانا ہے۔ حافظ صاحب نے اس آدمی کو کہا: آپ کو غلطی لگ گئی ہے، انھوں نے کسی اور کی طرف آپ کو بھیجا ہوگا، ہمارا گھر ٹھیک ہے۔ وہ اصرار کرنے لگا کہ آپ مجھے گھر کی پیمائش کرنے دیں انھوں نے آپ ہی کی طرف بھیجا ہے۔ لیکن حافظ صاحب انکار کرتے رہے اور فرماتے رہے انھوں نے کسی اور کی طرف بھیجا ہوگا بالآخر وہ آدمی واپس چلا گیا۔ مولانا عبداللہ نثار صاحب واقعہ سنانے کے بعد فرمانے لگے ایسا خوددار آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

استغنا

جو دنیاوی جاہ وحشمت اور مال ومتاع کا حریص نہ ہو وہ کبھی کسی کی چاپلوسی اور خوشامد نہیں کرتا وہ چالبازیوں اور مکاریوں سے پاک وصاف زندگی بسر کرتا ہے۔ حافظ صاحب کی زندگی صبر وثبات، استغنا وخودداری کا نمونہ ہے، حافظ نورپوری صاحب نے ایک ہی جامعہ میں پڑھا اسی جامعہ میں پڑھایا۔ اسی جامعہ سے جنازہ اٹھا۔ ہزاروں مصائب جھیلے، سینکڑوں مشکلات کا سامنا کیا لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

اصل غنا یہی ہے کہ کسی کا محتاج ہی نہ ہوا جائے کسی کے در پر نہ جایا جائے۔

استغنا کی دو مثالیں:

میں نے حافظ صاحب کے ماہانہ مقالات کیسٹ سے سن کر تحریر کیے اور پھر ان کی تخریج کی، کمپوزنگ کروانے کے بعد پروف حافظ صاحب کو دیے حافظ صاحب وہ پروف پڑھے، اغلاط کی نشاندہی کی، اس کے بعد جب کتاب فائنل ہوگئی تو میں حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہا حافظ صاحب آج میں نے آپ کی کتاب طبع کروانے کے لیے لاہور جانا ہے آپ دعا کرنا اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے آخرت کا ذخیرہ بنائے، خیر و برکت عطا فرمائے، حافظ صاحب نے مجھے اسی وقت ڈھیر دعائیں دیں۔ پھر میں نے چپکے سے اپنی استطاعت کے مطابق بضاعۃ مزجاۃ دی کہ حافظ صاحب آپ کی محنت ہے آپ نے یہ مقالے پڑھے ہیں۔ اور پھر ان کی پروف ریڈنگ بھی کی ہے تو آپ یہ تھوڑی رقم قبول فرمائیں۔ حافظ صاحب نے لینے سے انکار کر دیا اور رقم کو ہاتھ تک نہ لگایا، میں بڑا اصرار کرتا رہا لیکن حافظ صاحب اس سے زیادہ انکار کرتے رہے، اصرار اور انکار کے معرکے میں حافظ صاحب نے مجھے چت کر دیا میں حافظ صاحب کو دعائیں دیتا ہوا نکل آیا۔ اس کے بعد پھر ایک کام ہوا جس نے میرے دل کے میں حافظ صاحب کی محبت کوٹ کوٹ بھر دی، کتاب جب طبع ہوگئی، مارکیٹ میں آگئی کچھ عرصہ بعد ختم ہوگئی اور مارکیٹ میں دستیاب نہ ہوئی، علم کے خواہاں کتاب مانگتے تھے کتاب ملتی نہیں تھی تو ایک ناشر نے حافظ صاحب کو کہا آپ مجھے اجازت دے دیں میں کتاب طبع کر لیتا ہوں حافظ صاحب نے اس کی بات سن کر کہا یہ کتاب مولانا طیب محمدی صاحب نے طبع کی ہے وہی اس کی اجازت دے سکتے ہیں میں اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں ان سے پوچھ لو۔

مجھے جب اس بات کا پتا چلا تو میرے دل نے حافظ صاحب کی فہم و فراست کا، حافظ صاحب کی فیاضی و سخاوت کا اقرار کر لیا اور پکار اٹھا دنیا میں ایسے غنی بادشاہ موجود ہیں جو حق معاوضہ بھی نہیں لیتے، مانگنا تو دور کی بات ہے، اور نہ کسی کو حق غصب کرنے دیتے ہیں، یہ لوگ دنیاوی حرص و طمع سے پاک صاف ہوتے ہیں آخرت کے گھر کے متلاشی ہوتے ہیں جنت کے حریص اور اللہ کے فقیر ہوتے ہیں، پھر اللہ ایسے لوگوں کو اپنی جنت اور رضا سے نوازتا ہے۔ اے اللہ حافظ عبدالمنان صاحب کو جنت الفردوس عطا فرما اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرما۔ آمین

حافظ صاحب نے کبھی اپنی ذات کے لیے دست سوال کسی کے آگے نہیں پھیلایا ساری زندگی کسی سے نہیں مانگا، مجھے حافظ شاہد صاحب نے بتایا حافظ صاحب نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیمان کرلیا تھا کہ اپنی ذات کیلیے کسی سے نہیں مانگوں گا۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حکیم بن حزام نے بھی ایسی نذر مانی تھی کہ میں زندگی بھر کسی سے نہیں مانگوں گا۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِطِيبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى» .

”حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم ﷺ سے ایک مرتبہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو کچھ عنائت فرمایا پھر میں نے دوسری مرتبہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے پھر عنائت فرمایا۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا تو جب بھی آپ ﷺ نے عنائت کیا اور ارشاد فرمایا حکیم! یہ مال دولت سرسبز اور شیریں ہے جو کوئی اس کو خوشی سے قبول کرے گا تو اس کے واسطے برکت عطا فرما دی جائے گی اور جو شخص لالچ سے کام لے گا تو اس کو خیر و برکت عطا نہیں کی جائے گی اور وہ آدمی اس شخص کی طرح ہوگا جو کہ کھاتا تو ہے لیکن وہ شکم سیر نہیں ہوتا نیز اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تُوُفِّي.

حکیم نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا۔ میں آپ کے بعد کسی سے کچھ قبول نہیں کروں گا، یہاں تک کہ میں دنیا سے چلا جاؤں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو (وظیفہ) دینے کے لئے بلاتے، تو وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو (وظیفہ) دینے کے لئے بلایا تو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمھیں حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اس مال میں سے حکیم کا حق اس کے سامنے پیش کر چکا ہوں، لیکن وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص سے کچھ بھی قبول نہ کیا یہاں تک کہ وفات پا گئے۔"

دنیا میں عزت کی زندگی ان ہی لوگوں نے بسر کی جنھوں نے اپنی ضرورت کسی کے آگے پیش نہیں کی۔

جیب سے کھجوریں نکالیں اور روزہ افطار کر لیا:

جامعہ ابراہیمیہ (موجودہ جامعہ رحمانیہ) سیالکوٹ ناصر روڈ مولانا جانباز صاحب کے ہاں حافظ صاحب کا درس بخاری تھا۔ حافظ صاحب نے روزہ رکھا ہوا تھا آپ نے وہاں درس دیا۔ درس عصر کے بعد تھا نماز مغرب سے کچھ ثانیہ پہلے درس ختم ہوا، پھر لوگوں نے سوالات شروع کر دیے اسی دوران اذان مغرب ہوئی تو حافظ صاحب نے اپنی جیب سے کھجوروں کا پیکٹ نکال کر روزہ افطار کیا۔ پیکٹ میں تقریباً چھ سات کھجوریں تھیں اور تھوڑے سے بادام کے مغز تھے، حافظ صاحب نے خود روزہ افطار کیا اور دوسروں کو کہا آپ بھی کھائیں، حافظ صاحب کا یہ عمل دیکھ کر لوگ بڑے حیران ہوئے کہ انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا پہلے سفر کیا ہے پھر درس دیا ہے اور پھر سوالات بھی ہوئے اور پھر چپکے سے کھجوریں نکال کر روزہ افطار کیا ہے کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میرا روزہ ہے آپ افطاری کا بندوبست کریں۔ حافظ صاحب نے کبھی کسی کو مشقت میں مبتلا نہیں کیا تھا کبھی کسی سے مطالبہ نہیں کیا تھا۔

حافظ صاحب کے اس عمل کو دیکھ کر سیالکوٹ کے باشندے کئی روز تک حافظ صاحب کی باتیں کرتے رہے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے درویشی
کہ چرچے بادشاہوں میں ہیں تیری بے نیازی کے

پیدل سفر

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ میں فجر کے درس کے بعد حافظ صاحب کے گاؤں نور پور کا ذکر ہوا۔ دوران ذکر حافظ صاحب نے بتایا میں طالب علمی دور میں یہاں سے پیدل اپنے گاؤں گیا تھا۔ میں یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا کہ یہاں سے نور پور تقریباً چودہ پندرہ کلومیٹر بنتا ہے اور حافظ صاحب اتنی دور پیدل چل کر گئے ہیں، میں نے کہا حافظ صاحب آپ گاڑی یا بس وغیرہ پر کیوں نہیں گئے؟ حافظ صاحب کہنے لگے کئی دفعہ کرایہ پاس نہیں ہوتا تھا تو پھر پیدل ہی چلا گیا تھا۔ میں نے کہا آپ نے کسی سے سائیکل ہی لے لینا تھا، تو کہنے لگے کئی دفعہ سائیکل مانگنے سے سائیکل والا اچھا محسوس نہیں کرتا تو بچنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ حافظ صاحب کی خودداری تھی، پیدل گاؤں چلے گئے سائیکل نہیں مانگا۔

ہمارا ابھی گزارا ہو رہا ہے:

مولانا صفدر عثمانی صاحب ایک دفعہ حافظ صاحب کے گھر گئے، جب ملاقات سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو عثمانی صاحب نے حافظ صاحب کو کہا آپ کے گھر کے ساتھ والا جو احاطہ ہے آپ اس کی دو دوکانیں بنا کر کرائے پر دے دیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہمارا ابھی گزارا ہو رہا ہے کرائے پر دینے کی ضرورت نہیں۔ دراصل حافظ صاحب نے کبھی لالچ نہیں کیا، حرص طمع سے پاک تھے، جس شخص نے اپنے آپ کو حرص اور طمع سے بچا لیا اس نے اپنے نفس کو امن دے دیا۔ حرص اور طمع کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے خود کو مشقت میں ڈال لیتا ہے، ایک پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے بقدر کفاف پر ہی راضی ہونا ضروری ہے۔

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾.

جب اللہ تعالیٰ بیٹا دیں گے تو پھر نام بھی سوچ لیں

میں ایک دفعہ حافظ صاحب کے پاس بیٹھا تھا تو حافظ صاحب کے پوتوں کا ذکر ہوا کہ ان کے نام حافظ صاحب نے کیا رکھے ہیں، میں نے حافظ صاحب سے ان کے نام پوچھے۔ اس وقت ثانی صاحب

کے چار بیٹے تھے: عبدالرحمٰن، عابد الرحمٰن، عباد الرحمٰن، عوبید الرحمٰن تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر کوئی بیٹا دیا تو اس کا کیا نام رکھیں گے، حافظ صاحب فرمانے لگے: جب اللہ تعالیٰ بیٹا دیں گے تو پھر نام بھی سوچ لیں گے ہم پہلے ہی پریشان ہوتے رہیں۔ میں نے سوال اس لیے کیا تھا کہ حافظ صاحب نے سب بچوں کے نام کے ساتھ عبد کے ہی مختلف صیغے نکالے تھے تو آئندہ کی بار کیا لگائیں گے، اس وقت تو حافظ صاحب نے نہیں بتایا لیکن جوں جوں بیٹے ہوتے گئے تو حافظ صاحب ان کے نام لفظ عبد کے ہی مختلف صیغوں سے رکھتے گئے۔ حافظ صاحب کے سات پوتے ہیں، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں: عبیدالرحمان، عابدالرحمٰن، عبّاد الرحمٰن، عوبید الرحمٰن، عبود الرحمٰن، عبدان الرحمٰن، عبیدان الرحمٰن۔

جمعہ کے پیسے نہیں لیے:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء رحمہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: اسی ضمن میں ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ کسی جگہ جمعہ پڑھانے گئے واپسی پر انھوں نے بطور خدمت کے آپ کو ۲۰۰۰ روپے دیئے آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ بھائی اتنے پیسوں کی کیا ضرورت ہے آنے کا خرچہ صرف پانچ روپے ہوا ہے اور جمعہ تو ویسے ہی میں نے پڑھنا (یا پڑھانا) تھا۔

پیسے اپنے پاس نہیں رکھوں گا:

حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں: حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ متنوع خوبیوں کے مالک اور گوناگوں اوصاف و خصائل کے حامل تھے، لیکن ان کی سب سے نمایاں خوبی علم و عمل اور زہد و ورع کی جامعیت تھی، جس کی بنا پر وہ اپنے اقران و اماثل اور دیگر معاصرین پر سبقت و فوقیت رکھتے تھے، اور یہ ایسی خوبی ہے جس کی آپ سے ملنے والا اور آپ کو دیکھنے والا ہر شخص شہادت دیتا تھا اور یقیناً دیتا رہے گا۔ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «إِنَّ سُفْيَانَ سَادَ النَّاسَ بِالْوَرَعِ وَالْعِلْمِ» [سیر أعلام النبلاء: ۷/ ۲٤۰] ''علم و ورع کی بدولت سفیان (ثوری) نے لوگوں پر حکومت کی۔'' سامانیوں کے باوجود کبھی آپ کو اپنی طرف جھکا نہ سکی۔ دنیوی جاہ و جلال اور مراتب و مناصب پانے کے متعدد مواقع آپ کی زندگی میں آئے، لیکن آپ نے کبھی انہیں پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی۔ مدینہ یونیورسٹی میں دورانِ تعلیم میں نے چند ساتھیوں سے استادِ محترم رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا

کہ انھوں نے معروف حنفی عالم مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کی کتاب ''فیض الباری شرح صحیح البخاری'' پر ''ارشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' کے نام سے نقد لکھا ہے، جو ہنوز غیر مطبوع ہے۔ بعض دوستوں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کتاب کی طباعت کے لیے فنڈز جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں سالانہ تعطیلات ہوئیں اور میں پاکستان آ گیا تو بالفعل ان ساتھیوں نے کتاب کی طباعت کے لیے دو لاکھ تہتر ہزار (۲۷۳۰۰۰) کی خطیر رقم ارسال کر دی اور کہا کہ یہ رقم استادِ محترم حافظ نورپوری رحمہ اللہ کے حوالے کر دیں، وہ جیسے چاہیں کتاب کی طباعت کا بندوبست کر لیں گے۔

جب میں یہ رقم لے کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری صورت حال بتائی تو انھوں نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ہرگز یہ پیسے اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ آپ لوگ جس طرح چاہیں کتاب کی طباعت کا انتظام کریں...!

ہماری سرتوڑ کوشش اور بار بار اصرار کرنے کے باوجود حافظ صاحب رحمہ اللہ نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور اس معاملے میں معمولی دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہ کیا۔ اور بالآخر ہمیں ناکام لوٹنا پڑا۔

حالانکہ اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ یہ روپے رکھ لیتے اور اسے حسب منشا صَرف کرتے تو کوئی ان سے پوچھ گچھ کرنے اور حساب لینے والا نہیں تھا، لیکن وہ کسی طرح بھی اس پر راضی نہ ہوئے، اور بالآخر ہمیں مولانا محمد طیب محمدی صاحب کے ذریعے سے کتاب کی طباعت کا بندوبست کرنا پڑا اور طباعت کے بعد کتاب معاونین کے پاس سعودی عرب بھجوا دی گئی۔ (یہ پیسے حافظ شاهد صاحب مجھے دے کر سعودی عرب چلے گئے تھے، ان کے بعد میں نے ارشاد القاری کی تین جلدیں شائع کر دیں تھیں، تین جلدوں کی اشاعت کے لیے یہ رقم کم ہو گی تھی، حافظ شاهد صاحب کو فون کر کے بتایا تو انھوں نے مجھے کہا آپ اپنے پاس سے باقی پیدے لگا کر کتاب طبع کرا دیں، میں واپسی پر یہ رقم ادا کر دوں گا، حافظ صاحب جب واپس آئے تو میں نے انہیں وہ کتابیں اور سارا حساب کتاب ادا کر دیا تھا۔ ان کتابوں کا مکمل حساب کتاب حافظ شاهد صاحب کے پاس ہے، اس کتاب پر جو میری محنت تھی وہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گیں۔ حافظ شاهد صاحب نے بھی بہت محنت کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرمائیں۔ محمد طیب محمدی)

استغنا کی اس روشن مثال کو ملاحظہ کریں اور ساتھ ہی اپنے اردگرد میں مالی خیانتوں اور خرد برد کے زبان زدِ عام قصے سنیں تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا مثالی طرزِ عمل آج کے دور میں یقیناً ایک

کرامت ہی محسوس ہوتا ہے، جس کی نظیر سلفِ امت میں تو مل سکتی ہے، لیکن آج کے دور میں ایسی مثالیں شاید ہی کہیں دیکھنے کو ملیں۔ إلا من رحم الله . . . ![(مجلہ "المکرم" اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۶۳)]

آپ خود جہاں چاہیں خرچ کریں:

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ جب حافظ صاحب کی تعزیت کرنے ثانی صاحب کے پاس آئے تو اس وقت انھوں نے بتایا: میں ریاض میں حافظ عابد الٰہی صاحب کے پاس تھا (یہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے بھائی ہیں) ان کے کسی ملازم کو پولیس لے گئی اس معاملہ میں انہیں کافی پریشانی ہوئی۔ کچھ دیر بعد پولیس نے اسے چھوڑ دیا ان کی پریشانی ختم ہوگئی۔ شکرانے کے طور پر انھوں نے حافظ عبدالمنان صاحب کو فون کیا کہ میں آپ کے پاس پچاس ہزار روپیہ بھیج رہا ہوں آپ اسے جہاں مناسب سمجھتے ہیں خرچ کر دیں۔ حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور کہا آپ خود جہاں چاہیں خرچ کریں مجھے نہ کہیں۔ عابد الٰہی صاحب نے بہت اصرار کیا لیکن حافظ صاحب نے انکار ہی کیا اور پیسے نہیں لیے۔
مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ نے یہ واقعہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد ان کے گھر بیٹھ کر سنایا جہاں حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب، مولانا عبدالوحید ساجد صاحب، مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب حفظہم اللہ اور دیگر افراد موجود تھے۔

شیخ فیصل صاحب سیالکوٹ نیکا پورہ میں رہنے والے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر انہیں ملنے گیا، واپسی پر میں نے جیب سے پیسے نکالے اور کہا حافظ صاحب یہ پیسے آپ اپنی مسجد میں دے دینا، حافظ صاحب کہنے لگے آپ خود یہ پیسے مسجد میں دینا۔ شیخ فیصل صاحب کہتے ہیں، میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ اپنی مسجد میں دے دینا لیکن حافظ صاحب نے میرے اصرار کرنے کے باوجود پیسے نہیں پکڑے۔ (حافظ صاحب کی اپنی مسجد سے مراد مسجد القدس ہے جو حافظ صاحب کے محلے میں ہے۔ اس مسجد کی انتظامیہ میں حافظ صاحب کا کوئی عمل دخل نہیں رہا۔ حافظ صاحب نے انتظامی حوالے سے ساری زندگی کوئی ذمہ داری نہیں لی۔ حافظ صاحب کی دعوت وتبلیغ، دروس و خطبات کی وجہ سے یہ حافظ صاحب والی مسجد مشہور ہے۔)

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء رحمہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان فرماتے ہیں: شبہات واتہامات کی جگہوں سے کوسوں دور رہتے تھے، ایک دفعہ لاہور میں مسجد تقویٰ میں جمعہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو ایک

شخص انہیں ۵۰۰ کا نوٹ دینے لگا کہ یہ آپ جامعہ محمدیہ میں دے دینا تو آپ نے پکڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آپ وہاں جا کر خود جمع کرا آؤ میں نہیں پکڑوں گا۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: استاذِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے ایک دوست عبدالشکور صاحب (اسلام آباد والے) حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پاس ملاقات کے لیے آئے اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگے کہ میں آپ کو کچھ رقم دینا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ جہاں پسند کریں، اسے خرچ کر لیں۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آپ خود جا کر جامعہ محمدیہ میں جمع کروا دیں اور رسید لے لیں۔ وہ دوبارہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے پیسے لے کر حسبِ منشا خرچ کر لیں یا اپنی کوئی کتاب وغیرہ طبع کروا لیں، لیکن حافظ صاحب مرحوم دوسری بار بھی پیسے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ خود جا کر مدرسے میں جمع کروا دیں۔ وہ بندہ مسلسل اصرار کرتا رہا، لیکن حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اسے ہر بار یہی جواب دیتے رہے اور آپ نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا۔ [(مجلہ المکرّم "اشاعت خاص" نمبر ۱۳ صفحہ ۶۳)]

مجھے ایک دفعہ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ کے مالک جناب ظفر صاحب نے کہا مکرم رسالہ میں لکھا ہے کہ ایک آدمی حافظ صاحب کے پاس آیا تھا اس نے کہا آپ مجھ سے پیسے لے لیں اور اپنی کتابیں چھپوا لیں تو حافظ صاحب نے اس آدمی کو آپ کا بتایا تھا پھر اس آدمی نے پانچ لاکھ روپے آپ کو دیے۔ میں یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا اور ظفر صاحب کو کہا اگر حافظ صاحب نے اس کو میرے پاس بھیجا ہے تو پھر یہ پیسے حافظ صاحب پر پڑتے ہیں، اگر حافظ صاحب نے خود نہیں لیے تو پھر یقیناً اپنی کتابیں طبع کروانے کے لیے بھی کسی کے پاس نہیں بھیجا۔ اور یہاں قارئین یہ بات اچھی طرح پڑھ لیں کہ مجھے آج تک کسی نے حافظ صاحب کی کتاب طبع کرنے کے لیے کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ اور مذکورہ آدمی جس نے حافظ صاحب کو کہا تھا آپ اپنی کتابیں طبع کروائیں میں اس آدمی کو جانتا تک نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے آج تک مولانا عبداللہ سلیم سے پوچھا ہے کہ وہ آدمی کون ہے اس سے پیسے لینے تو دور کی بات ہے اگر کسی کو تسلی نہ ہو تو وہ مولانا عبداللہ سلیم صاحب سے پوچھ لے۔ مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے دماغ میں شیطان نے یہ بات ڈال دی اور اس نے بغیر تحقیق کیے فوراً آگے کر دی، سوچ سمجھ کر بات کرنے والا انسانوں میں سے کوئی کوئی ہوتا ہے۔

شیخ کو لے کر جامعہ نصر العلوم میں:

حافظ صاحب کے پاس ایک دفعہ سعودی عرب سے ایک شیخ تشریف لائے، انھوں نے حافظ صاحب سے کہا میں مدرسہ یا دینی ادارہ وغیرہ کے لیے کچھ رقم دینا چاہتا ہوں، آپ کو وہ رقم دے دیتا ہو جہاں آپ چاہیں خرچ کر دینا، حافظ صاحب نے اس سے رقم لینے یا اپنا کوئی نیا مدرسہ وغیرہ کھولنے کی بجائے انہیں ساتھ لے کر جامعہ نصر العلوم عالم چوک آ گئے، اور وہاں کے مدیر اور اصل آدمی سے ان کی ملاقات کرادی، تاکہ لینے دینے والے کے درمیان سے آپ نکل جائیں، اور کسی بھی قسم کے شک وشبہ کو جنم لینے کی جرات ہی نہ ہو سکے۔

یہ پیسے آپ کو رکھنے پڑیں گے:

خضر حیات صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کسی قصاب کی دکان پر گئے۔ قصاب نے کہا شیخ صاحب آپ نے مجھ سے کچھ ادھار گوشت لیا تھا اور اس کے پچاس روپے آپ نے ادا نہیں کیے تھے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ بھائی اچھی طرح سوچ لو میں نے آپ کے روپے نہیں دینے ہیں وہ کوئی اور ہوگا۔ اس نے کہا شیخ آپ نے ہی روپے دینے ہیں۔ شیخ نے کہا بھائی اچھی طرح یاد کرلو وہ کوئی اور ہوگا آپ کو شاید غلط فہمی ہو رہی ہے۔ قصاب نے مزید غور وفکر کیا اور سوچا تو اس کو یاد آ گیا کہ وہ کوئی اور شخص تھا جبکہ شیخ کا کوئی ادھار باقی نہیں۔ چنانچہ اس نے شیخ رحمہ اللہ سے معذرت کی اور کہا کہ مجھے غلطی لگی وہ کوئی اور شخص ہے آپ نہیں ہیں۔ شیخ نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کو پچاس روپے بھی دے دیئے اور کہا کہ چونکہ تمہیں شک ہے اس لیے اب یہ پیسے آپ کو رکھنے پڑیں گے۔ راوی (ابو ذکوان) کہتے ہیں کہ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتانے لگے کہ یہاں شک دور کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ممکن ہے کل کو یہ شخص کہتا کہ تم بڑے مولانا بنے پھرتے ہو تم نے تو میرے پچاس روپے نہیں دیے تھے۔ اور ساتھ ہی امام بخاری رحمہ اللہ کا وہ کشتی والا واقعہ سنایا جب انھوں نے اپنے پیسے دریا برد کر دیئے تھے۔ تاکہ عدالت (دیانتداری) پر کوئی حرف نہ آئے۔ [(مجلّہ المکرّم' اشاعت خاص' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۲۲)]

عزت کی حفاظت

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں: مجھے حافظ صاحب نے خود یہ بات سنائی

ہمارے محلے میں ایک قصاب کی دوکان تھی، اس سے کبھی گوشت ادھار بھی لے لیتے تھے۔ ایک دفعہ میں اس کی دوکان کے پاس سے گزرا تو اس نے مجھے کہا آپ کے ذمہ اتنے پیسے ہیں۔ جاوید صاحب فرماتے ہیں حافظ صاحب نے پانچ روپے بتائے یا پچاس روپے بتائے۔ بڑی پرانی بات ہے اس وقت پانچ روپے بھی بہت ہوتے تھے، خیر جتنے بھی تھے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں میں اتنے پیسے لے کر اس کی دوکان پر چلا گیا اور اسے کہا یہ لو اپنے پیسے۔ جب میں نے اسے پیسے دیے تو وہ کہنے لگا مجھے غلطی لگ گئی تھی آپ کے ذمے پیسے نہیں ہیں کسی اور کے ذمے ہیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے یہ پیسے اب تجھے رکھنے پڑیں گے تو نے خود مطالبہ کیا تھا اب تجھے پیسے لینے پڑیں گے۔ وہ کہنے لگا میں نے ویسے ہی کہا تھا۔ حافظ صاحب نے اسے کہا جیسے بھی کہا تھا اب یہ پیسے تجھے رکھنے ہی ہوں گے۔ حافظ صاحب نے دل میں یہ بات کہی کل کو تم یہ کہو گے کہ فلاں مولوی نے میرے پیسے دبا لیے ہیں حافظ صاحب نے وہ پیسے اسے دے کر ہی چھوڑے۔

عزت کو بچانے کی ایسی مثال اب کہاں سے ڈھونڈیں۔ جو عزت کے ساتھ جیئے اسے کہتے ہیں ولی باکرامت۔ کرامت کا معنی ہے عزت، ولی اپنی عزت بچاتا ہے دنیا نہیں بچاتا، پیسے نہیں بچاتا اور جو پیسے بچائے عزت نہ بچائے اس کے لیے ذلت ہی ذلت ہے۔

الیکشن امیدوار کی گاڑی پر نہیں بیٹھے تھے

ایک دفعہ حافظ صاحب کا ڈسکہ جامعہ عزیزیہ درس کا پروگرام تھا۔ حافظ صاحب کو لینے کے لیے ڈسکہ سے ایک صاحب آئے چونکہ حافظ صاحب کے درس کا ٹائم میں نے لیا ہوا تھا۔ اس لیے اس ساتھی نے مجھے بلا لیا میں بھی حافظ صاحب کے گھر آ گیا۔ اب حافظ صاحب گھر سے نکلے اور اس گاڑی پر بیٹھنے لگے تو دیکھا گاڑی پر کسی کونسلر امیدوار کا نام لکھا ہوا تھا۔ ان دنوں الیکشن کی مہم جاری تھی حافظ صاحب کہنے لگے میں نے اس گاڑی پر نہیں بیٹھنا، اب وہ ساتھی عذر پیش کرنے لگے یہ گاڑی میری ہے اس کا نام ویسے ہی لکھ دیا ہے اُس نے لکھوا دیا ہے یہ ہوا وہ ہوا۔ حافظ صاحب ان کی باتیں سن کر کہنے لگے جو بھی ہوا ہے الیکشن والی گاڑی پر میں نے نہیں بیٹھنا۔ ساتھی نے بڑا اصرار کیا لیکن حافظ صاحب نے انکار کر دیا، اور حافظ صاحب کا انکار ان کے اصرار پر غالب آ گیا اور وہ ساتھی جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس چلے گئے۔ میں نے پھر دوسری گاڑی کرائے پر لی اور حافظ صاحب کو لے کر ڈسکہ جامعہ عزیزیہ پہنچا۔

حافظ صاحب اپنے آپ کو ہر ایسے کام سے دور رکھتے تھے جس کو آپ صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا کیا وجہ تھی؟ آپ اس گاڑی پر کیوں نہیں بیٹھے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے: لوگ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی الیکشن کو صحیح سمجھتا ہے یا جس کی گاڑی پر بیٹھا ہے اس امیدوار کو صحیح سمجھتا ہے اور یہ بھی اس کے حق میں ہے۔

اپنا انعام لینے دکان پہ نہیں گئے

حافظ صاحبؒ خود لکھتے ہیں شعبان 1382ھ کی بات ہے کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز فجر پڑھ کر درس قرآن کے بعد سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان فرمایا تو حاجی محمد یوسف صاحب بان سوتر والوں نے کہا جو طالب علم اول آیا وہ پچاس روپے انعام ہماری دکان سے جا کر حاصل کرے چند روز بعد مولانا سلفی صاحب نے پوچھا تجھے انعام مل گیا ہے؟ تو عرض کیا' جی نہیں' تو فرمانے لگے تو ان کی دکان پر گیا نہیں؟ عرض کیا جی نہیں پھر فقیر الی اللہ الغنی دورہ تفسیر کی خاطر لاہور چوک دالگراں چلا گیا۔ جہاں حضرت محدث روپڑی رحمتہ اللہ علیہ کے دورہ تفسیر القرآن میں شرکت کی۔ امتحان پاس کیا اور سند حاصل کی۔ جمعہ کو سبق کی چھٹی ہوتی تھی ایک جمعہ شیش محل روڈ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی غرض سے آیا ان کے مکتبہ سلفیہ میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ مولانا سلفی صاحب تشریف لائے آپ جمعیت اہلحدیث کے مرکزی دفتر تقویۃ الاسلام غزنویہ میں وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہتے تھے۔ فرمانے لگے یہ لے اپنے انعام کے پچاس روپے شیخ یوسف صاحب سے میں نے وصول کر لیے تھے

ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نور پوری فرماتے ہیں:

کیا کوئی ایسا عالم ہے جو پوزیشن میں تو اول ہو اور انعام وصول کرنے میں کسی دوست کے ساتھ بھی نہ ہو، یہ ہے منفرد مقام میرے استاد کا۔

[(ترجمان الحدیث،خصوصی اشاعت،جون،جولائی،۲۰۱۲،صفحہ ۳۳)]

پائے نہیں پکڑے:

۱۷ فروری ۲۰۰۸ مولانا عبداللہ سلیم صاحب سے پہلوانوں والی مسجد میں ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو حافظ صاحب کا تذکرہ ہوا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے حافظ صاحب کی دعوت کی،

میں نے بڑے پائے پکانے کی کوشش کی بازار سے خرید کر تو لے آیا لیکن کسی وجہ سے ناکام رہا، پکا نہ سکا، کیونکہ پائے پکنے میں کافی وقت لگتا ہے، خیر دوسری چیزیں تیار کر کے دعوت کا اہتمام کیا، حافظ صاحب گھر آئے جو تیار کیا تھا وہ کھانا کھلایا، دعوت کے اختتام پر میں نے وہ پائے حافظ صاحب کو دینے کی کوشش کی کہ آپ کے لیے لے کر آیا تھا مگر تیار نہ ہو سکے آپ گھر لے جائیں، مگر حافظ صاحب نے لینے سے انکار کر دیا، باوجود میرے اصرار کے حافظ صاحب نے وہ پائے نہ لیے اور دعوت پر میرا شکریہ ادا کر کے واپس چلے گئے۔

جوتا نہیں اٹھانے دیا:

اتنے خود دار کہ اپنا کام خود کرنے کو سعادت خیال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی کو اپنا جوتا نہیں اٹھانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں سے جب حافظ صاحب باہر نکلنے لگے تو میں نے حافظ صاحب کا جوتا پکڑ لیا تاکہ مسجد کے باہر جوتیوں کی جگہ پر رکھوں، حافظ صاحب نے جوتا میرے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا یہ میرا جوتا ہے، آپ کی مہربانی نہ پکڑیں۔

بغیر جوتے کے گھر گئے

رحمت اللہ لون صاحب کے بیٹے راحیل صاحب حافظ صاحب کے معتقدین میں سے ہیں، ان رہائش حافظ صاحب کے محلے میں ہے، انھوں نے بتایا ایک دفعہ ہم مسجد قدس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حافظ صاحب جب جانے لگے تو جہاں جوتا رکھا تھا وہاں دیکھا تو جوتا نہیں تھا۔ ایک صاحب کہنے لگے کوئی اٹھا کر لے گیا ہے، حافظ صاحب کہنے لگے کسی کو غلطی لگ گئی ہوگی وہ غلطی سے اپنا سمجھتا ہوگا، راحیل صاحب یہاں بات روک کر کہنے لگے کہ حافظ صاحب کسی پر الزام یا تہمت نہیں لگاتے تھے، اتنی سی بات بھی حافظ صاحب نے نہیں کرنے دی کہ کوئی اٹھا کر لے گیا ہے، حافظ صاحب نے کہا وہ غلطی سے اپنا سمجھتا ہوگا، پھر حافظ صاحب ننگے پاؤں ہی مسجد سے باہر آگئے۔ ایک ساتھی نے کہا حافظ صاحب میرا جوتا پہن لیں، حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور حافظ صاحب کہنے لگے مسئلہ یہ ہے کہ جوتا ہو تو پہن لو نہ ہو تو ننگے پاؤں چلو، کوئی بات نہیں میں اسی طرح چلتا ہوں وہ ساتھی پھر کہنے لگا: حافظ صاحب ہم سے آپ کا ننگے پاؤں چلنا برداشت نہیں، آپ میرا جوتا پہن لیں اور گھر جا کر واپس کر دیں حافظ صاحب

کہنے لگے آپ میرے لیے اتنی دیر یہاں بیٹھے رہیں گے، حافظ صاحب نے اس کا جوتا نہیں پہنا۔ راحیل صاحب کہتے ہیں پھر ہم نے ایک سکیم سوچی کہ شاید اس طرح حافظ صاحب جوتا پہن لیں گے، میں نے کیا کیا، اپنا جوتا اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور کہا میں بھی آپ کے ساتھ ننگے پاؤں چلوں گا تو جب میں ننگے پاؤں ہوں گا تو پھر حافظ صاحب مجبوراً جوتا پہنیں گے، میں ننگے پاؤں چلنا شروع ہو گیا لیکن حافظ صاحب نے پھر بھی جوتا نہیں پہنا اور مجھے کہنے لگے آپ کے پاس تو جوتا ہے آپ پہنیں میرے پاس تو جوتا نہیں اس لیے میں نے نہیں پہنا۔ راحیل صاحب کہتے ہیں اس واقعہ کا میرے اوپر بڑا گہرا اثر ہوا کہ اپنی چیز پاس نہیں تو کسی سے مانگنے کی تو بعد کی بات ہے کوئی دے بھی تو نہ لینا ہی بہتر ہے۔

مخدومیت نہیں، خادمیت تھی

بڑے بڑے لوگوں کی سیرت میں یہ چیز پڑھنے کو ملتی ہے کہ ان کے مرید بہت تھے حضرت جہاں کہیں جاتے مریدین خدمت کے لیے حاضر ہو جاتے۔ اور حضرت صاحب ہفتہ ہفتہ مہینہ مہینہ ان کے ہی پاس ٹھہرے رہتے ان سے خدمت کرواتے۔

حافظ صاحب کے چاہنے والے ملک کے اطراف واکناف میں بہت تھے، لیکن حافظ صاحب کسی کے پاس خدمت کروانے کے لیے کبھی نہیں گئے، کسی کے پاس جا کر ڈیرے نہیں لگائے۔ کسی کے پاس جا کر ایسی مجلس نہیں لگائی کہ خدمت گزار وہاں حاضر ہوں۔

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے اپنے مدرسہ جامعہ محمدیہ میں تقریب نسائی کے موقع پر حافظ صاحب کا سیرت امام نسائی کے موضوع پر درس رکھا۔ درس سے پہلے جاوید صاحب نے مجھے فون کیا کہ آپ گوجرانوالہ سے گاڑی کرایہ پر لے کر حافظ صاحب کو سیالکوٹ لے آئیں۔ چنانچہ میں گاڑی لے کر حافظ صاحب کے گھر پہنچا اور وہاں سے سیالکوٹ کے لیے روانہ ہو گئے، رمضان المبارک کا مہینہ تھا حافظ صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ درس دیا، عصر کی نماز کے فوراً بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔ (درس ظہر کے بعد ہوا) واپسی پر میں نے سوچا حافظ صاحب کافی تھک گئے ہوں گے انہیں دبانا چاہیے میں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، ڈرتے ڈرتے میں نے حافظ صاحب سے اجازت لی کہ میں آپ کو دبانا چاہتا ہوں حافظ صاحب نے فوراً مجھے منع کر دیا اور پھر یہ بات کہی کہ میں نے آج تک کسی سے اپنی

خدمت نہیں کروائی کیونکہ اس سے نقصان ہی ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی بات نکل جاتی ہے یا بن جاتی ہے۔ حافظ صاحب کی عظمت اور وقار کے لیے یہ واقعہ ہی کافی ہے۔

اعجاز احمد تنویر صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حافظ صاحب آرام کے لیے لیٹے ہوئے تھے طلبہ نے دبانے کی اجازت مانگی اور اس کے ساتھ ہی دبانا شروع کر دیا حافظ صاحب نے بڑی سختی سے یہ بات کہہ کر انہیں روک دیا کہ زندہ کو ہی دبانا ہے مرتو لینے دو۔ یعنی حافظ صاحب نے اپنی خدمت کو قبر دفن ہونا یا کرنا کہا ہے، یہ تو زندہ کو دفن کر دینے کے مترادف ہے۔

ایک طرف حافظ نورپوری صاحب کا یہ عمل ہے اور دوسری طرف ایسے علما ہیں جو خود کو مخدوم کہلاتے ہیں اور لوگوں سے خدمت لینے کو اپنا حق سمجھتے ہیں، یہ لوگ دنیا میں ہی اپنا حق وصول کر لیتے ہیں، آخرت کو پھر انہیں کیا حق ملے گا؟

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: شیخ رحمہ اللہ اپنا ٹوٹا ہوا جوتا، اپنا لباس خود بھی سی لیا کرتے تھے۔ آپ اپنے گھر کے لیے گندم کا توڑا خود اپنے کندھے پر اٹھا کر پسوانے کے لیے جایا کرتے تھے۔ طلبہ سے کوئی بھی کام کروانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ گھر کے لیے سبزی وغیرہ خود خریدتے تھے۔ اگر راستے میں کہیں ملاقات ہو جاتی تو لاکھ اصرار کے باوجود ہاتھ میں پکڑے ہوئے سامان کو اٹھانے نہ دیتے۔ دوکاندار کے پاس جا کر اپنی باری کا انتظار کرتے کبھی آگے بڑھ کر اپنے سے پہلے آنے والوں سے پہلے چیز لینے کی کوشش نہ کرتے۔ الا یہ کہ دوکاندار کی نظر پڑ جاتی تو وہ شیخ رحمہ اللہ کو پہلے فارغ کر دیتا۔

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا:

حافظ صاحب کے ان اوصاف کے پیش نظر مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کا قدیم علما کے ساتھ تقابل کیا جائے تو آپ کئی علما کے روپ میں نظر آئیں، اور میں نے ابھی ذکر کیا ہے ماضی قریب کے علما میں سے ایک آدمی گزرا ہے جس کا نام سید نذیر حسین دھلوی ہے، جو اکابر علما کے استاذ تھے، ہندوستان میں ایسا محدث نہیں گزرا، اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود وہ دہلی کے جس کوچے میں رہتے تھے اس گلی سے صبح نکلتے وقت آواز لگاتے: نذیرا بازار چلا ہے، کسی بہن نے سودا منگوانا ہو تو منگوا لے، سید نذیر حسین دھلوی لوگوں کے سودے لا کر دیتے تھے، پھر اگر کسی نے کہا سبزی خراب آگئی ہے تو واپس کرا کے

لاتے۔ ہمارے حافظ صاحب بھی ایسے ہی تھے، آپ نے کبھی کسی خدمت لی ہی نہیں، کبھی کسی طالب علم سے کوئی کام لیا ہی نہیں۔ لوگ تو طالب علم سے جوتے پالش کرواتے ہیں، اور کئی کام ان سے کرواتے ہیں۔ لیکن آپ کبھی کسی درخوست بھی نہیں کی تھی، اپنے گھر کا آٹا خود ہی پسواتے تھے۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤ کہ تجھ سا کہیں جسے

ایسے لوگ اب نایاب ہوگئے ہیں۔ اکثر علما مخدوم بن جاتے ہیں، مخدوم کا مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت کی جائے، وہ لیٹر بکس ہی بن جاتے ہیں۔

مجھے کسی نے یہ واقعہ سنایا ہے کہ جن حضرت حافظ صاحب کی ارشادالقاری چھپ گئی تو دور دراز سے کسی عالم نے اسے پڑھا تو وہ حضرت حافظ صاحب زیارت کے لیے آپ کے گھر آئے، حافظ صاحب اس وقت اپنے گھر کی لپائی کے لیے مٹی کو پاؤں کے ساتھ گوندھ رہے تھے، جس پنجابی میں کہانی کرنا کہتے ہیں، اس مسافر نے کہا بھائی میں نے حافظ عبدالمنان نورپوری کو ملنا ہے، آپ اسی وقت اس کہانی سے باہر آگئے اور کہا السلام علیکم میں ہی عبدالمنان ہوں، وہ شخص ہی منظر دیکھ کر رونے لگ گیا کہ اتنا بڑا شخص ہے اور یہ مٹی والا کام خود کر رہا ہے، قریب ہی جامعہ محمدیہ ہے طالب علموں کو کہتے کئی طالب علم آجاتے، اور کہانی کر جاتے، لیکن ایسے خود دار شخص دنیا میں کم آتے ہیں۔

ایک دن حافظ صاحب نے مجھے بتایا ہمارے گھر جو بچے پڑھنے آتے ہیں ہم نے ان سے کبھی کام نہیں لیا، نہ گھر کا کوئی کام کردیا ہےاا ور نہ ہی باہر کا کوئی کام۔

ابومسعود عبدالجبار سلفی فرماتے ہیں: آپ ہر واقف اور ناواقف سے اس طرح ملتے، گویا ان کے درمیان سالہا سال سے تعارف ہے۔ جہاں کہیں جانا ہوتا، اکیلے ہی چل پڑتے اور ہٹو بچو کہنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لے جاتے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ ان کے قدموں کی خاک کے پیچھے چلنے والوں کی کمی نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں اپنے روحانی فرزندوں سے ملنے آئے تو طلبا جامعہ سلفیہ کا جم غفیر آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کو الوداع کرنے جا رہا تھا۔ یہ روح پرور، ایمان افروز اور علم کی قدر دانی کا منظر دیکھ کر رئیس التجار صوفی احمد دین صاحب (انصاف ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد والے) صدر جامعہ سلفیہ میاں فضل حق رحمہ اللہ صاحب سے پوچھنے لگے کہ یہ کونسی شخصیت ہے جن کے قدموں کی دھول کے پیچھے اتنے سارے طلبہ چل رہے ہیں۔؟ تو میاں صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو

پتا نہیں یہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے بڑے سینئر استاد ہیں۔ مجھے تو ان کا درسِ بخاری سن کر شیخ زملکانی کے آشعار یاد آ جاتے ہیں جو اُنہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مدح میں کہے تھے۔

ماذا يقول الواصفون له؟
و صفاته حلت عن الحصر
هو حجة الله قاهرة
هو بيننا أعجوبة الدهر
هو آية في خلق ظاهرة
أنواره أريت على الفجر

تکلیف کا احساس نہ ہونے دینا

جامعہ مسجد نذیریہ نوشہرہ روڈ میں صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے متعلق حافظ صاحب کا درس تھا۔ حافظ صاحب کو لینے قاری عنایت اللہ ربانی پٹیالوی صاحب مدرس جامعہ التربیۃ الاسلامیہ حافظ صاحب کے گھر گئے اور موٹر سائیکل پر حافظ صاحب کو لے آئے۔ چوک نیائیں کے قریب رش زیادہ ہونے کی وجہ سے رستے میں حافظ صاحب کا گھٹنا ایک پھٹے کے ساتھ لگ گیا۔ قاری صاحب فرماتے ہیں میں نے حافظ صاحب کا گھٹنا پکڑ لیا اور معذرت کرنا شروع کر دی۔ حافظ صاحب کہتے جاتے مولانا صاحب آپ موٹر سائیکل چلائیں مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اتنی چوٹیں ہمیں کچھ نہیں کہتیں، ہم پینڈوں لوگ ہیں اتنی چوٹوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں نے یہ بات سن کر قاری صاحب کو کہا واقعی حافظ صاحب کا حوصلہ اتنا ہی بلند تھا۔ کبھی کسی پر غلہ شکوہ نہیں کیا کرتے تھے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں: اس چوٹ کا میں نے حافظ صاحب کی زبان سے یا حافظ صاحب کی طرف سے کسی کی زبان سے ذکر نہیں سنا۔

سائیکل سواری:

گلاں چک سرفراز کالونی سے تقریباً بارہ تیرہ کلومیٹر دور ہے۔ مولانا امان اللہ گل صاحب جو مولانا حجاج اللہ صمدانی صاحب کے والد محترم ہیں، انھوں نے حافظ صاحب کے درس کا ٹائم لیا، اور حافظ صاحب کو گلاں چک لانے کے لیے ڈیوٹی ماسٹر صاحب کی لگائی ماسٹر صاحب نے خود آفر کی۔ مقررہ

تاریخ کو گلاں چک جانے کے لیے ماسٹر صاحب سائیکل لے کر حافظ صاحب کے پاس پہنچے اور کہا حافظ صاحب گلاں چک چلیں، ماسٹر صاحب نے حافظ صاحب کو سائیکل پر اپنے پیچھے بٹھایا اور گلاں چک لے گئے۔ حافظ صاحب نے نہیں کہا سواری کیا لے آئے ہو میں نے سائیکل پر نہیں بیٹھنا جاؤ کوئی اور سواری لاؤ یا کم از کم موٹر سائیکل لے آؤ سائیکل پر نہیں بیٹھنا۔ حافظ صاحب میں عاجزی وانکساری تھی جو لوگ سائیکل کی سواری کرتے ہیں یا سائیکل سوار کے پیچھے بیٹھتے ہیں انہیں علم ہے کتنی مشقت سے بیٹھا جاتا ہے اور پیچھے بٹھا کر سائیکل کتنی مشکل سے چلایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے رستے میں، تبلیغ کے رستے میں ماسٹر صاحب کے سائیکل چلانے کو قبول کرے، حافظ صاحب کے پیچھے بیٹھنے کو قبول فرمائے۔ یقیناً حافظ صاحب میں تکبر فخر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ نخرہ کی عادت سے حافظ صاحب واقف نہیں تھے، سہولیات کے متلاشی نہیں تھے، سواری جیسی مل جاتی بیٹھ جاتے تھے، روٹی گیلی سوکھی جیسی ملی کھا لیتے تھے۔ گلہ، شکوہ، اعتراض، تنقید نہیں کرتے تھے، بارہ تیرہ کلومیٹر سفر کر کے حافظ صاحب گلاں چک گئے۔ وہاں مسجد میں پہنچے تو اشتہار پر نظر پڑی حافظ عبدالمنان کے ساتھ شیخ الحدیث لکھا ہوا ہے۔ وہیں سے واپسی کا پروگرام بنا لیا، ماسٹر خالد صاحب کہنے لگے کہ ہم اتنی دور سے آئے ہیں مولانا امان اللہ صاحب کو مل جاتے ہیں اور انہیں بتا دیتے ہیں کہ ہم واپس جا رہے ہیں تاکہ انہیں پتا چلے کی ہم واپس کیوں جا رہے ہیں، مولانا امان اللہ صاحب سے ملے اور انہیں بتایا کہ آپ نے اشتہار پر شیخ الحدیث لکھا ہے، وہ معذرت کرنے لگ گئے۔ بہر حال حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور واپس آ گئے وہاں درس نہیں دیا۔ گھر سے حافظ صاحب درس دینے کے لیے سائیکل پر بیٹھ کر چلے گئے، لیکن لقب دیکھ کر درس نہیں دیا سائیکل دیکھ کر انکار نہیں کیا لقب دیکھ کر انکار کیا، جبکہ یہاں علما کا معاملہ رویہ، انداز اس کے بالکل ہی الٹ ہے، وہ خالی نام دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں غصے ہوتے ہیں ایسے القاب دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور سائیکل کی سواری دیکھ کر پتا نہیں کیا ہوں، انھوں نے کبھی سائیکل کی سواری دیکھی ہی نہیں ہوتی اگر دیکھ لیں تو پتا نہیں کیا کریں۔

باہمت مرد:

اس دنیا میں صحت مند کون ہے؟ ہر کوئی کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا ہے، نیک آدمی اطاعت الٰہی بجا لانے میں بیماری و پریشانی کو بہانہ نہیں بناتا۔ وہ اذان سنتے ہی مسجد کی طرف چلتا ہے شریعت نے زیادہ تکلیف کے وقت اگرچہ بیمار کو رخصت دی ہے لیکن حافظ صاحب نے کسی بیماری کو بیماری نہیں سمجھا۔ بلند ہمت اور اعلیٰ

سوچ کے مالک تھے انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو تندرست ظاہر کروایا ہے کسی کو اپنی تکلیف اور بیماری محسوس نہیں ہونے دی آخر دم تک اذان سنتے مسجد میں پہنچے ہیں، اور ہر آئے ہوئے سوال کا جواب لکھا ہے۔

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: بلڈ پریشر' انجیو پلاسٹی' ہارٹ' وغیرہ جیسی تکالیف کے باوجود' سوموار' جمعرات اور جب سے جامعہ محمدیہ میں خطبہ دینا شروع کیا تب سے جمعہ کا بھی نیز ہر ماہ کے روزے یعنی ایام بیض 13-14 اور 15 کے بلا امتیاز سردی اور گرمی کے ان کے علاوہ جن روزوں کا ذکر اور فضیلت حدیث میں آئی ہے مثلاً محرم الحرام کے تقریباً مکمل شعبان کے نصف سے زائد، ذوالحجہ کے 9 روزے اور شوال کے 6 روزے رکھا کرتے۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی شاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۳۷)]

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حافظ صاحب معسکر گئے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب بھی ساتھ تھے، وہاں چونکہ مجاہدین کو ٹریننگ کرائی جاتی ہے، ورزش کرائی جاتی ہے۔ حافظ صاحب بھی ان کے ساتھ مل کر ورزش کرنے لگ گئے، استادوں نے کہا حافظ صاحب آپ ورزش نہ کریں لیکن حافظ صاحب کہتے جو سب کر رہے ہیں میں بھی وہی کروں گا میں ان سے پیچھے نہیں رہوں گا۔

کام تو مجھے تھا اس لئے میں خود آیا ہوں:

مولانا عبدالسلام زاہد فرماتے ہیں: 2009-10 کی بات ہے راقم الحروف جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں اپنے کلاس روم میں جو کہ حافظ صاحب کے کلاس روم سے تین کمرے چھوڑ کر تھا حدیث شریف کی کتاب مشکوۃ المصابیح کا سبق پڑھا رہا تھا کہ حضرت حافظ صاحب تشریف لائے راقم نے اٹھنا چاہا تو فرمایا تشریف رکھیں ایک کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں میں نے عرض کیا مجھے حکم فرماتے میں حاضر ہو جاتا فرمانے لگے آپ سبق پڑھا رہے تھے اور کام تو مجھے تھا اس لئے میں خود آیا ہوں اور فرمانے لگے فلاں طالب علم کے متعلق بات کرنی ہے کہ آپ نے اسے کلاس سے نکال دیا ہے اس کے والد میرے پاس آئے ہیں اور بچہ وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا لہٰذا اسے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دیں میں اس بچے کو بلا لوں میں نے عرض کیا حضرت آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن وہ بچہ میں نے نہیں فلاں استاد نے نکالا ہے، میں ان سے عرض کر دیتا ہوں فرمانے لگے: نہیں آپ بیٹھیں سبق پڑھیں میں خود ہی بات کر لیتا ہوں۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۵۵)]

باب نمبر ۳۶

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾

''تم بہترین امت ہو تمھیں لوگوں (کو دعوت دینے کے لیے) نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

غور فرمایئے! اللہ پر ایمان لانا سب باقی اعمال وافعال سے مقدم ہے۔لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر محض اس لیے پہلے کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود تھا۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی کہ اے مسلمانو! تم بہترین امت صرف اس لیے ہو کہ تم برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔ بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک مسلمان اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے رہیں گے وہ بہترین امت رہیں گے اور جب انہوں نے اس فریضہ سے کوتاہی کی تو پھر بہترین امت نہیں رہیں گے۔ برے کاموں سے مراد کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور ہر قسم کی بداخلاقی اور بے حیائی اور نامعقول باتیں شامل ہیں اور ان سے روکنے کا فریضہ فرداً فرداً بھی ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اور اجتماعاً امت مسلمہ پر بھی۔ ہر ایک کو اپنی حیثیت اور قوت کے مطابق اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونا لازم ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی برائی دیکھے تو اسے بزور بازو ختم کردے اور اگر ایسا نہیں کرسکتا تو زبان سے ہی روکے اور اگر اتنا بھی نہیں کرسکتا تو کم از کم دل میں ہی اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور تر درجہ ہے'' [مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب کون النھی عن المنکر من الایمان]

اور نیک کاموں سے مراد توحید خالص اور ارکان اسلام کی بجا آوری جہاد میں دامے درمے شمولیت، بدعات سے اجتناب، قرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی اور تمام مسلمانوں سے مروت، اخوت و ہمدردی اور خیر خواہی وغیرہ ہیں۔

آ یئے دیکھیے ! یہ وصف اور خوبی حافظ صاحب میں کس حد تک تھی۔ حافظ صاحب کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور بے حیائی اور نامعقول باتوں سے روکتے اور ان سے منع کرنے بہت ہی زیادہ سخت تھے۔

امر بالمعروف

نیکی پر رغبت دلانے کا انداز

فجر کے درس کے بعد حافظ صاحب اشراق تک بیٹھتے، لوگ درس کے فوراً بعد آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور اپنے روزانہ کے پیش آمدہ مسائل کا تذکرہ کر کے ان کا حل دریافت کرتے، علمی مسائل پر گفتگو ہوتی۔ حافظ صاحب لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی رغبت دلاتے۔ جیسی کوئی بات ہوتی اس کے مطابق اپنا کوئی واقعہ سناتے کہ مجھے بھی ایسا معاملہ پیش آیا اور میں نے اس وقت یہ عمل کیا جس سے سننے والا بھی اپنے آپ کو نیکی کے اس کام کے لیے تیار کر لیتا اور حافظ صاحب اس کی ہمت کو جوان کر دیتے۔ ارادے کو قوت بخش دیتے حوصلہ افزائی کرتے۔ کسی ساتھی کے بیمار ہونے کا پتا چلتا تو بیمار پرسی کے لیے جاتے آپ کے ساتھ اہل مجلس بھی جاتے، اگر حافظ صاحب نے پہلے کسی ساتھی کی بیمار پرسی کی ہوتی تو اہل مجلس کو رغبت دلاتے آپ بھی جائیں اور ان کا پتا لیں۔

ساجد کیسٹ سے شیخ الحدیث تک

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب، جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن مسجد مکرم کے شیخ الحدیث ہیں، اور جید عالم دین ہیں مولانا عظیم حاصل پوری صاحب اور مولانا مجیب الرحمان صاحب نے حافظ شاھد صاحب کو بتایا: مولانا عبدالوحید ساجد صاحب نے جامعہ میں بلوغ المرام کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمایا تھا، بڑا علمی درس تھا، محدثین کی عبارتیں زبانی پڑھتے جاتے تھے، جامعہ کا ہر استاذ اور ہر طالب علم اس درس پر بہت خوش ہوا تھا، اور شیخ کو ڈھیروں دعائیں دے رہا تھا۔ اللھم زد فزد

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، عامر بٹ صاحب (پکی پمپ والی) کے گھر ان کی ہمشیرہ کی وفات پر تعزیت کرنے گئے، وہاں بٹ صاحب نے بتایا کہ جنازہ عبدالوحید ساجد صاحب نے پڑھایا تھا، جب ان کا ذکر خیر ہوا تو حافظ صاحب نے ان کے متعلق بتایا انہوں نے کیسٹوں کی دوکان بنا رکھی تھی میں نے

جب ان کے پاس جانا انہیں کہنا آپ سات آٹھ سال مدرسہ پڑھے ہوئے ہیں اور یہ کام کر رہے ہیں؟ جبکہ یہ کام عام شخص بھی کرسکتا ہے آپ کو مدرسہ جانے کا کیا فائدہ ہوا؟

حافظ صاحب نے بتایا کہ ایک دن میں گیا تو انہیں کہا ساجد کیسٹ یعنی کیسٹ کو سجدہ کرنے والے، ان کی دوکان کا نام تھا ساجد کیسٹ ہاؤس، تو حافظ صاحب نے اسے مرکب اضافی بنا کر انہیں اس کام سے دل برداشتہ کرنے کی کوشش کی۔ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے ان کو کہا آپ فاروق راشدی صاحب سے بات کریں اور جامعہ اسلامیہ میں استاذ لگ جائیں یا حافظ اسعد صاحب سے بات کریں وہ آپ کو جانتے ہیں ان سے بات کر کے مکرم مسجد میں استاذ لگ جائیں۔ خیر حافظ صاحب کے کہنے پر انھوں نے حافظ اسعد صاحب سے بات کی تو وہ مان گئے اور استاذ مقرر ہو گئے۔

پھر جب ۱۴۹۳ھ بمطابق ۲۰۰۸ء کے دوران حالات کچھ ناساز گار ہوئے جس کے نتیجہ میں حافظ اسعد صاحب نے کلیروی صاحب سے معذرت کر لی بعد ازاں حافظ اسعد صاحب نے عبدالوحید ساجد صاحب کو مدرسہ کا شیخ الحدیث مقرر کر دیا۔ اب الحمد للہ حافظ اسعد صاحب اور سعید کلیروی صاحب میں انتہا کی محبت ہے، پروفیسر سعید کلیروی صاحب مسجد مکرم میں نماز مغرب کے بعد ترجمۃ القرآن کلاس پڑھا رہے ہیں۔

کیسٹوں کی دوکان سے شیخ الحدیث مقرر ہونا اللہ کی خاص رحمت ہے۔ ساجد صاحب کے شیخ الحدیث بننے میں حافظ صاحب کی محنت وکوشش اوران کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

خط کے ذریعے دعوت:

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ نے بتایا حافظ صاحب رحمہ اللہ نے علامہ صاحب رحمہ اللہ کو عربی میں خط لکھا تھا جس میں حافظ صاحب نے علامہ صاحب کو داڑھی اور شلوار کی طرف توجہ دلائی تھی۔ دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی حافظ صاحب سب سے آگے تھے۔ جہاں برائی دیکھی کوئی غلطی دیکھی اس کی اصلاح کی۔ اگر بالمشافہ موقع نہیں ملا، یا مناسب نہیں سمجھا تو خط کے ذریعے دعوت دی۔

مجھے ایک آدمی نے بتایا علامہ صاحب کے بیٹے علامہ ابتسام الٰہی ظہیر جن کی مکمل داڑھی ہے، سے کسی نے پوچھا آپ کے والد گرامی کی داڑھی کٹاتے تھے، اور آپ نے پوری رکھی ہے تو علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے جواب دیا، دین میں سنت (طریقہ) رسول اللہ کا چلے گا نہ کہ میرے باپ کا۔ ء أمر رسول الله احق ان يتبع ام أمر أبي ؟

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی رغبت

حافظ صاحب نے جب نیائیں چوک میں خطبات و دروس شروع کیے اس وقت شیخ محمد یوسف صاحب بیٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ یہ حافظ صاحب کے ساتھ گاڑی میں آتے جاتے تھے۔ حافظ صاحب نے انہیں کہا آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں آپ چلتے بھی تو ہیں مسجد کے ہال سے لے کر باہر دروازے تک چل کر آئے ہو، آپ کوشش کریں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی۔ شیخ صاحب حافظ صاحب کی باتیں سن کر کبھی مذاق کر دیتے، کبھی بات ٹال دیتے لیکن حافظ صاحب نے کبھی مذاق نہیں کیا تھا۔ آپ انہیں سیریس انداز میں سمجھاتے بار بار انہیں سمجھاتے رہے۔ بالآخر ایک دن آیا شیخ صاحب نے فجر کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی۔ اور پھر کافی دیر فجر کی نماز کھڑے ہو کر پڑھتے رہے، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پھر بیٹھ کر پڑھنی شروع کر دی۔ کیونکہ عمر بھی ان کی کافی ہو چکی تھی اور گھٹنوں کے مریض تھے۔ حافظ صاحب ہر ایک کو کوئی نیکی پر ابھارتے اصل مسئلہ بتاتے اور اس پر عمل کرواتے۔ خود بھی باہمت تھے دوسروں کو بھی دلیر کرتے تھے۔ شیخ یوسف صاحب کو اکثر کہا کرتے تھے جماعت کو تمام نمازیوں کا پتا ہونا چاہیے ان کے حالات سے بھی آگاہ رہنا چاہیے تاکہ مشکل کے وقت ان کی مدد کی جائے اور بیماری کے وقت ان کی بیمار پرسی کر سکے۔

دعا کرو میں داڑھی رکھ لوں

سیالکوٹ میں حافظ افتخار صاحب کے گھر حافظ صاحب کی دعوت تھی۔ یہ نیکا پورہ سیالکوٹ میں رہتے ہیں۔ حافظ افتخار صاحب کے چھوٹے بھائی کلین شیو ہیں علما کرام سے مسائل پوچھتے ہیں پھر ان کے مسائل پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے حافظ صاحب سے بڑے مسئلے پوچھے۔ حافظ صاحب نے انھیں کہا داڑھی رکھو دوسرے بڑے مسئلے پوچھتے ہو یہ داڑھی والا مسئلہ نہیں پوچھا۔ وہ کہنے لگا حافظ صاحب دعا کرو میں مرنے سے پہلے داڑھی رکھ لوں۔ حافظ صاحب نے اسے جواب دیا یہ دعا اس لیے کروا رہے ہو کہ نہ میں مروں اور نہ داڑھی رکھوں۔ حافظ صاحب کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی، صاف اور واضح بات کہہ دیتے تھے۔

ووٹ ڈالنا یا تبلیغ کرنا

۴ محرم ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۲۰۰۸ء بروز سوموار کو فجر کے درس کے بعد حاجی محمد شریف

صاحب نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ الیکشن میں بڑے بڑے علما بھی حصہ لے رہے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

حافظ صاحب فرمانے لگ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے تبلیغ کا فریضہ لگایا ہے، ہمیں تبلیغ کا حکم ہے حساب کتاب لینا اللہ کے ذمے ہے۔ خرابی تب پیدا ہوئی جب ان علما نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے ذمہ حساب لینا ہے اس لیے اقتدار کا لالچ کر رہے ہیں، اقتدار ملے گا تو پھر ہی کوئی نیک کام کریں گے۔ اقتدار کا حاصل ہونا کوئی ضروری نہیں، کتنے پیغمبر تھے جنہیں اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا صاحب اقتدار پیغمبر کم تھے۔

پھر حافظ صاحب نے ایک واقعہ سنایا۔

حافظ صاحب فرمانے لگے: میں ایک دفعہ نماز پڑھنے کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے ووٹ مانگ رہا تھا دوسرے نے مجھے دیکھ کر کہا جہاں یہ مولوی صاحب کہیں گے وہاں ووٹ دوں گا، حافظ صاحب کہتے ہیں، میں یہ بات سن کر کھڑا ہو گیا اور اسے مخاطب کر کے کہا بھائی صاحب آپ یہ کہہ رہے ہیں جہاں یہ مولوی صاحب کہیں گے میں وہاں ووٹ دوں گا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آپ نے وہاں ووٹ نہیں دینا۔ وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہو سکتا آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے اس کو اس بات پر پکا کر لیا کہ جو میں کہوں گا تم وہ کرو گے۔ پھر حافظ صاحب کہنے لگے میں نے اس کو کہا مجھے اس محلے میں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے میں اس وقت کا آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ داڑھی رکھ لیں جبکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہے میری نہیں تم وہ نہیں مان رہے۔ تم یہ بات تو مان نہیں رہے ووٹ والی بات کس طرح مانو گے؟ حافظ صاحب حق بات دوسرے کے سامنے کہہ دیا کرتے تھے۔

حق بات کرنے میں کوئی لچک اور رعایت نہیں ہوتی تھی۔ لا یخافون لومة لائم

دوسرے پر تنقید کرنے والا خود بھی اصلاح کر لے

سیالکوٹ نیکا پورہ میں حافظ وقاص صاحب نے حافظ صاحب کو مدعو کیا۔ دعوت پر حافظ وقاص صاحب کے والد ملک عابد صاحب نے کہا: یہ حافظ عبدالجبار شاکر صاحب کا درس سنتے ہیں اور نماز فجر باجماعت نہیں پڑھتے، درس سننے کا کیا فائدہ؟ یہ بات انھوں نے دو تین مرتبہ دہرائی درس سننے کا کیا فائدہ۔ حافظ صاحب فرمانے لگے آپ بھی تو درس اور خطبات سنتے ہیں لیکن داڑھی نہیں رکھتے تو درس سننے کا کیا فائدہ؟ شاکر

صاحب داڑھی کے متعلق بھی تو کہتے ہیں۔ حافظ صاحب کے اس انداز سے باپ اور بیٹے دونوں کو سمجھ آ گئی کہ اسلام میں مکمل داخل ہونا ہے جس میں جو کوتاہی ہے وہ اسے دور کرے، بیٹا بھی فجر کی نماز باجماعت ادا کرے اور باپ بھی سنت رسول ﷺ سے چہرے کو بارونق بنائے۔ حافظ صاحب میں کمال اور خوبی تھی کہ وہ تنقید کرنے والے کو ذرا سیٹ کرتے تھے یعنی اسے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

لیکن ایک سوال آپ نے نہیں کیا؟

حافظ صاحب سے کوئی داڑھی مونڈھا شخص جب سوال کرتا آپ اسے جوابات دیتے اور آخر میں کہتے اتنے سوال آپ نے کیے ہیں لیکن ایک سوال نہیں کیا؟ وہ کہتا کون سا سوال؟ اور حیران ہو جاتا کہ وہ کون سا سوال ہے جو میں نے کرنا تھا لیکن نہیں کیا اور اس کا حافظ صاحب کو پتا ہے حیران ہو کر کہتا: کون سا سوال؟ تو حافظ صاحب اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتے اس کے متعلق سوال؟

سائل کو داڑھی کی رغبت دلانے کا یہ بڑا بہترین طریقہ تھا اگر وہ شخص مخلص ہے تو ضرور داڑھی رکھے گا یا دوبارہ حافظ صاحب کے سامنے آتے وقت شرمائے گا۔

نہی عن المنکر

حافظ صاحب اپنے سفر نورستان میں لکھتے ہیں: ایک دن ہم جناب امیر صاحب کے دفتر میں تھے کہ امیر صاحب نے ہمیں بتایا کہ ہم نے ہر قسم کے شرک، بدعت، قبر پرستی اور کتاب وسنت کے خلاف تمام رسم ورواج کو اپنے ملک سے مٹا دیا ہے۔ ذلك بمحض فضل الله وتوفيقه ہم کیا دیکھتے ہیں کہ دفتر کی ایک دیوار پر روضہ کی تصویر آویزاں ہے، اس بندہ نے کہا جناب امیر صاحب قبروں کی تصویروں کو اس انداز سے آویزاں کرنا تو قبر پرستوں کی علامات میں شامل ہے بس اس کے بعد امیر صاحب بذات خود اٹھے اسی وقت قبر کی تصویر کو اتار دیا اور فرمایا ہمارے علم میں نہ تھا کہ یہ کسی قبر کی تصویر ہے ہم تو سمجھتے تھے یہ کسی مسجد کی تصویر ہے۔

خلاف سنت عمل سے ڈاکٹر صاحب کو ٹوک دیا

حافظ افتخار صاحب سیالکوٹ نیکا پورہ کے رہائشی ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا حافظ صاحب کی بیٹی بیمار تھی۔ میں نے حافظ صاحب کو بتایا ہمارے یہاں سیالکوٹ میں بریگیڈیئر ڈاکٹر اعجاز احمد ہیں، یہ بہت

بڑے ڈاکٹر ہیں، کافی سمجھدار اور ماہر ہیں۔ سیالکوٹ کے چھوٹے موٹے ڈاکٹر ان سے ڈرتے ہیں۔ کئی ڈاکٹرز کے پیشنٹ، مریض ان کے پاس آتے ہیں تو یہ اس ڈاکٹر کو پوچھتے ہیں تو نے یہ دوائی اس مریض کو کیوں دی ہے۔ آپ انہیں چیک کروائیں۔ پھر میں خود حافظ صاحب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا، میں نے پہلے ڈاکٹر صاحب کو بتا دیا کہ ہمارے بزرگ تشریف لا رہے ہیں انہیں حافظ صاحب کا تھوڑا سا تعارف کروایا، حافظ صاحب تشریف لائے۔ اس نے حافظ صاحب کی بیٹی کو چیک کیا۔ اس دوران میں ڈاکٹر صاحب نے بائیں ہاتھ سے پانی پیا۔ حافظ صاحب نے اسے کہا ڈاکٹر صاحب دائیں ہاتھ سے پئیں۔ حافظ صاحب کی یہ بات سن کر ڈاکٹر صاحب کو تو بس غصہ ہی آ گیا کیونکہ وہ خود کو بہت بڑا ڈاکٹر سمجھتا تھا اسے کوئی کیسے ٹوک سکتا تھا لیکن حافظ صاحب حق بات کہنے سے چپ کیسے رہ سکتے تھے۔

وہ کہنے لگا مجھے سارا علم ہے، آپ مجھے نہ سمجھائیں، بائیں طرف دل ہوتا ہے بائیں ہاتھ سے پانی پینا ٹھیک ہے۔ پھر انگریزوں کے جملے بولنا شروع کر دیے۔ حافظ صاحب کے ساتھ گھر والے تھے، خواتین تھیں۔ جب خواتین اس کمرے سے باہر چلی گئیں تو حافظ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو کہا: ڈاکٹر صاحب آپ مسلم ہیں یا غیر مسلم ہیں؟ آپ مسلم ہیں یا غیر مسلم ہیں؟ حافظ صاحب یہی بات دہراتے رہے اور وہ انگریزی میں HBC بولتا رہا، حافظ صاحب جب باہر آئے تو کہنے لگے آپ ہمیں کدھر لے آئیں ہیں، ہم نے اس ڈاکٹر کی دوائی استعمال نہیں کرنی۔ ہماری بچی کو شفا نہیں ملتی نہ ملے، اس ڈاکٹر کے پاس ہمیں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

حافظ افتخار صاحب یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہنے لگے: وہ ڈاکٹر بھی بڑا ڈاکٹر تھا لیکن حافظ صاحب نے حق سچ بات اس کے سامنے کر دی۔ میں نے کہا افتخار صاحب حافظ صاحب نے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کا کہا، لیکن یہ اس کی بدبختی کہ وہ عمل سے محروم رہا۔ حافظ صاحب نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کر دیا اور کسی کے بڑے ہونے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور جب اس نے سنت رسول ﷺ کو تسلیم نہیں کیا تو حافظ صاحب نے اس ڈاکٹر کی ڈاکٹری کو تسلیم نہیں کیا اور کہہ دیا اس سے دوائی ہی نہیں لینی چاہیے تھی بچی کو شفا نہ ملے یہ بہتر ہے اس جیسے آدمی کو ملنے سے۔ ایسے آدمی کے پاس آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ یہی واقعہ مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے حافظ صاحب کے گھر بیٹھے سنایا، جب مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حافظ صاحب کی تعزیت کے کے لیے آئے تھے۔

ہیجڑوں کی پٹائی:

حافظ صاحب کی گلی میں کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا اس نے بچے کی خوشی میں خسرے نچائے، حافظ صاحب کسی کام کے لیے گھر سے باہر نکلے تو دیکھا گلی میں خسرے ناچ رہے ہیں۔ حافظ صاحب نے انہیں منع کیا تو خسروں نے اپنی خسرانہ حرکت کی اور پیسے پکڑ کر حافظ کے نام کی بیل دینے لگے، حافظ صاحب فرماتے ہیں میں نے سوچا اگر میں یہاں خاموشی سے چلا گیا تو لوگوں نے کہنا ہے تو بھی اپنے نام کی بیل دے رہا ہے، جب خسرے نے میرے نام کی بیل دی تو میں نے اس کی ڈھولکی پکڑ کر چھپڑ میں پھینک دی، پھر اس نے مجھے پکڑ لیا میں نے اسے پکڑ لیا میں نے اس کی پٹائی کی۔ حافظ صاحب نے جب خسرے کی پٹائی کی تو سارے خسرے اکٹھے ہو کر حافظ صاحب کو مارنے لگے حافظ صاحب نے اپنا دفاع بھی کیا اور انہیں بھی ٹھیک کیا۔ یہ معرکہ جب ختم ہوا تو جامعہ محمدیہ کے طلباء کو خبر ہوئی وہ دوڑتے ہوئے آئے اور خسروں کا تعاقب کیا، خسرے جی ٹی روڈ کی طرف نکل چکے تھے طلباء ان کے پیچھے دوڑے بالآخر جی ٹی روڈ پر خسرے پکڑے گئے۔ طلبا نے ان کی خوب پٹائی کی انہیں مارتے ہوئے سرفراز کالونی میں لائے اور انہیں حافظ صاحب کے پاس لے گئے، انھوں نے حافظ صاحب سے معافی مانگی پھر ان کی جان بخشی ہوئی۔ یہ حافظ صاحب کا ایمان تھا، برائی دیکھ کر خاموش نہیں رہتے تھے۔ جہاں ہاتھ سے روکنے کا موقع ہوتا وہاں ہاتھ سے روکتے جیسا کہ خسروں کی پٹائی کی، کسی چیز کی پرواہ نہیں کی حالانکہ خسرے جس شخص نے نچائے تھے وہ بااثر آدمی تھا، الیکشن لڑنے والا لیڈر ٹائپ آدمی تھا، لیکن حافظ صاحب نے کسی کی پرواہ نہیں کی۔ پھر خسروں کے ساتھ یہ آدمی بھی معافی مانگنے آیا تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپ کئی بار برائی وفحاشی والا راستہ ہی بدل لیتے تھے، آپؒ کے محلّہ کے ایک ایم بی بی ایس ہومیو ڈاکٹر عبیدالرحمٰن صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب جس گلی سے گزر کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اس میں ایک دکان پر خاتون کی تصویر آویزاں کردی گئی تو حافظ صاحب نے وہ راستہ چھوڑ دیا۔ ایک دن دوکان دار پوچھنے لگا کہ پتا نہیں کیا بات ہوئی ہے کہ اب حافظ صاحب ادھر سے گزرتے ہی نہیں ہیں، وہ تو روزانہ ادھر سے گزرا کرتے تھے۔ اور ہمیں سلام کہہ کر گزرتے تھے کیا وجہ بنی ہے آپ گزر نہیں رہے؟ جب حافظ صاحب سے سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا انھوں نے ہمارا راستہ ہی بند کردیا ہے ہم کہاں سے گزریں؟ یہ تصویر تو انھوں

نے سامنے آویزاں کی ہوئی ہے وہ ہمارے لیے رکاوٹ ہے۔ لہٰذا ہم نہیں گزر سکتے۔ جب دوکان دار کو بتایا گیا کہ آپ نے خود ہی حافظ صاحب کا راستہ بند کیا ہوا ہے وہ کیسے گزریں؟ تو اس نے وہ تصویر اتار دی اور حافظ صاحب سے معذرت کی تو حافظ صاحب نے وہاں سے گزرنا شروع کر دیا۔ یہ ہے کمال تقوی وورع، اس طرح کے اور بھی کئی ایک واقعات ہیں۔

دوکاندار کو وعظ

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک دن میں نماز کے لیے مسجد کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں ایک دکاندار نے بلند آواز سے ٹیپ ریکارڈ پر موسیقی لگائی ہوئی تھی، جب اس نے مجھے دیکھا تو گانے کی آواز بند کر دی۔ میں اسے سلام کہنے کے بعد گزر گیا، جب میں نماز پڑھنے کے بعد واپس آیا تو اس کی دکان سے پھر موسیقی کی آواز آ رہی تھی، لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو گانے کی آواز بند کر دی، جب میں قریب آیا تو میں نے اسے سلام کیا اور کہا: اللہ کے بندے! تم نے دو بار میری وجہ سے گانے کی آواز بند کی ہے، حالانکہ تم ایسا نہ بھی کرتے تو میں نے تمھیں کیا کہنا تھا؟ تمھیں چاہیے کہ خوفِ خدا رکھتے ہوئے اس عمل سے تائب ہو جاؤ۔ چنانچہ اس دکان دار نے عہد کیا کہ آئندہ میں موسیقی نہیں سنا کروں گا۔ جب بھی کہیں کوئی خلافِ شریعت امر دیکھتے تو فوراً اسے روکنے کی کوشش کرتے۔

بس میں گانے بند کرا دیے

آپ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ بس میں سوار تھا تو ڈرائیور نے ٹیپ ریکارڈ پر گانے لگا دیے۔ میں نے کنڈیکٹر کو سمجھایا کہ گانے بند کر دو، اس نے ٹیپ بند کر دی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر ٹیپ کی آواز آنے لگی، میں نے دوبارہ اسے منع کیا تو کہنے لگا کہ حافظ صاحب میں کیا کروں...؟ آپ گانے لگانے سے روکتے ہیں اور دوسری سواریاں گانے لگانے پر اصرار کرتی ہیں، آپ ہی بتائیں میں کس کی بات مانوں؟ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تم ہم دونوں میں سے کسی کی بات نہ مانو بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو، چنانچہ وہ سمجھ گیا اور اس نے گانے بند کر دیے۔

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ موبائل ٹیونز میں کوئی موسیقی والی آواز

سنتے تو فوراً ٹوک دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کے ساتھ ہم چند ساتھی[محمد طیب محمدی، مولانا عثمان غنی صاحب، ایک مولوی صاحب اور تھے، ان کا نام یہاں مناسب نہیں] ایک دعوت میں شریک تھے کہ اسی دوران میں مجلس میں شریک ایک عالم دین کے موبائل پر موسیقی والی گھنٹی سنائی دی تو حافظ صاحب انہیں مخاطب کرنے کے بعد فرمانے لگے: ''مولانا! یہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے...!'' (یہ دعوت ہماری ترجمہ کلاس کے ایک ساتھی نے کی تھی، میں نے حافظ شاہد صاحب کو کہا تھا آپ حافظ صاحب کو لے کر آنا، تو حافظ شاہد صاحب حافظ صاحب کو گھر سے لیے کر آئے تھے۔)

جب آپ کے سامنے والے گھر میں (جو آپ کے ایک عزیز کی ملکیت تھا) رہائش پذیر کرائے داروں نے اپنے گھر میں کیبل لگوانا چاہی تو آپ نے انہیں زبردستی روک دیا۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۷۸)]

حافظ نبیل داماد نورپوری فرماتے ہیں: والدہ ماجدہ کا دو مرتبہ جنازہ ہوا دوسرا جنازہ حافظ صاحب نے پڑھایا جب والدہ ماجدہ کو دفنانے کے بعد سیمنٹ کی سلیں رکھنے لگے تو حافظ صاحب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پکی کرنے سے منع فرمایا ہے پھر جلدی سے لکڑی کے پھٹے لائے اور قبر تیار کی۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۵۰)]

میڈیا والوں کے خلاف پرچہ دیں:

ایک دفعہ حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾ کی تصویر اخبار میں چھپی۔ اس بات کی اطلاع حافظ نورپوری صاحب کو ہوئی تو حافظ صاحب نے بھٹوی صاحب کو فون کیا۔ سنا ہے آپ کی تصویر اخبار میں چھپی ہے بھٹوی صاحب کہنے لگے: میڈیا والے بڑے تیز ہوتے ہیں وہ کھینچ لیتے ہیں۔ یہ جواب سن کر حافظ نورپوری رحمہ اللہ نے بھٹوی صاحب کو کہا آپ میڈیا والوں کے خلاف پرچہ دیں، یہ بات حافظ صاحب بار بار کہتے رہے: آپ میڈیا والوں کے خلاف پرچہ دیں۔

بدعی طریقہ تلاوت سے منع کرنا:

ایک دفعہ حافظ صاحب نے بات سنائی کہ یہاں ایک جگہ پر میرا درس تھا، وہاں درس سے قبل قاری صاحب سے انھوں نے تلاوت کروائی، اقاری صاحب نے روایتی طریقہ کے مطابق پہلے ایک

آیت پڑھی آرام سے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر دوبارہ شروع ہوئے اور ساری آیات ایک ہی سانس میں پڑھ دیں۔ لوگ ماشاء اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے۔ اور جب میری باری آئی درس دینے کی تو میں نے کہا: وضوء، نماز، حج، عمرہ سبھی نبی ﷺ والا، کیونکہ آپ ﷺ ہر چیز میں اسوہ حسنہ ہیں، تو کیا یہ قراءت اس میں سے مستثنیٰ ہے؟ یہ بھی تو نبی ﷺ والی ہونی چاہیے۔ ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ ہے یہ تو نہیں کہ ''أسوة حسنة في غير التلاوة' یا' في غير القراءة»، اور ساتھ بتایا کہ آپ رضی اللہ عنہم ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔ تو بعد میں قاری صاحب فرمانے لگے کہ ہمیں تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے ہمیں بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کا جو ذکر فرمایا ہے حافظ صاحب میں وہ کما حقہ موجود تھا۔ آا اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾.

''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے، مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے ہوں گے، کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔''

کیا اختلافی مسائل ختم ہو سکتے ہیں

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ جب حافظ صاحب کی تعزیت کے لیے حافظ صاحب کے گھر آئے تھے، تو انھوں نے بتایا ایک دفعہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے کبار علما کرام کا اجلاس اپنے گھر میں منعقد کیا۔ سندھ سے پیر بدیع الدین صاحب راشدی صاحب بھی تشریف لائے۔ اس اجلاس میں حافظ نور پوری رحمہ اللہ اور حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب بھی موجود تھے۔ علامہ صاحب نے ایجنڈا پیش کیا کہ اہلحدیث حضرات کے مابین فروعی مسائل میں اختلافات ہیں جن کی وجہ سے عام لوگ پریشان ہیں۔

کہیں تحقیق کی کمی کی وجہ سے اختلاف جنم لیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اختلافی مسائل پر ایک تحقیقی بورڈ تشکیل دینا چاہیے تاکہ مختلف فیہ مسائل کو دلائل کے ساتھ واضح کیا جائے۔

رحمانی صاحب فرماتے ہیں: علامہ صاحب تسلسل کے ساتھ کلام کر رہے تھے، حافظ صاحب نے ان کا تسلسل توڑتے ہوئے کہا: علامہ صاحب مختلف فیہ مسائل میں بورڈ تشکیل دینے سے پہلے متفق علیہ مسائل پر عملدرآمد ہونا ضروری ہے، پہلے متفق علیہ مسائل پر عمل کریں، پھر ان شاء اللہ مختلف فیہ مسائل بھی حل ہو جائیں گیں۔ حافظ صاحب نے یہ بات کہی تو علامہ صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ حافظ صاحب کا اشارہ علامہ صاحب کی داڑھی کی طرف تھا۔ حافظ صاحب جہاں کوئی بات خلاف شرع دیکھتے تو اس کو روکتے بڑے کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بات ضرور کرتے، استاذ کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے حکمت و دانائی سے کلام کرتے جس سے سننے والا غصہ اور طیش میں نہیں آتا تھا بلکہ حافظ صاحب کے خیر خوانہ مخلصانہ وعظ کو ضرور قبول فرماتا کم از کم معذرت کرتا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتا۔ اور ایسا تبھی ہوتا ہے جب مخطی کو یہ محسوس ہو کہ نصیحت کرنے والا میرا خیر خواہ ہے۔ واعظ مخلص ہے یہ اللہ کی رضا کی خاطر بات کر رہا اگر ہم باطنی طور پر مخلص، ظاہری طور پر محسن ہوں گے تو انشاء اللہ ہمارے وعظ میں بھی اثر ہوگا لوگ قبول کریں گیں۔

باقی مختلف فیہ مسائل کے متعلق حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: یہ تب ہی ختم ہو سکتے ہیں جب صرف ایک آدمی کے دماغ میں عقل ہو اور باقی سب کے دماغ سے عقل ختم ہو جائے، تو پھر یہ لوگ ایک عقل والے آدمی کی بات قبول کر سکتے ہیں۔ بصورت دیگر علما فروعی اختلافی مسائل میں اپنی عقل و بصیرت سے مسائل استنباط کر کے نظریے قائم کرتے رہیں گے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ عارف محمدی صاحب، محمدی مسجد والے (جو پی پی ماڈل سکول حافظ آباد روڈ والی گلی میں ہے) نے حافظ صاحب کو کہا: کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تمام علما کرام کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اختلافی مسائل حل کر لیے جائیں اور علما میں صلح کرالی جائے۔ محمدی صاحب نے یہاں لفظ صلح ہی بولا تھا۔ ان کی بات سن کر حافظ صاحب فرمانے لگے علما کو اکٹھا کر کے لڑائی تو کروا سکتے ہو صلح نہیں کروا سکتے۔ صلح ایک صورت میں ہی ہوسکتی ہے جب صرف ایک آدمی کا دماغ کام کرے اور باقی سب کے دماغ فیل ہو جائیں اور ایسا ہو نہیں سکتا۔ حافظ صاحب کی بات سن کر عارف محمدی صاحب خاموش ہو گئے۔

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: اختلاف ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا، لیکن یہ باعث رحمت نہیں ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں: اختلاف رحمت ہے، اور پھر اس کی تائید میں ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں، یہ بات ان کی غلط ہے، اور یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ﴾

[ہود: ۱۱۸]

''اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔''

آپ کے بوسے کی کوشش

ضلع سیالکوٹ میں پسرور کی طرف قلعہ احمد آباد ہے۔ وہاں ایک شیلٹر ہے، وہ شیلٹر اہلحدیث بھائیوں کا ہے۔ شیلٹر کے ساتھ ایک مسجد بنائی گئی اس مسجد کے افتتاح کے لیے مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب حافظ صاحب رحمہ اللہ کو وہاں لے گئے۔ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں حافظ صاحب کی ملاقات مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب سے ہوئی تو رحمانی صاحب نے حافظ صاحب کی پیشانی کو بوسہ دینا چاہا، لیکن حافظ صاحب نے منع کر دیا بوسہ نہیں کرنے دیا۔ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب فرمانے لگے: ہمارے ادھر ایسا کرتے ہیں، حافظ صاحب نے فوراً کہہ دیا ہمارے ادھر ایسا نہیں کرتے۔

باب نمبر ۳۷

اخلاق حسنہ

جب ہم دیگر افراد کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تو چند صفات ایسی ہیں جن کی موجودگی ہماری شخصیت کو محکم اور مؤثر بناتی ہیں، ان میں حسن خلق، سچائی، امانت و دیانت تواضع، حلم اور وفائے عہد شامل ہیں۔ ان صفات کے باعث آپ خود بھی مطمئن رہیں گے لوگ بھی آپ سے خوش رہیں گے اور آپ کے لیے آگے بڑھنے میں آسانی پیدا ہوگی۔ ضروری نہیں کہ جب آپ ان صفات کو اپنائیں تو دوسرے بھی انہی صفات کے ساتھ پیش آئیں۔ اس معاملہ میں بعض اوقات مایوسی بھی ہوتی ہے مگر ہم اپنے عزم صمیم کے ذریعے ہی ان صفات پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اور یہ صفات وہی شخص اختیار کرسکتا ہے جو انسانوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہو، حافظ نورپوری صاحب میں ایسے اوصاف بڑی شان وشوکت سے پائے جاتے تھے، اور وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتے تھے۔ آیئے! ایسے اوصاف کے لیے ان کی زندگی کا مطالعہ فرمائیں۔

حق گوئی

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔''

اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں کامیاب زندگی کا ایک زرین اصول بیان فرما دیا جو کسی انسان کی پوری زندگی کو محیط ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ بات سیدھی اور صاف کہا کرو جس میں جھوٹ نہ ہو۔ کوئی ہیچ پیچ اور ہیرا پھیری بھی نہ ہو۔ کسی کی جانبداری بھی نہ ہو۔ بات جتنی ہی ہو اتنی ہی کرو اس پر حاشیے نہ چڑھاؤ۔ اور اپنی طرف سے کمی بیشی بھی نہ کرو۔ اسی کا دوسرا نام راست بازی ہے۔ راست بازی سے بعض دفعہ اپنی ذات کو، اپنے اقربا کو اور اپنے دوست احباب کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ برداشت کرو لیکن راست بازی کا دامن نہ چھوڑو۔ اس لئے کہ اس کے نتائج بڑے مفید اور دوررس ہوتے

ہیں۔اس سے انسان کا وقار قائم ہوتا ہے۔عزت ہوتی ہے،ساکھ بنتی ہے پھر اس ساکھ سے انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔یہ تو دنیوی فوائد ہوئے اور روحانی فوائد یہ ہیں کہ اس سے انسان کے اعمال خود بخود درست ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سچائی: امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمل فضائل میں اس فضیلت کو ایک طرح کی بنیادی حیثیت حاصل ہے، اس لیے کہ کائنات کی دینی و دینوی فلاح و بہبود کے تمام امور کا انحصار اسی فضیلت پر ہے۔ان کے نزدیک صدق کے چھ مراتب ہیں۔

۱۔ انسان کی زبان ہر حال مین امر حق کی عادی ہو۔

۲۔ اس کی تمام حرکات وسکنات میں اللہ کی مرضی کے علاوہ دوسری چیز پیش نظر نہ ہو۔

۳۔ عزم اور ارادہ میں قوت ہو اور جو کچھ کہتا ہے اس میں تردد اور اضطراب کا قطعًا دخل نہ ہو

۴۔ جو کچھ زبان سے ادا کرتا ہے اس کو عملی جامہ پہنانے کا واقعی اور حتمی ارادہ ہو، جوں ہی اسباب مہیا ہو جائیں اس کو ثابت اور پورا کر دکھائے کیونکہ گفتار کے وقت کسی شےء کا ارادہ کوئی زیادہ کمال کی بات نہین ہے۔ درحقیقت وہ انسان ہی نہیں جو ایک بات کہے اور جب اس کے وفا کے لیے اسباب مہیا ہو جائیں تو اس کو پورا کرنے میں اس کا عزم وارادہ کمزور پڑ جائے۔

۵۔ انسان کے ظاہر اعمال اس کے باطن کے صحیح آئینہ دار ہوں اور تمام دینی و دینوی معاملات میں یہی صفات نمایاں ہوں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ خوف و رجائیت، زہد اتقویٰ اور رضا وتوکل جیسے فضائل میں حقیقت، صداقت کی روشنی پائی جاتی ہو۔ریا ونمود اور تصنع و بناوٹ کا ان میں مطلق گزر نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب لقمان حکیم سے یہ پوچھا گیا ہے کہ جس مرتبہ یعنی فضیلت کے جس مقام پر ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اس تک آپ کو کس چیز نے پہنچایا ہے؟ لقمان حکیم نے فرمایا۔ سچ بولنے نے، کہ میں نے سچائی کا دامن، کبھی نہیں چھوڑا، خواہ میں نے خود کوئی بات کہی ہو یا کسی کی کوئی بات نقل کی ہو ہمیشہ سچ بولنے پر عامل رہا، ادائیگی امانت نے یعنی خواہ کوئی مالی معاملہ رہا ہو یا فعلی، میں نے ہمیشہ دیانت داری کو ملحوظ رکھا ہے، اور جو چیزیں میرے لئے بے فائدہ اور غیر ضروری ہیں ان کو ترک کر دینے سے۔[موطا]

حافظ عبدالمنان نورپوری ان چیزوں کا مجموعہ اور مجسمہ تھے۔اس بات کی شہادت ہر وہ شخص دے گا جس نے حافظ صاحب کو دیکھا ہے،اور آپ بھی پڑھ کر اس کی شہادت دیں۔

عمر کم لکھا رہے ہو:

حافظ صاحب کو جب آخری تکلیف کے وقت صدیق صادق ہسپتال میں لے جایا گیا تو وہاں ڈاکٹر صاحب نے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب سے عمر پوچھی، ان کی عمر کتنی ہے تو ساجد صاحب نے بتایا ساٹھ پینسٹھ سال ہے۔حافظ صاحب کو ابھی اتنی ہوش تھی کہ یہ جملے سن لیے، یہ جملہ حافظ صاحب کے پاکیزہ دل،قلب سلیم سے ٹکرایا تو ایمانی قوت نے جوش مارا اور اسی وقت ایمانی زبان سے بولے ستر سے اوپر کہو،ساجد صاحب نے بتایا حافظ صاحب مسلسل یہی کہتے رہے اور مجھے کہتے رہے: عمر کم لکھا رہے ہو، عمر کم بتائی ہے۔کیونکہ اس وقت حافظ صاحب کی عمر تہتر (۷۳) سال بنتی تھی۔

دودھ گر گیا ہے

مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے ایک دفعہ طالب علمی کے زمانہ میں حافظ صاحب کو پیسے دیے کہ دودھ لا کر چائے پکاؤ حافظ صاحب دودھ لے کر جب آئے تو باورچی خانہ میں داخل ہوتے وقت حافظ صاحب کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور دودھ سارا گر گیا۔حافظ صاحب کہتے ہیں میں بڑا پریشان ہوا کہ کیا کروں کبھی کوئی خیال آئے کبھی کوئی میں نے فیصلہ کی کہ مجھے سچ ہی بولنا چاہیے ادھر ادھر کوئی بہانہ لگانے سے بہتر ہے کہ سچ بات جا کر شیخ صاحب کو بتا دیتا ہوں۔حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مولانا اسماعیل سلفی صاحب کو سچی بات سنا دی کہ دودھ ٹھوکر لگنے سے گر گیا ہے،مولانا صاحب نے میری بات سن کر جیب سے اور پیسے نکال کر مجھے دیے اور کہا کہ کوئی بات نہیں اور دودھ لے کر چائے تیار کرلو۔

اس واقعہ میں بالخصوص طالب علموں کے لیے ایک سبق ہے۔

میں نے پولیس کو بتا دیا ہے،اب میں اِدھر اُدھر کیوں ہوؤں؟

عبدالصمد بلوچ صاحب گرفتار ہوگئے پولیس والوں نے ان سے تفتیش کی اور پوچھا آپ کا استاذ کون ہے؟ انھوں نے حافظ نورپوری رحمہ اللہ کا نام لیا وہ میرے استاذ ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں انھوں نے کیوں اور کیسے اور کس موقع پر حافظ صاحب کا نام لیا ہے، انھوں نے حافظ صاحب کو

پھنسانے کے لیے نام لیا ہے یا اپنی جان بخشی کروانے کے لیے حافظ صاحب کا نام لیا ہے، بہر حال انھوں نے حافظ صاحب کا نام لیا۔ پولیس والے حافظ صاحب کے گھر آئے آپ گھر نہیں تھے، انھوں نے کسی سے حافظ صاحب کا نمبر لیا اور آپ کو فون کیا آپ کدھر ہیں؟ حافظ صاحب نے بتایا میں فلاں ڈاکٹر صاحب کی دوکان پر دوائی لینے آیا ہوں ان کی دوکان فیروز والا روڈ پر ہے۔ پولیس والوں کے فون کے بعد ماسٹر خالد صاحب نے حافظ صاحب کو فون کیا آپ کدھر ہیں حافظ صاحب نے انہیں بھی بتایا فلاں ڈاکٹر صاحب کی دوکان پر فیروز والا روڈ پر ہوں۔ ماسٹر صاحب کہنے لگے حافظ صاحب آپ اِدھر اُدھر ہو جائیں پولیس آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئی ہے، حافظ صاحب نے ماسٹر صاحب کو کہا میں نے پولیس والوں کو کہہ دیا ہے میں اس جگہ پر ہوں اب میں ادھر ادھر کیوں ہوؤں؟ میں ادھر ہی رہوں گا۔ پولیس والے حافظ صاحب کے پاس ابھی پہنچے ہی تھے کہ انہیں SHO کا فون آ گیا حافظ صاحب کو کچھ نہیں کہنا، حافظ صاحب سے کسی قسم کی تفتیش نہیں کرنی، پھر ان ملازموں کو کئی فون آئے وہ پریشان ہو گئے اور حافظ صاحب کو کہنے لگے ہم آپ کے پاس اس وجہ سے آئے تھے کہ عبدالصمد بلوچ نے آپ کا نام لیا تھا لیکن آپ تک پہنچنے سے پہلے ہمیں کتنے فون آ چکے ہیں ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہنا اور نہ پوچھنا ہے یہ دیکھو پھر فون آ رہا، حافظ صاحب آپ انہیں خود ہی کہہ دیں یہ مجھے کچھ نہیں کہہ رہے، آپ اپنے اطمینان کا اظہار کر دیں تبھی ہماری خلاصی ہو گی۔ پھر حافظ صاحب نے فون پر ان کے افسر کو کہا یہ مجھے کچھ نہیں کہہ رہے اور نہ انھوں نے مجھے پریشان کیا ہے۔

خالد حسین صاحب نے مجھے بتایا ہوا یہ کہ جب پولیس والے محلے میں آئے تھے اور پتا چلا کہ حافظ صاحب کے گھر آئے ہیں تو اسی وقت محلے میں یہ خبر پھیل گئی، پھر جس کسی کا بھی کوئی واقف تھا اس نے اپنے تعلقات استعمال کیے اور ہر اپنے جاننے والے بڑے آدمی کو فون کر کے کہہ دیا اس طرح پولیس حافظ صاحب کے گھر آئی ہے معاملہ جو کچھ بھی ہو حافظ صاحب کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہونی چاہیے، بس مختلف آدمیوں کے فون کرنے کی وجہ سے ملازموں کو کئی فون آئے۔

حافظ صاحب کی نیک نامی اور محبت لوگوں کے دلوں میں تھی، حافظ صاحب کو کسی بھی طرح پریشانی میں مبتلا ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ محلے والے کیا، آپ سے محبت رکھنے والے آپ کے عقیدت مند جہاں کہیں بھی تھے وہ آپ کے متعلق کوئی بات بھی سننا برداشت نہیں کرتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی

محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دی تھی۔ ایسا محبوب میں نے اس دور میں اور کوئی نہیں دیکھا۔

پیسے لے جاؤ دعا نہیں ہوگی:

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: آپ جس بات کو حق سمجھتے اس کا دوٹوک اظہار فرماتے کوئی خوف یا لالچ آپ کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکا۔ یہ غالباً 1985ء کے بلدیاتی انتخابات کی بات ہے ان دنوں آپ کی سرفراز کالونی والی مسجد زیر تعمیر تھی آپ چونکہ اس مسجد کے خطیب تھے محلے کا ایک آدمی جو الیکشن لڑ رہا تھا اس نے اس وقت پانچ ہزار روپیہ مسجد کی تعمیر کے لیے دیا تو حافظ صاحب نے اس کی موجودگی میں ہی یہ روپیہ مسجد کے ذمہ داران کے سپرد کر دیا اب وہ آدمی کہنے لگا کہ حافظ صاحب میں الیکشن لڑ رہا ہوں آپ کا محلے دار ہوں ذرا میرا خیال رکھنا اور احباب کو بھی توجہ دلانا حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں ان انتخابات کو غلط سمجھتا ہوں اس لیے نہ میں نے ووٹ دینا ہے اور نہ ہی میں نے کسی دوسرے کو کہنا ہے۔ وہ آدمی شرمندہ ہو کر کہنے لگا چلو حافظ صاحب میرے لیے دعا ہی کر دینا حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے جس کام کو میں غلط سمجھتا ہوں میں نے اس کے لیے دعا بھی نہیں کرنی اگر تو آپ نے پیسے صرف اس وجہ سے دیئے ہیں تو بے شک واپس لے جائیں۔ یہ ان کی حق گوئی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۷)]

کیا کوئی فرشتہ کبھی الیکشن پر کھڑا ہوا ہے؟

ایک دفعہ کسی آدمی نے حافظ صاحب کے کسی پیارے سے کہا میں چاہتا ہوں حافظ صاحب سے دعا کرانی ہے۔ آپ حافظ صاحب کو یہاں لاؤ، چنانچہ وہ بزرگ حافظ صاحب کو ان کے ہاں لے گئے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے دعا کی درخواست کی اور اپنے والد محترم کے متعلق بتانے لگے کہ وہ الیکشن پر کھڑے ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے ہمارے والد فرشتہ صفت انسان ہیں، حافظ صاحب نے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگے آپ نے کہا ہے ہمارے والد فرشتہ صفت انسان ہیں اور وہ الیکشن پر کھڑے ہیں، کیا کوئی فرشتہ کبھی الیکشن پر کھڑا ہوا ہے؟ وہ ساتھی خاموش ہو گئے۔

مولانا محمد رفیق مدن پوری کا تو بیٹا ہی کوئی نہیں تھا:

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حافظ محمد ایوب خالد صاحب آف منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ نے بتایا کہ ایک دفعہ میں اور مولانا محمد صدیق صاحب مدن پوری حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے مولانا صدیق صاحب کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ مولانا محمد رفیق مدن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں تو حضرت نور پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً فرمانے لگے کہ ان کا تو بیٹا ہی کوئی نہیں تھا میں نے کہاں کہ یہ ان کے متبنیٰ ہیں تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے متبنیٰ کہو بیٹا تو نہ کہو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر منع فرما دیا ہے۔[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۸)]

جے کوئی گل بات نہیں تے اینوں اندر دیوسوں:

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: آپ صاف گو تھے ہمیشہ حق اور سچ بات کہتے تھے، اگرچہ بظاہر اس سے نقصان ہی کیوں نہ ہوتا نظر آئے۔ ایک دن مغرب سے پہلے ہمارے گھر تشریف لائے اور نماز مغرب سے فراغت کے بعد فرمایا: آج دال بازار مسجد میں رانا شمشاد احمد سلفی حفظہ اللہ کا خطاب ہے میں نے بھی جانا ہے، راقم کے بڑے بھائی حاجی عطاء اللہ مرحوم کے پاس ہنڈا (۷۰) تھا، مجھے انھوں نے کہا جاؤ گاڑی لے لو اور انکو ساتھ لے جاؤ۔ میری عمر چھوٹی تھی نہ لائسنس تھا اور نہ ہی شناختی کارڈ۔ رانا صاحب کے خطاب سے فراغت کے بعد رات بارہ بجے کے قریب ہم واپس آ رہے تھے، چوک پونڈانوالہ پہنچے تو وہاں مجسٹریٹ نے ناکہ لگا رکھا تھا پولیس والے نے ٹارچ کے ذریعے ہمیں روکا حافظ صاحب پیچھے پولیس والے کے پاس رک گئے میں گاڑی آگے مجسٹریٹ کے قریب لے آیا۔

مجسٹریٹ نے مجھ سے گاڑی کے کاغذات اور لائسنس پوچھا میں نے بتایا کہ گاڑی کے کاغذات تو مکمل ہیں مگر میرا لائسنس نہیں بنا کیونکہ شناختی کارڈ نہیں بنا اس نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے بتایا کہ درس قرآن کا ایک پروگرام تھا وہ سن کر آ رہے ہیں۔ اس نے مجھ سے لائسنس بنوانے کا کہا میری معذرت پر اس نے ہمیں کہا آپ چلے جائیں۔ جب ہم گھر پہنچے حافظ صاحب نے پوچھا مجسٹریٹ نے کیا کہا تھا؟ میں نے بتا دیا تو فرمایا کہ مجھے بھی پولیس والا کچھ کہتا تھا میں نے عرض کی

کیا کہتا تھا؟ فرمانے لگے ''آندا سی مولوی جی کوئی گل بات نئی تے دسو'' ہم نے کہا تو آپ نے کیا جواب دیا فرمانے لگے ''میں کی آکھناں سی میں کہیا جے کوئی گل بات نہیں تے اینوں اندر دیوسوں'' ہم خوب ہنسے اور کہا آپ تو چھوٹے ہوؤں کو بھی پکڑوانے لگے تھے۔ گویا کہ پولیس والے نے رشوت مانگی تو اسے کھری کھری سنادی۔

جس نے خطبہ تحریر کیا ہے اس کا نام لکھو

حافظ عابد الٰہی صاحب مدیر مجلّہ 'تنویرالہدیٰ ڈسکہ'' نے مجھے کہا حافظ نور پوری صاحب کا تحریری خطبہ دو ہم مجلّہ میں شائع کرنا چاہتے ہیں، میں نے انہیں حافظ صاحب کا ایک خطبہ جو میں نے ابھی لکھا تھا لیکن طبع نہیں ہوا تھا دے دیا، انھوں نے مجلّہ میں شائع کیا، وہ مجلّہ جب حافظ صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے اس میں اپنا خطبہ دیکھا تو فوراً حافظ عابد الٰہی صاحب کے نام خط لکھ دیا، جس میں حافظ صاحب نے انہیں کہا تھا: آپ نے میرا مضمون طبع کیا ہے لیکن اس میں تحریر کرنے والے کا نام نہیں لکھا، جس نے یہ خطبہ تحریر کیا اس کا نام ضرور لکھو، مجھے حافظ عابد الٰہی صاحب نے یہ بات بتائی تو میں بہت خوش ہوا کہ حافظ صاحب کس طرح میرے نام کے لکھنے کا کہہ رہے ہیں بلکہ حقیقت حال کے اظہار کا حکم دے رہے ہیں، یہ کمال اور خوبی حافظ نور پوری صاحب میں ہی تھی، جتنا جس کا کام ہے اتنا اس کا اظہار ہو، اس میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے جو کام سارا دوسروں سے کرواتے ہیں اور نام اپنا چمکاتے ہیں اور راز فاش ہوتے ہی طعن و تشنیع کے وار شروع کر دیتے ہیں، ان دو قسم کے آدمیوں میں فرق یہ ہوتا ہے ایک روز قیامت سرخرو اور کامیاب ہونے کا سوچتا ہے دوسرا دنیا والوں کے سامنے اپنا نام پیدا کرنا چاہتا ہے۔

میں نے جب یہ بات سنی تو حافظ عابد الٰہی صاحب کو کہا آپ یہ خط مجھے ضرور دیں، یہ خط میرے لیے فخر کا باعث ہے۔ چنانچہ انھوں نے وہ خط مجھے دیا، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور حافظ صاحب جیسا آدمی ڈھونڈیں۔

از عبدالمنان نور پوری

بطرف محترم حافظ عابد الٰہی صاحب

مدیر اعلیٰ تنویر الہدیٰ حفظہ اللہ الخالق للحب و النوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب

رسالہ تنویر الہدیٰ جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ اس وقت میرے سامنے ہے، اس میں ایک مضمون بنام ''دین اسلام میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں'' شائع کیا گیا ہے، اسے میری طرف منسوب کیا گیا ہے، جبکہ یہ مضمون نہ میں نے تحریر کیا اور نہ ہی میں نے آپ کو ارسال کیا، مضمون پڑھنے سے پتہ چلتا ہے جامع مسجد اہلحدیث جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث کا کوئی خطبہ جمعہ ہے، جسے لکھ کر شائع کیا گیا ہے، اس طرح شائع کرنے میں میری اور آپ کی اور تنویر الہدیٰ تینوں کی بدنامی ہے، ایسا کرنا قطعاً جائز نہیں، اس لیے آئندہ ایسا نہ کرنا۔ خطبہ اور خطاب کو احاطہ تحریر میں لانے والے کا نام پتہ بھی درج کرنا ضروری ہے، آئندہ اس کا اہتمام کریں، ورنہ............

پھر مؤدبانہ گذارش ہے کہ بندہ فقیر الی اللہ الغنی عبدالمنان نورپوری کے ساتھ فضیلۃ الشیخ، محترم، مدرس، مولانا وغیرہ کوئی سابقہ لاحقہ نہ لگائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے رسالہ تنویر الہدیٰ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے نوازے، اور ہم سب کو نیک مقاصد میں فوز وفلاح عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیہ وسلام پیش فرمادیں۔

ابن عبدالحق بقلمہ: سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ ۲۴/۲/۱۴۳۰ھ

یتوضأ:

حافظ حماد صاحب (یہ مولانا نعیم الحق نعیم جو الاعتصام کے مدیر تھے) کے بیٹے ہیں انھوں نے بتایا کہ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ طلبا کی حاضری لگا رہے تھے تو ایک لڑکا کلاس سے غیر حاضر تھا حافظ صاحب نے اس کا نام لیا تو طلبا نے کہا وہ وضو کرنے گیا ہے۔ طلبا کہتے ہیں جب حافظ صاحب چلے گئے تو ہم نے رجسٹر دیکھا اس لڑکے کے نام کے آگے حافظ صاحب نے لکھا تھا: یتوضأ

قول وفعل میں تضاد نہیں:

حافظ صاحب جیسا قول وفعل کا مضبوط اور سچا آدمی میں نہیں دیکھا، حافظ صاحب پیپسی کو جائز

نہیں سمجھتے تھے،اور یہ صرف کہنے کی حد تک نہیں تھا بلکہ حافظ صاحب نے ساری عمر پیپسی نہیں پی۔کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں مجلس یا فلاں جگہ حافظ صاحب نے پیپسی پی ہو۔حافظ صاحب کھڑے ہوکر جوتا پہننے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور آپ کا ساری زندگی کا معمول بھی یہی رہا ہے۔کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے حافظ صاحب کو کھڑے ہوکر جوتا پہنتے دیکھا ہے۔

اصول پسندی:

قاری ابوسفیان صاحب نے بتایا (یہ حافظ صاحب کے پوتے لگتے تھے۔ان کے والد کا نام شفیق ہے۔شفیق صاحب کے والد کا نام محمد شریف ہے،محمد شریف صاحب حافظ صاحب کے سب سے بڑے بھائی ہیں،)شفیق صاحب کی وفات کے بعد ان کی بیٹی کی شادی ہوئی،قاری ابوسفیان صاحب فرماتے ہیں: شادی خالہ زاد بھائی سے ہوئی وہ پہلے داڑھی مونڈھواتا تھا،اس سے شادی اس شرط پر طے ہوئی کہ وہ آئندہ کبھی داڑھی نہیں کٹوائے گا،اس نے عہد کیا تھا کہ آئندہ کبھی داڑھی نہیں کٹواؤں گا،چنانچہ جب نکاح تھا ہم نے حافظ صاحب کو کہا نکاح آپ نے پڑھانا ہے۔حافظ صاحب نے کہا اس کی داڑھی ہے ؟ہم نے کہا ابھی داڑھی نہیں ہے لیکن اس نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ کبھی داڑھی نہیں کٹاؤں گا۔حافظ صاحب نے کہا: میں نے اس کا نکاح نہیں پڑھانا،قاری صاحب فرماتے ہیں ہم نے بڑا اصرار کیا لیکن حافظ صاحب نے انکار کیا،اور کہنے لگے اگر میں نے اس کا نکاح پڑھایا تو پھر لوگوں نے کہنا ہے اپنا نکاح تھا تو پڑھا لیا ہے یہ کیسی دینداری ہے؟ آپ کی بڑی مہربانی کسی اور سے نکاح پڑھا لو پھر ہم نے کسی اور سے ہی پڑھوایا۔

سبحان اللہ کیسی انصاف پسندی اور اصول پسندی ہے دوسروں سے بھی انصاف کیا اور اپنا اصول بھی نہیں توڑا۔

داڑھی مونڈے کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے:

مولانا محمد یحیٰی شاہین (مدرس جامعۃ الحرمین گوجرانوالہ)فرماتے ہیں:آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کبھی کسی کلین شیوڈ کے کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے ان کے اس طرز عمل کی بدولت سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگی کی سمت تبدیل کر لی۔جہاں وہ سنت رسول ﷺ کو اتار کر گندی نالی میں پھینکتے تھے اب اسی

سنت رسول ﷺ کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار تھے۔ گردن کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ حضرت حافظ صاحب نے دلائل سے واضح کیا تھا کہ یہ جملہ اسلام میں ڈاڑھی ہے۔ ڈاڑھی میں اسلام نہیں، غلط جملہ ہے۔ بلکہ ڈاڑھی رکھنا صرف سوا لاکھ انبیاء علیہم السلام کی، ڈیڑھ لاکھ اصحاب رسول کی، لا تعداد اولیاء کرام کی اور محدثین عظام کی سنت میں نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے حکماً فرض ہے اور فرض کا تارک گنہگار بھی ہے۔ اللہ کے ہاں مجرم بھی ہے۔ (مجلّہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۷)

جج بننے کے لیے دعا نہیں ہوگی:

میرے بڑی ہی پیارے عزیز اور دوست ہیں مولانا سلیم اعظم بلوچ حفظہ اللہ شیخوپوری بڑے اچھے ماشاء اللہ خطیب ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زبان و بیان کی خوبیوں سے نوازا ہے ان کی وساطت سے شیخوپورہ کے ایک ساتھی سہیل صاحب سے بھی دوستی قائم ہوئی تو سہیل صاحب نے سول جج کے لیے امتحان دیا بلوچ صاحب فرمانے لگے کہ حضرت حافظ صاحب سے دعا کے لیے کہنا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے آپ سہیل صاحب سے کہیں کہ وہ خود رابطہ کریں اور عرض کر دیں جب حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا گیا تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں نے دعا نہیں کرنی کیونکہ آپ نے جج بن کر اگر کوئی غلط فیصلہ کیا تو اس میں میں بھی حصے دار بن جاؤں گا۔ اگر آپ نے شرک اور بدعات کی حمایت کی تو پھر بھی درست نہیں اس لے میں دعا ہی نہیں کرتا سہیل صاحب نے جب اپنا تعارف کروایا اور میرا حوالہ دیا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ٹھیک ہے آپ فاروق الرحمٰن سے کہہ دیں وہ مجھ سے رابطہ کر لیں۔ میں نے جب ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے سہیل صاحب کو کامیابی عطاء فرمائی تو انھوں نے شکریہ ادا کرنے کے لیے حافظ صاحب کو فون کیا تو حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے کہ دیکھو اپنا عقیدہ درست رکھنا ہے۔ فیصلہ ہمیشہ حق کے مطابق کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کی دعا کرتے رہنا۔ اس طرح چند ایک دیگر نصیحتیں فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ ان کے کمال تقویٰ پر دلالت کرتا ہے ورنہ آج کتنے علما کرام ہیں جنہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کا کاروبار سودی ہے یا ذریعہ آمدن حرام ہے اس کے باوجود ان کے لیے ہمہ وقت برکت کی دعائیں کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان شخصیت سے ان کے مفاد وابستہ

ہوتے ہیں۔ یقیناً حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اک مشعل راہ ہے ہمیں اس سے راہنمائی لینی چاہیے۔[(ترجمان الحدیث ،خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲ صفحہ ۱۹)]

یا اللہ! بہتر ہے تو انہیں لے جا اور اگر بہتر نہیں تو انہیں یہیں رہنے دے:

مولانا قاری گل ولی صاحب جامعہ محمدیہ میں مدرس تھے اور شہر والی مسجد محمدیہ چوک اہلحدیث کے امام تھے رمضان قریب آیا تو یہ برطانیہ جانے کے لیے تیار ہوگئے وہاں جامعہ محمدیہ کے لیے بھی کوئی فنڈ وغیرہ جمع کرنے کا پروگرام تھا۔ نماز تراویح کی امامت بھی مقصود تھی۔ ایک دن جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے محمد حفیظ بٹ صاحب اور شیخ محمد یوسف بان سوتر والے اور قاری گل ولی صاحب نے حافظ صاحب سے دعا کی درخواست کی کہ قاری گل ولی صاحب کا برطانیہ جانا خیر وبرکت والا ہو۔ حافظ صاحب نے فورا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ حافظ صاحب دعا سری کیا کرتے تھے اونچی آواز سے دعا نہیں کرتے تھے۔ جب حافظ صاحب نے دعا کر لی تو میں نے حافظ صاحب سے پوچھا ان کا برطانیہ جانا ٹھیک ہے ؟ حافظ صاحب مجھے کہنے لگے آپ کو پتا ہے میں نے دعا کیا کی ہے؟ میں نے کہا نہیں پتا۔ تو حافظ صاحب فرمانے لگے میں نے دعا یہ کی ہے یا اللہ اگر ان کا برطانیہ جانا ان کے دین اور آخرت کے لیے بہتر ہے تو انہیں لے جا اور اگر ان کا وہاں جانا ان کے دین اور آخرت کے لیے بہتر نہیں تو انہیں یہیں رہنے دے۔ میں حافظ صاحب کی یہ بات سن کر بڑا مطمئن ہوا اور سمجھ گیا . حافظ صاحب نے استخارہ والی دعا کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور دعا یہ کی ہوگی۔

اس کے بعد مجھے بھی جو کوئی کسی دنیاوی ضرورت یا دنیاوی سفر کی دعا کا کہتا ہے تو میں بھی ان ہی الفاظ سے دعا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ دعا دونوں صورتوں میں (کام ہونے یا نہ ہونے کی)حالت میں مدعولہ کی بہتری ہی کے لیے ہے، اگر وہ کام اس کے لیے بہتر ہے تو پھر اللہ ضرور مقدر کرے اور اگر بہتر نہیں نقصان کا اندیشہ ہے تو اللہ ٹال دے۔ کوئی غور کرے تو کتنی بہترین دعا ہے۔

جتنا اس نے مارا ہے اتنا تو بھی اسے مار لے:

مولانا عبدالوحید ساجد صاحب فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا ہے کہ والدین اولاد کی محبت میں ہر جائز اور نا جائز کام کرگزرتے ہیں، غلطی اپنے بچے کی بھی ہو قصوروار دوسرے کے بچے کو ہی ٹھہراتے

ہیں۔ بچوں کی محبت میں عدل وانصاف کا خون کرنا کوئی عیب تصور نہیں کیا جاتا۔ لیکن حافظ صاحب میں یہ بات قطعاً نہ تھی آپ نہ تو خود کسی کو ایذا دیتے اور نہ اپنے بچوں کو اس کی اجازت دیتے کہ وہ کسی کو تکلیف دیں۔ بچے بچے ہی ہوتے ہیں ایک ہی جگہ سب کھیلتے ہیں پھر لڑتے ہیں تھوڑی دیر بعد پھر وہی سب خوشی سے کھیل رہے ہوتے ہیں

حافظ صاحب کا بڑا بیٹا عبدالرحمٰن چھوٹا تھا ساتھ والی گلی میں کچھ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے محمد مشتاق کے لڑکے سے لڑ پڑا تھوڑی دیر بعد اس بچے کی والدہ گھر آئی اور اعتراض (اولامہ) دیا کہ تمہارے بیٹے نے میرے بیٹے کو مارا ہے عبدالرحمٰن اس وقت اندر ہی تھا حافظ صاحب نے اسے پکڑا اور باہر لے آئے پھر اس لڑکے کی والدہ سے کہا لے اس سے بدلہ لے لے جتنا اس نے مارا ہے اتنا تو بھی اسے مار لے۔

وہ عورت بغیر بدلہ لیے واپس چلی گئی یہی وہ عورت تھی جس کے سوال کا آپ جواب لکھ رہے تھے کہ فالج کا حملہ ہوا وہ جواب مکمل نہ کر سکے بالآخر آپ نے چھبیس فروری کی رات داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۷)]

امانت داری:

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو باتیں بیان کی تھیں، ان میں سے ایک تو میں دیکھ چکا اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ہم سے بیان کیا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر ان لوگوں نے قرآن سے اس کا حکم جان لیا، پھر سنت سے جان لیا، اور ہم سے اس کے اٹھ جانیکا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی نیند سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی اور اس کا ایک دھندلا سا نشان رہ جائے گا۔ پھر سوئے گا تو باقی امانت بھی اس کے دل سے نکال لی جائے گی۔ تو اس کا نشان آبلہ کی طرح باقی رہے گا۔ جیسے چنگاری کو اپنے پاؤں سے لڑھکائے اور وہ پھول جائے اور تو اس کو ابھرا ہوا دیکھے حالانکہ اس میں کوئی چیز نہیں۔ حالت یہ ہوگی کہ لوگ آپس میں خرید وفروخت کریں گے لیکن کوئی امانت کو ادا نہیں کرے گا یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ بنی فلاں میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کسی کے متعلق کہا جائے گا کہ کس قدر عاقل ہے کس قدر ظریف ہے اور کس قدر شجاع ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان نہ ہوا اور ہم پر ایک زمانہ ایسا

گزر چکا ہے کہ کسی کے ہاتھ خرید وفروخت کرنے میں کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی۔ اگر مسلمان ہوتا تو اس کو اسلام اور نصرانی ہوتا تو اس کے مددگار گمراہی سے باز رکھتے لیکن آجکل فلاں فلاں (یعنی خاص) لوگوں سے ہی خرید وفروخت کرتا ہوں، (متفق علیہ)

ابومسعود عبدالجبار سلفی فرماتے ہیں: لوگوں کا آپ کی ذات پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ اُس دور میں ایک دیوبندی گھرانے نے اپنے لیے شاندار کوٹھی بنوانی شروع کی۔ جونہی وہ کوٹھی مکمل ہوئی تو ان کا سعودی عرب سے دو سال کا ویزا آ گیا اور اس گھرانے کو سعودی عرب جانا پڑ گیا۔ ادھر اس دور کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے حکم جاری کردیا کہ جو شخص جس کسی مکان میں بھی بیٹھا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ اب اس گھرانے نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کوئی ہماری کوٹھی پر قبضہ نہ کرلے، حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ہماری کوٹھی میں عارضی رہائش اختیار کرلیں اور ہمارے واپس آنے سے ایک دن قبل خالی کردیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو بھائی! میرے پاس حافظ محمد شریف سیالکوٹی کے بیٹوں کا مکان ہے اور اُنہوں نے مجھے کہا ہے کہ حافظ صاحب آپ ہمارا مکان کرایہ پر لے لیں، تیس روپے کرایہ دیتے رہیں۔ آپ ساری عمر اس میں رہائش رکھیں تو ہم تیس روپے سے اکتیس روپے تک بھی کرایہ نہ بڑھائیں گیں، اور جس دن آپ نے ہمارا مکان خالی کردیا، ہم اسے ایک دن بھی اپنے پاس نہ رکھیں گے اور اسے فروخت کردیں گے۔ کرایہ معمولی ہے اور میں آرام سے رہ رہا ہوں او رکرایہ بھی ادا کرر ہا ہوں۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر کوٹھی کسی اور شخص کو دے دیں اور مجھے یہیں گزارا کرنے دیں۔ اس کنبے کے سربراہ نے کہا: نہیں حافظ صاحب ہم آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیں گے اور آپ سے کرایہ بھی نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا: برادرمن اگر خدانخواستہ آپ کا وہاں دل نہ لگا اور آپ دو ماہ بعد واپس آ جائیں تو پہلا مکان بھی ہاتھ سے نکل جائے گا اور مجھے آپ کی کوٹھی سے نکل کر کوئی اور مکان تلاش کرنا پڑے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کم ازکم دو سال تک تو ہم وہاں رہیں گے، خواہ دل لگے یا نہ لگے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرمائیں اور بغیر کرایہ کے ہی ہماری کوٹھی میں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ میں اس دور میں دو سال تک اسی کوٹھی میں حاضری دیتا رہا۔ آپ نے اس کوٹھی سے متصل ان کے پلاٹ میں باغیچہ بنا دیا اور صبح وشام اسے پانی دیتے اور وہیں مہمانوں کو وقت دیتے تھے۔

چنانچہ دو سال بعد اُنہوں نے آپ کو کوٹھی خالی کرنے کی اطلاع دی تو آپ نے اس کوٹھی کو رنگ

وروغن کروایا اور خود حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کے مکان پر رہائش لے گئے۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک اپنے کنبے سمیت رات بارہ ایک بجے کوٹھی پر آیا تو آپ نے چابی اُن کے حوالے کی اور اپنے نئے کرائے کے مکان پر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو کوٹھی کا مالک اور اس کا کنبہ کوٹھی کی آرائش اور ساتھ والے پلاٹ میں پھولوں بھرا باغیچہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک دو ماہ ٹھہر کر پھر واپس سعودی عرب جانے لگا تو چابیاں لے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی کوٹھی میں رہائش رکھنے کی پیشکش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اب میرا اپنا مکان بن گیا ہے لہٰذا اب میں وہاں رہائش کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ آپ کسی اور مسلمان پر احسان کر دیں، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں ہے اور پھر آپ نے اپنا مکان بھی تو کسی سے قرض لیکر بنایا ہے لہٰذا آپ اپنا مکان کرایہ پر دے کر اپنا قرض اُتار لیں اور ہماری کوٹھی بغیر کرائے کے لے لیں۔

چنانچہ آپ دوبارہ اس کوٹھی میں رہائش لے آئے اور چھ سال تک اس میں رہائش رکھی۔ چھے سال بعد مالکان واپس آئے تو آپ اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اُن کی کوٹھی ان کے حوالے کر دی۔ آپ کے حسن اخلاق، ایفائے عہد اور عمدہ برتاؤ سے متاثر ہو کر وہ گھرانہ اہلحدیث ہو گیا اور اُنہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے برادرِ نسبتی حافظ عبدالوحید کو دے دیا۔ میں نے یہ قصہ اس لیے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ دیگر علما کو بھی اسی طرح کا اخلاق اور کردار اپنانا چاہیے تا کہ لوگ ان کے حسن کردار سے متاثر ہو کر خالص اور باعمل مسلمان بن جائیں۔ یہ حافظ صاحب ہی تھے جنھوں نے مکان خالی کرنے سے پہلے اس کی خوب آرائش وتزئین کی ورنہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ لوگ مکان خالی کرنے سے پہلے اس کی حالت کو خوب بدتر کرتے ہیں اور ان کا دماغ یہی کام کرتا ہے کہ اب ہم نے یہاں کونسا رہنا ہے جو رہے گا وہ صفائی بھی کرالے گا، لیکن یہ حافظ صاحب ہی تھے جو اتنی اچھی سوچ اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے کہ جنھوں نے نیکی کی ہے اس کی قدر کریں اور جب وہ رہائش اختیار کریں تو ان کا دل خوش ہو جائے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۱۱)]

حافظ صاحب چھ سال حاجی رحمت صاحب کے مکان میں رہے۔ یہ کل چار احاطہ جگہ تھی ایک احاطہ میں مکان بنا ہوا تھا اور باقی تین احاطہ خالی جگہ تھی۔ حافظ صاحب اور آپ کے والد محترم نے وہاں مختلف سبزیاں وغیرہ اگائیں تھیں۔ حاجی رحمت صاحب کے بیٹے حافظ عباس صاحب نے بتایا کہ

انھوں نے یہاں یہ سمجھ لو کہ چھوٹا سا باغ ہی بنایا تھا۔

بالکل چھوڑ کر نہ آنا:

جامعہ محمدیہ کی گاڑی کے ایک ڈرائیور تھے تنویر صاحب، وہ بیان کرتے ہیں: حافظ عبدالرؤف صاحب جو حافظ صاحب کے داماد تھے، انھوں نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ آپ مجھے گاڑی پر احمد نگر چھوڑ آئیں۔ میں نے حافظ صاحب کو کہا یہ کہتے ہیں کہ مجھے احمد نگر چھوڑ آؤ کیا میں انہیں چھوڑ آؤں؟ حافظ صاحب فرمانے لگے بالکل چھوڑ کر نہ آنا یہ مدرسہ کی گاڑی امانت ہے انھوں نے جتنی اجازت دی ہے اتنا ہی اسے استعمال کرو۔

حاضری ٹائم والی:

حافظ صاحب جب مدرسہ جامعہ محمدیہ میں پڑھانے آتے تو رجسٹر پر حاضری لگاتے۔ اساتذہ کا رجسٹر جامعہ کے گیٹ کے ساتھ ہی پڑا ہوتا تھا تاکہ جو استاد بھی جامعہ داخل ہو وہ اسی وقت حاضری لگائے اور جب مدرسہ سے باہر جائے تو بھی اسی وقت حاضری لگائے۔ حافظ صاحب جب جامعہ میں داخل ہوتے تو رجسٹر پر آنے کا وقت لکھتے پہلے گھڑی کی طرف دیکھتے جتنے منٹ گھڑی پر ہوتے وہی منٹ حافظ صاحب رجسٹر پر لکھتے اور اسی طرح جب جامعہ سے جاتے تو پہلے گھڑی کی طرف دیکھتے پھر رجسٹر پر ٹائم لکھتے اور وہی ٹائم لکھتے جو گھڑی پر ہوتا۔ یہ کمال دیانتداری حافظ صاحب کی خوبی تھی۔

میرا رومال مجھے دیا:

ایک دفعہ حافظ صاحب کے گھر گیا وہاں میرا دستی رومال رہ گیا، اور مجھے پتا نہ چلا، میں نے رومال جب میں نہ پایا تو سمجھا کہیں گم ہو گیا ہے، اتفاق سے اگلی صبح درس بھی میں بھی نہ گیا۔ تیسرے روز جب میں جامعہ محمدیہ چوک نیائیں صبح درس میں گیا تو حافظ صاحب نے مجھے دیکھتے ہی اپنی جیب سے دستی رومال نکالا اور مجھے دے دیا اور کہنے لگے یہ رومال آپ بیٹھک میں چھوڑ آئے تھے۔ میں نے رومال پکڑا اور حافظ صاحب کا شکریہ ادا کیا، پھر اس واقعہ کو ساتھیوں کے درمیان بیان کرتا رہا کہ حافظ صاحب کمال کے آدمی ہیں، معمولی سی چیز تھی وہاں پڑی رہتی پھر بھی کیا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا پتا نہیں کیا کرتا۔ کم از کم اتنا نہ کرتا جتنا حافظ صاحب نے کیا۔ کون ہے جو دوسرے کی چیز اپنی جیب میں ڈالے اور پھر اس کے مالک

کا منتظر رہے اور اسے مل کر خود اسے دے کسی کو بھی نہ کہے کہ اس تک پہنچا دو۔ یہ سارے کمالات میں نے حافظ صاحب میں دیکھے۔

جوابی لفافہ واپس کر دیا:

حقیقت تقلید والے مناظرے میں حافظ صاحب نے دوسرے خط کے جواب میں کچھ نہ لکھنا مناسب سمجھا، تو فریق ثانی محمد صالح کو اس جوابی لفافہ واپس کر دیا، اس جوابی لفافہ کو واپس کرنے کیلیے حافظ صاحب نے ایک نیا لفافہ خریدا، اس میں اس کا جوابی لفافہ ڈال کر اسے واپس کیا۔ اس معاملہ میں فریقین کی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔ محمد صالح صاحب اپنے تیسرے خط میں لکھتے ہیں:

محترم المقام جناب حافظ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں نے ایک جوابی لفافہ آپ کو لکھا تھا آپ نے خالی لفافہ مجھے واپس ارسال کر دیا' مجھے علم تھا کہ آپ خالی لفافہ ہی ارسال کریں گے۔

اس کے جواب میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: اس کے بعد جناب نے بندہ کو دوسرا خط لکھا جس کے جواب میں کچھ نہ لکھنا مناسب سمجھا گیا البتہ آپ کا بھیجا ہوا جوابی لفافہ تو آپ کو واپس کرنا ہی تھا چنانچہ وہ خالی لفافہ آپ کو واپس بھیج دیا گیا۔

ترکہ مالا یعنیہ

حافظ صاحب حسن اسلام کے ساتھ مزین تھے، انھوں نے کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کیا، فضول بے مقصد کسی جگہ نہیں بیٹھے، بازار میں چکر نہیں لگائے، ویسے کسی کی دوکان پر جا کر نہیں بیٹھے جس طرح کئی علما اپنے مقتدی کی دوکان پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حافظ صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ جب میں دال بازار والی مسجد میں ہوتا تھا وہاں بازار میں ایک دوکان کے اوپر والا کمرہ مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے رہائش کے لیے مجھے ملا تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب شیخ یوسف صاحب بان سوتر والے کی دوکان پر اکثر بیٹھا کرتے تھے، مجھے بھی انھوں نے ایک دو دفعہ کہا یہاں کبھی کبھی آ جایا کرو میں ایک دفعہ گیا وہاں بیٹھا مولانا عبداللہ صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے محسوس کیا شیخ صاحب اپنا کام کر رہے ہیں، اپنی دوکان چلا رہے ہیں اور ہم بے مقصد ہی یہاں بیٹھ رہے ہیں، ہم بھی اپنا کام کرتے ہیں۔ میں نے وہاں سے اجازت چاہی، پھر دوبارہ وہاں کبھی نہیں گیا۔ یہ تو کسی دوکان پر بیٹھنے کی بات ہے حافظ صاحب نے

ویسے بھی کبھی فضول مجلس نہیں لگائی تھی، آپ کی مجلس میں لوگ مسائل پوچھتے اور آپ ان کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں دیتے۔ فضول بے مقصد باتیں آپ کی مجلس میں نہیں ہوئی تھی نہ کسی کی غیبت، چغلی ہوتی اور نہ کسی پر طعنہ زنی کی جاتی۔

حیا:

حافظ صاحب کے گھر عورتوں کا آنا جانا بھی کافی تھا۔ قرآن کی تعلیم کے لیے عورتیں آتیں تھیں، دعا کرانے کے لیے بھی آتی تھیں، دم کروانے کے لیے بھی آتی تھیں۔ حافظ صاحب عورتوں کو دم نہیں کیا کرتے تھے، اس لیے عورتیں اندر بیٹھتی تھیں۔ آپ پانی پر دم کر کے انہیں دے دیتے تھے۔ خالد حسین صاحب نے بتایا کہ ہمارے محلے کی عورتیں کہا کرتی تھیں ہم حافظ صاحب کے گھر جا کر خود کو محفوظ سمجھتی تھیں، کیونکہ حافظ صاحب جب گھر آتے تو اندر صحن میں نہیں آتے تھے، انہیں پتا ہوتا تھا اندر عورتیں آئی ہوں گیں۔ حافظ صاحب بیٹھک میں چلے جاتے تھے ہمیں کسی مرد کے آنے کا خوف نہیں ہوتا تھا کہ ہم اپنے چہرے ڈھانپ لیں ہمیں کوئی دیکھ لے گا یا اچانک کسی کی نظر پڑ جائے گی، ایسا باپردہ گھرانہ ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔

ہمارے گھر حافظ صاحب کی وفات کے بعد ایک عورت آئی، اس نے بتایا میں گھر میں آٹا گوندھ رہی تھی کہ حافظ صاحب کی وفات کی خبر سنائی دی میں نے اسی وقت اندر بیٹھے ہی اپنا دوپٹہ سر پر باندھ لیا اور اچھی طرح سے اپنے چہرے پر لپیٹ لیا، پھر تھوڑی دیر سکتہ میں رہی اور اسی وقت ارادہ کر لیا اب ساری عمر پردہ کرنا ہے دیور جیٹھ سب سے پردہ کرنا ہے۔ یہ سوچ کر کہ حافظ صاحب فوت ہو گئے ہیں اور انھوں نے کتنی پاکیزہ زندگی بسر کی ہے، اور میں نے بھی فوت ہونا ہے تو میں کیوں نہ پاکیزہ زندگی بسر کروں۔ حافظ صاحب کی وفات کی خبر سن کر بڑے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں میں جانتا ہوں وہ جمعرات اور سوموار کا روزہ رکھتے ہیں اور حافظ صاحب کے عمل کو دیکھ کر رکھتے ہیں، اور ایسے بندے بھی موجود ہیں جو شعبان اور محرم کے تقریباً مکمل روزے رکھتے ہیں سوائے چند ایک کے، انھوں نے بھی یہ عمل حافظ صاحب کے عمل سے متاثر ہو کر کیا ہے۔

ایفائے عہد:

ایفائے عہد زبان وعمل کی یک رنگ سچائی کا نام ہے اور عذر ان دونوں کی خلاف ورزی کا نام

ہے۔ ایفائے عہد انسانیت کے مخصوص فرائض میں بہت بڑا فرض ہے، اس لیے جو شخص ایفائے عہد سے خالی ہے وہ در حقیقت شرف انسانیت سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان میں شمار کیا ہے اور لوگوں کی عملی زندگی کے لیے اس کو سربراہ ٹھہرایا ہے کیونکہ انسانیت ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کے لیے باہمی تعاون لازمی ہے اور باہمی تعاون وعدے کی رعایت اور عہد کو پورا کیے بغیر ناممکن ہے اور اگر ان کو درمیان سے الگ کر دیا جائے تو تعاون کی بجائے دلوں میں نفرت و وحشت جاگزیں ہو جائے اور معیشت و زندگی ہر قسم کی تباہ کاریوں سے دوچار ہونے لگے۔

کبھی کسی نے یہ نہیں سنا کہ آج حافظ صاحب کی طبیعت خراب ہے اس لیے آج درس نہیں ہوگا۔ وعدہ خلافی کبھی نہیں کی، جس کو درس کا ٹائم دیا وہاں وقت سے پہلے پہنچے، اگر کسی نے دس بارہ دن کے وقفے سے درس کا وعدہ لیا اور پھر اس نے اس دوران میں رابطہ بھی نہیں کیا تو بھی حافظ صاحب اس کے پاس وقت پر پہنچے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے حافظ صاحب سے درس کا ٹائم لیا اور پھر انھوں نے وقت مقررہ سے پہلے دوبارہ حافظ صاحب سے رابطہ نہیں کیا تو حافظ صاحب نے اس تاریخ سے ایک دن پہلے انہیں خود فون کر کے پوچھا آپ نے درس کا ٹائم لیا تھا وہ منسوخ تو نہیں ہوا، وہ کہنے لگے نہیں، ہم کل ان شاء اللہ آپ کو خود گھر سے لینے آئیں گے حافظ صاحب وعدے کا اتنا خیال رکھتے تھے۔

حافظ صاحب کو جب کوئی ساتھی درس کے لیے لینے گھر آیا اس کو انتظار نہیں کرنا پڑا، بلکہ حافظ صاحب اس کے آنے سے پہلے تیار بیٹھے ہوتے۔ میں جب بھی حافظ صاحب کو لینے گھر آیا ہوں تو حافظ صاحب دروازے سے باہر آتے اور کہتے پانی پیو، اندر بیٹھو اور ڈرائیور کو بھی اندر لاؤ اگر جلدی ہوتی تو حافظ صاحب کہتے ڈرائیور کو گاڑی میں پانی پلا دو پھر اسی وقت روانہ ہو جاتے۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ حافظ صاحب نے کہا ہو ابھی ٹھہرو میں نے نہانا ہے، کپڑے بدلنے ہیں، یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے، ادھر جانا ہے، ٹال مٹول اور ادھر ادھر کی باتیں کبھی نہیں کی تھیں۔

حافظ صاحب کے بڑے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب جامعہ محمدیہ میں آخری سال میں پڑھتے تھے کہ رواں سال حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کو کہا: اس سال حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب نے فارغ ہونا ہے تو آپ نے اسے ہمارے پاس مریدکے میں پڑھانے کے لیے بھیج دینا ہے، ہم اسے وہاں مدرس رکھنا چاہتے ہیں۔ حافظ نوری پوری صاحب نے حافظ بھٹوی

صاحب سے وعدہ کرلیا کہ ٹھیک ہے جب فارغ ہوگا تو آپ ہی کے پاس یہ پڑھائے گا، آپ اسے لے جانا۔ جب عبدالرحمٰن ثانی صاحب فارغ ہوئے تو مولانا عبداللہ صاحب نے حافظ نورپوری صاحب کو کہا ثانی کو کہے کہ وہ اب ادھر پڑھائے، حافظ صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب کو کہا اس کے متعلق میں نے بھٹوی صاحب سے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ آپ کے پاس مریدکے میں پڑھائے گا۔ اب چونکہ میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ادھر ہی پڑھائے گا۔ اس پر مولانا عبداللہ صاحب بھی خاموش رہے کہ ٹھیک ہے آپ نے ان سے پہلے وعدہ کرلیا ہے۔

حافظ صاحب کے ایک ڈرائیور تھے ہم انھیں تنویر صاحب کہتے تھے میں تو یہی سمجھتا تھا کہ یہ ان کا اصلی نام ہے، لیکن انھوں نے بتایا میرا مکمل نام امان اللہ تنویر ہے، ان کا پیدائشی گاؤں قاضی کوٹ وسطی ہے۔ اب یہ پندرہ سال سے مدوخلیل میں رہائش پذیر ہے، یہ حافظ صاحب کے ساتھ اڑھائی تین سال بطور ڈرائیور رہے ہیں۔

کالا صوبیاں واہنڈو کی جانب ایک گاؤں ہے وہاں کے نمبردار صاحب حافظ صاحب کو اپنے گاؤں بلایا کرتے تھے، اس گاؤں کی مسجد کا انتظام و انصرام نمبراوار صاحب ہی کیا کرتے تھے، تقریباً چھ ماہ بعد وہاں ہم جاتے تھے، جب ہم اس گاؤں سے واپس آئے تو نمبردار صاحب نے حافظ صاحب کو چاولوں کا توڑا دیا، توڑا میں نے گاڑی میں رکھا اور واپسی کے لیے چل پڑے، جب حافظ صاحب گھر پہنچے تو حافظ صاحب فرمانے لگے یہ توڑا چاولوں کا آپ لے جائیں کیونکہ اصل کام تو آپ نے کیا ہے گاڑی آپ نے چلائی ہے، میں تو بس بیٹھا ہی ہوں۔ میں نے کہا حافظ صاحب میں نہیں رکھوں گا، یہ چاول انھوں نے آپ کو دیے ہیں آپ ہی رکھیں، پھر حافظ صاحب کہنے لگے ایسا کرتے ہیں کہ آدھے چاول آپ رکھ لیں اور آدھے میں رکھ لیتا ہوں، میں نے کہا حافظ صاحب ہم زمیندار ہیں ہمیں چاول ادھر سے آجاتے ہیں چاول ہمارے گھر کے ہی ہوتے ہیں۔ پھر حافظ صاحب کہنے لگے انھوں نے مجھے پیسے بھی دیے ہیں یہ پیسے آپ رکھ لیں، میں نے کہا حافظ صاحب پیسے انھوں نے آپ کو دیے ہیں میں تو ڈرائیور ہوں، پیسے میں نہیں لوں گا۔

حافظ صاحب کہنے لگے اگر آپ پیسے اب نہیں لیتے تو پھر آپ کی شادی پر دے دوں گا اس وقت میری شادی قریب ہی تھی۔ جب میری شادی ہوئی، شادی کے بعد میں نے حافظ نورپوری صاحب اور

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب دونوں کو گھر بلایا، یہ دونوں بزرگ ہمارے گھر آئے، حافظ نورپوری صاحب نے کھانا کھانے کے بعد جیب سے پیسے نکال کر چھابے پر رکھ دیے اور کہا یہ پیسے ہماری بیٹی کو دے دینا، جس نے کھانا پکایا ہے۔ میں یہ عمل دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ اس وقت کا وعدہ حافظ صاحب کو یاد ہے۔ یہ بات سن کر میں نے تنویر صاحب کو کہا وعدہ تو ہر ایک کو یاد ہوتا ہے لیکن عمل کوئی کوئی کرتا ہے۔

یہی ڈرائیور، تنویر صاحب بیان کرتے ہیں: حافظ صاحب جب کسی سے وعدہ کرتے تھے تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے، کئی جگہ پر حافظ صاحب کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا ہے میرے سامنے حافظ صاحب نے وعدہ کیا ہوتا پھر اس تاریخ کو وہاں ضرور پہنچتے تھے۔ میں کہتا ہوں: ساتھ رہنے والے ڈرائیور کا حافظ صاحب کے متعلق یہ کہنا کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ ڈرائیور لوگ تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھ لیتے ہیں اور اسے نوٹ کرتے ہیں۔

غیبت نہ کیا کرو:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

غیبت کی تعریف جو رسول اللہ نے خود بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو پھر؟ آپ نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات پائی جائے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔[مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحريم الغيب]

اور یہ تو واضح بات ہے کہ بہتان غیبت سے بھی بڑا جرم ہے اور غیبت خواہ کسی زندہ انسان کی، اس کی پیٹھ پیچھے کی جائے یا کسی فوت شدہ انسان کی، جرم کی نوعیت کے لحاظ سے اس میں کوئی فرق نہیں۔

غیبت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ غیبت کرنے والا اس کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ جیسے اسے کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہو اور مردہ اس لئے فرمایا کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے وہ پاس موجود نہیں ہوتا۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب نے زندگی بھر نہ کسی کی غیبت

کی اور نہ ہی اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کو اس کی اجازت دی۔
[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲ء صفحہ)]

حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں: استاذِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن میں درسِ نظامی کے طالب علم تھے تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارا سالانہ امتحان لینے کے لیے تشریف لائے۔ جب امتحان ختم ہوا تو ہم طلبا نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ فرمانے لگے کہ میں اور حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تیمار داری کرنے گئے تو ان سے عرض کی کہ استاذِ محترم ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ یہ سن کر ہمارے شیخ حافظ صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ غیبت نہ کیا کرو۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب نورپوری رحمۃ اللہ علیہ ہم طلبا کو فرمانے لگے کہ میں بھی تمھیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ غیبت نہ کیا کرو۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۸۱)]

حافظ صاحب نے کسی عالم دین کا نام لے کر کبھی بھی اس کی تنقیص نہیں کی تھی۔ سبھی کو پتا تھا یہاں سے جو مرضی پوچھ لو جس طرح مرضی مسئلہ پوچھ لو حافظ صاحب نے کون سا کسی کو بتانا ہے۔ اگر مسئلہ پوچھتے وقت کچھ کہہ بھی دیں گے تو کوئی بات نہیں کون سا انھوں نے کسی کو بتانا ہے۔ جبکہ یہاں ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو خود ہی شیخ الحدیث کا لقب رکھتے ہیں اور پھر لوگ انہیں شیخ الحدیث تنقیدًا کہتے ہیں، ان سے اگر کوئی غلطی سے ہی مسئلہ پوچھ لے تو پھر پوچھنے والے کی ذلت ہر ایرے غیرے کے آگے شروع ہو جائے گی۔ جی فلاں میرے پاس آیا تھا اس کو تو یہ نہیں پتا، مجھ سے پوچھ رہا تھا میں نے اسے بتایا۔ ایسے شیوخ الحدیث سے لوگ بچتے ہیں اور نورپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کے پاس جاتے ہیں۔

کئی آدمی متقی بننا چاہتے ہیں لیکن بنا نہیں جاتا، مثلاً کسی مجلس میں کسی کا واقعہ سنائیں گیں اس میں صاحب واقعہ کی توہین یا ہتک ہو تو اس کا نام نہیں لیں گے یہ ان کا تقویٰ ہوتا ہے، لیکن جب اہل مجلس کہتے ہیں اس کا نام بتاؤ کون ہے وہ؟ تو ایک دو دفعہ یہ کمزور متقی شخص کہتا ہے چھوڑو یار نام ضرور بتانا ہے، رہنے دو۔ پھر جب دوست احباب کی طرف سے اصرار ہوتا ہے: نہیں! آپ نام بتائیں کچھ نہیں ہوتا، بھلا ادھر غیر بیٹھے ہوئے ہیں سب اپنے ہی ہیں تم بتاؤ کون ہے وہ، بس اتنے میں وہ اس شخص کا نام لے دیتا ہے، ایسا اکثر ہوتا ہے، یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔ لیکن مجال ہے کہ نورپوری صاحب کسی کی عدم

موجودگی میں نام لیکر اس کی کمزوری یا خامی کو بیان کریں، حافظ صاحب کے سامنے کوئی اتنی جرأت کر ہی نہیں سکتا تھا کہ آپ کو کہے کون ہے وہ؟ کیونکہ اس کو جو جواب ملنا تھا اس کی اپنی خیر نہیں ہونی تھی۔ آپ واقعتاً حقیقتاً پکے سچے مخلص آدمی تھے آپ کا ایمان مضبوط تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مضبوط ایمان والا بنائے اور اپنے بھائی کی غیبت سے محفوظ فرمائے۔

مولانا مبشر احمد ربانی صاحب نے مجھے بتایا: ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے پاس گیا نماز آپ کی مسجد (قدس، سرفراز کالونی) میں ادا کی، نماز کے بعد ایک آدمی حافظ صاحب کے پاس آیا اور وہ کوئی بات کرنے لگا، حافظ صاحب نے اسے بات کرنے سے پہلے کہا: تو نے میری بات کرنی ہے یا اپنی، جو شخص ادھر نہیں ہے اس کی بات نہیں کرنی۔ حافظ صاحب کی یہ بات سن کر اس شخص نے فوراً ہاتھ نکالا اور کہا السلام علیکم اور چلا گیا۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ حافظ صاحب کہنے لگے: اس نے یہی پوچھنا تھا کہ حافظ سعید کافر ہے یا ساجد میر؟ حافظ صاحب نے اسے ان بزرگوں کے متعلق پوچھنے ہی نہیں دیا ان دنوں جمہوریت کے کفر و اسلام ہونے کی بحثیں بڑے زوروں پر تھیں۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے مسئلہ پوچھو کسی کا نام نہ لو۔

یہ بات اس نے نہیں کہی

گوجرانوالہ کی ایک مسجد میں حافظ صاحب کا درس تھا۔ درس کے بعد سوال جواب کی نشست ہوئی لوگوں نے سوالات کیے۔ ایک آدمی کہنے لگا حافظ صاحب یہاں ایک اہلحدیث بھائی ہے، وہ روح کے ذریعے علاج کرتا ہے۔ میرا فلاں رشتے دار امریکہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں یہاں بیٹھے روح کے ذریعے اس کا علاج کرسکتا ہوں۔ اس قسم کے اس کے دعوے ہیں۔ حافظ صاحب نے اس کی یہ بات سن کر فوراً کہا روح کے ذریعے علاج کا وہ دعویٰ کرتا ہی نہیں، حافظ صاحب کی یہ بات سن کر وہ کہنے لگا اس نے مجھے خود کہا ہے میں روح کے ذریعے علاج کرتا ہوں اور آپ کے فلاں رشتے دار کا علاج یہاں بیٹھ کر روح کے ذریعے ہی کرسکتا ہوں۔

حافظ صاحب کہنے لگے اس نے یہ بات نہیں کہی، جتنے ساتھی وہاں بیٹھے تھے سب حیران ہو رہے تھے کہ یہ شخص کہہ رہا ہے اس نے کہا ہے اور حافظ صاحب اس روحانی عامل کی طرف سے کہہ رہے ہیں کہ اس نے نہیں کہا۔ اب وہ شخص کہنے لگا میں ابھی اسے ادھر بلا لیتا ہوں، حافظ صاحب نے کہا اسے بلا لو۔ یا

اس سے اب دوبارہ پوچھ لو، جب اس نے فون پر اس سے بات کی کہ ادھر مسجد میں آؤ حافظ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، اس نے کہا میں ابھی آتا ہوں اور ساتھ اس نے اس سے پوچھ لیا آپ روح کے ذریعے علاج کرتے ہیں نا، یہ بات سن کر روحانی معالج نے انکار کر دیا اور کہنے لگا میں نے کب کہا ہے کہ میں روح کے ذریعے علاج کرتا ہوں۔ اب فون بند کر کے یہ صاحب کہنے لگے حافظ صاحب وہ انکاری ہو گیا ہے، حافظ صاحب نے کہا وہ انکاری نہیں ہوا آپ کو ہی سمجھ نہیں آئی تھی۔

حافظ صاحب کے اس انداز سے میں تو یہی سمجھا کہ کوئی غلط بات کسی کی طرف منسوب کرنی ہی نہیں چاہیے اگرچہ اس نے کی ہو۔ مجمع عام میں کسی کی غلط بات نام لے کر بیان نہیں کرنی چاہیے، اور اگر کوئی بیان کر دے تو عالم دین کا فریضہ ہے اس کا رد کرے۔ اور عدم موجودگی میں مسلمان کی عزت کی حفاظت کرے۔ یہ خوبی میں نے صرف حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ میں دیکھی ہے۔ اگر کوئی غلطی پر ہو تو اس کو سمجھانے کا طریقہ علیحدگی میں ہو سکتا ہے۔

جبکہ اکثر ہوتا یہ ہے کہ کسی مجلس یا مجمع میں کوئی شخص کسی کا نام لے کر کوئی بات بیان کرے تو سب سے پہلے اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے زبان سے استغفار پڑھا جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ جس کی طرف منسوب ہوتی ہے اس کی ذات پر تبصرہ ہوتا ہے یعنی غیبت ہوتی ہے۔ اور وہ عالم دین جو اس مجلس کی رونق ہوتے ہیں اپنی برتری دوسرے مولوی صاحب پر ثابت کرنے کے لیے اسے خوب رنگیدتے ہیں، لیکن حافظ نورپوری صاحب کا انداز اس سے بالکل جدا تھا۔

جامعہ محمدیہ میں قاری منظور صاحب نے تدریس کے دوران عقیدہ طحاویہ کے مصنف کے...... کہ وہ تو معتزلی ہے، اس کی کیا بات کرتے ہو؟ جس طالب علم سے مباحثہ کرتے ہوئے قاری صاحب نے یہ بات کہی تھی اس طالب علم نے حافظ نورپوری صاحب کو جا کر بتایا کہ قاری منظور صاحب نے عقیدہ طحاویہ کے مصنف کے متعلق یہ تبصرہ کیا ہے، کیا واقعی وہ معتزلی تھا؟ حافظ صاحب نے اس طالب علم کی بات سنتے ہی کہا: قاری منظور صاحب نے یہ کہا ہی نہیں، قاری صاحب عالم ہیں، مدرس ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں انھوں نے یہ بات کہی ہی نہیں۔ حافظ صاحب کا یہ جواب سن کر وہ طالب علم کہنے لگا: حافظ صاحب انھوں نے کہا ہے، ساری کلاس گواہ ہے۔ حافظ صاحب اپنی بات پر مصر رہے، وہ طالب علم کہنے لگا میں دوبارہ ان سے پوچھ آتا ہوں اور ایک طالب علم کو بطور گواہ ساتھ لے جاتا ہوں۔ جب وہ طالب

علم دوبارہ قاری منظور صاحب کے پاس گیا تو قاری صاحب کہنے لگے میں نے یہ بات کہی ہی نہیں۔ وہ طالب علم سر جھکائے واپس آ گیا اور حافظ صاحب کو کہنے لگا اب انھوں نے انکار کر دیا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے: لو دیکھو اب یہ ان پر الزام لگانے لگا ہے۔

حافظ صاحب کسی کے متعلق غلط بات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ بات کرنے والے کو دباتے اور اسے غلط قرار دیتے۔ یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کسی غلط بات کو ختم کرنے کا اور کسی کی عدم موجودگی میں عزت کی حفاظت کا۔ مذکورہ دونوں واقعات سے آپ نے دیکھ لیا کہ دونوں بزرگوں نے اپنی بات سے ہی انحراف کر لیا اور کہنے والا بھی خاموش ہو گیا، حافظ صاحب بھی کسی پر تنقید کرنے اور سننے سے احسن انداز سے بچ گئے۔ اور اصل قائل بھی حافظ صاحب سے خوش ہوا بلکہ اس کے دل میں حافظ صاحب کی عظمت و ہیبت مزید پیدا ہو گئی۔ اور اگر بالفرض اس نے غلط بات کہی بھی تھی تو آئندہ وہ ایسی بات کہنے سے گریز کرے گا۔

فراخ دلی:

حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں: آپ کی شخصی صفات میں یہ ایسی خوبی تھی جس کی بنا پر بے شمار لوگ آپ کے گرویدہ اور آپ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا دل تمام رذائل سے محفوظ اور خصائل حمیدہ سے معمور تھا، آپ کے طرزِ عمل سے کبھی دوسروں کے لیے حسد، کینہ، بغض جیسے مکروہ عزائم کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے تلامذہ اور معاصر علما کی علمی کاوشوں کے قدرداں اور دل کھول کر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب نوپوری رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں خطبہ جمعہ کے دوران میں فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کی تردید کر رہے تھے تو فرمانے لگے کہ اس موضوع پر مولانا صفدر عثمانی صاحب نے (جو حافظ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں) ایک رسالہ لکھا ہے، آپ لوگ اسے پڑھیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے متعدد خطوط میں (جو اَب آپ کی کتاب ''احکام ومسائل'' میں مطبوع ہیں) کئی لوگوں کو مولانا صفدر عثمانی صاحب کے مذکورہ رسالہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔ [(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۷۸)]

صبر وتحمل:

صبر دو قسم کا ہے، ایک بدنی جیسے مشقت برداشت کرنا اور عبادت کے مشکل اعمال برداشت کرنا۔

دوسرا نفسانی، یہ خواہش کے تقاضے اور طبیعت کی مرغوب چیزوں سے رک جانا ہے۔ صبر کی یہ قسم اگر پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش سے متعلق ہو تو اس کا نام ''عفت'' ہے۔ اگر میدان جنگ میں صبر ہو تو اس کا نام ''شجاعت'' ہے۔ اگر غصے کو دبانے سے متعلق ہو تو اس کا نام ''حلم'' ہے۔ اگر کسی پریشان کرنے والی مصیبت سے ہو تو اس کا نام ''فراخی'' ہے۔ اگر کسی معاملے کو پوشیدہ رکھنے سے متعلق ہو تو اس کا نام ''رازداری'' ہے اگر زائد ضروریات سے روکنا ہو تو اس کا نام ''زہد'' ہے اور اگر تھوڑی سی ضروریات پر مطمئن ہو تو اس کا نام ''قناعت'' ہے۔

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسئول جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: ایک مولوی صاحب کبھی کبھی حافظ صاحب کے متعلق ہرزہ سرائی کیا کرتے تھے، ہم چند ساتھیوں نے پروگرام بنایا کہ اس مولوی صاحب سے جا کر دو دو کرتے ہیں، اس بات کا حافظ صاحب کو علم ہو گیا، حافظ صاحب نے ہمیں بڑی سختی سے منع کر دیا، اور کہا میرے لیے کوئی کسی کے پاس نہ جائے، اور میرے لیے کوئی لڑے۔

حلم:

غیظ وغضب کے جوش کے وقت اور ایسے اسباب کے پیدا ہونے کے وقت جن سے غضب میں ہیجان پیدا ہو، غصے پر قابو پانے کا نام ''کظم غیظ'' ہے اور یہی صفت جب انسان میں فطرت بن جائے اور مستحکم ہو جائے تو اس صفت کو حلم کہا جاتا ہے۔ حلم ایسی فضیلت ہے جو انسان میں کمال عقل، غلبہ فرزانگی اور قوت غضب کے مقہور و مغلوب ہونے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ یہ فضیلت اگرچہ ہر فرد میں موجود ہونی چاہیے لیکن راہنما، قائد اور قوم کے ہادی، اہل منصب، ذمے داران، کونسلرز، سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں اور دفتر کے افسروں اور مخیّر حضرات میں تو اس صفت کا وجود بے حد ضروری ہے، اس لیے کہ ان حضرات کو قدم قدم پر ایسی آزمائشوں اور امتحانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جن میں غصہ، غضب اور غیظ کا جوش میں آ جانا معمولی بات ہے۔ یک بار غصہ کرنے کے بعد خود آپ کو بھی کام کرنے میں تکلیف ہو گی اور آپ دوسروں سے بھی کام نہیں لے سکیں گے اور پورا دن پریشانی میں گزاریں گے اور لوگ تضحیک کے ساتھ آپ کے غصے اور غیر ضروری غضب کا ذکر کریں گے۔

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف فرماتے ہیں: آپ رحمہ اللہ حلم و بردباری اور شفقت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کلاس میں کراچی کے ایک طالبعلم ابرار شاہ نے کلاس میں حضرت الاستاذ سے

گستاخانہ رویہ اختیار کیا انتظامیہ کو خبر ہوئی انھوں نے طالب علم کو جامعہ سے خارج کرنے کا فیصلہ سنایا لیکن جب یہ خبر حافظ صاحب کو ہوئی فرمانے لگے میں تو اس سے ناراض نہیں ہوں لہذا اُسے کلاس میں بٹھالیا گیا۔ یہ آپ علیہ الرحمۃ کی کمال شفقت اور عفوودرگزر کی اعلی مثال ہے۔ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۸۸)]

شجاعت:

ضرورت اور حاجت کے وقت مصائب وخطرات کا ثابت قدمی سے مقابلہ شجاعت کہلاتا ہے۔ جو شخص نتائج پر نگاہ رکھے اور ان کے پیش آنے سے خوف زدہ ہو مگر جب وہ سامنے آ جائیں تو ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرے تو وہ مرد بہادر ہے اور جب کوئی شخص موقع محل کی مناسبت سے بہترین کارگزار ثابت ہو، وہ ''شجاع'' ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ خطرے میں کود ہی جائیں تو آپ بہادر ہوں گے بلکہ بہادر اس حالت میں بھی سمجھا جائے گا کہ نتیجہ پر نگاہ رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے کہ اس خطرے کے موقع سے بچنا ہی بہتر طریقہ کار ہے اور اس کا فرض بھی اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے کو خطرے سے بچا لے۔ درحقیقت سب سے بڑی بہادری مصیبت اور سختی کے وقت دل کا اطمینان اور حاضر حواسی ہے، اس لیے بہادر وہ ہے کہ جب اس پر سخت وقت آئے تو اپنے اطمینان، بیداری اور حواس کو نہ کھو بیٹھے بلکہ قابلیت اور شجاعت قلبی سے اس کا مقابلہ کرے اور ذہن اور مطمئن وقلب کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرے۔

ایک مجلس میں حافظ صاحب نے بیان فرمایا کہ ہمارے محلے کی مجلس میں تبلیغی جماعت آئی۔ انھوں نے اپنے طریقہ کار کے مطابق وہاں پروگرام کیا جس طرح کہ وہ کرتے ہیں۔ صبح حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے درس دیا۔ دوران درس تبلیغی جماعت کے غلط عقائد کی نشاندہی کی درس ختم ہو گیا۔ بعد میں اس درس کا تذکرہ کسی نے طفیل صاحب سے کیا، وہ دیوبندی تھے اور تبلیغی جماعت سے بڑی محبت کرتے تھے، یہ درس میں موجود نہیں تھے۔ وہ بات سن کر سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے میں اس وقت موجود نہیں تھا اگر میں وہاں ہوتا تو اپنی جان لٹا دیتا۔ یہ بات سن کر حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا صبح پھر بھٹوی صاحب درس دیں گے آپ آ جانا اور جان لٹا لینا۔

باب نمبر ۳۸

حکمت عملی

آپ رحمہ اللہ عالی دماغ، حکمت عملی کے ماہر موقع محل کو بخوبی جاننے اور پہچاننے والے تھے۔ حکمت عملی اس چیز کا نام ہے کہ آپ کی زندگی میں جنگ وجدال اور لڑائی وفساد کی نوبت ہی پیش نہ آئے، اور نہ ہی آپ کی حرکات کی وجہ سے کوئی حسد بغض رکھے، آپ دوسرے کے حقوق اور اپنے فرائض کا سختی سے خیال رکھنے والے ہوں۔ حکمت ودانش سے دوسروں کے دل پر حکمرانی کرنے والے ہوں، ہر کوئی آپ کے عمل کی داد دے، اور آپ سے محبت کرے۔ ان چیزوں کے باوجود اگر کوئی پریشانی آجائے تو اللہ پر اعتماد کرنے والا ہو، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا ہو۔ حافظ صاحب کی زندگی میں آپ ان چیزوں کا مشاہدہ کریں:

میں پچھلی رات سنالوں گا:

حافظ صاحب فرماتے ہیں: شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے میری ڈیوٹی جامع مسجد دال بازار والی میں لگائی کہ خطابت اور امامت آپ نے کرانی ہے۔ مسجد والوں کو جب معلوم ہوا کہ میں حافظ ہوں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ رمضان المبارک میں قرآن سناؤ گے میں نے کہا کہ سناؤں گا۔ مولانا عبداللہ صاحب کو جب پتا چلا تو انہوں نے کہا کہ میں نے کسی دوسرے لڑکے سے وعدہ کیا ہوا ہے قرآن سنانے کا، تو میں نے کہا کہ وہی لڑکا سنائے میں پیچھے سنوں گا۔

جب رمضان المبارک شروع ہوا تو حسب وعدہ لڑکا آ گیا۔ میں نے اس کے پیچھے تراویح پڑھی وتر ادا کیے بغیر چلا گیا، تہجد کے وقت مسجد میں آیا تو ایک بزرگ موجود تھے میں نے کہا بزرگو پارہ سنو گے بزرگ تیار ہو گئے۔ دو رکعتوں میں ایک پارہ پڑھا ایک وتر پڑھا دیا اگلے روز بزرگ کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے اس طرح پورے رمضان میں مَیں نے پورا قرآن سنایا اس وقت سے میرا معمول رمضان المبارک میں پچھلی رات قرآن سنانے کا بن گیا۔

جو لوگ مسجد میں قرآن سنانے کے لیے لڑتے ہیں، ان کیلیے اس واقعہ بڑی عبرت ہے، لڑائی کی بجائے وہ پچھلی رات قرآن سن لیں۔

استاذ کی موجودگی میں فتویٰ نہیں دیا:

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: حافظ صاحب کی عادت تھی کہ جوں ہی کسی کا خط آیا فوراً اس کا جواب لکھا۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس قسم کا خط ہے، اور پھر خط کا صرف جواب ہی نہیں بلکہ اس کی ایک نقل بقاعدہ فائل میں محفوظ کر لیتے۔ احکام و مسائل دو جلدیں چھپ چکی ہیں اور تیسری جلد کی تیاری آخری مراحل میں ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں انہیں خطوط سے تیار شدہ ہے، اس کتاب میں بے شمار مسائل اور ان کا شرعی حل موجود ہے، بے شمار فتاویٰ جن میں بے شمار تفسیری نکات موجود ہے۔ تاہم حافظ صاحب اپنے اساتذہ کے احترام کے پیش نظر جب کوئی فتویٰ لینے آتا تو کبھی فتویٰ نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ مفتی صاحب ہمارے استاد محترم ہیں ان سے فتویٰ لیں۔ البتہ اگر کوئی خط کی صورت میں مسئلہ پوچھتا تو اس کو وضاحت سے لکھ دیتے۔

سلفی صاحب کتاب پڑھ کر لائبریری میں رکھتے تھے:

حافظ صاحب بتایا کرتے تھے: مولانا اسماعیل صاحب کے پاس جب بھی کوئی نئی کتاب آتی تھی وہ اسے ضرور پڑھا کرتے تھے پھر اسے لائبریری میں رکھتے تھے، ان کی لائبریری میں کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو انھوں نے نہ پڑھی ہو۔ حافظ صاحب یہ بات اس موقعہ پر بتاتے تھے جب کبھی مطالعہ کی بات ہوتی یا کوئی ان سے پوچھتا حافظ صاحب یہ کتاب آپ کی لائبریری میں ہے آپ نے اسے پڑھا ہے؟ تو حافظ صاحب اپنا عمل بتانے کی بجائے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا عمل بتاتے، جس سے میں تو یہی محسوس کرتا کہ حافظ صاحب اپنے متعلق خود یہ بات بتانا تو پسند ہی نہیں کرتے کہ میں نے ساری کتابیں پڑھی ہیں، بلکہ حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اس جیسا عمل کرنے والے اپنے استاد کا عمل بتا دیتے۔ ظاہر بات ہے جب سلفی صاحب کے متعلق یہ بیان فرماتے ہیں تو اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہے، کسر نفسی اور حکمت عملی کا یہ مجموعہ حافظ نور پوری رحمہ اللہ میں ہی نظر آتا تھا۔

میرے اساتذہ کو کہو آپ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہے

ایک آدمی نے حافظ صاحب کو بتایا کہ مولانا اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: حافظ عبدالمنان جامعہ

شرعیہ کنگنی والا میں پڑھاتا ہے وہاں نہ کوئی لائبریری ہے نہ علمی ماحول ہے اسے چاہیے کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلا جائے وہاں جا کر پڑھائے وہاں لائبریری بھی موجود ہے۔اس وقت جامعہ شرعیہ میں لائبریری نہیں ہوتی تھی اور مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے بھی سلفی صاحب کچھ ناراضگی تھی۔

حافظ نورپوری صاحب نے قاصد کو کہا مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ کو جا کر کہو کہ آپ بھی میرے استاذ ہیں اور مولانا عبداللہ صاحب بھی میرے استاذ ہیں دونوں باہم مشورہ کر لیں پھر آپ دونوں جو میرے متعلق فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔اس آدمی نے مولانا اسماعیل سلفی صاحب کو بتایا یا نہیں اس کے بعد کی کوئی خبر نہیں۔

حافظ صاحب کی حکمت ودانائی اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح دونوں استادوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھا اور اپنے آپ کو محترم استاذ کی ناراضگی سے بھی بچا لیا۔

یہ آپ کی مسجد ہے جب جی چاہے درس دیں:

مولانا عبداللہ نثار صاحب نے جب سرفراز کالونی میں حافظ صاحب کی ساتھ والی گلی میں رہائش اختیار کی تو حافظ صاحب خود ان کو ملے اور انہیں کہا یہ مسجد (قدس المعروف حافظ عبدالمنان صاحب والی) آپ کی مسجد ہے۔آپ کا جب دل چاہے درس دیں، آپ کا کوئی مہمان آئے اسے نماز کے لیے آگے کھڑا کریں اس سے درس دلوائیں، آپ کو اجازت ہے۔حافظ صاحب کی یہ باتیں سن کر مولانا عبداللہ نثار صاحب بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے حافظ صاحب ہم تو خود اپنی تربیت کے لیے آئے ہیں۔یہ حافظ صاحب کی کمال حکمت عملی تھی کہ نئے آنے والے مہمان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہا اور ان کے لیے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا انہیں اپنے قریب کیا محبت دی، حسد ونفرت، بغض وکینہ جیسی بیماریوں کو پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

ناموافق مجلس سے بچاؤ کی تدبیر

حافظ صاحب ۱۴۱۸ھ کو جامعہ محمدیہ میں خطیب مقرر ہوئے، یہاں خطبہ جمعہ کے بعد جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ مسجد کے پیچھے ایک کھلے ہال نما کمرے میں دعوت کا اہتمام کرتی تھی، اس دعوت میں انھوں نے حافظ صاحب کو بھی مدعو کیا۔حافظ صاحب نے اس دعوت کو قبول کیا ایک دو دفعہ اس مجلس میں بیٹھنے سے

حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ اس مجلس کا مزاج میرے ساتھ نہیں ملتا، یا میرا مزاج اس مجلس سے نہیں ملتا، تو حافظ صاحب نے صاف انکار کرنے کی بجائے جمعے کے دن بھی روزہ رکھنا شروع کر دیا جمعرات کو تو حافظ صاحب روزہ رکھتے ہی تھے اب ساتھ جمعے کا روزہ بھی ملانا شروع کر دیا اور اس طرح اس مجلس سے بھی اجتناب کر لیا۔

ایک منفی سوچ:

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں میٹنگ تھی، حافظ مقصود صاحب نے مجھے بھی مدعو کیا۔ میٹنگ کا انعقاد جامعہ محمدیہ کے پیچھے حال والے کمرے میں تھا۔ وہاں ایک مولوی صاحب فرمانے لگے اس کمرہ میں مولوی عبداللہ صاحب کے دور میں خطبہ جمعہ کے بعد انتظامیہ کی بڑی مجلس ہوتی تھی۔ مولوی صاحب اس مجلس کی رونق ہوتے تھے، خطبہ جمعہ کے بعد یہاں ایک پر تکلف کھانے کا اہتمام ہوتا تھا، سیاسی حالات پر تبصرہ ہوتا تھا لیکن مولوی صاحب کے بعد یہ مجلس تقویٰ کی نظر ہو گئی۔ حافظ نور پوری صاحب اس مجلس کو نہ چلا سکے، رونق بحال نہ رکھ سکے۔ یہ مولوی صاحب حافظ صاحب پر اس حوالے سے تنقید کر رہے تھے اور کہے جا رہے تھے یہ مجلس تقویٰ کی نظر ہو گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے اس مجلس کے لوگ بازار کی باتیں کرتے، اپنے تعلقات اور اپنے معاملات پر گفتگو کرتے، سیاسی باتیں ہوتیں، کسی کو زیر کرنے اور خود کو زبر کرنے کی پلاننگ ہوتی، لیکن حافظ صاحب سے دین کا مسئلہ کوئی نہ پوچھتا اور نہ ہی حافظ صاحب کی بتائی ہوئی بات کو کوئی قبول کرتا، یہ مالدار اور دنیادار طبقہ اپنے ہی خیالات میں مگن رہتا، تو حافظ صاحب نے بڑے طریقے سے مجلس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دراصل یہ مولوی صاحب شاید خود تقویٰ سے دور ہیں اور تقویٰ کی نظر انہیں ابھی تک نہیں لگی ورنہ وہ کبھی بھی ایسی بات نہ کرتے۔

کسی بھی عالم دین کی قدر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے علم سے فائدہ اٹھائیں اس سے قرآن پڑھیں حدیث سیکھیں، روزمرہ کے معاملات اس سے پوچھ کر شریعت اسلامیہ کے مطابق طے کریں۔ اور علما کرام کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے منصب کی حفاظت کریں اور لوگوں کو کتاب وسنت کی طرف مائل کریں نہ کہ خود ان کی طرف مائل ہو جائیں۔

حقیقت حال:

حافظ نور پوری رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ کے بعد کچھ عرصہ بیٹھے ان کا ماحول

دیکھا انہیں سمجھایا، سیاسی دنیاوی، کاروباری، جماعتی معاملوں پر بحث وتمحیص کرنے کی بجائے دینی اور اخروی باتوں کی طرف رغبت دلائی، علما کی عدم موجودگی میں ان کے وقار کو بحال رکھا، کسی عالم دین کی ذات پر آنچ نہیں آنے دی۔ انتظامیہ کو چاہیے تھا وہ حافظ صاحب سے مسائل پوچھ کر عمل اختیار کرتے، گفتگو کا موضوع بدلتے، سنجیدگی ومتانت پیدا کرتے، تقویٰ وطہارت سے سرشار ہوتے لیکن ایسا نہ ہوا۔

بالآخر حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ اس مجلس کا مزاج نہیں بدلے گا تو غیر محسوس طریقے سے حافظ صاحب نے انتظامیہ کی دعوت چھوڑ دی، جمعہ کے بعد خادم آیا حافظ صاحب کو بلانے کے لیے تو آپ نے کہا میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، یہ معذرت کا ایسا طریقہ تھا کہ انتظامیہ والے دوبارہ کہہ ہی نہ سکتے تھے۔ حافظ صاحب نے پھر اس عمل پر دوام اختیار کیا حافظ صاحب کے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ایک اور وجہ بھی سامنے آئی ہے۔ مسجد القدس کی انتظامیہ کے ایک صاحب نے مجھے بتایا حافظ صاحب پہلے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ جب جامعہ محمدیہ جمعہ شروع کیا تب آپ نے جمعہ کا روزہ بھی شروع کر لیا، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ جمعہ کے بعد کھانے کا بہت بڑا انتظام کرتے تھے انتظامیہ کے کئی افراد اس دعوت میں شامل ہوتے تھے تو حافظ صاحب نے کہا یہ اہتمام میری وجہ سے کرتے ہیں میرے نام پر ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کی دعوت ہے، آج جمعہ ہے، حافظ صاحب نے کھانا کھانا ہے حافظ صاحب کی روٹی تیار ہو رہی ہے تو حافظ صاحب نے کہا میں کھاتا ہی نہیں۔ حافظ صاحب یہ پسند ہی نہیں کرتے تھے کہ میرے نام پر دعوت کا اہتمام ہو۔

کاش! دین کے حاملین حضرات علما کرام اپنا مقام اور وقار ہی سمجھ لیں تو معاشرے میں تبدیلی آ جائے، اور ان دنیا دار لوگوں کو دیندار علما کی قدر ومنزلت کا احساس ہو جائے جو دو پیسے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے مولویوں کو اپنا غلام ونوکر سمجھتے ہیں اور اپنی خواہشات ان کے منہ سے اگلواتے ہیں۔ اور تف ہو ایسے مولویوں پر جو دنیا دار انتظامیہ کو خوش کرنے کے لیے ان کے مطلب کی باتیں منبر ومحراب سے جاری فرماتے ہیں۔

سچا اور مخلص عالم دین وہ ہوتا ہے جو سادہ لوح لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم سے آراستہ کر کے ان کی زندگیوں کو دنیا کی آلائشوں سے نکال کر دین کی طرف لگائے، انہیں اللہ کے قریب کرے۔ نہ کہ خود دین کو فروخت کر کے دنیا کو خریدیں، اور جس کے پاس یہ حقیری پونجی دیکھی اس کا پیروکار بن جائے،

اس کی دوکان پر جا بیٹھے، اس کی چاپلوسی شروع کر دے، اسے دیندار بنانے کی بجائے خود دنیا دار بن جائے۔ عالم دین کی نشانی یہ ہے کہ دنیا دار اس کے در پر آئیں تو دیندار بن جائیں دنیا کی محبت ان کے دل سے نکل جائے اللہ کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

اور جب عالم دنیا دار کی دوکان پر چلا جائے اس میں دنیا کی محبت پیدا ہو جائے تو پھر یہ اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے بلندی سے پستی میں گر جاتا ہے اور یوں دین کی بجائے امام اور مقتدی دونوں دنیا کے گرد ہی گھومنے لگ جاتے ہیں۔ عالم دین دنیا داروں میں بیٹھے تو باوقار طریقے سے بیٹھے اس کی محفل میں دین کا رنگ نظر آئے خلاف شرع کوئی بات ہو تو سختی وسنجیدگی اختیار کرے اور انہیں اللہ سے ڈرائے، ان کے دلوں کی کجی کو قرآنی آیات سے سیدھا کر دے ان کے دلوں کو احادیث رسول ﷺ سے چمکا دے انہیں موت یاد دلا کر آخرت کی فکر میں گم کر دے انہیں ذکر الٰہی کی عادت ڈال دے۔

ایک شہر میں دو جگہوں پر جانا:

حافظ صاحب جب کبھی کہیں دور علاقہ میں درس دینے جاتے تو صرف اس جگہ پر ہی جاتے جہاں درس ہوتا۔ صرف ان لوگوں کے پاس ہی ٹھہرتے جنھوں نے درس کا ٹائم لیا ہوتا۔ کسی اور کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اشتہارات کے ذریعے اس علاقہ کے لوگوں کو حافظ صاحب کی آمد کا پتا چلتا تو کوئی دوسرے احباب حافظ صاحب سے فون پر رابطہ کرتے اور کہتے حافظ صاحب فلاں تاریخ کو آپ فلاں مسجد میں آ رہے ہیں، وہاں آپ کا درس عشاء کے بعد ہے، آپ مغرب کے بعد ہمارے ہاں آ جانا، ہماری مسجد میں درس دینا اور پھر آپ وہاں چلے جانا۔ حافظ صاحب ایسے لوگوں کو جواب دیتے ٹائم جن لوگوں نے مجھ سے لیا ہے میں ان ہی کے پاس آؤں گا، آپ وہاں آ جانا۔ اب وہ جتنا بھی اصرار کرتے حافظ صاحب کا جواب یہی ہوتا۔ یا پھر حافظ صاحب یہ کہتے جس صاحب نے مجھ سے ٹائم لیا ہے آپ ان سے رابطہ کر یں۔ وہ اگر کہیں گیں تو پھر ٹھیک ہے۔

حافظ صاحب ایسا اس لیے کرتے کہ جن لوگوں نے پروگرام کا انعقاد پہلے سے کیا ہوا ہے، ان کا پروگرام خراب نہ ہو۔ وہ اس طرح کہ جس علاقہ میں آپ نے عشاء کے بعد درس دینا ہے اگر اسی علاقہ میں مغرب کے بعد درس ہو جائے تو پھر کئی لوگ وہاں درس سن لیں گے اور وہیں آپ سے ملاقات کر لیں گے۔ عشاء کے بعد درس میں نہیں آئیں گے جنھوں نے آپ سے پہلے وقت لیا تھا ان کی رونق اگر

ختم نہیں ہو گی تو ماند ضرور پڑ جائے گی۔ اور دور دراز علاقہ میں آپ کی آمد پر جو استقبال یا زیارت کا اہتمام انھوں نے کرنا تھا وہ شان وشوکت پہلے درس ہونے کی وجہ سے وہاں نہیں ہو گی۔ حافظ صاحب کو اپنی شان وشوکت اور استقبال کی غرض نہیں ہوتی تھی بلکہ پروگرام کا انعقاد کرنے والوں کے پروگرام کا احساس ہوتا تھا۔ حافظ صاحب ان چیزوں کا خیال رکھتے تھے اور سختی سے کاربند رہتے، اپنی بڑائی کے لیے قطعاً نہیں بلکہ وعدہ کیے ہوئے میزبان کے لیے ان کے پروگرام کو کامیاب کرنے کے لیے۔ کسی دوسرے کے پاس نہیں جاتے تھے تاکہ پہلوں کی دل آزاری نہ ہو۔

ہاں اگر اس علاقہ کے قرب وجوار میں کوئی عالم دین صاحب ہوتے اور حافظ صاحب کو ان کے بیمار ہونے کی خبر ملتی تو درس کے بعد ان کی عیادت کے لیے جاتے۔ دوسرے علما کو ہم دیکھتے ہیں وہ ایک علاقہ میں دو دو تین تین جگہوں پر خطاب فرماتے ہیں۔ جس علاقہ میں ان کا درس ہوتا ہے اس علاقہ میں اپنے دوسرے کسی واقف کار کو کال کرتے ہیں کہ ہم پہلے سیدھا تیرے پاس آرہے ہیں تو بھی سیدھا ہو جا۔ پھر وہاں مجلس ہوتی ہے مولانا صاحب کے ساتھ دو دو تین تین آدمی بھی ہوتے ہیں اس بیچارے کو پھر مولوی صاحب کے ساتھ ان کی بھی مہمانی کرنا پڑتی ہے۔ حافظ نورپوری صاحب رحمہ اللہ ایسے رذائل سے مبرا تھے۔

ایک دفعہ ڈسکہ سے مجھے مولانا منیر طاہر صاحب نے کہا آپ ہماری مسجد جامع ابوہریرہ کے لیے حافظ صاحب سے درس کا ٹائم لے دیں۔ میں نے حافظ صاحب سے بات کی حافظ صاحب کہنے لگے فلاں تاریخ کو صبح سیالکوٹ جاوید اقبال صاحب کے پاس جانا ہے واپسی پر ڈسکہ درس دے دیں گے۔ یہ اتوار کا دن تھا سیالکوٹ سے ظہر سے پہلے فارغ ہو گئے اور ظہر کی نماز ڈسکہ جامع مسجد ابوہریرہ میں ادا کی۔ درس کا ٹائم عصر کے بعد تھا۔ لوگوں کو پتا چل گیا کہ حافظ صاحب مسجد میں تشریف لے آئے ہیں مرزا ذوالفقار صاحب اور حافظ جاوید صاحب مسجد میں آئے اور حافظ صاحب کو کہنے لگے آپ جامع مسجد امن انعام کالونی میں ہمارے ساتھ ابھی آجائیں، یہ مسجد ہم نے نئی بنائی ہے آپ وہاں دو رکعات ادا کریں اسی سے مسجد کا افتتاح ہو جائے گا۔

حافظ صاحب نے انکار کر دیا اور کہا مجھ سے اس مسجد کا وعدہ لیا گیا ہے میں یہیں ٹھہروں گا اور کسی مسجد میں نہیں جاؤں گا۔ بس حافظ صاحب نے انکار کر دیا پھر مرزا ذوالفقار صاحب اصرار کرتے رہے بڑا زور لگاتے رہے لیکن حافظ صاحب نہ مانے۔ اس دن مرزا صاحب کو پتا چلا کہ بات کا پکا آدمی اس کو

کہتے ہیں۔ جبکہ یہ بڑے بڑے مولویوں کو بات منانے کے عادی تھے۔ ان کی عادت کو حافظ صاحب کے انکار نے توڑ کے رکھ دیا۔

گالیوں کا جواب نہیں دیا

جب جامع مسجد رحمت بنی تو اس کے بنانے والے حاجی رحمت صاحب نے حافظ صاحب سے کہا آپ مسجد کی آبادی اور رونق کے لیے کچھ عرصہ فجر کا درس ہماری مسجد میں دیں۔ آپ کے درس کی وجہ سے ہماری مسجد کی رونق ہو جائے گی۔ چنانچہ حافظ صاحب اس وقت کچھ عرصہ فجر کا درس ادھر دیا کرتے تھے۔ مسجد رحمت کے قریب بریلویوں کی ایک مسجد تھی۔ انھوں نے وہاں جلسہ رکھا اور باہر سے مولوی صاحب بلائے۔ مولوی صاحب نے رات تقریر کی دوران تقریر اہلحدیثوں کو بڑی گالیاں دیں۔ صبح مسجد رحمت کے نمازی اور مسجد کی انتظامیہ حافظ صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور کہنے لگے رات ان کا مولوی آیا تھا۔ اس نے اس اس طرح کہا ہے ہمیں گالیاں دیں ہیں آپ اس کا جواب دیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے میں نے اس کی تقریر کا جواب نہیں دینا لوگوں نے اصرار کیا حافظ صاحب نے انکار ہی کیا۔ نمازیوں نے کہا دیکھو جی انھوں نے ہمیں گالیاں دیں ہیں، ہمیں برا کہا ہے، ہمیں جھوٹا کہا ہے، یہ کہا ہے، وہ کہا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے اس نے جو کچھ بھی کہا ہے، میں نے اس کا جواب نہیں دینا۔ آپ میں سے کسی نے جواب دینا ہے تو دے لے حتی کہ حافظ صاحب نے سپیکر پکڑ کر ان کے آگے کر دیا۔ اور کہا آپ جواب دیں لیں اگر آپ کو کوئی جواب نہیں آتا تو آپ بھی باہر سے کوئی مولوی صاحب بلا لیں ان سے جواب دلوالیں میں نے اس کا جواب نہیں دینا۔

حافظ صاحب کے انکار سے انتظامیہ اور نمازیوں نے اپنا غصہ ٹھنڈا کر ہی لیا۔ اور اس کا جواب دینے کی کوشش نہ کی۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ بریلویوں کی مسجد کی انتظامیہ کے لوگ خود ہی مسجد رحمت میں آئے اور حافظ صاحب کو کہنے لگی ہمیں معاف کر دو۔ ہم نے بڑی زیادتی کی ہے وہ جو مولوی صاحب آئے تھے انھوں نے خود ہی یہ تقریر کی تھی۔ ہم نے نہیں کہا تھا ہم نے تو پیسے بھی خرچ کیے ہیں اور نقصان بھی کروایا ہے وہ مولوی صاحب گالیاں نکال کر چلے گئے ہیں۔

حافظ صاحب نے انہیں کہا کوئی بات نہیں آپ نے جلسہ ہی کروایا ہے کوئی برا کام تو نہیں کیا، کوئی بات نہیں۔ لیکن بریلویوں کی مسجد کے لوگ اندر ہی اندر سے پریشان تھے اور شرمندہ ہو رہے تھے۔ بعد

میں حافظ صاحب نے مسجد رحمت کی انتظامیہ کو کہا دیکھ لیا ہے آپ نے، جواب نہ دینے کا کتنا فائدہ ہوا ہے۔ اگر ہم بھی انہیں گالیاں دینی شروع کر دیتے تو پھر کام خراب ہو جاتا تھا، انھوں نے ہمارے اور زیادہ مخالف ہونا تھا یہاں لڑائی اور فساد کی ایک آگ بھڑک اٹھنی تھی، بجائے فائدے کے نقصان ہونا تھا۔

احناف کا رد:

شیخ محمد یوسف بان سوتر والے حافظ صاحب کو کہا کرتے تھے آپ درس میں حنفیوں کو رگڑا نہیں لگاتے مولانا عبداللہ صاحب تو لگاتے تھے۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے آپ غور نہیں کرتے ورنہ آپ کو پتا چل جائے۔ حافظ صاحب حکمت عملی سے کام لیتے تھے احناف کا نام نہیں لیتے تھے۔ ان کے مسائل کا ذکر کر کے کتاب وسنت سے ان کا رد فرمایا کرتے تھے۔ اس کی اس کی جھلکیاں مقالات اور ارشاد القاری میں ملاحظہ فرمائیں

حافظ شاہد محمود صاحب فرماتے ہیں: حافظ صاحب، ڈاکٹر شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے پشاور گئے تھے۔ تو انھوں نے آپ سے معانقہ کیا اور آپ کو پیشانی پر بوسہ دیا، اور کافی دیر وہاں علمی باتیں ہوتی رہیں۔ اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ حافظ صاحب! آپ نے اپنی کتاب ''ارشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' میں بڑا نرم انداز اپنایا ہے۔ کاش یہ میری تالیف ہوتی...! کیونکہ ڈاکٹر شمس الدین صاحب کے مزاج میں تشدد کا عنصر غالب تھا)[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۷)]

یہ بات میں نے حافظ صاحب سے کئی مرتبہ سنی ہے، حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے: ان کا مطلب یہ تھا اس میں میں دیوبندیوں کو خوب رگڑتا۔ (یعنی رد کرنے کے ساتھ تنبیہ بھی کرتا، اور ٹھیک بھی کرتا)

خطبہ جمعہ کا ٹائم دینے میں حکمت عملی

حافظ صاحب کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ وہ خطبہ جمعہ کا ٹائم خود کسی کو نہیں دیتے تھے۔ جو کوئی بھی ان سے اپنے علاقے کے لیے خطبہ کا ٹائم لینے آتا تو حافظ صاحب اسے یہ کہتے میں نے خطبہ جمعہ پڑھانے کا وعدہ انتظامیہ سے کیا ہے کہ خطبات جمعہ آپ کے ہاں ہی پڑھانے ہیں۔ آپ انتظامیہ سے

بات کریں اور ان سے ٹائم لیں، پھر وہ احباب انتظامیہ کے پاس جاتے ان سے حافظ صاحب کے خطبے کا ٹائم لیتے۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں آپ بھی خود ٹائم دیا کریں۔ تو حافظ صاحب فرمانے لگے جب انتظامیہ سے بات کر لی ہے تو اب میں ان کے ہاں خطیب ہوں تو پھر میں انتظامیہ کا پابند ہو گیا ہوں۔ ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ خطبہ آپ کے ہاں ہی پڑھانا ہے تو اب میں خود ہی کسی کو ٹائم کیوں دوں۔ اور پھر مزید فرمانے لگے اس طرح کرنے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں، اس طرح آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ پر آدمی غور کرے تو واقعتا اس سے خطیب اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے انتظامیہ والے اس خطیب کو کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ اگر خطیب خود ٹائم دے تو پھر مسجد کی انتظامیہ خطیب سے ناراض ہو گی کہ آپ باہر جمعہ کیوں پڑھاتے ہیں۔

جبکہ اس طرح کرنے سے انتظامیہ والے بھی خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمارے پاس آدمی آتے ہیں اور ہم سے حافظ صاحب کے جمعہ کا وقت مانگتے ہیں۔ ان کی بھی عزت افزائی ہو جاتی ہے۔ اور خطیب کی ذمہ داری بھی ختم ہو جاتی ہے، انتظامیہ والے اگر ٹائم دیتے ہیں تو پھر خطیب سے انتظامیہ بات بھی نہیں کر سکتی کہ آپ باہر جمعہ پڑھاتے ہیں، اور نہ خطیب کو اپنی جگہ پر کسی اور کا انتظام کرنا پڑتا ہے وہ بھی انتظامیہ کے ذمہ ہی ہوتا ہے۔ یہ تو تھیں حافظ صاحب کی باتیں اور حافظ صاحب کا عمل۔

حافظ صاحب کا حوصلہ اور سوچ بلند تھی۔ ورنہ علما حضرات کی تو تمنا ہی یہ ہوتی ہے کہ ہم جمعہ باہر پڑھائیں ہمیں پروٹوکول ملے گا، پیسہ ملے گا، اچھا کھانا ملے گا، نذرانے ملیں گے، بڑی شان وشوکت سے جائیں گے، لوگوں کا مجمع ہو گا، عین ٹائم پر بلکہ پانچ منٹ لیٹ جاؤں گا، سارے لوگ میرے منتظر ہوں گے، پہلے سے میرے دیدار کے مشتاق ہوں گے، اور پھر جب میں جاؤں گا لوگ مجھے اٹھ اٹھ کر ملیں گے، میں شاہانہ انداز سے سیدھا نکلوں گا۔ یہ ساری چیزیں علما کے دماغ میں ہوتی ہیں اور پھر اس کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں اور اسی کا سوچتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان علما کی اور انتظامیہ مسجد ہذا کی آپس میں ان بن ہوتی رہتی ہے۔

لیکن حافظ صاحب نے کبھی پروٹوکول لیا نہ اس کی کوشش کی نہ اس کے لیے سوچا، نہ لیٹ گئے بلکہ گیارہ بجے ہی خطبہ جمعہ کے لیے مسجد میں پہنچتے۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

«من تواضع لله رفعه الله».

"جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند فرماتے ہیں۔"

صاحب مضمون کو غلطی کی نشاندہی:

حافظ صاحب کے پاس مختلف رسائل آتے تھے، محدث، اعتصام، تنظیم اہلحدیث وغیرہ وغیرہ ان رسائل کے حافظ صاحب مضمون پڑھتے، جس مضمون میں کوئی بات قابل تنقید قابل اعتراض ہوتی تو حافظ صاحب وہ بات لکھ کر صاحب مضمون کے نام ارسال کرتے اور بڑے احسن طریقہ سے صاحب مضمون کو غلطی کی نشاندہی فرماتے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب مجھے فرمانے لگے کئی لوگ مضمون پڑھ کر اس کا رد لکھتے ہیں پھر وہ رد رسالے میں چھپتا ہے تو جس کا رد چھپتا ہے وہ ناراض ہو جاتا ہے اس طرح وہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ صحیح طریقہ اختیار نہیں کرتے، اگر صاحب مضمون کو اس کی غلطی پر نشاندہی کر دی جائے اور صرف اسے ہی بتایا جائے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور پھر وہ اپنا رد خود ہی چھاپتا ہے اور شکریہ بھی ادا کرتا ہے۔

حافظ صاحب نے جو مجھے بتایا اسی طرح خود کیا کرتے تھے، بطور نمونہ کے چند ایک نقد والے مضمون آپ کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں تاکہ ہم بھی ایسی حکمت عملی اختیار کریں جس سے صاحب مضمون بھی خوش ہو اور غلطی کی اصلاح بھی ہو جائے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا عبیداللہ عفیف صاحب فرماتے ہیں: میں ان کے متعلق یہ ضرور جانتا ہوں وہ ایک پختہ کار عالم دین تھے۔ ان کے پایہ کا عالم کم ہی نظر آتا ہے۔ میرے کئی فتووں پر انھوں نے تقریظ لکھی ہے اور کئی فتووں پر تنقید بھی۔ اور نقد والے خطوط انھوں نے صرف مجھے ارسال کیے ہیں۔ ایک دو خط ہم نے ان کے "تنظیم" میں چھاپے ہیں، باقی کے بھی چھپ جائیں گے۔ ان کی تحریر پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ ان کی نیکی اور تقویٰ میں کوئی شک نہیں تھا۔ مفتی عفیف صاحب حفظہ اللہ فرمانے لگے نور پوری صاحب رحمہ اللہ علیہ بڑے پختہ عالم تھے، متدین تھے۔ میں نے اتنا دیندار کم ہی کسی کو دیکھا ہے۔

الاعتصام میں میرا ایک مضمون جمعہ کی پہلی اذان کے متعلق شائع ہوا تھا۔ انھوں نے میرا وہ مضمون پڑھ کر مجھے خط لکھا، میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس مضمون میں مَیں نے «فَثَبَتَ الأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ» کے متعلق «المنهل العذب المورود» کے حوالے سے لکھا کہ امام بخاری اور امام ابو داود کے عہد تک میں اذان عثمان کو قبول عام ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق حافظ نور پوری صاحب نے توجہ دلائی کہ

یہ بات صحیح نہیں۔ میں بڑا خوش ہوا اور ان کا یہ مضمون تنظیم اہلحدیث میں شائع کیا۔ اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ افادہ عام کے لیے حافظ صاحب کا خط یہاں نوٹ کیا جاتا ہے۔

اما بعد خیریت موجود خیریت مطلوب۔ جناب کا مضمون بعنوان ''جمعہ کی پہلی اذان کا شرعی حکم'' جریدۃ الاعتصام میں شائع شدہ نظر سے گزرا اس کی چاروں اقساط کو بغور پڑھا ماشاء اللہ مضمون ہر لحاظ سے بہترین ہے اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ایسے تحقیقی مضامین رقم فرمانے کی توفیق دے نیز ہم سب کو سعادت دارین سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

اس ملاقات میں آپ کی توجہ ایک چیز کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ خدشہ نمبر۲ فثبت الامر علی ذلک کے جواب میں لکھتے ہیں ''ہمارے نزدیک اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ کے عہد میں اذان عثمانی کو قبول عام ہو گیا تھا چنانچہ صاحب المنہل العذب المورود الخ

آپ کا بیان کردہ یہ مطلب، تب صحیح ہوسکتا ہے جب لفظ فثبت الأمر علي ذلك کے قائل امام بخاری، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ ہوں حالانکہ ان الفاظ کے قائل امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کوئی بھی نہیں، حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے قائل حضرت سائب بن یزید (راوی حدیث) خود ہیں۔ ۵/ ۴/ ۱۴۱۰ھ

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری فرماتے ہیں: مجلّہ المکرّم میں میرے قرأت کے بارے میں مضامین قسط وار شائع ہوئے میرے ایک مضمون پر نقد کرتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ سے تین صفحات لکھ کر بھیجے جو ایک قیمتی سرمایہ اور یادگار کے طور پر میرے پاس رہے گا۔[(مجلّہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۱۹۴)] قاری صاحب کا یہ مضمون صفحہ نمبر............ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھا آپ نے! قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری صاحب حافظ صاحب کے نقد پر کتنے خوش ہو رہے ہیں۔ اگر حافظ صاحب ان کے مضمون کا رد کسی رسالہ وغیرہ میں طبع کرواتے تو پھر قاری صاحب..... کے دل پر شاید اچھا نہ گزرتا۔ میرا خیال ہے: انھوں نے حافظ صاحب کی وجہ سے پھر بھی خوش ہی ہونا تھا۔

مختلف دوکانوں سے خریداری:

خالد حسین صاحب (سیکٹر مسؤل جماعۃ الدعوۃ سرفراز کالونی) نے بتایا: حافظ صاحب گھر کے

لیے سبزی خود خریدتے تھے۔ اور سبزی صرف ایک دوکان سے نہیں خریدتے تھے بلکہ کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے خریدتے تھے تاکہ ایک سے خریدنے کی وجہ سے دوسرا ناراض نہ ہو جائے۔ حافظ صاحب سبزی خریدنے آتے دوکان پر اگر عورتیں کھڑی ہوتیں تو ایک سائیڈ پر کھڑے ہو جاتے دوکاندار خود کہتا حافظ صاحب آپ نے کیا لینا ہے میں آپ کو پہلے دے دیتا ہوں۔ لیکن حافظ صاحب کہتے ان عورتوں کو پہلے دو انھوں نے گھر جا کر ہنڈیا پکانی ہوتی ہے اور بھی کئی کام کرنے ہوتے ہیں۔

جامعہ محمدیہ میں ممتاز:

حافظ صاحب اپنی حکمت وبصیرت کی وجہ سے جامعہ محمدیہ میں اپنے استاذ مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب سے ممتاز نظر آتے تھے اور یہ حکمت ودانائی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ حافظ صاحب جامعہ محمدیہ میں فتویٰ نہیں تحریر کرتے تھے صرف اس وجہ سے کہ میرے استاذ ناراض نہ ہو جائیں۔ حافظ صاحب ظہر کی نماز جامعہ محمدیہ میں پڑھتے تھے لیکن ہزاروی صاحب کی موجودگی میں امامت نہیں کرواتے تھے کہیں استاذ صاحب کی موجودگی میں آگے نہ ہو جاؤں حافظ صاحب اور ہزاروی صاحب نے اکٹھے جب کہیں جانا ہوتا تو حافظ صاحب اگلی سیٹ پر نہیں بیٹھتے تھے، یہ حافظ صاحب کی حکمت ودانائی تھی اور استاذ صاحب کا ادب واحترام تھا۔

مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب جامعہ محمدیہ کے صدر مدرس ہیں، ان کی موجودگی میں سوائے حافظ صاحب کے کسی اور مدرس کا نام پیدا نہیں ہوا۔ یہ حافظ صاحب کی حکمت عملی کی دلیل ہے۔

حوصلہ:

شیخ محمد یوسف بان سوتر والے بھی صبح کے درس میں حاضر ہوتے تھے، یہ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ کے رکن تھے، ان کی رہائش گاہ پیپلز کالونی میں تھی۔ ڈرائیور پہلے حافظ صاحب کو گھر سے گاڑی پر بٹھاتا پھر پیپلز کالونی جاتے اور شیخ صاحب کو گھر سے لیتے پھر جامعہ محمدیہ نیائیں چوک آتے۔ اور درس سے فارغ ہو کر پہلے پیپلز کالونی شیخ صاحب کو چھوڑنے جاتے پھر حافظ صاحب گھر جاتے۔ ظاہر بات ہے شیخ صاحب کو گھر سے لینے کے لیے وقت تو لگتا تھا اس لیے حافظ صاحب کو پہلے ہی تیار رہنا پڑتا ہوگا۔ پھر واپسی پر کئی دفعہ پیپلز کالونی کا پھاٹک بھی بند ہوتا تھا وہاں کافی دیر کھڑا بھی ہونا پڑتا۔ مسجد کے نمازی اور

درس کے ساتھی آپس میں اس بات کا اظہار بھی کرتے کہ حافظ صاحب کا وقت قیمتی ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھنا بھی ہوتا ہے درس کے بعد مدرسہ میں پڑھانا بھی ہوتا ہے، شیخ صاحب کو خود ہی الگ سے اپنا انتظام کرنا چاہیے۔ لیکن یہ باتیں ہی رہیں۔ اور تادم واپسیں حافظ صاحب شیخ صاحب کو گھر سے لے کر واپس چھوڑنے جایا کرتے رہے۔

حافظ صاحب نے شیخ صاحب کو ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ آپ اپنا الگ انتظام کریں مجھے اس میں مشقت ہوتی ہے۔ پہلے اٹھنا پڑتا ہے اور پھر واپسی پر لیٹ ہو جاتا ہوں۔ یہ جو ساری باتیں ہمارے ذہن میں آتی ہیں ضرور حافظ صاحب کے ذہن میں بھی ہوں گیں لیکن حافظ صاحب نے اس کا تذکرہ کبھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ شیخ یوسف صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ عزیز صاحب نے بھی ڈرائیور کو کہہ دیا اب مجھے لے کر جایا کرو اور واپسی پر چھوڑ کر بھی جایا کرو۔ ڈرائیور اسی طرح کرتا، حافظ صاحب نے شیخ صاحب کے بیٹے کو بھی الگ انتظام کرنے کا نہیں کہا۔ حالانکہ یہ تو عمر میں بھی آپ سے کافی چھوٹا تھا۔

باب نمبر ۲۹

سخاوت کا بادشاہ

سخی بننے کے لیے ضروری نہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپے ہی انسان خرچ کرے، بلکہ انسان اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرے تو بھی وہ سخاوت کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔ایک شخص کے پاس دو روپے ہیں وہ ایک روپیہ اللہ کے رستے میں خرچ کر دیتا ہے اس نے اپنی آدھی رقم خرچ کردی،اور جس کے پاس دو لاکھ روپیہ ہے وہ پچاس ہزار خرچ کرتا ہے اس نے اپنے مال کا چوتھائی خرچ کیا ہے،اب جس کا اخلاص زیادہ ہوگا اجر اسی کو زیادہ ملے گا۔حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنی استطاعت کے مطابق فراخ دلی سے اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے،آپ ہر ماہ باقاعدگی سے جامعہ محمدیہ کے لیے ایک مخصوص رقم دیتے اور نماز جمعہ کے بعد بھی باقاعدگی کے ساتھ مسجد کے فنڈ میں حصہ ڈالتے تھے۔اس سلسلے میں حضرت حافظ رحمہ اللہ حدیث نبوی «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ . . .» سے استدلال کرتے ہوئے کسی بھی مالیت کے دو نوٹ مسجد کے فنڈ میں جمع کرایا کرتے تھے۔

مدارس سے تعاون:

حافظ صاحب نے جب جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس شروع کیا تو وہاں ایک مدرسے کا سفیر آیا۔آپ نے اس کی تائید کی اور اپنی جیب سے پیسے نکال کر اسے دیے۔ بعد میں جامعہ محمدیہ کا ایک پرانا نمازی کہنے لگا یہ پہلا مولوی دیکھا ہے جو اپنی جیب سے پیسے نکال کر دیتا ہے۔

رمضان میں اکثر سفیر آیا کرتے تھے۔حافظ صاحب ان کی تائید کرتے اور پھر اپنی جیب سے پیسے نکال کر دیتے۔جس سے عوام الناس پر بڑا گہرا اثر پڑتا اور اس سفیر کو زیادہ چندہ ہوتا۔

اگو چک میں تقریب صحیح بخاری کے موقعہ پر آپ نے درس ارشاد فرمایا، وہاں کے شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ نے مدرسے کے لیے اپیل کی۔درس کے بعد حافظ نور پوری صاحب نے لوگوں سے مدرسہ کے تعاون کی پرزور تائید کی اور پھر اپنی جیب سے پانچ سو کا نوٹ نکال کر سب سے

پہلے چندہ دیا۔ آپ کے اس عمل کا اثر اہل علاقہ پر کافی دیر رہا۔ اور آپ کے اس عمل کا تذکرہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہوتا رہا۔ اس واقعہ کو اس جامعہ کے استاذ مولانا داود رڑیالوی صاحب بڑا بیان کرتے رہے۔

جامع مسجد عرفات کے لیے چندہ:

مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: اتنی بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود استاد کے احترام کا یہ حال تھا کہ اپنے ہر چھوٹے بڑے استاد کا نام بڑے ہی احترام سے لیتے تھے شاگردوں پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ میں نے عرض کی جامع مسجد عرفات کے لیے چندے کی ضرورت ہے تو خود ہی جامع مسجد قدس سے چندہ جمع کر کے میرے گھر بھیج دیا۔

الماریاں ہبہ کر دیں:

حافظ صاحب کی لائبریری میں لوہے کی بڑی خوبصورت شیشہ لگی ہوئی الماریاں تھیں۔ اس میں ترتیب وار کتابیں بڑی خوبصورت لگتی تھیں۔ ہم جب حافظ صاحب کے گھر جاتے وہ الماریاں دیکھتے۔ ایک دفعہ جب گھر گئے تو بیٹھک بڑی وسیع نظر آئی۔ الماریاں وہاں موجود نہیں تھیں، کتابیں دیوار کے اندر والی الماریوں میں رکھ دی گئیں تھیں۔ میں نے پوچھا حافظ صاحب الماریاں کدھر ہیں، تو حافظ صاحب فرمانے لگے الماریاں جامعہ محمدیہ کی جماعت کو دے دی ہیں۔ جب یہ بیٹھک بنائی تھی تو اس وقت دیوار میں الماریاں بنائی تھیں، ان الماریوں نے جگہ ہی گھیری ہوئی تھی۔ کتابیں اب الماریوں میں رکھی ہیں اور جگہ کافی وسیع ہوگئی ہے۔ میں نے پھر دوبارہ بڑے تعجب سے پوچھا آپ نے وہ الماریاں جماعت کو ویسے ہی دے دیں ہیں۔ حافظ صاحب ذرا غصے سے فرمانے لگے اس میں کیا ہے؟ میری مرضی میں جہاں چاہوں دوں، حافظ صاحب نے وہ الماریاں بغیر کسی معاوضے کے جماعت کو دے دیں۔ حافظ صاحب جماعت کے احسان مند تھے ان کے احسانات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ والوں نے ہمیں پڑھایا ہمیں استاذ رکھا ہے۔ ہم ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتے۔

جماعت کے حافظ صاحب پر یہ احسانات تھے۔ آپ بھی جماعت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جماعت کے متعلق کوئی بات نہیں کہتے تھے جس سے ان کی دل شکنی ہو۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے ہم پر جماعت کے بہت احسانات ہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب کے بہت احسانات ہیں۔ انھوں نے ہمیں پڑھایا ہے ہمیں سکھایا ہے اور پھر یہاں استاذ بھی رکھا ہے۔ ورنہ میں تو ایک دیہاتی کمہار تھا۔

اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حافظ صاحب الماریوں کو فروخت بھی کر سکتے تھے۔ اپنی کسی ضرورت میں بھی لگا سکتے تھے اس کے عوض اور بہت کچھ کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے وہ الماریاں جماعت کے سپرد کر دیں معاوضہ کا مطالبہ ہی نہیں کیا، مطالبہ کیا کرنا تھا بلکہ ان کے قبول کرنے میں خوشی اور فرحت محسوس کی۔ اب وہ الماریاں اسلامی دار المطالعہ اردو بازار گوجرانوالہ میں پڑی ہوئیں ہیں۔ کسی نے دیکھنی ہوں تو وہاں جا کر دیکھ لے کتنی خوبصورت اور مضبوط الماریاں ہیں۔

ڈاک کے اخراجات:

عموماً لوگ ملک اور بیرون ملک سے دینی راہنمائی کے لیے آپ کو خطوط لکھا کرتے تھے، آپ ہر خط کا جواب لکھتے اور اپنی جیب سے ڈاک کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حیران کن بات یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ جو بھی جواب یا فتویٰ لکھتے، اس کو دو دفعہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے، ایک نقل سائل کو روانہ کرتے اور دوسری اپنے پاس محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اور آج جوابات وفتاویٰ کا یہی محفوظ ذخیرہ ''احکام ومسائل'' کے نام سے مطبوعہ صورت میں لوگوں کے درمیان متداول ہے جو لوگوں کے لیے ایک بیش قیمت متاع ہے اور لکھنے والے کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔ یقیناً اس عمل میں بھی آپ کے پیش نظر عامۃ الناس کی خیر خواہی اور راہنمائی ہی تھی۔ اللهم اغفر له وارحمه وارفع درجته في أعلىٰ عليين.

ہمیں بسکٹ کھلائے:

ایک دفعہ میں اور حافظ شاہد محمود صاحب حافظ صاحب کے گھر بیٹھے ہوئے تھے حافظ صاحب نے ہماری تواضع کی۔ ہم حافظ صاحب سے محو گفتگو تھے کہ دروازہ کھٹکا تو اندر سے ایک بچی باہر گئی اور پھر بیٹھک میں آ کر حافظ صاحب کو بتانے لگی باہر قاری شاہد صاحب آئے ہیں (یہ سیٹلائٹ ٹاؤن جامع مسجد مقدس کے مدرس ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا: انہیں اندر بلاؤ۔ قاری صاحب اندر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا وہ اس ڈبے کو پیچھے رکھ کر بیٹھ گئے اور ہماری گفتگو میں شامل ہو گئے۔ حافظ صاحب اندر گئے اور چائے کا کہہ کر آ گئے۔ ساتھ ہی چائے آ گئی حافظ صاحب نے انہیں چائے پلائی اور ڈبے کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ کیا ہے؟ قاری صاحب پس وپیش کرتے ہوئے مجبوراً کہنے لگے یہ ڈبہ ہے۔ ان کا مطلب تھا یہ دو بندے جائیں تو پھر میں یہ ڈبہ اکیلے حافظ صاحب کو دوں۔ اور یہ ڈبہ صرف حافظ صاحب ہی استعمال کریں خود کھائیں اندر لے جائیں اور کسی کو نہ ملے۔ ظاہر بات ہے جس کے لیے کوئی

تحفہ لے کر آتا ہے اسی کو ملے اسی تک پہنچے تو تحفہ دینے والے کو زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میرا تحفہ انھوں نے قبول کیا ہے اور میں نے انہیں کو دیا ہے اور انھوں نے ہی مجھ سے وصول کیا ہے ایسا ہوتا ہے۔

حافظ صاحب نے وہ ڈبہ ہاتھ آگے کر کے پکڑا اور اسے کھولا اور ساتھ کہتے جاتے اس میں کیا ہے اسے کھولو۔ پھر قاری صاحب بھی ساتھ مل کر ڈبہ کھولنے لگ گئے اور کہنے لگے حافظ صاحب یہ ڈبہ آپ کے لیے لایا ہوں۔ میں نے کہا حافظ صاحب کے پاس جانا ہے تو کوئی تحفہ پیش کروں گا ساتھ دعا بھی کراؤں گا۔ حافظ صاحب کہنے لگے دعا بھی کرتے ہیں اور ڈبہ بھی کھاتے ہیں۔ ڈبہ کھول کر حافظ صاحب ہمیں کہنے لگے کھاؤ۔ مولوی صاحب کھاؤ شرماؤ نہیں کھاؤ۔ ہم نے پھر اس ڈبے کے بسکٹ کھائے ہم نے کتنے کھانے تھے؟ ایک دو بسکٹ کھایا، اور پھر واپس آکر حافظ صاحب کے اس عمل پر تبصرہ ہی کرتے رہے کہ ایسا کم ہی کسی کو دیکھا ہے، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب گھر والا بھانپ جائے کہ یہ صاحب تحفہ میرے لیے لے کر آئے ہیں تو وہ بھی چپ سادھ لیتا ہے کہ دوسرے لوگ چلے جائیں تو اچھا ہے پھر ہی یہ تحفہ میں اس سے قبول کروں۔ ایسے موقعہ پر جذبات یہ ہوتے ہیں کہ یہ لوگ اب جلدی ہی چلے جائیں انہیں کسی طریقہ یہاں سجانا چاہیے بلکہ خود ہی پہلے مہمانوں سے الوداعی سلام کہنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ لیکن حافظ صاحب کی کیا بات تھی ان کا انداز اور معاملہ دوسرے لوگوں سے یکسر مختلف تھا۔ میں تو یہی کہتا ہوں حافظ صاحب کا دل سخی تھا۔

ساری کتابیں وہیں تقسیم کر دیں:

ایک دفعہ حافظ صاحب فجر کے بعد درس سے فارغ ہو کر جامعہ محمدیہ کے باہر دروازے پر پہنچے تو مدینہ کتاب گھر کے مالک عبدالوکیل صاحب تشریف لے آئے ان کے پاس حافظ صاحب کی مسئلہ رفع الیدین والی کافی تعداد میں کتابیں تھیں۔ حافظ صاحب کا جو تحریری مناظرہ ایک دیوبندی عالم قاری محمد جمیل صاحب سے ہوا تھا اسے مدینہ کتاب گھر والے نے طبع کیا تھا۔ اب دوسری مرتبہ انھوں نے طبع کیا تھا تو کچھ نسخے لے کر حافظ صاحب کو دینے کے لیے آئے تھے۔ عبدالوکیل صاحب مسجد کے باہر کھڑے رہے کہ جب حافظ صاحب باہر آئیں گے گاڑی میں بیٹھنے لگیں گے تو پھر یہ کتابیں انہیں دوں گا، بلکہ گاڑی میں رکھ دوں گا۔ اور حافظ صاحب یہ کتابیں گھر لے جائیں گے۔

لیکن حافظ صاحب ابھی گاڑی میں نہیں بیٹھے تھے عبدالوکیل صاحب نے اپنے حساب سے ٹھیک

وقت پر ہی حافظ صاحب کو بتا دیا یہ کتابیں ہیں۔ حافظ صاحب نے سنتے ہی کہا لاؤ، دو اور پھر ان کے ہاتھ سے ایک ایک کتاب پکڑ کر ادھر کھڑے ہی لوگوں میں ساری کتابیں تقسیم کر دیں۔ اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے دوان کو یہ کتابیں، ان کو بھی دو۔ جو اس وقت موجود تھے سب میں وہ کتابیں تقسیم کر دیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کی صلاۃ النبی کا ترجمہ عبدالباری فتح اللہ المدنی نے کیا، یہ ترجمہ ہندوستان سے اہلحدیث تعلیمی ورفاہی سوسائٹی کی طرف سے طبع ہوا' انھوں نے اس کے کچھ نسخے حافظ صاحب کو تقسیم کے لیے بھیجے۔

حافظ صاحب نے وہ ساری کتابیں علما اور ذوق مطالعہ رکھنے والے افراد میں تقسیم کر دیں۔ ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ سلفیہ نصر العلوم عالم چوک کے ایک استاذ حافظ صاحب کے گھر گئے حافظ صاحب نے انہیں یہ کتاب دی اور کہا نصر العلوم میں کتنے استاد ہیں؟ انھوں نے اساتذہ کی تعداد بتائی تو حافظ صاحب نے اتنی کتابیں انہیں دے دیں اور کہا یہ اپنے مدرسے کے اساتذہ کو دے دینا۔

یہ حافظ صاحب کی فراخ دلی اور سخاوت تھی کہ حافظ صاحب تقسیم والی چیز کو جمع کر کے نہیں رکھتے تھے اسے جلدی تقسیم کر دیتے تھے۔

دونوں شاپر بچوں میں تقسیم کر دیے:

حافظ صاحب گھر کے لیے سبزی وغیرہ خود خریدتے تھے۔ کبھی پھل بھی خریدتے تھے۔ رستے میں حافظ صاحب کو کوئی آدمی ملتا تو حافظ صاحب اس کے آگے شاپر کر دیتے اور کہتے اس میں سے اپنی مرضی کا لے لو۔ قاری سفیان صاحب نے بتایا ایک دفعہ حافظ صاحب نے دس کلو سیب خریدے، پانچ پانچ کلو کے دو شاپر تھے رستے میں بچے کھڑے تھے، ایک بچے کو حافظ صاحب نے ایک سیب دیا تو دوسرے بچے بھی حافظ صاحب کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور سیب مانگنے لگے: ہمیں بھی دو، ہمیں بھی دو، حافظ صاحب نے دونوں شاپر ادھر ہی بچوں میں تقسیم کر دیے۔ میں نے قاری سفیان صاحب سے پوچھا آپ کو کسی نے یہ واقعہ سنایا ہے یا آپ نے خود دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگے میں نے خود یہ واقعہ یہ منظر دیکھا ہے، قاری سفیان صاحب کا نمبر 03215958675 ہے۔

شاپر پکڑا دیا:

قاری عبدالرحمان صاحب مدرس جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ نے مجھے بتایا: میں ایک دفعہ اپنے دوست

حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب کو ملنے گیا، وہاں ہم ان کے بھائی کی دوکان پر کھڑے تھے ہمارے ساتھ عبدالرحمٰن ثانی صاحب بھی تھے، اسی اثنا میں حافظ صاحب تشریف لے آئے حافظ صاحب کے ہاتھ میں تین چار کلو سیب کا شاپر تھا حافظ صاحب ہمیں دیکھ کر کہنے لگے لو یہ کھاؤ ہم نے کہا: نہیں! حافظ صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے آپ گھر لے کر جا رہے ہیں آپ گھر والوں کے لیے لے جائیں، لیکن حافظ صاحب نے وہ شاپر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن ثانی صاحب کو پکڑا یا اور کہا کہ یہ ان کو کھلاؤ، پھر ہم مجبوراً وہاں دوکان کے اندر بیٹھ کر کھانے لگے۔ ایسا قول وفعل کا سچا آدمی کم ہی کسی نے دیکھا ہوگا۔ کیوں کہ بڑے بڑے مالدار پوچھنے اور کہنے کی حد سے آگے نہیں گزرتے، کیا کھائیں گے؟ چلو کھالو اچھا پھر آپ کی مرضی ہے، اور سناؤ کیا حال ہے، سب ٹھیک ہیں نا ماشاء اللہ۔

اہل خانہ کی ڈیڑھ لاکھ کی سخاوت:

حافظ محمد عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن ثانی صاحب کے منع کرنے کے باوجود لکھ رہا ہوں اس ارادے اور نیت کے ساتھ کہ ہوسکتا ہے کہ اس بات سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ حاصل ہو۔ حضرت نورپوری رحمہ اللہ کی بیماری کے دوران آپ کے گھر والوں کی طرف سے ۵ ہزار روپیہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں بطور صدقہ دیا گیا اور شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے گھر والوں کی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے کی رسید جامعہ محمدیہ میں کٹوائی گئی۔ یہ تو میرے علم میں ہے اس کے علاوہ جو میرے علم میں نہیں وہ شیخ رحمہ اللہ کے گھر والے ہی جانتے ہیں۔ اس موقع پر ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ اللہ کے رستے میں خرچ کرنا ایک بڑی رقم ہے۔ لیکن شیخ مرحوم نے شاید اہل خانہ کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ ان کے لیے یہ رقم کوئی بڑی نہیں تھی کیونکہ ان کا اس بات پر ایمان کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بدلے میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اور ان کے اہل خانہ کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

حافظ صاحب کو ۲۱ شعبان ۱۴۲۵ھ میں دل کا مرض لاحق ہوا آپ کو ڈیڑھ مہینہ افاقہ نہ ہوا۔ بحالی صحت کے بعد حافظ صاحب نے پچاس ہزار کی رسید جامعہ محمدیہ میں کٹائی۔ اور حافظ صاحب کی وفات کے بعد جب ڈیڑھ لاکھ کی رسید کٹائی گئی تو اہل خانہ نے بتایا حافظ صاحب پہلے جب بیمار ہوئے تھے تب آپ نے پچاس ہزار کی رسید کٹائی تھی، تو اب آپ ہی کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے جامعہ محمدیہ میں رسید کٹائی گئی ہے۔

مولانا لقمان القاسم صاحب ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ حافظ صاحب کے گھر گئے اور عبدالرحمٰن ثانی سے صاحب ملے، ان سے تعزیت کی۔ ثانی صاحب ان کے استاذ ہیں۔لقمان صاحب جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مرید کے زیر تعلیم رہے ہیں،لقمان صاحب نے ثانی صاحب سے حافظ صاحب کا رومال مانگ لیا جو حافظ صاحب سر پر باندھتے تھے۔ ثانی صاحب نے اندر سے وہ رومال لاکر لقمان صاحب کو دے دیا، یہ رومال اب لقمان صاحب کے پاس موجود ومحفوظ ہے۔ مجھے حافظ صاحب کے بیٹے عبداللہ نے بتایا کئی لوگ آکر حافظ صاحب کی چیزیں مانگتے ہیں تو ہم انہیں دے دیتے ہیں ایک عورت والدہ صاحبہ سے حافظ صاحب کی چیزیں مانگ کر لے گئیں، اب وہ پھر بار بار آتی ہے۔ میں کہتا ہوں: لوگوں کو بھی پتا ہے یہ سخیوں کا گھر ہے ادھر سے خالی کوئی نہیں آتا اس لیے وہ بھی ادھر ہی کا رخ کرتے ہیں۔

صلہ رحمی:

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: ابو جی کی ہر خوبی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ان کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اپنا ہو یا پرایا ہر کسی کو خندہ پیشانی اور خلوص سے ملتے تھے۔ رشتے داریوں کے متعلق ﴿الذين يصلون ما امر الله به ان يوصل﴾ کے مصداق تھے۔ ایک دفعہ ہمارے عزیزوں میں کسی بات پر ناراضگیاں ہو گئیں اور ان کے دو فریق بن گئے۔ دونوں فریقوں نے صلح کے لیے ابو جی کو بلایا تو ابو جی کی یہ عادت تھی۔ جس فریق کے پاس بیٹھتے اس کو ہی دباتے تو دوسرا فریق سمجھتا کہ اس کو نہیں کہتے مجھے ہی کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا تو ایک دن سب کا پروگرام بنا کہ ان کے پاس چلتے ہیں پہلے فریق کو مل آئے دوسرے کے پاس آئے تو اسے دکھ ہوا کہ پہلے اس کے پاس کیوں گئے ہیں میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ ظاہر ہے کسی کے پاس تو پہلے جانا ہی تھا پتہ چلا کہ دوسرے فریق نے گھر بدل لیا ہے اس کا ایڈریس پوچھتے اس کی دکان پہ گئے اس نے ایڈریس بتانے سے انکار کر دیا اور کہا وہی آپ کے عزیز ہیں اس کے پاس جائیں ابو جی ہنسنے لگے اور کہا کہ ہم خود ہی ڈھونڈ لیں گے اور پھر ڈھونڈ لیا ان کے گھر گئے تو وہ سب حیران ہو گئے کہ کسی کو گھر کا پتہ ہی نہیں تھا تو یہ کیسے پہنچ گئے ہم تھوڑی دیر بیٹھے اور اپنے گھر آ گئے ہمیشہ یہ کہتے جو کہتا ہے کہ ہمارے گھر نہ آؤ اس کے گھر زیادہ جانا چاہیے یہی تو صلہ رحمی ہے ابو جی یہی کہتے کہ صلہ رحمی یہ نہیں جو صلہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے صلہ رحمی تو یہ ہے جو قطعہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

باب نمبر ٤٠

حافظ صاحب کے متعلقہ خواب

خواب کی ایک قسم وہ ہے جو منجانب اللہ بشارت اور بہتری کو ظاہر کرتی ہے، خواب کی یہی قسم رویا صالحہ کہلاتی ہے، اچھا خواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو بشارت ہوتی ہے تاکہ وہ بندہ خوش ہو اور اس کا وہ خواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے حسن سلوک اور امید آوری کا باعث اور شکر الٰہی کے اضافہ کا موجب بنے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا ہے علاوہ مبشرات کے صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے خواب۔[بخاری]

حافظ صاحب کی وفات کے بعد معتقدین ومحبین کو آپ کے متعلق جو خواب آئے ہیں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جس سے ہمیں حافظ صاحب کے متعلق بشارتیں ملتیں ہیں۔

بڑے آرام سے جنت میں داخل ہو گیا ہوں:

حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں: استاد گرامی مولانا عبداللہ سلیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے حضرت حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا تو آپ چارپائی پر بڑے سکون واطمینان کے ساتھ لیٹے ہوئے ہیں، میں نے دریافت کیا استاد محترم آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ کوئی مسئلہ نہیں، میں تو بڑے آرام سے جنت میں داخل ہو گیا ہوں۔۔۔![(مجلّہ المکرّم''اشاعت خاص'' نمبر۱۳صفحہ ۸۶)]

امام کعبہ نے کہا: أَنْتَ شَيْخُنَا أَنْتَ أُسْتَاذُنَا

قاری زکریا صاحب حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ۱۴۳۲ھ میں انھوں نے حج کیا، فرماتے ہیں: میں مسجد الحرام میں سویا ہوا تھا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑی مسجد ہے

وہاں امام کعبہ نماز پڑھا رہے ہیں لوگ ان کے گرد گول دائرے کی صورت میں نماز ادا کر رہے ہیں، میں ذرا دور سائیڈ پر کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا تھا۔ میرے پاس حافظ نورپوری صاحب آئے اور مجھے کہنے لگے آپ قریب ہو کر نماز پڑھیں دور ہو کر نماز کیوں پڑھ رہے ہو۔ چنانچہ میں لوگوں کے قریب ہو گیا۔ امام کعبہ نے سلام کہا، نماز سے فارغ ہو کر انھوں نے لوگوں کو ایک چھڑی کے ساتھ مارنا شروع کر دیا۔ سب لوگوں کو مارتے جاتے تھے جب میرے قریب آئے تو حافظ صاحب نے امام کعبہ کو کہا انہیں کچھ نہیں کہنا، چنانچہ وہ رک گئے اور مجھے کہنے لگے یہ کون ہیں۔ میں نے کہا یہ ہمارے شیخ ہیں اور بہت بڑے عالم ہیں، اتنے میں حافظ صاحب امام کعبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: آپ نے لوگوں کو جو مارا ہے غلط کیا ہے۔ امام کعبہ حافظ صاحب کو کہنے لگے آپ اس مسئلہ میں مجھ سے بات کر لیں یعنی مناظرہ کر لیں، پھر حافظ صاحب اور امام کعبہ کی گفتگو ہوئی، گفتگو کے بعد امام کعبہ حافظ صاحب کو کہنے لگے أَنْتَ شَيْخُنَا أَنْتَ أستاذنا

خواب قاری زکریا صاحب نے مجھے خود سنایا ہے، تصدیق کے لیے ان سے رابطہ کر لیں ان کا نمبر یہ ہے 0321-6515714 یہ اور کسی معبر سے اس کی تعبیر بھی پوچھ لیں۔

کتاب وسنت کی پابندی کرو:

عفان ڈار صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حافظ صاحب کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث کی مسجد میں محراب کے درمیان ایک خوبصورت منبر فضا میں معلق تھا۔ اس پر کھڑے ہو کر حافظ صاحب خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، حافظ صاحب نے سفید رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی سفید رنگ کا لباس زیب تن تھا اور ہاتھوں پر بھی سفید رنگ کے دستانے پہنے ہوئے تھے اور لوگوں کو کتاب وسنت کی پابندی کا کہہ رہے تھے۔ اس خواب کی تصدیق کے لیے عفان ڈار صاحب سے رابطہ 0321-8642230 کریں۔

قرآن لکھ رہے ہیں:

امتنان ڈار صاحب یہ عفان ڈار صاحب کے بھائی ہیں انھوں نے بیان کیا میں نے حافظ صاحب کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ حافظ صاحب قرآن لکھ رہے ہیں، میں نے حافظ صاحب سے پوچھا حافظ صاحب آپ زبانی قرآن کیسے لکھ رہے ہیں؟ زیر زبر اعراب کیسے لگا رہے ہیں؟ تو حافظ صاحب

کہنے لگے آپ قرآن کی کوئی آیت پڑھیں میں نے پڑھی تو حافظ صاحب کہنے لگے جس طرح آپ نے اعراب کے ساتھ آیت پڑھی ہے اسی طرح میں اعراب کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ اس خواب کی تصدیق کے لیے آپ امتنان ڈار صاحب سے رابطہ 0323-6781567 کریں۔

سونا تقسیم کر رہے ہیں:

حافظ صاحب کے محلے کے ایک بزرگ محمد اسحاق دودھ دہی والے بہت ہی نیک آدمی ہیں۔ حافظ کی مسجد قدس کے نمازی ہیں، کافی عمر رسیدہ ہیں ان سے کھڑا نہیں ہوا جاتا کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ مسجد میں ایک سائیڈ پر ان کی کرسی ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نماز سے فارغ ہو کر جب مسجد سے باہر جانے لگتے تو ان بزرگوں کو سلام کر کے ان کا حال پوچھ کر جاتے تھے، انہوں نے بتایا کہ جس دن حافظ صاحب کو اٹیک ہوا تھا اس دن مجھے خواب آیا کہ حافظ صاحب نے کوئی چیز پکڑی ہے اور سب لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں ہر ایک کی ہتھیلی پر کوئی چیز رکھ رہے ہیں، دائیں ہاتھ میں وہ چیز پکڑ کر ہر ایک کی ہتھیلی پر رکھ رہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا حافظ صاحب کیا تقسیم کر رہے ہیں، تو لوگ کہتے ہیں حافظ صاحب سونا تقسیم کر رہے ہیں۔

بخاری پکڑی ہوئی ہے:

یہ بزرگ اپنا دوسرا خواب بھی بیان فرماتے ہیں: دوسرا خواب مجھے حافظ صاحب کی وفات کے بعد آیا، میں نے دیکھا حافظ صاحب کھڑے ہیں اور انھوں نے سرخ رنگ کی بخاری شریف پکڑی ہوئی ہے۔ مجھے کہنے لگے یہ لو اور اسے پڑھو، میں نے کہا حافظ صاحب اس پر زیر زبر نہیں ہے میں کیسے پڑھوں گا قرآن مجید میں تو زیر زبر ہوتی ہے اس پر نہیں، حافظ صاحب کہنے لگے یہ الیاس کو دے دو اور صفحہ (66) نکال کر دو وہ اسے پڑھ لے گا (الیاس ان بزرگوں کا بیٹا ہے اور حافظ قرآن ہے) ان بزرگوں کا مکان قاری سفیان صاحب کے ساتھ ہے، اس خواب کی تصدیق قاری صاحب کے ذریعہ کر لیں۔ یہ دونوں خواب انھوں نے قاری سفیان صاحب کی بیٹھک میں سنائیں ہیں۔

منبر پر بیٹھ کر درس دے رہے ہیں:

حافظ صاحب کی وفات کے بعد مجھے خواب آیا: حافظ صاحب ایک مسجد میں منبر پر بیٹھ کر درس دے رہے ہیں، لوگوں کا کافی بڑا مجمع ہے درس سننے والے تمام لوگ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ حافظ صاحب

کی طبیعت خراب ہے، حافظ صاحب درس نہ دیں، آرام فرمالیں، لیکن حافظ صاحب نے اپنی بیماری کا کسی کو نہیں بتایا اور درس دے رہے ہیں۔ (محمدی)

اساتذہ سے الگ ہوکر بیٹھے ہیں:

مولانا محمد یحییٰ شاہین فرماتے ہیں: حضرت کی وفات کے دودن بعد بندہ عاجز کوخواب میں حافظ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی اسی طرح ہشاش بشاش سفیدریش مبارک سرپرمعمول کے مطابق سرخ رومال کی پگڑی پہنے ہوئے ایک ایسے کمرے میں نمایاں جگہ پر بیٹھے ہیں جہاں پر گوجرانوالہ شہر کے تمام محدثین بیٹھے ہیں جن میں حضرت کے تمام اساتذہ کرام بھی موجود ہیں۔ میں نے قریب بیٹھے ایک شیخ سے پوچھا کہ مجھے بتائیں کہ ان میں بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کون سے ہیں میں نے انکونہیں دیکھا (ایک مدت سے دل میں حسرت تھی جو پوری ہوئی الحمدللہ)اب ایک اورتڑپ ہے کہ مالک دو جہاں کہیں کسی طریقے سے امام المحدثین شیخ العرب والعجم حضرت امام بخاری کی زیارت نصیب فرما دے آمین)وہ کہنے لگے یہ دیکھو مولانا محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ تو مولانا محمد اسماعیل سلفی بیٹھے ہیں اور ان کے باکل سامنے آیت من آیات اللہ حافظ الحدیث محدث العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے والد نسبتی استادوں کے استاد حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ وہاں پر میں نے دو چیزیں نوٹ کیں ایک تو یہ کہ کمرے میں موجودتمام چارپائیوں پر بیٹھے اساتذہ بڑے حافظ کی طرف رخ کرکے بیٹھے ہیں بڑے حافظ صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں میرادل گواہی دے رہاہے کہ اب کی باروہ یقیناً حضرت الاستاذ محدث نور پوری رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ جوکہ ابھی ابھی آکردوسری چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔اوردوسری بات جومیں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ تمام چارپائیوں پردودیاتین تین بزرگ بیٹھے ہیں جب کہ سامنے والی چارپائی پراکیلے بڑے حافظ صاحب بیٹھے ہیں یقیناًیہ بھی ادب واحترام ایک والہانہ جذبہ تھاجوزندگی کے بعدبھی قائم رہا۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر۱۳ صفحہ ۲۰۵)]

نوٹ: حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ لفظ'' حضرت'' استعمال نہیں کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کے شروع میں بھی'' حضرت'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔لہٰذا ہمیں خاص طور پر ان کے نام کے ساتھ حضرت کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

باب نمبر ٤١

کرامات نور پوری

جو شخص طاعات (نیکی) کرنے اور منہیات (برائی) کے ترک پر قائم ودائم ہو، دنیاوی لذات وخواہشات میں غیر منہمک ہو اور اتباع سنت وتقوی میں مگن ہو تو اس سے غیر اختیاری طور پر کرامات کا صدور ممکن ہے۔ بعض حضرات نے یہ لکھا ہے ولی سے کوئی بھی کرامت اس کے قصد واختیار کے تحت صادر نہیں ہوتی بلکہ بلاقصد واختیار صادر ہوتی ہے۔ کرامت کا معنیٰ عزت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی غیب سے عزت افزائی فرماتے ہیں، اور مشکل وقت میں اس کی مدد فرماتے ہیں۔

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اللہ کے ولی کی جو صفات بیان ہوئیں ہیں حافظ صاحب ان پر پورا اترتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے دوستوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

حافظ صاحب نے ایک درس میں بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے متقین کی جو صفات بیان فرمائیں ہیں وہی صفات اولیاء اللہ کی ہیں، متقین ہی دراصل اولیاء اللہ ہیں۔ متقین کی صفات جو سورہ بقرہ کی ابتدا میں بیان ہوئی ہیں وہیں اولیا اللہ کی صفات ہیں، وہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں جو رزق ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور اس کتاب یعنی قرآن اور سابقہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ گویا جن ایمان لانے والوں میں مذکورہ صفات پائی جائیں وہ سب اولیا اللہ ہیں۔

اولیا اللہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ایمان وتقوی کے بلند درجات پر فائز ہوں اس کی مثال یوں سمجھیے کہ پچاس اور سو روپیہ بھی مال ودولت ہے لیکن مالدار اسی شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس ہزاروں اور لاکھوں روپے اپنی ضروریات زندگی سے زائد موجود ہوں اسی لحاظ سے بعض صحابہ سے ولی کی یہ صفت منقول ہے کہ ولی وہ مسلمان ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے اور مخلوق خدا سے انہیں بے لوث محبت ہو۔

لوگوں نے ولایت کی بڑی بڑی علامتیں گھڑی ہیں۔ عوام میں مشہور ہے ولی کی نظر آسمان سے اوپر بھی دیکھ لیتی ہے، ولی کے دربار پر لوگوں کا جمگھٹا ہوتا ہے، جو الٹے سیدھے کرتب کر کے دکھائے وہ ولی ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں لوگوں کی بنائی ہوئیں ہیں، شریعت میں سچے ولی کی نشانی اتباع سنت کا لزوم ہے۔ جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسباب کو مسخر کر دیتے ہیں، حافظ نور پوری صاحب میں اتباع سنت کا لزوم بڑی شدت سے پایا جاتا تھا۔ ان کے اس وصف کی وجہ سے ہر کوئی ان سے محبت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے لوگوں دلوں میں حافظ صاحب کی محبت پیدا کر دی تھی۔ میرا خیال ہے شاید ہی کوئی کم بخت ہو، جو کہے مجھے حافظ نور پوری سے محبت نہیں ہے، لوگوں کے دلوں میں کسی کی محبت کا پیدا ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

لوگ دعوت کے لیے دن ڈھونڈتے:

حافظ صاحب اکثر روزہ رکھا کرتے تھے، سوموار، جمعرات اور ایام بیض کے تو روزے آپ رکھتے ہی تھے، ان کے علاوہ جمعہ کے دن بھی روزہ رکھتے۔ جس کسی نے آپ کی دعوت کرنا ہوتی وہ یا تو اس دن دعوت کرتا جس دن آپ کا روزہ نہ ہوتا یا آپ کی دعوت کے لیے افطاری کا انتخاب کرتا۔ یہ حافظ صاحب کی کرامت ہے کہ لوگ آپ کی دعوت کے لیے دن ڈھونڈتے۔

کمر درد ٹھیک ہوگئی:

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے مجھے بتایا کہ حافظ محمد شریف صاحب نے ایک واقعہ سنایا ہے۔ حافظ نور پوری صاحب ایک دفعہ گھر کی گندم پسوانے کے لیے لے جا رہے تھے کہ رستے میں انہیں ان کے استاذ مولانا جمعہ خان صاحب ملے۔ انھوں نے اپنے ایک مقتدی سے کہا حافظ صاحب سے یہ گندم پکڑ لو اور خود اٹھا کر چکی پر چھوڑ آؤ۔ مقتدی صاحب کہنے لگے میری کمر میں درد ہے میں اٹھا نہیں سکتا۔ مولانا جمعہ خان صاحب نے اسے دوسری مرتبہ کہا یہ گندم اٹھا۔ حافظ صاحب نیک آدمی ہیں ان کی گندم اٹھانے سے فائدہ ہی ہوگا تم یہ گندم اٹھا لو۔ مولانا جمعہ خان صاحب کے دوبارہ کہنے، سے اس نے گندم اٹھا لی، گندم اٹھا کر وہ چکی پر چھوڑ آئے۔ ان صاحب نے بعد میں مولانا جمعہ خان صاحب کو بتایا پہلے تو میری کمر میں درد ہوتی تھی لیکن اس کے بعد سے میری درد ختم ہوگئی ہے۔

ہمارے لیے کیا حکم ہے

کسی نے حافظ صاحب کو اپنے گھر بلایا، دعوت کی پھر وہ گھر والے حافظ صاحب سے کہنے لگے ہمارے فلاں آدمی کو جن چمٹ گئے ہیں آپ انہیں دم کر دیں حافظ صاحب نے دم کیا، جب حافظ صاحب جانے لگے تو اس بیمار آدمی کے اندر سے آواز آئی آپ نے دم کر دیا ہے تو اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ حافظ صاحب کہنے لگے آپ کے لیے یہ حکم ہے آپ چلے جائیں اور اسے تکلیف نہ دیں۔ پھر آواز آئی ہم چلے جاتے ہیں کیا کوئی نشانی دکھا کر جائیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کیا نشانی دکھاؤ گے؟ وہ کہنے لگے ہم یہ چھت والا پنکھا نیچے گرا دیتے ہیں، حافظ صاحب کہنے لگے پنکھا نیچے کیوں پھینکنا ہے آپ ویسے ہی چلے جائیں۔ میں نے جب یہ واقعہ سنا تو حافظ صاحب سے پوچھا کیا اس طرح واقعہ کوئی ہوا ہے تو حافظ صاحب نے اس کی تصدیق کی اور عاجزانہ انداز سے کہنے لگے میں نے تو صرف دم ہی کیا تھا۔

مولانا طاہر سلفی صاحب خطیب جامع مسجد اطہر فرماتے ہیں: میں نے یہ واقعہ خود حافظ صاحب سے سنا ہے۔

اٹھو اور گھر چلو:

۲۴ فروری ۲۰۱۲ء بعد از نماز مغرب مجھے مرزا ذوالفقار صاحب مسجد مکرم پسرور روڈ ڈسکہ میں ملے تو انھوں نے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا، حال احوال پوچھنے کے بعد حافظ صاحب کی شخصیت کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرنے لگے۔ حافظ صاحب جیسا آدمی میں نے نہیں دیکھا وہ مستجاب الدعوات ہیں، حافظ صاحب کے ہم زلف مولانا داؤد صاحب گوجرے والے بیمار تھے فالج کا اٹیک ہوا تھا ڈسکہ ہسپتال میں زیر علاج تھے، حافظ صاحب ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، ان سے گفتگو کی حوصلہ دیا اور پھر ان سے فرمانے لگے کیا ارادہ ہے آپ کا؟ گھر جانا ہے یا ادھر ہی رہنا ہے، وہ کہنے لگے اراداہ تو گھر جانے کا ہے لیکن کیسے جاؤں؟ حافظ صاحب کہنے لگے پھر اٹھو اور گھر چلو، ہمت کرو، ارادہ کرو، تو اسی وقت وہ اٹھے اور گھر کی طرف چل دیے۔ اس واقعہ کو سننے کے بعد میں نے مرزا صاحب سے پوچھا کیا آپ نے یہ واقعہ خود دیکھا سنا ہے، انھوں نے کسی ساتھی کا نام لیا کہ اس نے یہ دیکھا ہے۔ میں نے پھر یہ واقعہ مولانا داؤد صاحب سے خود پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ واقعتاً ایسا ہی ہوا ہے۔ حافظ صاحب مجھے

کہنے لگے آپ ہمت کریں تو آپ چل سکتے ہیں آپ اٹھ کر چلیں ان شاء اللہ آپ گھر چلے جائیں گے۔

یہ فریج آپ کے لیے ہے:

قاری سفیان صاحب فرماتے ہیں: پہلے حافظ صاحب کے گھر فریج نہیں تھی مہمان اکثر آتے تھے، برف لینے کے لیے بچوں کو کبھی بازار اور کبھی ہمسائیوں کے گھر بھیجنا پڑتا تھا، حافظ صاحب کی اہلیہ کہنے لگی کہ فریج ہمیں اپنی ہی لے آنی چاہیے، نئی نہیں ہم خرید سکتے تو پرانی ہی دیکھ لیں حافظ صاحب کہنے لگے چلو دیکھتے ہیں حافظ صاحب فریج خریدنے کی فکر میں تھے کہ باہر دروازہ کھٹکا۔ حافظ صاحب نے دروازہ کھولا تو حافظ صاحب کا ایک شاگرد گدھا گاڑی پر ایک بڑے سائز کی فریج رکھے ہوئے کھڑا تھا، حافظ صاحب سے ملا اور کہنے لگا یہ فریج آپ کے لیے ہے اسے قبول کر فرمائیں۔ قاری سفیان صاحب فرماتے ہیں حافظ صاحب کا وہ شاگرد سعودی عرب میں رہتا تھا چھٹی گزارنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے اسباب مسخر کر دیتے ہیں، یوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ نور پوری صاحب نے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، اللہ تعالیٰ نے ان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

حافظ صاحب کا اپنے ہی ہاتھ سے دیا ہوا رجسٹر ملا:

ایک دفعہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد میں حافظ صاحب کے گھر گیا میں نے کہا اس ڈیسک میں حافظ صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے رجسٹر ہیں جس میں انھوں نے طلبا کے نام لکھیں ہیں جن کو حافظ صاحب نے اسناد جاری کی ہیں، آپ مجھے وہ رجسٹر دے دیں یا فوٹو کاپی کروا دیں اور فوٹو کاپی کے پیسے میں ادا کروں گا، تاکہ حافظ صاحب کے شاگردوں کے نام بھی اس کتاب میں درج ہو جائیں، مختصر بات ہے وہاں جو آئے ہوتے تھے انھوں نے مجھے وہ رجسٹر نہیں دیے کوئی وجہ ہو گی مجھے ان پر کوئی گلہ شکوہ نہیں، انھوں نے اس وقت یہ ہی مناسب سمجھا ہو گا، میں چونکہ حافظ صاحب کے متعلق معلومات کی جستجو میں تھا، سو ایک دن مولانا خاور رشید بٹ صاحب سے میں نے بات کی کہ وہ طلبا والا رجسٹر نہیں مل رہا، وہ مجھے کہنے لگے میں نے وہ رجسٹر حافظ صاحب سے مانگا تھا تو انھوں نے مجھے دے دیا تھا میں نے فوٹو کاپی کروا کے حافظ صاحب کو واپس کر دیا تھا، میرے پاس فوٹو کاپی ہے۔ انھوں نے وہ رجسٹر مجھے

دے دیا۔ میں نے الحمدللہ پڑھا اور اب طلبا اپنا نام پڑھ کر الحمدللہ پڑھیں گے۔ میں اس کو بھی حافظ صاحب کی کرامت سمجھتا ہوں کہ یہ نیکی کا کام جس پر حافظ صاحب نے بہت محنت کی تھی، اس کے طبع ہونے میں بھی حافظ صاحب کا عمل شامل ہوا ہے، اگر وہ صاحب مجھے رجسٹر دے دیتے تو پھر انھوں نے دیا ہوتا حافظ صاحب نے تو نہ دیا ہوتا۔ دیکھو کیسی کرامت ہے جو رجسٹر حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے طبع کرنے کے لیے دیا تھا وہی رجسٹر اس کی طبع میں شامل ہوا، وہی رجسٹر مجھے مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے دیا ہے۔ اس میں حافظ صاحب کی سخاوت بھی ظاہر ہو رہی ہے اور فراخ دلی بھی وسعت ظرفی بھی، جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب نیکی کرنے والے، سخاوت کرنے والے تھے اور ہم حکمت اور مصلحت کو دیکھنے والے۔

دعا

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾

حافظ صاحب کو جب بھی کوئی شخص دعا کے لیے کہتا حافظ صاحب اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر آپ کو کسی بچہ نے بھی دعا کے لیے کہا تو بھی آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔ اور حافظ صاحب دعا رسمی نہیں کرتے تھے پوری تسلی سے دعا کرتے تھے آپ کی دعا معتدل ہوتی تھی بالکل مختصر نہیں ہوتی تھی کہ ہاتھ اٹھائے اور نیچے کر دیے اور نہ زیادہ لمبی ہوتی تھی کہ مانگنے والے اکتا ہی جائیں۔

آپ اونچی آواز سے دعا نہیں کرتے تھے بلکہ سری دعا کرتے تھے، زبان ہلانے سے زیادہ دل کو اللہ سے براہ راست کر لیتے تھے۔ جب کوئی آپ سے پوچھتا آپ سراً دعا کیوں کرتے ہیں تو قرآن مجید کی آیت پڑھتے

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾.

حافظ صاحب کہا کرتے تھے: جس جس مقام پر جہری دعا کا ذکر ہے صرف وہاں جہری دعا کرنی چاہیے، باقی دعا کا طریقہ سراً ہی ہے۔

مستجاب الدعوات:

واضح رہے کہ دعا کی قبولیت کے کچھ آداب ہیں، ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان حرام نہ کھائے، کیونکہ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور قبولیت دعا، رزق حلال پر دلالت کرتی ہے۔ کئی بار ہم نے دیکھا حافظ صاحب نے دعا کی، اور وہ قبول ہوئی۔

آپ کی دعا سے عجیب کیفیت:

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۳۳ء بمطابق ۵ نومبر ۲۰۱۲ کو مجھے مولانا سرفراز نجمی صاحب ملے اور مجھے اپنے

مدرسہ جامعہ ام کلثوم میں لے گئے وہاں چائے پلائی۔ میں نے ان سے بھی حافظ صاحب کا ذکر کرنے کو کہہ دیا۔ مولانا نجمی صاحب بتانے لگے زیادہ مجلسیں تو میری نہیں ہوئیں البتہ ایک دفعہ حافظ ابوسفیان سلفی صاحب کے ساتھ حافظ صاحب کے گھر گیا تھا، جامعہ ام کلثوم میں ترمذی کے اختتام کے موقع پر درس کا وعدہ لینے کے لیے، ہمارے ساتھ مولانا عمران ربانی صاحب بھی تھے۔ وہاں میں نے حافظ صاحب سے کہا میں جامع مسجد غفاریہ میں خطیب مقرر ہوا ہوں میرے لیے دعا فرما دیں۔ حافظ صاحب نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگ گئے۔ جب حافظ صاحب نے دعا شروع کی تو میری آنکھوں سے بے اختیار زار وقطار آنسو بہنے شروع ہو گئے۔ اتنے آنسو جاری ہوئے کہ رکتے ہی نہیں تھے، میری ہچکی سی بندھ گئی۔ حافظ صاحب نے میری طرف دیکھا دعا کے بعد میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا اللہ تعالیٰ بہتر ہی کریں گیں۔ جب ہم حافظ صاحب کے گھر سے باہر آئے تو میرے دونوں ساتھی مجھے کہنے لگے کہ عجیب ہی کیفیت تھی اس دعا کی، آپ تو بڑے خوش قسمت نکلے ہیں حافظ صاحب سے دعا کروالی ہے۔ بس یہ کوئی دل کا معاملہ لگتا ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ملا تھا۔ حافظ صاحب نے زبان سے کچھ نہیں بولا آپ کے تقویٰ اور اخلاص کا اثر نظر آتا تھا۔

قبضہ چھوڑ کر بھاگ گئے:

حافظ صاحب کی بیٹی فرماتی ہے: اللہ ان کی دعاؤں کو قبول اور ان کی التجاؤں کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ ابو جی کے پاس ایک صاحب آ گئے انہوں نے دعا کی درخواست کی کہ میری زمین پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے آپ دعا کریں اور پڑھنے کے لیے دعا بتا دیں۔ ابو جی نے انہیں دعا بتائی۔

«اللهم اغفرلنا واكفناهم بما شئت واصرف عنا كيدهم فانك بكل شيء عليم و على كل شيء قدير».

انہوں نے بتایا کہ میں یہ دعا پڑھتا ہوا اپنی زمین پر گیا وہ سب لوگ ادھر بیٹھے ہوئے تھے اچانک بہت بڑا سانپ آ گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے قبضہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ [(مجلّہ المکرّم ’’اشاعت خاص‘‘ نمبر۱۳ صفحہ)]

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں: جب آپ عمرہ سے جہاز کے ذریعہ مدینۂ نبویہ سے جدہ آ رہے تھے، اس وقت جہاز میں کوئی فنی خرابی واقع ہو چکی تھی اعلان بھی ہو چکا تھا کہ جہاز پائلٹ

اور عملہ کے کنٹرول میں نہیں رہا، چنانچہ جہاز میں چیخ وپکار کا سماں تھا، لیکن آپ بڑے مطمئن ہو کر اپنے مشکل کشا اللہ سے دل کی گہرائی سے التجاء میں مشغول تھے، پندرہ منٹ کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دے دی تھی کہ جہاز دوبارہ مدینہ ایئر پورٹ پر ہی اتار لیا گیا تھا۔ یہ بات مجھے آپؒ کے ہم سفر ساتھی محترم بزرگ محمد سبطین جوئیہ آف ضلع سرگودھا نے بتائی ہے، جو کہ عمرہ کرنے کی غرض سے آپؒ کے ساتھ گئے ہوئے تھے، اب وہ مرید کے معہد میں رہتے ہیں۔

رسولی خود ہی ختم ہوگئی:

کسی صاحب کی اہلیہ کو رسولی کی شکایت ہوگئی۔ چیک کروایا تو آپریشن کرنا ضروری قرار پایا گیا۔ وہ صاحب آپریشن کروانے کے لیے تیار ہو گئے تو معاملہ یہ پیش آیا کہ رسولی کا آپریشن کرنے کے لیے کوئی عورت ڈاکٹر نہ ملی۔ سبھی جگہوں پر مرد ہی ڈاکٹر تھے۔ وہ صاحب بڑے پریشان ہوئے کہ آپریشن کیسے کروایا جائے مرد سے تو کسی صورت آپریشن کروانا نہیں۔ وقت گزرتا گیا اور وہ صاحب حافظ صاحب کے پاس آئے اور ساری بات سنائی اور حافظ صاحب سے دعا کی درخواست کی حافظ صاحب نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ چیک کروایا تو رسولی بذات خود ہی ختم ہو چکی تھی۔ سبحان اللہ یقیناً اپنے بندوں کی سنتا ہے ان کی پریشانیاں دور کرتا ہے، انہیں بیماریوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ بندہ جب شریعت کی پابندی کرے عورت کو غیر محرم مرد سے علاج کروانے کے لیے بھی آمادہ نہ ہو استقامت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بیماری ویسے ہی ختم کر دیتے ہیں۔

حافظ صاحب کے ایک بہت ہی قریبی شخص نے مجھے یہ واقعہ حافظ صاحب کے متعلق سنایا، میں نے ثانی صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا واقعہ ٹھیک ہے حافظ صاحب نے دعا کی تھ تو رسولی ویسے ہی ختم ہوگئی تھی لیکن یہ معاملہ کسی اور کا تھا۔

میرے جانے سے پہلے ہوش میں آچکی تھیں:

حافظ عمران عریف صاحب فرماتے ہیں: ہماری جماعت کے ایک اہم رکن ''محترم جناب طلعت راٹھور بن عبدالحمید راٹھور'' نے واقعہ سنایا کہ میری والدہ سخت بیمار تھیں۔ بے ہوشی کی کیفیت تھی میں اس وقت حضرت شیخ کے پاس دعا کیلیے حاضر ہوا کہ میری والدہ محترمہ کے لیے صحت کی دعا کر دیں، میں دعا کروانے کے بعد ہسپتال میں والدہ محترمہ کے پاس گیا تو میرے جانے سے پہلے وہ ہوش میں آچکی

تھیں اور اٹھ کر بیٹھی ہوئیں تھیں۔ گھر کی عورتیں ان کو کنگھی وغیرہ کر رہی تھیں[(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص"، نمبر۱۳، صفحہ ۱۶۰)]

آج تک میرا گلہ خراب نہیں ہوا:

حافظ آصف ندیم صاحب خطیب منڈیالہ تیگہ نے مجھے بتایا: ہمارے گاؤں مولانا یٰسین بلوچ صاحب آئے انھوں نے حافظ صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ سمندری میں میری اور حافظ صاحب کی تقریر تھی، حافظ صاحب نے پہلے تقریر کی، جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا بزرگوں کو لے جاؤ، مطلب یہ تھا میں ان کے سامنے کیسے تقریر کروں؟ لیکن حافظ صاحب وہیں بیٹھے رہے اور فرمانے لگے میں آپ کی تقریر سن کر جاؤں گا۔ میں نے کہا حافظ صاحب آج میری طوطی خراب ہے، (حافظ آصف ندیم صاحب نے بتایا انھوں نے یہاں طوطی کا ہی لفظ بولا ہے) مجھ سے تقریر نہیں ہونی، حافظ صاحب کہنے لگے میں آپ کے گلہ کو دم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دیں گے آپ تقریر کریں۔ مولانا یٰسین بلوچ صاحب فرماتے ہیں حافظ صاحب نے دم کیا پھر میں نے تقریر کی اور میرا گلہ بہترین چلا اور مزے داری کی بات یہ ہے کہ جب سے حافظ صاحب نے دم کیا ہے آج تک میرا گلہ خراب نہیں ہوا۔

گاڑی مل گئی:

جس گاڑی پر حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں آتے تھے وہ گاڑی مسجد کے باہر سے کوئی لے گیا۔ اگلے دن حفیظ بٹ صاحب نے حافظ صاحب کو کہا دعا کرو گاڑی مل جائے، حافظ صاحب نے درس کے بعد دعا کی جب دعا سے فارغ ہوئے تو حفیظ بٹ صاحب کہنے لگے اب ہماری گاڑی مل جائے گی ان شاء اللہ۔ پھر چند ہی دنوں بعد گاڑی مل گئی۔ حفیظ بٹ صاحب نے کہا مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا جب حافظ صاحب نے دعا کی تھی کہ ہماری گاڑی ضرور مل جائے گی۔

عُسرتِ ولادت کے موقع پر دعا:

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں: آپ رحمہ اللہ مستجاب الدعوات بھی تھے، کئی مواقع پر عینی شاہدین کے ذریعے پتا چلا ہے کہ آپ رحمہ اللہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی بلکہ مشکل مراحل مثل عُسرتِ ولادت جیسے امور میں بھی اللہ نے نجات دی۔ آپ حتی الوسع وقتِ ولادت عورت کا بڑا

آپریشن نہ کروانے کا مشورہ دیا کرتے تھے، اور قرآنِ مجید سے استنباط کر کے اس دعاء کے پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے:

«أَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ قَد قُلتَ فِي كِتَابِكَ: ﴿ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ﴾ فَيَسِّرِ السَّبِيلَ لما فِي بَطن زَوجَتِي»۔

یہ دعاء تو خاوند کے پڑھنے کے لئے ہے، اگر بیوی پڑھے تو وہ «لِمَا فِي بَطنِي» پڑھے گی۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس دعاء کے ذریعے متعدد عورتوں نے بڑے آپریشن سے نجات پائی ہے، ان میں سے ہمارے محترم بھائی سجاد صاحب آف لاہور حفظہ اللہ کی اہلیہ بھی ہیں۔

حافظ ابوبکر ساجد صاحب آف منڈالہ تیگہ نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میری اہلیہ کا معاملہ بڑا ہی پریشان کن تھا، دایہ نے کہہ دیا تھا آپ ہسپتال لے جائیں اور اس کا آپریشن ہی کرائیں۔ حافظ ابوبکر صاحب کہتے ہیں: میں نے حافظ صاحب کو فون کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا، حافظ صاحب نے مجھے کہا آپ دو رکعت نماز ادا کریں اور یہ دعا پڑھیں:

«أَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ قَد قُلتَ فِي كِتَابِكَ: ﴿ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ﴾ فَيَسِّرِ السَّبِيلَ لمَا فِي بَطن زَوجَتِي»۔

میں نے دعا پڑھی ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اسی دایہ نے گھر ہی کیس کیا اللہ تعالیٰ نے رحمت کی اور مجھے بیٹا عطا فرمایا میری اہلیہ بھی بالکل صحیح سلامت تندرست رہیں۔ یہ حافظ صاحب کی کرامت تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بتائی ہوئی دعا کے ذریعے مشکل آسان فرما دی۔

قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں: حافظ صاحب نے ایک واقعہ خود سنایا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے گھر میں بچی یا بچہ ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اپریشن کے بغیر کوئی صورت نہیں۔ بیوی ہسپتال میں داخل ہو چکی ہے' اور میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں کہ ادا کر سکوں آپ دعا فرما دیں۔ آپ نے دعا بھی کی اور ایک دعا پڑھنے کے لئے بھی بتائی، وہ یہ تھی:

اللھم انك قلت ثم السبيل يسرهٗ، فيسر السبيل ۔

فرمایا کہ یہ دعا سب گھر والے کثرت سے پڑھو، اس شخص کی بیوی اپریشن تھیٹر میں پہنچ گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپریشن سے پہلے بغیر اپریشن کے بچہ عطا فرما دیا۔

گمشدہ کے لیے دعا:

گمشدہ کے لئے دعا کرتے اور ساتھ دعا پڑھنے کے لئے بتاتے، کتنے ہی لوگوں کے لئے جب آپ نے دعا کی تو گمشدہ واپس آ گیا اور جو دعا پڑھنے کے لیے کہتے وہ دعا یہ ہے:

«انا لله وانا اليه راجعون، اللهم اهد عبدك فلان وائتنا به سالما فانك بكل شيء عليم، وعلى كل شيء قدير».

کثرت سے پڑھیں۔ فلاں کی جگہ گم ہونے والے مرد، عورت، بچہ وغیرہ کا نام لیں۔ گم شدہ اللہ کے فضل سے بہت جلد واپس آ جائے گا۔ ان شاء اللہ [(مجلہ المکرّم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۷)]

پانی پر دم:

حافظ صاحب کے پاس بہت سے لوگ دعا کرانے کے لئے آتے تھے اور پانی دم کرا کے لے جاتے تھے۔ جو دعا کے لئے حافظ صاحب کو کہتا تو حافظ صاحب اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگتے۔ اسی طرح جو پانی وغیرہ لے کر آتا فوراً دم کر دیتے، یہ نہ کہتے کہ فلاں دن یا فلاں وقت آنا، حافظ صاحب کا پانی دم کرنے کا طریقہ بھی عام دم کرنے والوں سے الگ تھا۔ آپ پانی پر پھونک نہیں مارتے تھے کہ اللہ کے محبوب نے پانی یا کسی بھی پینے والی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ حافظ صاحب دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر لعاب لگاتے اور اس انگلی کو پانی وغیرہ میں ملا دیتے۔ اس عمل پر حافظ رسول اللہ ﷺ کے جابر کے کھانے میں لعاب ڈالنے سے استدلال کرتے تھے۔

حافظ صاحب سے عقیدت ومحبت

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرمادی تھی، ہر کوئی شخص حافظ صاحب سے محبت کرتا تھا، اور کسی کی محبت کا انداز اپنا اپنا تھا۔ حافظ شاہد محمود صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جب پہلا بیٹا عطا کیا تو وہ صبح صبح ہی جامعہ محمدیہ میں آگئے، حافظ صاحب ابھی درس سے فارغ ہی ہوے تھے اور مجلس میں تشریف فرما تھے، حافظ شاہد صاحب نے حافظ صاحب کو بتایا اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے، آپ اسے گھٹی دے دیں، حافظ صاحب کہنے لگے آپ بچے کو ادھر ہی لے آئیں، حافظ شاہد صاحب مجھے موٹر سائیکل پر ساتھ بٹھا کر لے گئے اور بیٹا لے کر جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں آگئے، حافظ صاحب نے بچے کو گھٹی دی اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ یہ حافظ شاہد صاحب کی حافظ صاحب سے عقیدت ومحبت تھی۔

ایک دفعہ میں حافظ صاحب کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب تشریف لائے، انھوں نے حافظ صاحب کو بتایا: اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے۔ ان کے ہاتھ میں شہد یا کھجور تھی حافظ صاحب نے اسے نرم کیا اور گھٹی کے لیے انہیں دے دی، شرقپوری صاحب اپنے بچے کے لیے وہ گھٹی لے گئے۔ یہ شرقپوری صاحب کی حافظ صاحب سے عقیدت ومحبت تھی۔

میں ایک بزرگ صاحب کو سمجھتا تھا کہ یہ حافظ صاحب سے بڑی عقیدت اور محبت کرتے ہیں، لیکن جب میں نے حافظ صاحب کے متعلق ان کی گفتگو سنی تو مجھے بہت افسوس ہوا کہ وہ حافظ صاحب سے محبت نہیں بلکہ حافظ صاحب کے نام کے ذریعے کسی دنیا دار کے مفاد میں بات کررہے ہیں۔

حافظ صاحب سے اگر کوئی سچی محبت کرنا چاہتا ہے تو وہ حافظ صاحب کی باتوں پر عمل کرے، بالخصوص ان باتوں پر: ہر شخص تین چیزیں کتاب وسنت کے مطابق بنالے تو وہ صحیح معنوں میں مسلم بن جائے گا:

۱۔ فکر وعقل   ۲۔ صورت وشکل   ۳۔ قول وعمل

اگر کوئی مسلمان ان امور کو کتاب وسنت کے مطابق کر لیتا ہے تو گویا اس نے خود کو کتاب وسنت کا متبع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا متبع کرلیا ہے۔

باب نمبر ٤٢

سفر آخرت

میری آخری ملاقات

۱۵ فروری ۲۰۱۲ء بروز بدھ کو میری ملاقات فجر کے درس کے بعد بس سٹاپ پر حافظ صاحب سے ہوئی۔ اور یہی حافظ صاحب کی زندگی میں ہوش کا آخری دن تھا، حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں درس کے بعد واپس جا رہے تھے۔ میں مسجد حسن بن علی عرفات کالونی میں درس دینے کے بعد واپس آرہا تھا، بس سٹاپ کے قریب حافظ صاحب کی گاڑی میرے پاس سے گزری میں نے تو نہ پہچانا لیکن حافظ صاحب نے مجھے گاڑی کے اندر سے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ میں نے سلام کے انداز سے فوراً محسوس کر لیا کہ یہ حافظ صاحب ہیں۔ فوراً موٹر سائیکل کا رخ حافظ صاحب کی گاڑی کی طرف کیا۔ اور حافظ صاحب کے قریب جا پہنچا۔ حافظ صاحب نے ڈرائیور کو گاڑی کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا تو ڈرائیور حافظ صاحب کے داماد نبیل صاحب ہیں جو لاہور سے تشریف لائے تھے۔ اور ان کے ساتھ حافظ صاحب صبح فجر کا درس دینے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک آئے تھے اور پچھلی سیٹ پر حافظ صاحب کا بیٹا عبداللہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا جامع مسجد رحمانیہ کی انتظامیہ کے رکن ''اعظم صاحب'' موٹر سائیکل سے گر گئے ہیں، گھٹنے پر چوٹ آئی ہے، یہاں سے قریب ہی ان کی رہائش ہے ان کی تیمارداری کے لیے چلتے ہیں، حافظ صاحب فرمانے لگے آج ذرا جلدی ہے آپ درس کا اہتمام کر لیں میں درس دینے آؤں گا تو اس وقت ان کا پتا بھی لے لیں گے، اور ساتھ درس بھی ہو جائے گا، میں اس بات سے بڑا خوش ہوا کہ حافظ صاحب خود ہی مجھے درس رکھنے کا کہہ رہے ہیں۔ جبکہ دوسرے مولوی حضرات جو معمولی سی شہرت رکھتے ہوں ان سے درس کا وقت لینے کے لیے کافی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب خود درس رکھنے کا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا پھر آج ہی عشاء کے بعد درس دے دیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے آج تو سیالکوٹ جاوید اقبال کے پاس جانا ہے کسی اور دن کا رکھ لو۔

انشاء اللہ۔

پھر حافظ صاحب خود ہی مجھے بتانے لگے کل فلاں جگہ جانا ہے۔ جمعہ کے دن فلاں جگہ جانا ہے تین چار جگہیں حافظ صاحب نے مجھے بتائیں۔ ٦ مارچ بروز جمعہ مغرب کے وقت اسد کالونی میں عمر ربانی صاحب کے پاس، ١٨ فروری ہفتہ مغرب کے وقت جامع مسجد دارالسلام کھیالی مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب کے پاس۔ یہ عبدالمالک مجاہد صاحب دارالسلام والوں کے علاوہ ہیں۔ ١٧ فروری جمعہ بعد نماز مغرب کوٹ شیر اطہٰ مان صاحب کے پاس۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اتنے بڑے آدمی کا اپنے سے چھوٹے آدمی سے اتنی فراخ دلی سے باتیں کرنا واقعتا ان کے بڑے ہونے کی دلیل ہے۔

پھر میں نے نبیل صاحب سے ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے خیریت بتائی اور کہنے لگے ہم نے آپ کو دیکھ لیا تھا اور پہچان بھی لیا تھا۔ تو پھر یہاں چار پانچ منٹ جی ٹی روڈ پر میں موٹر سائیکل پر اور حافظ صاحب گاڑی پر رکے رہے، حافظ صاحب بڑے اطمینان سے گفتگو کرتے رہے یہ ان کا اخلاق تھا اعلیٰ ظرفی تھی۔ چھوٹوں سے شفقت اور ہمدردی تھی۔ ان کی اس ملاقات سے مجھ پر خوشی کی ایک عجیب کیفیت طاری رہی۔ میری طبیعت میں اس ملاقات کے بعد ایک عجیب سی لہر دوڑ رہی تھی حافظ صاحب کے تقویٰ واخلاق کا اثر کافی دیر میرے وجدان میں باقی رہا۔ حافظ صاحب سے مل کر سارا دن طبیعت میں علمی شوق اور اخلاص عمل کی جستجو ہوا کرتی تھی۔ لیکن اس ملاقات میں کچھ عجیب ہی اثرات مرتب ہونے لگے۔ مجھے کیا علم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ پتا ہوتا تو سارا دن ساتھ رہتا سیالکوٹ بھی آپ کے ساتھ جاتا۔ اس نیت سے جاتا کہ نیک آدمی کی صحبت سے فائدہ ہوگا۔ علم وعمل کی وادی میں داخل ہونے سے کچھ اثرات ضرور مرتب ہوں گے۔ کسی علاقہ کی آب وہوا کا اثر ہونا اگر یقینی ہے تو پھر کسی نیک آدمی کی مجلس کا اثر ہونا بھی یقینی ہے میں نے سوچا کہ سارا دن بیٹھ کر خود مطالعہ کرنے سے ان کے ساتھ رہنا اور ان کی گفتگو سننا اور ان کے درس سے مستفید ہونا کہیں بہتر ہے۔ ہائے افسوس! میں ساتھ نہ جا سکا۔ اسی دن عشاء سے پہلے مجھے حافظ ابوسفیان سلفی صاحب حفظہ اللہ موڑ ایمن آباد والے مدرس جامعہ محمدیہ کا میسج آیا کہ حافظ صاحب کو فالج کا اٹیک ہوگیا ہے اور انہیں ہسپتال لے جایا گیا ہے۔

میں یہ میسج پڑھ کر بڑا پریشان ہوا اور فوراً مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کو فون کیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے پاس حافظ صاحب آئے تھے؟ کہنے لگے آئے تھے اور یہاں انھوں نے طلبا کو وعظ

ونصیحت فرمائی ہے، میں نے حافظ صاحب کو کہا آج ہم نے سبق نہیں پڑھنا۔ آج ہم ویسے آپ کے ساتھ بیٹھیں گے، آپ سے گفتگو کرتے ہیں سوالات کرتے ہیں ہم آپ کے جوابات سے مستفید ہوں گے۔ حافظ صاحب سے آج بڑی زبردست مجلس ہوئی ہے حافظ صاحب گفتگو کے درمیان روئے بھی کہ یہاں دنیا میں کتنا ٹھہرنا ہے بالآخر اللہ کے پاس جانا ہے کوئی پتا نہیں ہمارا وقت کتنا باقی ہے۔ اور یہاں سے حافظ صاحب بالکل خیر و عافیت سے واپس گئے ہیں۔ لیکن پتا نہیں چلا کہ ان کی طبیعت یکدم کیسے خراب ہوگئی ہے۔ مجھے حافظ صاحب کے گھر سے فون آیا کہ انہیں اٹیک ہوا ہے۔ حافظ صاحب کو شیخ زید ہسپتال لاہور لے جایا گیا ہے۔ وہاں دوست واحباب حافظ صاحب کی عیادت کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے، جاوید صاحب نے اتنی بات مجھے بتائی اور فون بند کر دیا۔

پھر میں نے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب (جو حافظ صاحب کے بچوں کے ماموں ہیں) کو فون کیا دریافت کیا حافظ صاحب کا کیا حال ہے اور کدھر ہیں۔ تو جب انہوں نے میری کال رسیو کی تو میں نے کئی لوگوں کی رونے کی اونچی اونچی آوازیں سنیں۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ شاید حافظ صاحب انتقال کر گئے ہیں، میں نے ساجد صاحب سے پوچھا حافظ صاحب کا کیا حال ہے تو انھوں نے جواب دیا الحمدللہ ٹھیک ہیں، انشاء اللہ، اللہ انہیں صحت دے گا، قدرے بہتر ہیں تو میں مطمئن ہوگیا۔ لیکن لوگوں کے رونے کی آوازوں نے مجھے کافی دیر سکتے میں کھڑا کر دیا، پھر میں بھی اکیلا رونے لگ گیا اور یہ میرا رونا غیر اختیاری تھا۔ اس وقت مجھے یہ یقین ہوگیا کہ نیک لوگوں کے جانے سے زمین و آسمان روتے ہیں پھر میں نے اپنے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ کی کتاب سچی ہے میرا ایمان اور یقین اور بڑھ گیا قرآن کہتا ہے: جب فرعون اور فرعونی سمندر میں غرق ہوئے تو ان کے مرنے پر نہ زمین روئی نہ آسمان رویا۔[21] ظالم جابر فساق قسم کے لوگوں کے جانے سے زمین و آسمان خوش ہوتے ہیں اور نیک متقی لوگوں کے جانے سے زمین و آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوق روتی ہے۔

حافظ صاحب کی عیادت اور ساجد صاحب کی فراخ دلی

میں نے حافظ شاہد صاحب کو فون کیا کہ ہمیں حافظ صاحب کا پتا لینے ضرور جانا چاہیے، وہ کہنے لگے اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ پھر میں نے مولانا عثمان غنی صاحب کو فون کیا تو وہ بھی تیار ہو گئے، پھر ہم تینوں ساتھی شیخ زید ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم سٹار ٹریول شیخوپورہ موڑ سے ٹویوٹا پر

بیٹھے، رستے میں حافظ صاحب کے تقویٰ، طہارت، علم وعمل، زہدو ورع کی باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں اپنے ساتھیوں کی طرف جب دیکھتا تو ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کا پانی ٹھہرا ہوا نظر آتا۔ آنکھوں میں نمی ہوتی۔ اور زبان پر یہ کلمات ہوتے حافظ صاحب کے بعد کوئی نظر نہیں آتا، شیخ زید پہنچے تو حافظ عبدالوحید ساجد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پتا چلا کی حافظ صاحب i.c.u میں ہیں، خصوصی نگہداشت میں ہیں۔ ساجد صاحب نے ہمیں حافظ صاحب کی مکمل حالت اور کیفیت بتائی کہ اس وقت حافظ صاحب بے ہوش ہیں۔ دماغ کی نالیوں میں خون جم چکا ہے، دل کی دھڑکن اور سانسیں بس چل رہی ہیں۔ ساجد صاحب پانچ چھ منٹ ہم سے مخاطب رہے اور حافظ صاحب کی مکمل حالت وکیفیت بیان کرتے رہے۔ انھوں نے ہمیں مکمل تفصیل بتائی پھر ہم نے سوال کیا؟ حافظ صاحب کو دیکھنے کی اجازت ہے ساجد صاحب فرمانے لگے ہسپتال والے اجازت تو نہیں دیتے لیکن میں آپ کو طریقہ بتاتا ہوں، آپ I.C.U کے کمرے کا دروازہ کھول کر سیدھا نکل جائیں سامنے والے کیبن کے ساتھ بائیں طرف حافظ صاحب کا بیڈ ہے۔ ایک ایک ساتھی جا کر دیکھ آئے۔ دعا وغیرہ کر کے جلدی واپس آ جائیں زیادہ دیر نہ ٹھہریے۔ میں ساجد صاحب کی یہ بات سنتے ہی I.C.U میں داخل ہو گیا اور سیدھا حافظ صاحب کے بیڈ پر جا کھڑا ہوا۔ جو ساتھی بھی ہسپتال حافظ صاحب کی عیادت کے لیے گیا ہے اس نے یہی بتایا ہے کہ ساجد صاحب اور ثانی صاحب نے ہمیں حافظ صاحب کے متعلق مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا اور حافظ صاحب کی ملاقات وزیارت کے لیے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

ساجد صاحب کے اس انداز سے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے کہ انھوں نے پہلے تو ہمیں حافظ صاحب کی کیفیت کے متعلق مکمل آگاہ کیا پھر ہمیں حافظ صاحب کے دیدار کرنے کا طریقہ کار سمجھایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے یہ اللہ کے بندے بھی نیکی اور تقویٰ کے رستے پر گامزن ہیں۔ حافظ صاحب جب کبھی بھی بیمار ہوئے یہ اپنے تمام کام چھوڑ کر حافظ صاحب کے پاس آ جاتے۔ اور اب کی دفعہ بھی شیخ زید ہسپتال میں حافظ صاحب کے پاس تھے۔

ہم ان کی ہدایات کے مطابق ایک ایک کر کے حافظ صاحب کے پاس گئے تو دیکھا کی حافظ صاحب بے ہوش ہیں۔ صرف سانسیں اور دل کی دھڑکن جاری ہے باقی سارا وجود کام چھوڑ چکا ہے۔ حافظ صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو بہہ گئے اسی کیفیت سے میں نے دعا شروع کر دی۔ سات مرتبہ میں نے یہ دعا پڑھی:

«أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك» .

پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور آخری تین سورتیں پڑھیں۔ حافظ صاحب کی حالت کو دیکھ کر کچھ اور محسوس ہوتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ سے میں ناامید نہیں تھا۔ اسی کشمکش کی کیفیت میں اپنے آپ کنٹرول کر کے کو باہر نکل آیا۔ پھر حافظ شاہد صاحب اندر گئے ان کے بعد مولانا عثمان غنی صاحب اندر گئے۔ جب حافظ صاحب کو دیکھ کر باہر آتے تو خاموش کھڑے ہو جاتے اور آنکھوں میں آنسو ٹھہر جاتے۔ کچھ دیر بعد ہم نے ساجد صاحب سے پوچھا حافظ صاحب کو یہ معاملہ کیسے ہوا۔ تو انھوں نے ہمیں تفصیل سے بتایا منگل کے دن ۱۴ فروری ۲۰۱۲ حافظ صاحب کی طبیعت کچھ ناساز تھی بلڈ پریشر ہائی ہوا۔

میں نے حافظ صاحب سے کہا ہفتہ کے دن آپ نے کسی کو درس کا وقت نہیں دینا میں ڈاکٹر صاحب کا ٹائم لے لیتا ہوں۔ منگل شام کو ہمیں حافظ صاحب کی طبیعت ناساز معلوم ہو رہی تھی۔ پچھلے پہر تہجد کے لیے حافظ صاحب اٹھے ۴ بجے کے قریب ان کی طبیعت نڈھال ہوئی۔ گھر والوں نے کہا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی آج آپ گھر ہی نماز پڑھ لیں حافظ صاحب کہنے لگے میں مسجد میں جاؤں گا اور نماز پڑھ کر آ جاؤں گا۔ حافظ صاحب کے داماد نبیل صاحب لاہور سے تشریف لائے ہوئے تھے ان کی گاڑی پر حافظ صاحب جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں فجر کے وقت گئے نماز پڑھی اور پھر درس قرآن بھی ارشاد فرمایا درس کے بعد وہاں پہلے روزانہ کافی دیر بیٹھتے تھے۔ لوگ مسائل پوچھتے یہ ایمانی مجلس جو دینی سوال جواب پر مشتمل ہوتی کافی دیر بجی رہتی۔ لیکن آج بروز بدھ ۱۵ فروری ۲۰۱۲ء حافظ صاحب نے یہ کہہ کر اجازت چاہی کہ مہمان آئے ہیں جلدی جانا ہے حافظ صاحب نے اپنی کمزوری اور بیماری کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور وہاں سے جلدی آ گئے۔ حافظ صاحب جلدی ہی واپس آ گئے اور گھر آ کر ناشتہ کیا پھر جامعہ محمدیہ سبق پڑھانے چلے گئے، جامعہ سے واپسی کے بعد سیالکوٹ چلے گئے، وہاں سے واپس آ کر ایک سوال کا جواب لکھنے بیٹھ گئے اسی دوران فالج کا اٹیک ہوا۔ مغرب کی نماز حافظ صاحب نے رستے میں مرکز احمد بن حنبل میں ادا کی، یہ حافظ صاحب کی ہوش کی آخری نماز تھی۔

محبین ومعتقدین کی حالت

جس کسی نے بھی حافظ صاحب کے علیل ہونے کے متعلق سنا وہ پریشان ہو گیا اور رونا شروع کر دیا۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی عالم دین کے بیمار ہونے کے متعلق سن کر علما کو اتنا روتے نہیں دیکھا جتنا

کہ حافظ صاحب کے متعلق لوگوں کو روتے دیکھا۔ حافظ شاہد صاحب نے مجھے بتایا کہ مولانا عبداللہ سلیم صاحب دفتر میں بیٹھے تحریری کام کر رہے تھے کہ اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی، پوچھنے پر بتایا کہ جب حافظ صاحب کا خیال آتا ہے تو طبیعت میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے، دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اور یہ واقعتاً ایسا ہی ہے جن لوگوں کو حافظ صاحب سے محبت تھی، ان کی کیفیت اسی طرح تھی۔

۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو میں مولانا عبداللہ سلیم صاحب کے گھر ان سے ملنے گیا اس غرض سے کہ ان سے حافظ صاحب کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔ حافظ صاحب کے زہد وورع کے متعلق گفتگو ہوگی۔ لیکن جب میں ان کے پاس گیا تو ان کی طبیعت پر سکتہ طاری ہوگیا۔ ان کی طبیعت دیکھ کر میں بھی غم وحسرت کی تصویر بن گیا۔ پانچ منٹ ان کے پاس ٹھہرا رہا لیکن ہم سے کوئی بات نہ ہوسکی بس صرف پریشانی ہی تھی، غم وحزن کی کیفیت تھی، اور میں واپس آگیا۔

ابوسیف صاحب کا مشورہ:

۲۵ فروری ۲۰۱۲ء ہفتہ کے دن میں نے ابوسیف استاذ معہد العالی حفظہ اللہ کو فون کیا تو وہ مجھے کہنے لگے عبدالرحمن ثانی (ابن نورپوری) کو مشورہ دیں کہ حافظ صاحب کا علاج کسی ماہر طبیب سے کروالیں۔ ہسپتال والوں نے کوئی علاج نہیں کرنا۔ وہ حافظ صاحب کو اسی طرح رکھیں گے۔ حافظ صاحب قومہ اور سکتہ میں ہیں، ڈاکٹر حضرات اس حالت میں صرف آکسیجن لگا دیتے ہیں۔

جب اصل مرض دماغ کی نالیوں کا منجمد ہونا ہے تو پھر دماغ کو گرمائش دینی چاہیے کسی ماہر طبیب سے سر پر مالش کروانی چاہیے۔ بڑے بڑے حساس کیسز کو کور کرنے والے حکماء موجود ہیں۔ ڈاکٹر جنہیں جواب دے دیں حکماء حضرات ان کا علاج بڑے اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں۔ میں نے ابوسیف صاحب سے کہا آپ نے مشورہ ثانی صاحب کو دینا تھا، کہنے لگے دیا تو ہے لیکن وہ اس بات کو ماننے کی جرأت نہیں کرتے۔ آپ ساجد صاحب کو کہیں شاید وہ مان جائیں۔ میں نے فوراً جاوید اقبال صاحب سے رابطہ کیا اور ابوسیف صاحب کا پیغام انہیں پہنچایا، تو وہ فرمانے لگے حافظ صاحب کا معاملہ بہت گھمبیر ہے انہیں تو ہوش ہی نہیں آرہی وہ قومہ سکتہ میں ہیں، انہیں کچھ ہوش ہو تو کہیں اور لے کر جائیں۔

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب فرمانے لگے حافظ صاحب کے متعلق میری بات خاور رشید بٹ سے ہو رہی تھی کہ میری آواز میں کپکپی طاری ہوگئی اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ خاور رشید

صاحب کہنے لگے استاذ صاحب آپ نہ روئیں میں نے کہا یہ آنسو تو رحمت ہیں۔ آپ خود ہی یہ حدیث سناتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بچہ ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ نے ہر بندے کے دل میں رکھی ہے۔ آپ اس کے باوجود مجھے منع کر رہے ہیں۔ پھر جاوید صاحب مجھے کہنے لگے ہم یتیم ہو رہے ہیں، میں نے ان سے کہا آپ نے گوجرانوالہ کب آنا ہے؟ تو کہنے لگے اب گوجرانوالہ آنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ میری تسلی حافظ صاحب کے علاوہ کسی سے نہیں ہوتی، مجھے کسی سے اطمینان نہیں ملتا اب میں گوجرانوالہ آ کر کیا کروں گا۔

مولانا جاوید اقبال صاحب فرمانے لگے ہمیں ان کتابوں کے نام نہیں آتے جن کتابوں پر حافظ صاحب کو عبور تھا۔ حافظ صاحب منطق فلسفہ کی بات زبانی حل کر دیتے، میں نے کہا واقعتاً ایسا ہی ہے میں نے خود دیکھا ہے مولانا مالک بھنڈر صاحب حافظ صاحب کے سامنے منطق اور نحو کی کتابیں لے کر آئے، بھنڈر صاحب اوپر سے دیکھ کر عبارت پڑھتے حافظ صاحب زبانی ہی اسے حل کر دیتے۔

مرض سے وفات تک:

حافظ صاحب کے داماد حافظ نبیل صاحب جو مرض الموت سے دو دن پہلے سے وفات تک ساتھ رہے ہیں وہ ان ایام کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

۸ فروری ۲۰۱۲ء کو مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹی دی یہ بھی گوجرانوالہ میں ہی پیدا ہوئی پھر ۱۴ فروری کو بچی کے عقیقے والے دن میں گوجرانوالہ آیا تو حافظ صاحب کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کا موقع ملا۔ عصر کے وقت حافظ صاحب کہنے لگے کہ پروفیسر ارشد صاحب کی تیمارداری کرنے جانا ہے آپ بھی چلیں، میں نے سعادت سمجھتے ہوئے کہا کہ حافظ صاحب ضرور چلتے ہیں۔ میں حافظصاحب، عبدالرحمن ثانی، عبداللہ بھائی اور ان کے ماموں شیخ الحدیث عبدالوحید ساجد صاحب کو لے کر پروفیسر صاحب کے گھر چلا گیا جب ہم ان کے گھر گئے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ تیمارداری کے بعد ہم نے نماز مغرب شہدا مسجد اتفاق کالونی میں ادا کی اور اپنے گھر سرفراز کالونی میں آ گئے۔

رات گیارہ بجے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رات ۲ بجے کے قریب حافظ صاحب کا سانس خراب ہو گیا میں نے کہا ہسپتال لے جاتا ہوں حافظ صاحب کہنے لگے کہ ابھی دوائی کھائی ہے ٹھیک ہو

جائے گا۔ معمولی پریشر ہائی ہوا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹہ اسی تکلیف میں رہنے کے بعد کچھ افاقہ ہوا تو تھوڑی دیر کے لیے سو گئے پھر اپنے معمول کے مطابق نماز تہجد ادا کی میں ان کے کمرے میں ہی سو رہا تھا حافظ صاحب نے آواز دی کہ میری طبیعت ٹھیک ہے نماز پڑھنی ہی ہے تو آپ مجھے چوک نیائیں جامعہ محمدیہ لے جائیں ہم دوسری رکعت میں جا ملے عبدالرحمٰن بھائی اور عبداللہ بھائی بھی ساتھ تھے۔ حافظ صاحب نے سورہ الفاطر کی پہلی آیات سے درس دیا، بڑا ہی عمدہ درس دیا کس کو معلوم تھا کہ یہ درس حافظ صاحب کا اس مسجد میں آخری درس ہے درس کے فوری بعد ہم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر داخل ہوتے ہی حافظ صاحب مسند تصنیف پر بیٹھ کر لکھنے لگے کچھ دیر بعد جامعہ کا ٹائم ہوا تو حافظ صاحب جامعہ میں پڑھانے چلے گئے میں نے کہا رات بھر صحیح آرام نہیں ہوا تو آپ نہ جائیں۔ تو کہنے لگے میں ٹھیک ہوں حافظ صاحب جامعہ میں چلے گئے اور میں اپنے گھر لاہور چلا گیا۔

عشاء کے قریب بھائی جان عبدالرحمٰن ثانی سے میری فون پر بات ہو رہی تھی فون بند ہوتے ہی اچانک دوسرے ہی فون پر گھر سے فون آ گیا کہ ابوجی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے بول نہیں رہے جسم بھی حرکت نہیں کر رہا۔ پھر میں نے بھائی جان کو فون کیا انھوں نے کہا میں گوجرانوالہ جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا آپ وہیں رک جائیں شاید ابوجی کو لاہور لانا ہو پھر میں ان سے رابطے میں رہا میری ملاقات ان سے بدھ کے روز رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب شیخ زید ہسپتال میں ہوئی حفظہ اللہ حافظ صاحب کی بیماری کی خبر بڑی تیزی سے پھیل گئی وہاں پر عبدالرحمٰن بھائی، ماموں عبدالوحید ساجد صاحب، حافظ عبداللہ شرقپوری، اکرم صاحب حافظ صاحب کے داماد جہانگیر ارمغان وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب کو چیک اپ کرنے اور سٹی سکین کرنے کے بعد کمرے میں شفٹ کر دیا گیا، اگلے روز ۱۶ فروری جمعرات تھی جیسے جیسے لوگوں تک خبر پہنچتی رہی ویسے ویسے ہی لوگ ہسپتال تیمارداری کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے۔

زکریا بھائی جو کہ حافظ صاحب کے بھتیجے ہیں وہ بھی پہنچ گئے حافظ صاحب کی فزیوتھراپی کرتے رہے۔ حافظ صاحب تھوڑا تھوڑا محسوس کرتے اونچی آواز سے کوئی سلام کرتا جواب بھی دیتے اور پہچانتے جیسا کہ حافظ صاحب کے محلے کا آدمی عبدالرشید آیا اس نے سلام کیا اور پوچھا کہ میں کون ہوں تو حافظ صاحب نے کہا عبدالرشید۔ دن گزرتا رہا حافظ صاحب کی کمزوری بڑھتی رہی۔ ۱۷ فروری بروز جمعۃ المبارک کو حافظ صاحب کو قے آئی جس سے کمزوری اور بڑھ گئی اور رات کو دوبارہ سٹی سکین کروانے لے

گئے رپورٹ میں پتا چلا کہ فالج کا حملہ اتنا شدید تھا کہ دماغ کا آدھا حصہ بالکل سن ہو چکا ہے کمزوری میں مزید اضافہ ہوتا رہا اگلے روز ۱۸ فروری کو ڈاکٹروں نے کہا ان کو ICU میں منتقل کرنا ہے پھر اسی روز ICU میں منتقل کر دیا گیا، بڑی بے چینی سے دن گزرے میں صبح گھر سے ہسپتال آتا اور رات ۱۱ بجے تک ادھر ہی رہتا کبھی عبدالرحمٰن بھائی اور کبھی عبداللہ بھائی کو اپنے ساتھ گھر لے جاتا تاکہ نیند اچھی طرح پوری کرلیں صبح تازہ دم ہو کر ہسپتال آئیں گے لیکن گھر بھی صحیح طرح نیند نہ آتی ہر ہر لمحہ فون کر کے حافظ صاحب کی طبیعت دریافت کرتے اور ڈھیروں دعائیں دیتے۔

بھائی عبدالرحمٰن اور ماموں جان عبدالوحید ساجد صاحب کے فون ہر وقت مصروف رہے ان کے فون کی بیل استغفر اللہ استغفر اللہ والی لگی ہوئی تھی جو کہ دل میں کھبنے والی آواز تھی۔ اب بھی ان کے فون کی بیل سنتا ہوں تو ہسپتال والا منظر یاد آ جاتا ہے اسی طرح دن گزرتے رہے دل بے چین رہتا گھر بھی سکون نہ ہوتا ہسپتال جاتے تو وہاں بے چینی سے وقت گزرتا حتی کہ ۲۳ فروری بروز جمعرات ڈاکٹر نے بتایا کہ حافظ صاحب زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں۔ بے چینی اور بڑھ گئی اب کیا ہوگا ۲۵ فروری کو رات حافظ صاحب کے سانس لینے کی کیفیت تبدیل ہوگئی تو ۲۶ فروری کو جب حافظ صاحب کا وقت موعود آیا تو اس وقت میں ادھر ہی موجود تھا۔ جلدی سے ایمبولینس بلائی اور بھائی جان اور دوسرے لوگوں کو روانہ کر کے میں اپنے گھر جوہر ٹاؤن میں چلا گیا بچوں کے ساتھ نماز فجر کے بعد اپنے گھر سے گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوا جب ہم مرکز ابن عباس والی گلی میں داخل ہوئے تو عجیب سماں تھا ہر طرف لوگ ہی لوگ مصروف نظر آ رہے تھے کوئی سیکورٹی کا انتظام کوئی پارک میں صفوں کی لائنیں لگا رہا تھا تو کوئی چارپائی کو بانس باندھ رہا تھا لوگ دور دور سے جامعہ محمدیہ میں پہنچ رہے تھے جب حافظ صاحب کو غسل دے کر باہر لایا گیا تو اسی وقت چارپائی کو جناح پارک لے گئے تاکہ لوگ حافظ صاحب کا دیدار کریں جیسے ہی جنازہ کا وقت ہوا تو ایک دم جناح پارک جو کہ بڑا وسیع ہے لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا صفیں سیدھی ہوئیں پارک کے آس پاس والے گھروں کی چھتیں بالکونیاں عورتوں سے بھر گئیں ایسا دل کش منظر تھا کہ اسلاف کے جنازوں کی یاد تازہ ہوگئی پورے چار بجے جنازہ کا اعلان ہوا حافظ صاحب کے ساتھ ایک عورت کی میت تھی (جو کہ آصف صاحب ایشیا مسجد والے کی والدہ کی تھی) جس نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حافظ صاحب پڑھائیں ان کو کیا معلوم تھا کہ دونوں کا جنازہ اکٹھا ہوگا دونوں کا جنازہ حافظ عبد

السلام بھٹوی صاحب نے بڑی دل سوز آواز میں پڑھایا زیادہ رش ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب کا دیدار تمام لوگ نہ کر سکے جب رش زیادہ ہوا تو چارپائی کو جلدی اٹھایا اور قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے قبرستان بھی لوگوں سے بھرا ہوا تھا ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں حافظ صاحب کو سپرد خاک کر دیا گیا اس طرح علم و عمل کا یہ سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

وفات:

۲۶ فروری ۲۰۱۲ء بمطابق ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بوقت سحر سوا چار بجے قاری سفیان صاحب کا مجھے فون آیا کہ حافظ صاحب انتقال کر گئے ہیں إنا للہ و إنا إلیہ راجعون پھر مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کا فون آ گیا اور پھر میسج کا سلسلہ چل پڑا۔

۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶ فروری ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب پونے تین بجے سحری کے وقت حافظ صاحب نے وفات پائی۔ عبدالرحمٰن ثانی صاحب سے میں نے پوچھا حافظ صاحب کتنے بجے فوت ہوئے تو انھوں نے بتایا پونے تین بجے۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں: پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم اپنی کتاب ''گنج ہائے گرانمایہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''موت سے کسی کو مفر نہیں'' لیکن جو لوگ ملی مقاصد کی تائید و حصول میں کام کرتے ہیں، وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔''
>
> حافظ عبدالمنان محدث نور پوری رحمہ اللہ پر یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔

[(ہفت روزہ اہلحدیث ۱۶ مارچ ۲۰۱۲)]

فوتگی کی خبر ملنے کے وقت حالات:

میں نے وفات کی خبر سنتے ہی حافظ صاحب کے گھر جانے کا پروگرام بنا لیا، نماز فجر پڑھانے کے بعد میں فوراً حافظ صاحب کے گھر پہنچا تو وہاں ایک عجیب ہی سماں تھا۔ سارا محلہ ہی باہر نکل آیا تھا رات اپنی تاریکی لے کر جا رہی تھی صبح اپنی روشنی کے ساتھ طلوع ہو رہی تھی اور لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل کر حافظ صاحب کے گھر اکٹھے ہو رہے تھے۔ ہر آدمی افسردہ اور غمگین دکھائی دے رہا تھا۔ اور آہوں سسکیوں کی آواز تھی۔ رونے کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی آواز کو ضبط کر کے ہر کوئی إنّا للہ و إنّا إلیہ

راجعون پڑھ رہا تھا۔ واویلا ماتم آہ وفغاں کی بجائے ایک خاموش غم وحزن کی کیفیت بنی ہوئی تھی۔ ان لوگوں کو واویلا کرنے سے شریعت نے روکا ہوا تھا، یہ لوگ کتاب وسنت کے پابند تھے، إنّا للہ و إنّا إلیه راجعون کے ان کی زبان سے نکل رہے تھے۔ الذین اذا اصابتھم مصیبة کی عملی تصویر تھے۔

ماسٹر خالد صاحب کے آنسو تو رک ہی نہیں رہے تھے۔ مولانا صفدر عثمانی صاحب کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ قاری طیب بھٹوی صاحب بے بسی اور غم کے عالم میں ڈوبے ہوئے تھے۔

عبدالرحمن ثانی اور عبدالوحید ساجد صاحب دس بارہ دن ہسپتال میں ساتھ رہنے کی وجہ سے آنسو خشک کر چکے تھے۔ اور اب بغیر روح کے وجود کی طرح وہاں بیٹھ گئے تھے۔ گویا کہ حافظ صاحب کے ساتھ ان کی بھی جان نکل چکی ہے۔ اور پھر مسجد مکرم سے اساتذہ کرام کے ساتھ حافظ اسعد محمود سلفی صاحب بھی تشریف لے آئے۔

زور زور سے رونے اور اونچی اونچی آواز سے الفاظ نکالنے، واویلا اور ماتم کرنے سے قرآن و احادیث مانع تھے۔ ان کے احترام میں ہر کوئی خاموش رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مولانا مالک بھنڈر صاحب آئے تو ان کے رخسار اور داڑھی آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ اور اپنے استاذ مولانا رفیق صاحب سے گلے مل کر ہچکی بندھ کے روتے رہے اور دونوں ایک دوسرے کو صبر کی تسلی دیتے رہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں اکیلا ہی روتا رہا۔ مولانا عبداللہ سلیم صاحب تشریف لائے تو وہاں کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے۔ آنسوؤں کے خشک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی زبان بھی گنگ ہو گئی تھی، بولیں تو کیا بولیں، مجسمہ حیرت بنے کھڑے تھے۔ یہ کیا ہو گیا ہے یہ حالات دیکھ کر مجھے تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا خیال آنا شروع ہو گیا کہ یہ تو حافظ صاحب کی وفات پر لوگوں کا حال ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات پر صحابہ کا کیا حال ہوگا؟ وہ تو رسول اللہ ﷺ پر جان قربان کرنے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔

أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ . [صحيح بخاری]

مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد اسحاق چیمہ کی وفات پر کہا تھا:

بھتے روون گے دلاں دے جانی
تے ماپے گھٹ روون گے

میں آج مولانا کے کہے ہوئے یہی الفاظ حافظ صاحب کے لیے دہرا رہا ہوں، ان کے گھرانے کا دکھ ہے کہ ان کے سروں سے عظیم بزرگ کا سایہ اٹھ گیا۔ مگر ہزار تشنگان علم، علما، مدرسین، طلبا، خطباء، قائدین و زعما کا دکھ ہے کہ ایک عظیم الشان، صاحب بصیرت، صاحب عزیمت رخصت ہو گیا ہے جو غموں و دکھوں میں سہارا تھا، جس کی دعا پریشان حال کے لیے اطمینان کا باعث تھی، جس کا علم سائلین کے لیے شفا تھا۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: حافظ ممدوح مرحوم نے اپنی زندگی کی ستر بہاریں دیکھیں۔ ۲۶ فروری کو رات ۳ بجے وقت مقرر آ پہنچا یہ وہ وقت ہے، جب اللہ تعالیٰ عرش بریں سے آسمان دنیا پر نزول فرما کر اعلان کرتے ہیں:

«هل من مستغفر».

''ہے کوئی بخشش مانگنے والا۔''

تو ساری زندگی سحر گاہی میں اس پر لبیک کہنے والا بالآخر اسی وقت داعی جل کو لبیک کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

جدائی کا غم

بارہویں سالانہ تعلیم وتزکیہ پروگرام میں پروفیسر حافظ محمد ارشد صاحب نے حافظ نورپوری (رح کی سیرت وسوانح پر خطاب فرمایا اس میں انھوں نے کہا: ہمیں یہ علم نہیں تھا کہ حضرت حافظ صاحب کا تذکرہ بھی بڑی جلدی مرحومین میں ہونے لگے گا۔

مولانا عمران صاحب آف ظفروال مدرس جامعۃ الحرمین کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو حافظ صاحب کا نام لے کر کہنے لگے حافظ صاحب کی وفات ہمارے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ میں نے کہا: ہم صبر کے سوا کر بھی کچھ نہیں سکتے لیکن صبر بھی نہیں ہو رہا ہے کہ ہم علمی پیاس کس سے بجھائیں کس کے عمل کو دیکھیں کس کے پاس جائیں۔ کہ وہ ہمیں مسائل کا حل بھی بتائے اور وہ مخلص بھی ہو، اس کی مجلس ہمارے لیے باعث تسکین ہو۔ حافظ عمران صاحب کہنے لگے حافظ صاحب کے جنازے میں لوگوں کی کثرت تو

تھی ہی لیکن اصل چیز یہ تھی کہ حافظ صاحب کے جنازے میں علما، طلبا، مشائخ، موحد، باریش اور نیک لوگوں کی کثرت تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا جس میں لوگ روتے ہوں، اور ہر کسی کی زبان سے میت کے لیے دعائیں ہی نکلتی ہوں۔ ہر کوئی میت کے اوصاف کا تذکرہ کررہا ہو، اس کی خوبیوں کا ذکر کررہا ہو، اور اس کی خوبیوں میں یہ ضرور کہہ رہا ہو ایسا مخلص شخص نہیں دیکھا۔ یقیناً حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ ضرور بلند مقام عطا فرمائیں گے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد فرماتے ہیں: حضرت حافظ صاحب کی موت کا صدمہ ہر ہر اہل حدیث نے اپنے کسی بھی قریبی عزیز کی موت سے بڑھ کر محسوس کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے میں آج تک کہ جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں حضرت ثانی صاحب سے تعزیتی کلمات کہنے کی جرات اور حوصلہ نہیں کرسکا کہ میں ان سے کس طرح ان کے عظیم باپ کی وفات پر تعزیت کروں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد محترم کے جنت میں درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائے ان کے اہل خانہ کی حفاظت اور دستگیری فرمائے۔ آمین ثم آمین[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۲۹)]

حافظ ریاض عاقب صاحب فرماتے ہیں: میرے لیے حرمان نصیبی ہے کہ میں اتنے بڑے شیخ الحدیث سے باقاعدہ کتب احادیث بالاستیعاب پڑھ نہ سکا لیکن ان سے استفادہ اور اجازہ وسند حدیث کے حصول کا جو شرف میرے حصہ میں آیا وہ میرے لیے دنیا میں بڑی سعادت ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

حافظ صاحب کی وفات کے بعد اب یہ احساس دامن گیر ہو رہا ہے کہ ہم نے حافظ عبدالمنان نور پوری جیسے عظیم شیخ الحدیث، محقق دوراں، محدث زماں، علم وعمل، اخلاص واخلاق، سادگی اور خودداری کے پیکر سے کماحقہ فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی ان کے فیوض وبرکات سے اپنی علمی تشنگی دور کرسکے۔

ولقد صدق الله!

﴿فما تشاؤن الا ان يشاء الله رب العالمين﴾. [التکویر:۲۹]

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۱۴)]

غسل:

حافظ صاحب کے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: نماز ظہر کے بعد والد گرامی کو غسل دینے کا پروگرام تھا، نماز کے بعد زکریا بھائی، نبیل بھائی اور ماموں جی (مولانا عبدالوحید ساجد صاحب) اور خالو جی میں اور بھائی جان (حافظ عبدالرحمان ثانی صاحب) نے غسل دیا۔[(مجلّہ المکرّم "اشاعت خاص"، نمبر ۱۳صفحہ)]

جنازے کا اہتمام

[حافظ محمد عبداللہ شرقپوری صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ) کے چھوٹے بھائی حافظ فہد اللہ صاحب نے مجھے کہا: حافظ صاحب کے جنازے کے اہتمام کرنے والوں میں مَیں پیش پیش تھا، اس لیے میں آپ کو جنازے کی تمام روئیداد لکھ دیتا ہوں، آپ وہ اس کتاب میں شامل کر دینا، حافظ فہد اللہ صاحب کا یہ مضمون پیش خدمت ہے:]

۲۶ فروری ۲۰۱۲ء طلوع فجر سے پہلے گھر کے دروازہ پر دستک ہوئی۔ باہر نکلا تو دروازہ پر حافظ محمد عبداللہ شرقپوری صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کھڑے تھے۔ فرمانے لگے حافظ صاحب رحمہ اللہ فوت ہو گئے ہیں «إنا لله و إنا إليه راجعون» اس بات کا سننا تھا کہ گویا سکتہ طاری ہو گیا کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ راقم کا گھر حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ہے۔ گھر سے نکلا تو جسم پر کپکپی طاری ہو گئی چادر اور کوٹ لے کر دوبارہ باہر نکلا تو چوک میں پہنچا تو لوگ حافظ صاحب کے گھر کی طرف آ جا رہے تھے۔ ادھر ہی محمد بھائی اور بھائی خالد بھی پہنچے جو ایسے غم کے ساتھ رو رہے تھے کہ مجھ پر طاری سکتہ ٹوٹ گیا اور آنسوؤں کا ایسا سیل رواں جاری ہوا کہ جسے ہم زندگی بھر بھلا نہ سکیں گے۔

حافظ محمد عبداللہ شرقپوری صاحب مجھے حکم فرماتے ہیں کہ مسجد قدس اہلحدیث المعروف حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ والی میں اعلان کر دو۔ جب میں مسجد پہنچتا ہوں تو میری کیفیت ہی بدل گئی یہ تو مسجد وہ مسجد ہے جس میں حافظ صاحب زندگی بھر نماز عشاء کے بعد حدیث کا درس دیتے رہے۔ اور مولانا شیخ الحدیث عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے بیمار ہونے سے پہلے تک روزانہ فجر کے بعد درس اور جمعۃ المبارک کا خطبہ اسی مسجد میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ۱۹۹۷ء میں مَیں راقم شدید بیمار ہوا آپریشن کے بعد گھر پہنچا تو حافظ صاحب جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے دوسرے خطبہ کے آخر میں میرے لیے خصوصی دعا فرمائی اللہ نے مجھے صحت عطا فرمائی۔ الحمدللہ

اب مسجد کے چاچا عاشق صاحب جو فجر کی اذان کہتے ہیں نے جب مجھے اذان سے پہلے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اعلان کے لیے آیا ہوں سپیکر چالو کر دیا۔ اب ایک نظر منبر پر پڑتی تو دوسری نظر اس (پھٹی پر) جس کے اوپر اپنی زندگی کے آخری ایام میں حافظ صاحب رحمہ اللہ جمعہ کے دن فجر کے بعد قرآن مجید رکھ کر درس ارشاد فرمایا کرتے تھے اور نماز عشاء کے بعد صحیح بخاری رکھ کر درس حدیث کیا کرتے ہیں۔ اس مصلے پر بھی نظر پڑتی جس پر امامت فرمایا کرتے تھے آج سب کچھ اداس اداس ہے۔ اور آیا ہوں میں اعلان کرنے کے لیے۔ اپنے آپ کو حوصلہ دے کر میں نے اعلان شروع کیا۔

السلام علیکم (کے بعد)

حضرات ایک بڑے غم کا اعلان ہے سماعت فرمائیں! حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں «إنا لله و إنا إليه راجعون» پھر دوبارہ جب اعلان شروع کرتا ہوں تو ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور اعلان نامکمل رہ جاتا ہے۔ پھر حافظ صاحب کے گھر کے قریب پہنچ جاتا ہوں ہر طرف سے خبر ملتے ہی لوگ آنا شروع ہو گئے۔ ہمارے محلے میں فجر سے پہلے کا منظر کچھ یوں ہوتا ہے کہ پہلے حافظ عبدالمنان صاحب جامعہ محمدیہ میں درس کے لیے جاتے تھے۔ تو قاری طیب بھٹوی صاحب مسجد تکبیر میں اور حافظ عمران عریف صاحب مسجد الفتح میں اور حافظ زکریا صاحب مسجد الرشید میں۔ لیکن آج منظر ہی بدل گیا کسی نے جانا تو کیا تھا بلکہ لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں۔

اب فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے جب مسجد قدس اہلحدیث المعروف حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ والی قاری طیب بھٹوی صاحب فجر کی امامت کرواتے ہیں تو ان کے رونے کی آواز اس طرح آتی ہے کہ گویا ان کا سب کچھ لٹ گیا ہے برے بڑے پتھر دل جو اپنے پیاورں کی وفات پر نہ رونے والے آج بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ نماز کے بعد قاری طیب صاحب نے مختصر درس دیا جس میں صبر سے متعلق نصیحت کی۔ حافظ صاحب کے شاگرد اور محبت کرنے والے تو دنیا بھر میں موجود ہیں اب ان تک اطلاع پہنچانا اور جنازہ کا وقت بتانا بہت ضروری تھا۔ جس کے لیے اور کچھ نہ کر سکے صرف فون کا استعمال ہوا جو لوگوں نے کیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مدینہ میسج سروس جو اسلامی میسج کی سروس ہے کو استعمال کیا گیا۔

لوگوں کا ہجوم حافظ صاحب کے گھر کے باہر جمع ہے لیکن ابھی جسد اطہر نہیں آیا کیونکہ حافظ

صاحب لاہور شیخ زید ہسپتال میں فوت ہوئے تھے۔ سورج کی کرنیں طلوع ہونے سے پہلے مرکز ابن عباس کے قریب سے گزرتی ہوئی FIF کی ایمبولینس اس عظیم ہستی کو لے کر آ رہی ہے جس نے ساری زندگی کتاب وسنت کا نور پھیلایا۔ گاڑی حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر کے دروازے کے سامنے آ کر رکتی ہے۔ پچھلا دروازہ کھلتا ہے حافظ زکریا گاڑی کے اندر جاتے ہیں حافظ صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں پھر حافظ صاحب کا جسد خاکی گاڑی سے اتار کر گھر میں صحن کے اندر رکھی ہوئی چارپائی پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مولانا عبدالوحید ساجد صاحب با آواز بلند سب غیر محرموں کو باہر جانے کا کہتے ہیں اور ساتھ ہی عورتوں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

اب جنازے کی تیاری کے حوالے سے بہت بڑا کام تھا۔ ۴ بجے جنازے کا وقت طے پاتا ہے اور جناح پارک میں طے پاتا ہے۔ یہ وہی پارک ہے جہاں ہر سال حافظ صاحب عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھاتے تھے۔ آج اسی پارک میں ان کے جنازہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ حافظ عبداللہ شرقپوری صاحب جو مسجد قدس اہلحدیث کے خطیب بھی ہیں ان کے ساتھ حافظ زکریا صاحب دیگر رفقاء کے ساتھ کارکن ہنگامی میٹنگ بلاتے ہیں اب صورتحال یہ تھی کہ وقت بہت کم تھا اور کام بہت زیادہ اس مشکل صورتحال میں جماعۃ الدعوۃ کے رضا کار اپنا سب کچھ لے کر حاضر ہیں۔

کام کی تقسیم

❶ صف بندی	فہداللہ
❷ وضوء کا انتظام	محمد بھائی
❸ سیکیورٹی	عمران بھائی
❹ سپیکر	خالد بھائی
❺ قبر کی تیاری	ڈاکٹر ادریس صاحب
❻ آخری دیدار	فہد، عبدالرزاق، سمیر بٹ
❼ قبر تک لے جانا	راحیل، فہد، دیگر ۱۴ ذمہ دار
❽ تدفین	ڈاکٹر ادریس ودیگر کارکنان

پارک کے اندر سب سے پہلا کام تھا صف بندی کا اس کی ذمہ داری راقم کو دی جاتی ہے۔ چونکہ

یہ کام مشکل بھی تھا اور بہت بڑا بھی میرے ساتھ معاونین میں راحیل لون، قاسم صاحب، سلمان بھائی اور کارکنان جماعۃ الدعوۃ اور طلبا جامعہ محمدیہ نے بھرپور تعاون کیا۔ صف چونکہ چونے سے بنائی جانی تھی اور ابھی دو کانیں بند تھیں خرم بھائی عثمان نے ٹریڈرز والے کو فون کیا انھوں نے اپنے ملازم کو بھیجا جو آ کر ہمیں دو تھیلے چونا دے گیا۔ عتیق الرحمٰن بھائی گاڑی میں رکھ کر لائے کام شروع ہوا تو یہ دو تھیلے آٹے میں نمک کے برابر ثابت ہوئے۔ بعد میں ہم سرفراز کالونی کے رہائشی عرفان بٹ کی فیکٹری میں گئے۔ ہم نے ۵ تھیلے چاک مٹی کیا کہا تو انھوں نے دس تھیلے ریڑھے پر رکھ کر بھیج دیے جب ہم نے پیسے دینے چاہے تو کہنے لگے کہ حافظ صاحب یہ ہمارے لیے سعادت کی بات ہے کہ آپ نے ہمیں نیکی کا موقع دیا۔

پارک میں صفیں بن رہی تھیں جب ۴/۳ کے قریب صفیں بن گئیں تو ذہن میں خیال آیا کہ کافی ہیں لیکن بھائی لگاتے گئے۔ اور جنازے کے بعد پتا چلا کہ یہ پارک تو تھوڑی جگہ لوگ تو سڑک کے اوپر بھی جنازہ ادا کر کے گئے ہیں۔ دوسرا اہم کام عوام کے جم غفیر کا جمع ہونا تھا اس کے لیے سیکیورٹی کا انتظام کرنا تھا۔ عمران بھائی جو سیکیورٹی کے انچارج ہیں سرفراز کالونی کے انھوں نے ضلعی سیکیورٹی کے ساتھ مل کر اہم ترین انتظام کیے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

وضوء کا نظام حافظ محمد بھائی کے ذمہ تھا جب راقم ان کے ساتھ سرفراز کالونی میں واقع یاسر پلاسٹک والوں کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ وضو کے لیے جگ دیں انھوں نے اوپر گودام سے منگوا کر دیے جب ہم نے پیسے دینا چاہے تو وہ جذباتی ہو گئے اور کہنے لگے کہ حافظ صاحب ہمارے بھی کچھ لگتے ہیں۔ یہ تھی محبت علاقے کے لوگوں کو حافظ صاحب سے۔ پھر سپیکر کا انتظام خالد بھائی ابوالحدید بھائی کرتے ہیں۔ مقامی انتظامیہ حافظ عبداللہ، میاں اکرم، میاں غلام رسول، ماسٹر اقبال و دیگر ذمہ داران کے ساتھ ساتھ جماعۃ الدعوۃ ضلع گوجرانوالہ کے مسئول فیاض بھائی بھی بھرپور نگرانی کر رہے تھے۔

قبر کی تیاری کے حوالے سے ڈاکٹر ادریس صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر مصروف تھے۔

آخری دیدار کے لیے لوگ دور دراز سے آ رہے تھے۔ تقریباً اڑھائی بجے ۲/۲/۱ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جسد خاکی جنازہ گاہ پہنچ چکا تھا لوگ دیدار کر رہے تھے اس کے لیے مکمل انتظام کیا گیا تھا۔ راقم کی ذمہ داری اب آخری دیدار کی تھی۔ میرے ساتھ جماعۃ الدعوۃ کے رضا کار لمبی قطار بنائے کھڑے

تھے۔ پھر نماز عصر کا وقت ہوا لوگوں نے جامعہ محمدیہ، مسجد ابن عباس میں نماز عصر ادا کی۔ نماز عصر کے بعد ۴ بجے جنازہ کا وقت تھا اور لوگوں نے دور دراز سے آنا تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاید کسی کا انتظار کریں وقت آگے کر دیں، لیکن زندگی بھر وقت کی پابندی کرنے والے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جنازہ بھی بھر وقت ادا ہوا۔ نماز جنازہ کی امامت حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے کی۔ پہلی صف کے اندر حافظ عبدالرحمٰن ثانی اور حافظ عبداللہ نورپوری کے درمیان تھوڑی سی جگہ مجھے میسر آئی۔ نماز جنازہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی ہر طرف آہوں اور سسکیوں کی آواز میں دل سوز دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

میرے ذہن میں خیال آیا لوگوں نے دور دراز سے آنا ہے ہوسکتا ہے وقت آگے کر دیں لیکن زندگی بھر وقت کی پابندی کرنے والے حافظ صاحب کا جنازہ بھی پورے وقت پر ہوا۔

جنازہ کے بعد آخری دیدار

عوام کے ٹھاٹھے مارتے سمندر کے سامنے انتظام تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اللہ نے سب کچھ بچایا اور ہماری لاج رکھ لی۔ عصر سے مغرب تک مختصر وقت میں آخری دیدار اور تدفین کا کام تھا جو ہماری سوچ سے بالاتر تھا لیکن اندازے کے مطابق اگر سارے لوگ دیدار کرتے تو شاید کئی دن لگ جاتے۔

حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب اور عبدالوحید ساجد صاحب کے مشورے سے حافظ صاحب کا جسد خاکی اٹھا لیا جاتا ہے اب ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ کندھا دے۔ اس لیے ابوہریرہ بھائی نے چارپائی کے ساتھ ۲ لمبے لمبے بانس باندھ کر لوگوں کو موقع فراہم کیا۔ اب پارک کے مین گیٹ سے نکل کر جی ٹی روڈ مین بازار ہاشمی کالونی سے قبرستان ہاشمی کالونی پہنچ جاتے ہیں۔ قبرستان پہنچ کر آخری دیدار کے لیے آئے ہوئے لوگ اب مزید زور لگاتے ہیں اس دوران ایک دھکا راقم کو پڑتا ہے جس میں جنازے والی چارپائی کا پایہ جو راقم کے ہاتھ میں تھا ٹوٹ جاتا ہے اور راقم نڈھال ہو کر قریب بیٹھے حافظ صاحب کے داماد نبیل صاحب کے پاس بیٹھ جاتا ہے میرا بھتیجا حافظ محمد مجھے پانی پلاتا ہے جس سے طبیعت سنبھلتی ہے۔ اس کے ساتھ تدفین کے بعد حافظ اسعد محمود سلفی صاحب دعا کراتے ہیں اور لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اہلیان گوجرانوالہ اداس ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتے ہیں چمن میں دیدہ ور پیدا

گوجرانوالہ میں ہماری زندگی کا بہت بڑا جنازہ عوام کا جم غفیر لیکن کوئی نماز ضائع نہیں ہوئی فجر، ظہر، عصر، جنازے سے پہلے اور تدفین کے بعد مغرب اور عشاء وقت پر پڑھی گئیں۔ ایک آدمی جو بے نمازی تھے حافظ صاحب کا جنازہ دیکھ کر رو کر کہنے لگا کہ ہمارے علاقے میں اتنی بڑی ہستی لیکن ہماری بدقسمتی ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکے اور ان کا درس نہیں سن سکے۔

آخری سفر حافظ صاحب کے ساتھ

جامع مسجد القادسیہ میں شب تربیت پروگرام تھا جس میں راقم حاضر تھا۔ صبح فجر کے بعد حافظ صاحب کا درس تھا راقم ابوبکر بھائی کے ساتھ حافظ صاحب کو لینے ان کے گھر حاضر ہوا۔ پھر درس کے بعد حافظ صاحب کے ساتھ واپس آیا۔ آپ بڑی خوش مزاجی سے سفر کرتے تھے دوران سفر بوریت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

أللّٰهم اغفرله وارحمه.

آج ہاشمی کالونی کے قبرستان میں جہاں حافظ صاحب کی قبر ہے جب جانا ہوتا ہے تو قبر کے پاس خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ایک جنازہ جا رہا تھا دوش پر تقدیر کے

[مولانا سمیع اللہ طاہر صاحب مجھے کہنے لگے: حافظ صاحب کے جنازے میں نظم ونسق کے حوالے سے ہم نے کافی محنت کی ہے، اس معاملہ میں کافی چیزیں میرے مشاہدہ میں ہیں، میں آپ کو وہ لکھ دیتا ہوں۔ ان کا یہ مضمون حاضر خدمت ہے۔]

علمائے حق اگر بقید زیست ہوں تو ان کی ذات اور بات دونوں ہی ایک ایسے چراغ کی مانند ہوا کرتی ہے جس سے ہزاروں چراغ روشن ہوا کرتے ہیں۔

اور جب کبھی رب تعالیٰ کی طرف سے سناؤنی آ جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

ہر دل مغموم اور چہرہ مسموم نظر آتا ہے، کچھ ایسی ہی بپتا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی ہے۔ جن علمائے دین کا تذکرہ کتابوں میں دیکھا اور استادوں سے سنا حافظ صاحب اس کی ہو بہو تصویر تھے۔ فقر واستغنا کا مجسمہ، علم وعمل کا پیکر حدیث وفقہ کا گنجینہ، غیرت وحمیت کا آئینہ، ایثار واستقامت میں ڈھلا ہوا وجود، اور محال کہ لب خندہ سے کسی کے خلاف کلمہء استخفاف ہو۔

یہ وہ اوصاف حمیدہ ہیں جن سے حافظ صاحب کی شخصیت متشکل ہوتی اور مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ وحافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے علم وعمل کی ضوفشانی سے منور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ تادم مرض الموت قال اللہ وقال الرسول کی صدائے بلند کرتے نظر آتے ہیں۔

جنازہ:

۲۶ فروری ۲۰۱۲ اتوار کی صبح اپنے دامن میں ڈھیروں غم لے کر آئی جسے ہم حافظ صاحب کی وفات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ جاں گسل غم اور اہل علم کے لیے صدمہ تھا جسے آج تک ہم بھول نہیں پائے۔ پرفتن دور میں اور مشکل ترین دور میں کتاب وسنت کی اپنے انداز میں خدمت کا اجر تو یقیناً اللہ کے پاس ہے لیکن با آسانی اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حافظ صاحب کے مفصل حالات زندگی تو آپ

اس کتاب میں پڑھیں گے جبکہ میں تو جنازہ کی بابت کچھ باتیں اپنے مشاہدے اور حافظے کی معرفت یہاں ذکر کر رہا ہوں۔

۱۔ چونکہ حافظ صاحب کا جنازہ بعداز نماز عصر طے پایا تھا، اس لیے بیشتر عوام اور خواص نماز عصر سے پہلے ہی جناح باغ سمیت مرکز ابن عباس اور جامعہ محمدیہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ مرکز ابن عباس کی کیفیت جو میں نے دیکھی وہ کچھ یوں تھی کہ تمام کا تمام مرکز ہی علما اور طلبا سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور ہر عالم دوسرے عالم سے گلے لگ کر رو رہے تھے اور موصوف کی مغفرت و درجات کی بلندی کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ جیسے یہ موت ان کے کسی قریبی کی ہے۔ (فی الواقع حافظ صاحب کی وفات کا صدمہ اعزہ اقارب کی موت سے بھی گہرا تھا کیونکہ "موت العالم موت العالم"

مرکز ابن عباس کی فضا تو اس وقت ہچکیوں کی نذر ہو گئی جب مولانا عبداللہ نثار صاحب حفظہ اللہ جنازے کا اعلان کرنے لگے۔ مگر ابھی حافظ صاحب کا نام ہی لے پائے تھے کہ آواز رندھ گئی، ہمت جواب دے گئی اور آپ نے ہچکی لے کر رونا شروع کر دیا اور اعلان مکمل نہ کر پائے۔

۲۔ گراؤنڈ اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود آج تنگی داماں کا شکوہ کر رہی تھی، گراؤنڈ میں جابجا یہ پوسٹر اور بینرز دیکھنے کو ملے جس میں حافظ صاحب کی وصیت کے الفاظ درج تھے کہ تصویر کشی نہ کی جائے۔ اور حافظ صاحب رحمہ اللہ کی چارپائی کے اردگرد جو لڑکے ڈیوٹی پر مامور تھے انھوں نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور یہی وجہ ہے کہ اخبارات اور ٹیلی ویژن میں جو خبریں وفات کی نشر ہوئی ان میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تصویر نہیں تھی۔ چند ایک لوگوں نے خفیہ طور پر بنانے کی کوشش کی مگر ساتھ ہی انہیں سختی سے منع کر دیا گیا۔

ایک ساتھی جو کہ غسل کے وقت موجود تھے بتا رہے تھے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جسم بالکل نرم اور تروتازہ تھا۔ اور جب حافظ صاحب کو گراؤنڈ میں آخری دیدار کے لیے لایا گیا تو اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ بالکل تروتازہ اور کھلا ہوا چہرہ گویا گلاب کو سفید لباس میں لپٹا دیا ہو۔ نماز جنازہ سے قبل چارپائی کی طرف آنے والا داخلی راستہ بند کر دیا گیا تھا جس سے بہت سارے لوگ دیدار سے محروم رہ گئے۔ حقیقت بات ہے کہ اگر یہ سلسلہ بند نہ کیا جاتا تو شاید رات ہو جاتی مگر ہم تدفین نہ کر پاتے۔ بہرحال مجھے ایک دوست میاں عتیق الرحمٰن صاحب کا فون آیا کہ رش بھی ہے جبکہ تمام

راستے بند ہیں، ہم چند ساتھی جن میں بورڈ آف ایجوکیشن گوجرانوالہ کے افسر اور ساتھی شامل ہیں زیارت کے متمنی ہیں کوئی سبیل پیدا کی جائے۔ میں انھیں خود جا کر اندر لے آیا اور انھوں نے آخری دیدار کیا، جبکہ مجھے ڈھیروں دعائیں دیں اور شکریہ ادا کیا۔ میں نے کتنے ہی سرکاری افسران اور سرکاری لوگ دیکھے جو صف اول میں کھڑے تھے جن میں ایم این اے گوجرانوالہ جناب عثمان ابراہیم بھی شامل ہیں۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے جنازہ کی امامت بھی کروائی اور قبر مبارک پر سب سے پہلے مٹی ڈالی۔ نماز جنازہ کے دوران ہر شخص رو رہا تھا اور اپنے رب کے حضور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی مغفرت اور درجات بلندی کی دعائیں کر رہا تھا۔ جنازہ سے فراغت کے بعد ہر شخص کی کوشش اور خواہش تھی کہ چارپائی کو کندھا دینا نصیب ہو جائے۔ اس ضمن میں چارپائی کو لمبے بانسوں کے ساتھ باندھا گیا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں۔ لیکن اس کے باوجود کیفیت یہ تھی کہ جنازہ کندھوں کی بجائے ہاتھوں پر خود بخود آگے کی طرف سفر کر رہا تھا۔

گویا ایک جنازہ جا رہا تھا دوش پر تقدیر کے

گراؤنڈ سے قبرستان تک چند منٹوں کا سفر تقریباً آدھے گھنٹے میں طے ہوا۔ حافظ صاحب کی چارپائی کو اٹھانے والوں میں زیادہ طلبا کی تعداد تھی جن میں خصوصاً بخاری کلاس کے وہ طلبا جو امسال حافظ صاحب سے درس بخاری لے رہے تھے اور یہ رنج ان کے چہروں سے عیاں ہو رہا تھا کہ وہ حافظ صاحب رحمہ اللہ سے اپنے اسباق مکمل نہیں کر پائے۔ قبرستان میں ہمیں علاقے کے ایک شخص نے بات سنائی کہ میں پراپرٹی ڈیلر ہوں اور اس ضمن میں اکثر حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پاس جب کوئی شخص آتا تو مجھے یاد فرماتے، حافظ صاحب ہم دونوں کو آمنے سامنے کر کے کہتے لینے والا جانے اور دینے والا جانے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اور لینے والے کو اس میں منافع اور برکت بہت زیادہ ملتی۔ یہ ایک ضمناً واقعہ ذہن میں آ گیا تو یہاں ذکر کر دیا۔ قبرستان میں جب چارپائی لے کر آئے تو بہت سارے لوگوں کا اصرار تھا کہ چارپائی بانسوں سے الگ کر دی جائے اور چارپائی ہی کو آگے لے جایا جائے۔ اور جو لوگ زیارت نہیں کر سکے وہ زیارت بھی کر لیں، لیکن یہ کام ہم نے صرف اس لیے نہیں ہونے دیا کہ اس سے نظام میں خلل اور مشکلات پیش آنی تھی۔

میں اور جامعہ التربیۃ الاسلامیہ اہلحدیث کے مدیر مولانا شہباز شاکر صاحب نے اس لحاظ سے چارپائی اور تدفین کے عمل کو کافی کنٹرول کیا۔ تدفین کے بعد بھی بہت سارے علمائے کرام اور بزرگوں کو میں نے قبر پر مٹی ڈالنے کا موقع دیا۔ کیونکہ اکثر علما اور بزرگ انتہائی تھک چکے تھے اور ہمت نہیں تھی کہ رش میں داخل ہو کر مٹی ڈال سکیں اس لیے مولانا شہباز شاکر صاحب میں نے جب تک مکمل لوگوں نے مٹی نہیں ڈال لی ہم نے اگلا کام نہیں ہونے دیا۔ اس کے بعد مولانا حافظ اسعد محمود سلفی صاحب کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ وہ دعا فرمائیں، قبر پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام موجود تھا مگر وہ کسی وجہ سے خراب ہو گیا اس لیے حافظ اسعد محمود سلفی صاحب نے ویسے ہی دعا کی، یہاں بھی شاید ہی کوئی چہرہ ہوگا جو مغموم نہ ہو، شاید ہی کوئی آنکھ ایسی ہو جو اشکبار نہ ہو، شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جس پر دعا نہ ہو، انہی لمحات میں محدث العصر، ولی کامل، علم وحکمت کے موتی بکھیرنے والا درویش حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ واسعۃ اپنے پیچھے بے شمار علما طلبا کو سوگوار چھوڑ کر آسودہ لحد ہوئے۔

معذور ہو تو خاک سے پوچھوں اے لئیم
تو نے وہ گنج پائے گراں مایاں کیا کیئے

سمیع اللہ طاہر
گلی نمبر ۵ محلّہ گلشن آباد گوجرانوالہ
03066632662

جنازے کا منظر:

مولانا مجیب الرحمٰن سیاف فرماتے ہیں: جنازے کا منظر ایسا تھا کہ شورش کاشمیری کی نظم کا ایک حصہ یاد آیا جو انھوں نے امام الہند ابوالکلام آزاد کے بارے میں کہی تھی:

یہ کون اٹھا کہ دیر وکعبہ شکستہ دل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہنچے عوام پہنچے
تیری لحد پہ خدا کی رحمت تیری لحد کو سلام پہنچے

بلا امتیاز ہر فرقہ کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے جناح پارک بالمقابل جامعہ محمدیہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا پارک کے تین اطراف لنک روڈ دائیں طرف جامعہ محمدیہ کی وسیع

گراؤنڈ، بائیں طرف مرکز ابن عباس جو کہ مولانا عبداللہ نثار صاحب کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ اسی طرح مسجد عائشہ پارک کی بائیں جانب بریلوی مکتب فکر کی ہے سب جگہیں پر تھیں پارک کے سامنے جی ٹی روڈ اور اس کے پار مشرق کی جانب بھی لوگوں کی صفیں تھیں لوگوں کا اس قدر ہجوم حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی اللہ کے ہاں اور بندوں میں مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللهم اغفرله و لنا یا رب العالمین و ارفع درجته فی المهدیین و ادخله الجنة مع الصلحاء والنبیین...... آمین یارب العالمین

[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۹۰)]

مولانا عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: "ہمارے اور غیروں کے جنازے ہمارے اور ان کے درمیان واضح فرق ہیں"

[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۹۲)]

کتنے ہی ایسے جنازے دیکھے جن میں حضرت محدث نورپوری شریک ہوئے پھر آپ کو وہاں اظہار خیال کی درخواست بھی کی گئی لیکن آپ نے کبھی اپنے تاثرات بیان نہیں کیے۔ لواحقین نے یہ فیصلہ کیا حافظ صاحب کے جنازے میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے تو جو وہ خود اپنی دنیاوی زندگی میں پسند نہیں کیا کرتے تھے۔ محدث نورپوری رحمہ اللہ نے کبھی اپنی زندگی میں تصویر بنائی اور نہ ہی ویڈیو پھر یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ عام جنازوں کی طرح آپ کے جنازے میں تصویر نہیں بنائی جائے گی اور نہ ہی ویڈیو، جس کے لیے جگہ جگہ یہ بینرز لکھ کر لگا دیے گئے کہ "حضرت حافظ صاحب کے چہرے کی تصویر اور ویڈیو بنانا منع ہے" اور پھر اس پر بھی سختی کے ساتھ عمل کروایا گیا۔ پارک کے دونوں اطراف میں لنک روڈ، جامعہ محمدیہ کی وسیع گراؤنڈ، مرکز ابن عباس اور بریلوی مسلک کی مسجد عائشہ اور پارک کے مشرق کی جانب لنک روڈ، اور جی ٹی روڈ کے پیچھے تک ان لوگوں کا ہجوم تھا۔ جو آپ کو خراج تحسین پیش کرنے آئے ہوئے تھے۔

[(مجلہ المکرم "اشاعت خاص" نمبر۱۳ صفحہ ۹۳)]

مرد تو مرد عورتوں کی ایک کثیر تعداد گھروں کی چھتوں پر موجود اس روح پرور منظر کو دیکھ رہی تھی اور اطلاعات کے مطابق بہت سی عورتوں نے پارک کی متصل مساجد میں جنازے میں شرکت بھی کی۔

جونہی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو آخری دیدار کے لیے لوگ بیتاب نظر آئے ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ وہ آخری دیدار کرلے۔ وقت کی کمی کے باعث بہت سے لوگ یہ حسرت لیے واپس لوٹ

آئے۔ پہلے جنازے کے بعد پھر لوگوں کی مسلسل آمد کی وجہ سے دوبارہ پھر نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

مولانا عظیم حاصل پوری فرماتے ہیں: دور دراز کے سفر کر کے آئے جنازے میں شریک ہونے والے افراد کے لیے انتظامیہ جامعہ محمدیہ نے ان کے لیے جامعہ محمدیہ میں ہی کھانے کا بندوبست بھی کیا۔[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۹۵)]

مولانا عثمان اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: تاریخ جہاں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازوں کی روح پرور کیفیات احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ وہاں اہل اللہ کے جنازے بھی تاریخ کی روشنی میں اہل علم سے مخفی نہیں۔ دمشق کی تاریخ میں صلاح الدین ایوبی کے جنازے میں اہل دمشق کی خواتین نے جو آہ و بکا کی تھی کہ جس سے دمشق کی زمین کانپ اٹھی تھی۔ اسی طرح شیخ محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری کے جنازے کی وہ عظمت کہ جو آج بھی اہل علم کے لیے باعث افتخار ہے۔

مولانا جعفر تھانیسری اور یحییٰ علی کے جنازوں کی کیفیت کہ جنھوں نے دیار غیر میں غیروں کو بھی رلا دیا تھا۔ اسی طرح شیخ صالح اور شیخ ابن باز کے جنازوں کی کیفیت کہ جس پر اہل علم کے دل کس کس طرح نہیں تڑپے اور روئے۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے الفاظ کہ ہمارے اور اہل دنیا کی عظمت کا فرق ان کے جنازوں سے ظاہر ہے کیوں نہ یاد آئیں۔ اور ہر ایک کی زبان پر عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرح یہ الفاظ کیوں نہ ہو اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذَالِكَ الْمَيِّت کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا

[(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۳۷)]

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں:

جنازہ کیا تھا؟ ﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ کا مصداق خلق رب العالمین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو اس بندہ خدا کی خلق خدا کے دلوں پر حکومت کا اعلان کر رہا تھا۔ بيننا و بينكم يوم الجنائز

[(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

ابن بشیر الحسینوی الاثری فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ پورے پاکستان سے شیوخ الحدیث حافظ صاحب کے جنازے میں موجود تھے اور غمگین تھے۔ میں نے کرسی پر بیٹھے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کو پریشان کن حالت میں دیکھا وہ کچھ سوچ و فکر میں مصروف تھے۔ حافظ صاحب کی جدائی کے صدمہ میں مبتلاء تھے۔ میں نے استاد محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کو دیکھا وہ بھی اپنے استاد محترم کے غم میں کافی پریشان تھے اور ان میں چلنے کی ہمت نہیں تھی بلکہ جامعہ امام بخاری سرگودھا کے طلبا کے سہارے

چل رہے تھے۔ میں نے محترم قاری ادریس ثاقب (مدیر جامعۃ الامام محمد بن اسماعیل البخاری گندھیاں اوتاڑ) کو دیکھا ان کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی، اور کافی پریشان تھے، میں نے شیخ عبدالرحمن ضیاء شیخ الحدیث جامعہ شیخ الحدیث ابن تیمیہ لاہور کو دیکھا وہ وہ اپنی زبان سے إنا لله و إنا إليه راجعون پڑھ رہے اور اپنے محبوب استاد کی جدائی میں غمگین تھے ساتھیوں نے بتایا کہ شیخ الحدیث عبداللہ امجد چھتوی حفظہ اللہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ کا چہرہ دیکھنے کے لئے کوشش کر رہے تھے کافی ساتھی ان کے ارد گردان کی حفاظت کے لئے بھی موجود تھے لیکن اس کے باوجود شیخ چھتوی حفظہ اللہ چہرہ کا آخری دیدار نہ کر سکے بلکہ رش اس قدر تھا کہ چھتوی صاحب کافی پریشان ہو گئے اور جلدی سے انہیں رش سے باہر نکالا گیا۔

راقم نے خود کوشش کی لیکن ناکام رہا، لوگوں کی کثرت کی وجہ سے۔ بعض طلبا نے مجھے بیان کیا کہ رش کی وجہ سے ہمارا سانس بند ہونے لگا تھا جب ہم شیخ رحمہ اللہ کے چہرے کا دیدار کرنے لگے۔ جن ساتھیوں نے شیخ نورپوری رحمہ اللہ کے چہرے کا آخری دیدار کیا وہ بتاتے ہیں شیخ رحمہ اللہ کا چہرہ بہت ہی خوبصورت بارونق اور ہشاش بشاش تھا جیسے وہ سکون واطمینان سے سوئے ہوئے ہوتے ہیں اللهم أدخله جنة الفردوس . آمین [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۱۸۴)]

مولانا محمد داؤد آف گوجرہ (ہم زلف حافظ نورپوری) فرماتے ہیں: اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ گوجرانوالہ کی تاریخ میں ایسا عظیم جنازہ کبھی نہیں ہوا جنازے کا عظیم اجتماع حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ کی عظمت اور مقبولیت کا آئینہ دار تھا۔ [(مجلہ المکرم ''اشاعت خاص'' نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۹)]

متعدد جنازے:

حافظ عبدالسلام زاہد گوجرانوالہ فرماتے ہیں: یہاں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ طے شدہ نماز جنازہ کے بعد اس جگہ مزید دو جنازے اور ادا کیے گئے۔ چونکہ دن غروب ہونے میں وقت تھوڑا تھا اس لیے تدفین کیلئے ہاشمی کالونی قبرستان میں حضرت کے جسد خاکی کو لے جایا گیا تدفین کے بعد راقم نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کی جامع مسجد میں نماز مغرب ادا کی میں وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ محترم المقام جناب حاجی محمد یعقوب صاحب حفظہ اللہ تشریف لائے اور فرمایا مفتی جماعت شیخ الحدیث حضرت حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ ابھی تشریف لائے ہیں جنازہ نہیں پڑھ سکے آپ ہمارے ساتھ قبر پر چلیں۔ اور ہمیں قبر کی نشاندہی کریں تاکہ ہم جنازہ پڑھ لیں راقم حاجی صاحب مفتی صاحب اور معروف عالم دین کئی کتابوں کے

مؤلف حضرت مولانا عبدالخالق صاحب آف کویت قبرستان پہنچے تو ہم سے پہلے کچھ لوگ قبر پر جنازہ پڑھ کر واپس آ رہے تھے جب ہم قبر پر پہنچے تو مفتی حافظ عبدالستار الحماد صاحب ﷾ کی امامت میں ہم نے جنازہ ادا کیا ابھی ہم جنازہ پڑھ کر واپس ہونے کو تھے کہ کچھ اور لوگ آ گئے وہ بھی صف بنا کر جنازہ پڑھنے لگے نامعلوم اور کتنے جنازے ہوئے اور کہاں کہاں ہوئے اور کتنے حضرت کیلئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کر رہے ہیں۔

اللهم اغفرله وارفع درجاته في المهدين وألحقه بالصالحين . (آمین)

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۵۶)]

ممدوح مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوی ۶ بچیوں اور دو بیٹوں (عبدالرحمٰن ثانی اور عبداللہ) کے علاوہ سینکڑوں عزیز و اقارب اور ہزارہا شاگرد نیز لاکھوں عقیدت مند چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور ممدوح مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

قبر پر دعا:

نماز جنازہ کے بعد تدفین کے وقت قبر پر لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا، قبر پر دعا کرنے کے لیے مولانا عبدالوحید ساجد صاحب نے حافظ اسعد محمود سلفی صاحب کو دعوت دی، انھوں نے بڑی رقت آمیز اور دردمندانہ انداز سے دعا کی۔ اس دعا کے متعلق مولانا صفدر عثمانی صاحب فرماتے ہیں: استادمحترم نور پوری رحمہ اللہ کو آپ کے علاقہ سرفراز کالونی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے بعد خطیب ابن خطیب مولانا حافظ اسعد محمود سلفی ﷾ نے دعا کروائی جس میں انتہائی سوز اور معصومانہ انداز تھا استادمحترم کی قبر پر دعا کیلئے بھی کافی تعداد میں لوگ موجود تھے معلوم ہو رہا تھا جیسا کہ یہاں بھی نماز جنازہ ہوگا۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے استادمحترم کو ضرور جنتی نعمتوں سے نوازا ہوگا اور آپ کی قبر کو جنت کا غنچہ بنایا ہوگا' اللہ تعالیٰ شیخ مرحوم کی دینی کاوش کی وجہ سے ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر میں باب الجنہ کھولے اور پرسکون فراش عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

[(ترجمان الحدیث، خصوصی اشاعت، جون، جولائی، ۲۰۱۲، صفحہ ۳۹)]

تدفین کے بعد لوگوں نے دعا کی، اس کے بعد بھی بے شمار لوگ اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ حافظ

صاحب کی قبر پر جا کر دعائیں مانگتیں ہیں۔ مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کچھ دنوں بعد سیالکوٹ سے دوبارہ تشریف لائے تو انھوں نے بھی حافظ صاحب کی قبر پر جا کر دعا مانگی، شہر سے بھی کافی لوگ حافظ صاحب کی قبر پر جا کر دعا مانگتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم تین ساتھی حافظ شاہد محمود، مولانا عثمان غنی اور راقم الحروف حافظ صاحب کی قبر پر گئے اور ان کے لیے دعا مانگی۔

۱۴۳۳ھ ۲۲ ربیع الثانی بمطابق ۱۶ مارچ ۲۰۱۲ بروز جمعہ فجر کی نماز کے بعد لقمان القاسم جامعہ التربیۃ الاسلامیہ حافظ صاحب کی قبر پر دعا مانگنے کے لیے گئے وہاں امتیاز جاوید بٹ صاحب بھی اپنے پانچ چھ رفقاء کے ساتھ آ گئے اور حافظ صاحب کی قبر پر کھڑے ہو کر زاروقطار رونے لگ گئے۔ ان کے بعد پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے حافظ صاحب کی قبر پر ایک ٹہنی لگائی اور کہنے لگے پہلے بھی ایک ٹہنی لگائی تھی لیکن وہ ہری نہیں ہوئی، اب یہ میں نے اچھی قسم کی لائی ہے یہ ضرور ہری ہو گی۔

واجب ہو گئی:

ابوالاسود فرماتے ہیں: میں مدینہ آیا اور وہاں ایک بیماری پیدا ہو گئی تھی۔ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، تو اس جنازے والے کی تعریف بیان کی گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی، پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی برائی بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی ابوالاسود نے کہا میں نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے وہی کہا جو نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے لئے چار مسلمان اچھی شہادت دیں۔ اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا ہم نے کہا اور تین تو آپ نے فرمایا تین بھی ہم نے کہا اور دو، تو آپ نے فرمایا دو بھی، پھر ہم نے ایک کے متعلق نہ پوچھا۔ [صحیح بخاری]

حافظ صاحب کے جنازہ کے موقعہ پر ایک دو تین نہیں ہزاروں کی تعداد سے لوگ آپ کے تقویٰ و طہارت، نیکی اور پاکدامنی، للہیت اور اخلاص کی شہادت دے رہے تھے۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: جنازہ کیا تھا؟ ﴿سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا﴾ کا مصداق خلق رب العالمین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو اس بندہ خدا کی خلق خدا کے دلوں پر حکومت کا اعلان کر رہا تھا۔

بیننا و بینکم یوم الجنائز [(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

مولانا عمران صاحب آف ظفروال مدرس جامعۃ الحرمین جنازے کے موقعہ پر فرمارہے تھے: حافظ صاحب کے جنازے میں لوگوں کی کثرت تو تھی ہی لیکن اصل چیز یہ تھی کہ حافظ صاحب کے جنازے میں علما، طلبا، مشائخ، موحد، باریش اور نیک لوگوں کی کثرت تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا جس میں لوگ روتے ہوں، اور ہر کسی کی زبان سے میت کے لیے دعائیں ہی نکلتی ہوں۔ ہر کوئی میت کے اوصاف کا تذکرہ کررہا ہو، اس کی خوبیوں کا ذکر کررہا ہو، اور اس کی خوبیوں میں یہ ضرور کہہ رہا ہو ایسا مخلص شخص نہیں دیکھا۔ یقیناً حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ ضرور بلند مقام عطا فرمائیں گے۔

جنازہ کے موقعہ پر تاثرات لکھنے والے

حافظ صاحب کے جنازہ کے موقعہ پر اہلحدیث یوتھ فورس کی طرف سے حافظ مقصود سلفی صاحب نے حافظ صاحب کے متعلق تاثرات لکھنے کا بندوبست کیا تھا، ۲۶۲ حضرات نے حافظ صاحب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار صفحہ قرطاس پر کیا تھا۔ اگر وہ تمام تاثرات طبع کیے جائیں تو بہت بڑی کتاب بن جائے، اس جگہ وہ تمام تاثرات جمع نہیں ہو سکتے، البتہ ان لوگوں کے نام یہاں لکھ دیے جاتے ہیں جنھوں نے اس موقعہ پر تاثرات لکھے ہیں، تاکہ حافظ صاحب کے جنازے پر آئے ہوئے ان معتقدین کا نام حافظ کی اس کتاب میں شامل ہو جائے، اور ہمیں بھی احساس ہو کہ کچھ نہ کچھ ہمیں لکھنا چاہیے، کیونکہ صاحب تحریر کا نام زندہ رہتا ہے۔

يلوح الخط في القرطاس دهرا
و كاتبه في التراب رميم

۱۔ قاضی عبدالرشید جلہن
۲۔ محمد یوسف محمدی شیخوپوری مسجد رحمانیہ اہلحدیث غریب آباد شیخوپورہ
۳۔ محمد صارم بن سیف اللہ
۴۔ ابوبکر صدیق بانی جامع مسجد بیت الاسلام اہلحدیث گلی نمبر ۲۱ علی پارک فرید ٹاؤن گوجرانوالہ
۵۔ فضل الرحمٰن سوات مٹہ طالب مریدکے
۶۔ محمد شفیق محلہ صدیق کالونی گلہ سبحان والا کچا ایمن آباد روڈ
۷۔ عطاء الرحمٰن

۸۔ حافظ محمد انس ظہیر

۹۔ شاہ فیصل طالب علم مسجد ابن عباس نزد جامعہ محمدیہ

۱۰۔ مقبول الرحمٰن ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع قاری محمد اسماعیل

۱۱۔ حکیم طارق محمود ثاقب بن مولا حکیم عبدالرحمٰن آزاد نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ

۱۲۔ محمد عارف محمدی

۱۳۔ عطاء اللہ ورک

۱۴۔ محمد سعید

۱۵۔ محمد زکریا منڈی بہاؤالدین

۱۶۔ محمد الیاس ناصر کالونی فیروز والا

۱۷۔ مقصود احمد جامعہ شمس الھدیٰ

۱۸۔ استاد محترم قاری تنویر احمد صاحب شاگرد احمد عبدالرؤف

۱۹۔ محمد دین نارووال

۲۰۔ محمد بوٹا چک نیرہ کامونکی

۲۱۔ مراد اللہ وزیر آباد

۲۲۔ حافظ گوہر مستجاب وزیر آباد

۲۳۔ ابوحنظلہ عبدالغنی محمدی ناظم مرکزی جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ

۲۴۔ ابوالانس حکیم ابن حکیم عبدالستار سینئر نائب مرکزی جمعیت اہلحدیث حلقہ لدھیوالہ وڑائچ گوجرانوالہ

۲۵۔ قاری شہزاد علی اکبر جناح روڈ نوشہرہ سانسی جامعہ مسجد مسرت اہلحدیث

۲۶۔ مراد اللہ

۲۷۔ حافظ سعود افضل، محمد افضل

۲۸۔ محمد سفیان امجد

۲۹۔ حبیب الرحمٰن

۳۰۔ حافظ زاہد محمود بن نذیر احمد ساکن مسلم چک گوجرانوالہ، متعلم جامعہ نصر العلوم عالم چوک گوجرانوالہ

۳۱۔ شکیل احمد متعلم مرکز طیبہ مریدکے
۳۲۔ حافظ ذوالفقار صاحب متعلم مرکز طیبہ مریدکے، کلاس ابوہریرہ
۳۳۔ عدنان بن حسین شاہ کھیالی گوجرانوالہ۔
۳۴۔ حافظ عبدالعلیم آف شورکوٹ شہر
۳۵۔ خلیل احمد مغل صدیق کالونی گوجرانوالہ
۳۶۔ اللہ کا ایک گناہ گار بندہ حافظ عبدالرحمن
۳۷۔ میاں محمد صدیق
۳۸۔ محمد راشد
۳۹۔ محمد زکریا گناہ گار
۴۰۔ سمیع اللہ حافظ نوید قبال فرید ٹاؤن
۴۱۔ شیخ محمد سلیمان جامعہ البنات اہلحدیث کھوکھر کی
۴۲۔ عبدالمنان منان وحید مغل اصغر کالونی
۴۳۔ قاری عبدالحفیظ شاہین مدرس جامعہ محمدیہ نیائیں چوک گوجرانوالہ
۴۴۔ ریاست اللہ انجم پیپلی والا گوجرانوالہ
۴۵۔ حافظ محمد خلیل الرحمن نائب مرکزی جمعیت اہلحدیث سٹی گوجرانوالہ
۴۶۔ حافظ محمد بلال
۴۷۔ محمد ابراہیم محمدی سیالکوٹ
۴۸۔ محمد محبوب سیالکوٹ
۴۹۔ مولانا حکیم محمد سرور ولد غلام رسول سیالکوٹ
۵۰۔ منصور نعمت اللہ ولد نعمت اللہ نومسلم (الفتح مسجد)
۵۱۔ احسان اللہ مغل راجکوٹ
۵۲۔ محمد یحییٰ طاہر مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن
۵۳۔ حافظ احسن

۵۴۔ محمد انور بٹ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

۵۵۔ ہمایوں اختر مسجد اقصیٰ نشاط پارک سیالکوٹ

۵۶۔ وقاص احمد

۵۷۔ محمد مبشر

۵۸۔ قاری عبدالرحمٰن ساجد

۵۹۔ عبدالرحمٰن

۶۰۔ محمد فیصل

۶۱۔ رانا عارف

۶۲۔ طلحہ رشید

۶۳۔ محمد وقاص اشرف

۶۴۔ ابوطلحہ محمد شاہد

۶۵۔ محمد یوسف حیدری روڈ رحمانیہ مسجد

۶۶۔ مولانا مہر محمد اقبال یزدانی خطیب جامع مسجد علی جناح روڈ گوجرانوالہ

۶۷۔ شیر افگن مجاہد امیر کلاس ابن عباس مرکز طیبہ عبدالرحمٰن بن عوف شیخوپورہ

۶۸۔ قاری نصیر احمد جامعہ رحمانیہ سلفیہ کامونکی

۶۹۔ شفیق الرحمٰن علوی بمرکز طیبہ مرید کے کلاس ابن مسعود

۷۰۔ دلشاد حسین شاد

۷۱۔ قاری بشیر احمد جامع مسجد محمدی پیپلز کالونی لاہور

۷۲۔ حافظ ابوبکر صدیق نوشہرہ روڈ گلہ ہارون خان والا

۷۳۔ محمد طاہر محمود گوجرانوالہ کھیالی

۷۴۔ محمد عباس صدیقی

۷۵۔ محمد زبیر ابراہیم حافظ آباد

۷۶۔ عبدالقدوس بن عبدالجبار سلفی

۷۷۔ عبدالقیوم امیر تجدید ایمان کورس حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۷۸۔ محمد ریاض ربانی حافظ آباد

۷۹۔ غلام مصطفیٰ شہزاد شیخوپورہ

۸۰۔ محمد ادریس کنگروالی پنڈ

۸۱۔ سید بشیر غزنوی مرکز تربیۃ فیصل آباد

۸۲۔ محمد عزیز ناظم تبلیغ ضلع منڈی بہاؤالدین

۸۳۔ احسان اللہ ظہیر وزیر آباد

۸۴۔ حافظ عبدالشکور محمدی

۸۵۔ حکیم محمد عطوف الرحمٰن قاسم مدرس جامعہ سلفیہ نصر العلوم عالم چوک گوجرانوالہ

۸۶۔ پروفیسر حافظ عابد اکبر گجرات

۸۷۔ بشارت علی

۸۸۔ محمد اختر گھسن

۸۹۔ محمد توصیف یوسف مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن

۹۰۔ زید الیاس مرکز طیبہ مریدکے

۹۱۔ عبدالغفار کاظم

۹۲۔ ابوحیدر محمد عاصم کوٹ مومن سرگودھا

۹۳۔ اشتیاق احمد معاویہ مدرس جامعہ الدراسات الاسلامیہ لاہور عزیز پلی

۹۴۔ قاری سیف الرحمٰن محمدی

۹۵۔ محمد افضل احسان محمد عثمان متعلم جامعہ اشاعت العلوم المحمدیہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

۹۶۔ عبدالجبار شاکر راجپوت وہاڑی گڑھا موڑ

۹۷۔ حافظ تنویر الرحمٰن ضلع وتحصیل ایبٹ آباد ہزارہ

۹۸۔ رانا محمد شبیر عبدالستار چک نمبر ۱۲۷ خطیب جامع مسجد توحید اہلحدیث سلانوالی

۹۹۔ ابواحمد وقاص زبیر جامعہ سلفیہ اسلام آباد

۱۰۰۔ حافظ محمد اکرم منڈیا والہ نزد جلو پارک

۱۰۱۔ محمد فیاض رحمانی قلعہ دیدار سنگھ

۱۰۲۔ محمد رفیق راں ولد حاجی محمد غلام رسول موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ

۱۰۳۔ ابو حیدر محمد عاصم

۱۰۴۔ حافظ عبدالمنان سلفی متعلم جامعہ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۰۵۔ عامر شہزاد شیخ گوجرانوالہ

۱۰۶۔ حافظ دانش محمدی امام جامعہ مسجد توحید اہلحدیث

۱۰۷۔ محمد نعیم شیخ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۰۸۔ قاضی عصمت اللہ ناظم مدرسہ جامعہ احیاء العلوم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ۔ (دیوبندی)

۱۰۹۔ پروفیسر محمد ریاض گورنمنٹ کالج شکر گڑھ

۱۱۰۔ حافظ عبدالرحمٰن

۱۱۱۔ ابوحمزہ بشارت کامران مسلم ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۱۲۔ ماسٹر منیر احمد خالد گوجرانوالہ

۱۱۳۔ محمد رشید گوجرانوالہ

۱۱۴۔ محمد اقبال

۱۱۵۔ محمد صدیق دبئی پارک لاہور

۱۱۶۔ محمد اقبال بٹ

۱۱۷۔ حافظ زبیر احمد جامع مسجد مکی حافظ آباد

۱۱۸۔ محمد فاروق نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۱۱۹۔ ماسٹر محمد اقبال جامع رحمانیہ اہلحدیث محلہ بلال پارک کامونکی ضلع گوجرانوالہ

۱۲۰۔ حافظ محمد حنیف گھکووی استاد جامعہ عمر بن خطاب منڈی ضلع شیخوپورہ

۱۲۱۔ حافظ رضوان بن ایوب ناظم و مدرس جامعہ محمدیہ سیالکوٹ

۱۲۲۔ حافظ عبدالرحمٰن ساجد سابق مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ، المعہد العالیہ حال جامعہ اسلامیہ

گوجرانوالہ

۱۲۳۔ میاں محمد افضل لاہور چیئر مین اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن

۱۲۴۔ جمیل رشید لاہور مغل پورہ۔

۱۲۵۔ محمد ساجد لوکو ورکشاپ لاہور

۱۲۶۔ خادم دین میاں عمر فاروق حاجی، حافظ عبدالقدوس

۱۲۷۔ ایک بھائی نے انگلش میں لکھا

۱۲۸۔ مختار احمد ضیاء دارالسلام لاہور

۱۲۹۔ محمد سعید

۱۳۰۔ حضرت مولانا طارق محمود یزدانی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث

۱۳۱۔ ضیاء اللہ

۱۳۲۔ قاری عبدالودود ٹیچر گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول کنگریاں ضلع ایبٹ آباد

۱۳۳۔ عبدالحمید ثاقب عفاء اللہ خطیب توحید پارک نزد شالیمار ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۳۴۔ حبیب الرحمٰن جامع مسجد قباء گوجرانوالہ

۱۳۵۔ عبدالجبار قاسم سینئر نائب صدر اہلحدیث یوتھ فورس ضلع شیخوپورہ

۱۳۶۔ تلمیذ احسان اللہ چترالی

۱۳۷۔ زبیر احمد

۱۳۸۔ قاری ظہیر الدین بابر خطیب جامعہ نذیریہ قینچی شاپ لاہور مدیر مرکز بیت القرآن صابری چوک رتہ روڈ گوجرانوالہ

۱۳۹۔ محمد اصغر یزدانی سرانوالی جامع مسجد دارالسلام اہلحدیث

۱۴۰۔ محمد عدنان راؤ طالب علم جامعہ اسلامیہ سلفیہ

۱۴۱۔ محمد یاسر الرحمٰن ساہیوال

۱۴۲۔ قاری احمد نواز تلونڈی

۱۴۳۔ حافظ محمد مدثر یزدانی

۱۴۴۔ عبدالحمید برج آرائیاں ڈسکہ

۱۴۵۔ محمد بلال حماد خریج الامیر المدینۃ المنورہ واشاز فی دولۃ الکویت لاہور

۱۴۶۔ عبدالودود خطیب و مدرس موڑ کھنڈا تحصیل وضلع ننکانہ

۱۴۷۔ بلال خان محلہ فرید ٹاؤن

۱۴۸۔ محمد یاسین شاہد

۱۴۹۔ محمد ایوب جامع مسجد عثمان غنی

۱۵۰۔ ابتسام عبدالرشید مرالیوالہ

۱۵۱۔ سید ثناء اللہ گیلانی خطیب جامع مسجد اہلحدیث عمیر مارکیٹ مریدکے

۱۵۲۔ عبدالجبار شاکر ضلع وہاڑی گڑھا موڑ

۱۵۳۔ قاری آصف الرحمٰن عثمانی نور پوری جامعہ نصر العلوم

۱۵۴۔ محمد نعیم خان تحصیل شکر گڑھ۔

۱۵۵۔ شفیق الرحمٰن ڈار

۱۵۶۔ شہزاد ہائیر سیکنڈری سکول گوجرانوالہ

۱۵۷۔ ابوحفص عمر فاروق مظفر اقبال متعلم مرکز الدعوۃ اسلامیہ سلفیہ فیصل آباد

۱۵۸۔ ڈاکٹر محمد آصف کامونکی

۱۵۹۔ ظفر

۱۶۰۔ حافظ الطاف تحصیل ڈسکہ

۱۶۱۔ حافظ محبوب الٰہی صدر اہلحدیث یوتھ فورس تحصیل گوجرانوالہ۔

۱۶۲۔ محمد ابراہیم جامعہ الدعوۃ اسلامیہ

۱۶۳۔ ثناء اللہ تاج بہاولپور

۱۶۴۔ محمد ضیاء گوجرانوالہ

۱۶۵۔ محمد شفیق برنی

۱۶۶۔ ابوحنظلہ مالک دادسر گودھا مدرس جامعہ محمد بن اسماعیل بخاری اہلحدیث

۱۶۷۔ منیب الرحمٰن عوان، فردوس الرحمٰن، میاں طیب الرحمٰن، میاں طاہر احسان نوشہرہ روڈ

۱۶۸۔ ارشد عظیم نوشہرہ روڈ

۱۶۹۔ حافظ شعیب احسان، میاں طاہر احسان ایڈووکیٹ

۱۷۰۔ عبدالباسط ایم اے

۱۷۱۔ بی ایڈ دسٹرکٹ ٹیچر ایجوکیٹر ننکانہ

۱۷۲۔ قاری محمد یعقوب جڑانوالہ

۱۷۳۔ فرحان الٰہی پنڈی

۱۷۴۔ شیخ طارق الرحمٰن اللہ بخش کالونی

۱۷۵۔ محمد یحییٰ

۱۷۶۔ قاری نورالدین جامع مسجد الکریمیہ اہلحدیث

۱۷۷۔ محمد عمران گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

۱۷۸۔ راشد اقبال وڑائچ

۱۷۹۔ محمد یوسف سلفی ٹاؤن شپ لاہور

۱۸۰۔ محمد یعقوب سیالکوٹی

۱۸۱۔ فراز احمد گوجرانوالہ

۱۸۲۔ محمد ریاض بھٹی پیپلز کالونی گوجرانوالہ

۱۸۳۔ محمد حنیف گوجرانوالہ

۱۸۴۔ حافظ شاہد محمود کاموکی

۱۸۵۔ محمد احسان اللہ مغل

۱۸۶۔ احسان اللہ

۱۸۷۔ رانا عارف لطیف ظفروال

۱۸۸۔ محمد عظیم بٹ محمد اسماعیل بٹ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۱۸۹۔ مبشر علی

۱۹۰۔ شاہد محمود

۱۹۱۔ حافظ شبیر صدیق شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام لاہور

۱۹۲۔ بلال سعید گوجرانوالہ

۱۹۳۔ محمد اجمل، محمد صدیق لاہور

۱۹۴۔ ماسٹر زاہد عزیز

۱۹۵۔ محمد زبیر سیفی

۱۹۶۔ عطاء الرحمٰن عامر

۱۹۷۔ حافظ عرفان محمدی مریدکے

۱۹۸۔ حافظ عامر ندیم

۱۹۹۔ محمد حسین مجاہد بن افتخار علی مرکز اصلاح نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۲۰۰۔ عتیق الرحمٰن خطیب جامع مسجد علی المرتضیٰ لاہور

۲۰۱۔ حاجی اصغر بٹ میاں سانسی

۲۰۲۔ محمد ریاض

۲۰۳۔ محمد محسن گوجرانوالہ

۲۰۴۔ حافظ ضیاء اللہ اوکاڑہ

۲۰۵۔ امیر حمزہ شیخوپورہ

۲۰۶۔ حافظ افضل گوجرانوالہ

۲۰۷۔ محمد امین بن عبدالرحمٰن مغل

۲۰۸۔ حافظ محمد ثناء اللہ گرجاکھ

۲۰۹۔ محمد سعد احسان محمد عمر فاروق

۲۱۰۔ خالد محمد ایوب خالد گوجرانوالہ

۲۱۱۔ فرحان زاہد

۲۱۲۔ حافظ شعیب غفور گوجرانوالہ

۲۱۳۔ محمد عثمان رحمانی حافظ آباد

۲۱۴۔ قاری غلام محمد امام ومدرس جامعہ محمدیہ حق بازار اوکاڑہ

۲۱۵۔ شاگرد خاص ابوالقاسم محمد فاروق حاصلپور ضلع بہاولپور

۲۱۶۔ حافظ محمد نعمان جامعہ محمدیہ

۲۱۷۔ شاگرد محمد اعظم شہزاد محلّہ چاہ چراغاں گلی جمیل بٹ

۲۱۸۔ ابن شبیر عنیوی

۲۱۹۔ زبیر شاہد ولد محمد ادریس وان والے مرکز طیبہ مرید کے

۲۲۰۔ محمد توصیف لاہور باغبپورہ

۲۲۱۔ حافظ وقاص

۲۲۳۔ عبدالمبین

۲۲۴۔ محمد اسحٰق امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث تحصیل شکر گڑھ

۲۲۵۔ حافظ عادل، اسدالرحمٰن باغ آزاد کشمیر باغ مرکزی جمعیت اہلحدیث

۲۲۶۔ محمد لقمان زاہد ولد عبدالعلیم زاہد گرجاکھ

۲۲۷۔ عبدالرشید سیکٹری مالیات جامع مسجد اہلحدیث سول لائن گوجرانوالہ

۲۲۸۔ غلام رسول کالونی حاجی غلام حسین

۲۲۹۔ محمد سلیم گرونانک پورہ گوجرانوالہ

۲۳۰۔ چوہدری شفقت ندیم گورائیہ آف اٹاوہ سابق جنرل سیکٹری اہلحدیث یوتھ فورس میڈیا ایڈووا ہزا بین المذاہب موتی کمیٹی پاکستان

۲۳۱۔ محمد یحیٰی احسن متعلم مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ

۲۳۲۔ محمد عثمان ولد چوہدری عبدالرؤف دھلے گوجرانوالہ

۲۳۳۔ محمد افراہیم

۲۳۴۔ تلمیذ الشیخ احمد حمید فاضل مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ

۲۳۵۔ عبدالجبار شاکر روڈ راجپوت ضلع وہاڑی گڑھا موڑ چک ۱۸۴

۲۳۶۔ طالب علم مدرسہ ستیانہ بنگلہ فیصل ایبٹ آباد عبدالبصیر ہزاروی

۲۳۷۔ محمد ادریس اثری شیخ الحدیث اسلامک ایجوکیشن دیپالپور اوکاڑہ

۲۳۸۔ قاری عمران احمد منشاء خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث گجرات

۲۳۹۔ جاوید اقبال

۲۴۰۔ کامونکی محمد بوٹا

۲۴۱۔ سجاد احمد ہریری مظفر آباد آزاد کشمیر

۲۴۲۔ ذکاء اللہ حافظ آباد

۲۴۳۔ ابوالانعام حکیم صفدر عثمانی ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہلحدیث نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

۲۴۴۔ حافظ محمد شکیل گورائیہ

۲۴۵۔ نورستانی طالب علم

۲۴۶۔ پروفیسر عبدالرحمٰن شارق ناظم مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع بہاولنگر

۲۴۷۔ حاجی محمد ریاض جامع قدس اہلحدیث

۲۴۸۔ عبدالرحمٰن ضیاء مدرس جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

۲۴۹۔ حافظ عبدالسلام زاہد مدرس جامعہ رحمۃ للعالمین گوجرانوالہ

۲۵۰۔ عطاء اللہ حنیف

۲۵۱۔ ڈاکٹر محمد آصف سعد چیمہ فیروز والا روڈ گوجرانوالہ

۲۵۲۔ مبشر رحمان زاہد کالونی گوجرانوالہ

۲۵۳۔ قاری عمیر عتیق فانی خطیب جامع مسجد عائشہ صدیقہ محلّہ مجاہد پورہ حیدری روڈ گوجرانوالہ

۲۵۴۔ امیر حمزہ ومرشد شاہ مسجد ابوبکر امامیہ کالونی شاہدرہ لاہور

۲۵۵۔ محمد فاروق عاصم امیر مرکزیہ حلقہ شیخ عبداللہ گوجرانوالہ خطیب مرکزی مسجد اہلحدیث رتہ باجوہ روڈ گوجرانوالہ

۲۵۶۔ حکیم عثمان بشیر فتو منڈ

۲۵۷۔ محمد مشتاق تاجر

۲۵۸۔ محمد عمیر اوکاڑہ

۲۵۹۔ ابوبکر ولد جان محمد

۲۶۰۔ ڈاکٹر شاہد

۲۶۱۔ حکیم محمد بلال تبسم سیکٹری اہلحدیث یوتھ فورس تحصیل کامونکی گوجرانوالہ

۲۶۲۔ فضل الرحمٰن مدنی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث صوبہ خیبر پی کے

تعزیت:

دور دراز کے کئی علما کرام حافظ صاحب کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے، بعد میں تعزیت کے لیے حافظ صاحب کے گھر تشریف لائے، ثانی صاحب اور ساجد صاحب سے تعزیت کی۔

مولانا عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی تشریف آوری:

۲۶ اپریل ۲۰۱۲ء کو فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ظہر کے وقت حافظ نور پوری رحمہ اللہ کے گھر تشریف لائے۔ انھوں نے حافظ عبدالرحمٰن ثانی، حافظ عبداللہ بن حافظ عبدالمنان نور پوری اور مولانا عبدالوحید ساجد صاحب سے تعزیت کی۔ انہیں صبر واستقامت کی دعائیں دیں، حافظ صاحب کی مغفرت اور اعلیٰ مقام کی دعا کی یہ دعا ہاتھ اٹھانے کے بغیر زبانی کلامی کی۔

رحمانی صاحب کے آنے کی خبر مجھے مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے کی۔ ہوا یوں کہ ایک دن مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کو میں نے فون کیا اپنی بات کی پھر جاوید صاحب نے مجھے بتایا ۲۷ اپریل کا جمعہ ہمارے جامعہ محمدیہ سیالکوٹ میں مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب نے پڑھانا ہے۔ ۲۶ اپریل بروز جمعرات ہم نے لاہور ائیر پورٹ پر رحمانی صاحب کو لینے جانا ہے، واپسی پر حافظ نور پوری صاحب کے گھر جانا ہے۔ یہ بات سن کر میں نے جاوید صاحب کو کہا جب رحمانی صاحب حافظ صاحب کے گھر آئیں گے تو مجھے اطلاع کر دینا مجھے بھی اس مجلس میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے گی ور حافظ صاحب کے تذکرہ سے دل کو سکون ہوگا۔ مولانا جاوید اقبال صاحب کی مہربانی انھوں نے مجھے موقع پر دعوت دی، ظہر کی نماز میں نے مولانا عبداللہ نثار صاحب کی مسجد میں پڑھی تو پھر حافظ صاحب کے گھر گیا پتا چلا کہ رحمانی صاحب اور دوسرے دوست مسجد قدس المعروف حافظ صاحب والی میں نماز پڑھنے گئے ہیں اور پھر میں بھی مسجد القدس میں چلا گیا وہاں ان کی زیارت ہوئی۔

پھر حافظ صاحب کے گھر آئے جب بیٹھک میں داخل ہوئے تو حافظ صاحب کا اخلاق اور انداز نظر آیا۔ دستر خوان سجا ہوا ہے اور اس پر برتن لگے ہوئے ہیں سلاد پڑا ہوا ہے۔ کئی افراد اس دستر خوان پر بیٹھ گئے۔

❶ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب
❷ مولانا حافظ جاوید سیالکوٹی صاحب
❸ مولانا عبدالوحید ساجد صاحب
❹ حافظ عبدالرحمن ثانی صاحب
❺ حافظ عبداللہ بن نورپوری
❻ حافظ نبیل صاحب آف لاہور
❼ حافظ وقاص صاحب آف سیالکوٹ
❾ حافظ محمد یحییٰ سیالکوٹی
❿ راقم الحروف (محمد طیب محمدی)

کھانا آنے سے پہلے مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب نے ثانی صاحب کو مخاطب کر کے حوصلہ دیا صبر کی تلقین کی، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صدمہ پوری جماعت کا صدمہ ہے۔ پھر کچھ دیر خاموشی ہوئی۔ پھر کئی باتیں حافظ نورپوری رحمہ اللہ کے متعلق ہوئیں۔

اس مجلس کی باتیں عنوان کے مطابق مختلف سرخیوں کے ذیل میں لکھی گئی ہیں۔

مولانا ارشادالحق اثری صاحب کی تشریف آوری:

حافظ صاحب کی وفات کے وقت اثری صاحب عمرہ پر گئے ہوتے۔ یکم اپریل ۲۰۱۲ء بروز اتوار مولانا ارشادالحق اثری صاحب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں تشریف لائے، صبح سوا نو بجے جامعہ پہنچے۔ مجھے اس بات کا اس طرح پتا چلا ہے کہ اثری صاحب کے بیٹے جو اس سفر میں اثری صاحب کے ساتھ تھے نے ساڑھے نو بجے حافظ شاہد صاحب کو فون پر بتایا ہم چندا قلعہ بائی پاس پر پہنچ چکے ہیں آپ تشریف لے آئیں حافظ شاہد صاحب نے مجھے فون کیا اثری صاحب آگئے ہیں آپ بھی آجائیں میں اور حافظ شاہد محمود صاحب اکٹھے جامعہ محمدیہ پہنچے۔ اثری صاحب نے مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ سے نورپوری صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت کی۔ جب نورپوری صاحب فوت ہوئے اثری صاحب عمرہ پر گئے ہوئے تھے۔ اب واپسی پر تعزیت کے لیے آئے تھے۔ اس تعزیتی مجلس میں حافظ عمران صاحب، حافظ ابو سفیان صاحب مدرس جامعہ محمدیہ۔ حافظ شاہد صاحب اور ان حروف کا راقم موجود تھا۔ آخر میں مولانا خالد بشیر صاحب تشریف لائے جب اثری صاحب نے انہیں بلانے کی فرمائش کی۔

اس مجلس میں اثری صاحب اور ہزاروی صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ حافظ صاحب کے علمی عملی پہلوؤں پر ذکر خیر کرتے رہے۔ ہزاروی صاحب کے الفاظ نورپوری صاحب کے متعلق یہ تھے۔ایسا بندہ اب کوئی نظر نہیں آرہا، مولانا عبداللہ صاحب نے انہیں اپنی نگرانی میں پڑھایا تھا۔فنون اور اصول کی کتابیں جس طرح ان کو یاد تھیں کسی اور کو نہیں یاد۔

احباب جماعت سے گذارش

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی فرماتے ہیں: استاذی المکرم حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کام ''ارشاد القاری'' کے نام سے شروع کیا تھا وہ یقیناً نامکمل رہ گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے دین کی خدمت کے لیے کچھ لوگوں کو خصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے اس لیے یہ مشکل تو ہو سکتا ہے مگر ناممکن نہیں۔اس سلسلہ میں میری گذارش ہے احباب جماعت سے کہ یہ کام اسی انداز اور نہج سے مکمل ہونا چاہیے لہٰذا کسی بھی صاحب علم کو یہ ذمہ داری سونپی جائے اور یہ کام مکمل کروایا جائے۔ بڑی خواہش تھی کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں صرف تفسیر القرآن الکریم اور صحیح بخاری شریف پڑھایا کریں باقی سارا وقت مدرسہ کی انتظامیہ حافظ صاحب کو اس کام کی تکمیل کے لیے فارغ کردے۔لیکن ہم تو صرف خواہش ہی کر سکتے تھے۔

مدارس کے ارباب انتظام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے مدرسین سے یقینی کام بھی اپنے ادارے کی طرف سے کروائیں انہی سہولت دیں۔ وقت اور وسائل مہیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ تصنیفی کام ہو سکے خصوصاً جن مدارس کو مشائخ عظام کی خدمت کی سعادت حاصل ہے انہیں غنیمت جان کر اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

نیز احباب جماعت سے بھی گذارش ہے کہ کسی ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالیں جو کمرشل بنیادوں پر نہ ہو بلکہ منہجی سوچ اور فکر کے ساتھ وہ یہ فریضہ سرانجام دے۔

تصنیف وتالیف کی صلاحیتوں سے بہرہ ور مشائخ عظام اور علما کرام کی خدمت میں بھی بصد ادب واحترام گذارش ہے کہ وہ اس کام کو مشن سمجھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے شروع کریں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرمائیں گے اور مدد بھی۔ان شاء اللہ

ماضی تو ماضی ہے، دور حاضر میں کتنے لوگ ہیں جنھوں نے بڑے مشکل حالات میں کام شروع

کیا آج اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی برکتوں سے نوازا ہے کہ ایک زمانہ رشک کرتا ہے۔ اللھم زدفزد۔ خود حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ارشاد القاری کا کام شروع کیا تھا تو اس کی اشاعت میں جو دشواریاں تھیں۔ استاد محترم کی خدمت م حاضری اور دلچسپی کی وجہ سے بندہ عاجز اس سے آگاہ ہے۔ اس لیے میری ان کبار علما سے دست بستہ گذارش ہے اور درخواست ہے کہ اپنی شفقتوں کا رخ اس طرف کیجئے یہ امت پر احسان بھی ہوگا اور آپ کے لیے بھی ان شاء اللہ صدقہ جاریہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى

فقیرالی اللہ الغنی عبدالمنان

از قلم...... حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ

[مولانا عظیم حاصل پوری صاحب فرماتے ہیں: ۱۴۲۸ھ کی بات ہے کہ بھائی رانا حکیم مدثر محمد خان سمندری والے راقم کے پاس تاج مسجد میں آئے اور فرمانے لگے کہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب دبستان حدیث کتاب تحریر فرما رہے ہیں انہوں نے بندہ کی ذمہ داری لگائی ہے کہ حافظ عبد المنان نور پوری صاحب کے حالات لکھ کر یا لکھوا کر دیں تو میں نے ذمہ داری قبول کر لی ہے اب آپ ساتھ چلیں مگر استاد محترم کے پاس جا کر کہنے کی بالمشافہ جرات نہ ہوئی، ہم مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب کے پاس پہنچے تو آپ کے مشورے پر رانا صاحب نے خط لکھ کر حالات زندگی کا مطالبہ کیا، جس پر حافظ صاحب نے اپنی سوانح عمری لکھ کر رانا مدثر بھائی کو سمندری پوسٹ کی اور ساتھ اپنے ان شاگردوں کے نام بھی کاپی کر کے پوسٹ کیے جنھوں نے آپ سے سند اجازہ لے تھی۔ جنہیں مدثر صاحب نے مولانا اسحاق بھٹی صاحب کو پہنچا دیا، بھٹی صاحب نے جو دبستان حدیث میں آپ کی سوانح پر تفصیل سے مضمون لکھا ہے یہی مضمون اس کا اصل ماخذ ہے جسے ہم مدثر صاحب سے لے کر ان کے شکریے کے ساتھ من وعن شائع کر رہے ہیں۔ حافظ صاحب کا یہ مضمون حاضر خدمت ہے:

یہ فقیرالی اللہ الغنی عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین قلعہ دیدار سنگھ سے مشرق کی جانب واقع گاؤں نور پور چہل میں ۱۳۶۰ھ کو پیدا ہوا۔ والدہ کا اسم گرامی جواہر بی بی ہے میری عمر کوئی سات برس ہوگی کہ والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں رحمھا اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ہم چار بھائی تھے دو مجھ سے بڑے محمد شریف اور محمد صدیق ایک مجھ سے چھوٹا بشیر احمد۔ محمد صدیق تو جوانی کی عمر میں تقریباً ۱۳۷۰ھ میں فوت ہو گئے ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ بڑے بھائی محمد شریف کی شادی ہوئی چودہ پندرہ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی پھر ان کی دوسری شادی ہوئی تو ان کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹی تو بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔ بیٹے محمد شفیق، عبداللطیف اور محمد رفیق حیات ہیں اور صاحب عیال ہیں۔ چھوٹے بھائی

بشیر احمد کی شادی ہوئی پہلا بیٹا عبدالستار تولد ہوا دوسرا بیٹا عبدالغفار پیدا ہوا تو بشیر احمد کی بیگم فوت ہوگئی۔ بعد ازاں عبدالغفار بھی فوت ہوگیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ہمارے بڑے بھائی محمد شریف بھی فوت ہوگئے تو والد صاحب نے بڑے بھائی کی بیگم کا چھوٹے بھائی سے نکاح کروادیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بھائی کو اس بیگم سے چار بیٹے دیئے، عبدالجبار، عبدالغفار، زکریا اور عبدالرشید۔ اب کہ عبدالجبار اور اس کی والدہ تو فوت ہوچکے ہیں باقی حیات وزندہ ہیں۔ حفظہم اللہ تعالیٰ۔

بھائی محمد صدیق کی وفات کے بعد ۱۳۷۲ھ میں والد صاحب نے مجھے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروادیا۔ سکول میں ہمارے بڑے بڑے استاذ مولوی غلام رسول صاحب پھلّو کی والے تھے انہوں نے ہمیں کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ ۱۳۷۶ھ میں سکول سے فارغ ہوگیا تو میرے استاذ مولانا چراغدین صاحب نور پوری خطیب وبانی جامع مسجد نور پور نے جن سے ہم قرآن مجید اور ترجمہ پڑھا کرتے تھے.... نے میرے والد صاحب سے پوچھا بھائی عبدالحق اس بچے کو پرائمری کے بعد قلعہ دیدار ہائی سکول میں داخل کروانا اور پڑھانا ہے؟ والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے بس میں تو اتنا پڑھانا ہی تھا آگے پڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ تو مولانا چراغدین صاحب جنہیں ہم تمام (ان کے پاس پڑھنے والے بچے) چچا جی کہا کرتے تھے۔ فرمانے لگے یہ بچہ پھر مجھے دے دیں میں اس کو پڑھالیتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا مولوی جی اسے لے جاؤ پڑھالو۔

مولانا چراغدین صاحب موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ کثیرۃ واسعۃ کو مساجد، دینی مدارس، مراکز کی تعمیر، بچوں کو دینی تعلیم وتربیت، دین کی ترویج وتبلیغ، صحیح اسلامی عقائد واعمال کی تطبیق وتنفیذ، سنت پر عمل کرنے کروانے اور بچوں کو ترغیب دلا کر ان کے والدین سے اجازت لے کر دینی مدارس بالخصوص جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل کروانے، بعد ازاں ان کی نگرانی، دیکھ بھال کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ مجھ سے پہلے وہ مولانا بشیر الرحمٰن بن محمد حسین بن حاجی بن دائم الدین نور پوری رحمہ اللہ کو جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل کرواچکے تھے۔ تو مولانا چراغدین صاحب رحمہ اللہ اپنے اسی وافر جذبہ کے تحت مجھے ۱۳۷۶ھ میں جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث مغربی پاکستان کے امیر، مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ العلیم الحکیم الخبیر کے پاس چھوڑ آئے اس وقت جامعہ محمدیہ میں مولانا موصوف امیر ومہتمم کے علاوہ تین اساتذہ کرام طلبہ کی تعلیم وتربیت پر معمور تھے۔ شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث وخطیب گجراتی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی اور مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی۔ جامعہ میں اس وقت چھ سال کا نصاب تھا۔

جو بحمد اللہ وفضلہ مکمل پڑھا اسباق کے علاوہ پورے چھ سال استاذی المکرم محدث سلفی کا فجر کے بعد درس قرآن باقاعدگی کے ساتھ سنتا رہا۔ تجوید کا نصاب، حفظ وناظرہ کا انتظام اور تجوید وحفظ ناظرہ کے اساتذہ کرام اس مذکورہ سلسلہ کے علاوہ تھے۔ گرامی قدر سلفی صاحب کے درس کا انداز یہ تھا کہ عربی تفسیر جامع البیان اپنے سامنے رکھتے اور سامعین کے سامنے سادا قرآن مجید رکھے ہوتے۔ جامع البیان عربی میں چند الفاظ قرآن مجید کے لکھے ہوتے ہیں ان کے بعد عربی میں تفسیر پھر الفاظ قرآن بعد ازاں عربی میں انکا بیان . . وھلم جراً

جبکہ قرآن مجید کے متن کے الفاظ خط کشیدہ ہوتے ہیں۔ مولانا سلفی صاحب اس جامع البیان سے پہلے چار پانچ آیات کریمات تلاوت فرماتے پھر ان کا فصیح وبلیغ سلیس اردو میں رواں دواں ترجمہ فرماتے بعد ازاں تلاوت کی ہوئی آیات کریمات سے پہلی ایک دو آیتوں کی پنجابی تشریح وتفسیر فرماتے۔ بایں انداز کہ حالات حاضرہ پر بھی روشنی پڑ جاتی۔ اس جامع البیان سے قرآن مجید کی تلاوت رواں دواں انداز میں غیر حافظ کے لیے بہت مشکل ہے۔ اہل علم اس بات کو خوب جانتے پہچانتے ہیں مگر مولانا سلفی صاحب اس جامع البیان سے بھی ایسے تلاوت فرماتے جیسے وہ سادہ قرآن سے تلاوت فرما رہے ہوں یہ ان کی تلاوت کثرت سے کرتے رہنے کا نتیجہ تھا۔ اس کثرت تلاوت سے انہیں اتنی مہارت حاصل ہو چکی تھی کہ بسا اوقات صلاۃ تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ صاحب کو وہ لقمہ دے دیا کرتے تھے۔ جبکہ پیچھے کھڑے حافظ خاموش ہوتے۔ آپ اس چیز کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مولانا سلفی صاحب کے پاس ان کی دعوت پر یا ان کی ملاقات کے لیے علما کرام ملک کے اطراف واکناف سے آیا کرتے تھے اور کئی ان کے پاس رات بھی ٹھہر جایا کرتے تھے یا آپ خود ان کو اپنے ہاں رات ٹھہرا لیا کرتے۔ پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد انہیں درس قرآن ارشاد فرمانے کی دعوت دیتے تو ان تمام اہل علم سے صرف دو بزرگ جامع البیان سے عربی سے درس دیتے اور آپ سے پوچھ کر درس کس آیت پر ہے۔؟ اسی آیت سے درس شروع کرتے ایک مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی امیر اہل حدیث مغربی پاکستان اور دوسرے مولانا عبداللہ صاحب ثانی جڑانوالوی رحمہما اللہ۔

درس قرآن کے بعد حاجی غلام نبی صاحب حفظ اللہ تعالیٰ مولانا سلفی صاحب طسے حدیث کی ایک کتاب پڑھتے وہ ختم ہوجاتی تو دوسری شروع کر دیتے یہ فقیرالیٰ اللہ الغنی بھی ان کے ساتھ حدیث کے سبق میں شامل ہوجاتا چنانچہ اس طرح حاجی صاحب موصوف کے ساتھ میں نے صحیح مسلم، جامع ترمذی، موطا امام مالک اور صحیح بخاری مولانا سلفی صاحب سے پڑھی۔ صحیح بخاری پڑھنے میں مولانا محمد منشاء صاحب حامد (خطیب جامع مسجد اہل حدیث فردوس الرحمٰن نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ) بھی ہمارے ساتھ شامل تھے۔ چنانچہ صرف ہم دونوں نے مولانا سلفی صاحب سے سندروایت اوراجازت لی۔ مولانا نے فرمایا کہ آج تک مجھ سے کسی نے سندروایت نہیں لی اور نہ ہی میری سندروایت چھپی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قدیم محدثین امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اورامام بخاری وغیرہم کی اسانید بھی تو طبع شدہ نہیں تھیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے لکھ دیں ہم خوش خط کر کے خود لکھ لیں گے۔ آپ دستخط کر دینا اوراپنی مہر لگا دینا۔ چنانچہ مولانا نے ہمیں اپنی سند لکھ دی اس فقیرالیٰ اللہ الغنی نے بازار سے سند کے لیے مخصوص بیل والا کاغذ خریدا اوراپنی اور مولانا محمد منشا صاحب حامد کی دونوں سندیں اپنے ہاتھ سے لکھیں اورمولانا سلفی صاحب سے دستخط کروائے اورمہر بھی لگوائی وہ سند آج تک میرے پاس موجودو محفوظ ہے۔

اس فقیرالیٰ اللہ الغنی نے ان چھ سالوں سے پانچ سالہ تعطیلات رمضان المبارک میں کوئی نہ کوئی شغل وکام اختیار کیے رکھا۔

۱۳۷۸ھ کی تعطیلات میں تھوڑا سا خیاطت (سلائی) کا کام اپنے گاؤں کے خیاط (درزی) غلام محمد سے سیکھا۔

۱۳۷۹ھ کی سالانہ تعطیلات میں کتابت (خطاطی) مولانا عبدالواحد صاحب بمبانوالوی سے سیکھنا شروع کی ایک دن تختی لکھ رہا تھا مولانا سلفی صاحب نے دیکھ لیا تو پوچھا یہ کتابت کن صاحب سے سیکھتا ہے۔

میں نے کہا استاد محترم مولانا عبدالواحد صاحب سے، فرمانے لگے مولانا عبدالمجید صاحب نظام آبادی کا خط ان سے اچھا ہے میں ان کو کہہ دوں گا چنانچہ انہوں نے ان سے کہہ دیا تو میں کتابت سیکھنے کے لیے ان کے پاس جانے لگا۔ مولانا عبدالمجید صاحب مولانا سلفی صاحب کے بیٹوں کے ماموں جان ہیں۔

۱۳۸۰ھ میں سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں مولانا داؤد صاحب ارشد نے میاں چنوں اپنی

مسجد میں دورہ تجوید کا اعلان فرمایا تو یہ فقیرالی اللہ الغنی تجوید پڑھنے کی خاطر وہاں چلا گیا تو قاری ولی محمد صاحب سے تجوید کی کتاب جمال القرآن پڑھی، کچھ قواعد زبانی سنے، قرآن مجید کی تلاوت کی مشق کی اور حروف تہجی کی صفات پر ایک جدول نقشہ تیار کیا اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک توضیحی نوٹ بھی لکھا۔ قاری تاج محمد صاحب عبدالحکیم والے امتحان کے لیے تشریف لائے تو ہمارے استاد محترم قاری ولی محمد صاحب نے وہ نقشہ قاری تاج محمد صاحب کو سنایا قاری صاحب بڑے خوش ہوئے اور نقشے کے نیچے انہوں نے ایک تقریظی نوٹ لکھوایا اور اپنی مہر لگوائی۔

۱۳۸۲ھ کی سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر چوک دالگراں لاہور میں حاضری دی، دورہ تفسیر کا امتحان پاس کیا اور دورہ تفسیر کی سند محدث روپڑی سے حاصل کی۔

شعبان ۱۳۸۲ھ کی بات ہے کہ مولانا سلفی صاحب نے نماز فجر پڑھ کر درس قرآن کے بعد سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان فرمایا تو حاجی محمد یوسف صاحب بان سوتری والوں نے فرمایا جو طالب علم اول آیا اسے پچاس روپے انعام، وہ ہماری دوکان سے اپنا انعام لے آئے۔ چندروز کے بعد مولانا سلفی صاحب نے پوچھا تجھے انعام مل گیا ہے؟ عرض کیا جی نہیں! تو فرمانے لگے تو ان کی دوکان پر نہیں گیا؟ عرض کیا جی نہیں۔ پھر یہ فقیرالی اللہ الغنی دورہ تفسیر کی خاطر لاہور چوک دالگراں چلا گیا۔ جمعہ کو سبق کی چھٹی ہوتی تھی ایک جمعہ شیش محل روڈ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ کی ملاقات کی غرض سے آیا ان کے مکتبہ سلفیہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا سلفی صاحب تشریف لے آئے۔ آپ جمعیت اہل حدیث کے مرکزی دفتر تقویۃ الاسلام غزنویہ میں وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہتے تھے۔ فرمانے لگے یہ لے پچاس روپے اپنا انعام میں نے شیخ یوسف صاحب سے وصول کر لیا تھا۔

۱۳۸۲ھ ہی کی بات ہے محکمہ اوقاف والوں نے کوئٹہ میں مساجد اوقاف کے ائمہ وخطباء کی تربیت کے لیے تین ماہ کا کورس ترتیب دیا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب گجراتی دال بازار کی جامع اہل حدیث میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے یہ مسجد اس وقت اوقاف میں تھی چنانچہ آپ مولانا سلفی صاحب سے جامعہ محمدیہ میں تدریس کی چھٹی لے کر کورس کی خاطر کوئٹہ چلے گئے کورس سے فارغ ہو کر واپس آئے تو جامعہ محمدیہ میں تدریس شروع کر دی۔ محکمہ اوقاف والوں نے تین ماہ کا ایک اور کورس بہاول پور میں رکھ

دیا مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث گجراتی کو بھی دعوت آ گئی۔آپ پھر تیار ہو گئے مولانا سلفی صاحب مہتمم جامعہ محمدیہ سے چھٹی طلب کی تو فرمانے لگے آپ نہ جائیں کیونکہ تین ماہ تو آپ پہلے لگا آئے ہیں تین ماہ اور چھٹی پر چلے جائیں تو اس طرح طلبا کے اسباق کا چھ ماہ زبردست حرج ہے۔مولانا گجراتی صاحب فرمانے لگے جانے میں بہت علمی فائدہ ہے مولانا سلفی صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے آپ چلے جائیں ہم تدریس کے لیے اور استاد رکھ لیں گے۔مولانا گجراتی فرمانے لگے درست ہے آپ اور استاد رکھ لیں۔ چنانچہ مولانا تین ماہ کورس کے لیے بہاول پور چلے گئے۔فارغ ہو کر واپس آئے تو جامعہ محمدیہ میں تو ان کی جگہ پر تدریس کے لیے اور استاد رکھ لیے گئے تھے مولانا صاحب نے دال بازار والی جماعت سے بات کی پہلے تو میں جامعہ محمدیہ میں پڑھایا کرتا تھا اب سارا دن فارغ بیٹھا رہوں گا۔اس طرح علم بھی آہستہ آہستہ بھولنے لگے گا جماعت نے کہا آپ ادھر دال بازار کی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کر لیں۔مولانا خود بھی پائے کے بڑے استادوں میں تھے ادھر آپ نے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بھی دال بازار میں تدریس کرنے کی بات کر لی اور حافظ صاحب مان گئے مولانا بشیر الرحمٰن نورپوری ان کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں آخری ایک سال لگا کر آئے تھے ان کو بھی آپ نے دال بازار والے مدرسہ میں استاد رکھ لیا اس طرح قاضی مقبول احمد صاحب کو بھی دال بازار والے مدرسہ میں استاد بنا لیا۔بعد میں علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی تھوڑی مدت کے لیے دال بازار والے مدرسہ میں اعزازی استاد بن گئے۔ضلع گجرات کے دو استاذ بھی وقتاً بعد وقت رکھے گئے۔

ایک جمعہ کے خطبہ میں مولانا صاحب نے اعلان کیا کہ دال بازار والی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کر دیا گیا ہے شوال میں پڑھائی شروع کر دی جائے گی اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی بخاری شریف اسی مدرسہ میں پڑھائیں گے ان شاء اللہ۔جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے کئی طلباء استاد صاحب کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے کی غرض سے دال بازار والی مسجد میں جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے تو ان ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے واپس جا کر خبر دی کہ آج خطبہ جمعہ میں استاد صاحب نے یعنی مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اعلان فرمایا ہے کہ دال بازار والی مسجد میں مدرسہ قائم کر دیا گیا ہے شوال کو اس مدرسہ میں پڑھائی کا آغاز ہو گا اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی اسی مدرسہ میں بخاری شریف ادھر ہی پڑھائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ساتھی نے جس وقت آ کر یہ خبر سنائی اس وقت میں اپنی اور اپنے ساتھی

مولانا محمد منشاء صاحب حامد کی سندیں کتابت کر رہا تھا۔فوراً مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ استاد جی مجھے بھی اپنے مدرسہ میں داخل فرما لیجیے مولانا نے فرمایا تو داخل ہی داخل ہے بڑی کتابیں پڑھ لیا کر اور چھوٹی کتابیں پڑھا دیا کر کیونکہ ہمارے پاس استادوں کی کمی ہے۔کام بھی نیا نیا ہے میں نے کہا جی درست ہے دراصل میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہو چکا تھا اور حافظ صاحب محدث گوندلوی کے پاس بخاری پڑھنے کی غرض سے جانا چاہتا تھا۔محدث گوندلوی دال بازار والے نئے مدرسہ میں تشریف لے آئے تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس نئے مدرسہ کی طرف رجوع کیا۔مولانا محمد عبداللہ صاحب گجراتی پہلے ہی جامعہ محمدیہ میں میرے استاد تھے خندہ پیشانی سے انہوں نے مجھے داخل فرما لیا۔

اس نئے مدرسہ کا نام پہلے پہل ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' رکھا گیا آٹھ سال کا نصاب بنایا گیا۔آلی علوم وفنون کی کافی کتب کو اس نصاب میں سمو دیا گیا حافظ صاحب محدث گوندلوی کے مشوروں کو خصوصی اہمیت دی گئی بلکہ کافی حد تک اس نصاب میں ان ہی کی تجویز کردہ کتب کو شامل کیا گیا۔افتتاحی درس میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی کو بھی مدعو کیا گیا وہ تشریف لائے اس مدرسہ کی انتظامیہ کا نام ''اخوان اہلحدیث'' رکھا گیا۔کا امیر حافظ نصیر الدین صاحب اور خازن حاجی عبدالحق صاحب ناگی کو بنایا گیا۔طلبہ کی رہائش کے لیے جامع مسجد دال بازار کے ساتھ ملحقہ عمارت کرائے پر حاصل کی گئی اور مسجد کی جنوبی جانب مسجد اور عمارت کی درمیانی دیوار سے چھت کے اوپر سے مسجد آنے جانے کا راستہ بنایا گیا۔ابتداء ہی مدرسہ کو مشہور ومعروف،تجربہ کار حدیث وتفسیر اور دیگر علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام کی خدمات میسر آگئیں۔

اس لیے پہلے سال ہی اول سے لے کر آٹھویں جماعت تک طلبہ آگئے۔حافظ ذکاء اللہ،حاجی عطاء اللہ،حاجی حبیب اللہ اور مولانا ثناء اللہ سالک بلتستانی وغیرھم پہلے سال ہی حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بخاری شریف پڑھنے کی غرض سے اس مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔صوفی اکبر صاحب بھی حافظ صاحب کی وجہ سے ہی تشریف لائے تھے۔

مدرسہ کے لیے جگہ تنگ تھی اس لیے مولانا موصوف اس کوشش میں تھے کہ کھلی جگہ شہر سے باہر کہیں مل جائے تو مدرسہ وہاں لے جایا جائے۔حاجی غلام محمد صاحب امرتسری رنگ والوں نے لاہور کی جانب برلب جی ٹی روڈ پر ایک ایکڑ زمین فیکٹری کے لیے خرید رکھی تھی انہوں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے زمین مدرسہ کو دے دی۔فوری طور پر جی ٹی روڈ کے بالکل سامنے چھ کمرے نیچے اور چار کمرے

اوپر کل دس کمرے تیار کیے گئے حاجی صاحب موصوف امرتسری رنگ والے بذات خود معماروں اور مزدوروں کی نگرانی فرماتے۔ صبح آ جاتے اور شام کو واپس جاتے ان کے بیٹے دوپہر کا کھانا انہیں ادھر ہی پہنچاتے۔ لینٹر کا موقع آتا مولانا دال بازار میں اعلان فرمادیتے حاجی پورے والوں کی بس آجاتی طلبا، مسافر خانہ اور حاجی پورہ سے نمازی بس میں بیٹھ جاتے جی ٹی روڈ جائے عمارت پہنچ کر مولانا خود، طلبا اور شہر سے آئے ہوئے لوگ سب حسب ہمت وشان لینٹر ڈالنے میں کام کرتے۔ دس کمرے تیار ہو گئے تو حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی اور سید ابوبکر غزنوی رحمہما اللہ کو دعوت دی گئی وہ تشریف لائے تو اس طرح جی ٹی روڈ والے مدرسہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ ۱۳۸۴ھ کی بات ہے اس دن سے جی ٹی روڈ والی عمارت میں پڑھائی شروع کردی گئی۔ بعدازاں اس عمارت کی شمالی جانب مسجد کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب ناگی نے مسجد بنوانے میں نگرانی کی۔ اب کہ وہ مسجد اور دس کمرے نئی مسجد میں آگئے ہیں۔

مدرسہ کے نام ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' میں جامعہ کا لفظ نہیں تھا جامعہ والے کئی نام سامنے آئے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کی تجویز سے مدرسہ کا نام ''جامعہ شرعیہ'' رکھ دیا گیا۔ ۱۳۸۸ھ میں استاذی المکرّم مولانا سلفی صاحب وفات پاگئے تو جماعت نے ان کی جگہ پر استاذی المکرّم مولانا محمد عبداللہ صاحب کو خطیب و مہتمم مقرر فرمایا۔ بعدازاں جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ میں مدغم کردیا گیا۔ اور جامعہ شرعیہ نام ختم کر دیا گیا۔ فیصلہ ہوا کہ حفظ، تجوید اور ناظرہ کا شعبہ بدستور جامعہ محمدیہ چوک نیائیں ہی میں رہے اور درس نظامی کا شعبہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں اکٹھا کر دیا جائے۔ جی ٹی روڈ میں اساتذہ تھے خود مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب، مہتمم، مولانا ابوالحسن جمعہ خاں صاحب ہزاروی، مولانا بشیر الرحمٰن صاحب نورپوری اور راقم السطور۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے اساتذہ تھے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی جامعہ محمدیہ میں ان کی تدریس کا پہلا سال وہی ہے جو میرا پڑھنے کا پہلا سال تھا۔ یعنی ۱۳۷۶ھ۔ مولانا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی اور مولانا حافظ محمد رفیق صاحب جھجھوی حفظہما اللہ تو یہ سب اساتذہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں بڑی تندہی سے تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے صرف حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی بعد میں استعفیٰ دے کر الگ ہو گئے اور مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی فوت ہو گئے۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ

یہ ان اساتذہ کا تذکرہ ہے جو درس نظامی پڑھانے والے جامعہ شرعیہ کے جامعہ محمدیہ میں مدغم ہونے کے وقت تھے۔ بعد میں جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کے اور اساتذہ بھی متعین کیے گئے۔ نیز حفظ، تجوید اور ناظرہ کے اساتذہ ان کے علاوہ تھے اور ہیں۔

اس فقیر الی اللہ الغنی کے مشائخ عظام اور اساتذہ کرام:

۱۔ شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث کے امیر حافظ ابوعبداللہ محمد بن فضل دین بن بہاء الدین محدث گوندلوی رحمہ اللہ۔ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں تحفۃ الاخوان اور جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں قرآن مجید کی تفسیر اور صحیح بخاری دو دفعہ پڑھی۔

۲۔ شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث کے امیر مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔
صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور موطا امام مالک، چھ سال فجر کے بعد ان کا درس قرآن سنا، ان سے سند روایت بھی حاصل کی اور اردو سے عربی بنا کر ان کو دکھاتا وہ اصلاح فرماتے۔

۳۔ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد قدس اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں دورہ تفسیر پڑھا اور ان سے دورے کی سند حاصل کی۔

۴۔ شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن محدث گجراتی رحمہ اللہ۔ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکوٰۃ اور جامع البیان اور دال بازار میں بدایۃ المجتہد اور سراجی پڑھی۔

۵۔ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ابوالحسن عبداللہ بن عبدالکریم محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث کورٹ روڈ کراچی میں دورہ تفسیر پڑھا اور سند اجازت حاصل کی۔

۶۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب محدث ہزاروی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔ گلستان، بوستان سعدی، فصول اکبری، شافیہ، مراح الارواح، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، الفیہ ابن مالک، شرح ابن عقیل، شرح نخبہ، مقدمہ ابن صلاح، مجموعہ منطق، مرقات منطق، شرح تہذیب، قطبی، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابی داود، موطا امام مالک، صحیح مسلم، صحیح بخاری، نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنزالدقائق، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی،

القراءة الرشیدہ اول دوم چہارم نفحۃ الیمن، سبع معلقہ، دیوان الحماسہ، کلیلہ دمنہ، مقامات حریری، دیوان المتنبی، اصول شاشی، نورالانوار اور حسامی وغیرہ۔

۷۔ مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔ سنن ابن ماجہ، چھٹی جماعت کی کتاب فارسی، عربی کا معلم، نحومیر، صرف میر، میزان الصرف، صرف بہائی، نخبۃ الاحادیث اور درجات الادب وغیرہ۔

۸۔ مولانا عبدالرحمٰن بن عطاء اللہ بن محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں قاضی مبارک اور خلاصۃ الحساب پڑھیں۔

۹۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب امجد چھتوی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں دورہ مناظرہ پڑھا۔

۱۰۔ علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر شہید بن حاجی ظہور الٰہی صاحب رحمہما اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں رشیدیہ، دیوان الحماسہ اور شرح العقائد النسفیہ پڑھیں۔

۱۱۔ مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں تفسیر بیضاوی، الفوز الکبیر، شمس بازغہ، صدراء، ملاحسن، حمداللہ، مسلم الثبوت، تلویح التوضیح، تاریخ الادب العربی، محیط الدائرہ، تحریر اوقلیدس، شرح تہذیب از ملا جلال، حاشیہ میر زاہد، خیالی، شرح مواقف، مطول، تصریح، شرح چغمینی وغیرھا پڑھیں۔

۱۲۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی حفظہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں سلم العلوم اور جی ٹی روڈ ہدایۃ الحکمۃ اور میبذی پڑھی۔

۱۳۔ قاری محمد یونس صاحب پانی پتی رحمہ اللہ ان کے مدرسہ کچے دروازے میں ادائیگی الفاظ کی تصحیح کی اور تقریباً دو پارے آخری حفظ کیے۔

۱۴۔ قاری ولی محمد صاحب رحمہ اللہ ان سے مولانا داؤد صاحب ارشد کی جامع

۱۵۔ حافظ محمد قاسم صاحب خواجہ رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں القراءة الرشیدة سوم پڑھی۔

۱۶۔ مولانا عبدالحمید صاحب گجراتی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں شرح جامی، قطبی، میر قطبی، سعدیہ، رشیدیہ اور ہدیہ سعیدیہ پڑھیں۔

۱۷۔ مولانا غلام رسول صاحب گجراتی رحمہ اللہ ان سے حاشیہ عبدالغفور پڑھی۔

۱۸۔ مولانا چراغدین صاحب نور پوری رحمہ اللہ قاری عصمت اللہ صاحب ظہیر قلعہ دیدار سنگھ والوں کے والدگرامی ان سے نور پور کی جامع مسجد اہل حدیث میں قرآن مجید باترجمہ پڑھتا رہا اور انہوں نے اس فقیر الی اللہ الغنی کی تعلیم وتربیت پر اتنی توجہ دی کہ اتنی توجہ میرے والد صاحب بھی نہیں دے سکے۔ کبھی کبھار ہم ساتھیوں نے چھٹی پر نور پور جانا تو رات عشاء کے بعد انہوں نے ہمیں مسجد میں بٹھا لینا پھر پند ونصائح کا سلسلہ شروع فرما دینا اور رات گئے تک ہمیں وعظ ونصیحت فرماتے رہنا۔

اللهم ارحم عبدك چراغدين فانه وجهنا واهل القرية الى الدين۔ ادخله الجنة الفردوس، يارب العالمين۔

۱۹۔ مولانا غلام رسول صاحب پھلوکی والے رحمہ اللہ ان سے پرائمری سکول نور پور میں اس وقت رائج پرائمری نصاب پڑھا، کتاب ''ہمارا حساب'' پر انہوں نے ہمیں خوب محنت کروائی۔

۲۰۔ ماسٹر نذیر احمد پھلوکی والے حفظہ اللہ یہ بھی پرائمری سکول نور پور میں ہمارے استاد تھے۔

۲۱۔ ماسٹر عبدالمنان راز حاجی پورے والے رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں چھٹی جماعت کی انگریزی کی کتاب پڑھی۔

۲۲۔ حکیم نذیر احمد صاحب جنڈیالوی رحمہ اللہ ان سے ان کے مطب تھانے والے بازار میں طب کی کتاب شرح اسباب پڑھی۔

۲۳۔ حکیم عبدالمجید صاحب نظام آبادی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے پاس اونچی مسجد کی دوکانوں سے ان کے مطب والی دوکان میں ان سے خوشخطی سیکھتا رہا۔

۲۴۔ مولوی عبدالواحد صاحب کاتب بھبانوالی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کی دوکانوں میں ان کی دوکان پر ان سے کتابت لکھائی کی مشق کرتا رہا۔

۲۵۔ جناب غلام محمد ولد سردار خیاط (درزی) نور پوری رحمہ اللہ اپنے گاؤں نور پور میں ان سے خیاطت (سلائی) سیکھی۔

۸۔۲۔۱۴۲۸ھ

سرفراز کالونی گوجرانوالہ

خاتمہ بالایمان

حافظ صاحب نے ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۶ فروری ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب پونے تین بجے سحری کے وقت حافظ صاحب نے وفات پائی۔ ۱۵ فروری ۲۰۱۳ بروز بدھ بعداز نماز مغرب حافظ صاحب کو اٹیک ہوا اور یہی آپ کی ہوش کا آخری دن تھا ۲۶ فروری کو آپ کی وفات ہوئی، گیارہ دن آپ ہسپتال میں حالت قومہ میں رہے۔ ۱۵ فروری کے معمولات سے آپ کے حسن خاتمہ بالایمان کی شہادتیں ملتیں ہیں۔

۱۔ آپ نے اس رات تہجد ادا کی، یہ دلیل ہے آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے متعلق قرآن نے کہا ہے۔

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا زوَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾.

۲۔ آپ نے اس دن نماز فجر باجماعت ادا کی اور درس قرآن ارشاد فرمایا آپ کا درس سورۃ الزمر کی آیت ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [الفاطر: ۸] پر ارشاد فرمایا تھا۔ اس درس میں آپ نے اس ایت کے ضمن میں ایک بات بڑے پتے کی بتائی: جبکہ ایمان والے اور اعمال صالحہ کی پابندی کرنے والے بُرے اعمال کو کبھی اچھا نہیں سمجھتے، ان کی بصیرت اور ان کی عقل بُرے اعمال کو برا ہی سمجھتی ہے، وہ کبھی بھی برائی کو اختیار نہیں کرتے۔

اور کچھ لوگوں کی بصیرت ہی جواب دے چکی ہوتی ہے، انہیں نیک اور بد عمل میں کوئی فرق ہی نہیں لگتا، وہ برا عمل ہی کیے جاتے ہیں اور جن کی بصیرت زندہ ہے وہ بد عمل کو بد ہی سمجھتے ہیں۔

یہ دلیل ہے کہ آپ کی بصیرت دنیا سے جاتے وقت بُرے اعمال کو برا ہی سمجھتی تھی، آپ نے بُرے

اعمال کو کبھی اچھا نہیں سمجھا۔

۳۔ آپ نے اس دن جامعہ محمدیہ میں جو اسباق پڑھائے وہ درج ذیل ہیں: جو آپ کی سیرت سے بڑی موافقت ومطابقت رکھتے ہیں۔

ا۔صحیح بخاری

جلد دوم صفحہ ۹۰۱ باب من لم یوجه الناس بالعتاب سے سبق شروع کیا۔

اس میں امام بخاری نے حدیث پیش کی ہے

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَتْ عَائِشَةُ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً .

جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مکروہ چیز دیکھ کر غصہ کرنا، کراہت کے آثار چہرے پر نمایاں ہوں یہ عتاب بالناس نہیں ہے۔ یہی عمل حافظ نورپوری صاحب کا بھی تھا۔ خلاف شرع کسی مسئلہ کا ذکر آپ کے سامنے ہوتا تو کراہت آپ کے چہرے پر طاری ہو جاتی۔اور یہ چیز اللہ کے ڈر اور خوف پر دلالت کرتی ہے۔ اس دن آخری باب حق الضیف پڑھایا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ آپ حق الضیف کے وصف سے متصف تھے،اس کی گواہی بیگانے بھی دیتے ہیں۔

۲۔تفسیر القرآن

تفسیر القرآن کا آخری سبق سورۃ مریم کی آیت نمبر ۴۰ تھی:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾.

جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ اللہ کی طرف لوٹ رہے ہیں اور آپ کی زمین گھر اور اہل وعیال کا وارث ،اللہ ہے۔

۳۔الاتقان فی علوم القرآن

اس کا آخری سبق جو حافظ صاحب نے پڑھایا۔ وہ کتاب کا صفحہ ۱۰۳ یحتاج إلیه القاری کأحتیاج المحدث إلیٰ مثله من علم الحدیث تک ہے۔جس کا مطلب تھا جس طرح علم حدیث میں محدث محدث کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح قاری قرآن بھی قاری قرآن کا محتاج ہوتا ہے۔

محدث محدث کے پاس بیٹھ کر محدث بنتا ہے مفسر قرآن مفسر قرآن کے پاس بیٹھ کر مفسر قرآن بنتا ہے۔ اب مفسر اور محدث ڈھونڈو، میں جا رہا ہوں۔

۴۔ اس دن آپ جامعہ محمدیہ ملکے کلاں سیالکوٹ پڑھانے کے لیے گئے، وہاں طلبا سے سوال جواب کی نشست ہوئی، یہ دلیل ہے کہ آپ نے زندگی میں سوال و جواب سے بھی طلبا کی رہنمائی کی ہے۔

۵۔ واپسی پر آپ نے نماز مغرب مرکز ابن حنبل میں ادا کی، آپ نے زندگی کی آخری نماز باجماعت مسجد میں ادا کی جو دلیل ہے کہ آپ رحمہ اللہ ﴿وارکعوا مع الرکعین﴾ کے پابند تھے یعنی آپ مومنین میں سے تھے۔

۶۔ آپ نے گھر آ کر ایک خط کا جواب دیا جس میں آپ نے عطیہ اور وراثت کے مسائل بیان فرمائے، یہ دلیل ہے کہ ساری زندگی کتاب وسنت کے مسائل لکھتے رہے۔ اس میں آپ نے صحیح بخاری کی حدیث اور فتح الباری کا حوالہ دیا۔ جو دلیل ہے کہ آپ کو بخاری اور فتح الباری سے شغف تھا، صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہی اٹھیں گے۔ اس کے آخر میں آپ نے قرآن کی آیت لکھی جس کے بعد آپ کے ہاتھوں نے لکھنے سے انکار کر دیا۔ جو دلیل ہے کہ آپ ساری زندگی قرآن سے ہی استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور قیامت کے روز قرآن لکھتے ہی اٹھیں گے، حافظ صاحب نے ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول کا درس دیا ہے۔ آپ نے اپنی زبان اور قلم سے اسی منہج کو واضح کیا ہے۔ زندگی میں آپ کو قرآن سے محبت تھی تو آپ کا خاتمہ بھی قرآن کی آیت لکھتے ہوا۔ مجھے علم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کوئی وصیت لکھی ہے یا نہیں، لیکن یہ آخری تحریر آپ کی وصیت ضرور ہے کہ میری وراثت اسی طرح تقسیم کرنا جس طرح قرآن کہتا ہے اور جو میں نے زندگی میں دیا ہے وہ ہبہ اور عطیہ ہے۔ جس میں مَیں عدل وانصاف کرتا رہا ہوں۔ مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وصیت لکھائی ہے جس کی کئی کاپیاں آپ کے بیٹے نے کروا کر رکھی ہیں اور جو کوئی مانگتا ہے اسے دیتے ہیں۔

آپ آخری خط کے سوال اور اس کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں:

محترم المقام جناب حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برائے مہربانی مکان کی فروختگی مبلغ (۷۵۰،۰۰۰) روپے ہے مالک میاں صاحب ہیں میاں بیوی حیات ہیں دولڑکے شادی شدہ جبکہ چار بچیاں شادی شدہ ہیں شرعی اعتبار سے حصہ لکھ کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ والسلام

محمد مشتاق ۱۲۔۰۲۔۱۴

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازعبدالمنان نورپوری بطرف محترم محمد مشتاق صاحب حفظهما الله الذی ارانا آیاته فی انفسنا وفی الافاق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود خیریت مطلوب۔ اگر آپ اپنی زندگی ہی میں اولاد بچے اور بچیوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کو ہبہ عطیہ کہتے ہیں۔ ہبہ عطیہ میں اصول یہ ہے کہ بچے بچی کو برابر دیا جائے گا للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون ادھر نہیں چلے گا دلیل صحیح بخاری کتاب الھبہ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی مرفوع حدیث ہے پوری تفصیل فتح الباری میں دیکھ لیں۔ اپنے اور اپنی بیگم کے لیے جتنا آپ مناسب سمجھیں رکھ لیں باقی دولڑکے اور چار لڑکیوں میں برابر تقسیم کر دیں۔

اور آپ زندگی میں تقسیم نہیں کرتے وفات کے بعد حصص کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو جناب بیوی کو آٹھواں ۱/۸ حصہ ملے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين﴾

اسی آیت کو لکھ رہے تھے کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

جس چیز سے محبت تھی، جس کا زندگی میں شوق تھا، جس سے شغف تھا اسی پر خاتمہ ہوا۔

مولانا برق التوحیدی فرماتے ہیں: حافظ ممدوح مرحوم نے اپنی زندگی کی ستر بہاریں دیکھیں۔ ۲۶ فرروی کو رات ۳ بجے وقت مقرر آ پہنچا یہ وہ وقت ہے، جب اللہ تعالیٰ عرش بریں سے آسمان دنیا پر نزول فرما کر اعلان کرتے ہیں:

«هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ» .

"ہے کوئی بخشش مانگنے والا۔"

تو ساری زندگی سحر گاہی میں اس پر لبیک کہنے والا بالآخر اسی وقت داعی اجل کو لبیک کہتا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون .

[(اسوہ حسنہ اپریل ۲۰۱۲)]

علم وعمل کا پیکر

حافظ رضاء اللہ رؤف، مدرس جامعہ محمدیہ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے جانا ہی جانا ہے، لیکن بعض شخصیتیں اپنی عظمت کے اعتبار سے ایسی ہوتی ہیں جن کا صدمہ ایک عرصہ تک دلوں کو تڑپاتا ہے۔ قحط الرجال کے اس پرآشوب دور میں حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی وفات ایک سانحہ اور جماعتی حادثہ ہے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی وفات سے دینی اور مذہبی محاذ پر ایسا خلل پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے۔ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ واشاعت میں گزری۔ آغاز شباب سے دم واپسی تک تقریباً پورے ۷۱ برس وہ اس جہاد میں سرگرم رہے اور نہایت مخلص نیک دل، دردمندانہ انتھک اور پرسوز مبلغ تھے۔ ان کا بیان عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ، عام فہم سادہ اور پرسوز ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے اخلاص للّٰہیت، مجاہدانہ عزم اور پرخلوص دینی خدمات کی وجہ سے عوام وخواص میں بے حد مقبول اور ہر دل عزیز تھے، تبلیغی پروگرام میں ایفائے عہد اور پابندی وقت ان کی زندگی کا خاص روشن پہلو تھا۔ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ متنوع خوبیوں اور بہت سے اوصاف حمیدہ کے جامع تھے۔ ایسے باکمال مجاہد عالم، محدث، محقق، مفکر ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے۔

آپ وہ عظیم آدمی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل، تقویٰ پرہیز گاری، سادگی خودداری اور عمل وخلوص، جیسی خوبیوں سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔

دوران تعلیم تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی، زہد وتقویٰ اور شب بیداری کو اپنا شعار بنایا، اساتذہ کا غایت درجہ احترام کیا، نفاست وطہارت اور مستقل مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پوری زندگی پڑھنے پڑھانے، لکھنے اور دعوت

وتبلیغ میں صرف کی۔ آپ کی علمی دینی خدمات نصف صدی سے زیادہ ہے، تدریس وتبلیغ خطوط ورسائل، مکالمات اوردروس وخطبات کے ذریعے آپ نے جوزندگی گزاری وہ قابل رشک ہے۔

اسلامی علوم وفنون میں یگانہ روزگار ہونے کی وجہ سے مرجع کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

خشیت الہی سے سرشار قرآن کریم کومحبت کے ساتھ بکثرت تلاوت کرتے۔

انتہائی مختصراور جامع ومانع الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنے کے ماہر، انداز بیاں ایسا پر اثر کہ ہزاروں سوالوں کا جواب انکے اک مختصر سے جملہ میں پنہاں، رعب وجلال ایسا کہ بڑے بڑے علماء، مناظر اور قادر الکلام افراد کی زبانیں بھی گویا قوت گویائی کھوبیٹھتیں۔

حافظ صاحب نے واقعی محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی علمی مسند کے صحیح وارث اور حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کیا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی محدثین اولین کی زندگیوں کی طرح مثالی زندگی تھی، کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے والے تھے۔

اور ہر کسی کو اسی بات کی نصیحت فرماتے ''اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ '' (جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے صرف اور صرف اس ہی کی پیروی کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی پیروی نہ کرو)۔ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلہ میں کسی بھی ہستی کے قول وعمل کو کچھ بھی اہمیت نہ دیتے تھے۔

حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کی امتیازی صفت اتباع سنت میں ان کی وارفتگی اور فریفتگی تھی۔ وضع قطع، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، عادات و اطوار، اخلاق و کردار اور عبادات و معاملات میں آپ کا اتباع سنت کا والہانہ جذبہ قابل رشک ہے۔

حافظ صاحب عالم باعمل تھے، آپ کا اٹھنا' بیٹھنا' چلنا پھرنا' مسجد تشریف لانا' مدرسہ وقت پہ آنا' امانت و دیانت سے پڑھانا' رہ چلتے وقت ایک طرف نگاہ نیچی رکھ کر چلنا' راستے میں ہر ایک کو سلام کی پہل کرنا' نمود ونمائش اور ریاکاری سے دور ہونا' بڑے بڑے القابات

سے نفرت کرنا' طلبہ سے محبت کرنا اور سنجیدہ طبع ہونا غرض آپ کا ہر ہر عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ مصطفیٰ ا کے مطابق تھا۔ حافظ صاحب صفات حمیدہ اور خصائل حسنہ سے متصف تھے اور اخلاق رزیلہ اور عادات سیہ سے نفیر تھے۔

حافظ نور پوری رحمہ اللہ نے زندگی بھر نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کو اس کی اجازت دی۔ جو مسئلہ بھی قرآن مجید اور صحیح حدیث سے واضح ہو جاتا اس پر سختی سے عمل کرتے اس سلسلہ میں انہوں نے کبھی مداہنت اختیار نہیں کی۔

آپ کا دستر خوان وسیع تھا آپ فراخ دل مہمان نواز تھے، تمام زندگی صبر وشکر سے گزاری' اساتذہ تنخواہ کا مطالبہ کرلیا کرتے ہیں لیکن شیخ محترم نے کبھی بھی تنخواہ کا مطالبہ نہ کیا جو کچھ ملا اس پر قناعت کیا' ساری عمران کی زبان سے کبھی گلہ وشکوہ نہ سنا گیا۔

خودغرضی ، لالچ وطمع، حرص وہوس، نمود ونمائش ، شان وشوکت اور خود ساختہ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ دنیا سے زیادہ اخروی زندگی کے لیے فکرمند تھے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی سچی اور عملی تصویر تھے۔ فرمان الٰہی اور فرمان نبوی کے سامنے اپنی ذات کی اپنی شخصیت کی نفی کر چکے تھے، انہوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ میں یوں کہتا ہوں لہذا اس پر عمل کرو، بلکہ یوں فرماتے کہ کتاب وسنت میں لکھا ہے لہذا اس پر عمل کرو گے نجات پاؤ گے ورنہ نہیں۔

آپ جب زبان کو حرکت دیتے تو علم کے موتی بکھیرتے، ان کے وعظ کی اثر آفرینی ایک خاص تاثر قائم کرتی اور سننے والا اپنے قلب وذہن میں روحانیت محسوس کرتا۔

عزت وعظمت کے اونچے مقام ومرتبہ پر فائز تھے۔ ان کا علم وحلم' بردباری' سادگی' انکسار' تواضع' مہمان نوازی اور اخلاق وکردار کی بلندی وہ اوصاف جمیلہ تھے کہ لوگ ان کی طرف کھینچے چلے آتے اور ان سے مستفید ہوتے۔

خودغرضی کے اس پرفتن دور میں آپ رحمہ اللہ جب تک زندہ رہے مہر وماہ کی طرح جگمگا تے رہے اور آج اپنے پیچھے اپنی تالیفات ،تعلیمات اور ہزاروں شاگردوں کی ایک کہکشاں

چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک انکے لئے صدقہ جاریہ کی صورت میں جگمگاتی رہے گی، انشاء اللہ۔

درحقیقت حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ان تمام صفات جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا مجموعہ تھی، جو مشکاۃِ نبوت سے تربیت پانے والوں کا خاصا ہیں، اور ایسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ایسی مجمع الصفات شخصیت کے جمیع محاسن کی تصویر کشی کرنا ہمارے بس میں نہیں۔

وَلَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

علم وعمل کے اس آفتاب وماہتاب نے جو خدمات حدیث کے حوالہ سے کام کیا ہے وہ رہتی دنیا تک زندہ وتابندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ آپ کی علمی وتحقیقی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہے۔ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے۔

تاریخ رقم کرنے والے اس حوالہ سے جب بھی قلم رواں کریں گے تو حافظ نورپوری رحمہ اللہ کا نام بطور محدث' محقق اور مدرس نمایاں کرتے رہیں گے اور علمی حلقوں میں حافظ نورپوری رحمہ اللہ ''مسند حدیث کے ایک درخشندہ ستارہ'' کے طور پر ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔

ان شاء اللہ العزیز

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

حافظ نورپوری رحمہ اللہ سے کچھ یادیں

حافظ نورپوری رحمہ اللہ کے ساتھ میرا ایک خاص تعلق تھا، وہ میرے مربی، محسن اور مشفق استاذ تھے، میرے جامعہ محمدیہ میں داخل ہونے کا سبب اور باعث بھی حافظ نورپوری رحمہ اللہ تھے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ جب میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں حفظ کرتا تھا، اس

سال چنیوٹ میں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی قیادت میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ اس تاریخی کانفرنس میں سیکیورٹی کے لیے مرکزی جمعیت کے مدارس سے طلبا کو سکواڈز کے طور پر تیار کیا گیا۔ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن سے قاضی محمد اسلم سیف صاحب رحمہ اللہ نے اس کانفرنس کے لیے بڑی جد وجہد کی اور طلبا کو سیکیورٹی کے لیے تیار کیا۔ قاضی صاحب نے ان طلبا میں مجھے بھی شامل کیا، قاضی صاحب بھی میرے محسنین میں سے ہیں، ان کا کچھ تذکرہ کیے بغیر بھی مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ بہت متحرک آدمی تھے، جب جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ سے ماموں کانجن منتقل ہوا تو اس وقت قاضی صاحب نے بہت بھاگ دوڑ کی تھی۔ ۱۹۷۹ء میں جامعہ علوم اثریہ جہلم کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر اس تقریب کی تمام کارروائی تفصیلی طور پر ایک کتابی شکل میں مرتب کی، جس میں امام کعبہ محمد بن عبد اللہ بن سبیل کا خطاب، حافظ محمد رحمہ اللہ کا خطبہ صدارت، حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ کا خطبہ استقبالیہ اور علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی تقریر شامل ہے۔ قاضی صاحب نے جامعہ تعلیم الاسلام سے ایک ماہانہ رسالہ ''تعلیم الاسام'' بھی جاری کیا تھا۔

قاضی محمد اسلم سیف صاحب رحمہ اللہ بہت متحرک آدمی تھے، ان کی قیادت میں جامعہ تعلیم الاسلام سے قافلہ ختم نبوت کانفرنس کے لیے چنیوٹ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں میں بھی شامل تھا۔ اس کانفرنس میں چونکہ میں سکواڈ شامل تھا تو میں نے زیادہ ڈیوٹی اسٹیج پر ہی دی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ جب تقریر فرما رہے تھے تو میں ان کے بائیں جانب تھا۔ اس کانفرنس میں جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے بھی ایک قافلہ آیا تھا، اس قافلہ میں کمانڈر نصر جاوید صاحب بھی تھے، جو اس وقت جامعہ محمدیہ میں پڑھتے تھے، سکیورٹی کے فرائض سرانجام دینے کے لیے آئے تھے۔ اتفاق سے میری ملاقات نصر جاوید صاحب سے ہوئی، دوران گفتگو نصر صاحب نے مجھے کہا آپ ہمارے ساتھ گوجرانوالہ چلیں وہاں ہم آپ کی ملاقات ایک ولی اللہ سے کرائیں گے۔ میں نے کہا: کون ولی اللہ؟ نصر صاحب نے کہا:

حافظ عبدالمنان نورپوری (رحمہ اللہ)۔ میں نے اس سے پہلے یہ نام نہیں سنا تھا، میں نے کہا: حافظ عبدالمنان نورپوری کون ہیں؟ میرے اس سوال کے جواب میں نصر صاحب نے حافظ صاحب کی ایسی تعریف کی کہ میرا دل حافظ صاحب کی زیارت کو بے تاب ہو گیا۔ بس میں نے نصر صاحب سے اس کی حامی بھر لی کہ آپ مجھے اس ولی کی زیارت کے لیے ضرور لے جائیں۔

چنانچہ میں نصر صاحب کے ساتھ اس قافلہ میں گوجرانوالہ پہنچا۔ یہاں آ کر نصر صاحب مجھے حافظ صاحب کی مسجد میں لے گئے۔ وہاں حافظ صاحب کا درس سنا، آپ کی زیارت کی، جو سنا تھا اسے سچ پایا۔ آپ کے پاس بیٹھ کر دل کو ایک طرح روحانی سکون ملا۔ سچ پوچھتے ہو تو میں وہیں حافظ صاحب کا ہو گیا۔ سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے حافظ صاحب سے متاثر کیا وہ آپ کا اتباع سنت تھا۔ ہر بات پر رسول اللہ ﷺ کی بات پیش کرتے، ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کا عمل بیان کرتے اور جیسا بیان کرتے ویسا خود بھی کرتے۔ اتنی شدت سے اتباع سنت کا پرچار کرنے والا میں نے اور کوئی نہیں دیکھا، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا اور کوئی بات ہی نہ کرتا ہو، اور یہی طرز زندگی میں نے ساری عمر آپ میں دیکھی ہے۔ آخری سانس تک اس چیز کا انقطاع نہیں دیکھا، یقیناً آپ کا خاتمہ بالایمان ہی ہوا ہے۔

پہلی دفعہ کی ملاقات سے فراغت کے بعد حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب سے ہم ملے، اس وقت بھٹوی صاحب کی رہائش حافظ صاحب کی رہائش کے قریب تھی۔ حافظ بھٹوی صاحب سے ملاقات کا بھی بہت فائدہ ہوا، یہ بھی کسی طرح نورپوری صاحب (رحمہ اللہ) سے کم نہیں۔ ان دونوں شیخین سے جامعہ محمدیہ کی رونق تھی۔ دوران گفتگو نصر جاوید صاحب نے بھٹوی صاحب کو کہا آپ ان سے کہیں کہ یہیں داخل ہو جاؤ۔ بھٹوی صاحب کے کہنے سے پہلے ہی میں نے کہا میں تو نورپوری صاحب کا مرید ہو چکا ہوں، اب میں کہیں اور جانے کا نہیں ہوں، میں نے وہیں ارادہ کر لیا اب جامعہ محمدیہ میں ہی پڑھوں گا۔

جامعہ محمدیہ میں داخلے کے لیے جب میری ملاقات مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب سے ہوئی تو ہزاروی صاحب سے میری قربت اور محبت کی ایک پرانی داستان سامنے آئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں تو میں نے بتایا اوڈانوالہ سے، وہاں جامعہ تعلیم الاسلام سے میں نے حفظ کیا ہے۔ جامعہ تعلیم الاسلام کا سن کر ہزاروی صاحب نے پوچھا: آپ کو وہاں کس نے داخل کروایا؟ میں نے بتایا میرے دادا جان نے، ہزاروی صاحب نے پوچھا آپ کے داد جاں کون ہیں؟ میں نے بتایا وہ جامعہ تعلیم الاسلام کے خزانچی تھے، صوفی عبداللہ صاحب کے مرید تھے۔

مولانا ہزاروی صاحب فرمانے لگے آپ کے دادا جان سے میرے بڑے اچھے مراسم تھے، وہ خدا ترس آدمی تھے، میں جب تک وہاں رہا ہوں ان سے تعلق اور رابطہ رہا ہے۔

مولانا ہزاروی صاحب نے اپنے متعلق بتایا: میرے والد محترم کی وفات کے بعد مولانا عبدالعزیز راشد آف فیصل آباد کے والد محترم مولانا امام دین مرحوم ان کی جگہ خطیب مقرر ہوئے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا (عبدالحمید) پڑھنے کا شوق رکھتا ہے تو وہ مجھے ساتھ لے آئے اور صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ اوڈانوالہ میں چھوڑ آئے۔ یہ تقریباً ۱۹۴۵ء کی بات ہے۔ وہاں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا بخاری پڑھانے کا دوسرا سال تھا۔

(شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے اوڈانوالہ میں ہزاروی صاحب کی شاگردی اختیار کی تھی۔)

ہزاروی صاحب سے ملاقات کے بعد میرے بھی ان سے ویسے تعلقات قائم ہوگئے جیسے ان کے میرے دادا جان سے تھے، مولانا ہزاروی صاحب میرے مخلص اور مشفق اساتذہ کرام میں سے ہیں۔

میں عمرہ کے لیے سعودی عرب گیا تو وہاں میری ملاقات حافظ نورپوری صاحب کے بھتیجے مولانا ابوتراب صاحب سے ہوئی۔ انھوں نے مجھے اپنے ایک بڑے لائق فائق استاذ سے ملایا، جن سے مل کر میں بہت خوش ہوا اور ان سے مستفید ہوا، یہ مولانا ابوتراب صاحب

کے استاد بھی تھے اور کفیل بھی۔ انھوں نے حافظ نور پوری رحمہ اللہ کی بہت تعریف کی۔ حافظ صاحب کی وجہ سے یہ مولانا ابوتراب صاحب کا بہت اکرام واحترام کرتے تھے۔

دورانِ ملاقات شیخ صاحب مجھے کہنے لگے: آپ حافظ نور پوری صاحب (رحمہ اللہ) کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہمارے یہاں بسر کریں۔ مسجد نبوی میں حدیث شریف کا درس دیں۔ ہم ان سے مستفید ہوں گے اور ان سے سند اجازۃ بھی حاصل کریں گے۔ یہ ہماری آپ سے ایک اپیل ہے اگر قبول ہو جائے تو بڑی نوازش ہوگی، حافظ صاحب کے آنے جانے اور رہنے سہنے کا مکمل انتظام ہمارے ذمہ ہوگا۔ حافظ رضاء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے واپسی پر حافظ صاحب کے سامنے یہ فرمائش پیش کی اور اصرار کیا کہ حافظ صاحب آپ ضرور وہاں جائیں وہ آپ کو بلا رہے ہیں اور آپ کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب نے یہ کہہ کر کہ کئی مسائل ہوتے ہیں جنھیں آپ نہیں جانتے اور سمجھتے، اس فرمائش کو قبول نہ کیا۔ میری بسیار کوشش کے باوجود حافظ صاحب اپنی بات پر قائم رہے اور وہاں جانے پر رضا مند نہ ہوئے۔ مجھے یہی سمجھ آئی کہ یہ حافظ صاحب کا استغنا و استعفاف تھا۔

ایک دن میرے دل میں حافظ صاحب سے ملاقات کی شدید تڑپ پیدا ہوئی کہ حافظ صاحب سے آج اکیلے کچھ دیر بیٹھوں اور آپ سے دل کی باتیں کروں، آپ فیض یاب ہوں، میں اپنی کلاس سے فارغ ہو کر حافظ صاحب کے کمرے کی طرف چل پڑا، حافظ صاحب بخاری کلاس میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے، میں آپ کا منتظر بن کر جامعہ محمدیہ کے صحن میں ٹہلنے لگا کہ حافظ صاحب ابھی کمرہ تدریس سے فارغ ہو کر باہر نکلیں تو میں آپ سے ملاقات کروں۔ اسی اثنا میں میں جامعہ محمدیہ کے صحن میں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ان کا حال دریافت کرنے لگا۔ میں استادِ محترم ہزاروی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حافظ صاحب فریضہ تدریس سے فارغ ہو کر غرفہ سے باہر نکلے اور گیٹ کی طرف چل پڑے۔ حافظ صاحب کو دیکھ کر میں

آپ کے پیچھے چل پڑا، حافظ صاحب گیٹ کے پاس حاضری رجسٹر پر روانگی کی حاضری لگانے کے لیے کھڑے تھے کہ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا آپ سے سلام لی۔ تو آپ نے مجھے حسب روٹین پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے حال بتانے کے بعد عرض کیا حافظ صاحب آج آپ سے کچھ دیر بیٹھنا ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے کوئی خاص بات ہے؟ میں نے کہا: ہاں! خاص بات ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے پھر گھر چلتے ہیں اور یہ حافظ صاحب کی زندگی کی عام عادت تھی کہ آپ ملنے والے کو گھر لے آتے تھے اور اسے ضرور کچھ کھلاتے پلاتے تھے۔ میں نے کہا جی بالکل ٹھیک ہے گھر چلتے ہیں۔

میں حافظ صاحب کے ساتھ گھر آیا، حافظ صاحبؒ نے گھر آتے ہی دسترخوان بچھا لیا اور اندر جا کر کھانے پینے کی اشیا لے آئے۔ آج میں بھی بے تکلف ہو کر بیٹھ گیا اور کھانا شروع کر دیا۔ حافظ صاحب سے یہ مجلس خوشگوار ماحول میں پر کیف تھی، غیبت چغلی سے پاک یہ مجلس ایمانی روحانی تھی۔ گفتگو کے اختتام پر میں نے کہا: حافظ صاحب مجھے آپ کے ایک معاملے کی خبر ہوئی ہے اس میں میں آپ کی معانت کرنا چاہتا ہوں، میری یہ بات سن کر حافظ صاحب بڑی بے رخی سے کہنے لگے اس سے آپ کو کیا غرض ہے؟ اس بات کو چھوڑو، میں نے کہا حافظ صاحب ہم آپ کے شاگرد ہیں کوئی بات ہو تو آپ ہمیں بتایا کریں ؟ اللہ تعالیٰ کوئی رستہ بنادیا کرے گا۔ حافظ صاحب کہنے لگے: اللہ تعالیٰ تو ضرور کوئی رستہ بنائے گا، آپ نہ بنائیں۔ پھر اٹھتے ہوئے میں نے حافظ صاحب سے کہا اب میں دو تین دن تک سعودیہ عمرے کے لیے جا رہا ہوں آپ میرے لیے دعا فرمادیں، واپسی پر انشاء اللہ ملاقات ہوگی، عمرہ سے واپسی پر ایک دن صبح درس میں حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی، لیکن کیا علم تھا کہ یہ میری حافظ صاحب سے بالمشافہ آخری ملاقات ہوگی، پھر ایک دن میں نے حافظ صاحب کو فون کیا، حال دریافت کرنے کے بعد میں نے حافظ صاحب سے کہا میں آپ سے میں کسی روز آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں، لیکن انا ارید وانت ترید واللہ یفعل ما یرید اس فون کے بعد حافظ صاحب کو اٹیک ہو گیا، اور پھر وقت موعود پہنچ گیا، جس سے کسی کو

استثنا حاصل نہیں۔

حافظ صاحب کے مجھ پر کئی احسانات ہیں جنھیں میں فراموش نہیں کر سکتا۔ تعلیم و تربیت کے علاوہ زندگی کے نشیب و فراز میں بھی حافظ صاحب کی رہنمائی سکون کا باعث ہوتی تھی، حافظ صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے اور شفقت بھی فرماتے۔ ۱۲، اپریل ۲۰۰۹ء کو جب میرے والد صاحب کا انتقال ہوا حافظ صاحب جنازہ پڑھانے کے لیے ہمارے گاؤں ۴۹۳ گ، ب حسین پور اوڈانوالہ میں تشریف لائے، پھر یکم نومبر ۲۰۱۱ء کو میری والدہ وفات پا گئی تو بھی حافظ صاحب میری والدہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ہمارے گاؤں آئے۔ اب تو حافظ صاحب بھی ہمارے پاس نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب اور میرے والدین کے درجات بلند فرمائے، اور انھیں نبیین، صدیقین، صالحین، شہداء کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ

جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے جانا ہی جانا ہے، لیکن بعض شخصیتیں اپنی عظمت کے اعتبار سے ایسی ہوتی ہیں جن کا صدمہ ایک عرصہ تک دلوں کو تڑپاتا ہے۔ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم آدمی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل، تقویٰ پرہیزگاری، سادگی خودداری اور عمل وخلوص، جیسی خوبیوں سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ جس کی بنا پر وہ اپنے اقران واماثل اور دیگر معاصرین پر سبقت وفوقیت رکھتے تھے، اور یہ ایسی خوبی ہے جس کی آپ سے ملنے والا اور آپ کو دیکھنے والا ہر شخص شہادت دیتا تھا اور یقیناً دیتا رہے گا۔ امام شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں: إِنَّ سُفْيَانَ سَادَ النَّاسَ بِالْوَرَعِ وَالْعِلْمِ ''علم وورع کی بدولت سفیان (ثوری) نے لوگوں پر حکومت کی۔'' (سیر اعلام النبلاء: ۲۴۰/۷)

ایسے ہی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علم وورع کی بدولت لوگوں پر حکومت کی، اسلامی علوم وفنون میں یگانہ روزگار ہونے کی وجہ سے مرجع کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ آپ کی مجلس ومحفل میں بیٹھ کر دل دنیا سے بے زار اور آخرت کی طرف مائل ہو جاتا تھا، اور مجلس برخواست ہونے کے بعد محسوس ہوتا تھا کہ دل کی حالت اب ویسی نہیں رہی جو آپ کی صحبت وکلام سے مستفید ہونے سے پہلے تھی۔ ان بابرکت مجلسوں میں دینی مسائل، تربیتی توجیہات اور اخلاقی نصائح کے سوا کوئی اور موضوع زیرِ بحث نہیں آیا کرتا تھا۔ غیبت وچغل خوری اور تنقیص وتشنیع سے مبرا ان مجالس میں ہر کوئی خیر وبھلائی ہی سے اپنا دامن بھرتا۔

دورانِ تعلیم تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی، زہد وتقویٰ اور شب بیداری کو اپنا شعار بنایا، اساتذہ کا غایت درجہ احترام کیا، نفاست وطہارت اور مستقل مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پوری زندگی پڑھنے پڑھانے، لکھنے اور دعوت وتبلیغ میں صرف کی۔ آپ کی علمی دینی خدمات نصف صدی سے زیادہ ہے، تدریس وتبلیغ خطوط ورسائل، مکالمات اور دروس وخطبات کے ذریعے آپ نے جو زندگی گزاری وہ قابل رشک ہے۔ خشیت الٰہی سے سرشار قرآن کریم کو محبت کے ساتھ بکثرت تلاوت کرتے۔

انتہائی مختصر اور جامع ومانع الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنے کے ماہر، انداز بیاں ایسا پراثر کہ ہزاروں سوالوں کا جواب انکے ایک مختصر سے جملہ میں پنہاں، رعب وجلال ایسا کہ بڑے بڑے علماء، مناظر اور قادر الکلام افراد کی زبانیں بھی گویا قوت گویائی کھو بیٹھتیں۔ حافظ صاحب نے واقعی محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی علمی مسند کے صحیح وارث اور حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کیا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی محدثین اولین کی زندگیوں کی طرح مثالی زندگی تھی، کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے والے تھے۔ اور ہر کسی کو اسی بات کی نصیحت فرماتے ''اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَاءَ '' (جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے صرف اور صرف اس ہی کی پیروی کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی پیروی نہ کرو)۔ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلہ میں کسی بھی ہستی کے قول وعمل کو کچھ بھی اہمیت نہ دیتے تھے۔

آپ کے طرزِ حیات اور رہن سہن سے گمان ہوتا تھا کہ قرونِ اولیٰ کے قافلے سے بچھڑا کوئی راہی ہے، جو اپنا سفر ایک نامانوس ماحول میں طے کر رہا ہے۔ آپ کے بعد ایسی روشن مثال دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔ اب ڈھونڈا سے چراغ رخ زیبا لے کر

ادارہ تحقیقات سلفیہ 0300-7453436 0322-5540596

آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ